

فاتح اعظم "امیر ناصر الدین سبکتگین"

یہ اسلام کا وہ مایہ ناز فرزند ہے جو ایک ادنیٰ غلام کے درجے سے ترقی کر کے پہلے تو غزنی کا حکمراں بنا۔ اور اس کے بعد چوتھی صدی ہجری کے وسط میں اپنے حوصلہ مندانہ کارناموں سے پورے ایشیا میں ہلچل برپا کر دی۔

RUPEES



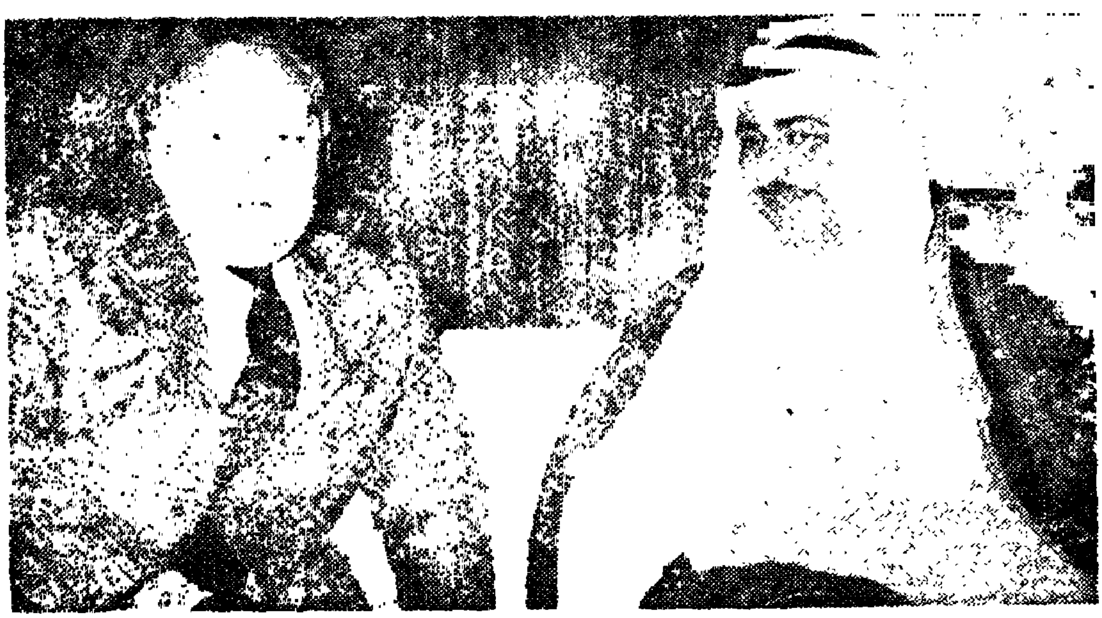
اسرائیلی درندے ''بیت المقدس'' کی حرمت پرست خواتین کو گرفتار کر رہے ہیں



کویت کے امیر ''شیخ جابر الصباح'' مہاراشٹر کے سابق وزیر رفیق زکریا کے ہمراہ



دہلی کے ہوائی اڈے پر انڈونیشیا کے صدر ''سوہارتو اور بیگم سوہارتو'' کا پرجوش خیر مقدم



عرب ریاست شارجہ کے امیر ''شیخ سلطان محمد القاسمی'' برطانوی مدبر
ڈیوڈ آرتھر رابرٹ سے تبادلہ خیال کر رہے ہیں



علامہ خمینی نے پہلے تو ایران کو جنگ کی آگ میں جھونک دیا اور اب
جنگ میں مرنے والوں کی مغفرت کے لئے دعا کر رہے ہیں



روس کے صدر ''مسٹر بریژنیف'' حال ہی میں ہندوستان آئے تھے
اوپر کی تصویر میں آپ وزیراعظم اندرا گاندھی کے ساتھ ہیں



"ہم افغانستان کو روسی بے دینوں سے آزاد کرائیں گے" روسی طاقت سے ٹکرا جانے والے مجاہدین افغانستان کا نعرہ



افغانستان کے نام نہاد صدر "ببرک کارمل" انہوں نے افغانستان کو روس کے ہاتھ بیچ دیا ہے



بھٹو کے صاحبزادے "مرتضیٰ بھٹو" انکی غیر موجودگی میں فوجی عدالت میں مقدمہ چل رہا ہے

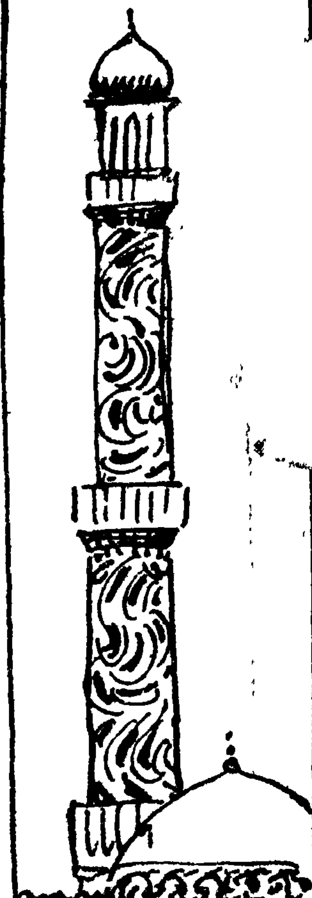


قائم شدہ ۱۹۱۱ء　　　اشاعت کا اکہتروان سال　　　ٹیلیفون نمبر ۲۶۳۲۵۰

ہندستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور اصلاحی جریدہ

ماہنامہ دین دنیا دہلی

جلد ۶۱ | جنوری ــــــ ۱۹۸۱ء | نمبر ۱



قیمت سالانہ
اکیس روپے
ششماہی
گیارہ روپے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا ہاؤس ـــــ متصل جامع مسجد دہلی
وی پی منگانے میں تین روپے زائد کا خرچ ہے اس لئے منی آرڈر بھیجئے

قیمت فی پرچہ
دو روپے
پاکستان بنگلہ دیش اور برما سے پچاس روپے
غیر ممالک سے سو روپیہ سالانہ

مفتی شوکت علی فہمی۔ ایڈیٹر پرنٹر پبلشر و پروپرائٹر نے اپنے خواجہ پریس میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا

رفتارِ زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

اندرا جی کے ارشادات

کیا واقعی ایک سال میں ملک کی کایا پلٹ ہوگئی

مسز اندرا گاندھی ہمارے ملک کی مقتدر لیڈر ہیں۔ ہمارے دل میں اُن کا بے حد احترام ہے۔ لیکن ساتھ ہی ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ اُن کی زبان سے کوئی ایسی بات نہ نکلے جس کا کہ حقائق سے کوئی تعلق نہ ہو مسز اندرا گاندھی کو یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ اس ملک کے عوام سابقہ حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد بڑے اعتماد کے ساتھ انہیں اقتدار میں لائے ہیں اس لئے اُن کی زبان سے کوئی بھی ایسی بات نہیں نکلنی چاہئے جو واقعات سے مطابقت نہ رکھتی ہو۔ اور جس سے اُس اعتماد کو دھکا لگے جو عوام نے اُن کی ذات کے ساتھ قائم کر رکھا ہے۔ ہمارا مطلب مسز اندرا گاندھی کے اُن دعوؤں سے ہے جو اُنھوں نے حال ہی میں کانگریس آئی کے صدر کی حیثیت سے اپنی پارٹی کے بارے میں کئے تھے چنانچہ کانگریس کے اجلاس کے اختتام پہ اُنھوں نے جو تقریر کی ہے اُس میں فرمایا ہے۔

"گزشتہ ایک سال کے اندر دیش کی اقتصادی حالت میں بہتری ہوئی ہے۔ میری حکومت نے نیچے کی طرف گرتے چلے جانے والے ملک کا رُخ بدل کر رکھ دیا ہے۔ ابھی تک کسی قسم کی سستی یا کاہلی باقی نہیں رہی سابقہ جنتا پارٹی سرکار نے دیش کی اقتصادیات کو تباہ کر دیا تھا۔ گزشتہ جنوری میں جو چناؤ ہوئے تو مجھے معلوم تھا کہ ملک کی اقتصادی حالت خراب ہے۔ لیکن یہ پتہ نہ تھا کہ حالت اتنی خراب ہو چکی ہے۔ میری سرکار نے بڑی محنت سے اقتصادی حالت بہتر بنائی تھی مگر اُسے تباہ کر دیا گیا۔ اب ہمیں اُس کے ملبے کو ہٹا کر نئی عمارت بنانی ہوگی۔ یہ سب کچھ جادو سے نہیں کیا جا سکتا۔ ان دنوں یہ کہا جا رہا ہے کہ اندرا کانگریس نے انتخابی وعدے پورے نہیں کئے یہ بے بنیاد پروپگنڈا ہے"

اندرا جی نے پارٹی کے اجلاس میں جو کچھ کہا ہے اُس سے شائد اُن کی پارٹی کے لوگ تو مطمئن ہو جائیں لیکن ملک کے باقی لوگ کیونکر مطمئن ہو سکتے ہیں جبکہ وہ ایک ایسے بدترین اقتصادی دور سے گزر رہے ہیں جس کی مثال ہندوستان کی تاریخ میں دیکھنے کو کبھی نہیں آئی۔ اور اقتصادی حالت ہی پر کیا موقوف ہے پورے ملک کا نظام ہی بری طرح بگڑا ہوا ہے۔ لا اینڈ آڈر کی حالت تو اتنی خراب ہے جو اس سے قبل کبھی بھی دیکھنے میں نہیں آئی۔

کانگریس آئی نے اپنی انتخابی مہم میں جن باتوں پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا تھا وہ بے روزگاری اور کمر توڑ گرانی تھی۔ امن و قانون کی بگڑی ہوئی حالت کو سنبھالنا تھا فرقہ وارانہ فسادات کا انسداد تھا نیز اقلیتوں اور کمزور طبقوں پر کئے جانے والے مظالم۔ زیادتیوں اور ناانصافیوں کا مداوا تھا اور کانگریس آئی کی طرف سے یہ یقین

دلایا گیا تھا کہ اقتدار کے سنبھالتے ہی اِن اہم مسائل کی جانب سب سے پہلے توجہ دی جائے گی لیکن یہ دیکھ کر بڑی مایوسی ہوتی ہے کہ کانگریس آئی کو برسرِ اقتدار آئے اگرچہ پورا ایک سال گزر چکا ہے مگر یہ تمام مسائل نہ صرف بدستور تشنہ ہیں بلکہ حالات اور بھی بد سے بدتر ہو گئے ہیں مگر اندرا جی فرما رہی ہیں ملک کی اقتصادی حالت بہتر ہو گئی ہے۔

جنتا گورنمنٹ نے چونکہ اپنے دورِ اقتدار میں اندھا دھند ٹیکس لگائے تھے اِس لئے کانگریس آئی سے عوام کو یہ توقع تھی کہ وہ اِن ٹیکسوں میں ضرور خاطر خواہ کمی کرے گی۔ لیکن یہ دیکھ کر بڑی مایوسی ہوئی کہ کانگریس آئی کی حکومت بھی عوام پر ٹیکس لگانے میں کسی سابقہ حکومت سے پیچھے نہیں رہنا چاہتی۔ چنانچہ اُس نے ۶۰۰ کروڑ روپیہ کا بھاری ٹیکس آنکھیں بند کر کے لگا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اشیا کی قیمتیں پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئیں پھر مزید یہ کہ مرکزی کابینہ کی اقتصادی امور کی کمیٹی نے اپنے تازہ فیصلہ کی رو سے چینی، چاول، موٹے اناج اور سفید کاغذ کی قیمت اور بڑھا دی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چینی جو پہلے کم یاب تھی اب نایاب ہو گئی۔ چاول اور موٹے اناج کی قیمتیں اور بڑھ گئیں اور سفید کاغذ کے دام آسمان پر پہنچ گئے۔ ذرا غور کیجئے کہ جب حکومت خود ہی قیمتیں بڑھا رہی ہو تو پھر کیونکر اِس کا امکان ہے کہ آگے چل کر قیمتوں میں کمی ہو سکے گی اور ملک کے اقتصادی حالات سنبھل سکیں گے عوام کے لئے اِس دلیل میں کوئی وزن نہیں ہے کہ حکومت کے پاس کوئی جادو کی چھڑی نہیں ہے کہ جسے گھما کر وہ حالات کو فی الفور درست کر دے۔ جادو کی چھڑی نہ سہی حکومت کے پاس طاقت تو ہے جس کے ذریعہ وہ گراں فروشوں کا گلا دبا سکتی ہے۔ اور ایسے وسائل اُسے حاصل ہیں جن سے وہ کام لیکر ضروریاتِ زندگی کی اشیا ملک میں درآمد کر کے آسانی سے قیمتوں کو گرا سکتی ہے۔ لیکن ابھی تک کچھ بھی نہیں کیا جا سکا ہے اور غریب عوام مہنگائی کی چکی میں بری طرح پس رہے ہیں۔

یوں تو جنتا دورِ حکومت میں بھی قانون اور انتظام کی حالت خراب تھی لیکن اب حالات اور بھی زیادہ بگڑتے چلے جا رہے ہیں۔ جرائم کی رفتار تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کے واقعات عام ہیں۔ عوام کی زندگیاں نہ ریلوں میں محفوظ ہیں اور نہ بسوں میں ہر طرف لاقانونی جیسی کیفیت ہے۔ اور چھوٹی چھوٹی وارداتیں تو اسقدر عام ہیں کہ اُن کا شمار کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ عصمت دری کے واقعات میں تو یہانتک اضافہ ہو گیا ہے کہ عورتیں احتجاج کرنے کی غرض سے گھروں سے نکل آئی ہیں۔ درست ہے کہ قانون اور انتظام کی حالت کا بگاڑ جنتا دورِ حکومت سے شروع ہوا ہے لیکن توقع تھی کہ حالت رفتہ رفتہ کانگریسی دور میں درست ہونی شروع ہو جائے گی لیکن بظاہر ابھی تک سدھار کے آثار نظر نہیں آ رہے۔

پھر اقلیتوں اور سماج کے کمزور طبقوں کے خلاف مظالم کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ فرقہ وارانہ فسادات بھیانک شکل اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ یہانتک کہ نمازیوں پر بھی گولیاں برسنی شروع ہو گئی ہیں۔ ہندوستان کی تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ نہتے نمازیوں پر جن میں کہ بوڑھے اور بچے بھی شامل ہوں گولیاں برسائی گئی ہوں مگر اب ایسا ہی ہونے لگا ہے۔ سور کا گوشت مسجدوں میں ڈالا جا رہا ہے۔ اور گئو کا گوشت مندروں میں ڈال کر اِس ملک کی اکثریت کو اقلیت کے خلاف بھڑکایا جا رہا ہے۔ مسجدوں کے بارے میں یہ بے بنیاد افسانے گھڑے جا رہے کہ یہ بم سازی اور ناجائز اسلحہ کے کارخانے ہیں۔ یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ لیکن ہماری حکومت فرقہ پرستوں کے مقابلہ میں بے بس بن کر رہ گئی ہے۔ کانگریس آئی کے انتخابی منشور کو اٹھا کر دیکھئے اقلیتوں سے کیسے کیسے وعدے کئے گئے تھے۔ مگر ان وعدوں کا حشر ہمارے سامنے ہے۔ اندرا جی سے پوچھا جا سکتا ہے کہ پھر وہ کس بنا پر یہ فرما رہی ہیں کہ کانگریس آئی نے جو وعدے کئے تھے وہ پورے کر دئے گئے ہیں۔

ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اندرا جی جیسی مقتدر لیڈر دیدہ و دانستہ غلط بیانی سے کام لے رہی ہیں لیکن اتنا ضرور کہیں گے کہ انہیں تاریکی میں رکھا جا رہا ہے۔ بالکل اُسی طرح جس طرح کہ ایمرجنسی کے زمانہ میں اُنہیں تاریکی میں رکھا گیا تھا اور جس کے خطرناک نتائج بعد میں اُنہیں برداشت کرنے پڑے تھے ورنہ کانگریس کے حالیہ اجلاس کے موقعہ پر وہ ہرگز یہ بات نہ کہتیں کہ ملک کی اقتصادی اور انتظامی حالت گزشتہ ایک سال کے اندر سدھر گئی ہے۔

جہاں تک اپوزیشن پر الزام لگانے کا تعلق ہے یہ اِس ملک کی سیاست میں کوئی نئی چیز نہیں ہے اِس کا کام ہی حکومت پر جا و بیجا تنقید کرنا رہا ہے۔ آخر اپوزیشن کا سہارا کب تک لیا جاتا رہیگا عوام کسی طرح بھی اِس بات سے مطمئن نہیں ہو سکتے کہ کوئی بھی حکومت

یہ کہہ کر بری الذمہ ہو جائے چونکہ اپوزیشن اُسے کام نہیں کرنے دیتی اس لئے ملک کے مسائل ابھی تک حل نہیں ہو سکے ہیں۔ ایسی بات کہنا اور اُسے بار بار دہرانا تو اپوزیشن کے سامنے ہتھیار ڈال دینے کے ہم معنی ہے

ہماری مسز اندرا گاندھی اور کانگریس آئی کے دوسرے تمام زعماء سے گزارش ہے وہ اپوزیشن کی غلطیوں اور کوتاہیوں کا سہارا تلاش کرنے کی بجائے حقیقت پسندی سے کام لیں۔ اور تقریروں سے عوام کو مطمئن کرنے کی ناکام کوشش کرنے کی بجائے اپنے عمل سے عوام کے دلوں میں جگہ پیدا کریں اور اُس بے اطمینانی کو دور کریں جو عوام کے دلوں میں کانگریس آئی کی جانب سے بڑھتی چلی جا رہی ہے یہ بات کانگریسی زعما کو نہیں بھولنی چاہیئے کہ عوام نے بڑی توقعات کے ساتھ حکومت کی ذمہ داریاں انہیں سپرد کی ہیں اور اگر اُن کی یہ توقعات مایوسی میں بدل جاتی ہیں تو نہ یہ کانگریس آئی کے حق میں بہتر ہوگا اور نہ ملک کے لئے۔

مسلمانوں سے وفاداری کا مطالبہ

فرقہ وارانہ فسادات کے سلسلہ میں حال ہی میں لوک سبھا میں جو مباحثہ ہوا ہے۔ اُس مباحثہ کے دوران وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ نے بحث میں حصہ لیتے ہوئے کہا ہے کہ

"ہندوستان ایک عظیم ملک ہے جہاں عیسائی۔ بودھ سکھ، مسلمان اور ہندو مل جل کر رہ رہے ہیں حیرت ہے کہ صرف مسلمانوں ہی سے وفاداری کا مطالبہ کیوں کیا جا رہا ہے مسلمانوں کو اپنی وفاداری کا ثبوت دینے کی ضرورت نہیں ہے"

گیانی جی کا فرمانا بجا اور درست ہے لیکن ہمارا خیال ہے کہ مسلمانوں کو وفاداری کا ثبوت پیش کرنے کی کوئی ضرورت ہو یا نہ ہو مگر اُن لوگوں سے وفاداری کا ثبوت ضرور طلب کرنا چاہیئے جو اپنی کوتاہیوں اور غداریوں کو چھپانے کیلئے آئے دن مسلمانوں سے وفاداری کا ثبوت طلب کرتے رہتے ہیں چنانچہ ایسے ہی لوگوں کو آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے دلی میٹروپولیٹن کونسل کے چیئرمین اور ملک کے ممتاز رہنما میر مشتاق احمد نے ایک بیان دیا ہے

"جو لوگ کہ مسلمانوں سے ملک کیلئے وفاداری کا مطالبہ کرتے ہیں وہ خود اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ ملک کے آزاد ہونے کے بعد آج تک پاکستان یا کسی دوسرے ملک کے لئے جاسوسی کرتے ہوئے جو لوگ گرفتار کیے گئے اُن میں ایک بھی مسلمان نہیں ہے۔ البتہ چند لوگوں نے اپنے نام مسلمانوں کے نام پر رکھ لیئے تھے مگر تحقیقات کے بعد اس بات کا پردہ فاش ہوگیا ہے کہ اُن کا بھی تعلق وفاداری کا مطالبہ کرنے والوں ہی سے تھا۔ بلکہ یہی ذمہ داری سے کہوں گا کہ سکھوں میں بھی کوئی ایک نہیں ہے چنانچہ جب جب ہندوستان پر پاکستان نے حملہ کیا ہماری فوج کے مسلمان فوجیوں اور افسروں نے نہایت دلیرانہ مقابلہ کیا۔ انھوں نے خون بھی دیا اور کامیاب بھی رہے۔ اس لئے بار بار اس مطالبہ کو دہرانا حق و صداقت کا خون کرنا ہے۔ مسلمان اُتنا ہی دیش بھگت ہے جتنے کہ اکثریتی مذہب کے لوگ ہیں۔ بھارت کی جنگ آزادی میں مسلمان برابر کے شریک ہیں۔ ایک طرف تو وہ بدیشی حکومت کے خلاف لڑ رہے تھے اور دوسری طرف اپنے ہم مذہبوں کی فرقہ پرستی کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہے تھے۔ یہ تاریخی سچائی ہے جسے کوئی مٹا نہیں سکتا۔

اور تاریخی حقیقت تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے وطن کی آزادی کے لئے اُس وقت جنگ شروع کی اور قربانیاں دیں جب اس ملک کے دوسرے باشندے بے حسی کے عالم میں تھے۔ چنانچہ کون اس بات سے انکار کرسکتا ہے کہ اس ملک کا سب سے پہلا اور بڑا مجاہد سلطان سراج الدولہ ہے جس نے کہ پلاسی کے میدان میں انگریز سے لڑ کر اپنی جان تک قربان کر دی تھی۔ اُس کے بعد سلطان ٹیپو وطن کی آزادی کے لئے میدان میں آیا۔ اور اُس نے بھی وطن عزیز کی آزادی کی خاطر اپنی جان تک قربان کر دی۔ پھر بہادر شاہ ظفر کو کون فراموش کرسکتا ہے جس نے وطن عزیز کی خاطر اپنی ساری اولاد کو قربان کرا دیا۔ اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے نتیجہ میں جلا وطنی کے عالم میں انتہائی بے بسی میں رنگون میں اپنی زندگی ختم کر دی

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس ملک کے مسلمانوں کی وطن دوستی کی تاریخ اتنی شاندار ہے جس کی مثال مشکل ہی سے مل سکتی ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ پھر بھی چند سر پھرے مسلمانوں سے وفاداری کا ثبوت طلب کرتے ہوئے ذرا بھی نہیں شرماتے۔

پولیس کی ایک اور درندگی

ہمارے ملک کی پولیس یوں تو ظلم و زیادتی اور عورتوں کی عصمت دری کے معاملہ میں پہلے ہی سے کافی بدنام ہے لیکن بھاگلپور میں ۲۲ زیر سماعت قیدیوں کی پولیس نے آنکھیں پھوڑ کر ایک ایسی درندگی اور بربریت کا ثبوت دیا ہے جس سے کہ پورے ملک میں ہلچل برپا ہو گئی ہے۔ اخبارات اِس وحشیانہ حرکت پر کالم کے کالم سیاہ کر رہے ہیں۔ وزیر اعظم اندرا گاندھی اور وزیر داخلہ ذیل سنگھ نے لیکر سب ہی لیڈر جن میں کہ اپوزیشن لیڈر بھی شامل ہیں اِس سانحہ کی شدید مذمت کر رہے ہیں۔ چنانچہ راجیہ سبھا میں جب یہ معاملہ اٹھایا گیا تو اِس معاملہ میں بحث کے دوران کئی مرتبہ مسز اندرا گاندھی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اور اُنھوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"جب میری توجہ اُس سانحہ کی طرف دلائی گئی تو مجھے اِس واقعہ پر یقین نہیں آیا۔ اب بھی اس واقعہ کا میرے دل و دماغ پر بھاری بوجھ ہے میں حیران ہوں کہ ہم لوگ اِس ملک کو کس طرف لئے جا رہے ہیں۔ یہ بات میری فہم سے بالاتر ہے کہ کوئی شخص اس قسم کی بھی ظالمانہ حرکت کر سکتا ہے۔ یہ معاملہ صرف پولیس کرمچاریوں کو سزا دینے کے ساتھ ہی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ہمیں پولیس کو اچھی ٹریننگ دینے کے لئے کچھ کرنا ہوگا۔ پولیس والوں میں انسانیت کا جذبہ پیدا کرنا چاہئے۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو پارٹی پالیٹیکس سے بالاتر سمجھا جانا چاہئے۔ اب ہمیں کچھ کرنا چاہئے تاکہ جن لوگوں کو اندھا کیا گیا ہے۔ وہ اپنی زندگی کو خوشی سے گزار سکیں۔ میں نے ہوم منسٹر سے کہا ہے کہ وہ پولیس کے لئے ایسی ٹریننگ کا انتظام کریں تاکہ وہ انسانی قدروں کو پامال نہ کر سکیں"

ہمارے ملک کی وزیر اعظم نے ۲۲ مظلوم اور اندھے کئے جانے والے زیر سماعت قیدیوں کے ساتھ جن ہمدردانہ جذبات کا اظہار کیا ہے وہ بلاشبہ قابل قدر ہیں۔ یہ زیر سماعت قیدی اگرچہ علاقہ کے بدنام ترین لوگوں میں سے ہیں۔ جن پر کہ ڈاکہ زنی اور عورتوں کی بالجبر عصمت دری کے سنگین الزامات ہیں لیکن پھر بھی اِن کے ساتھ پولیس نے جو وحشیانہ طریقہ اختیار کیا ہے وہ بے حد مذموم ہے لیکن اس سے بھی بڑھکر مرادآباد میں پولیس نے نہتے نمازیوں پر گولیاں برسا کر جس بربریت اور درندگی کا اظہار کیا تھا وہ اس سے بھی کہیں زیادہ قابل مذمت اور سنگین معاملہ ہے کاش اُس وقت بھی پولیس کی غلط کاریوں کی اِسی طرح مذمت کی جاتی تو شائد غلط کار پولیس کے حوصلے نہ بڑھتے۔

ہمارے ملک کی حالت کس قدر عجیب ہے، کہ اگر چند جرائم پیشہ زیر سماعت قیدیوں پر زیادتی ہوتی ہے جو واقعی نہیں ہونی چاہئے تھی تو پارلیمنٹ سے لیکر سپریم کورٹ تک کی دیواریں ہل جاتی ہیں لیکن اگر کسی کمزور فرقہ کے نمازیوں پر جن میں کہ بوڑھے اور بچے بھی شامل ہوں پولیس اندھا دھند گولیاں چلاتی ہے۔ اور سینکڑوں بے گناہ گولیوں سے ہلاک ہو جاتے ہیں تو پولیس کے اِس مذموم فعل کو جائز ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کی تاویلیں گھڑی جانے لگتی ہیں۔ نہ ملک کے لیڈر اِدھر توجہ کرتے ہیں اور نہ اخبارات۔ یہاں تک کہ ہمارا قومی پریس بھی گولی چلانے والے درندہ صفت پولیس والوں کا پشت پناہ بن جاتا ہے اگر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو اسی نوعیت کے فرقہ وارانہ اور جانبدارانہ رجحانات نے ہمارے ملک کی پولیس کو بگاڑا ہے۔

وزیر اعظم اندرا گاندھی اور وزیر داخلہ ذیل سنگھ یہ تو چاہتے ہیں کہ پولیس کی اصلاح ہو جائے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب پولیس کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لئے دو الگ الگ پیمانے بن جائیں کے یعنی باغپت اور بھاگلپور کا پیمانہ الگ اور مرادآباد کا پیمانہ الگ تو پھر پولیس کی اصلاح کیوں کر ہو سکتی ہے ہماری ایمانداری کے ساتھ یہ رائے ہے کہ مرادآباد کے مذموم سانحہ میں پولیس کی جرائم پوشی نے پولیس کے کردار کو بے حد پست کر دیا ہے۔ اور اب وہ جو کچھ بھی کر گزرے کم ہے۔

لاقانونیت اور پولیس کی گمراہی کی حد ہو گئی ہے کہ اگر زیر سماعت قیدیوں کو اندھا کرنے والے پولیس میننوں کو گرفتار کیا جاتا ہے تو پولیس والے بازوؤں پر کالی پٹیاں باندھ کر انہیں چھڑانے کے لئے جلوس نکالتے ہیں۔ ریلوے، اور ٹریفک کی آمد و رفت تک بند کر دیتے ہیں اور بغاوت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ جس ملک میں پولیس کا مورال اس حد تک گر جائے بس اس کا خدا ہی حافظ ہے

شہنشاہ اکبر اور ہندوؤں کا قتل عام

ہمارے ملک سے انگریز جا چکا ہے لیکن ملک کی بد قسمتی سے وہ اپنے پیچھے ایسے عناصر چھوڑ گیا ہے جو انگریز کی طرح آج بھی مسلم تاریخ کو مسخ کر کے اسے غلط اور بے بنیاد واقعات شائع کر رہے ہیں جن سے کہ ہمارے ملک کے اتحاد اور یکجہتی کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے اور اُن ہی عناصر میں سے دہلی سے شائع ہونے والا ایک رجعت پسند اخبار پرتاپ بھی ہے۔ جس نے کہ پچھلے دنوں اپنی ۲۶ جولائی کی اشاعت میں "اسلام اور رقتل" کے عنوان سے ایک مقالہ شائع کیا تھا جس میں کہ اُس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ "اسلام غاصبوں اور خونیوں کا مذہب ہے" چنانچہ اُس نے لکھا تھا کہ

"مسلمان بادشاہوں کی طرف سے ہندوؤں پر جو جو اتیاچار ہوئے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مسلمانوں نے اپنا دھرم اِس دنیا میں طاقت اور تلوار کے زور سے پھیلایا ہے۔ اتہاس ایسی باتوں سے بھرا ہوا ہے کہ کتنے ہی لوگوں کا سر تن سے جدا کیا گیا کیونکہ وہ اپنا دھرم چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ حق یہ ہے کہ جس جس کو قتل کیا گیا ہے اُس سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر وہ اپنا دھرم چھوڑ کر مسلمان بن جائے تو اُس کی جان بخشی کر دی جائے گی۔"

اور اِس غلط بیانی کو آگے بڑھانے کے لئے ایڈیٹر پرتاپ اپنی ۱۸ دسمبر کی اشاعت میں شہنشاہ اکبر کو ہندوؤں کا سب سے بڑا قاتل ظاہر کرتے ہوئے لکھتا ہے "اندرا گاندھی سے لیکر معمولی کانگریسی تک ہر کوئی اکبر کی تعریف کے پل باندھ رہا ہے لیکن اکبر کیا تھا یہ ہر وہ شخص جان سکتا ہے جو ریسرچ کر کے جاننے کی کوشش کرتا ہے۔ بڑی ریسرچ اور جستجو کے بعد ایک غیر معروف مصنف موتی لال کی گمنام کتاب ایڈیٹر پرتاپ کو مل گئی ہے اُس کے حوالے سے وہ لکھتا ہے

"چتوڑ کے محاصرہ میں اکبر کو کافی [illegible] مزاحمت سے دوچار ہونا پڑا۔ جب اکبر نے چتوڑ کے راج محل میں قدم رکھا تو اُس نے میان سے تلوار نکالی اور قتل عام کا حکم دے دیا۔ ساڑھے نو گھنٹے تک یہ قتل عام جاری رہا۔ بے گناہ مردوں اور عورتوں کو اُن کے گھروں سے نکال نکال کر قتل کیا گیا جوان لڑکیوں کی سر عام بے حرمتی کی گئی اور ماؤں کی گود میں جو بچے تھے اُنہیں بھی نہیں بخشا گیا۔ جگہ جگہ جو آگ لگائی گئی تھی اُس میں اُن کو زندہ ہی جھونک دیا گیا۔ کتنے مرے اسکا اندازہ مردہ جسموں سے اتارے ہوئے جنیوؤں کے وزن سے کیا جا سکتا ہے یعنی ۔ اسّی من کے ساڑھے سات ہنڈل (یعنی ۶۰۰ من وزنی جنیو کے تاگے) لے کر فاتح اکبر اپنے ساتھ آگرہ لے گیا۔ مگر چتوڑ کی یہ دردناک حالت اگر رانا اودے سنگھ نے اِس بات کی رضامندی ظاہر کر دی ہوتی کہ چتوڑ کی ایک خوبصورت راجپوتنی راجکماری اکبر کے حرم میں داخل ہو جائے کئی بار انسانی ہوس انسان کی آتما کو اندھا کر دیتی ہے۔" (پرتاپ ۱۸ دسمبر)

مگر تاریخ ہند کے خانہ ساز ریسرچ اسکالر ایڈیٹر پرتاپ نے یہ کچھ نہیں بتایا کہ چتوڑ کے معرکہ میں اِس قتل عام کے بعد کروڑوں ہندوؤں کی لاشوں پر سے جن لوگوں نے ۶۰۰ من وزنی جنیو کے تاگے اتار کر جمع کئے تھے وہ کون لوگ تھے۔ آیا ایڈیٹر پرتاپ کے آباء اجداد میں سے تھے یا گمنام مصنف کے بزرگوں میں سے تھے۔ اور یہ بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ اِن ناکارہ تاگوں کو جمع کرنے کی اکبر کو آخر کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔ اور ان تاگوں کا اُس نے کیا کیا تھا۔ اسطرح تو ہمارے نزدیک ایڈیٹر پرتاپ کی ریسرچ صرف ادھوری ہی نہیں رہی بلکہ لغویت کا پلندہ بن گئی۔ ایڈیٹر پرتاپ نے یہ تو ریسرچ فرمائی کہ یہ جنیو کے تاگے ۶۰۰ من وزنی تھے۔ لیکن مرنے والوں کی تعداد کچھ نہیں بتائی۔ غالباً وہ کئی کروڑ ہی ہو سکتی ہے۔ گویا اکبر نے صرف چتوڑ کے مورچہ پر $9\frac{1}{2}$ گھنٹے میں اُس زمانہ کے سب ہی ہندوؤں کو قتل کر دیا تھا بس اُس وقت مسلمان ہی مسلمان باقی رہ گئے تھے۔ بعد میں کروڑوں ہندو غالباً جادو کے زور سے پیدا ہو گئے تھے۔ اور یہ جادو کا کرشمہ بھی ایڈیٹر پرتاپ کے آباؤ اجداد ہی نے دکھایا ہوگا

کسقدر قابل رحم حالت ہے اِس ایڈیٹر پرتاپ کی کہ اِسے جھوٹ بولنا بھی نہیں آتا۔ جھوٹ بھی گھڑا تو اِس طرح کہ احمقوں کو بھی اُس پر ہنسی آجائے۔ درباری بھاٹوں کی بے تکی کہانیاں تو ہم نے بہت سنی تھیں لیکن ایڈیٹر پرتاپ نے اوٹ پٹانگ بکنے میں درباری بھاٹوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ مگر وہاں تو سچ اور جھوٹ سے کوئی غرض ہی نہیں ہے بس بے بنیاد واقعات گھڑ کر اس ملک کی اکثریت کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کرنا ہے۔ اور کسی نہ کسی طرح ملک کے اتحاد اور یکجہتی کو برباد کرنا ہے۔ خواہ ۶۰۰ من جنیوؤں کی کہانی دفتر پرتاپ ہی میں بیٹھ

کیوں نہ گھڑنی پڑے ۔

ہندوستان کے جو زیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ نے پچھلے دنوں اپنی ایک تقریر میں کہا تھا کہ "ایسی تاریخی کتابوں کو پھاڑ کر پھینک دیا جائے جن سے کہ باہمی منافرت پیدا ہوتی ہے" یہ اُس وقت کی بات ہے جب وہ وزیر داخلہ نہیں تھے ۔ لیکن اب جبکہ وزیر داخلہ بن چکے ہیں تو کیا اُن کا فرض یہ نہیں ہے کہ ایڈیٹر پرتاپ کو عدالت کے کٹہرے میں لا کر کھڑا کریں ۔ اور اُس سے کروڑوں مقتول ہندوؤں کے ۶۰۰ من وزن کے جنیوؤں کا حساب طلب کریں ۔

ہماری وزارت داخلہ میں ہندوستان کے نامور مورخوں کے خاندان کے ایک معزز فرد مظفر حسین برنی بھی ہیں جن کو خود ہندوستان کی تاریخ پر کافی عبور حاصل ہے اور جو وزارت داخلہ میں سیکریٹری کے ذمہ دارانہ عہدہ پر فائز ہیں ۔ ہم اُن سے بھی بجا طور پر یہ توقع کر سکتے ہیں کہ وہ ایڈیٹر پرتاپ کی اس گمراہ کن تاریخی ریسرچ کا پورا پورا جائزہ لے کر اُس زہر کو ملک میں پھیلنے سے روکیں گے جو ہماری یکجہتی کے لئے بے حد تباہ کن ہے ۔

اُردو کے نام پر بھی ہنگامے

اردو کو بہار کے صرف چھ ضلعوں میں سرکاری زبان قرار دئے جانے پر ریاست میں جابجا تشدد کے واقعات کا اعادہ ہوا ہے جن میں کہ متعدد افراد زخمی ہوئے اور مختلف گروپوں کے درمیان تصادم کے بعد دربھنگہ شہر میں کرفیو کی نوبت آگئی ۔ دربھنگہ میں تصادم کے درمیان آزادانہ طور پر پتھراؤ اور بموں کا استعمال ہوا اور صرف یہی نہیں ہوا بلکہ پوری ریاست بہار میں اردو مخالف بند کا اہتمام کیا گیا جس میں کہ تشدد کے واقعات اور جانی و مالی نقصانات بھی ہوئے لیکن یہ بند ناکام ثابت ہوا

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے انتقال سے صرف چند روز پہلے دہلی کی اردو کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ "ہندی نے انگریزی کی جگہ لے لی ہے اور اب اردو کو اُس کا حق ملنا چاہیے" لیکن ہمارے ملک میں بدقسمتی سے ایک ایسا تنگ نظر طبقہ موجود ہے جو محض تعصب کی بنا پر اُس اردو زبان کا گلا گھونٹ دینا چاہتا ہے جس نے کہ ہندوستان کی جنگ آزادی میں سب سے بڑا حصہ لیا ہے ۔ اور جو اِس ملک کی نہایت حسین اور شیریں زبان ہے ۔

یہ بات یاد رہے کہ گاندھی جی اردو کے بہت بڑے حامی تھے وہ اِسے قابل فخر قومی زبان قرار دیتے تھے چنانچہ جب بھی انہیں کوئی اردو زبان کا خط ملتا تھا تو اردو ہی میں اُس کا جواب دینے کی کوشش کرتے تھے ۔ اور خود اپنے قلم سے اردو ہی میں اُن خطوط میں اپنے دستخط کرتے تھے ۔ گاندھی جی یہ چاہتے تھے کہ ہندوستان کی زبان نہ ہندی ہو نہ اُردو بلکہ اُسے ہندوستانی کہا جائے اور اس کا رسم الخط ہندی اور اردو دونوں زبانوں میں ہو ۔ لیکن آج ہو یہ رہا ہے کہ اردو کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے یہانتک کہ اگر بہار کے صرف چند ضلعوں میں اردو کو سرکاری زبان قرار دیا جاتا ہے تو اُس کے خلاف ہنگامے کھڑے کر دئے جاتے ہیں لیکن اِن اردو مخالفوں کو یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ اردو ایک جاندار زبان ہے ۔ اُسے ملک کی آزادی کے بعد سے اگرچہ برابر کچلا جا رہا ہے لیکن آج بھی یہ بڑھ رہی ہے اور ترقی کر رہی ہے ۔

یہ بھی سب ہی کو معلوم ہے کہ ہندوستان کی جو پندرہ یا سولہ تسلیم شدہ قومی زبانیں ہیں اُن ہی میں سے اُردو بھی ہے اسے بھی اسی طرح اِس ملک میں پھلنے اور پھولنے کا حق حاصل ہے جس طرح کہ دوسری زبانوں کو لیکن ملک کی بدقسمتی سے یہاں ایک ایسا متعصب طبقہ موجود ہے جو اردو کو دیکھنا ہی نہیں چاہتا ۔ حالانکہ آج بھی اردو زبان کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ وہ ہندوستان میں شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک بولی جاتی ہے ۔ یہانتک کہ غیر ممالک میں بھی اردو کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہو رہی ہے ۔ چنانچہ خلیجی ممالک میں اردو ہندوستانیوں کے رابطہ کی زبان بن چکی ہے ، کویت ، بحرین ، ابوظہبی ، دبئی اور جدہ میں اُسے غیر معمولی فروغ حاصل ہو رہا ہے جرمنی اور انگلستان میں بھی اِس زبان کو کافی مقبولیت حاصل ہو رہی ہے ۔ چنانچہ لندن سے کئی اخبارات اردو زبان میں نکل رہے ہیں لیکن اپنے ہی ملک میں اسے کچلنے اور دبانے کی کوشش ہو رہی ہے ۔

حکومت بہار مستحق مبارکباد ہے کہ اُس نے اردو کے حق میں ایک جرأت مندانہ قدم اٹھا کر ہندوستان کی دوسری ریاستوں

کے لئے صحیح رہنمائی کی ہے۔ اور یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ جلد ہی یوپی میں بھی اردو کا حق تسلیم کر لیا جائے گا۔ چنانچہ یوپی کے وزیر اعلیٰ شری وشوا ناتھ پرتاپ سنگھ نے اردو کے سوال پر جواب دیتے ہوئے ایک پریس کانفرنس میں بتایا ہے کہ کانگریس آئی کے الکشن منشور میں وعدہ کے مطابق اردو کو یوپی کی ثانوی زبان قرار دینے کیلئے یوپی کی حکومت میں سنجیدگی سے غور ہو رہا ہے۔ ادہر آندھرا اور دوسری ریاستوں میں بھی اردو کی آئینی حیثیت کی پیش رفت میں امید افزا امکانات پیدا ہو چکے ہیں۔

لیکن جنتا پارٹی کے وہ عناصر جو اردو زبان کو ہندوستان کی نہیں بلکہ منگولیا کی زبان قرار دے چکے ہیں۔ اب اردو کے نام پر ایجی ٹیشن کر کے اپنا سیاسی الو سیدھا کرنے کی فکر میں ہیں اور ان ہی کے اشارہ پر بہار میں اردو کے خلاف ایجی ٹیشن شروع کیا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی ہمیں پوری امید ہے کہ اردو کو اپنے مقصد میں کامیابی ہوگی۔

بادشاہ خان کابل میں نظربند

افغانستان کی روس نواز "کارمل حکومت" مخالفوں کا تو ذکر ہی کیا ہے خود اپنے مداحوں اور حامیوں کے ساتھ کیا سلوک کر رہی ہے اُس کا اندازہ اِس سے ہو سکتا ہے۔ اُس نے اُن خان عبدالغفار خاں کو بھی نظربند کر دیا ہے۔ جو نہ جانے کیوں اُن بے دین غاصب روسیوں کی حمایت کرتے رہے ہیں جنھوں نے کہ افغانستان جیسے اسلامی ملک پر فوجی یلغار کر کے اُس پر قبضہ کر لیا ہے۔ چنانچہ پاکستان سے شائع ہونے والے اخبار "جسارت" کی اطلاع ہے کہ

"حکومت افغانستان نے خان عبدالغفار خاں کی نقل و حرکت پر پابندی عائد کر دی ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ کوئی شخص بھی خواہ اُن کے خاندان ہی کا فرد کیوں نہ ہو افغانستان کی وزارت خارجہ کی اجازت کے بغیر اُن سے نہیں مل سکتا چنانچہ بادشاہ خان کے لڑکے خان ولی خاں نے اُن سے ملنے کی کوشش کی تھی مگر انہیں اجازت نہیں مل سکی۔ بادشاہ خان ایک خاص مشن پر حال ہی میں ماسکو گئے تھے۔ واپسی پر وہ پشاور اپنے خاندان میں کچھ دن قیام کرنا چاہتے تھے لیکن سوویت روس کی ہدایت پر انہیں پشاور جانے سے روک دیا گیا۔ کابل میں بھی وہ تنہا نقل و حرکت نہیں کر سکتے۔ اُن کے گرد نگاہ ڈ متعین رہتا ہے"

یہ یاد رہے کہ پچھلے دنوں خان عبدالغفار خاں جب ہندوستان آئے تھے تو اُنھوں نے یہاں آنے سے پہلے اخبارات میں اپنا بیان شائع کرایا تھا۔ جس میں کہ اُنھوں نے ایک طرف تو افغانستان پر روسی قبضہ کی حمایت کی تھی اور دوسری جانب افغانستان کی روس نواز کارمل حکومت کے گن گاتے ہوئے فرمایا تھا کہ "میں نہیں سمجھتا کہ سوویٹ روس نے افغانستان پر قبضہ کیا ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اُس نے ہمیں ایک ظالم آدمی (یعنی سابق صدر افغانستان حفیظ اللہ امین) سے نجات دلا کر افغانی قوم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ جب انقلاب کامیاب ہوا (یعنی روسیوں نے افغانستان پر قبضہ کیا اور ببرک کارمل کو اقتدار سپرد کیا) تو میں جلال آباد میں تھا۔ بہت سے لوگ میرے پاس آئے اور اُنھوں نے کہا کہ آج ہمارے لئے عید ہے۔ اُس دن لوگ بہت خوش تھے۔ روس افغانستان میں افغانوں کی مدد کے لئے آیا ہے اُس نے افغان باشندوں پر احسان کیا ہے"

یہ ہے خان عبدالغفار خاں کا بیان جو اُنھوں نے غاصب روسیوں کی حمایت میں دیا تھا۔ اور جس پر ہمارے ملک میں شدید نکتہ چینی ہوئی تھی اور لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے تھے کہ وہی خان عبدالغفار جو ساری عمر بڑی طاقتوں کی جارحانہ پیش قدمیوں کی مذمت کرتے رہے ہیں کسقدر بدل گئے ہیں کہ آج وہ روس کی کھلی جارحیت کی حمایت کر رہے ہیں اور اس ببرک کارمل کے گن گا رہے ہیں جس نے کہ افغانستان کی آزادی کو روسی کمیونسٹوں کے ہاتھوں بیچ دیا ہے۔ شائد اِس لئے کہ افغانستان کی حکومت نے اُنہیں بڑھاپے میں پناہ دے رکھی ہے۔

مگر ہمیں خان عبدالغفار خاں سے ہمدردی ہے کہ روسیوں کی یہ چاپلوسی بھی اُن کے کام نہیں آئی۔ اور آج وہ روسیوں کے قیدی بنے ہوئے ہیں۔ بس وہ یہی غنیمت سمجھیں کہ اُن کا وہ حشر نہیں ہوا جو نور محمد ترا کی۔ اور حفیظ اللہ امین جیسے روسی پٹھوؤں اور چاپلوسوں کا ہوا تھا۔ خان عبدالغفار خاں ہمارے ملک کے اُن بدنصیب لیڈروں میں سے ہیں جن کی عمر کا بیشتر حصہ قید و بند میں گزرا ہے۔ انگریز کے دور میں بھی وہ قید و بند کی مشکلات سے دوچار رہے۔ پاکستان بنا تو جب بھی اُنہیں جیل ہی میں زندگی گزارنی پڑی اور اب افغانستان میں جا کر پناہ لی تو یہ ملک بھی اُن کے لئے اچھا خاصہ قیدخانہ بن گیا۔ خدا اُن پر رحم فرمائے۔

مولا مدد دے

(از سید محمد کامل کھتولوی۔ ڈی۔ ایس، پی میرٹھ)

دل بھی روتا ہے میری آنکھ بھی نم ہے یارب   مجھ پہ کتنا ترا احسان وکرم ہے یارب
تجھ کو معلوم ہے جو مجھ پہ الم ہے یارب   تو جو چاہے تو ابھی دور ہوں سب غم یارب

کوئی مشکل نہیں تو جس کو نہ آساں کر دے
آن واحد میں بیاباں کو گلستاں کر دے

اب نہ وہ پہلی سی عزت نہ وہ پہلا سا وقار   میرے اللہ ہنسنے ہیں ہم پر اغیار
ہم نے مانا کہ نہیں اپنی خطاؤں کا شمار   عیب پوشی بھی مگر تیری صفت ہے ستار

عاصی ہیں ترے محبوب کے مولائے کریم
بخش دے سارے گناہوں کو تو غفار رحیم

یہ ضروری نہیں جو ہم چاہیں تبھی کچھ کر دے   مالکِ کل ہے تو جب چاہے جبھی کر دے
خالقِ کل ہے تو اب چاہے ابھی کچھ کر دے   قادرِ کل ہے تو چاہے تو ابھی کچھ کر دے

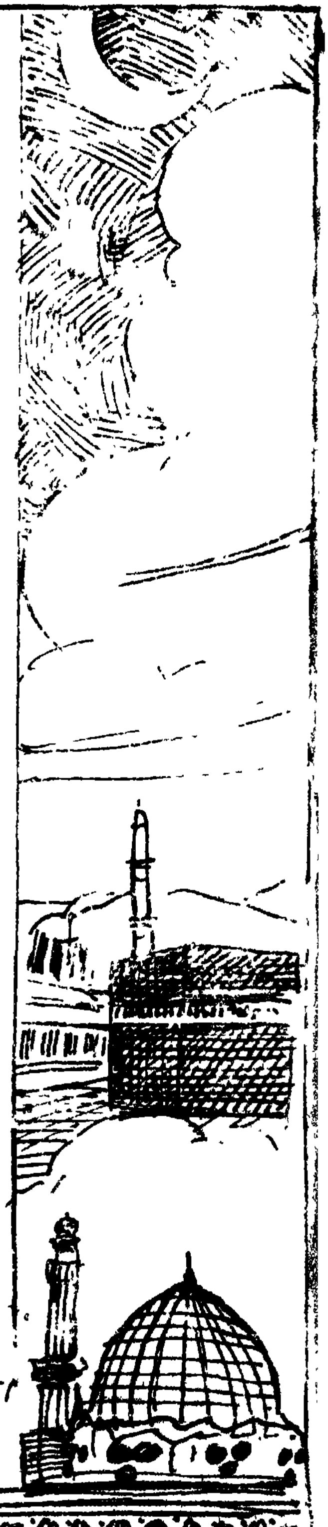
ہم ہیں لاچار و سیاہ کار و تباہ و برباد
تو ہے مختار و مہربان و غفور و جواد

دل مصائب سے پریشان ہے مولا مدد دے   سر پہ اٹھا ہوا طوفان ہے مولا مدد دے
وہ بھی مشکل ہے جو آسان ہے مولا مدد دے   سخت گردش میں مری جان ہے مولا مدد دے

تو اگر چاہے تو ہر درد کا درماں ہو جائے
میرے معبود میری زیست کا ساماں ہو جا

تجھ کو اے مولا تری عزت و عظمت کی قسم   شاہِ مرسل شہہ کونین کی الفت کی قسم
علیؑ و زہراؑ و حسینؑ کی عفت کی قسم   جملہ اصحابؓ مکرم کی بصیرت کی قسم

کامل خستہ کی فریاد کو سن لے یارب
جھولیاں گوہر امید سے بھر دے یارب





مُجاہد کا جگر پیدا کر

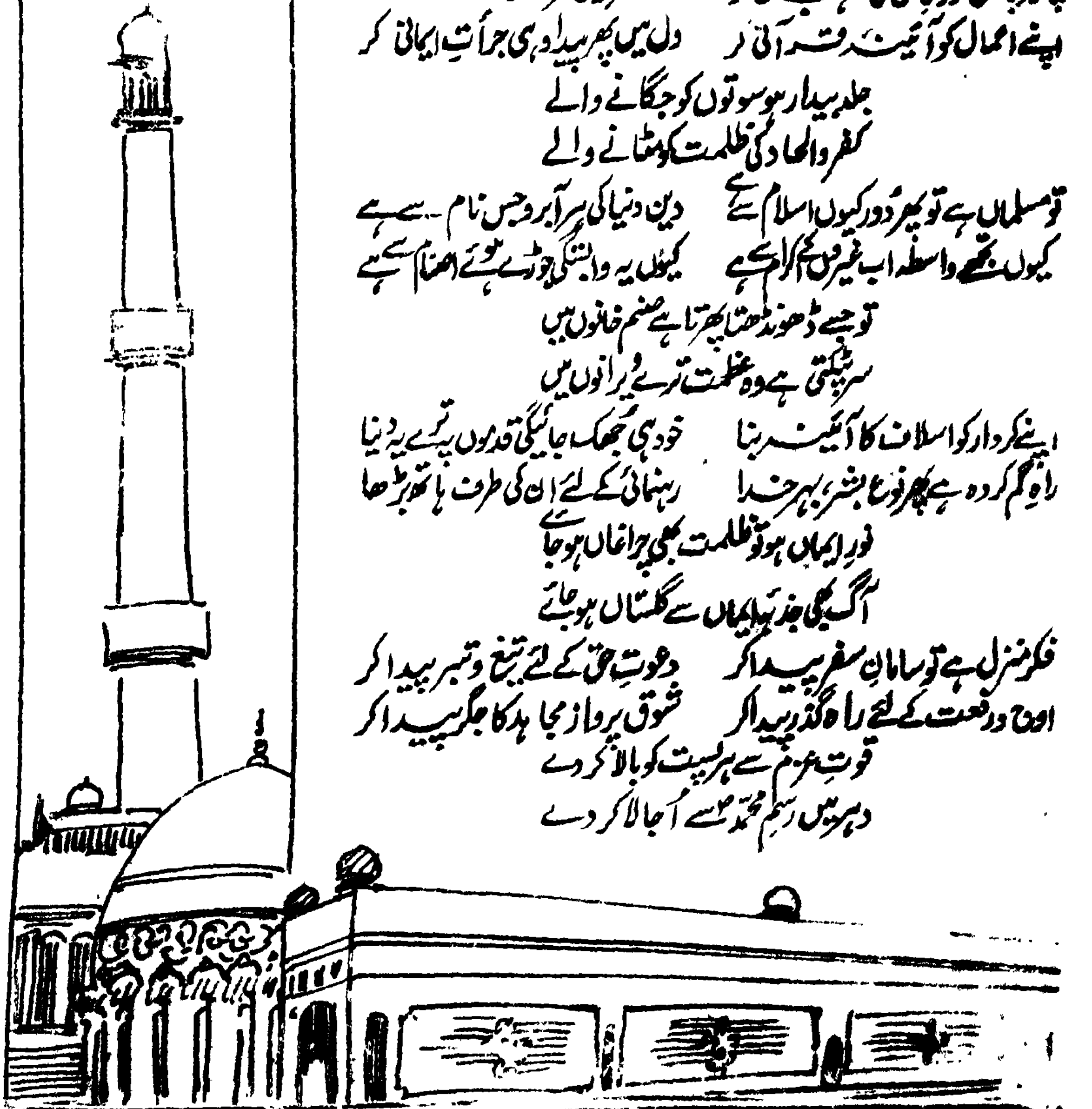
(از سید ابن علی سلیم مراد آبادی)

چھوڑ باطل کو رہِ حق کی نگہبانی کر
لے کے مرکز کی طرف ترکِ تن آسانی کر
اپنے اعمال کو آئینۂ قرآنی کر
دل میں پھر پیدا وہی جرأتِ ایمانی کر
جلد بیدار ہو سوتوں کو جگانے والے
کفر و الحاد کی ظلمت کو مٹانے والے

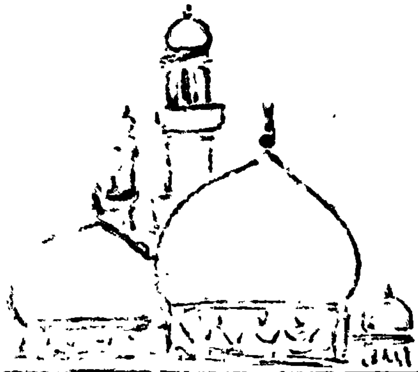
تو مسلماں ہے تو پھر دور کیوں اسلام سے ہے
دین دنیا کی ہر آبروجس نام سے ہے
کیوں تجھے واسطہ اب غیر فہم کرام سے ہے
کیوں یہ وابستگی ٹوٹے ہوئے اصنام سے ہے
تو جسے ڈھونڈھتا پھرتا ہے صنم خانوں میں
سر پٹکتی ہے وہ عظمت ترے ویرانوں میں

اپنے کردار کو اسلاف کا آئینہ بنا
خود ہی جھک جائیگی قدموں پہ ترے یہ دنیا
راہ گم کردہ ہے پھر نوعِ بشر، بہرِ خدا
رہنمائی کے لئے ان کی طرف ہاتھ بڑھا
نورِ ایماں ہو تو ظلمت بھی چراغاں ہو جائے
آگ بھی جذبۂ ایماں سے گلستاں ہو جائے

فکرِ منزل ہے تو سامانِ سفر پیدا کر
دعوتِ حق کے لئے تیغ و تبر پیدا کر
اوج و رفعت کے لئے راہگذر پیدا کر
شوقِ پرواز مجاہد کا جگر پیدا کر
قوتِ عزم سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں رسمِ محمدؐ سے اُجالا کر دے



گذشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

چودھواں پارہ — رُبَمَا — سُورۃ النحل

(از ادارۂ دین دنیا)

دین دنیا کی زیر نظر اشاعت میں ہم قرآنِ پاک کے چودھویں پارے کی تعلیمات کی پانچویں قسط پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو راہِ حق سے گمراہ ہونے والوں کے بُرے انجام سے باخبر کیا ہے۔

اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں

وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ .... اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۝

ترجمہ:— اور اُس نے زمین میں پہاڑوں کو اس لئے مستحکم کیا ہے تاکہ وہ تمہیں لے کر ہِل نہ جائیں۔ اُس نے نہریں اور سڑکیں بنائیں چنانچہ ستاروں سے بھی لوگ راہ پاتے ہیں (ایسی حالت میں) کیا خالق غیر خالق کی برابر ہو سکے گا۔ اِس بات کو کیا تم سوچتے نہیں۔ اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرو تو اُن کا احاطہ نہ کر سکو گے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے جس چیز کو تم چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو وہ اللہ کے علم میں ہے اور یہ لوگ جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں پیدا کر سکتے، بلکہ اُنھیں پیدا کیا گیا ہے۔ مُردہ ہیں، جن میں کہ کوئی جان نہیں اور انھیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کب فنا ہو جائیں گے۔

تشریح:— اور اُسی نے زمین پر پہاڑوں کو اِس لئے مستحکم کر دیا ہے تاکہ زمین تمہیں لے کر ہِل نہ جائے۔ اور اُسی نے نہریں راستے اور سڑکیں بنائی ہیں تاکہ تم ایک مقام سے دوسرے مقام تک آسانی سے پہنچ سکو اور راستوں میں تمہاری رہنمائی کے لئے طرح طرح کی نشانیاں بنائی ہیں چنانچہ ستارے بھی ایک قسم کی نشانی ہیں جن سے لوگ راستہ معلوم کرتے ہیں۔ ذرا سوچو تو سہی کہ جس قادرِ مطلق نے یہ سب چیزیں پیدا کی ہیں کیا وہ اُن بتوں اور لایعنی چیزوں کی برابر ہو سکتا ہے جن میں کہ کسی قسم کی بھی قدرت نہیں ہے۔ غرضکہ تم اگر اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو یہ تمہارے امکان سے باہر ہے۔ بلا شبہ اللہ ایسا مہربان اور بخشنے والا ہے جو تمہاری ناشکری کے باوجود بھی تمہیں نوازتا رہتا ہے۔ یہ بات بھی نہ بھولو کہ تم جو کچھ چھپا کر کرتے ہو یا کھلم کھلا کرتے ہو اُس کا تمہارے پروردگار کو پوری طرح علم ہے۔ یہ مشرک اللہ کے سوا جن کو اپنا مددگار اور حاجت روا سمجھ کر پکارتے ہیں، اُن کی کیفیت یہ ہے کہ وہ کوئی چیز پیدا تو کیا کریں گے وہ خود ہی خدا کے پیدا کردہ ہیں۔ یہ بالکل مُردہ ہیں جن میں کہ کوئی جان نہیں اور انھیں یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کب نیست و نابود ہونے والے ہیں۔

اللہ سے فریب اور مکر کرنے والے

قَدْ مَکَرَ الَّذِیْنَ .... مَثْوَی الْمُتَکَبِّرِیْنَ ۝

ترجمہ:— جن لوگوں نے اِن سے پہلے اللہ کے ساتھ مکر سے کام لیا تو اللہ نے اُن کا بنا بنایا گھر بنیاد سے ڈھا دیا۔ پھر اُوپر سے اُن پر چھت آن پڑی اور اُن پر عذاب اِس طرح نازل ہوا کہ اُن کے وہم و تصور میں بھی نہیں تھا۔ اِس کے علاوہ اللہ انھیں قیامت کے دن رسوا بھی کرے گا اور کہے گا کہ (میری خدائی میں) وہ میرے شریک کہاں ہیں جن کی وجہ سے تم لڑا جھگڑا کرتے تھے۔ اور وہ جنھیں (حقائق کا) علم حاصل ہے۔ کہیں گے آج کافروں کے لئے رُسوائی اور بُرائی ہے اور وہ جن کی رُوح فرشتوں نے اُس وقت قبض کی جبکہ وہ بُرائی میں مبتلا تھے (اور

اپنی ذات پر ظلم کر رہے تھے۔ تو یہ صلح کا پیغام دینے لگے اور کہنے لگے کہ ہم تو کوئی بُری بات نہیں کرتے تھے کیوں نہیں؟ اللہ جانتا ہے جو تم کرتے تھے۔ (اُس وقت اُن سے کہا جائے گا) بس جہنم کے دروازہ میں داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ وہیں رہو جو سرکشوں کا کیسا بُرا ٹھکانا ہے۔

تشریح:۔۔۔ اِس سے قبل بھی جن مشرکوں نے اللہ کے ساتھ مکر و فریب کیا تھا۔ اللہ نے اُن کے مکر کی عمارت کو جڑ اور بنیاد سے اُکھاڑ کر پھینک دیا تھا اور اس عمارت کی چھت اُن ہی کے سروں پر آن پڑی تھی۔ پھر ان پر عذابِ الٰہی اس طرح نازل ہوا کہ اُن کے وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اور صرف اِسی پر معاملہ ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے بعد قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انھیں ذلیل بھی کرے گا اور کہے گا کہ ذرا یہ تو بتاؤ کہ میری خدائی کے وہ شریک کہاں ہیں جن کے لئے تم ایمان والوں سے جھگڑا کیا کرتے تھے۔ اِن کی حالت دیکھ کر وہ لوگ جن کو علم دین حاصل ہوگا کہیں گے کہ آج کافروں کے لئے بُری طرح سے ذلت اور رسوائی کا سامنا ہے۔

اِن کافروں کی حالت یہ ہے کہ جب یہ گمراہی کے عالم میں اپنے اُوپر ظلم کرتے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور اسی حالت میں جب موت کے فرشتے اِن کی رُوحیں قبض کرنے لگتے ہیں تو اُس وقت یہ اطاعت شعار بن جاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ ہم تو کوئی بُرا کام نہیں کرتے تھے۔ اُس وقت اِن سے کہا جائے گا کون کہتا ہے کہ تم بُرے کام نہیں کرتے تھے۔ اُن کے کاموں سے اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے ایسے لوگوں کے لئے قیامت کے دن حکم ہوگا کہ دوزخ کے دروازہ میں داخل ہو جاؤ۔ اور ہمیشہ وہیں رہو۔ سرکشوں کے لئے یہ کیسا بُرا ٹھکانا ہے۔

نیکو کاروں کیلئے آخرت میں بھلائی

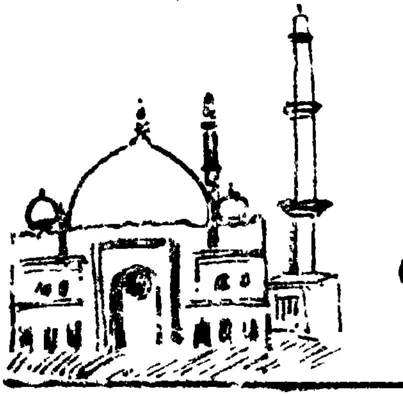
وَقِیْلَ لِلَّذِیْنَ .... یَسْتَهْزِءُوْنَ ۞

ترجمہ:۔ جو لوگ کہ شرک سے بچتے ہیں جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بڑی خیر (برکت) کی چیز نازل کی ہے۔ بس جن لوگوں نے نیک کام کئے اُن کے لئے بھلائی ہے اور اُن کی آخرت تو اور بھی زیادہ بہتر ہے اور وہ واقعی شرک سے بچنے والوں کا اچھا گھر ہے۔ ان کے رہنے کے لئے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے۔ اُن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ جو بھی چاہیں گے وہاں اُن کے لئے موجود ہوگا۔ اللہ ایسا ہی صلہ متقیوں کو دیتا ہے۔ جب اُن کی جانیں پاکیزگی کی حالت میں فرشتے نکالتے ہیں تو (اُن سے) کہتے ہیں السلام علیکم، تم اپنے اعمال کی بدولت جنت میں جاؤ۔ اور کافر کس انتظار میں ہیں۔ کیا اِس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ فرشتے اُن کے پاس آئیں۔ یا تمہارے رب کا حکم آ جائے۔ اِن سے پہلے جو لوگ تھے ایسا ہی انھوں نے بھی کیا تھا۔ اللہ نے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود (اپنی جانوں) پر ظلم کرتے تھے۔ آخر اُن کی بداعمالی کا نتیجہ اُن کے سامنے آیا۔ جس عذاب کا وہ مذاق اُڑاتے تھے اُسی نے اُن کو گھیر لیا۔

تشریح:۔ نیکو کاروں سے جب پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے جو کتاب نازل کی ہے وہ کیسی ہے۔ تو جواب ملتا ہے کہ یہ خیر و برکت کا کلام ہے اور نوعِ انسانی کے لئے بہترین ہدایت نامہ ہے۔ غرضیکہ جو نیکوکار ہیں اُن کے لئے دُنیا میں بھی بھلائی ہے اور اُن کا آخرت کا گھر تو بہت ہی اچھا ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ اُن کے رہنے کے لئے جنت کے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے اور وہیں رہیں گے اِن باغوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہاں رہتے ہوئے وہ جو چیز بھی چاہیں گے اُن کے لئے فراہم ہو جائیگی۔ نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کو اللہ ایسا ہی صلہ دیا کرتا ہے (ان ایمان والوں کی کیفیت یہ ہے کہ) جب وقت آخر فرشتے ان کی روح قبض کرنے لگتے ہیں تو یہ گناہوں سے پاک و صاف ہوتے ہیں جب رُوح قبض کرنے کے لئے فرشتے آتے ہیں تو وہ انھیں سلام کرتے ہیں اور انھیں خوشخبری سناتے ہیں کہ جو نیک اعمال تم کرتے رہے ہو اُس کے صلہ میں تمہیں جنت ملی ہے اب جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(پھر اللہ جل شانہ کافروں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے) اے رسول یہ کافر آخر کس انتظار میں ہیں کیا اپنی معصیت کی زندگی کے باوجود انھیں اِس بات کا انتظار ہے کہ فرشتے اِن کے پاس آئیں یا پھر عذابِ الٰہی نازل ہو جائے تب اِنکی آنکھیں کھلیں گی ان سے پہلے جو اہلِ کفر تھے ایسا ہی اُن کا بھی خیال تھا مگر اُن کا نہایت ہی خراب انجام ہوا۔ اِس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ نے اُن پر کبھی ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی کفر و شرک میں مبتلا ہو کر اپنے اُوپر ظلم کرتے رہے ہیں اور اپنی بداعمالیوں سے عذابِ الٰہی کو دعوت دیتے رہے ہیں جیسے یہ بُرے اعمال یہ کرتے رہے ہیں ویسا ہی بُرا نتیجہ ان کے سامنے آیا۔

تعلیم الحدیث



تم پر بُرے حاکم مقرر کئے جائینگے

روزی پیدا کرنا بھی عبادت ہے ۔ یہ دُنیا اور اُس کی دَولت

(از شوکت علی فہمی)

احادیث کی معتبر کتب سے مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے ترجمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جا رہے ہیں جو نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ پوری نوعِ انسانی کے لئے بہترین شمعِ ہدایت ہیں۔

تم پر بُرے حاکم مقرر کئے جائینگے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ آخری زمانہ میں لوگوں پر بدترین حاکم مقرر کئے جائینگے یہ وہ زمانہ ہوگا جب عوام کا کردار گر جائے گا چنانچہ اِس سلسلہ میں صحیح حدیث ہے :۔

"یحییٰ بن ہاشم رحمۃ یوسف بن ابی اسحٰق سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جیسے تم ہو گے ویسے ہی تمہارے سردار مقرر کئے جائیں گے۔" (بیہقی)

یہ حدیث کسی تشریح کی محتاج نہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ جیسے عوام ہوتے ہیں ویسے ہی اُن پر حاکم بھی مسلط کئے جاتے ہیں اور اسی سلسلہ میں ایک دوسری حدیث بھی ہے۔ چنانچہ کعب رض بن عجرہ راوی ہیں کہ :۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا میں تجھے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں نا سمجھ لوگوں کی سرداری سے کعب رض نے عرض کیا یہ سرداری کیا ہوگی کیونکر ہوگی اور وہ کون لوگ ہونگے رسول اللہ صلعم نے فرمایا یہ امیر اور حاکم میرے بعد ہوں گے اور جو شخص بھی اُن کے پاس جائے گا۔ اُن کے جھوٹ کی اور غلط بیانی کا حامی ہوگا اور اُن کے ظلم پر انھیں مدد دے گا وہ مجھ سے نہیں ہے اور میں اس سے نہیں ہوں اور وہ حوض کوثر پر میرے پاس نہیں آئیں گے۔" (ترمذی ونسائی)۔

اِس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آخری زمانہ میں ایسے ناعاقبت اندیش اور ظالم حکمراں ہوں گے جن کا وجود مخلوق خدا کے لئے ایک مصیبت اور قہر ثابت ہوگا مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اُن سے کوئی غرض اور واسطہ نہ رکھیں اور ظلم و ستم میں اُن کے معاون اور مددگار نہ بنیں، پھر ایک حدیث میں۔ رسول مقبول صلعم نے اچھے اور بُرے حاکموں کی پہچان بتائی ہے۔

عوف رض بن مالک اشجعی یہ حدیث بیان کرتے ہیں :۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تمہارے حاکموں میں سے بہترین حاکم وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں اور جن کے لئے تم دعا کرو۔ اور وہ تمہارے لئے دُعا کریں۔ اور بدترین حاکم وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں اور تم اُن پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں۔" (مسلم)

لہٰذا ہم دیکھ رہے ہیں کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ نہ تو حاکموں ہی کو عوام سے ہمدردی ہے اور نہ عوام ہی حاکموں کو اچھا سمجھتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ قیامت قریب آگئی ہے اور اب وہ بدترین زمانہ آگیا ہے جس کے بارے میں رسول محترم پیشین گوئی فرما چکے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ مندرجہ بالا احادیث سے عبرت حاصل کریں۔

روزی پیدا کرنا بھی عبادت ہے

اسلام نے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کو نہایت ہی معیوب قرار دیا ہے رسول اللہ صلعم یہ چاہتے تھے کہ مسلمان کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں بلکہ محنت و مشقت سے روزی پیدا کریں۔ چنانچہ صحیح حدیث ہے۔

"جو شخص دنیا کو جائز طریقہ سے حاصل کرتا ہے تاکہ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے بچے اور اہل و عیال کی کفالت کرے تو قیامت کے دن جب وہ اُٹھے گا تو اُس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوگا" (مشکوٰۃ)

اور ایک دوسری حدیث میں تو روزی کمانے کو بمنزلہ عبادت قرار دیا ہے چنانچہ حدیث ہے:

"جو شخص والدین کے لئے محنت کرتا ہے وہ اللہ کی راہ میں کام کرتا ہے۔ اور جو اہل و عیال کے لئے محنت کرتا ہے وہ بھی اللہ کی راہ میں کام کرتا ہے اور جو اپنی ذات کو فقر و فاقہ سے بچانے کے لئے کام کرتا ہے وہ بھی اللہ کی راہ میں کام کرتا ہے۔ مگر جو اظہارِ فخر کے لئے کام کرتا ہے وہ شیطان کی راہ میں کام کرتا ہے۔ (بیہقی)۔

دُنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے کہ ماں باپ اور اہل و عیال کی خاطر جائز روزی پیدا کرنے کو بھی عبادت قرار دیا ہے۔

یہ دُنیا اور اس کی دولت

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا اور اُس کی دولت کو بے حقیقت قرار دیا ہے۔ اور مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ دنیا داری جدوجہد تو ضرور کریں مگر اس کے ساتھ ہی دنیا کے فریب میں مبتلا نہ ہوں چنانچہ صحیح حدیث ہے:-

"سہیل بن سعد رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر دُنیا خدا کی نظر میں مچھر کے پاؤں کی برابر بھی وقعت رکھتی تو وہ کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا" (ترمذی)

دوسری حدیث مال و دولت کے بارے میں ہے اس حدیث میں دولت کے بے حقیقت ہونے کے بارے میں اشارہ ہے۔

"ابو ہریرہ رض کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ۔ بندہ میرا مال، میرا مال پکارتا رہتا ہے۔ (یعنی مال پر فخر کرتا ہے) لیکن مال میں اُس کا جو حصّہ ہے وہ صرف تین چیزیں ہیں۔ ایک وہ جو اس نے کھایا اور ختم کر دیا۔ دوسرے وہ جو پہنا اور پھاڑ ڈالا اور تیسرے وہ جو راہِ خدا میں دیا۔ ان تینوں کے علاوہ جو مال بھی باقی رہ جاتا ہے اُسے وہ دوسرے لوگوں کے لئے چھوڑ کر چلا جائے گا" (مسلم)

یہ ہے دُنیا کے مال اور دولت کی حقیقت۔ اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ انسان دنیا میں جن چیزوں سے فائدہ اُٹھا لیتا ہے۔ یا راہِ خدا میں زندگی میں دے جاتا ہے وہی اس کا ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی باقی رہ جاتا ہے اُس پر دوسرے قابض ہو جاتے ہیں۔ کاش کہ مسلمان اس چیز کو سمجھ سکیں۔

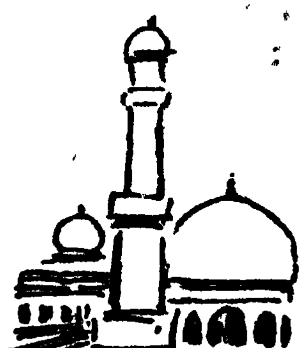
غیر مسلموں سے حُسنِ سلوک کی ہدایت

اسلام نے مسلمانوں کو سختی کے ساتھ ہدایت کی ہے کہ وہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی نرمی اور شفقت کا سلوک کریں۔ چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلموں کے ساتھ بڑی ہی شفقت اور محبت کا سلوک فرماتے تھے چنانچہ ایک حدیث ہے:-

"محمد بن جعفر بن زبیر رض سے روایت ہے کہ عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ میں بوقت عصر حاضر ہوا تو رسول اللہ صلعم نے اُس کی مہمانداری کی مسجد نبوی میں جگہ دی۔ بلکہ اُنھیں اپنے طریقہ پر مسجد میں نماز پڑھنے کی بھی اجازت دی۔ اور جب عام مسلمانوں نے اُنھیں نماز سے روکنا چاہا تو آپ نے اُنھیں منع فرمایا" (بیہقی)

زندوں کا تو ذکر ہی کیا ہے رسولِ مقبول صلعم غیر مسلموں کے جنازے تک کا احترام کرتے تھے چنانچہ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ "ایک یہودی کے جنازہ کو دیکھ کر آپ کھڑے ہو گئے لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے تو آپ نے فرمایا جب جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو" غرضکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نوعِ انسان کے ساتھ رواداری حد کو پہنچی ہوئی تھی۔

اسلامی افکار



اسلام نے دُنیا میں انقلاب پیدا کردیا

زمانۂ حاضرہ کا سوشلزم اسلامی تعلیمات کا چربہ ہے

(از شیخ تقی الدین النبہانی)

شیخ تقی الدین جارڈن کے ایک مشہور اہلِ قلم ہیں۔ ذیل کے مقالہ میں اِس لائق اہلِ قلم نے یہ بتایا ہے کہ اسلام نے رُونما ہونے کے بعد دُنیا میں کس طرح سوشل انقلاب پیدا کردیا تھا۔ ہم کو امید ہے کہ یہ عالمانہ مضمون جو شیخ موصوف کے عربی مقالہ سے ماخوذ ہے۔ دین دنیا کے ناظرین کے حلقہ میں معلومات کے اضافہ کا باعث ہوگا۔

اسلام کا ایک کھلا معجزہ یہ ہے کہ اُس نے رُونما ہونے کے بعد انسان کے دل و دماغ کو بدل ڈالا۔ اور انسان کے زاویۂ نظر میں بہت بڑی تبدیلی پیدا کردی۔ اور یہ تبدیلی صرف متبعین اسلام ہی میں نہیں ہوئی بلکہ غیر مسلم بھی اسلامی تعلیمات سے بے حد متاثر ہوئے ہیں۔

اسلام کا مسلمانوں ہی پر نہیں بلکہ پوری دُنیا پر یہ احسانِ عظیم ہے کہ اُس نے جلوہ گر ہونے کے بعد اُس انسانی تفریق کو ختم کردیا جو نامعلوم زمانہ سے دُنیا میں چلی آرہی تھی۔ اور جس کی بدولت پوری نوعِ انسانی چند دولتمندوں اور سرمایہ داروں کی غلام بن کر رہ گئی تھی۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے نوعِ انسانی کو پہلی مرتبہ یہ بتایا کہ دُنیا کی جتنی بھی مخلوق ہے وہ خالق کی معنوی اولاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اِن میں نہ کوئی چھوٹا ہے اور نہ کوئی بڑا ہے۔ انسانوں میں صرف اُن ہی کو بڑائی اور بزرگی حاصل ہے جن کے اعمال پاکیزہ ہیں اور جن کے اطوار پسندیدہ ہیں۔

ایک مغربی مفکر نے بالکل درست کہا ہے کہ "زمانۂ حاضرہ کا سوشلزم بڑی حد تک اسلامی تعلیمات سے ماخوذ ہے کیونکہ تاریخ بتاتی ہے کہ اسلام سے قبل کوئی جانتا ہی نہ تھا کہ سماجی اور اقتصادی برابری بھی دُنیا میں کوئی چیز ہے۔ اسلام ہی وہ قابلِ قدر مذہب یا اصلاحی تحریک ہے جس نے دنیا کو سوشلزم سے آشنا کیا ہے۔"

اسلام کے لائے ہوئے سوشلزم پر روشنی ڈالنے سے پہلے یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سوشلزم کیا ہے اور اُس کی ضرورت کیوں محسوس کی جا رہی ہے۔ سوشلزم زمانۂ حاضرہ کی ایک ایسی تحریک ہے جس کا مقصد کسی قوم کے افراد کے درمیان سماجی اور اقتصادی مساوات کا قیام ہے اور مختلف قوموں کے درمیان تعاون اور امداد باہمی کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ تحریک دُنیا کی ایک نہایت اچھی تحریک ہے، جو مقبولِ عام ہوتی جا رہی ہے۔

مگر اسلامی نقطۂ نظر سے یہ کوئی نئی اور انوکھی تحریک نہیں ہے کیونکہ اسلام اِس تحریک کو آج سے بہت قبل پیش کر چکا ہے اور اُس پر عمل بھی کرتا رہا ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ اسلام آج سے چودہ سو سال قبل عرب جیسے پس ماندہ ملک میں ظاہر ہوا تھا۔ اُس زمانہ میں اگرچہ انسان سماجی اور اقتصادی کشمکش سے واقف نہیں تھا لیکن اسلام نے اُس وقت بھی انسان کو سماجی اور اقتصادی مساوات کے اُسی مقصد کو پیشِ نظر رکھنے کی دعوت دی تھی جو آج بنی نوعِ انسان کی اکثریت کا مقصد بنا ہوا ہے۔

اور اسی بلند و بالا مقصد کے پیشِ نظر اسلام نے پہلی مرتبہ جمہوری حکومت کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اگرچہ اُس نے اِس حکومت کو جمہوریت کے نام سے نہیں بلکہ خلافت کے نام سے موسوم کیا تھا لیکن اُس کا مقصد و منشا سراسر جمہوری نظام قائم کرنا تھا۔ اسی طرح اسلام نے اُس سماجی اور اقتصادی مساوات کو بھی سوشلزم کا نام نہیں دیا تھا بلکہ اُسے خدا تعالیٰ کا منشا قرار دیکر اُس میں ایسی کشش اور قوت پیدا کردی

تھی جس سے موجودہ سوشلزم کی تحریک بالکل ہی خالی نظر آتی ہے۔ اس طرح اگر نام کی بحث سے بالاتر ہو کر صرف مقصد اور مفہوم کو مدنظر رکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اسلام دنیا کا وہ واحد اور پہلا مذہب ہے جس نے کہ سب سے پہلے سوشلسٹ سماج قائم کیا۔

یہ بات یاد رہے کہ اسلام نے دنیا میں سماجی اور اقتصادی مساوات کی ضرورت اس لئے محسوس کی کیونکہ مساوات کا نہ ہونا انسانی معاشرہ کے لئے بے حد نقصان دہ ہے چنانچہ جب انسانوں کا کوئی گروہ بیشتر قومی دولت پر خواہ زرعی آراضی، جائیداد یا زرِ نقد کی صورت میں ہو قابض ہو جاتا ہے تو قوم میں اقتصادی نابرابری پیدا ہو جاتی ہے اور اسی سے سماج میں عدم مساوات پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام کا پورا انتظام دین اور دنیا دونوں ہی پر حاوی ہے اور ہم اس کے کسی حکم کو اس خصوصیت سے علیحدہ نہیں کر سکتے۔

ہم نے سب سے پہلے اصول اور نظریہ کے طور پر انسان کو یہ بات بتائی ہے کہ سماج میں دولت اور وجاہت کو امتیازی حیثیت حاصل نہیں ہے اسلامی نقطۂ نظر سے سماج کے تمام افراد خواہ اُن کی حیثیت کچھ ہی کیوں نہ ہو مساوی درجہ رکھتے ہیں خدا تعالیٰ کے نزدیک سماج میں صرف وہی لوگ برتر ہیں جو نیک عمل کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی اسلام یہ بھی چاہتا ہے کہ سماج کے تمام افراد اقتصادی طور پر مطمئن ہوں کیونکہ اقتصادی کمزوری سے بھی بہت سی برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔

اسی لئے اسلام نے کسی فرد یا گروہ پر دولت کمانے اور اُسے نیک مقصد کے لئے جمع کرنے پر کوئی پابندی عائد نہیں کی ہے۔ اور ہر فرد اور گروہ کو جائز طریقہ سے دولت پیدا کرنے کی اجازت ہی نہیں دی ہے بلکہ ترغیب بھی دی ہے حتیٰ کہ وہ معاشرہ میں ایسے لوگوں کے وجود کو بھی پسند نہیں کرتا۔ جو دولت مند ہونے کے باوجود اُس سے جائز فائدہ نہیں اُٹھاتے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اُن تمام وسائل کی جڑیں بھی کاٹ دی ہیں جو دولت کو گردش کرنے سے روکتے ہیں چنانچہ اسلام میں سود کی ممانعت اور زکوٰۃ کے نظام کا یہی مقصد ہے۔ اور اس نے ورثہ کی تقسیم میں بھی اسی مقصد کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ یعنی اسلام کسی طرح بھی اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی ایک جگہ دولت اور سرمایہ جمع ہو جائے۔

اسلام ایک شخص کو صرف زندہ ہی نہیں دیکھنا چاہتا بلکہ وہ اُسے اِس درجہ خوشحال اور مالی اعتبار سے مطمئن بنا دینا چاہتا ہے کہ وہ اطمینان بخش زندگی گزار سکے۔ اور اُن برائیوں سے بچ سکے جو مفلوک الحالی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور چونکہ یہ مقصد سماجی اور اقتصادی برابری کے بغیر نہیں حاصل ہو سکتا اِس لئے اُس نے حکم دیا ہے کہ خوشحال لوگ قوم کے کم خوشحال یا مفلس افراد کی امداد کریں اور خوش حال افراد کو ضرورت کے وقت رشتہ داروں اور پڑوسیوں کی مالی امداد کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ اسلام نے اسلامی ریاست پر بھی یہ فریضہ عائد کیا ہے کہ وہ بے روزگار لوگوں کے لئے روزگار کے وسائل فراہم کرے اور معذوروں کے وظائف جاری کرے۔ یہ اگر سوشلزم نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے غریبوں کو امیروں کی دولت میں حصہ دار قرار دیا ہے۔ اور ایک قدم اور آگے بڑھا کر یہ ہدایت بھی کی ہے کہ اگر کوئی شخص زندگی بسر کرنے کے وسائل تو رکھتا ہو لیکن یہ وسائل اسے سماج کے عام معیارِ زندگی کے مطابق زندگی گذارنے کا اہل نہ بنا سکیں تو اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ اُس شخص کی آمدنی بڑھانے میں اُس کی ہر ممکن مدد کرے۔ اسلام کا یہ حکم سماجی اور اقتصادی عدم مساوات پر نہایت ہی کاری ضرب ہے۔

پھر آمدنی کے قدرتی وسائل کے متعلق اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ وہ افراد کی نہیں بلکہ قوم کی ملکیت ہیں یعنی ایسی آراضی جہاں سے تیل سونا، چاندی اور دوسری معدنیات برآمد ہوتی ہیں اُنھیں مسلمانوں کا سربراہ یا خلیفہ بھی کسی کی شخصی ملکیت قرار نہیں دے سکتا۔ اور اِس قسم کی آراضی اور کانیں اسلام کے نزدیک قوم کی ملکیت ہیں۔

مختصر یہ کہ اقتصادی اور سماجی مساوات کے سلسلہ میں اسلام آج سے چودہ سو سال قبل جو انقلابی قدم اُٹھا چکا ہے۔ اور اس مقصد کے حصول کے لئے جتنا راستہ طے کر چکا ہے۔ زمانۂ حاضرہ کا سوشلزم ابھی تک وہاں پہنچ ہی نہیں سکا ہے۔ بلکہ آجکل کا سوشلزم قطعی ناقص ہے۔ اور اُسے اسلام سے استفادہ کرنے کی ضرورت ہے۔



مشاہیر اسلام

فاتح اعظم امیر سبکتگین ؒ

وہ مایہ ناز حکمراں۔ جو غلامی سے شہنشاہی کے درجہ پر پہنچا

(از شوکت علی فہمی)

اسلام کی حوصلہ افزا تعلیم نے کس طرح معمولی غلاموں کو بھی شہنشاہی کا درجہ عطا کر دیا ہے۔ اس کا اندازہ امیر سبکتگین والی غزنین کے حالات ۔۔۔ سے ہو سکتا ہے۔ یہ اسلام کا وہ مایہ ناز فرزند ہے جو ایک غلام کے درجہ سے ترقی کر کے پہلے تو غزنین کا حکمراں بنا اور اس کے بعد اپنے اولوالعزمانہ کارناموں سے پورے وسط ایشیا میں ایک تہلکہ برپا کر دیا چنانچہ ذیل میں اس فرزند اسلام کی زندگی کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

امیر ناصرالدین سبکتگین اپنے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے خود لکھتا ہے کہ "میں ابتدا میں ایک معمولی غلام تھا۔ میرا آقا مجھے اور دوسرے بارہ غلاموں کو فروخت کرنے کے لئے شہر قان میں لے گیا۔ جب وہاں کوئی خریدار نہ ملا تو کورگان میں لایا یہاں کے بادشاہ نے سات غلام خرید لیے لیکن مجھے اور دوسرے پانچ غلاموں کو نہ خریدا اسکے بعد ہمارا آقا ہمیں شہر سرخس میں لایا وہاں چار غلام تو فروخت ہو گئے۔ لیکن میں اور ایک دوسرا غلام باقی رہ گیا۔ ہم دونوں سفر کی شدید مشکلات برداشت کرتے ہوئے نیشاپور پہنچے اور ہماری خوش قسمتی سے غزنین کے بادشاہ الپتگین نے ہم دونوں کو خرید لیا۔ اور یہیں سے میری زندگی میں انقلاب شروع ہوا۔"

امیر ناصرالدین سبکتگین کون تھا۔ اور اُس کا کس نسل سے تعلق تھا اس کے بارے میں مورخوں میں اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ وہ ایک ترکی امیر کا لڑکا تھا جسے بردہ فروش اٹھا لائے تھے۔ اور بعض اُسے ایرانی امیروں کی نسل سے بتاتے ہیں۔ لیکن اس چیز پر سب مورخوں کا اتفاق ہے کہ وہ کسی اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اُسے بردہ فروشوں نے الپتگین کے ہاتھ فروخت کیا تھا۔

ناصرالدین سبکتگین بڑا ہی ہوشمند اور رشید مسلمان تھا جس نے بہت جلد امیر الپتگین کے مزاج میں دخل حاصل کر لیا اور برابر ترقی کرتا چلا گیا یہاں تک کہ الپتگین نے امیر الامرا کا خطاب عنایت کیا اور اُس کی تعلیم و تربیت بالکل اولاد ہی کی طرح کی گئی تھی۔ چنانچہ غزنین کے بادشاہ الپتگین نے جب یہ محسوس کیا کہ ناصرالدین ایک جوہر قابل ہے تو اُس نے بالکل اپنی اولاد کی طرح اُسکی تربیت اور نگہداشت کی یہاں تک کہ اُسکے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کرنے کے بعد اُسے خاندان کا ایک جز بنا لیا۔

جب غزنین کا بادشاہ الپتگین ۳۵۲ھ ہجری میں فوت ہو گیا تو اُس کا بیٹا اسحٰق تخت پر بیٹھا لیکن یہ تخت نشینی کے فوراً ہی بعد مر گیا۔ اسحٰق کی موت کے بعد پے در پے الپتگین کے دو غلام تخت پر بیٹھے اور دس بارہ سال تک حکومت کرتے رہے ان دونوں غلاموں کے بعد ناصرالدین سبکتگین ۳۶۷ھ ہجری میں تخت نشین ہوا۔ یہ یاد رہے کہ سبکتگین نے غزنین کے تخت پر طاقت کے بل پر قبضہ نہیں جمایا تھا۔ بلکہ غزنین کے اُمرا اور عوام نے غزنین کی حکومت اُس کی خدمت میں پیش کی تھی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ بجا طور پر اس بلند مرتبہ کا مستحق تھا کیونکہ اُس میں وہ تمام خوبیاں ابتدا ہی سے موجود تھیں جن کا ایک ہوشمند حکمراں میں ہونا ضروری ہے۔

امیر سبکتگین ایک حوصلہ مند سردار تھا۔ اس لئے یہ ناممکن تھا کہ غزنین کی چھوٹی سی سلطنت پر قناعت کر سکتا چنانچہ اُس نے تخت نشین ہونے کے فوراً ہی بعد اپنے گرد افغانی سپاہیوں کی ایک بڑی طاقت فراہم کر لی اور اُس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنی سلطنت کو وسط ایشیا کے دور دراز علاقوں

تک پھیلا کر رہیگا۔

اُسی زمانہ میں بست کے حاکم امیر طغان اور امیر بزکان میں خانہ جنگی بر پا ہوئی تو بست کے باشندوں نے امیر سبکتگین کو لکھا کہ "ہم اپنے علاقہ کے اُمراء کی خانہ جنگی سے تنگ آچکے ہیں۔ نہ ہماری جان محفوظ ہے نہ آبرو۔ اِس خانہ جنگی نے یہاں کے مسلمانوں کو منتشر کر دیا ہے مہربانی فرماکر ہماری امداد کیجئے۔ اور مسلمانوں کو تباہی سے بچائیے" خود امیر طغان چاہتا تھا کہ امیر سبکتگین دخل انداز ہو کر اِس آپس کی خانہ جنگی کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دے چنانچہ امیر سبکتگین نے فوراً بست پر حملہ کر دیا اور بست کی خانہ جنگی کو ختم کر کے عوام کی خواہش پر بست کو بھی غزنین کی حکومت میں شامل کر لیا

قصدار کا علاقہ غزنین سے بالکل قریب تھا۔ یہاں کا امیر قرامطہ بے دینوں کے زیر اثر تھا۔ اور اِس کی حکومت سے عوام بےحد پریشان تھے۔ جب عوام نے امیر سبکتگین کی جانب رجوع کیا تو امیر نے قصدار کو فتح کرنے کے بعد اُسے بھی غزنین کی سلطنت میں شامل کر لیا اور اُن قرامطی سرداروں کو چن چن کر قتل کیا جو اُس علاقہ میں بے دینی پھیلا رہے تھے۔ اور اِس کے بعد لمغان اور سیستان کو بھی امیر نے فتح کیا۔

سبکتگین قصدار کی فتح سے فارغ ہی ہوا تھا کہ اُسے سامانی حکومت کے بادشاہ نوح بن منصور کی جانب سے پیغام ملا کہ "میری حکومت کے عاملوں نے بغاوت کر کے پورے خراسان پر قبضہ جما لیا ہے میری مدد کیجئے" سبکتگین کا آقا الپتگین سامانی بادشاہ نوح بن منصور ہی کا ساختہ پرداختہ تھا اِس لئے امیر سبکتگین نوح بن منصور کی بڑی عزت کرتا تھا۔ لہٰذا نوح بن منصور کی جانب سے یہ اطلاع ملتے ہی وہ ایک بڑی فوج لیکر خراسان کی جانب بڑھا اور ایک بڑے معرکہ کے بعد خراسان کے باغی عاملوں کو مار بھگایا۔ اِس معرکہ میں امیر سبکتگین کا نوجوان فرزند محمود غزنوی بھی اُس کے ساتھ تھا۔ اس فتح کے بعد نوح بن منصور نے سبکتگین کو "ناصر الدین" اور اُس کے بیٹے محمود غزنوی کو "سیف الدولہ" کا خطاب عطا کیا اور خراسان کا وہ تمام ملک بھی ناصر الدین سبکتگین کے سپرد کر دیا جس پر کہ باغی عاملوں نے قبضہ جما لیا تھا۔

اب سبکتگین کی سلطنت کافی وسیع ہو چکی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ مزید ملک گیری فی الحال نہ کی جائے اور اپنی سلطنت کو اچھی طرح مضبوط کرے کہ اچانک اُسے اطلاع ملی کہ ترکستان کے حکمراں ایلک خان نے نوح بن منصور کے خلاف بخارا پر یورش کر دی ہے سبکتگین ایک جرار فوج لیکر نوح بن منصور کی امداد کیلئے بخارا دوڑا اُس کے پہنچتے ہی دونوں حکومتوں میں صلح ہو گئی۔ لیکن ابھی سبکتگین بخارا ہی میں تھا کہ اُسے معلوم ہوا کہ بعض باغیوں نے نیشاپور کا علاقہ خالی دیکھ کر چڑھائی کر دی ہے۔ اِس اطلاع کے پاتے کے ساتھ ہی وہ نیشاپور کی جانب بڑھا۔ اور طوس کے میدان میں دونوں باپ بیٹوں نے دشمنوں کا مردانہ وار مقابلہ کر کے اُن کی طاقت کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔

اسی زمانہ میں شمالی ہند میں راجہ جے پال کی ایک نہایت مستحکم حکومت قائم تھی۔ راجہ جے پال امیر سبکتگین کی فتوحات اور بڑھتی ہوئی طاقت کا بڑے غور اور تشویش کے ساتھ مطالعہ کر رہا تھا اور اُسے یہ فکر دامن گیر تھی کہ امیر سبکتگین اور اُس کی طاقت کا وہ سیلاب جو افغانستان اور اُس کے ملحقہ علاقوں میں بڑھتا چلا جا رہا ہے کہیں ہندوستان کی جانب رخ نہ کرلے لہٰذا جے پال نے اِس اندیشے کے پیش نظر یہ طے کیا کہ قبل اِس کے کہ سبکتگین ہندوستان آئے کیوں نہ اُس کے گھر میں گھس کر پہلے ہی سے اُس کی طاقت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے چنانچہ جب راجہ جے پال کو یہ معلوم ہوا کہ سبکتگین بخارا کی جنگ میں الجھا ہوا ہے اور اِس کے علاوہ نیشاپور میں بھی باغیوں نے اُس کی حکومت کے خلاف طوفان برپا کر رکھا ہے تو اُس نے اِس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے ایک بہت بڑے لشکر جرار کے ساتھ غالباً ۹۸۸ء میں غزنین پر چڑھائی کر دی۔ اِس لشکر جرار میں بے اندازہ پیدل۔ سوار اور ہاتھی تھے۔ اور یہ اتنا بڑا لشکر تھا جس کے ذریعہ بڑی سے بڑی سلطنت کو آسانی سے تہہ و بالا کیا جا سکتا تھا۔

امیر سبکتگین اور اُس کا بیٹا محمود غزنوی ابھی طوس کے میدان میں باغیوں سے لڑ ہی رہے تھے کہ راجہ جے پال کا لشکر لاہور سے پشاور اور پشاور سے جمرود ہوتا ہوا سلطنت غزنین کی حدود میں داخل ہو گیا سبکتگین کو جب یہ معلوم ہوا کہ دشمن اُس کے گھر میں گھس چکا ہے۔ تو وہ فوراً طوس کے میدان میں اپنے دشمنوں کو شکست دینے کے بعد اپنے اہل و عیال اور دارالسلطنت کو بچانے کیلئے غزنین بھاگا۔ چنانچہ لمغان کے میدان میں امیر سبکتگین اور راجہ جے پال کے لشکروں میں بڑا ہی سخت مقابلہ ہوا۔

امیر سبکتگین اگرچہ آزمودہ کار جرنیل تھا (باقی صفحہ ۲۹ پر)

تاریخ ہند



ہندوستان کی مسلم حکومتیں

شاہانِ ہند نے مذہبی حکومتوں کے قیام سے پرہیز کیا ہے

(از شری راما سوامی ناتھن)

شری راما سوامی ناتھن جنوبی ہند کے ایک مشہور صحافی ہیں ذیل کے مضمون میں انھوں نے فرقہ پرستوں کے پھیلائے ہوئے اُس زہر کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو یہ فرقہ پرست تاریخ ہند کو مسخ کر کے ملک کے دو بڑے طبقوں میں پھیلا رہے ہیں۔ یہ فرقہ پرست برابر یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ہندوستان کے مسلم حکمراں انتہا درجہ کے متعصب تھے اور انھوں نے اِس ملک کے غیر مسلموں کے ساتھ بڑی زیادتیاں کی؟

ساتویں صدی عیسوی میں اسلام کے ظہور کے بعد یورپ میں اسلام کی مخالفت کا جو طوفان برپا ہوا تھا۔ وہ تقریباً ختم ہو چکا ہے اور اب خود ہی یورپ کے مفکرین اور مورخین نے اُن الزامات کی تردید کرنی شروع کر دی ہے۔ جو گزشتہ صدیوں میں اسلام پر لگائے جاتے رہے ہیں۔

اسلام کے خلاف اسی نوعیت کا معاندانہ پروپگنڈا برطانوی دورِ حکومت میں ہندوستان میں بھی ہوتا رہا ہے۔ لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ انگریز تو اس ملک سے جا چکے ہیں لیکن ان کا پھیلایا ہوا یہ زہر ابھی تک ہندوستان میں موجود ہے۔

اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں جو بہت سی غلط فہمیاں ہمارے ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اُن ہی میں سے ایک غلط فہمی یہ بھی ہے کہ یہاں کے مسلم حکمراں نہایت متعصب اور فرقہ پرست تھے اور انھوں نے اِس ملک میں جو حکومتیں قائم کی تھیں اُن میں غیر مسلموں کا مذہب محفوظ نہ تھا حالانکہ ایک ہزار سالہ مسلم دورِ حکومت میں کسی ایک مسلم حکومت کو بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مذہبی تھی حتیٰ کہ مغلیہ دورِ حکومت کو بھی وہ اِس الزام سے پاک نہیں بتلاتے اور اس طرح یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ ہندوستان میں چونکہ مسلمانوں نے مذہبی حکومتیں قائم کر رکھی تھیں اس لئے مذہب پر مبنی اِن حکومتوں میں غیر مسلموں کے لئے کوئی جگہ ہو ہی نہیں سکتی تھی۔

لیکن جب ہم اسلامی تعلیمات اور اسلامی تاریخ کے حقائق کی روشنی میں ان الزامات کا جائزہ لیتے ہیں تو ان الزامات کو قطعی بے بنیاد پاتے ہیں۔ چنانچہ حکومت کے سلسلہ میں اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ اُسے مسلم اور غیر مسلم میں کوئی امتیاز نہیں کرنا چاہئے۔ اور اسی لئے اسلامی حکومتوں کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ دنیا کے ہر حصہ میں مذہبی تعصب اور تنگ نظری سے بلند تھیں۔

اسلام کے ظہور کے بعد جب مسلمانوں کی ملکی فتوحات کا دور شروع ہوا تو انھیں جتنی قوموں سے بھی واسطہ پڑا تھا فاتحین اسلام نے سب ہی کے مذہبی جذبات کا پورا پورا خیال رکھا ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ فاتحانِ اسلام کی اِس رواداری اور وسیع نظری سے انہیں دنیا کے مختلف ممالک میں مسلم حکومتوں کے استحکام میں بڑی مدد ملی ہے۔

دوسرے ملکوں سے قطع نظر خود ہمارے ملک ہندوستان میں مسلم حکمرانوں نے جس مذہبی رواداری کا ثبوت دیا ہے وہ آپ ہی اپنی مثال ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ یورپ میں مذہبی تعصب عام تھا۔ وہاں ذرا سے مذہبی اختلاف کی بنا پر قوموں کو تہ تیغ کر دیا جاتا تھا جبکہ اسی زمانہ میں محمد بن قاسم اور دوسرے مسلم حکمران ہندوستان میں غیر مسلموں کے مذہبی جذبات کا کھلے دل سے احترام کرتے تھے۔ چنانچہ

مسلم حکمرانوں نے تقریباً ایک ہزار سال تک اس ملک پر حکومت کرکے یہ بات ثابت کر دی تھی کہ یہاں کے باشندے اُن کے طریقِ حکمرانی سے بالکل مطمئن تھے۔ اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ اگر مسلمان یہاں کے غیر مسلم باشندوں کی ہمدردیاں حاصل نہ کر سکتے۔ یا اُن کے ساتھ مذہبی تعصب اور تنگ نظری سے کام لیتے تو یہاں کے باشندے جو اپنی تعداد اور بہادری میں مسلمانوں سے کہیں زیادہ تھے تقریباً ایک ہزار سال تک مسلمانوں کو حکومت کرنے کا موقع ہی نہیں دے سکتے تھے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی پہلی حکومت سندھ میں محمد بن قاسم نے قائم کی تھی۔ اور اس حکومت کے بارے میں خود ہندو مورخین بھی اتفاقِ رائے سے یہ اعتراف کرتے ہیں کہ محمد بن قاسم کی حکومت میں ہندوؤں کو ہر قسم کی مذہبی اور سماجی آزادی حاصل تھی۔ یہاں تک کہ محمد بن قاسم نے اپنی پوری حکومت کا انتظام ہندوؤں کے ہاتھوں میں دے رکھا تھا۔ اور محمد بن قاسم کے علاوہ یہاں کے تقریباً سب ہی مسلم حکمرانوں نے اپنی مذہبی رواداری اور بے تعصبی کی جو مثال پیش کی تھی وہ کسی قوم اور مذہب کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

مسلمانوں کی اس پہلی اور مثالی حکومت کے بعد جب گیارہویں صدی عیسوی میں شمال و مغرب کی طرف سے آنے والے متعدد مسلم فاتحوں نے یہاں مسلمانوں کی نئی نئی حکومتوں کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اگرچہ انہیں اُس وقت ہندو راجاؤں ہی سے لڑنا پڑا تھا۔ مگر انھوں نے ان لڑائیوں کو مذہبی جہاد کی غرض سے نہیں بلکہ قیامِ سلطنت کے لئے لڑا تھا۔ چنانچہ ہندوستان میں مسلم اقتدار کے بعد مسلم حکمرانوں کے درمیان آپس میں جو لڑائیاں ہوتی رہی ہیں۔ اُن میں مسلمانوں کے ساتھ ہندو بھی شامل ہوتے تھے جس سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کی اس ملک میں جو حکومتیں قائم ہوتی رہی تھیں اُن کی نوعیت مذہبی نہیں تھی بلکہ عملی طور پر سیکولر تھی اور اگرچہ اُن کے سربراہ مسلمان ہوتے تھے لیکن انہیں ہندو اور مسلمان مل کر چلاتے تھے۔

ہندوستان کے مسلم بادشاہوں کا ہمیشہ ہی نظریۂ حکومت یہ رہا ہے کہ انہیں دوسروں پر اپنے مذہبی معتقدات کو ٹھونسنا نہیں چاہئے کیونکہ ایسا کرنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اور اس نظریہ سے شہنشاہ اورنگزیب کو بھی جسے ہندوستان کے حکمرانوں میں سب سے زیادہ متعصب ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے پوری طرح اتفاق رائے تھا۔ چنانچہ تاریخ سے ایسی متعدد مثالیں ملتی ہیں کہ جب کسی شخص نے اورنگزیب کو یہ مشورہ دیا کہ اُسے سرکاری ملازمتوں میں سے غیر مسلموں کو نکال دینا چاہئے تو اُس نے نہ صرف اس متعصبانہ مشورہ کے ماننے سے انکار کر دیا بلکہ یہ بھی کہا کہ یہ مشورہ نظامِ حکومت کو تباہ کر دینے کے ہم معنی ہے۔

یہ بات بھی ہمیں بھولنی نہیں چاہئے کہ جس زمانہ میں مسلم حکومتوں میں ہندوستان کے غیر مسلموں کو کامل مذہبی آزادی حاصل تھی اور ہندو بے خوف و خطر اپنے مذہبی فرائض اور رسوم ادا کرتے رہتے ہیں یورپ کی اکثر و بیشتر حکومتوں میں برسرِ اقتدار فرقہ کے مذہبی عقائد سے اختلاف رکھنے والے عیسائیوں کو زندہ جلایا جا رہا تھا۔ ان عیسائی حکومتوں میں یہودیوں کو زندگی کا کوئی حق حاصل نہیں تھا اور ایسے قانون بنا دیئے گئے تھے جنکی رو سے تمام شہریوں کے لئے حکمراں گروہ کے مذہبی عقائد کو قبول کرنا لازمی اور ضروری تھا۔ لیکن مسلمانوں کی حکومتوں کے طویل دور میں ہمیں اس قسم کے کسی قانون یا ایسی کسی کوشش کا پتہ نہیں چلتا۔

ہندوستان کی مسلم حکومتوں میں جبر سے کسی کو مسلمان بنانا تو درکنار کسی حکومت نے تبلیغ اسلام کی اشاعت کے لئے کبھی کوئی شعبہ تک قائم نہیں کیا۔ یعنی تبلیغ کے ذریعہ ان مسلم حکمرانوں نے اسلام کے پھیلانے تک کی کبھی کوئی قابلِ ذکر کوشش نہیں کی اس لئے ہندوستان کے مسلمانوں کے دورِ حکومت کو مذہبی حکومت کا زمانہ کہنا قطعی بے بنیاد ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس ملک میں شروع ہی سے تعصب سے بلند رہ کر حکومت کی ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ وہ اس ملک میں ایک ایسی سیکولر حکومت کے بانی تھے جسے ہندو اور مسلمان دونوں ہی مل کر چلاتے تھے۔ اور اسی لئے وہ اقلیت میں ہونے کے باوجود اس ملک کے ہندوؤں کی مدد سے ایک ہزار سال تک بے فکری کے ساتھ حکومت کرتے رہے۔ ایسی حکومت کو بھلا کون مذہبی حکومت کہہ سکتا ہے۔

ہمیں یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ بعض تنگ نظری کی بنا پر ہندوستان کی مسلم تاریخ کو نہ صرف مسخ کر کے پیش کیا جا رہا ہے بلکہ اس طرح ہندوستان کی یکجہتی پر بھی کاری ضرب لگائی جا رہی ہے جس سے ہمارے ملک کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔

اسلام اور غیر مسلم



”میں اسلام کو کیوں پسند کرتا ہوں“

اسلام کے بارے میں ایک امریکن مفکر کے خیالات

(از پروفیسر کارلٹن ایس کون کے مقالہ سے ماخوذ)

پروفیسر کارلٹن ایس کون امریکہ کے ایک نامور مفکر اور تاریخ اسلام کے مشہور اسکالر ہیں۔ اِن کی رائے ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے کہ مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ پوری نوع انسانی کی رہنمائی کی ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں اس نامور مفکر کے ایک طویل مقالہ کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ اسے ہمارے ناظرین کے حلقہ میں پسند کیا جائے گا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان پیدائشی طور پر مذہب پرست واقع ہوا ہے۔ وہ شروع ہی سے کسی نہ کسی چیز کی پرستش کرتا رہا ہے اور اسی لئے ہمیشہ ہی انسان کو مذہب سے گہری دلچسپی رہی ہے۔ میں نے بڑی گہری نظر سے مذاہب کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے۔

میں نے دنیا کی اُن قوموں کے حالات بھی پڑھے جو ہزاروں سال تک سورج۔ چاند اور ستاروں کی پرستش کرتے رہے ہیں۔ اور اُن اقوام کے حالات کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ جو پتھر کے بتوں۔ پہاڑوں اور دریاؤں کو معبود سمجھتے رہے ہیں اور اُن مذاہب کا بھی مطالعہ کیا ہے جنھوں نے کہ مادی اشیا کی پرستش سے انسان کو روکا ہے۔ اور نوع انسانی کو ایک بالائی طاقت کی پرستش کی ہدایت کی ہے اور ان ہی مذاہب میں سے اسلام بھی ہے۔

مذاہب کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام میں کچھ ایسی خصوصیات ہیں جو دیگر مذاہب میں ناپید ہیں۔ اسلام کے علاوہ جہاں تک دوسرے مذاہب کا تعلق ہے وہ سب ہی زیادہ تر عبادت اور ریاضت کے حامی ہیں۔ اور انسان کو دنیا سے نفرت کرنا سکھاتے ہیں لیکن اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو عبادت اور ریاضت کے ساتھ دنیاوی زندگی کو سدھارنے اور دنیاوی جد و جہد میں حصہ لینے کی بھی ترغیب دیتا ہے۔ وہ عیسائیت اور دیگر مذاہب کی طرح رہبانیت یعنی ترک دنیا کا قائل نہیں ہے بلکہ اُس نے دنیا کو عاقبت کی کھیتی قرار دیا ہے اور انسان کو دنیا میں رہتے ہوئے پاکباز انہ اور ایماندارانہ زندگی گزارنے کی ترغیب دی ہے۔ اور اسلام کی یہ تعلیم چونکہ عین فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ اسلئے میں اسلام کو بے حد پسند کرتا ہوں۔

دنیا کے مختلف مذاہب کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں دو باتوں کا خصوصیت سے خیال رکھنا چاہئے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں تعصب سے بلند ہو کر مذاہب کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں ایمانداری کے ساتھ مذاہب کا جائزہ لینا چاہئے۔ اور یہ دیکھنا چاہئے کہ اِن مذہبوں نے اِس دنیا میں بسنے والی قوموں اور نوع انسانی کی زندگی پر کیا اثر ڈالا ہے اور اِس بات پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ان مذاہب میں سے کس مذہب نے انسان کو انسانیت کی بلند سطح پر پہنچانے میں کیا کردار ادا کیا ہے۔ اور جب ہم اِس زاویہ نظر سے اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ یہ مذہب دنیا کا ایک عظیم مذہب ہے

اگر میں اسلام کے بارے میں یہ کہوں کہ وہ ہمہ گیر مذہب ہے تو شائد بیجا نہ ہوگا۔ میں اِسے ہمہ گیر اِس لحاظ سے کہتا ہوں کیونکہ اسلامی عقائد سے قطع نظر یہ مذہب انسان کی پیدائش سے لیکر اُس کی موت تک زندگی کی ہر منزل اور ہر موڑ پر قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ اور اسلام اِس اعتبار سے بھی ہمہ گیر اور عالمگیر مذہب

چونکہ اُس کے عمل کا دائرہ کسی خاص قوم اور ملک ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ پوری دنیا اور ساری ہی بنی نوع انسان پر حاوی ہے ۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اسلام کے ظہور کے وقت انسانی سماج انتہائی پستی میں پہنچ چکا تھا ۔ بدکاری سیاہ کاری اور شراب نوشی عام ہو چکی تھی ۔ انسان میں اپنی عظمت اور شرافت کا کوئی احساس باقی نہیں رہا تھا ۔ اور بنی نوع انسان مذہب، وطن، نسل اور رنگ کے دائروں میں محدود ہو کر رہ گیا تھا ۔ اس نازک وقت میں اسلام نے جلوہ گر ہو کر نہ صرف نوع انسانی کو پستی سے نکالا بلکہ اُسے روحانی اور مادی ترقی کی راہیں بھی دکھائیں

اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مذہب اعتدال اور رواداری کا علمبردار رہنے کے باوجود اپنے بنیادی مقاصد اور عقیدوں کے سلسلہ میں جھکنے اور لچکنے کی مطلق اجازت نہیں دیتا ۔ لیکن پھر بھی چونکہ اُس کا بنیادی مقصد انسان کو ہر قسم کی پستیوں سے نکال کر اُسکی روحانی اور مادی حیثیت کو بلند کرنا ہے ۔ اس لئے اُس نے ایک ایسے وقت میں جبکہ پوری دنیا نے پستی ہی کو بلندی سمجھ رکھا تھا ۔ اُس سماجی نظام کے خلاف جو انسان کی پستی کا موجب بنا ہوا تھا ۔ نہ صرف آواز بلند کی بلکہ اُسے بدلنے کے لئے عملی جدوجہد بھی شروع کر دی ۔

تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ داعی اسلام نے نوع انسانی کی اصلاح کے لئے جو وسیع پروگرام شروع کیا تھا ۔ اس کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کی گئیں جن کا مسلمانوں نے بڑی مردانگی کے ساتھ مقابلہ کیا ۔ تاریخ میں داعی اسلام کو مکہ والوں کی طرف سے دولت اور امارت پیش کئے جانے کے جس واقعہ کا ذکر ہے وہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ مکہ والے صرف اپنے پرانے بگڑے ہوئے نظام کو برقرار رکھنے کے لئے بڑی سے بڑی قیمت ادا کرنے پر تیار تھے ۔ لیکن اُن کی یہ خواہش چونکہ اسلام کے بنیادی اصلاحی مقصد کے خلاف تھی اس لئے اُس کے داعی نے اُن کی بڑی سے بڑی پیشکش کو ٹھکرا دیا ۔ اور مخالفین اسلام کے ہاتھوں ہر قسم کی سختیاں بھی برداشت کیں ۔

اسلام کے اصلاحی پروگرام کو کس طرح کامیابی حاصل ہوئی ہے ۔ وہ بھی تاریخ سے ثابت ہے ۔ اسلام ہی کی بدولت اُس عہد کی ایک بہت بڑی برائی یعنی غلامی کے ادارے کی نوعیت بدل گئی تھی ۔ غلاموں کی ذلت اور پس ماندگی کا دور ختم ہو چکا تھا اور صدیوں سال کے بعد پہلی مرتبہ انسانی سماج میں مساوات کو دخل حاصل ہوا تھا ۔ پھر ان سماجی اصلاحات کا دائرہ صرف مسلمانوں ہی تک محدود نہیں رہا تھا بلکہ اسلام نے ساری دنیا کو مساوات کا اصول تسلیم کرنے کی دعوت دی تھی

اسلام نے صاف اور غیر مبہم الفاظ میں یہ اعلان کیا تھا کہ عرب و عجم کے باشندوں ۔ مختلف مذاہب کے ماننے والوں اور رنگ و نسل کے لحاظ سے مختلف قوموں اور ملکوں کے باشندوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے ۔ اور مسلمانوں کو اُن غلط اور مصنوعی دیواروں کو جنہوں نے بنی نوع انسان کو مختلف گروہوں میں بانٹ رکھا ہے ۔ توڑ دینا چاہئے چنانچہ اُس عہد کی تاریخ بتاتی ہے کہ مسلمان جہاں بھی گئے وہاں انھوں نے اسی انسانی مساوات کی تبلیغ کی اور آج پوری دنیا میں ان سماجی برائیوں کے خلاف جو جدوجہد جاری ہے وہ اسلامی تعلیمات ہی کا نتیجہ ہے ۔

ظہور اسلام سے پہلے کا انسان اپنے غلط سماجی نظریات اور بعض مذہبی عقائد کی بدولت ذہنی طور پر بھی پراگندہ ہو کر رہ گیا تھا ۔ اور اپنی عظمت اور اہمیت کو بھول چکا تھا ۔ لیکن اسلام نے خدا تعالیٰ کی وحدت کو ماننے کی دعوت دے کر اُس کے دماغ اور ذہن کو پست عقائد کی غلامی سے نجات دلاکر اُسے فکر اور فکری نعمتیں عطا کیں ۔ چنانچہ اُس کی اِسی دعوت نے انسان کے دل کی گہرائیوں میں اُس کی عظمت اور شرافت کے احساس کو بیدار کر دیا تھا ۔ اور اُس کے دل و دماغ میں یہ تاثر پیدا ہو گیا تھا کہ خدا کے بعد دنیا میں اُسی کی ذات سب سے افضل اور برتر ہے اس لئے اُسے کسی غیر اللہ کے سامنے گردن نہیں جھکانی چاہئے ۔

مسلمان چونکہ اسلام کے پورے نظام اور اس کی تعلیمات کو پوری طرح مانتے تھے ۔ اس لئے اُس دور کے مسلمانوں کی زندگی انسان کی اعلیٰ صفات کے مظاہروں کا ایک نمونہ بن گئی تھی ۔ اور ان کی خوبیوں اور کردار کی بلندی کا اثر اُس وقت کی پوری دنیا پر پڑا تھا ۔ یہاں تک کہ پرانے مذاہب کے عقائد تک بدل گئے تھے ۔ چنانچہ عیسائیوں کے پرانے کیتھولک مذہب کے عقائد میں تبدیلی ہو کے کے بعد ایک نیا پروٹسٹنٹ مذہب عالم وجود میں آگیا تھا ۔ جس میں کہ اسلامی عقائد کی جھلک پائی جاتی ہے ۔

اس طرح اسلام نے نوع انسانی کی اصلاح کی جو تحریک شروع کی تھی اُس کے مفید اثرات صرف مسلمانوں ہی تک (باقی صفحہ ۲۲ پر)

فاتح اعظم امیر سبکتگین

(باقی ص ۱۴۲ سے)

لیکن راجہ جے پال بھی اپنے زمانہ کا لائق ترین سپہ سالار تھا۔ اِس کے علاوہ امیر سبکتگین کی فوج راجہ کی فوج کے مقابلہ میں ایک چوتھائی سے بھی کم تھی۔ اور پھر تھکی ہوئی بھی تھی اِس لئے امیر کو اِس جنگ میں شدید مقابلہ کرنا پڑا۔ اُدھر راجہ کے لئے یہ دشواری تھی کہ اُس کی فوج افغانستان کی برفباری کی عادی نہ تھی۔ چنانچہ مسلسل برفباری نے راجہ کی پوری فوج کو ناکارہ بنا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شکست کے بعد راجہ کو عالم مجبوری میں سبکتگین سے جان بخشی کی درخواست کرنی پڑی راجہ نے امیر سبکتگین کے پاس پیغام بھیجا کہ میں اِس چیز کو محسوس کرتا ہوں کہ میں نے غزنین پر حملہ کرکے بہت بڑی غلطی کی ہے جس کے لئے میں معافی کا خواستگار ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ اگر مجھے معاف کر دیا گیا تو ہمیشہ وفادار رہوں گا۔" اِس کے علاوہ راجہ نے وعدہ کیا کہ اگر اُس کی درخواست منظور کرلی گئی تو وہ بے اندازہ زر و جواہر، دس لاکھ درہم نقد بلکہ شہر اور سرحدی قلعے بطور تاوانِ جنگ پیش کرنے کیلئے تیار ہے۔ راجہ نے یہ بھی یقین دلایا کہ یہ سب چیزیں دار السلطنت پہنچتے ہی سبکتگین کے اُن معتمدوں کے حوالے کردی جائیں گی جنہیں وہ اپنے ہمراہ لیجائیگا۔

امیر سبکتگین کے روبرو جب راجہ جیپال کی یہ عرضداشت پیش کی گئی تو وہ راجہ کی لجاجت سے بہت متاثر ہوا اور امرائے سلطنت کی سخت مخالفت کے باوجود اُس نے راجہ کو معاف کردیا اور اپنے کئی معتمد راجہ کے ساتھ کردیئے تاکہ راجہ دار السلطنت میں پہنچتے ہی اپنے وعدہ کے مطابق شرائط کی تکمیل کردے لیکن راجہ دار السلطنت میں پہنچنے کے بعد وعدہ سے منحرف ہوگیا اور اُس نے معتمدوں کو قید کرلیا اور اِس کے بعد متعدد راجاؤں کو اپنے ساتھ ملاکر دوبارہ ۳۷۶ھ میں جے پال نے سبکتگین کے خلاف یورش کردی۔ دونوں لشکروں کا پہلے کی طرح لمغان کے میدان میں مقابلہ ہوا۔ راجہ کی فوج اگرچہ بے شمار تھی لیکن پھر بھی راجہ کو شکست کا منھ دیکھنا پڑا۔ اِس جنگ میں راجہ جیپال اِس قدر سامانِ جنگ چھوڑ کر بھاگا تھا کہ سبکتگین کے نہ صرف تمام مصارف جنگ پورے ہوگئے بلکہ اُس کے سابقہ نقصانات کی بھی تلافی ہوگئی

امیر سبکتگین راجہ جیپال سے لڑنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ اُس کے سامنے وسطی ایشیا کی دوسری فتوحات کہیں زیادہ اہم تھیں لیکن اُسے مجبوراً راجہ کے خلاف تلوار اُٹھانی پڑی چنانچہ وہ راجہ جیپال کو شکست دیتے ہی بلخ کی جانب متوجہ ہوگیا اور ابھی بلخ کے قریب ہی تھا کہ ۳۸۷ھ میں اچانک بیمار ہونیکے بعد بعمر ۵۶ سال فوت ہوگیا۔ اُس کے جنازہ کو غزنین لایا گیا۔ امیر ناصر الدین سبکتگین نے بیس سال کے قریب حکومت کی۔ وہ ایک طرف بے نظیر سپہ سالار اور لائق ترین مدبر تھا اور دوسری جانب نہایت ہی دیندار مسلمان تھا۔ اُس کی دینداری فیاضی اور انصاف پسندی کی دُور دُور تک شہرت تھی چنانچہ جب وہ مرا ہے تو پوری دنیائے اسلام میں صف ماتم بچھ گئی تھی وہ ایک باعظمت شہنشاہ ہونیکے باوجود درویشوں جیسی زندگی گزارتا تھا۔ اِس لائق حکمراں کی حوصلہ مندی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے کیسے کیسے مایۂ ناز فرزند پیدا کئے ہیں۔

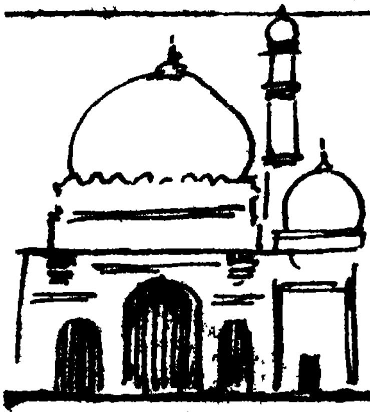
میں اسلام کو کیوں پسند کرتا ہوں

(باقی مضمون ص۲۴ سے)

محدود نہیں رہے بلکہ اُس کا اثر دنیا کے مختلف مذاہب اور پوری نوعِ انسانی پر پڑا ہے۔ اور آج مذاہبِ عالم کے سلسلہ میں جو تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے اُس سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ دنیا کے مذاہب میں اسلام نے نوعِ انسانی کی اصلاح کے میدان میں بڑا ہی عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے۔ غرضیکہ اسلام سے سب ہی نے فیض حاصل کیا ہے اسی لئے میں اسلام کو دیگر مذاہب کے مقابلہ میں زیادہ پسند کرتا ہوں۔

کاغذ کی قیمت اور بڑھ گئی

کاغذ کی قیمت گزشتہ چھ ماہ کے اندر نہ صرف بے حد بڑھ گئی ہے۔ بلکہ اُس میں ناقابل برداشت حد تک اضافہ ہوگیا ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ اخباروں اور کتب کی قیمتوں میں پبلشرز کو مجبوراً اضافہ کرنا پڑا ہے۔ لہٰذا جنوری ۱۹۸۱ء سے ہم بھی کتابوں کی قیمتوں میں اضافہ پر مجبور ہوگئے ہیں



اسلام کے چند مایہ ناز بزرگ

مشاہیر اسلام کی جرأت ایمانی اور حق گوئی

(از مولوی محمد حفیظ اللہ پھلواروی)

جناب مولوی محمد حفیظ اللہ پھلواروی نے ذیل کے مقالے میں مشاہیر اسلام کی جرأت ایمانی اور حق گوئی کے جو واقعات پیش کئے گئے ہیں اُن سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلام نے کیسے کیسے مردان حق پیدا کئے ہیں۔

امام سفیان ثوری کا استغنا

خلیفہ مہدی خاندان امیہ کا ایک باعظمت حکمراں ہوا ہے اسی خلیفہ کے عہد میں حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث فقیہ اور مجتہد گزرے ہیں۔ خدا نے آپ کو استغنا اور بے نیازی کی دولت سے مالا مال کیا تھا اِسی لئے آپ ہمیشہ حکمرانوں اور امرا سے دور ہی رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ ایک مرتبہ خلیفہ مہدی کے حکم سے مجبور ہو کر آپ کو دربار میں آنا پڑا۔ دربار میں آتے ہوئے آپ نے حسب دستور خلیفہ کی کوئی خاص تعظیم نہیں کی بلکہ جس طرح عام مسلمان کو دوسرا مسلمان سلام کرتا ہے اُسی طرح آپ بھی سلام کر کے بیٹھ گئے۔

خلیفہ مہدی کا وزیر ربیع بھی اُس وقت دربار میں موجود تھا۔ اُسے امام صاحب کا یہ طرز عمل بہت ہی ناگوار گزرا اور اُس نے خلیفہ کی جانب اِس انداز سے دیکھا کہ اگر خلیفہ ذرا بھی اشارہ کر دے تو ربیع امام صاحب کو ابھی وقت شاہی توہین کے جرم میں قتل کر دے لیکن خلیفہ مہدی نے وزیر کی جانب کوئی توجہ نہیں دی اور امام صاحب سے مخاطب ہو کر کہا "آپ مجھ سے بہت دور دور رہتے ہیں مگر اس وقت میرے قبضہ اور اختیار میں ہیں بتائیے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے"۔ امام صاحب نے فوراً ہی جواب دیا "جو سلوک بھی آپ چاہیں کریں لیکن اتنا سوچ لیں کہ آپ کے علاوہ بھی ایک اور حاکم بالا ہے جس کے قبضۂ قدرت میں ساری کائنات ہے آپ آج میرے ساتھ یا کسی دوسرے شخص کے ساتھ جو بھی سلوک کریں گے اُس کے لئے جواب دہ ہونا ہوگا"۔

امام صاحب کی جانب سے یہ سخت جواب سن کر وزیر ربیع کا غصہ ضبط سے باہر ہو گیا۔ اور تلوار لئے آگے بڑھا اور بولا "امیر المومنین مجھے اجازت دیجئے کہ میں اِسی وقت اس گستاخ ملا کی گردن اتار دوں گا"

خلیفہ مہدی نے ڈانٹ کر کہا "تمہیں اِس معاملے سے کوئی واسطہ نہیں تم خاموش رہو۔ بھلا اُس شخص سے بڑھ کر بدبخت کون ہو سکتا ہے جو خاصان خدا کے ساتھ بدسلوکی کرے"۔ اِس کے بعد وزیر کو کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔

خلیفہ مہدی بڑی دیر تک دینی معاملہ میں امام صاحب سے تبادلہ خیالات کرتا رہا اور امام ثوری سے اسقدر خوش ہوا کہ اُن کے لئے کوفہ کے عہدہ قضاۃ کا فرمان اُسی وقت لکھوا کر دیدیا۔ اور آپ کو بڑے اعزاز اور احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ لیکن امام صاحب کی بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ قصر خلافت سے نکلتے ہی اُنھوں نے فرمان شاہی کو پھاڑ کر دریائے دجلہ میں ڈال دیا اور کوفہ واپس چلے گئے۔

ہارون الرشید اور حضرت امام مالک

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے گیا خلیفہ کے دونوں صاحبزادے امین و مامون بھی ساتھ تھے۔ اُس زمانہ میں مشہور فقیہ و محدث حضرت امام مالک مسجد نبوی میں درس دیا کرتے

تھے۔ اور دنیائے اسلام کے تشنگان علم جوق درجوق حاضر ہو کر آپ کے دریائے علم سے فیضیاب ہوتے تھے۔

ہارون الرشید کو خیال آیا کہ اُس کے بیٹے بھی اِس لازوال دولت سے محروم نہ رہیں لہٰذا اُس نے حضرت امام مالکؒ کے پاس کہلا بھیجا کہ "میری تمنا ہے کہ امین و مامون بھی آپ کے دریائے علم سے فیضیاب ہوں لیکن شہزادوں کا ایک عام تعلیم گاہ میں بھیجنا میں مناسب نہیں سمجھتا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ تھوڑی دیر کے لئے خود تشریف لا کر انہیں تعلیم دے دیا کریں"

حضرت امام مالکؒ نے جواب میں لکھا کہ "امیرالمومنین یہ علم آپ ہی کے گھرانے سے نکلا ہے۔ اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ یہ ذلیل ہو تو آپ کی مرضی ہے" یہ جواب سُن کر خلیفہ نے کہلا بھیجا "جناب کو یہاں آنے میں اگر عذر ہے تو شہزادے وہیں حاضر خدمت ہو جایا کریں گے مگر اتنا خیال رکھا جائے کہ اِن کے درس کے وقت دوسرے طلبا موجود نہ ہوں" حضرت امام مالک رح نے جواب دیا "افسوس کہ میں اِس حکم کی تعمیل سے معذور ہوں آپ کو معلوم ہے کہ اسلام مساوات کی تعلیم دیتا ہے۔ بھلا میں مسجد نبوی میں بیٹھ کر اس تعلیم سے کیونکر انحراف کر سکتا ہوں"

خلیفہ ہارون الرشید حضرت امام مالکؒ کی اِس حق گوئی سے بے حد خوش ہوا۔ اور اُس نے امین و مامون کو حضرت امام مالک رح کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جہاں یہ دونوں شہزادے عام مسلم بچوں کے ساتھ عرصہ دراز تک تحصیل علم کرتے رہے۔

حضرت فضیل کی خلیفہ کو نصیحت

خلیفہ ہارون الرشید اپنے وزیر فضل برمکی کے ساتھ نامور بزرگ فضیل بن عیاض کے مکان پر گیا اور دروازہ پر دستک دی۔ حضرت فضیل نے دریافت کیا "کون ہے؟" وزیر نے کہا "امیرالمومنین تشریف لائے ہیں" حضرت فضیل نے اندر ہی سے جواب دیا کہ "یہاں امیرالمومنین کا کیا کام ہے واپس چلے جائیں"

خلیفہ اجازت کے بغیر خود ہی مکان میں داخل ہو گیا اور حضرت فضیل کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا "مجھے کچھ نصیحت فرمائیے" حضرت فضیل نے کہا "اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اور اُس کی بارگاہ میں جواب دہی کے لئے تیار رہو۔ اگر کوئی بڑھیا بھی کسی رات بھوکی رہ جائے گی تو قیامت کے دن تمہارا دامن پکڑے گی یہ نہ بھولو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بیشتر حکمران جہنم میں ہوں گے۔ جہنم کی آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ"

خلیفہ ہارون الرشید پر یہ باتیں سن کر رقت طاری ہو گئی اور اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ خلیفہ کی یہ حالت دیکھ کر وزیر نے حضرت فضیل سے کہا کہ "آپ اِن نصیحتوں کو ختم کیجئے آپ نے تو امیرالمومنین کو مار ہی ڈالا" حضرت فضیل نے فرمایا "میں نے نہیں بلکہ تم نے اور تم جیسے دوسرے لوگوں نے ہارون کو ہلاکت کے قریب پہنچا دیا ہے"

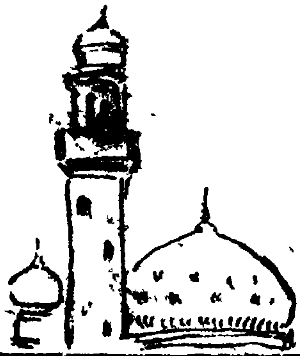
خلیفہ نے چلتے وقت حضرت فضیل سے کہا کہ "اگر آپ پر کسی قسم کا کوئی قرض ہو تو بتا دیجئے تاکہ وہ ادا کر دیا جائے" حضرت فضیل نے کہا "خدا کا شکر ہے کہ بندوں کا تو کوئی قرض ہے نہیں۔ البتہ اللہ کا قرض ضرور ہے یعنی صحیح معنوں میں اسکی عبادت نہ ہو سکی اور یہ قرض تم پر بھی ہے جسے تم بھی ادا نہیں کر سکے ہو"

ہارون بے حد متاثر ہوا اور اُس نے ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی پیش کرتے ہوئے کہا "یہ میری والدہ کی میراث ہے جو بالکل پاک ہے اِسے آپ قبول فرمالیں" حضرت فضیل نے خفا ہو کر فرمایا "ہارون مجھے افسوس ہے کہ میری نصیحتوں نے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ تمہیں یہ رقم اُس شخص کو دینی چاہئے جسے اِس کی ضرورت ہو لیکن تم اُسے دے رہے ہو جسے اِس کی ضرورت نہیں کاش تم ضرورت مندوں کو پہچان سکتے"

خلیفہ ہارون رشید اور وزیر فضل برمکی خاموشی سے اٹھے اور روانہ ہو گئے۔ اور حضرت فضیل بن عیاض نے اُن کے جاتے ہی اپنا دروازہ بند کر لیا۔

دین دنیا کے پرچے محفوظ رکھیے

بڑے بڑے اہم واقعات کو دین دنیا میں بڑی تلاش و محنت سے سپرد قلم کئے جاتے ہیں۔ اِس لئے دین دنیا کے تمام پرچوں کو محفوظ رکھئے۔



تہذیب کا سبق اسلام نے پڑھایا

اسلام نے دنیا کی تہذیب پر گہرا اثر ڈالا ہے

(از پروفیسر محی الدین ایم۔ اے)

اسلام دیگر مذاہب کی طرح صرف عبادت اور ریاضت کا مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسا انقلابی مذہب ہے جس نے کہ دنیا کی تہذیب و تمدن پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے۔ جناب پروفیسر محی الدین نے ذیل کے مقالہ میں اسلام کے اسی پہلو پر بحث کی ہے۔

دنیا کے تمام مذاہب میں یہ خصوصیت صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے اپنے ماننے والوں ہی کو نہیں بلکہ نہ ماننے والوں کو بھی تہذیب شائستگی اور اعلیٰ انسانی قدروں سے آشنا کیا ہے۔ اسلام کی اسی خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے ممتاز فرانسیسی مورخ موسیو سیدیو نے لکھا ہے "اسلام دنیا کا ایک انقلابی مذہب ہی نہیں بلکہ ایک ایسی شائستہ تہذیب کا علمبردار بھی ہے جو اس کے ظہور کے وقت دنیا کے کسی حصہ میں بھی موجود نہیں تھی۔ اسلام کی لائی ہوئی تہذیب صرف مسلمانوں ہی پر اثر انداز نہیں ہوئی تھی بلکہ اس نے غیر مسلموں کو بھی متاثر کیا تھا۔ اور یورپ تو خصوصیت کے ساتھ اسلامی تہذیب سے بہت زیادہ متاثر ہوا ہے"

دنیا کے بڑے بڑے مفکرین اس بات پر پوری طرح متفق الرائے ہیں کہ کوئی بھی سیاسی، معاشرتی یا تہذیبی انقلاب محض قوت اور طاقت کے بل پر جو لایا جاتا ہے وہ بالکل عارضی اور وقتی ثابت ہوتا ہے اس لئے اسلام نے جو ایک فطری مذہب ہے اس نے اصلاح اور انقلاب کی بنیاد ذہنی انقلاب پر رکھی تھی اور اس میں اسلام کا لایا ہوا تہذیبی انقلاب بھی شامل ہے۔

اسلام کا لایا ہوا ہر انقلاب خواہ وہ سیاسی ہو، معاشی ہو یا تہذیبی ہو محض اس لئے کامیاب ہوا ہے کیوں کہ اس نے انسانی ذہنوں کو بے حد متاثر کیا تھا۔ اور جب ہم اس تاریخی حقیقت پر نظر ڈالتے ہیں کہ یہ تہذیبی انقلاب اُن عربوں کے توسط سے عمل میں آیا تھا جو اسلام قبول کرنے سے قبل خود بھی غیر مہذب اور پس ماندہ تھے تو یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ اُن کے ذریعہ سے دنیا جس تہذیب و ترقی سے آشنا ہوئی ہے وہ عربوں کی نہیں بلکہ اسلام کی عطا کردہ تھی۔ اسلام ہی نے اُن کے دل و دماغ کو بدل ڈالا تھا۔

اسلام سے پہلے کی دنیا کیا تھی۔ اور ظہور اسلام کے بعد کی دنیا کیسی بن گئی تھی اس کا اندازہ ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر کے بیان سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ ولیم ڈریپر لکھتا ہے کہ "یورپ کی تہذیب کو نکھارنے میں اسلام کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اسلامی اثرات قبول کرنے سے پہلے یورپ کا بڑا حصہ گھنے جنگلوں اور دلدلوں سے بھرا ہوا تھا۔ اِن دلدلوں سے اُٹھ اٹھ کر بخارات وبائی امراض پھیلانے کا سبب بنتے تھے۔ پیرس اور لندن جیسے بڑے بڑے شہروں میں بھی پختہ مکانات تقریباً مفقود تھے۔ لوگ عموماً لکڑی کے مکانوں پر گھاس پھوس ڈال کران میں زندگی بسر کرتے تھے۔ اِن مکانوں میں کھڑکیاں اور روشن دان نہیں ہوتے تھے۔ اور ان میں مرد عورتیں بچے حتیٰ کہ مویشی بھی ایک ساتھ رہتے تھے۔ یورپ کے باشندے صحت و صفائی کے تصور سے بھی آشنا نہیں تھے۔ اور اُن کے گھروں کے سامنے کوڑے کرکٹ کے انبار لگے رہتے تھے۔ عوام ہی کا نہیں بلکہ امرا اور رؤسا کا حال بھی تقریباً یہی تھا"

ڈاکٹر جان ڈریپر نے عہدِ وسطیٰ کے یورپ کا جو نقشہ پیش کیا ہے اُس کے مقابلہ میں جب ہم اُسی عہد کی اسلامی دنیا کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اِن دونوں کے حالات میں زمین و آسمان کا فرق تھا چنانچہ اُس عہد کے واقعات نگاروں نے مسلم ممالک کے جو حالات قلم بند کیے ہیں اُن میں سے محض مسلم اسپین کے حالات کا خاکہ پیش کر دینا اس لئے زیادہ دلچسپ اور مفید ہے کیونکہ یہ ملک برِ اعظم یورپ ہی میں واقع تھا۔ اور وہاں اُس زمانے میں مسلمانوں کی حکومت قائم تھی۔

اُس دور کے تمام غیر مسلم یورپین مورخوں کا متفقہ بیان یہ ہے کہ ایک طرف تو یورپ کے باشندے جہالت اور تہذیبی پس ماندگی میں مبتلا تھے اور دوسری طرف اسپین کی مسلم ریاست میں تہذیب اور شائستگی کی وہ شمعیں جل رہی تھیں جن کی روشنی اسپین کی سرحدوں سے نکل کر گرد و پیش کے یورپین ملکوں کو بھی روشن کر رہی تھیں۔ مسلمانوں نے اسپین میں وہ عالیشان اور بے مثال قصر تعمیر کیے تھے جو تہذیب و تمدن کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ اور جن کے کھنڈر آج بھی اپنی عظمت و شوکت کی گواہی دے رہے ہیں۔ اسپین کے باغات نے ملک کو چمن زار بنا دیا تھا۔ مسلمانوں نے پورے ملک میں چھوٹی بڑی سڑکوں کا جال بچھا دیا تھا۔ یہ سڑکیں پختہ تھیں انہیں صاف ستھرا اور رات کے وقت بڑی بڑی قندیلوں سے روشن رکھا جاتا تھا۔ اِن کی وجہ سے نہ صرف سفر میں آسانی پیدا ہو گئی تھی۔ بلکہ اِن کے ذریعہ تجارت اور صنعت و حرفت کے فروغ میں بھی بڑی مدد ملی تھی

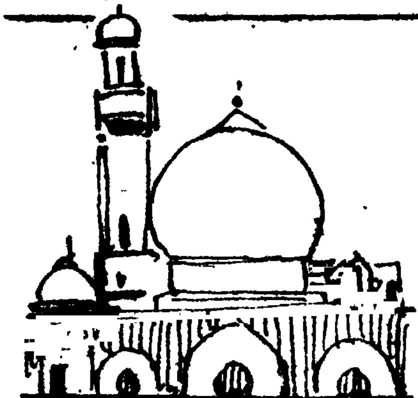
تہذیب اور شائستگی کے اِن عظیم اور روشن مادی نقوش و آثار کے علاوہ اسپین اُس ذہنی انقلاب کا آئینہ دار بھی تھا۔ جو اسلام اور اُس کی تہذیب کی بنیادی خصوصیت ہے۔ چنانچہ مسلمان مورخوں سے قطع نظر خود عیسائی اہلِ علم نے اِس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے ڈاکٹر جان ڈریپر کے الفاظ میں اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے دور کا اسپین نہ صرف مادی ترقیوں کے اعتبار سے اعلیٰ مقام پر پہنچا ہوا تھا بلکہ وہاں انسانیت اور اخلاق کی اُن اعلیٰ قدروں کو بھی انتہائی فروغ حاصل ہو چکا تھا۔ جنہیں آج بھی یورپ میں تکمیل کی منزل تک پہنچنا نصیب نہیں ہو سکا ہے۔

مثال کے طور پر اسپین کی حکومت اگرچہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھی لیکن اُن کی حکومت میں مسلمانوں اور عیسائیوں میں کوئی امتیاز نظر نہیں آتا تھا۔ بلکہ مسلمانوں نے وہاں متحدہ قومیت کی بنیاد رکھ دی تھی۔ مسلمان عیسائی اور یہودی یکساں شہری زندگی بسر کرتے تھے۔ وہاں نہ کوئی حاکم تھا نہ محکوم سب لوگ آپس میں محبت اور بے تکلفی سے ملتے تھے۔ اور شہری حقوق سے یکساں فائدہ اٹھاتے تھے۔

اسپین میں دنیا کے ممتاز دارالعلوم قائم تھے اور اُن کے دروازے اسپین ہی کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لئے نہیں بلکہ پورے یورپ کے طلبا کے لئے کھلے ہوئے تھے۔ جہاں ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم گاہوں میں نہ صرف تعلیم بالکل مفت دی جاتی تھی بلکہ طلبا کی تعلیمی ضرورتوں نیز قیام و طعام کے مصارف بھی حکومت ہی برداشت کرتی تھی۔ حتیٰ کہ بعض حالات میں یورپین طلبا کے مصارف سفر بھی حکومت ہی کی طرف سے ادا کئے جاتے تھے۔

مختصر یہ کہ اسپین دسویں صدی عیسوی کا وہ یورپین ملک تھا جو مسلمانوں کی بدولت اعلیٰ درجہ کی تہذیب اور شائستگی کا مرکز اور منبع بن گیا تھا اور جہاں سے جاری ہونے والے تہذیب کے چشموں نے پورے یورپ کو سیراب کر کے اُس تہذیب کی بنیاد رکھی تھی۔ جس پر آج پوری مغربی دنیا ناز کر رہی ہے۔

ایک یورپ ہی پر کیا موقوف ہے مسلمان دنیا کے جس حصہ میں بھی گئے، اُسے تہذیب و ترقی کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ یہی سب کچھ افریقہ میں ہوا اور یہی ایران و ہندوستان میں ہوا۔ اور اُس کی وجہ یہ کہ اسلام صرف روحانی تعلیمات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اسلام تہذیب و ترقی کا بہترین لائحہ عمل بھی ہے۔ کیونکہ اسلام دین سے پہلے دنیا کو سنوارنا چاہتا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اُس نے دنیا کو سنوارنے میں بہت بڑی مدد دی ہے۔ چنانچہ اسلام سے صرف مسلمانوں ہی نے نہیں بلکہ غیر مسلموں نے بھی بہت کچھ سیکھا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ پوری دنیا نے اسلام ہی سے تہذیب و ترقی کا سبق پڑھا ہے



ہندوستان میں اسلام کا داخلہ

ہند اور عرب کے تعلقات زمانہ قدیم سے قائم ہیں

(از مولانا سید سلیمان ندوی)

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ہند اور عرب کے تعلقات زمانہ قدیم سے قائم ہیں چنانچہ جب مسلمان اِس ملک میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو اسلام ہندوستان کے مختلف علاقوں میں پھیل چکا تھا۔ ذیل کے فاضلانہ مقالہ میں مولانا سید سلیمان ندوی نے ہندوستان میں اسلام کے داخلہ پر بڑی خوبی سے روشنی ڈالی ہے۔

ہمارے ملک میں یہ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ اِس ملک میں اسلام فاتحان اسلام کے ساتھ داخل ہوا تھا۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کا سب سے پہلا اور قدیم سبب عربوں اور ہندوؤں کا تجارتی میل جول تھا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ عرب تاجروں اور ساحل ہند پر آباد ہندو سوداگروں میں باہم تعلق زمانہ قدیم سے قائم تھا بلکہ اس کا آغاز ظہور اسلام سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عربوں کے اقتدار اور عرب قوم کی تنظیم نے اِن تعلقات کو اور زیادہ مصبوط اور مستحکم بنا دیا تھا۔

طلوع اسلام سے پہلے جو عرب تاجر ہندوستان کے ساحلی مقامات پر آتے تھے وہ اپنے ساتھ روزمی مال و اسباب اور مصنوعات اِس ملک میں لاتے تھے۔ لیکن طلوع اسلام کے بعد اپنی سب سے قیمتی متاع جو پیغمبر عربی کے وسیلہ سے اُنہیں ملی تھی وہ بھی اپنے ساتھ لانے لگے۔ اور اِس طرح اِس ملک میں مسلم تاجروں کے ذریعہ اسلام پھیلنا شروع ہو گیا اور یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ اسلامی تعلیمات کی جنوبی ہند میں بڑی پذیرائی ہوئی۔ چنانچہ اب عرب تاجر یہاں اپنا سامان فروخت کر کے یہاں سے صرف مسالوں خوشبوؤں تلواروں اور کپڑوں کا سامان ہی لے کر نہیں جاتے تھے بلکہ وہ ہندوستان کے باشندوں کی محبت بھی لے کر جاتے تھے۔ اور اسطرح ہند اور عرب کے تعلقات اِس ملک میں نئے زاویہ نظر سے اور بھی بڑھنے لگے تھے۔

نوبت یہاں تک پہنچی کہ اب عرب تاجروں نے ہندوستان کی اُن عورتوں سے جو مسلمان ہو چکی تھیں شادیاں بھی کرنی شروع کر دیں چنانچہ ملیبار میں موپلا اور نوابت اِن ہی عرب تاجروں کی یادگار نسل سے ہیں اور یہی ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کے سب سے پہلے داعی اور مبلغ ہیں۔ اِنھوں نے جس آہستگی۔ سکون اور خاموشی سے اِس فرض کو انجام دیا ہے عیسائی مشنری اور انگریز مورخین تک اُن کی لگن اور قابلیت تک کے معترف ہیں۔

ہندوستان میں اسلام کے داخلہ کا دوسرا راستہ سندھ ہے سندھ کا علاقہ مدت دراز سے شاہان ایران کا باجگزار تھا۔ جاٹ اور میڈی قوم کے لوگ سندھ کی فوج میں سپاہی تھے۔ عربوں کے اقتدار کے بعد جب ایران کا تخت مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تو ایران کی گذشتہ سلطنت کے ترکہ کے طور پر سندھ بھی اُن کے ہاتھ آ گیا۔ لیکن سندھ کا راجہ چونکہ باغی ہو گیا تھا اِس لئے محمد بن قاسم نے حملہ کر کے سندھ کو فتح کر لیا۔ یہ علاقہ بہت وسیع تھا جو بلوچستان اور کراچی سے لیکر ملتان تک پھیلا ہوا تھا۔ مگر سندھ پر محمد بن قاسم اور اس کے جانشینوں کا اقتدار بہت جلد ختم ہو گیا۔ یعنی اُس نے سو برس کا زمانہ بھی نہیں پایا۔ لیکن اِس مختصر دور میں اسلام خوب پھولا پھلا۔

ہندوستان میں اسلام کی آمد کا تیسرا مشہور راستہ درہ خیبر کا ہے جس سے اسلام اپنے ظہور کے چار سو برس بعد محمود غزنوی کے ساتھ

یہاں داخل ہوا۔ غزنوی دورِ حکومت کے بعد سلطان محمد غوری کے عہد سے ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا ایک نیا دور شروع ہوا — شہاب الدین غوری اور محمد بن قاسم کے ارادوں میں یکسانیت پائی جاتی ہے جس طرح محمد بن قاسم سندھ میں اور ہندوستان میں ایک مضبوط اسلامی حکومت کے قیام کا خواہش مند تھا بالکل اسی طرح — شہاب الدین غوری بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ ہندوستان میں ایک نہایت ہی مستحکم حکومت قائم کر دے چنانچہ محمد غوری نے محمود غزنوی کی طرح محض ہندو راجاؤں کو باجگذار بنانے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ ہندوستان میں اپنے عمال مقرر کرکے غوری حکومت کو برابر وسعت دیتا چلا گیا۔ اس نے صرف صوبہ سندھ، پنجاب اور شمالی ہند پر ہی قناعت نہیں کی بلکہ اس کی فتوحات کا سلسلہ دائرہ بنگال تک پھیل چکا تھا — محمد بن قاسم سے لیکر شہاب الدین غوری کے دورِ حکومت تک پانچ سو سال کے اندر ہندوستان میں جتنی بھی مسلم حکومتیں قائم ہوتی رہیں ان سب کی حیثیت ماتحت حکومتوں کی تھی۔ یعنی ان کا اصل مرکز یا تو دمشق میں تھا یا بغداد میں یا غزنین میں تھا۔ لیکن غوری حکومت کے بعد جب ہندوستان میں سلطان قطب الدین ایبک کی حکومت قائم ہوئی جو خاندان غلامان کی حکومت کے نام سے تاریخ میں مشہور رہے تو ہندوستان میں اسلامی فرمانروائی کا ایک نیا دور شروع ہوا یعنی ہندوستان کی اسلامی حکومت کو ایک خودمختارانہ حیثیت حاصل ہو گئی اور اس کے بعد ہندوستان میں جتنے بھی حکمران برسرِ اقتدار رہے خواہ وہ خلجی ہوں یا تغلق۔ سید ہوں یا لودھی یا مغل یہ سب ہی خودمختار حکمران تھے — اور ان سب ہی کے دور میں اسلام کو ہندوستان میں خوب فروغ حاصل ہوا۔ لیکن ان میں سے کسی مسلم حکمران نے تبلیغِ اسلام کیلئے کوئی جدوجہد نہیں کی یہاں تک کہ ان کی حکومتوں میں تبلیغِ اسلام کا کوئی شعبہ ہی قائم نہیں کیا گیا لیکن اس کے باوجود بھی اسلام ہندوستان میں پھیلتا رہا۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ جب مسلمانوں نے بطور فاتح ہندوستان میں قدم رکھا تھا۔ یہاں اس زمانہ میں ویدک دھرم نہیں بلکہ بودھ دھرم [illegible] تھا۔ عرب میں اسلام کی پیدائش اور ہندوستان میں بودھ مذہب کا زوال ساتھ ساتھ شروع ہوا تھا۔ تاہم اس کو مٹتے مٹتے بھی ایک زمانہ لگ گیا تھا۔ عرب مسلمان جب ملیبار، سیلون، سندھ، گجرات اور کوکن وغیرہ میں آئے ہیں تو ان کا مقابلہ ویدک دھرم کے ہندوؤں سے نہیں بلکہ بودھ دھرم اور جین مت کے ماننے والوں سے ہوا تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ترکستان سے کابل تک اور پنجاب کشمیر سے سندھ تک بودھ دھرم اور گجرات وغیرہ کے ساحلی علاقوں میں جین مت غالب تھا۔ اس کے علاوہ ملیبار اور مدراس کے اطراف میں بھی ویدک دھرم یعنی برہمنزم کے پیرو لوگ نہیں تھے۔ بلکہ زیادہ تر ہندوستان کے وہ اصلی باشندے تھے جن کو [illegible] سے آنے والے طاقتور [illegible] نے ہندوستان سے نکال دیا تھا یا وہ خود ان سے مرعوب ہو کر اور بھاگ کر جنوبی ہند کے دور دراز علاقوں میں جا کر آباد ہو گئے تھے۔ مقصد یہ ہے کہ جب شروع میں اسلام ہندوستان میں داخل ہوا تھا تو اس کا مقابلہ ویدک دھرم یعنی برہمنزم سے نہیں تھا بلکہ بودھ دھرم اور جین مت سے تھا جو خود اس زمانہ میں رو بہ زوال تھا۔ اس لئے اسلام کو اپنی پیش رفت میں بڑی مدد ملی تھی۔ یہاں تک کہ جنوبی ہند کے خود ہندو راجاؤں نے جن میں ملیبار کا راجہ بھی شامل تھا مسلمانوں کی دل کھول کر سرپرستی کی تھی جس سے کہ اسلام کی پیش رفت میں بڑی آسانی پیدا ہو گئی تھی

ملیبار اور اس کے اطراف میں جو پرانی قوم آباد ہے اسے نائر کہتے ہیں یہ عام ہندوؤں سے بالکل مختلف ہیں۔ ان میں کوئی صحیح اور باقاعدہ مذہب ایسا نہ تھا جو اسلام کا مقابلہ کر سکتا۔ ان کا عام برہمن جن کا بودھ ازم کے مقابلہ میں زور پڑ گیا تھا نہایت ذلیل سمجھتے تھے۔ اور ان سے چھوت چھات کرتے تھے تاریخ "تحفۃ المجاہدین" میں ہے کہ اگر کوئی اونچی ذات کا ہندو ان سے چھو جاتا تھا تو جب تک وہ غسل نہیں کر لیتا تھا۔ اس کے ساتھ کوئی ہندو کھانا نہیں کھاتا تھا اور بعض اوقات اسے [illegible] سے خارج کر دیا جاتا تھا۔ اور نکالے جانے کے بعد اسے غلاموں اور نیچ لوگوں کی زندگی گزارنی پڑتی تھی۔ اور آج بھی ان اطراف میں بالکل یہی حالت ہے اور ہم روز سنتے ہیں کہ جنوبی ہند میں برہمن اور غیر برہمن کی لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں اسی طرح یہاں کی عورتوں پر یہ ظلم ہے کہ وہ ایک وقت کئی کئی شوہروں کی تابعدار ہیں۔ اور ہر ایک کو خوش رکھنا ان کا فرض ہے۔

الغرض جب مسلمان تاجر ادھر آئے تو ان مظلوم فرقوں کو اچھا خاصہ ایک امن کا سایہ دکھائی دیا مسلمان تاجروں نے انہیں نوکر رکھا۔ ان سے تعلقات بڑھائے۔ ان کی عورتوں سے شادیاں کیں۔ اور اسی طرح نیچ قوم کے لوگوں نے بھاگ بھاگ کر اسلام کے دامن میں پناہ لینی شروع کی۔ اور یہی لوگ جب مسلمان ہو کر دوسرے مسلمانوں کی (باقی مضمون صفحہ ۴۴ پر)

مفلسی، مصیبت، بیماری اور پریشانی کا مجرب علاج



اعمال و وظائف کی بے پناہ طاقت

اولیائے کرام کے وہ پانچسو مجرب اعمال و نقوش جنھوں نے ہزاروں مایوسوں کی قسمتوں کو بدل دیا

یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدا نے اعمال و وظائف یعنی اللہ کے کلام میں وہ بے پناہ طاقت پوشیدہ رکھی ہے کہ اعمال کو اگر صحیح طریقہ پر پڑھا جائے یا نقوش کو صحیح اوقات میں لکھا جائے لٹکایا جائے تو لوگوں کی قسمتیں بدل جاتی ہیں بیماری اور مفلسی سے حیرت انگیز طریقہ پر نجات مل جاتی ہے بگڑے ہوئے تمام کام آن کی آن میں درست ہو جاتے ہیں اور اعمال کے پڑھنے والے نہ صرف مالا مال ہو جاتے ہیں بلکہ محبوب خلائق بھی بن جاتے ہیں لیکن اعمال و وظائف کی پوشیدہ طاقت صرف اسی حالت میں اپنا کرشمہ دکھاتی ہے جبکہ اعمال و وظائف کو اولیائے کرام کے بتائے ہوئے صحیح طریقہ پر پڑھا جائے اور نقوش کو صحیح اوقات میں بزرگان دین کے مقرر کردہ طریقوں پر لکھا جائے۔ لہذا جو حضرات اعمال و وظائف کا زندہ کرشمہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ آج ہی اس فن پر سب سے مستند کتاب "عملیات" منگائیں جس کو ایک زبردست عالم دین نے پچاس سال کی جستجو کے بعد مرتب کیا ہے۔

عملیات

(مرتبہ مولانا سید ظہور احمد شاہجہانپوری)

فی الحقیقت اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر سب سے مستند کتاب ہے جس میں اعمال و وظائف کے بارے میں مکمل معلومات ہے برجوں اور سیاروں کی پوری تفصیل ہے ہر شخص کا طالع جاننے کے طریقے درج ہیں۔ سیاروں کو سخر کرنے کے اعمال درج ہیں اور اعمال حسنہ پر مکمل بحث ہے بے شمار محبت کے اعمال درج ہیں لا تعداد عداوت کے اعمال درج ہیں کشائش رزق، تسخیر محبوب اور چوری کی شناخت کامیابی مقدمات اور مختلف امراض کیلئے اولیائے کرام کے بتائے ہوئے سینکڑوں اعمال و نقوش درج ہیں۔

کتاب عملیات کے خاص خاص ابواب یہ ہیں

باب اول :- ابتدائی معلومات :- اس میں حروف تہجی کے اعداد و شمار برجوں کے رنگ و زائچے، سیاروں کی رفتار اور مقامات کی تفصیل درج ہے۔

باب دوم :- اعمال حسنہ :- اس میں اسمائے حسنہ کے موکلوں کے اعداد و اقسام اور اسمائے جلالی و جمالی نیز ان کے نقوش و اعمال درج ہیں۔

باب سوم :- اعمال محبت :- اس میں محبوب کو قابو میں کرنے کیلئے اسم یا ودود کا عمل، عمل اسم الہی، سرمہ محبت، تصور محبوب کا عمل، قرآنی اعمال اور بے شمار محبت کے نقوش ہیں۔

باب چہارم :- عملیات عداوت :- اس میں دشمن کے شر اور فساد سے بچنے کیلئے اور اس پر جوابی حملہ کرنے کے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب پنجم :- کشائش رزق :- اس میں مفلسی اور بیکاری کو دور کرنے کیلئے اور خوشحال بننے کیلئے لا تعداد تیر بہدف اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ششم :- تسخیر خلائق :- اس میں مخلوق خدا میں ہر دلعزیز بننے کے لئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہفتم :- تسخیر حکام :- اس میں حکام کی تسخیر کیلئے اور کامیابی مقدمات کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہشتم :- چوری کی شناخت اس میں چوری کی شناخت اور مال مسروقہ کی بازیافت کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں

باب نہم :- گمشدہ کی واپسی :- اس میں گمشدہ کی واپسی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جن سے گمشدہ یقینی طور پر واپس آجاتا ہے۔

باب دہم :- مختلف امراض کے لئے :- اسمیں ایسے مایوس العلاج مریضوں کی صحتیابی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جنھیں حکیم و ڈاکٹر جواب دے چکے ہیں۔

باب یازدہم :- اولاد کیلئے :- اس میں بزرگان دین کے مجرب اعمال و نقوش درج ہیں جن کے طفیل میں بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں۔

باب دوازدہم :- حل مشکلات :- اسمیں پریشانی اور مشکلات سے نجات حاصل کرنے کیلئے نہایت مجرب اور آزمودہ اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب سیزدہم :- فالنامہ غوث الاعظم :- اس فالنامے کے ذریعہ سچی فال نکالی جا سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر یہ اردو کی پہلی کتاب ہے جس کو بڑی تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے۔ اور جس میں اولیائے کرام اور بزرگان دین کے سینکڑوں نہایت مجرب اعمال و نقوش درج ہیں۔ قیمت مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف سات روپے پچاس پیسے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی ——— جامع مسجد دہلی 6

ساٹھ نہایت مستند اسلامی کتابوں کی روح

ایک زبردست اور شاندار

اسلامی انسائیکلوپیڈیا



اعلیٰ تعلیم اور منصب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مسلمان دن بدن اسلام سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں اور ناواقفیت کی بنا پر ایسے عقیدے کر بیٹھتے ہیں جو کھلا ہوا شرک اور کفر ہوتا ہے مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی سے بچانے کے لئے ہم نے حال ہی میں فقہ کی ساٹھ مستند کتابوں کی مدد سے ایک ایسی جامع کتاب شائع کی ہے جس میں دس ہزار سے زیادہ ایسے دینی اور دنیاوی معاملات پر بحث کی گئی ہے جن سے ہر مسلمان کا روزانہ واسطہ پڑتا رہتا ہے یہ مستند اور جامع کتاب حال ہی میں

فلاح دین و دنیا کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ اس جدید اڈیشن میں بہت سے نئے عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لئے کوئی ایسی دینی اور دنیاوی مشکلات نہیں جو موجود نہ ہو اس میں اسلام کے فضائل اور عقائد کی تفصیل ہے اس میں عبادات اور اعمال و وظائف کا لاجواب ذخیرہ ہے۔ اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت کا درس موجود ہے غرض کہ اس کتاب میں ایک مسلمان کیلئے پیدائش سے لیکر موت تک کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اسلامی نقطۂ نظر سے کھانے پینے اور رہائش، میل جول اور حفظان صحت تک کے اصول درج کر دئے گئے ہیں جس گھر میں یہ کتاب ہوگی اس گھر میں ایک زبردست عالم دین اور تجربہ کار دنیاوی مشورہ دینے کے لئے ہر وقت موجود رہے گا۔ یہ کتاب نہیں ہے بلکہ ایک زبردست اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں پوری اسلامی لائبریری کے برابر مواد موجود ہے

اسمیں چودہ ابواب ہیں جن میں سے ہر باب اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے

باب اول: فضائل اسلام:۔ اس میں اسلام کے فضائل اسلام کے دین فطرت ہونے کا ناقابل تردید ثبوت اور اسلام کے بارے میں غیر مسلم مشاہیر کے بلند و بالا خیالات درج ہیں۔

باب دوم: عقائد اہل سنت والجماعت:۔ اس میں اسلامی عقائد کے بنیادی اصول اور یہ مضامین درج ہیں ذات و صفات الٰہی عرش و کرسی لوح و قلم، فرشتے حضرت جبرئیل و میکائیل، اسرافیل، عزرائیل، منکر نکیر، کراماً کاتبین، قبر میں سوال نکیرین علامات قیامت ظہور امام مہدی، دجال اور حضرت عیسیٰ کا نزول یاجوج ماجوج۔ مغرب سے طلوع آفتاب، قیامت صغریٰ، قیامت کبریٰ صور پھونکنے کا ذکر، میدان حشر، حساب و کتاب پلصراط دوزخ جنت، رسول مقبول صلعم کی فضیلت آپ کی زندگی کے حالات، ازواج مطہرات، خلفائے راشدین، اولیاء اللہ پیران طریقت موت و حیات وغیرہ

باب سوم: اسلامی عبادات:۔ اس میں عبادات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً وضو، غسل، تیمم، نماز پنجگانہ، نماز مسافر، نماز جمعہ۔ نماز عیدین، نماز اشراق نماز چاشت، جنازے کی نماز، اعتکاف، فضائل ماہ رمضان المبارک، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے جملہ مسائل درج ہیں۔

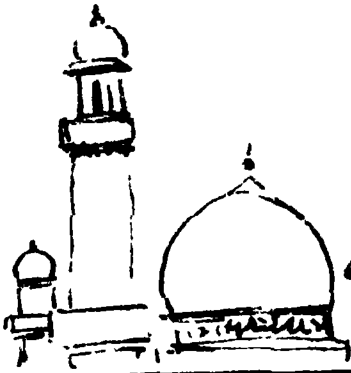
باب چہارم: اعمال و وظائف:۔ اس میں سال کے تین سو ساٹھ دن میں تاریخوار پڑھنے کیلئے وہ مستند اعمال و وظائف درج ہیں جو بزرگان دین اور اولیاء اللہ کا معمول رہے ہیں۔ نیز بزرگان دین کی ولادت اور رحلت کی تاریخیں بھی درج ہیں۔

باب پنجم: حلال و حرام جانور ذبح و شکار:۔ اس میں حلال و حرام جانور اور ذبح و شکار کے مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

باب ششم: اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق:۔ اس میں حقوق اللہ حقوق آنحضرت صلعم، حقوق صحابہ، حقوق اہلبیت، حقوق پیران طریقت والدین اور بیوی بچوں کے حقوق، اعزہ و اقرباء کے حقوق، حقوق ملازم، غرضکہ ایک مسلمان پر جتنے حقوق عائد ہوتے ہیں وہ سب درج ہیں۔

دیگر ابواب: باقی آٹھ ابواب میں سے ایک باب میں اسلامی معاشرت پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً خورد و نوش اور لباس کے مسائل پیدائش، عقیقہ، شادی بیاہ نکاح و طلاق، تجہیز و تکفین، عدت ماتم پرسی وغیرہ کے بارے میں تمام مسائل درج ہیں ایک علیحدہ باب میں میلاد شریف کا جواز اور حضور کی ولادت کا مفصل بیان ہے جو مکمل میلاد نامے کا کام دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک علیحدہ باب میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح اور دیگر اولیائے کرام کی سوانح درج ہیں۔ اور آخری باب میں ضروری نصائح اور حفظان صحت کے جملہ اصول اور اہم بیماریوں کے علاج درج ہیں غرضکہ اس کتاب میں وہ سب کچھ موجود ہے جو مسلم لائبریری میں ہو سکتا ہے ضخامت تقریباً سو صفحات کاغذ سفید نہایت اعلیٰ لکھائی چھپائی عمدہ ٹائٹل رنگین۔ منگانے کے بعد اگر کتاب ناپسند ہو تو واپس کر دیجئے۔ قیمت مجلد سولہ روپے۔

دین دنیا پبلشنگ کمپنی ——— جامع مسجد دہلی 6



مسلم حکومتیں عوام کیلئے رحمت

مسلمان انسانی خدمت کو اپنا فرض تصور کرتے تھے

(از پروفیسر اسعد کرمانی)

پروفیسر اسعد کرمانی ایران کے باشندے ہیں جو کیمبرا یونیورسٹی میں زمانہ دراز تک فارسی کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ پچھلے دنوں انھوں نے مسلم حکومتوں کے بارے میں ایک طویل مقالہ لکھا تھا جس کا خلاصہ ہم ناظرین دین دنیا کی دلچسپی کیلئے ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

مسلمانوں کے عروج کی ابتدا تاریخ کے ایک ایسے دور میں ہوئی تھی جبکہ دنیا کی طاقتور قومیں اور افراد اپنی فتوحات اور قوتوں کو اپنی مملکت کے بڑھانے ہی کے لئے وقف رکھتے تھے۔ لیکن مسلمانوں نے اقتدار حاصل کرنے کے بعد جو طرز عمل اختیار کیا تھا وہ اُس دور کے غیر مسلم فاتحوں اور حکمرانوں سے بالکل ہی مختلف تھا۔ کیونکہ وہ قوت حاصل کرنے کے بعد بنی نوع انسان کی خدمت کو بھی ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ اُن کی ملکی فتوحات اور بادشاہتوں کے قیام سے عوام کو بے حد فائدہ پہنچا ہے۔

مسلمان اسلام کا پرچم ہاتھوں میں لئے ہوئے تھوڑی ہی مدت میں۔ ایشیا، افریقہ اور یورپ کے بہت سے ملکوں میں پھیل گئے تھے اور انھوں نے بصرہ سے لیکر مراکش تک اپنی حکومت کا ایک سلسلہ قائم کر لیا تھا۔ اور اس کے بعد وہ چین کے بعض علاقوں۔ ہندوستان، جنوبی مشرقی ایشیا اور وسطی ایشیا میں بھی پہنچ گئے تھے۔ اگرچہ وہ آج ان میں سے بعض ملکوں میں برسرِ حکومت نہیں ہیں لیکن پھر بھی اُن کے قبضہ سے نکل جانے والے اور ابتک ان کے زیرِ حکومت رہنے والے دونوں قسم کے ملکوں کی تاریخ سے یہ ناقابل انکار حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اُن کے مختصر یا طویل دورِ حکومت کا زمانہ اِن ملکوں کی ترقی اور اِن کے باشندوں کی خوشحالی ہی کا زمانہ رہا ہے۔

مسلمانوں نے مفتوح قوموں کی شہری سماجی اور معاشی زندگی میں کیا کیا خوشگوار اصلاحات کی تھیں اور مفتوحہ اقوام کی تہذیب، روایات اور خصوصیات کو کس طرح برقرار رکھا تھا۔ نیز مفتوحہ قوموں کے مذاہب کی کس طرح حفاظت کی تھی اور فاتح و مفتوح کے امتیاز کو مٹا کر اُنہیں کس طرح انسانی مساوات سے نوازا تھا۔ اس کی تفصیل سے تاریخیں بھری پڑی ہیں۔

لیکن مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانہ میں جو سب سے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے علم کی روشنی سے دنیا کو جگمگا دیا تھا۔ وہ جس ملک میں بھی فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے وہاں انھوں نے سب سے پہلے علم کی شمعیں روشن کر کے مفتوح قوموں کے لئے زیادہ سے زیادہ ترقی کے مواقع بہم پہنچا دیے تھے چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ مسلمانوں نے بصرہ، بغداد، دمشق، قاہرہ اور قرطبہ میں علوم و فنون کے جو مرکز قائم کئے تھے۔ یورپ کی قوموں نے اُس وقت بھی اُن سے فائدہ اٹھایا تھا اور بعد میں بھی اہل یورپ نے اپنی ترقی کی بنیاد انہی پر قائم کی تھی۔

مسلمان حکمران مفتوحہ اقوام کی حالت کو بہتر بنانے کے خواہش مند ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی یقین رکھتے تھے کہ اس مقصد کے لئے اُن کے لئے عام ترقی کے وسائل بہم پہنچانا بھی ضروری ہے اور زیادہ سے زیادہ وسائل بہم پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ اور چونکہ اس غرض کے لئے علوم و فنون کا ہونا بھی ضروری تھا اسی لئے انھوں نے اپنے عروج کے زمانہ میں علوم و فنون کی ترقی کو اپنا نصب العین

قرار دے رکھا تھا۔ اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اُن کی اِس سعی اور کوشش سے مفتوحہ قوموں میں نہایت ہی صحت مند انقلاب پیدا ہوگیا تھا

مسلمانوں کے عروج کا دور شروع ہونے سے پہلے یونانیوں نے علم طب میں زبردست ترقی کی تھی۔ لیکن عیسائی پادریوں کے تعصب نے اس علم کا گلا گھونٹ دیا تھا۔ مگر مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانہ میں اس علم کو زندہ کرنے پر سب سے پہلے اور سب سے زیادہ توجہ مبذول کی تھی انھوں نے نہ صرف یونانی علم طب کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ بلکہ خود تحقیقات کرکے یونانیوں کے طبی نظریات میں بہت سی اصلاحات اور اضافے بھی کیے تھے۔ اور اس علم کو عام کرنے کیلئے جابجا طبی مدرسے اور شفاخانے بھی قائم کیے تھے۔ اور یہ سمجھتے ہوئے کہ انسانی ترقی اور کامیابی کے لئے انسانی صحت نہایت ضروری ہے جبھی شعبہ کو خوب فروغ دیا تھا۔

علم طب کے ساتھ مسلمانوں کی غیر معمولی دلچسپی کا اندازہ اُس زمانہ کے ایک مشہور یہودی سیاح بنجمن کے سفرنامہ کے ان الفاظ سے کیا جاسکتا ہے کہ "بارہویں صدی عیسوی میں جب میں بغداد گیا تو وہاں ایسے ساٹھ بڑے بڑے شفاخانے موجود تھے جن میں ہزاروں مریض زیر علاج تھے اور جن کے تمام مصارف کو شاہی خزانہ سے پورا کیا جاتا تھا۔ ان شفاخانوں میں زیر علاج مریضوں کے قیام و طعام کا انتظام بھی ریاست ہی کے ذمہ تھا۔ حتی کہ شفایاب ہونے کے بعد غریب لوگوں کو ان کے وطن پہنچانے کا خرچ بھی حکومت ہی برداشت کرتی تھی" اور فن طب نے مسلمانوں کی سرپرستی میں جو ترقی کی تھی انگریز مورخ گبن نے اُس پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ "بغداد میں بہت سے طبیب تھے لیکن اُن میں سے صرف ۸۶۰ کو مطب کرنے کی اجازت تھی اور یہ سب اپنے علم و فن میں باکمال تھے"

مسلمانوں نے صرف علم طب ہی کو ترقی دے کر اُسے مخلوق خدا کی خدمت کا ذریعہ نہیں بنایا تھا بلکہ اُن کی نظر عوامی ضرورتوں کے تقریباً ہر گوشہ پر رہتی تھی۔ یعنی وہ مخلوق خدا کی خدمت کے کسی پہلو کو بھی نظرانداز نہیں کرتے تھے مثلاً راستوں اور سڑکوں کی تعمیر مسافرخانے اور سرائیں بنوانا۔ مسافروں کے لئے پانی کا انتظام کرنا۔ شاہراہوں کے قریب کنوئیں اور نہریں کھدوانا۔ اور ساتھ ہی میں تاجروں اور مسافروں کی جان و مال کی حفاظت کا معقول انتظام کرنا اسلامی

دور حکومت کی چند امتیازی خصوصیات ہیں

مصر کے عظیم المرتبت حکمراں سلطان صلاح الدین ایوبی نے تو مسافروں کی امداد اور رہنمائی کے لئے ایک مستقل شعبہ قائم کیا تھا۔ اِس شعبہ کے کارکن اس زمانہ کے مسافروں کی رہنمائی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ بھولے بھٹکے مسافروں کو راہ بتاتے تھے۔ اور مسافروں کی مالی امداد بھی کرتے تھے۔ چنانچہ ضرورت مند مسافروں کی ضرورتوں کو شاہی خزانہ سے پورا کیا جاتا تھا۔ اور مسافروں کے علاج معالجہ کے لئے مخصوص شفاخانے بھی صلاح الدین ایوبی نے قائم کیے رکھے تھے۔

اسلامی حکومتیں چونکہ عوام کے لئے روزگار فراہم کرنے کی ذمہ دار تھیں اس لئے نہ صرف عوام کے لئے روزگار فراہم کیے جاتے تھے بلکہ جو لوگ کہ معذور ہو گئے تھے اور روزگار پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم تھے۔ اُن کے باقاعدہ ماہانہ وظائف مقرر تھے۔ اسی طرح مسلم حکومتوں کی جانب سے بیواؤں اور یتیموں کو بھی باقاعدگی کے ساتھ وظائف ادا کیے جاتے تھے اور اس مقصد کے لئے اکثر و بیشتر اسلامی حکومتوں میں ایک مستقل شعبہ قائم تھا جس کا کام ہی یہ تھا کہ وہ مفلوک الحال باشندوں کی فہرست تیار کرے اور اُن کے نام وظائف جاری کرے۔ یہ ایک ایسا اہم شعبہ تھا جو آجکل کی مہذب جمہوریت اور شائستہ حکومتوں میں ناپید ہے۔

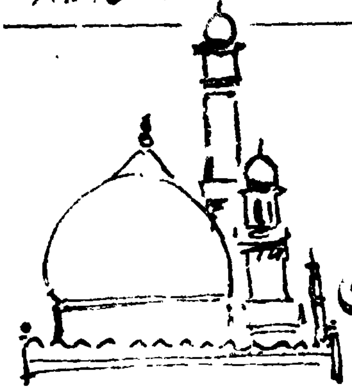
پروفیسر آرنلڈ نے بالکل درست کہا ہے کہ "مسلم دور حکومت میں زندگی گزارنے والی قومیں بڑی خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی گزارتی تھیں۔ کیونکہ مسلم دور حکومت عوام کے لئے برکت، خوشحالی، ترقی اور سکون و اطمینان کا دور تھا۔ غرضیکہ مسلم حکمرانوں نے اپنی زندگی کو عوام کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اور عوامی خدمت کو وہ اپنا مذہبی فرض سمجھتے تھے۔

ہندوستان میں اسلام کا داخلہ

(باقی مضمون ص ۳۶ سے)

کی برابر حقوق حاصل کرتے تھے۔ زندگی زمانہ کے ہندو بھی ان کی عزت میں کمی نہیں کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر یہاں کی دوسری قوموں کو اور بھی اسلام کی طرف رغبت ہوئی۔

مختصر یہ کہ اس ملک میں اسلام فاتحین اسلام کی آمد سے پہلے پھیل چکا تھا۔



کیا اسلام ساری دنیا پر چھا جائیگا

اسلام پر تحقیقات کرنے والے اسکی رفتار ترقی پر حیران

(از ایم ارسلان بی وکن)

ایم ارسلان بی وکز پولینڈ کے ایک مسلمان ہیں انھوں نے پیرس یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد روس اور وسطی ایشیا کے مسلمانوں کی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور آجکل افریقہ کے حالات کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ ان کی رائے ہے کہ اسلام اگر اسی رفتار سے پھیلتا رہا تو وہ جلد ہی دنیا کے بیشتر حصہ پر چھا جائے گا۔ ذیل میں ایم ارسلان کے مقالہ کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

دنیا کے وہ مفکرین جو اسلام کی رفتار ترقی کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ اس بات پر حیران ہیں کہ آخر اسلام میں وہ کونسی کشش ہے کہ جو بھی اس کے دائرہ میں آجاتا ہے وہ اس سے نکلنے کا نام بھی نہیں لیتا بلکہ وہ اس کا دل وجان سے گرویدہ بن جاتا ہے

حال ہی میں لینن گراڈ یونیورسٹی کے ایک پروفیسر ڈبلو بارتو نے لکھا ہے کہ تاریخ میں ایسی عیسائی اور بودھ قوموں کا تذکرہ تو موجود ہے جنھوں نے کہ اپنا آبائی مذہب ترک کرکے اسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن تاریخ کسی ایسی ایک قوم کی بھی نشان دہی نہیں کر سکی ہے جس نے اسلام ترک کرکے کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لیا ہو۔ اور اسلام کے مخالفوں کے لئے ہمیشہ ہی یہ چیز پریشان کن بنی رہی ہے کہ آخر اسلام میں کیا خوبی ہے کہ کوئی اسے اختیار کرنے کے بعد چھوڑنے کا نام ہی نہیں لیتا۔ چنانچہ اس ضمن میں ان دنوں تحقیقات بھی ہو رہی ہے۔

اس وقت تک محققین نے دنیا کے مختلف بڑے مذاہب کی تاریخ کا جتنا بھی مطالعہ کیا ہے۔ اُس سے یہی نتیجہ برآمد ہوا ہے کہ اگرچہ یہ مذہب بھی اپنے اپنے حلقوں میں تیزی کے ساتھ مقبول ہوئے تھے اور پھیلے تھے لیکن ان کی مقبولیت کا دور زیادہ سے زیادہ صرف چند صدیوں تک ہی محدود رہا ہے۔ اور اس دور کے بعد اُن کے ماننے والوں کی تعداد آہستہ آہستہ کم ہوتی گئی ہے اور اگرچہ آج بھی دنیا میں مسلمانوں کی تعداد کے مقابلہ میں عیسائیوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے لیکن یہ تعداد دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے اور عیسائیوں میں بے دینی بھی بڑھ رہی ہے۔ اس کے برعکس اسلامی دنیا میں سیاسی اور ریاستی تغیرات تو ضرور رونما ہوتے رہتے ہیں لیکن مسلمانوں کی تعداد میں کبھی کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ مسلمانوں کی تعداد بڑھتی ہی جا رہی ہے یعنی صرف چند صدیوں میں پچاس کروڑ سے بڑھ کر نوے کروڑ تک پہنچ گئی ہے۔ اور ہم یہ بات بھی دیکھ رہے ہیں کہ اسلام دنیا کے جن گوشوں میں اپنے عروج اور توسیع کے دور میں بھی نہ پہنچ سکا تھا وہ آج اُن گوشوں میں بھی تیزی سے پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ اسی لئے اسلام کے متعلق تحقیقات کرنے والے اتفاق رائے سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس مذہب میں کوئی ایسی کشش ضرور موجود ہے جو لوگوں کو نہ صرف اپنی طرف کھینچتی ہی ہے بلکہ انہیں دائمی طور پر اُس کے ساتھ وابستہ بھی رکھتی ہے۔

مذاہب سے دلچسپی رکھنے والے حلقے اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ آج بر اعظم افریقہ جو دراصل مسلم بر اعظم بن چکا ہے۔ دنیا بھر میں اسلام اور عیسائیت کی کشمکش کا سب سے بڑا مرکز بنا ہوا ہے۔ یہ بات تو سب ہی کو معلوم ہے کہ افریقہ میں تہذیب اور تمدن کی برکتیں اور بیرونی دنیا کا اثر بہت تاخیر کے ساتھ پہنچا ہے اور اسی لئے اس بر اعظم کے مختلف حصوں میں آج بھی ایسے بے شمار لوگ موجود ہیں جو صرف مظاہر پرستی ہی کو مذہب خیال کرتے ہیں۔ اور اب چونکہ اس بر اعظم میں آزادی

کا دور ختم ہو چکا ہے اس لئے عیسائی طاقتیں اپنے سیاسی اقتدار کے زوال کو یہاں عیسائیت کو فروغ دے کر روکنا چاہتی ہیں مگر انہیں دنیا کے اس سب سے بڑے براعظم میں اسلام کے مقابلہ میں جو ناکامیاں ہو رہی ہیں انھوں نے عیسائی پادریوں اور مبلغوں کو غیر شعوری طور پر اسلام کے اُن محاسن کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دیا ہے جو اس مذہب میں موجود ہیں اور جو عوام کے لئے بے اندازہ کشش رکھتے ہیں۔

افریقہ میں عمومیت کے ساتھ عیسائیت کے رومن کیتھولک عقائد کی تبلیغ کی جاتی ہے۔ اور ... اٹلی اور خصوصاً ویٹاکن یعنی پاپائے اعظم کے صدر مقام سے شائع ہونے والے اخبارات میں تبلیغی سرگرمیوں کی رپورٹیں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں چنانچہ پچھلے دنوں ان سرگرمیوں سے متعلق رپورٹوں میں اِس بات کا کھلے الفاظ میں اعتراف کیا گیا تھا کہ افریقہ میں اسلام کے مقابلہ میں عیسائیت کو شدید ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔

اس سلسلہ کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ "اسلام کو عیسائیت کے مقابلہ میں جو کامیابی حاصل ہو رہی ہے اُسکی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں کچھ ایسی لچک موجود ہے جس کی بدولت براعظم افریقہ کے باشندے اپنی بہت سی قدیم روایات کو برقرار رکھتے ہوئے بھی اسلام کو قبول کر سکتے ہیں۔ اور اسلامی سماج میں مساوی درجہ حاصل کر سکتے ہیں اسلام اُن سے صرف اتنا ہی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ خدا کی وحدانیت اور محمد (صلعم) کی رسالت پر ایمان لے آئیں اور اپنی زندگی میں صرف اتنی تبدیلی کریں کہ اُن کا شمار مہذب لوگوں میں ہونے لگے ان چند باتوں کے علاوہ مسلمان اُن کے کسی اور معاملہ میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرتے وہ بھی تقریبات سماجی اجتماعات اور عبادتی مجمعوں میں افریقہ کے سیاہ فام مسلمانوں کے دوش بدوش رہ کر حصہ لیتے ہیں۔ مسلمانوں کے اس مساویانہ طرز عمل کے برعکس خود ہمارا (عیسائیوں کا) طرز عمل یہ ہے کہ ہم افریقہ کے باشندوں کو عیسائیت قبول کرنے کی دعوت تو ضرور دیتے ہیں۔ لیکن نہ اُن کی سماجی روایات کا احترام کرتے ہیں نہ سماج میں برابری کا درجہ دیتے ہیں۔ اُن ... سے گرجا دوں الگ ہیں اور اُن کے لئے ہمارے سماج میں کوئی ... ہے ایسی جگہ ہیں وہ کیونکر عیسائی مذہب کے پیرو بن کر رہ سکتے ہیں" خود عیسائیوں کی اس رپورٹ سے اندازہ لگانا دشوار نہیں ہے کہ اسلام کو افریقہ میں کیسا پر فروغ حاصل ہو رہا ہے۔

افریقہ دراصل ایک اسلامی براعظم بن چکا ہے۔ اُسکے اکثر و بیشتر ممالک میں نوے اور سو فیصد تک مسلمانوں کی آبادی بڑھ چکی ہے۔ جن میں سے خاص طور پر قابل ذکر یہ ہیں الجزائر، چاڈ، سینیگال، سوڈان اور صومالیہ وغیرہ یعنی مجموعی طور پر اس وقت افریقہ میں مسلمانوں کی آبادی ستر پچھتر فیصد کے درمیان ہے۔ اور ایک افریقہ اور ایشیا ہی پر کیا موقوف ہے دنیا کے ہر حصہ میں مسلمانوں کی آبادی بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ یہاں تک کہ روس کا وہ علاقہ جہاں گذشتہ صدی کے اندر مسلمانوں کو بری طرح کچلا گیا ہے۔ وہاں بھی اسلام کی رفتار ترقی بدستور جاری ہے۔ چنانچہ لیشکر، جوائش، ریبیا، ماری موردیا اور ترتنار کے روسی علاقوں میں مسلمانوں کی آبادی ساٹھ فیصد تک بڑھ چکی ہے۔ اس کے علاوہ ازبکستان۔ آذربائجان۔ تاجکستان، بروتی اور قازقستان میں تو مسلمانوں کا اوسط آبادی اسی نوے فیصد تک ہے۔

یہ بات تو سب ہی کو معلوم ہے کہ مشرق بعید میں اسلام بہت بعد میں پہنچا ہے۔ لیکن وہاں اسلام کی پیش رفت بے حد حیرت انگیز ہے۔ انڈونیشیا میں مسلمانوں کی آبادی ۹۵ فیصد ہے فلپائن میں بھی کثرت سے مسلمان آباد ہیں۔ مالدیپ کی آبادی میں سو فیصد مسلمان ہیں۔ اسی طرح ملیشیا میں مسلمانوں کا اوسط آبادی ۵۰ فیصد ہے غرضکہ دنیا کے ... بھی نظر ڈالی جاتی ہے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کو دیکھ کر ... ہوتی ہے۔

افریقہ، ایشیا اور مشرق بعید سے قطع نظر جب یورپ، امریکہ کناڈا اور آسٹریلیا کی جانب نظر ڈالی جاتی ہے تو وہاں بھی اسلام کی پیش رفت نہایت امید افزا ہے۔ انگلستان میں دن بدن مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے فرانس میں بھی مسلمانوں کی تعداد تیزی سے بڑھ رہی ہے فرانس کے دارالسلطنت پیرس میں لاکھوں مسلمان آباد ہیں۔ مغربی جرمنی میں بھی تیزی سے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اُدھر امریکہ اور کناڈا میں بھی دن بدن مسلم آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مختصر یہ کہ اس بے دینی اور لامذہبی کے دور میں بھی جس تیزی کے ساتھ اسلام پوری دُنیا پر چھاتا چلا جا رہا ہے اُس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شاید مستقبل میں اسلام ہی پوری دنیا کا واحد مذہب بن جائے گا۔



افسانہ

آبرو کا محافظ

راجپوتانہ کی قدیم تاریخ سے متعلق کہانی

(از جناب اختر ملیح آبادی)

یہ تاریخی افسانہ اس دور سے تعلق رکھتا ہے۔ جبکہ محمود غزنوی نے قنوج پر حملہ کیا تھا۔ اس افسانہ کے ذریعہ جناب اختر ملیح آبادی نے اپنے مخصوص انداز میں **سلطان محمود غزنوی کے کردار کو پیش کیا ہے** — !

محمود غزنوی اپنا لشکر لئے قنوج سے کچھ فاصلہ پر خیمہ زن ہے۔ راٹھور کا راجہ کور امقابلہ کی تیاری میں معروف ہے۔

ہر طرف سے راجپوتوں کی ٹکڑیاں اپنی آزادی دھرتی کو بچانے کیلئے قنوج کی طرف رواں دواں ہیں — قنوج جوش، امنگ، عزم اور غصہ کا تنور بنا ہوا ہے۔ ہر طرف آزادی وطن کے گیت گائے جارہے ہیں۔

اور ایک راجپوت لڑکی اشکبار ہے سسک سسک کر رو رہی ہے اس کا دل ٹوٹ چکا ہے اور اس کی سہیلیوں کے کلیجے پھٹے ہوئے ہیں وہ لڑکی یہ سوچ سوچ کر رو رہی ہے کہ یہ ماتما کو اگر اسے زندہ ہی رکھنا تھا تو اسے حسین و جمیل نہ بنایا ہوتا اور اگر حسین و جمیل ہی بنایا تھا تو اس کی عزت اور آبرو کے دشمن نہ پیدا کئے ہوتے، اچانک لڑکی نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا — "جب راجپوت اپنی عزت کی حفاظت نہیں کر سکتے تب۔ دیش کی حفاظت کیا کر سکیں گے؟ قنوج کی زمین پٹھانوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے ضرور روندی جائے گی — !"

اسی رات کو جبکہ قنوج پر پٹھانوں کے حملے کا خطرہ بڑھ چکا تھا۔ اور بچہ بچہ دیش کی حفاظت کیلئے سرگرداں تھا — قنوج کے ایک کم آباد اور تاریک حصے کے ایک مکان میں، ایک بند کمرے میں ایک راجپوت حسینہ اپنی عزت بچانے کے لئے آخری کوشش کر رہی تھی اور چلا چلا کر اور رو رو کر کہہ رہی تھی — "بے غیرت، بدمعاش اور بزدل راجپوت! — تو دیش کی عزت کیا بچائے گا جبکہ خود اپنی عزت پر ڈاکہ ڈال رہا ہے — !"

یہ قنوج کی ایک شب لرزاں تھی — پٹھان لشکر قنوج کی دیواروں کو ٹھونک رہا تھا۔ اور قنوج کا ولی عہد شیو دھر ان ہنگامی حالات کو اپنی ہوسناکیوں کے لئے ایک لمحہ غنیمت سمجھ کر فائدہ اٹھا رہا ہے۔ پاروتی کی آبرو پر ہاتھ ڈالا جاتا ہے۔ وہ اتفاقاً بچ جاتی ہے

دوسری صبح — شیو دھر کمرے میں ٹہل رہا ہے۔ اس کے کارندے ہاتھ باندھے اور سر جھکائے کھڑے ہیں ماحول گرم ہے شیو دھر اچانک رک کر غصہ سے کہتا ہے —

"بزدلو! ایک لڑکی جنگل میں آکر نکل جائے؟ — چوڑیاں پہن لو اور گھر میں جا بیٹھو!"

"راجکمار — !" ایک کارندے نے کہنے کی کوشش کی تو شیو دھر نے بڑھ کر طمانچہ مارا۔ اور بولا —

"کل پاروتی میرے بغل میں ہوتی لیکن تمہاری بزدلی نے اسے نکل جانے دیا!"

آخر جب اس کا غصہ ٹھنڈا ہوا تب شیو دھر نے کہا — "پاروتی کو قبضہ میں لانا ہے ورنہ وقت نکل جائے گا پٹھان ہماری آبرو سے کھیلیں گے یہ میں کیسے برداشت کر سکتا ہوں کہ ہماری عزت دوسرے خراب کریں"

"اتفاق سے بچ گئی ورنہ ......"

راجکمار نے بولنے نہیں دیا اور کہا — "خیر! میں تمہاری بزدلی

کو معاف ہی نہیں کرتا ہوں بلکہ انعام سے مالا مال کر دوں گا۔ اُسے لاؤ اور انعام لو۔۔۔"

کارندوں نے سر جھکا دیا اور پاروتی کو پکڑ لانے کا وعدہ ہی نہیں بلکہ یقین بھی دلا دیا۔

قنوج کی حالت خراب ہوتی جاتی تھی اور اُس سے زائد پاروتی کے باپ کی فکر و پریشانی بڑھتی جاتی تھی۔ پاروتی کی عزت پہلے سے زائد خطرے میں تھی زمین کا ذرہ ذرہ دشمن بن گیا تھا۔۔۔ پاروتی نے مندر جانا اسی لئے چھوڑ دیا تھا کہ وہاں کا پجاری شیودھر کا دامن پکڑنے کو کہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ پاروتی دن بھر گھر میں رہتی تھی اور اُس کا باپ رات کو ایک لمحہ سو نہیں پاتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ بوڑھا ہے اور اکیلا ہے۔ پھر وہ راجکمار کے آدمیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

یہی حال پاروتی کا تھا کبھی وہ خودکشی کی سوچتی۔۔۔ اُس سے بوڑھے باپ کی فکر دیکھی نہیں جاتی تھی۔ اکثر وہ اپنی سہیلیوں سے کہتی تھی کہ وہ قنوج سے بھاگ کر پٹھانوں کی امان میں چلی جائے گی۔ اُس کی راجپوت سہیلیاں پاروتی کی بات پر برا مانتی تھیں کل تک پاروتی پٹھانوں کی برائی کرتی تھی۔ لیکن آج وہ اُن کے گن گانے لگی ہے۔۔۔ اکثر اُس کی سہیلیاں پوچھتیں تو وہ کہتی۔۔۔ "راجہ کی نظر بدل جائے تو وہ بدمعاش سے زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے۔"

"تم محمود غزنوی پر بھروسہ کر لوگی؟" سہیلیاں پوچھتیں۔

پاروتی برجستہ کہتی۔۔۔ "محمود غزنوی نے فتح کے بعد کبھی رعایا کو نہیں لوٹا اور نہ آبرو پر ہاتھ ڈالا۔۔۔ شیودھر جیسے بھیڑیے سے بچنے کے لئے راجپوت لڑکی کیلئے بچت کی وہی جگہ ہے۔"

"راجکمار۔۔۔!" ایک کارندے نے کہا۔۔۔ "پاروتی گھات میں نہیں آتی۔۔۔!"

"لیکن وہ مجھ سے بچ نہیں سکتی۔۔۔!" شیودھر نے کارندے کی رپورٹ سن کر غصہ اور ملال میں کہا۔۔۔ راجکمار کو اپنی شکستوں کا بڑا ملال تھا اور ان ناکامیوں نے ہوس کی آگ کو اور بھڑکا دیا تھا۔ اس وجہ سے اُسے اور بھی غصہ تھا کہ پاروتی نے سر انعام دھر نہ کو ٹھکرا دیا تھا، لالچ اور دھمکی سے مرعوب نہیں ہوئی تھی۔ اُسے اپنے حسن پر غرور

تھا، راجکمار کو اپنی طاقت پر۔۔۔ راجکمار نے کچھ سوچ کر کہا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ سیدھی انگلی گھی نہیں نکلے گا۔۔۔ جب تک پاروتی کے حسن کو ٹھوکر نہ لگے۔"

"راجکمار کی بات سچ ہے۔۔۔!" ایک کارندے نے کہا۔۔۔ طاقت کے بغیر یہ قلعہ فتح نہیں ہو سکتا۔۔۔

"قلعے پر قبضہ کرنا مجھے آتا ہے۔۔۔!" راجکمار نے سینہ تان کر بڑی شان سے کہا۔۔۔ "کل رات تیار رہو۔۔۔ پاروتی کو زبردستی اٹھا لانا ہے۔"

"جے ہو راجکمار کی۔۔۔!" سب کارندوں نے مل کر کہا۔۔۔ اور کل رات قلعہ حسن پر حملہ کرنے کی بات طے ہو گئی۔

دوسری رات آگئی۔۔۔ پاروتی کے گھر کا دروازہ اچانک ٹوٹ گیا اُس کے باپ نے دوڑ کر اور چلا کر پوچھا۔۔۔ "کون۔۔۔! کون۔۔۔!"

جواب میں قدموں کی چاپ اُبھری۔۔۔ پاروتی چلانے لگی۔ اور باپ دھاڑنے لگا۔۔۔ حملہ آوروں نے لپک کر پاروتی کو پکڑ لیا اور باہر چلے۔۔۔ باپ لرزتا ہوا اُٹھا تو گر پڑا۔۔۔ اور پاروتی چیختے چیختے بے ہوش ہو گئی۔۔۔ اِن چیخوں نے کچھ لوگوں کو بیدار کیا، وہ تلواریں لے کر باہر نکلے۔۔۔ لیکن گھوڑ سواروں کو دیکھا تو ٹھٹھک گئے۔ اُن کا مقابلہ ممکن نہ تھا۔۔۔ پاروتی کو گھوڑے پر لاد کر حملہ آور یہ جا وہ جا ہو گئے۔ شیودھر خود حملہ آوروں میں تھا۔ مسرور و شادماں، یہ سوچتا ہوا گھوڑا دوڑائے چلا جا رہا تھا کہ اب پاروتی اُس کی ہے اور وہ اُس کا مالک ہے۔ اب وہ دل کی لگن پوری کر سکے گا۔ پاروتی کے لئے تو وہ دیوانہ ہو چکا تھا۔ لیکن اس کی تمنا آج پوری ہو چکی تھی۔۔۔!

پاروتی کو ہوش آیا تو وہ چیخنے لگی اور چلانے لگی لیکن اس کی چیخیں سننے والا تھا ہی کون جو اُس کی مدد کو آتا۔۔۔؟

"خبردار" ایک شخص نے راستہ روک کر للکارا۔

شیودھر خوشی کی حالت میں تھا۔ اور کل دو سوار اُس کے ساتھ تھے۔ باقی کو شیودھر نے یہ سمجھ کر واپس کر دیا تھا کہ اب خطرہ نہیں ہے ننگی تلوار دیکھ کر چونک پڑا۔

"کون ہے تو اور کیا چاہتا ہے؟" اُس نے پوچھا۔

" لڑکی کو چھوڑ دو۔ ورنہ تمہاری لاش یہیں ڈھیر ہو جائے گی "
راجکمار کے دونوں سواروں نے اس اجنبی پر حملہ بول دیا دوسرے لمحہ ایک سوار تو زمین چاٹ گیا — دوسرا دہشت زدہ ہو کر بھاگ گیا۔ شیبو دھر کا نشہ ہرن ہو گیا۔ لیکن اُس نے کہا — " تم جانتے ہو میں کون ہوں ؟ "

" بدمعاش کے تعارف کی ضرورت نہیں ہوتی — ! " اجنبی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ اُس کا کام ہی اس کا تعارف ہے "
راجکمار شیبو دھر کے اوسان خطا ہو گئے۔ پاروتی لپک کر اجنبی کے پاس پہنچ گئی۔ اور اُس کی پیٹھ کے پیچھے چھپ گئی
شیبو دھر غصہ سے ہونٹ کاٹتا ہوا واپس چلا گیا — اور اُس نے جاتے ہوئے کہا " تجھے جلد ہی اپنے کیے کی سزا بھگتنی ہو گی — "

" لڑکی ! تیرا گھر کہاں ہے اور تو ان کے چنگل میں کیسے پہنچ گئی ؟ "
اجنبی نے سہمی ہوئی راجپوت لڑکی کو دیکھا اور پوچھا۔ پاروتی نے ایک سانس میں اپنی بپتا سنا دی اجنبی نے اُسے دلاسا دیا اور گھر کی طرف لے چلا۔ پاروتی اب تک سہمی ہوئی تھی ۔ اُسے شبہ تھا کہ راجکمار سوار لے کر آئے گا اور راستہ روک دیگا ۔ لیکن اجنبی نے اُسے یقین دلایا کہ وہ پوری فوج کو بھی آگے نہیں بڑھنے دیگا۔ یہ ڈینگ نہیں تھی قنوج کو وہ رات آج بھی یاد ہے ۔ راستے میں اجنبی کو ٹوکنے کی ہمت کسی کو نہیں ہوئی ۔ پاروتی بہت خوش تھی — بے انتہا شکر گزار تھی اپنے گمنام محسن کی ۔
" میرے محسن — ! " پاروتی نے کہا " تمہارا نام کیا ہے ، کہاں رہتے ہو اور میری مدد کو کیسے آ گئے — ؟ "
" میں گمنام ہوں — ! " اجنبی نے مسکرا کر کہا — " بے گھر ہوں مسافر ہوں اور تمہاری مدد کو میں خود نہیں آیا ، کسی نے مجھے بھیجا تھا "
یہ سُن کر پاروتی دنگ رہ گئی ۔ اُس نے فوراً پوچھا — " وہ کون جس نے مجھ پر احسان کیا ہے ؟ "
" وہ اللہ ہے — ! " اجنبی نے کہا۔
" تم — تم مسلمان ہو ؟ "
" ہاں ! " اجنبی نے کہا۔ اور پاروتی بھونچکا رہ گئی ۔ اُس کے ذہن میں ن جانتا تھا اجنبی پاروتی کے احساسات سے بے خبر نہیں تھا ۔ وہ جانتا تھا کہ دوسروں کی طرح پاروتی بھی غلط فہمی کا شکار رہے ۔ آخر دونوں منزل پر پہنچ گئے ۔

پاروتی کا باپ ریشۂ خطمی تھا — اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُس پر احسان کرنے والے کو کس طرح نوازے ۔ اجنبی نے دولت لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے گھر مہمان رہنے سے انکار کر دیا تھا۔ جب پاروتی کے باپ نے پوچھا کہ وہ کس طرح اظہار تشکر کرے تو اجنبی نے کہا — " مسلمان بدلہ کیلئے احسان نہیں کرتا "
جب اجنبی جانے لگا تو پاروتی کے باپ نے پریشان ہو کر کہا — " تم چلے جاؤ گے تو پاروتی کی حفاظت کون کرے گا — ؟ تم ٹھہر جاؤ میرے محسن ! "
اجنبی نے اُسے یقین دلایا کہ جس اللہ نے اُسے بچایا ہے وہی اُس کی حفاظت بھی کریگا " اور جب پاروتی کا باپ نا اُمید ہو گیا تو اجنبی نے کہا " کل تک پاروتی کی حفاظت اور کر لو۔ پرسوں رات تمہاری فکر جاتی رہے گی — "
" وہ کیسے — ؟ " پاروتی کے باپ نے پوچھا۔
اجنبی مسکرا دیا اور بولا — " یہ مجھے بھی معلوم نہیں ۔ لیکن یقین کرو کہ ایسا ہی ہو گا — ! "
عجیب معمہ تھا۔ پاروتی کا باپ چپ ہو گیا — پاروتی دروازے تک اپنے محسن کو چھوڑنے آئی اُس وقت وہ رو رہی تھی — اجنبی مڑا اور بولا — " بیٹی ! خدا حافظ — ! " اور اندھیرے میں غائب ہو گیا ۔

شام ہوتے ہی محمود غزنوی نے قنوج پر حملہ بول دیا تھا — جم کر لڑائی ہو رہی تھی — راجپوت فوج بہادری سے لڑ رہی تھی لیکن دو دل ایسے تھے جو اُس وقت راجپوتوں کے بجائے محمود غزنوی کی فتح کی دعا مانگ رہے تھے — یہ پاروتی اور اُس کے باپ کے دل تھے ۔ دونوں کو اجنبی محسن کا پتہ چل گیا تھا ۔ ان دونوں کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ گمنام محسن غزنی کے لشکر سے متعلق تھا جب ہی تو کہہ گیا تھا کہ پرسوں تک سب ٹھیک ہو جائے گا ۔ یہ جان کر کیسے ممکن تھا کہ وہ دونوں اُس کی جیت کی دعا نہ مانگتے — ! ؟ راجپوت محسن کش تو نہیں ہوتے ! ؟

محمود غزنوی دربار میں بیٹھا تھا۔ قنوج کا مغلوب راجہ کورا اُس

کی بغل میں تھا جسے محمود غزنوی نے منہ بولا بھائی بنا لیا تھا۔ نذریں گزر رہی تھیں، راجپوت سردار نذریں گزار رہے تھے کہ راجکمار شیو دھر نذر گزارنے آیا اور جب اُس نے نظریں اُٹھائیں تو سارا دربار یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ راجکمار شیو دھر سارے جسم سے کانپ رہا ہے۔ اُس وقت محمود غزنوی نے مسکرا کر کہا۔ "اپنی دھمکی یاد ہے راجکمار؟ ۔ تم چاہو تو اپنی دھمکی پہ عمل کر سکتے ہو!"

"اَن داتا ـــــ ؟" شیو دھر کی زبان سے اِس سے زائد کچھ نہ نکلا۔

راجہ کورا نے محمود غزنوی سے پوچھا ـــ "کیا راجکمار نے میرے بھائی کی شان میں کوئی گستاخی کی ہے ۔ ؟"

"برادرِ عزیز ـــ !"، محمود غزنوی نے کہا ـــ "راجکمار کا فیصلہ آپ کریں اور یہ کہہ کر سارا معاملہ محمود غزنوی نے دہرا دیا۔ سارا دربار دنگ رہ گیا، اِس بات پر کہ محمود غزنوی بھیس بدل کر راجہ بھائی کو جانتا رہا اور کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ راجکمار کی فردِ جرم سُن کر راجہ کورا کا سر جھک گیا۔ اور راجپوت شکست کی خفیہ بنیاد بے نقاب ہو گئی۔ آخر راجہ کورا نے کہا۔

"میرے بھائی آپ غنی شاہ ہیں اور قنوج کے بادشاہ، جو سزا آپ پسند کریں راجکمار کو دیں۔"

"راجہ صاحب!"، محمود غزنوی نے کہا۔ "ہمارا قانون سخت ہے، سنگساری سے کم سزا کا راجکمار حقدار نہ ہو گا۔ لہٰذا فیصلہ آپ کریں تا کہ انصاف بھی ہو اور شیو دھر سے رعایت بھی ہو!"

راجہ کورا چند لمحے سوچتا رہا اور پھر کہا ـــ "راجکمار شیو دھر کو قید خانہ میں ڈال دیا جائے ـ"

دربار میں سناٹا ہو گیا ـــ شیو دھر لرز گیا۔ تب محمود غزنوی نے کہا "مرحبا! میرے بھائی! مرحبا ـــ !" راجہ اور انصاف لازم و ملزوم ہیں گے۔

راجہ کے اشارے پہ سپاہیوں نے راجکمار کی مشکیں کس لیں اور زندان کی طرف روانہ ہو گئے

چند دن بعد جب محمود غزنوی نے اپنے راجپوت بھائی کو ملول پایا تو راجکمار کے متعلق بات کی، راجہ کورا رونے لگا۔ اور بولا۔ "میرے بھائی دعا کیجیے کہ خدا میرا امتحان پورا کر دے اور میرے ماتھے پہ ناانصافی کا ٹیکا نہ لگنے پائے۔"

محمود غزنوی نے اپنے راجپوت بھائی کا شانہ تھپتھپایا اور کہا "محمود غزنوی کا بھائی جیت گیا۔ وہ تاریخ میں نام کر گیا۔ انصاف کا امتحان پورا ہو گیا!"

راجہ کورا کو ان الفاظ نے ڈھارس بندھائی اور جب محمود غزنوی نے سفارش کی تو راجہ کورا نے یہ کہہ کر کچھ سننے سے انکار کر دیا ـــ "فیصلہ بدلنے کے لئے نہیں کیا جاتا ـــ"

"میں انصاف کا چہرہ داغدار نہیں کرنا چاہتا ـــ" محمود غزنوی نے کہا ـــ "البتہ چاہتا ہوں کہ جرم کی بنیاد مٹ جائے۔ اسلامی معاشرہ بنیاد بدلتا ہے صرف سزا آدمی کا دل نہیں بدل سکتی ـ"

"میرا بھائی چاہتا کیا ہے؟" راجہ کورا نے حیران ہو کر پوچھا۔

تب محمود غزنوی نے کہا "پاروتی اور شیو دھر کی شادی کر کے انہیں زندگی کا ساتھی بنا دیا جائے۔ پاروتی اب شیو دھر کی آبرو قرار دی جائے، اس طرح آئندہ جرم کا دروازہ بند ہو جائے گا ـ !"

راجہ نے محمود غزنوی کے حکم پر گردن جھکا دی اور دوسرے ہی دن پاروتی اور شیو دھر کی شادی ہو گئی

محمود غزنوی قنوج سے رخصت ہو رہا ہے، پاروتی جو اب راجہ کورا کی بہو تھی زار زار رو رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی کورا اور شیو دھر بھی اشکبار تھے۔ راجپوت تہذیب کے بموجب پاروتی نے محمود غزنوی کے پیر چھو کر ماتھے سے ہاتھ لگانا چاہے تو محمود غزنوی نے پاروتی کے ہاتھ پکڑ لیے اور کہا۔ "تو میری بیٹی ہے۔ داسی نہیں ہے" اور چلتے وقت محمود غزنوی نے پاروتی کے سر پہ ہاتھ رکھ کر جو گھونگھٹ نکالے سر جھکائے کھڑی اور سسکیاں لے رہی تھی مسکراتے ہوئے پیار سے کہا ـــ "بیٹی! میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ قنوج کا راج تمہارے دھرم پتا کو دیتا ہوں ان کے بعد شیو دھر ہی راجہ ہو گا ـــ مجھے یقین ہے کہ شیو دھر تمہیں سر پہ جگہ دے گا ـــ اور تمہیں شکایت کا موقع نہیں دیگا۔ میں تمہیں یاد رکھوں گا، تم بھی مجھے بھولنا نہیں ـــ جب چاہو مجھے بلا لینا ــــ اور میں خود بھی اپنی بیٹی کی خیریت منگاتا رہوں گا ـ خدا حافظ ـ !"



عورتوں کے لیے

میاں بیوی میں بدمزگی

ازدواجی تعلقات میں کشیدگی کیوں پیدا ہوتی ہے

(از محترمہ زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

زبیدہ بہن کا یہ مضمون اس اعتبار سے بے حد اہم ہے کیونکہ اس مضمون میں ازدواجی زندگی کے بعض نہایت ہی نازک پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ عام طور پر میاں بیوی کے تعلقات میں بدمزگی کیوں پیدا ہوتی ہے۔ امید ہے کہ یہ مضمون شادی شدہ عورتوں اور مردوں دونوں ہی کے لیے مفید ثابت ہوگا۔

ازدواجی زندگی کی خوش گواری دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ کیوں کہ اس دنیا میں وہی لوگ ترقی کر سکتے ہیں جن کی گھریلو زندگی خوشگوار ہوتی ہے۔ اور وہی عورتیں زندگی کا حقیقی کیف حاصل کرتی ہیں جن کے شوہروں کے ساتھ تعلقات خوشگوار رہتے ہیں۔ سچ پوچھئے تو اُن میاں بیویوں کو دنیا ہی میں جنت کا لطف حاصل ہو جاتا ہے۔ جن کے آپس کے تعلقات خوشگوار رہتے ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ ایک ایسی نعمت ہے جو کم ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔

حال ہی میں لندن کے ماہنامہ میں میری برڈ وڈ کا ازدواجی زندگی پر ایک نہایت ہی مفید مضمون شائع ہوا ہے جس میں اس خاتون نے ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے کچھ گُر بتائے ہیں میں چاہتی ہوں کہ ان گُروں سے اپنی بہنوں اور بھائیوں کو بھی واقف کر دوں تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس خاتون کی رائے ہے کہ۔

"ازدواجی زندگی کو نہ عورت کی خوبصورتی خوشگوار بنا سکتی ہے اور نہ مرد کی عظمت و دولت سے گھریلو زندگی کا سکھ حاصل ہو سکتا ہے۔ بلکہ اُن ہی میاں بیویوں کی زندگی سکون سے گزر سکتی ہے جو ایک دوسرے کے مزاج اور طبیعت کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔"

اس خاتون نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل درست ہے۔ کیونکہ عام طور پر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ نئی شادی شدہ لڑکیوں کی جوانی اور خوبصورتی چند روز تو اُن کے شوہروں کو گرویدہ بنائے رکھتی ہے لیکن جوں ہی جذبات کا ہیجان سرد ہو جاتا ہے تو شوہر کے لیے بیوی میں پہلی سی کشش باقی نہیں رہتی لیکن وہ لڑکیاں جو شوہروں کے مزاج اور طبیعت کو سمجھ کر اپنے آپ کو شوہروں کے مزاج کے مطابق ڈھال لیتی ہیں اور اُن کی فطرت کو سمجھ جاتی ہیں وہ ہمیشہ ہی اپنے شوہروں کے لیے کشش کا باعث بنی رہتی ہیں اس لیے ہر شادی شدہ عورت کو چاہیے کہ وہ مزاج داں بنے اور مردوں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی بیویوں کی طبیعت اور مزاج کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ یاد رکھیے کہ صرف روپیہ۔ زیور اور کپڑا عورت کے دل کو رام نہیں کر سکتا۔ اُس کی دلداری اور مزاج دانی بھی نہایت ضروری ہے۔ میرا مشاہدہ ہے کہ جن میاں بیویوں میں مزاج دانی کی صلاحیت ہوتی ہے اُن کے تعلقات میں کبھی بدمزگی نہیں پیدا ہوتی۔

دوسری بات جو اس مضمون نگار خاتون نے بتائی ہے وہ بھی بے حد اہم ہے اُس نے لکھا ہے کہ میاں بیویوں کے تعلقات کو خوشگوار بنانے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں تحمل سے کام لیں اور دونوں ہی ایک دوسرے کی کوتاہیوں اور غلطیوں کو نظر انداز کرنے کی عادت ڈالیں۔ کیونکہ یہ دیکھا گیا ہے کہ اکثر اوقات ایک دوسرے کی غلطیوں اور کوتاہیوں پر نکتہ چینی کی وجہ سے معاملات بگڑتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ

خانہ جنگی بھی شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہمیشہ نکتہ چینی سے بچنا چاہئے۔"

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کیلئے تحمل نہایت ہی ضروری چیز ہے۔ دنیا میں ایسا کون انسان ہے جس سے غلطیاں سرزد نہ ہوتی ہوں۔ چنانچہ میاں بیویوں میں بھی کمزوریاں ہوتی ہیں اور اُن سے بھی غلطیاں سرزد ہوتی رہتی ہیں اگر دونوں ہی ایک دوسرے کی غلطیوں اور کمزوریوں پر نکتہ چینی کرنے کی بجائے اُن کی اصلاح کی کوشش کریں تو اُن میں آپس میں کبھی کوئی رنجش اور تلخی پیدا نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر ایک نے دوسرے کی غلطیاں پکڑنی شروع کر دیں اور اُن پر نکتہ چینی کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تو اُن کا گھر اچھا خاصہ میدان جنگ بن جائے گا۔ تحمل اور برداشت کی یوں تو دونوں ہی کو ضرورت ہے مگر عورت کے لئے تحمل اشد ضروری ہے کیونکہ اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ بہت سے گھر محض عدم تحمل اور خانہ جنگی کی بدولت تباہ ہو گئے ہیں اور طلاق تک کی نوبت آ گئی ہے۔

یہ خاتون اسی مضمون میں لکھتی ہیں کہ "اکثر میاں بیویوں میں مالی معاملات پر بھی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں بعض عورتوں کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ اُن کے شوہر اُن کی ضروریات کو پورا نہیں کرتے یہ معاملہ بھی بڑا اہم ہے۔ مگر عورتوں کو اس معاملہ میں اس بات پر بھی نظر رکھنی چاہئے کہ کہیں اُن کے مطالبات شوہر کی قدرت اور طاقت سے باہر تو نہیں ہیں۔ اُدھر مردوں کو بھی یہ سوچنا چاہئے کہ اُن کی بیویوں کے مطالبات کہاں تک درست ہیں دونوں کو ٹھنڈے دل کے ساتھ اس معاملہ کو سلجھانا چاہئے اور اس معاملہ میں بھی تحمل اور برداشت کی ضرورت ہے۔"

اسی مضمون نگار خاتون نے ایک بات اور پتہ کی بتلائی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ "میں نے ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں گھرانے اور خاندان محض بے جا شکوک کی بنا پر تباہ ہوتے ہوئے دیکھے ہیں۔ عورتیں فطرتاً زیادہ شکی ہوتی ہیں۔ وہ اپنے شوہروں کی غیر معمولی مصروفیت یا کسی اور وجہ سے یہ سمجھ بیٹھتی ہیں کہ اُن کا شوہر اُن سے دل برداشتہ ہو چکا ہے یا کسی اور سے محبت کرنے لگا ہے۔ اس قسم کے شبہات نہ صرف عورتوں کی زندگی کو بے مزہ بنا دیتے ہیں بلکہ عورتوں کے دلوں میں شوہروں کی جانب سے نفرت بھی پیدا کر دیتے ہیں اس معاملہ میں بھی بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔" خاتون مذکور نے جو کچھ کہا ہے وہ حرف بحرف درست ہے اس سے اکثر اوقات گھرانے تباہ ہو جاتے ہیں

افسانہ



وہ بھول نہ سکی

درد اور جذبات میں ڈوبی ہوئی کہانی

(از ۔ پروین صبا)

زندگی کی حسین یادیں کتنی سہانی اور جاوداں ہوتی ہے ۔! اور اب بھی جب کبھی وہ خوبصورت دنوں کو یاد کرتی ہے تو کیف و سرور میں ڈوب جاتی ہے اور پھر وہ لاجونتی کی طرح سمٹی ہوئی بالکو بھر آجاتی ہے۔

کئی صدیاں بیتیں، کئی جگ گزرے، اُس نے ایک خواب دیکھا تھا۔ اُس کا نرم و نازک تاثر آج بھی اس کے ذہن پر موجود ہے۔ اُس کے دل میں موجود ہے، محفوظ ہے سیپ میں چھپے ہوئے موتی کی طرح! زندگی خوبصورت اور اچھے ڈھنگ سے گزارنے کا خواب کبھی کبھی کتنا اذیت ناک ہوجاتا ہے جسم کے زخم تو دکھائے جاسکتے ہیں۔ لیکن روح کی زخم نہیں دکھائے جا سکتے۔ محرومی اور نارسائی میں سلگتا ہوا اُس کا وجود کب سے ایک تاریک خلاء میں معلّق اور مصلوب ہے!

کبھی کبھی انسان سہارا پاکر بے سہارا ہوجاتا ہے! اور یہ احساس کتنا کربناک اور تکلیف دہ ہوجاتا ہے بس ایسا معلوم ہوتا ہے اُس کا وجود آسمان اور زمین کے درمیان معلّق ہے۔

شہر کی مصروف اور مشینی زندگی سے میلوں دور سرسبز و شاداب راجگیر کی پہاڑیوں پر کیلاش سے ملاقات ہوئی تھی۔ پارو سے ملنے سے پہلے کیلاش ایک زندہ لاش ہی تو تھا۔ تمناؤں کا اجڑا ہوا چمن، امیدوں کا بجھا ہوا چراغ۔ اُس کی زندگی میں کوئی مسرت نہ تھی۔ زندگی کی ساری خوشیاں، دولت و ثروت سب ہونے کے باوجود وہ اداس ہی رہتا۔ اُس کی بیقراری اور نارسائی کی کہانی ازل سے ابد تک پھیلی ہوئی تھی

اچانک پارو سے ملاقات ہوگئی پارو کو دیکھ کر وہ حیران اور ششدر رہ گیا۔ بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں میں لکھنؤ کی شام کی رومانیت، پتلے پتلے نازک نازک سے ہونٹوں پر مونالیزا کی مسکراہٹ، خوبصورت جسم کے پیالے میں حُسن و شباب کا چھلکتا ہوا جام!

پارو سے دو بار ملاقاتیں ہوئیں اور وہ اُس کی مقناطیسی شخصیت کا گرویدہ ہوگیا اور پھر شوق نے انسیت، انسیت نے محبت کی جگہ لے لی۔ جیسے دو بھٹکی ہوئی روحوں کو جسم مل گئے، نام مل گئے۔

"میں ازل سے تمہاری ہوں، ابد تک تمہاری ہوں گی کیلاش!"

"موت سے سہمی ہوئی روحوں کے ہجوم میں بھی ہم ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے پارو!"

"میرے رنگین سہانے خواب کا دوسرا نام کیلاش ہے!"

"زندگی کے نئے پیغام، نئے ولولے اور نئے حوصلے کا نام پارو ہے!"

پارو نے پھر کیلاش کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ یونہی اپنے خیالوں میں غلطاں رہی۔

وہ ایک حسین شام تھی۔ چاروں طرف قدرتی حُسن بکھرا ہوا تھا راجگیر کی پہاڑیوں کا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ جس پر ہلکی ہلکی نور کی کرنیں بارش کر رہی تھیں۔

"پارو کل میں لندن چلا جاؤں گا۔ تمہیں پانچ سال تک میرا انتظار کرنا پڑے گا! کروگی نا میرا انتظار ۔۔۔؟"

"پانچ سال تک میں کس کے سہارے انتظار کروں گی؟ تم مجھے اپنے ساتھ کیوں نہیں لے چلتے؟"

"جب تک میں وہاں اپنے پیروں پر نہ کھڑا ہوجاؤں یہ کیسے ہو سکتا ہے پگلی! اور اتم بھی سوچو ۔۔۔

گذر جائیں گے۔"

"لیکن کیلاش! تاج محل کی بنیاد ڈالنے کے لئے زمین کی پہلے ضرورت ہوتی ہے۔"

"پارو! روح کا رشتہ جسم کے تمام رشتوں پر بھاری ہے!"

دوسرے دن کیلاش لندن کے لئے روانہ ہو گیا۔ وہ تنہا رہ گئی کیلاش کی جدائی میں اُسے محسوس ہوتا وہ جلتے ہوئے لاوے کے کنویں میں گر گئی ہے۔ کیلاش کی طویل جدائی، پانچ سال کا طویل انتظار اور پھر ماں باپ کا شادی کے لئے پیہم اصرار! وہ کیا کرے؟ کیلاش! تم بھی تو مجھے لندن جا کر بھول گئے۔ میرے خطوں کا جواب تک نہ دیا! تم نہیں جانتے کیلاش! وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں کی زبانیں بھی کتنی تکلیف دہ ہو جاتی ہیں۔ لوگ طنز کے کوڑے میری زندگی پر برساتے ہیں۔ سماج کے جسم میں اذیت پسندوں کی روح سمائی ہوئی ہے۔ جو میرے جسم کو نگل جانا چاہتے ہیں۔

کیلاش ——— ! روی مجھے بلا رہا ہے ——— اور آخر ماں باپ کی ضد کے آگے پارو بے بس ہو گئی۔ اُس کی سمت جواب دے چکی تھی۔ کئی جنموں میں کسی کو اتنے دکھ نہ ملے ہوں گے جتنے اُسے ایک ہی جنم میں مل گئے!

اور پھر روی سے اُس کی شادی ہو گئی۔ اُس کے رنگین خوابوں کی دنیا ویران ہو گئی کچھ لوگ کتنے ظالم، بے رحم اور بے درد ہوتے ہیں۔ کسی کے سپنوں کی دنیا ویران کرتے ہوئے اُن کے ہاتھ کٹ کیوں نہیں جاتے!

اُس نے کیلاش کی محبت کے لئے اپنے دل کے تمام دروازے

مقفل کر دے۔ اپنی بے خواب آنکھوں کے کیواڑوں کے پٹ بند کر دے۔ اُس نے کیلاش کی محبت کی شمع بجھا دی اور اپنے دل کے ورق پر روی کا نام لکھ دیا اور پھر روی کی محبت نے اُسے ارچنا جیسی خوبصورت بیٹی کا انمول تحفہ دیا۔ اب اُس کی زندگی میں ٹھہراؤ سا آگیا تھا۔ اُس نے حالات سے سمجھوتہ کر لیا تھا۔ شاید یہ اُس کا پاگل پن تھا کہ وہ پانی میں تاج محل کی تصویر بنانے کی کوشش کر رہی تھی! لیکن اچانک ایک دن ایک زبردست طوفان آیا اور اُس کا سب کچھ لٹ گیا! روی پر دل کا دورہ پڑا اور وہ ہمیشہ کیلئے اُسے تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔ ارچنا کی زندگی کو سنوارنا اب اُس کا واحد مقصد تھا۔ اُس نے حالات سے مقابلہ کرنے کے لئے ایک اسکول میں ملازمت کر لی۔

دن بیتے سال بنے اور اس طرح زندگی کے دن گزرتے رہے۔ ارچنا اب بی۔ اے میں آگئی تھی۔ اُسے اب دن رات ارچنا کی شادی کی فکر تھی — کوئی اچھا لڑکا ملے اور وہ اُس کے ہاتھ پیلے کر دے۔ شاید ارچنا نے کوئی لڑکا بھی پسند کر رکھا ہے — لیکن ارچنا ابھی کمسن ہے، نادان ہے۔ اُسے وہ اپنی طرح برباد نہ ہونے دے گی۔

یہ ارچنا بھی بہت شریر ہو گئی ہے۔ ہر روز اُسے نت نئی شرارت سوجھتی ہے۔ اُس روز وہ کرشن چندر کی تخلیق "انسانوں کا نفسیاتی مطالعہ" پڑھ رہی تھی۔ وہ کہیں سے ادھر نکل آئی اور بولی "ممی! کبھی آپ نے اپنا نفسیاتی مطالعہ کیا ہے؟" اور اُس نے جھٹ سے آئینہ اُس کے سامنے کر دیا۔

"دیکھیئے آپ کی آنکھوں کے یہ سرخ ڈورے اِس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ آپ اپنے سینے میں بے کراں جذبات کا ایک گہرا سمندر لئے بیٹھی ہیں۔"

"بدتمیز! دور ہو جاؤ میری نظروں سے!"

"ممی! آپ تنہائی میں کیسے بدتمیز کہہ رہی ہیں؟"

اور اُس کے خیالوں کا سلسلہ ٹوٹ کر بکھر گیا اور اُسے محسوس ہوا جیسے وہ یکایک آسمان سے زمین پر آگری ہو۔

"ارچنا تم کالج سے کب آئیں؟" وہ چونک کر بولی۔

"میں تو بہت دیر سے آپ کو اسی حالت میں دیکھ رہی ہوں۔"

اور پاروکو محسوس ہوا جیسے اُس کی چوری پکڑی گئی ہو۔ وہ شرمسار ہو گئی۔

"یہ کون ہیں ارچنا؟"

"وِکاس! میرے کلاس فیلو۔"

پارو اُسے دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ وہ خوبصورت اور صحت مند نوجوان تھا۔ اُس کے چہرے میں کچھ ایسی کشش تھی جس سے نگاہیں بچانا دشوار تھا۔ اُس کی آنکھیں بے حد پُرکشش تھیں۔ اُس کی آنکھوں میں بلا کا جادو تھا۔

"کیلاش! — کیلاش — بالکل دوسرا کیلاش!"

"وِکاس!"

"کیلاش!!"

اُس کے سامنے یہ کیلاش کہاں سے آگیا؟ وہی رنگ، وہی روپ وہی بولنے کا دلربا انداز — بھگوان کے لئے چلے جاؤ۔ بہت دور جہاں میرے تصور کی کمندیں نہ جا سکیں۔ — ہے بھگوان! یہ بیہودہ روح فرسا محرومیاں، یہ تنہائیاں اور یہ سناٹے تو نے میرا مقدر بنا دیا ہے۔ میں یونہی کب تک بے نام شعلوں میں سلگتی رہوں گی!

یہ خوبصورت دھرتی پر بسنے والے کتنے خوبصورت لوگوں کے کتنے حسین خواب تعبیروں کا منہ دیکھے بغیر محرومیوں کے صحرا میں جا کر دفن ہو جاتے ہیں۔ نہ جانے کیوں یہاں ہر لمحہ، ہر پل ہر روز کتنی تمناؤں اور آرزوؤں کا خون ہوتا ہے۔ لیکن یہاں کسے اتنی فرصت ہے! اور اُس نے اپنی تمام خوابیدہ قوتوں کو مجتمع کر کے کہہ دیا

"ارچنا! میں تمہارے فیصلے کی قدر کرتی ہوں۔ مجھے تمہاری پسند پر فخر ہے۔" نہ جانے کیوں وہ وکاس کو دیکھ کر اسقدر متاثر ہوئی کہ اُس نے وکاس کے بارے میں اور کچھ سوچنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی

یہ سن کر ارچنا اور وکاس پھولے نہ سمائے — پارو شادی کے لئے رضامند ہو گئی اُن کی اُمیدوں کے چمن میں بہاریں رقص کرنے لگیں۔

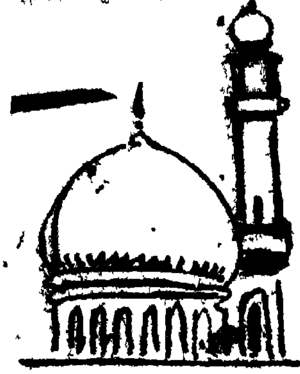
دوسرے دن جب وہ وِکاس کے بنگلے پہنچی تو وکاس کی ماں نے ارچنا اور اُس کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ وکاس کی ماں کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔ وہ بے حد حسین و جمیل امریکن عورت تھی۔ وہ سوچنے لگی — کیا ایک امریکن عورت بھی اتنی پتی ورتا ہو سکتی ہے

وہ ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئیں۔ ڈرائنگ روم بے حد حسین اور ماڈرن تھا۔ اچانک پارو کی نگاہ دیوار پر آویزاں تصویر پر جم کر رہ گئی یہ اُس کے اُسی پرکاش کی تصویر تھی جسے وہ آج تک کوشش کے باوجود بھول نہیں سکی تھی۔

ایک زبردست طوفان اُس کے دل و دماغ پر چھا گیا اور اُسے اٹھارہ سال پیچھے اڑا لے گیا جہاں اب بھی اُس کے ٹوٹے ہوئے دل سے درد کی صدائیں آ رہی تھیں نقدیر کے، وہ پرتازہ پھولوں کا ایک ہار جھول رہا تھا اور پاس ہی اگربتیوں سے اٹھتا ہوا دھواں اُس کی داستان محبت کو اپنی خاموش زبان سے دہرا رہا تھا جسے وہاں اُس کے سوا اور کوئی نہ سمجھ سکا!!

دین دنیا ریلوے بک اسٹال پر

دین دنیا۔ ہندوستان کے سب ہی ریلوے بک اسٹالوں پر ملتا ہے سفر کے دوران بھی آپ اسے حاصل کر سکتے ہیں۔



اسرائیل کو عرب علاقے خالی کرنے کا حکم

علامہ خمینی کے خلاف بغاوت - افغانستان میں تباہی اور بربادی

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

اسرائیل کو عرب علاقے خالی کرنے کا حکم

۱۸ دسمبر کی اطلاع ہے کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے عرب علاقوں پر اسرائیل کے قبضہ کی سخت مذمت کی ہے اور ہدایت کی ہے کہ اسرائیل فوریاً بلا کسی شرط کے یہ علاقہ خالی کر دے۔ اسمبلی نے اس سلسلہ میں کیے گئے تمام جزوی معاہدات اور راضی نامے کو بھی مسترد کر دیا ہے جن سے فلسطینیوں کے حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ اس قرارداد کو اسمبلی میں ۱۳ کے مقابلہ میں ۱۰۱ ووٹوں سے منظور کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اسمبلی نے اسرائیل اور مصر کے درمیان ۱۹۷۸ء میں ہونے والے کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کو بھی مسترد کر دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ فلسطین کا سوال مشرق وسطیٰ کے تنازعہ کا اصل سوال ہے جسے کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور اس سوال کا منصفانہ حل ہونا نہایت ضروری ہے۔ قرارداد میں جنرل اسمبلی نے اسرائیل کے بیت المقدس پر قبضہ [illegible] کے اپنے فیصلے اور اسے اپنا دارالسلطنت قرار دینے [illegible] کی حیثیت کو بگاڑنے کو ایک مذموم فعل قرار دیا ہے۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی اس قرارداد کا آئینی تقاضہ تو یہ تھا کہ اسرائیل ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اپنے غاصبانہ قبضہ سے دستبردار ہو جاتا [illegible] عرب علاقوں [illegible] ہو سکتا ہے۔ لیکن اسرائیل کوئی مہذب ملک نہیں ہے بلکہ یہودیوں اور ڈاکوؤں کا ایک ٹولہ ہے جو ملک و دولت کی بجائے [illegible] ہے اور اس ڈاکو کے [illegible] اس ڈاکو کو امریکہ [illegible] ان قراردادوں کو [illegible] ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ اقوام متحدہ اور اس کی جنرل اسمبلی اسرائیلی ڈاکو کے مقابلہ میں قطعی ناکام ہو کر رہ گئی ہے اسرائیل نے اس کے ریزولیشنوں اور قراردادوں کو بڑی حقارت سے ٹھکرا دیا ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ اسرائیل قراردادوں سے نہیں بلکہ طاقت سے قابو میں آئے گا۔ اور اسے طاقت سے کس طرح زیر کیا جائے یہ بات صرف عرب ممالک کے سوچنے کی نہیں ہے۔ بلکہ سب ہی آزاد اسلامی ممالک کو اس پر غور کرنا ہے۔

علامہ خمینی کے خلاف بغاوت

تہران سے جو تازہ ترین اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اب ایران میں علامہ خمینی کی حکومت کا تختہ الٹنے کا وقت قریب آگیا ہے کیونکہ ایران کا ہر تعلیم یافتہ طبقہ علامہ خمینی اور ان کے ہمنوا ملاؤں سے بیزار ہو چکا ہے۔ چنانچہ ایسوسی ایٹیڈ پریس [illegible] ایران کے بارے میں جو اطلاع دی ہے وہ یہ ہے کہ ایک طرف تو ایران اور عراق کے درمیان جنگ بدستور جاری ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے تیل کے مرکزوں کو نشانہ بنا رہے ہیں اور دوسری طرف اعتدال پسند اور انتہا پسندوں کی کشمکش دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اور علامہ خمینی کے خلاف بغاوت کا امکان پیدا ہو گیا ہے۔

تہران کی اطلاع ہے کہ وہاں اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ آیت اللہ خمینی کی حکومت کے خلاف بغاوت کی تیاریاں ہو چکی ہیں [illegible] علی آقا [illegible] نے مجلس کے [illegible] اجلاس میں [illegible] کی ہے کہ حکومت کے خلاف بغاوت کا [illegible]

اُن کی یہ اپیل تہران ریڈیو نے نشر کی ہے۔ مگر اُنھوں نے یہ وضاحت نہیں کی کہ کن باغی عناصر کی جانب سے اُنہیں بغاوت کا اندیشہ ہے

اصل بات یہ ہے کہ ایرانی ملاؤں کا دور ایران کے سب ہی باشندوں کے لئے ایک مصیبت بنا ہوا ہے۔ اور علامہ خمینی نے عراق کے خلاف جنگ چھیڑ کر تو بالکل اِس ملک کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ مبصروں کا خیال ہے کہ علامہ خمینی نے یہ جنگ اسی لئے چھیڑی ہے تاکہ جنگ کے اس طوفان میں اُن کے خلاف جو باغیانہ سرگرمیاں بہت پہلے شروع ہو چکی تھیں وہ دب جائیں۔ لیکن اِس جنگ نے علامہ خمینی کے لئے ایک نئی مصیبت کھڑی کر دی ہے۔

ایک طبقہ کی یہ بھی رائے ہے کہ علامہ خمینی امریکہ کے ہاتھ بک چکے ہیں ترکی کے راستہ امریکہ اُنہیں ہتھیار سپلائی کر رہا ہے۔ اور یرغمالوں کی رہائی کا درپردہ فیصلہ ہو چکا ہے۔ صرف موقعہ اور وقت کا انتظار ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی عام خیال ہے کہ اب امریکہ بھی ملاؤں کی اِس حکومت کو زوال سے نہیں بچا سکے گا اور جلد ہی علامہ خمینی کی حکومت کا تختہ الٹنے والا ہے۔

افغانستان میں تباہی و بربادی

پچھلے دنوں کابل سے اطلاع موصول ہوئی تھی کہ روسی سپاہیوں کے ہاتھوں افغانی لڑکیوں کو ہلاک کئے جانے پر افغانستان میں شدید اضطراب اور ہیجان پھیل گیا تھا۔ اور اب معلوم ہوا ہے کہ بہت سے افغانیوں کو روسیوں نے آگ لگا کر زندہ جلا دیا ہے چنانچہ افغانستان کے مشرقی صوبہ پاروان میں روس کے خلاف۔ مزاحمت کرنے والے مجاہدین کے ایک لیڈر محمد یوسف نے کہا ہے کہ

"روسیوں نے پاروان صوبہ میں بگلان ہوائی اڈے کے قریب جنگلات میں آگ لگا دی ہے۔ جس کے نتیجہ میں ۴۳ شہری جل کر ہلاک ہو گئے ہیں۔ اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ مجاہدین نے بار بار بگلان ہوائی اڈے پر حملے کئے تھے۔ جس کے نتیجہ میں روسیوں کی جانب سے یہ انتقامی کارروائی کی گئی ہے۔ اُنھوں نے جنگل کے قریب واقع ایک گاؤں کو بھی بالکل تباہ کر دیا ہے وہ اِس گاؤں پر توپوں سے اُس وقت تک گولہ باری کرتے رہے جب تک کہ اِس گاؤں کا ایک ایک مکان تباہ نہیں ہو گیا۔

بات یہ ہے کہ افغانستان میں تقریباً ہر مقام پر افغانی مجاہدین بڑی دلیری کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں اور اُس کے جواب میں مجاہدین کی جائے پناہ کو برباد کرنے کے لئے روسی ہیلی کوپٹروں کے ذریعہ آگ لگانے والے گولے برسائے جا رہے ہیں جن سے کہ افغان باشندوں اور مجاہدین کو بڑی تباہی کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔

روسیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ افغانی عوام کی حفاظت کے لئے افغانستان میں آئے ہیں۔ لیکن یہ حفاظت کا بڑا ہی انوکھا طریقہ ہے کہ اِس ملک کے باشندوں کو ہلاک کیا جا رہا ہے۔ ان کی آبادیوں میں آگ لگائی جا رہی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ روسی افغانی مجاہدوں سے تنگ آ چکے ہیں اور اب وہ انتقام پر اتر آئے ہیں

شام اور اردن کی جنگ ٹل گئی

شام اور اردن کے تعلقات کچھ مدت سے کشیدہ چلے آ رہے ہیں اور حالیہ ایران و عراق کی جنگ کی وجہ سے ان دونوں عرب ملکوں میں اور زیادہ کشیدگی پیدا ہو گئی تھی اِس لئے کہ اردن عراق کا حامی ہے اور شام ایران کا معاون اور ہمنوا بنا ہوا ہے۔ چنانچہ پچھلے دنوں شام نے اپنی فوجیں اردن کے سرحد کے قریب جمع کر دی تھیں اُدھر اردن نے بھی فوج کا ایک بڑا حصہ اپنی سرحدوں پر متعین کر دیا تھا اور ہر لمحہ اِس بات کا اندیشہ بڑھ رہا تھا کہ کہیں ایران اور عراق کی طرح شام اور اردن بھی جنگ کی آگ میں نہ کود پڑیں۔

ہمکو خوشی ہے کہ سعودی عرب کے بادشاہ شاہ خالد کی کوششوں سے یہ خطرہ دور ہو گیا ہے اور دونوں ممالک اپنی فوجوں کو ہٹانے کے لئے آمادہ ہو گئے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں اردن کے وزیر اطلاعات نے اپنے ایک بیان کے ذریعہ بتایا ہے کہ اردن نے شام کی سرحد پر متعین فوجیں وہاں سے ہٹانی شروع کر دی ہیں۔ لیکن ابھی وہ یہ نہیں بتا سکتے ہیں کہ کتنے فوجی ہٹائے جا چکے ہیں اور کتنے بعد میں ہٹائے جائیں گے۔ اُدھر شام کی جانب سے اس سلسلہ میں کوئی اعلان نہیں ہوا ہے مگر معلوم ہوا ہے کہ شام نے ابھی اپنی فوجیں کو ہٹانا شروع کر دیا ہے۔

اس وقت ایران اور عراق ہی کے درمیان جو جنگ جاری ہے وہ خلیجی ممالک کے لئے خودکشی کے ہم معنی ہے اور اگر خدا نخواستہ شام اور اردن میں بھی جنگ چھڑ جاتی تو اِس تباہی میں اور اضافہ ہو جاتا ہمیں شاہ خالد کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اُنھوں نے تدبر سے کام لیتے ہوئے اُس تازہ فتنہ کو دبا دیا جس سے کہ اسرائیل اور عرب دشمن ممالک ہی کو فائدہ پہنچ سکتا تھا۔

اسرائیلی علاقوں میں عربوں کے مظاہرے

کعبہ اول بیت المقدس کو اسرائیلی دارالسلطنت قرار دینے پر صرف دنیائے اسلام میں شدید اضطراب برپا نہیں ہے بلکہ ان عرب علاقوں میں بھی شدید بے چینی پیدا ہو گئی ہے جن پر کہ اسرائیل نے غاصبانہ قبضہ جما رکھا ہے۔ اور جہاں نئی نئی اسرائیلی بستیاں قائم کی جا رہی ہیں۔

"مسجد اقصیٰ" بیت المقدس کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ اس مسجد میں بھی عربوں نے اسرائیل کے اِس مذموم اقدام کے خلاف مظاہرے کئے ہیں۔ اور ان مظاہروں میں حصہ لینے والے بہت سے عربوں کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔

اس کے علاوہ ایک اطلاع یہ بھی ہے کہ مقبوضہ مغربی کنارے پر آباد عربوں نے بھی ہڑتال کی ہے جسے روکنے کے لئے اسرائیلی حکومت نے بہت ہی سخت انتظامات کئے ہیں لیکن اس کے باوجود دکانیں بدستور بند ہیں۔ اگرچہ فوج نے زبردستی دکانیں کھلوانے کی انتہائی کوشش کی تھی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اسرائیلی علاقہ میں جا بجا تصادم برپا ہو گئے ہیں۔ مختصر یہ کہ پورے اسرائیلی علاقہ میں آباد عربوں میں شدید ہیجان برپا ہے۔ جسے دبانے کے لئے۔ انتہائی سختی سے کام لیا جا رہا ہے۔

لبنان میں تباہی بدستور جاری

لبنان غالباً دنیا کا سب سے بدقسمت ملک ہے جس میں کہ تباہی اور بربادی تقریباً پانچ سال سے جاری ہے۔ اور اسرائیلی حملوں نے اس ملک کو بالکل تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔

لبنان آجکل تین حصوں میں بٹا ہوا ہے۔ بیروت کے شمال میں عیسائیوں کا غلبہ ہے۔ اور اسرائیلی سرحد کے ساتھ ساتھ جو پٹی ہے اُس پر میجر حداد کے نام سے اسرائیل کی حکومت ہے۔ اور جو حصہ باقی رہ جاتا ہے وہ مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ اور جہاں تک مرکزی حکومت کا تعلق ہے وہ قطعی بے جان بن کر رہ گئی ہے نہ اس کا عیسائی علاقہ پر کوئی اثر ہے۔ اور نہ اُس علاقہ پر جس پر کہ میجر حداد قابض ہے۔

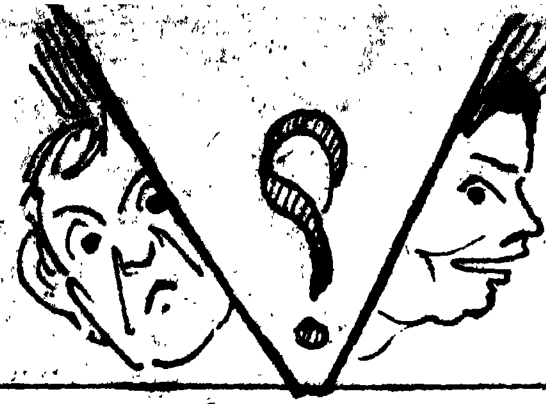
اصل بات یہ ہے کہ عیسائی اور اسرائیل اِس ملک کو دو حصوں میں تقسیم کرانا چاہتے ہیں۔ یعنی اسرائیلی اور عیسائی تو اپنی متحدہ حکومت کے خواہاں ہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ مسلم علاقہ کو بالکل علیحدہ کرا دیا جائے یعنی یہ ایک نئی اسرائیلی حکومت کے قیام کی فکر میں ہے بلکہ انھوں نے اسرائیلی حکومت کی داغ بیل بھی ڈال دی ہے۔ چنانچہ جس علاقہ پر میجر حداد نے قبضہ جما رکھا ہے اُسے اسرائیلی علاقہ ہی سمجھنا چاہئے۔

ہمیں افسوس ہے کہ جس طرح فلسطینی علاقہ پر اسرائیل قائم کیا گیا ہے بالکل اُسی طرح لبنان کے علاقہ پر ایک نئے اسرائیل کی داغ بیل ڈالی جا رہی ہے لیکن عرب ممالک خاموشی سے بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)



سائنس دانوں کے نزدیک قیامت قریب

سائنس داں جن کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اب اُنھوں نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ "قیامت بالکل قریب ہے" چنانچہ امریکن سائنس داں "جیفری گرڈ مین" نے کہا ہے کہ "حال ہی میں الجزائر اور اٹلی میں جو تباہ کن زلزلے آئے ہیں وہ اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ آئندہ بیس سال کے اندر اندر یہ دنیا بالکل تباہ ہو جائے گی۔"

اپنے ایک طویل مقالہ میں یہ سائنس داں لکھتا ہے کہ۔ "آنے والے بیس سال بڑے ہی خطرناک ہیں اِس مدت میں بڑے ہی قیامت خیز زلزلے آئیں گے جن کی وجہ سے سنہ ۲۰۰۰ء تک دنیا کے بیشتر ممالک صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ سمندروں میں بڑے بڑے نئے جزیرے ابھر آئیں گے۔ زمین اپنے شمالی اور جنوبی محور سے ہٹ جائے گی۔"

اِس سائنس داں کا کہنا ہے کہ "۱۹۸۵ء اور ۱۹۹۰ کے درمیان نیویارک خوفناک جھٹکوں سے تہس نہس ہو جائے گا اور جزائر برطانیہ کا ایک حصہ سمندر میں ڈوب جائے گا اسی طرح امریکہ کے مغربی ساحل کا بڑا حصہ سمندر میں ڈوب جائے گا۔ غرضکہ اس سائنسداں کے نزدیک قیامت بہت جلد آنے والی ہے۔

عشق و عاشقی کی تعلیم دینے والا مدرسہ

اخبارات کی اطلاع یہ ہے کہ ایک تیس سالہ نوجوان "پروفیسر آئی دن پانڈیو" اور اُس کی نوجوان اور حسین بیوی نے اٹلی میں ایک ایسا مدرسہ کھولا ہے جس میں کہ نوجوانوں کو عشق و عاشقی کرنے اور لڑکیوں کو ورغلانے کی تعلیم دی جاتی ہے اِس نوجوان کا کہنا ہے کہ "نوجوان فطری طور پر لڑکیوں سے پینگیں بڑھانے کے دلدادہ ہوتے ہیں لیکن چونکہ اُنہیں اس ضمن میں کوئی تجربہ نہیں ہوتا اِس لیے ذلت اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس مدرسہ میں باقاعدہ نہایت مسحورکن عشق بازی کی تعلیم دی جائے گی اور اِس کام میں اُس کی بیوی بھی برابر کا حصہ لے گی۔"

معلوم ہوا ہے کہ تقریباً ڈیڑھ سو عشق بازی کی تعلیم حاصل کرنے والے طلبا اس مدرسہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ تعجب ہے کہ جب اسکولوں اور کالجوں میں ملی جلی تعلیم حاصل کرنے والے طلبا اور طالبات خود ہی عشق بازی کے ماہر ثابت ہو رہے ہیں تو اِس خصوصی اسکول کی ضرورت کیا پیش آگئی۔ شائد عشق بازی کے علاوہ کچھ اور کے سبق دینا مقصود ہے

عورتوں کو برہنہ رہنے کا قانونی حق

آجکل یورپ و امریکہ میں عورتوں کے سڑکوں پر برہنہ نکلنے کی وبا عام ہے۔ اور دنیا کے بیشتر ممالک میں جونکہ برہنگی کو ایک اخلاق سوز جرم خیال کیا جاتا ہے۔ اِس لئے اِس جرم میں عورتیں گرفتار کی جا رہی ہیں لیکن اب کیلیفورنیا کی ایک عدالت نے عورتوں کی برہنگی کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے اس بات کی اجازت دیدی ہے کہ اگر عورتیں چاہیں تو اپنے جسم کے بالائی حصہ کو برہنہ رکھ سکتی ہیں

Registered with the Registrar of [illegible] R. No. [illegible]

THE DIN DUNIA DELHI



ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مستند احادیث کا بے مثال ذخیرہ
صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ
اور احادیث کی تمام مستند کتب کی روح

اردو حدیث

(مفتی شوکت علی فہمی کی جدید ترین مایۂ ناز تالیف)

قرآن پاک کے بعد حدیث ہی وہ مقدس کتاب ہے جس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد قائم ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال ارشادات و احکامات کا وہ قیمتی ذخیرہ ہے جو مسلمانوں کی قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ اس وقت تک کوئی ایسی اردو مستند حدیث موجود نہیں تھی جو مسلمانوں کو بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دے خدا کا شکر ہے کہ اردو حدیث کی اشاعت کے بعد یہ کمی پوری ہو گئی۔ اس تالیف نے مسلمانوں کو عربی زبان کی بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ اور حدیث کی تمام مستند کتب سے وہ تمام احادیث جمع کر دی گئی ہیں جن کی روزانہ زندگی میں ہر مسلمان کو ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس پاکیزہ تالیف کی بڑی خوبی یہ ہے اس کے بیس ابواب قائم کر کے تمام احادیث کو علیحدہ علیحدہ عنوانات کے ماتحت اس طرح تقسیم کر دیا گیا ہے کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں فوراً نکل آئیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ایک معمولی اردو داں بھی علما کی طرح احادیث سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے گا یہ اردو زبان کی وہ نایاب حدیث ہے جسے مفتی شوکت علی فہمی نے سالہاسال کی شب و روز کی محنت کے بعد مرتب کیا ہے۔

"اردو حدیث" مندرجہ ذیل بیس ابواب پر مشتمل ہے

ا. صاحب حدیث رسول اللہ صلعم کی سوانح مبارک	۵. حکمرانی جہاد اور شرعی سزاؤں سے متعلق احادیث	۱۱. اسلامی تمدن و معاشرت کے بارے میں احادیث	۱۶. ارتقاء اور حیات بعد الموت کے بارے میں احادیث
ب. علم الحدیث اور اس کی مکمل تاریخ	۶. اخلاق اور اصلاح کے بارے میں احادیث	۱۲. والدین اعزا اور متعلقین کے بارے میں احادیث	۱۷. [illegible] اور علامات قیامت کے بارے میں احادیث
۱. ایمان اور اسلام کے بارے میں احادیث	۷. تحمل نرمی اور فیاضی کے بارے میں احادیث	۱۳. زن و شوہر کے تعلقات اور نکاح و طلاق کے بارے میں احادیث	۱۸. جنت اور دوزخ کے بارے میں احادیث
۲. عبادات الٰہی روزہ نماز حج زکوٰۃ کے بارے میں احادیث	۸. حسد ظلم اور افعال ممنوعہ کے بارے میں احادیث		۱۹. رسول اللہ صلعم کے معجزات اور پیشینگوئیوں کے بارے میں احادیث
۳. ذکر الٰہی خوف خدا اور دعا سے متعلق احادیث	۹. محبت اور اخوت کے بارے میں احادیث	۱۴. عورت اور پردے کے بارے میں احادیث	
۴. پرہیزگاری اور توکل کے بارے میں احادیث	۱۰. غریبی قناعت اور انکساری کے بارے میں احادیث	۱۵. تجارت معاملات اور لین دین کے بارے میں احادیث	۲۰. نہایت مفید اور کارآمد منتخب احادیث

گذشتہ پچاس برس میں حدیث کی ایسی جامع کتاب شائع نہیں ہوئی!

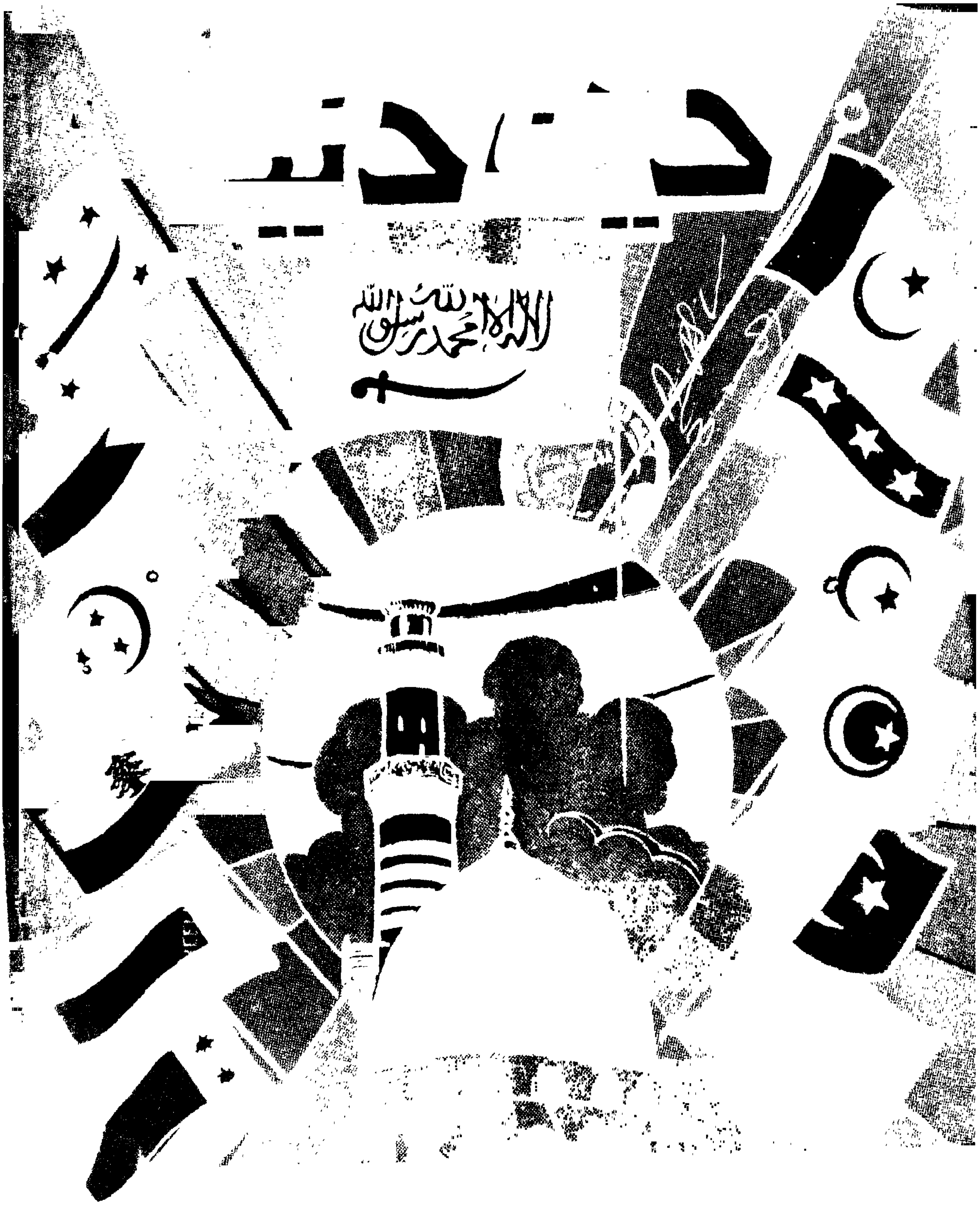
مندرجہ بالا عنوانات کے ماتحت ڈیڑھ ہزار سے زیادہ احادیث ایسی عمدہ ترتیب کے ساتھ درج کی گئی ہیں کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں ایک منٹ میں آسانی کے ساتھ نکل آئیں [illegible] نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ گذشتہ پچاس برس میں حدیث کے موضوع پر ایسی مستند کتاب اردو میں شائع نہیں ہوئی۔ ہر حدیث کے بعد حدیث کی مستند کتب کا حوالہ موجود ہے۔ زبان ایسی شستہ کہ عام فہم کہ مرد عورتیں اور بچے بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ ضخامت تقریباً [illegible] صفحات۔ کتابت و طباعت اعلیٰ [illegible] رنگ میں چھپا ہوا۔ [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی رنگین تصویر موجود [illegible] نہایت خوشنما اور رنگین۔

پورے بیس ابواب کی مکمل اور مجلد کتاب [illegible] صرف

Rs. 12

DIN DUNIA PUBLISHING CO. JAMAMASJID

Title & Pictures Printed at the Pilot Press Delhi



لا إله إلا الله محمد رسول الله



افغانستان پر روسی قبضہ کے خاتمے تک "خان عبدالغفار خان" کابل میں نظر بند کر دئیے گئے



وزیر اعظم اسرائیل مسٹر بیگن اور صدر انور سادات میں دوستی کا معاہدہ
امریکہ کے جانے والے صدر "جمی کارٹر" کا سب سے بڑا کارنامہ



نیویارک میں مسز اندرا گاندھی اور جنرل ضیاءالحق کی ایک ملاقات



امریکہ کے نئے صدر ''رونالڈ ریگن''



سابق صدر کارٹر سعودی ولیعہد شہزادہ فہد کے ہمراہ



دبئی کے حکمراں ”شیخ رشید بن سعید“ (بائیں طرف) شیخ زائد بن سلطان سے تبادلہ خیال کر رہے ہیں



تیل پیدا کرنے والے عرب ممالک کے نمائندے ”اوپیک“ کی ایک میٹنگ میں تیل کی قیمت بڑھانے پر غور کر رہے ہیں



افغانی مجاہدین نے روسی ٹینکوں پر بھی قبضہ کر لیا ہے



افغانستان کے بدنصیب مہاجرین کا سیلاب پاکستان میں چلا آرہا ہے
اب تک بیس لاکھ مہاجرین پاکستانی کیمپوں میں پہنچ چکے ہیں



بغداد میں اسلامی حکومت کی یادگار "ابن سینا" کا قدیمی کتب خانہ

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور اسلامی پرچہ

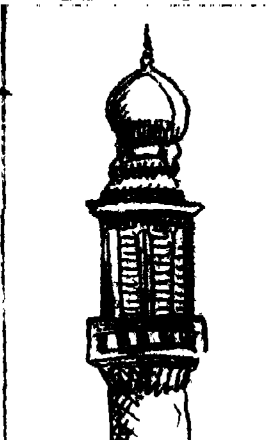
ماہنامہ

دین دنیا

دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۶۱ | فروری ۱۹۸۱ء | نمبر ۲



قیمت فی پرچہ دو روپے پاکستان بنگلہ دیش اور برما سے پچاس پیسے غیر ممالک سے سو روپیہ سالانہ	ترسیل زر کا پتہ دفتر ماہنامہ دین دنیا دین دنیا مارکیٹ ..... متصل جامع مسجد دہلی وی پی منگانے میں سوا تین روپے زائد کا خرچ ہے جنی آرڈر بھیجئے	قیمت اکیس روپے ششماہی گیارہ روپے

مفتی شوکت علی فہمی۔ ایڈیٹر پرنٹر پبلشر و پروپرائٹر نے اپنے خواجہ پریس میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا

رفتارِ زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

اقلیتوں میں بیداری

متحدہ محاذ کے قیام کی ضرورت کا احساس

گذشتہ چوتھائی صدی کے تلخ تجربات کے بعد یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہندوستان کے مسلمان۔ درج فہرست قبائل و ذاتیں اور پس ماندہ طبقات جب تک حکومت کے رحم و کرم پر انحصار کرتے رہیں گے اور اپنا کوئی مشترک اور متحدہ محاذ قائم نہیں کریں گے اس وقت تک اُن کے مسائل اسی طرح تشنہ پڑے رہیں گے جس طرح کہ گذشتہ تیس بتیس سال سے تشنہ پڑے ہوئے ہیں۔

لیکن اب ہمیں یہ دیکھ کر اطمینان ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کی اقلیتوں میں بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ اور وہ یہ سمجھنے لگی ہیں کہ اُن کے لیے اقلیتوں کے متحدہ محاذ کا قیام نہایت ضروری ہے چنانچہ حال ہی میں کلکتہ میں آل انڈیا مسلم کانفرنس کے زیر اہتمام جو کل ہند اقلیت بچاؤ کنونشن منعقد ہوا تھا۔ جس میں کہ جہاں اقلیتوں کے اہم مسائل پر غور کیا گیا وہاں اقلیتی محاذ کے قیام پر بھی زور دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ یہ چیز بھی ہمارے لئے اطمینان بخش ہے کہ اب پس ماندہ طبقوں کے رہنما بھی اقلیتوں کے متحدہ محاذ کی ضرورت کو محسوس کرنے لگے ہیں مثال کے طور پر پونا ڈیفینس ریسرچ سینٹر کے سابق سائنس داں مسٹر کانشی رام مسلمانوں اور ملک کے دوسری اقلیتوں کو متحد کرنے کے لئے ملک کے مختلف حصوں کا دورہ کر رہے ہیں چنانچہ حال ہی میں جب وہ اس مقصد کے لئے بنگلور پہنچے تو ۲۸ دسمبر کو ہوٹل ووڈ لینڈس میں اُن کے اعزاز میں مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے جانب سے ایک شاندار استقبالیہ دیا گیا۔ اس استقبالیہ کے موقعہ پر شری کانشی رام نے جو تقریر کی ہے وہ مسلمانوں پس ماندہ طبقوں اور سب ہی اقلیتی طبقوں کے لئے بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اپنی تقریر میں آپ نے اقلیتی محاذ کے قیام پر زور دیتے ہوئے کہا

"ہندوستان کے مصیبت زدہ مسلمان۔ درج فہرست ذاتیں وقبائل اور تمام پس ماندہ طبقات متحد ہو کر ہی اپنی مشکلات دور کر سکتے ہیں۔ انگریزوں کے ہندوستان سے چلے جانے کے بعد اس ملک پر چار طبقوں یعنی سیاست دانوں، نوکر شاہی۔ سرمایہ داروں اور جاگیر دارانہ نظام کے علمبرداروں کی حکومت چل رہی ہے۔ حالانکہ یہ حکومت چلانے والے سب ہی اقلیت میں ہیں۔ ملک کی سیاست اور نوکر شاہی پر برہمن طبقہ کا قبضہ ہے جو صرف پانچ فی صد ہیں ملک کی معیشت پر پانچ فیصد بنیوں کا راج ہے۔ اور آبادی کا تقریباً چھ فیصد حصہ [illegible] ار اور مختلف ریاستوں کے وزرائے اعلیٰ اور با اختیار وزراء کے زیر اثر ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ تقریباً پندرہ یا سولہ فیصد لوگ اس ملک پر حکومت کر رہے ہیں اور اُن ہی کی وجہ سے اس ملک میں بسنے والے درج فہرست ذاتیں وقبائل مسلمان اور دیگر پس ماندہ طبقات مصیبتوں کا شکار بنے ہوئے ہیں اور اب ان ہی لوگوں نے ملک میں تین کمیشن بھی قائم کر دئے ہیں جن

کے فقطے کام یہ ہے کہ وہ درج فہرست ذاتوں اور قبائل مسلمان اور پس ماندہ طبقات کی مشکلات کو دور کریں۔ مگر میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ کمیشن ان کچلے ہوئے اور مصیبت زدہ طبقات کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے۔ کیوں کہ جن لوگوں نے یہ کمیشن قائم کیے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ان تینوں مصیبت زدہ طبقات کو آپس میں لڑا کر متحد نہ ہونے دیا جائے۔ یاد رہے کہ جب تک یہ تینوں طبقے متحدہ طور پر آگے نہیں بڑھیں گے اس وقت تک ان کے مسائل حل نہیں ہوسکیں گے۔"

شری کاشی رام نے ملک میں ہونے والے گزشتہ تین بڑے فرقہ وارانہ فسادات کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ "ان فسادات میں اقلیتوں کو آپس میں لڑایا گیا ہے۔ مفاد پرست طبقہ نے علی گڑھ میں مسلمانوں سے چماروں کو لڑوایا۔ جمشید پور میں درج فہرست ذاتوں اور قبائل کے لوگوں کو مسلمانوں سے ٹکرا دیا۔ اور ناڈیا میں پس ماندہ طبقات کو مسلمانوں سے لڑایا۔ مسلمانوں درج فہرست ذاتوں اور پس ماندہ طبقات کو اپنے مشترک دشمن سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ انہیں اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ وقت کی اہم ضرورت یہ ہے کہ اپنے مسائل کو حل کرنے کے لئے مسلمان درج فہرست ذاتیں و قبائل اور پس ماندہ طبقات متحد ہو جائیں اور اپنا مشترک پلیٹ فارم قائم کریں۔ اس کے بغیر ان کے مسائل کسی طرح بھی حل نہیں ہوسکیں گے۔"

شری کاشی رام نے جن حقائق کا اظہار کیا ہے ان سے کون انکار کرسکتا ہے۔ ہمارے لئے یہ بات باعث اطمینان ہے کہ اب شری کاشی رام جیسے شیڈول کاسٹ لیڈروں کو بھی اقلیتوں کے متحدہ محاذ کے قیام کی ضرورت کا احساس ہونے لگا ہے۔ اور یہ ایک اچھی علامت ہے۔ ہماری قطعی رائے ہے کہ اگر اس ملک کی سب ہی اقلیتیں متحد ہو جائیں اور اپنا ایک مشترک محاذ اور پلیٹ فارم قائم کریں تو وہ اس ملک کی ایک ایسی متوازن طاقت بن سکتی ہیں جن کے تعاون کے بغیر ہمارے ملک میں نہ تو کسی پارٹی کی حکومت بن سکتی ہے اور نہ چل ہی سکتی ہے۔

اس ملک کی اقلیتوں اور پس ماندہ طبقوں کی یہ انتہائی بدقسمتی ہے کہ یہاں سب ہی اقلیتیں منتشر ہیں اور اس ملک کی اکثریتی سیاسی پارٹیاں شروع ہی سے ان کو منتشر کرنے کی کوشش میں لگی رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ خود اقلیتوں نے بھی آپس میں متحد ہونے کی کوئی خاص کوشش نہیں کی۔ اور ان کے انتشار سے اس ملک کی سیاسی پارٹیاں گزشتہ بتیس سال سے ناجائز فائدہ اٹھاتی رہی ہیں۔ چنانچہ یہ اقلیتیں ہی کے ووٹوں سے لوک سبھا اور اسمبلیوں میں جاتی ہیں اور وہاں پہنچنے کے بعد اقلیتوں اور پس ماندہ طبقوں کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتی رہتی ہیں۔

ہم اس ملک کے مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کو بار بار یہ سمجھاتے رہے ہیں کہ یہ ملک کسی اکثریت کا نہیں بلکہ اقلیتوں کا ملک ہے اس ملک میں دس بارہ کروڑ مسلمان ہیں۔ سترہ اٹھارہ کروڑ ہریجن اور پس ماندہ طبقات ہیں بودھوں کی تعداد بھی ایک کروڑ تک پہنچ چکی ہے اس کے علاوہ عیسائیوں سکھوں اور دوسری اقلیتوں کی تعداد بھی پانچ کروڑ سے زیادہ ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ اگر یہ تمام اقلیتیں متحد ہو جائیں تو وہ کیا کچھ نہیں کرسکتیں۔

ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ اس ملک کی تمام اقلیتوں کو متحد کرنا اور ایک ہی پلیٹ فارم پر لا کر کھڑا کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ پھر ایک دشواری یہ بھی ہے کہ یہاں کی سیاسی پارٹیاں شروع ہی سے اقلیتوں میں تفریق پیدا کرنے کیلئے نہایت ہی اہم پارٹ ادا کرتی رہی ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف اقلیتوں میں طرح طرح کی بدظنی پھیلائی جارہی ہیں۔ ہریجنوں اور پس ماندہ اقوام کو غیر معمولی مراعات دی جارہی ہیں جو ختم ہونے ہی میں نہیں آتیں تاکہ وہ لالچ میں آکر دوسری اقلیتوں سے بالکل الگ تھلگ رہیں اور اچھوتوں کے جگ جیون رام جیسے لیڈر روز اول ہی سے اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ ہریجن اور پس ماندہ طبقات دوسری اقلیتوں سے الگ رہیں تاکہ وہ ان کے واحد لیڈر بن کر زیادہ سے زیادہ سیاسی فوائد حاصل کرسکیں۔

لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اب وقت آگیا ہے۔ کہ ہندوستان کی سب ہی اقلیتیں جن میں کہ ہریجن اور پس ماندہ اقوام بھی شامل ہیں اپنا مشترکہ محاذ اور پلیٹ فارم قائم کریں تاکہ اس پلیٹ فارم کے ذریعہ ایک طرف تو ملک اور وطن کی زیادہ سے زیادہ خدمات انجام دی جاسکیں اور دوسری جانب ان اقلیتی مسائل کو حل کیا جاسکے جو کہ آج تک

[illegible]

ہندوستان کے مسلمانوں اور اس ملک کی تمام دوسری اقلیتوں کو یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ ان کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ بھی اُس وقت تک حل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمام اقلیتیں اپنا متحدہ محاذ قائم نہیں کریں گی۔ یعنی مسلمانوں کے حقوق پر اسی طرح ڈاکے پڑتے رہیں گے اور انہیں تباہ کرنے کے لئے آئے دن فسادات ہوتے رہیں گے۔ اور اسی طرح ہریجنوں کو جلایا جاتا رہے گا اور ان کا خون بہتا رہے گا اور ہریجن عورتوں کی ابرو بدستور لٹتی رہے گی۔

ہمکو خوشی ہے کہ مسلم زعما اور شیڈولڈ لیڈر اب دونوں ہی اقلیتوں کے متحدہ محاذ کی اہمیت کو سمجھنے لگے ہیں۔ اور اب بجا طور پر یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ جلد ہی اقلیتوں کی اُس دیرینہ ضرورت کی تکمیل ہو جائے گی جس سے کہ اقلیتوں کو اور ملک کو سب سے بڑا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

ایرانی ملاؤں نے کیا کھویا کیا پایا

چودہ ماہ کی قید کے بعد ۵۲ امریکی یرغمال ایران سے رہا ہو کر اپنے وطن پہنچ چکے ہیں جہاں اُن کا قدم قدم پر شاہانہ استقبال ہوا ہے۔ اُن کی رہائی کے بعد جو تازہ حقائق سامنے آئے ہیں اُن سے معلوم ہوا ہے کہ ایرانی ملاؤں کو محض اس بنا پر دب کر امریکہ سے سودا کرنا پڑا ہے چونکہ عراق و ایران کی جنگ کی بنا پر ایران بالکل قلاش ہو چکا ہے۔ یرغمالوں کی رہائی کے لئے ایران نے امریکہ سے ۲۵ ارب ڈالر کا مطالبہ کیا تھا جس میں سے ۸ ارب ڈالر پر سودا ہو گیا اور ان ۸ ارب ڈالر میں سے بھی ۴ ارب ڈالر سے زیادہ امریکن بنکوں کے قرضوں کا ایران کو ادا کرنا تھا۔ جو وضع کر لیا گیا اور اس طرح ساری دنیا میں رسوائی کے بعد ایران کے پلے صرف تین ارب ڈالر کی رقم پڑی جو شاید چند ہفتوں ہی میں ایران اور عراق کی جنگ پر پھونک دی جائے گی۔ یہ یاد رہے کہ شاہ کا امریکہ میں جو کروڑوں کا اثاثہ تھا اُس میں سے ایران کو ایک پیسہ بھی نہیں مل سکا ہے۔

ایرانی ملا جن کی ساری عمر مکتب کے لڑکوں کے پڑھانے میں گزری ہے بھلا انکو حکومت اور سیاست سے کیا واسطہ ہو سکتا ہے انھوں نے محض اس لئے امریکہ کے سفارتی عملہ کو گرفتار کیا تھا تاکہ امریکہ اس دباؤ میں آکر نہ صرف شاہ ایران کا کروڑوں کا اثاثہ اُسے لوٹا دے گا بلکہ وہ شاہ ایران کو بھی اُن کے حوالے کر دے گا لیکن ان ملاؤں کی یہ دونوں ہی امیدیں خاک میں مل گئیں اور آخر ایران کو دب کر یرغمال واپس کرنے پڑے۔

بین الاقوامی قانون یہ ہے کہ اگر دو ملکوں میں جنگ بھی چھڑ جائے تب بھی جنگ زدہ ممالک سفارتی عملہ کو اپنی حفاظت میں اُن کے وطن پہنچانے کے ذمہ دار ہوتے ہیں لیکن ان ایرانی ملاؤں نے امریکی سفارت خانہ کے ارکان کو بلاوجہ گرفتار کر کے نہ صرف بین الاقوامی قانون کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں بلکہ اسلامی آئین کو بھی پس پشت ڈال دیا۔ کیونکہ اسلام اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ کہ سفارتی ارکان کو گرفتار کر لیا جائے۔ لیکن ان ملاؤں کو نہ تو اسلام سے کوئی واسطہ ہے اور نہ بین الاقوامی قوانین سے انکو تو اپنی ناشائستہ حرکتوں سے ساری دنیا میں مسلمانوں اور مسلم حکومتوں کو رسوا کرنا ہے۔

امریکی یرغمال تو رہا ہو چکے اب دیکھنا یہ ہے کہ اُس کا رد عمل کیا ہوتا ہے۔ جہاں تک امریکہ کے نئے صدر مسٹر ریگن کا تعلق ہے اُن کے تیور بگڑے ہوئے ہیں اور انھوں نے کہہ دیا ہے کہ یہ معاملہ امریکہ کی سابقہ کارٹر حکومت کا ہے میں نئے سرے سے پورے معاہدہ کا جائزہ لوں گا۔ یا بالفاظ دیگر ایرانی ملاؤں کا دماغ درست کر دوں گا۔ اُدھر امریکہ کے سابق وزیر خارجہ مسٹر مسکی نے امریکہ اور ایران کے تعلقات کے بارے میں کہا ہے کہ اگرچہ فوجی لحاظ سے ایران امریکہ کے لیے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے لیکن یرغمالوں کے واقعہ کی وجہ سے دونوں ملکوں کے تعلقات طویل مدت تک تلخ رہیں گے

یوں تو امریکہ اور ایران کے تعلقات کے بارے میں اس وقت کوئی پیشنگوئی کرنا قبل از وقت ہے لیکن پھر بھی ہماری رائے یہ ہے کہ ایران جس کا کہ حالیہ جنگ کی وجہ سے دھرن ٹوٹ چکا ہے وہاں امریکہ جلد ہی کوئی ایسا سیاسی انقلاب لانے کی کوشش

کرنے کا حکم بھی ہے بعد موجودہ ملاؤں کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا اور وہاں ایک ایسی حکومت قائم ہو جائے گی جو امریکہ کے ڈھب کی ہوگی۔ جہاں تک دوبارہ شہنشاہی کے قیام کا تعلق ہے اُس کا تو کوئی امکان نہیں۔ لیکن ملاؤں کے اقتدار کے خاتمہ کے بعد جو بھی حکومت برسر اقتدار آئے گی خواہ وہ سیاسی ہو یا فوجی اُس پر امریکہ کا پورا پورا اقتدار ہوگا۔

ان ملاؤں کی بدولت ایران بالکل ٹوٹ چکا ہے اب وہ کسی بیرونی طاقت ہی کے سہارے پر زندہ رہ سکتا ہے۔ روس کے غلبہ کا بہت کم امکان ہے۔ غالب خیال یہی ہے کہ اِن ملاؤں کی حکومت کے بعد ایران میں جو حکومت قائم ہوگی وہ امریکہ نواز ہوگی۔ اور اُس امریکہ نواز حکومت میں ان ملاؤں کا جو حشر ہونا ہے وہ سب پر عیاں ہے۔

بہرحال ایران کے ملّاؤں نے اپنے ملک کو صرف تباہ ہی نہیں کر دیا ہے بلکہ اُسے بیرونی طاقتوں کے رحم وکرم پر بھی چھوڑ دیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ خدا اِس اسلامی ملک پر رحم فرمائے اور ایران کے بے گناہ باشندوں کو اِن ملّاؤں کی حماقتوں کا مزید خمیازہ نہ بھگتنا پڑے۔

"ہر ماہ بارہ ہزار گایوں کی ہتھیا"

ہمارے ملک کے اخبارات مسلمانانِ ہند کے خلاف ہندؤوں کے جذبات کو بھڑکانے کے لئے اور ہندوستان کے ہر شہر کو مرادآباد بنانے کی غرض سے کیسے کیسے ناقابل اعتبار اور بے سروپا افسانے گھڑتے رہتے ہیں۔ اُس کا اندازہ جالندھر سے شائع ہونے والے اخبار "ہند سماچار" کے اُس مقالہ سے ہو سکتا ہے جس میں کہ یہ گپ ہانکی گئی ہے کہ "ہر ماہ سہارنپور میں بارہ ہزار گائیں کاٹی جا رہی ہیں"۔ یہ مقالہ کسی مقالہ نگار کا نہیں ہے اور نہ کوئی عام خبر ہے بلکہ ایڈیٹر سماچار شری جگت نراین نے خود اپنے قلم خاص سے تحریر فرمایا ہے۔ ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں۔

"سہارنپور میں اِس بار ایک بہت بڑی شکایت سننے کو ملی کہ سہارنپور (یوپی) اب گئو ہتھیا کے لئے سارے دیش کا مرکز بن گیا ہے۔ میں چودھری بھجن لال اور سردار دربارا سنگھ کو اِس بات کی بدھائی دیتا ہوں کہ اُنھوں نے ہریانہ اور پنجاب کی گایوں اور بیلوں کی ہتھیا کے لئے نکاس بند کر دیا ہے۔ لیکن سہارنپور کے لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ بے شک ہریانہ اور پنجاب کی سرکاروں نے گئو ہتھیا بند کرنے کے سلسلے میں ایک بہت اہم قدم اٹھایا ہے مگر اِس دھندے میں لگے ہوئے لوگوں نے جرنیلی سڑک کا راستہ تو چھوڑ دیا ہے مگر وہ پھر بھی دیہاتوں کے راستے اور کم پانی والی ندیوں کے راستے اِن پردیشوں سے گائیں ہتھیا کے لئے سہارنپور لے جا رہے ہیں۔ اِن کا یہ کہنا ہے کہ سہارنپور میں ہر روز تقریباً چار سو گایوں اور اُن کی اولاد کی ہتھیا ہوتی ہے۔ اور اُن کا گوشت باہر کے پردیشوں میں بھیجا جاتا ہے۔ مگر اُسے سکھا کر زیادہ تر باہر ہی کے پردیشوں میں بھیجا جاتا ہے۔ اُنھوں نے ہمیں شہر کے بالکل اندر وہ بوچڑ خانہ بھی دکھایا جہاں گئو ہتھیا ہوتی ہے اُسے دیکھ کر من کو بہت دکھ ہوا"

ملاحظہ فرمائے کہ گپ بازی کی انتہا ہے کہ ایک ایسے سرکاری بوچڑ خانے میں جہاں روزانہ ایک دو نہیں چار سو گائیں کٹ رہی ہوں۔ اور وہ بھی عین شہر کے وسط میں مگر کسی کو خبر تک نہ ہو۔ آخر روزانہ چار سو گایوں کا ریوڑ جب عین شہر میں وہاں کے باشندوں کے سامنے بوچڑ خانے میں جاتا ہے تو کیا اِس علاقے کے ہندو باشندے آنکھوں پر پٹیاں باندھ لیتے ہیں۔

پھر یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ چار سو گایوں کا یہ گوشت سکھا کر باہر کے پردیشوں میں بھیجا جاتا ہے۔ آخر یہ گوشت کہاں سکھایا جاتا ہے اور وہ کونسی فیکٹری سہارنپور میں قائم ہے جو اِس سوکھے ہوئے گائے کے منوں گوشت کو ڈبوں میں بند کر کے باہر اکسپورٹ کر رہی ہے۔ اور یہ سب کچھ پوشیدہ طریقہ پر ہو رہا ہے۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ اخبار ہند سماچار کے ایڈیٹر لالہ جگت نرائن خود اپنی آنکھوں سے اُس بوچڑ خانے کو بھی دیکھ آئے جہاں روزانہ چار سو گائیں کٹتی ہیں لیکن اُنھوں نے نہ سہارنپور کے کلکٹر کو اطلاع دی نہ سٹی مجسٹریٹ کو بس وہاں سے آ کر اپنے اخبار میں ایک مقالہ گھسیٹ دیا اور یہ نہ سوچا کہ اِس زہر کے پھیلانے کا نتیجہ کیا ہوگا۔

ہمارے وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ آج کل ملک میں فرقہ وارانہ

اتحاد پیدا کرنے کے لئے بڑی جد و جہد کر رہے ہیں۔ وہ فسادات کو رد کنے کے لئے نئی نئی اسکیمیں بنا رہے ہیں نئے نئے وسائل تلاش کر رہے ہیں۔ لیکن وہ ذرا سوچیں کہ ہمارے ملک کے اخبارات میں جب ایسی بے بنیاد اشتعال انگیز اور من گھڑت تحریریں شائع ہونگی تو کیا فسادات کو روکا جا سکے گا۔ ساتھ ہی ہم یوپی کے وزیر اعلیٰ مسٹر سنگھ کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اس سارے معاملہ کی تحقیقات کرائیں۔ اور اگر اخبار سند سماچار کی اس تحریر کو بے بنیاد پائیں تو اس اخبار کے ایڈیٹر کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کر کے جواب طلب کیا جائے۔ آخر میں ہم مسز گاندھی سے بھی عرض کریں گے کہ جب اُن کی یکجہتی کمیٹی اس قسم کی زہریلی تحریروں کو بھی نہیں روک سکتی تو وہ آخر کس مرض کی دوا ہے۔

مکّہ کی اسلامی سربراہ کانفرنس

اس ہفتہ مکہ معظمہ سے متصل طائف میں جو اسلامی سربراہ کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ وہ مسلمانوں کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اُس کا مقصد صرف یہی نہیں ہے کہ دنیا کے سب ہی مسلم ممالک متحد ہو جائیں بلکہ اس کانفرنس کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ پوری دنیا کے ۹۵ کروڑ مسلمانوں کو متحد کر کے ایک ہی پلیٹ فارم پر لا کر کھڑا کر دیا جائے۔

دنیا میں ۴۲ مسلم ممالک ہیں ان میں سے ۳۸ مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ اور نمائندے اس کانفرنس میں شریک ہو رہے ہیں باقی چار ملکوں میں افغانستان۔ لیبیا، ایران اور مصر شامل ہیں ان میں سے افغانستان میں چونکہ ایک کٹھ پتلی روسی حکومت قائم ہے اس لئے اُسے مدعو نہیں کیا گیا۔ اور مصر کو اس لئے دعوت نہیں دی گئی کیونکہ وہ اسرائیل سے سانٹھ گانٹھ کر کے عرب اور مسلم ممالک سے خود ہی کٹ چکا ہے۔ اب رہا لیبیا اُس کے سربراہ کرنل قذافی نے اپنی ٹیڑھی دماغی کی وجہ سے دعوت نامہ مسترد کر دیا ہے۔ ایران کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ اُس کے سربراہوں کو کانفرنس میں شریک کرنے کی کوشش کی گئی تھی جو ناکام ہو گئی۔ اس تاریخی کانفرنس کے شرکاء نے اب تک جو باتیں طے کی ہیں اُن ہی سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ کانفرنس پوری دنیائے اسلام کے لئے ایک نیا موڑ اور انقلابی قدم ثابت ہوگی۔ سب سے پہلی اور اہم کوشش یہ ہوگی کہ سب ہی مسلم ممالک کو ایک ہی رشتۂ اخوت میں منسلک کر لیا جائے اور عراق و ایران کی جنگ کو کسی نہ کسی طرح ختم کرایا جائے۔ افغانستان جس پر روسی ملحدوں نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے اُسے غاصبوں سے نجات دلانے کی تدابیر کی جائیں۔ نیز فلسطین اور عرب ممالک کو اسرائیل کے حلق سے نکالا جائے خواہ اس مقصد کے لئے جہاد کا راستہ ہی کیوں نہ اختیار کرنا پڑے اور اس بات کی سر توڑ کوشش کی جائے کہ سب ہی مسلم ممالک متحد ہو کر اُن مسلم دشمن ممالک کے خلاف محاذ قائم کریں جو مسلم ممالک میں افتراق پیدا کر کے اُن پر تسلط جمانے کی فکر میں ہیں۔ غرضیکہ کوشش یہ ہے کہ اس اسلامی کانفرنس کو مسلمانوں کا ایک بین الاقوامی ادارہ بنا دیا جائے اور اگر ممکن ہو تو سب ہی مسلم ممالک کا ایک واحد دینی اور سیاسی سربراہ چن لیا جائے چنانچہ اس اہم ذمہ داری کے لئے سعودی عرب کے بادشاہ شاہ خالد کا نام لیا جا رہا ہے۔

اِس اہم اور تاریخی کانفرنس کا مقصد صرف یہی نہیں ہے کہ دنیا کے ۴۲ مسلم ممالک کو متحد کیا جائے بلکہ ایک منشا یہ بھی ہے کہ پوری دنیا میں جو ۹۵ کروڑ مسلمان پھیلے ہوئے ہیں اُن کی فلاح اور بہبود پر بھی غور کیا جائے۔ اور خصوصیت کے ساتھ غیر مسلم حکومتوں میں رہنے والی اُن مسلم اقلیتوں پر توجہ مبذول کی جائے کہ جن کو غیر اسلامی طرز زندگی اختیار کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ اور جن پر محض مسلمان ہونے کے جرم میں مظالم توڑے جا رہے ہیں۔ نیز اس اسلامی کانفرنس کے روبرو یہ بھی مسئلہ ہے کہ جن غیر مسلم ممالک میں اسلامی اقلیتیں موجود ہیں اُن کی اقتصادی اور تعلیمی حالت سدھارنے کے لئے وہاں کی حکومتوں کے تعاون سے کس طرح اُن کی مدد کی جائے۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ کانفرنس ایک ایسا دستور العمل تلاش کرے گی جس کے ذریعہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ پر چلنے کی ترغیب دی جا سکے۔

دنیائے اسلام کے مقتدر زعما نے اِس اسلامی کانفرنس کے

بارے میں اپنے جن احساسات کا اظہار کیا ہے وہ بے حد امید افزا ہیں سعودی عرب کے وزیر خارجہ شہزادہ سعود الفیصل نے کہا ہے کہ "یہ اسلامی کانفرنس انشا اللہ پوری دنیائے اسلام کو حیات نو عطا کرے گی" سوڈان کے وزیر خارجہ محمد میرغنی کی رائے ہے کہ "اس کانفرنس سے دنیا کے کروڑوں مسلمانوں میں یکجہتی اور اتحاد پیدا ہو گا" نائیجیریا کے وزیر خارجہ داؤد دیالو کا کہنا ہے کہ "اس کانفرنس سے امید ہے کہ سعودی حکومت شاہ فیصل کے مشن کو پورا کرتے ہوئے دنیا کے سب ہی مسلم ممالک کو نہایت ہی مضبوط رشتہ اخوت میں منسلک کر دے گا" مراکش کے وزیر خارجہ محمد بستا کا خیال ہے کہ "یہ کانفرنس پوری دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کو ایک مرکز اور ایک پلیٹ فارم پر لا کر کھڑا کر دے گی" صومالیہ کے وزیر خارجہ عبدالرحمٰن جامع کا خیال ہے کہ "اس کانفرنس کے بعد فلسطین اور عرب علاقوں کی واپسی کی راہ ہموار ہو جائے گی" غرضکہ پوری دنیائے اسلام میں اس اسلامی کانفرنس کا نہایت ہی پرجوش خیر مقدم کیا جا رہا ہے۔ اور ساری دنیا کی نظریں اس کانفرنس پر جمی ہوئی ہیں۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مسلمانوں کی ۴۲ حکومتیں اور ۹۵ کروڑ کی آبادی بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اگر اس اسلامی کانفرنس کے ذریعہ یہ سب متحد ہو جاتے ہیں تو کوئی تعجب نہیں کہ پوری دنیائے اسلام میں ایک نیا انقلاب برپا ہو جائے۔ اور مسلمانان عالم کو وہی اقتدار میسر آجائے جو انہیں قرن اولیٰ اور قرون وسطیٰ میں حاصل تھا۔ ہماری بارگاہ الٰہی میں دعا ہے کہ خدا اس اسلامی کانفرنس کو کامیاب کرے اور مکہ معظمہ سے ایک نئی روشنی پوری دنیا میں پھر ایک بار پھیل جائے۔

فسادات میں مرنے والوں کو معاوضہ

۳۰، ۳۱ دسمبر کو مغربی بنگال اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر مسٹر کلیم الدین شمس کی زیر صدارت کلکتہ میں ایک "اقلیت بچاؤ کنونشن" منعقد ہوا تھا۔ اس کنونشن کے انعقاد کا اہتمام آل انڈیا مسلم کانفرنس کی جانب سے کیا گیا تھا اور اس میں ملک کے بہت سے مقتدر رہنماؤں نے حصہ لیا تھا۔ جن میں سے مولانا اسعد مدنی ایم پی میر واعظ مولوی محمد فاروق۔ ڈاکٹر فاروق عبداللہ ایم۔پی مسٹر غلام رسول کوچک ایم۔پی۔ مسٹر ریاست حسین ایم۔ایل۔اے مرادآباد۔ سابق جج مسٹر مسعود۔ مسٹر مبارک شاہ ایم۔پی کے نام نامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ ملک کی تقریباً سب ہی ریاستوں کے نمائندوں نے اس کنونشن میں شرکت کی تھی

مسٹر کلیم الدین شمس اور مسلمانوں کے دوسرے لیڈروں نے اس کنونشن میں مرکزی حکومت مغربی بنگال کی حکومت اور دوسری ریاستی حکومتوں کو آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے کہا ہے کہ مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتیں اقلیتوں کے مسائل حل کرنے میں اور خصوصیت سے مسلم مسائل کے معاملہ میں قطعی ناکام رہی ہیں اور انھوں نے اُن وعدوں کو قطعی فراموش کر دیا ہے۔ جو مسلم اقلیت سے کئے گئے تھے۔ کنونشن میں اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ اس ملک کی اقلیتوں کے لئے اور خصوصاً مسلم اقلیت کے لئے یہ ضروری ہے کہ جلد سے جلد ایک اقلیتی محاذ قائم کرنے کے بعد اقلیتوں کے بچاؤ اور اُن کے حقوق کی بازیابی کے لئے آل انڈیا پیمانہ پر تحریک شروع کی جائے۔

اِس کنونشن میں کئی قراردادیں بھی منظور کی گئی ہیں جن میں سے ایک قرارداد کے ذریعہ حکومت سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ فرقہ وارانہ فسادات میں ہلاک ہونے والوں کو فی کس پچاس ہزار روپے بطور معاوضہ ادا کئے جائیں۔ اور جائیداد کے نقصان کی پوری پوری تلافی کی جائے۔ نیز فرقہ وارانہ فسادات کے انسداد کے لئے غیر جانب دار افسروں کی کمانڈ میں امن پولیس قائم کی جائے جس میں کہ اقلیتوں کو بھرپور نمائندگی حاصل ہو اور اقلیتوں کے امور کے لئے مرکز میں اور تمام ریاستوں میں وزارتیں قائم کی جائیں۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ جو انتظامیہ فسادات پر قابو نہ پا سکے وہ دراصل اقلیتوں کے قتل و خون کی ذمہ دار ہے اسلئے اُسے نہ صرف برطرف کیا جائے بلکہ انتظامیہ کے ذمہ داروں پر مقدمات چلائے جائیں۔ اس کے علاوہ ایک قرارداد کے ذریعہ جن مسجدوں اور قبرستانوں پر ناجائز طریقہ پر زبردستی قبضہ کر لیا گیا ہے ان کی بازیابی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اردو کو دوسری سرکاری زبان بنانے

کا بھی مطالبہ کیا گیا ہے۔

اس کنونشن میں جتنے بھی مطالبات کئے گئے ہیں اُن کے جائز ہونے پر کون اعتراض کرسکتا ہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ اگر کوئی شخص ریل یا ہوائی جہاز کے حادثہ میں ہلاک ہوجاتا ہے تو اُسے بھرپور معاوضہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ بعض اوقات ریل اور ہوائی جہاز کے حادثے کسی کوتاہی کے بغیر اتفاقی طور پر ناسازگار حالات میں بھی رونما ہوجاتے ہیں۔ لیکن فرقہ وارانہ فسادات جو تمام تر حکومت کی نااہلی اور بدانتظامی کی بدولت رونما ہوتے ہیں۔ اُن میں مرنے والوں کو صرف دس پانچ ہزار روپیہ دیکر ٹرخا دیا جاتا ہے۔ اور جائیداد و املاک کا معاوضہ تو ایک سرے سے دیا ہی نہیں جاتا۔ ہماری رائے تو یہ ہے کہ فرقہ وارانہ فسادات میں مرنے والوں کو اور املاک کا نقصان اٹھانے والوں کے معاوضہ کے لئے مرکزی حکومت سے ایک قانون پاس کرایا جائے جس کے پاس ہونے کے بعد حکومت جانی اور مالی نقصان اٹھانے والے کو معقول معاوضہ دینے پر مجبور ہو جائے۔

اسی طرح اس کنونشن میں انتظامیہ اور دیگر معاملات کے بارے میں جتنی بھی قراردادیں پیش کی گئی ہیں وہ سب ہی اپنی جگہ اہم ہیں ضرورت ہے کہ ملک میں جا بجا "اقلیت بچاؤ کنونشن" منعقد کرکے حکومت پر زور دیا جائے کہ وہ اِن قراردادوں کو منظور کرے اور اِن کی روشنی میں اقلیتی مسائل حل کرنے کی کوشش کرے۔

امریکہ کے نئے صدر "رینالڈ ریگن"

امریکہ اور روس دو ایسے ملک ہیں جن کی سیاست صرف اپنے ملکوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ پوری دنیا پر حاوی ہے۔ اس لئے اِن دونوں حکومتوں میں جب کوئی نیا سربراہ برسر اقتدار آتا ہے تو اُس کی سیاست کا دنیا کے سب ہی ملکوں پر اثر پڑتا ہے خواہ تھوڑا یا بہت اور اب دیکھنا ہے کہ امریکہ کے نئے صدر مسٹر ریگن کی سیاست کونسا رُخ اختیار کرتی ہے

مسٹر ریگن امریکہ کے چالیسویں صدر ہیں اُن کی زندگی کا بیشتر حصہ ہالی وڈ کے ایک ممتاز فلم ایکٹر کی حیثیت سے گزرا ہے۔ یہ تیس سال تک ایک فلم ایکٹر کی حیثیت سے اپنے آپ کو دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں۔ لیکن گزشتہ پندرہ سال سے یہ سیاست میں حصہ لے رہے ہیں اور بڑی جدوجہد کے بعد دنیا کے سب سے اہم ملک امریکہ کی صدارت کا اعزاز حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اِن کے بارے میں عام خیال ہے کہ یہ سابق صدر کارٹر سے بھی زیادہ یہود نواز ہیں۔ چنانچہ انھوں نے پچھلے دنوں امریکہ کے ہفتہ وار اخبار "ٹائمز" کے نامہ نگار لارنس پیٹر کو انٹرویو دیتے ہوئے مسلمانوں کے بارے میں کچھ ایسی باتیں کہی ہیں جن پر کہ اسلامی حلقوں میں بری طرح نکتہ چینی ہو رہی ہے انھوں نے اپنے انٹرویو میں کہا تھا

"ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حال ہی میں ہمیں ایک مذہبی جنگ کے امکانات نظر آرہے ہیں کیونکہ مسلمان اُس قدیم تصور کی طرف واپس لوٹ رہے ہیں کہ جنت کا راستہ یہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں سے لڑتے ہوئے اپنی جانیں قربان کر دی جائیں"

مسٹر ریگن کے اِس بیان پر پورے امریکہ میں مختلف تنظیموں نے ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔ اور امریکہ کے مسلمانوں نے اور وہاں کی مذہبی تنظیموں نے صدر ریگن کی اِس غلط تصویر کشی کی شدید مذمت کی تھی۔ یہاں تک بعض امریکہ کی عیسائی انجمنوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے بھی اِس بات کو قابل اعتراض قرار دیا ہے۔ غرضکہ مسٹر ریگن کے اِن انٹرویو سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کچھ زیادہ ہی یہود نواز واقع ہوئے ہیں

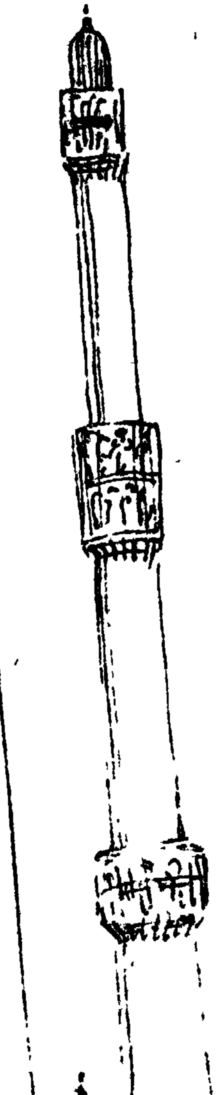
یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مسٹر ریگن اپنے انتخابی کمپین کے دوران اپنی تقریروں سے اسرائیل کی ضرورت سے زیادہ حوصلہ افزائی کرتے رہے ہیں اور انھوں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ وہ اسرائیل کو دریائے اردن کے مغربی حصہ تک مستحکم کر دینا چاہتے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اسرائیل کی جارح پسندی کے بہت بڑے حامی ہیں۔

یوں تو امریکہ کے سب ہی صدر خواہ وہ جانسن ہو یا نکسن یا جمی کارٹر اسرائیل کے پشت پناہ اور ہمنوا رہے ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر ریگن اسرائیل نوازی کے معاملہ میں تمام سابق صدروں کو پیچھے چھوڑ دینا چاہتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ عرب ممالک کے سربراہ اِس خطرہ کو محسوس کریں

"رحمتِ دو عالم"

بارگاہِ رسالت میں نذرانۂ عقیدت

(از جناب توصیف علوی عاصی کیرانوی)



ناز فطرت کو ہے جس پر وہ حقیقت تم ہو
جس کا سایہ ہے دو عالم پہ وہ رحمت تم ہو

دینِ حق تم نے دکھایا ہے مکمل کر کے
تم ہی ہو ختمِ رسل مبینِ نبوت تم ہو

سامنے جس کے فرشتوں کی جبینیں خم ہیں
بزمِ امکاں میں وہ انساں کی عظمت تم ہو

ایک ہی صف میں جہاں ملتے ہیں محمود و ایاز
بزمِ کونین میں وہ شانِ عدالت تم ہو

سر بلند پرچمِ توحید کیا ہے تم نے
تم ہو وحدت کے امیں سرِ حقیقت تم ہو

تم پہ ہی ختم ہوئی منزلِ عظمت ہر ایک
دونوں عالم کے لئے فخرِ امامت تم ہو

ذکرِ طوفاں ہی کیا فکرِ تلاطم ہو کیسے
جبکہ ہر کشتی کے ساحل کی ضمانت تم ہو

جس نے ہر گوشۂ ظلمت کو اجالے بخشے
ہر دو عالم میں وہ خورشیدِ صداقت تم ہو

روحِ انساں کے لئے تم ہی ہو تسکین و قرار
قلبِ انساں کا سرچشمۂ راحت تم ہو

جس کا کونین میں ہر سمت ہے جاری سکہ
وہ ہو سلطان وہ سالارِ حکومت تم ہو

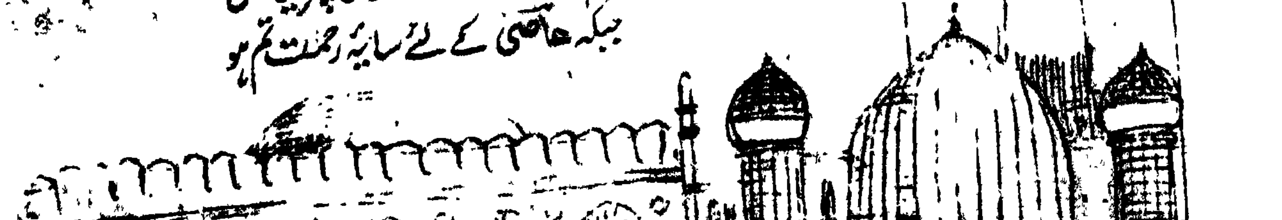
تم سے ہی گلشنِ ہستی میں ہے ہر وجہِ بہار
ہر گل و غنچہ کے کھلنے کی ضمانت تم ہو

خالی ہاتھوں سے لٹاتا ہے جو ہر دولتِ حق
اس بھری دنیا میں وہ صاحبِ ثروت تم ہو

جس کی آمد سے مٹی ہر شبِ غم کی ظلمت
دو جہاں کے لئے وہ صبحِ مسرت تم ہو

تم نے بخشا ہے زمانہ کو جو آئینِ حیات
اس کے ہر گوشۂ معنی کی حقیقت تم ہو

جرم و عصیاں کا بھلا ذکر ہی پھر کیا معنی
جبکہ عاصی کے لئے سایۂ رحمت تم ہو





آزادی ہے

(از حضرت حفیظ جالندھری)

شیروں کو آزادی ہے آزادی کے پابند رہیں
جس کو چاہیں چیریں پھاڑیں کھائیں پئیں آنند رہیں
سانپوں کو آزادی ہے ہر ایک کے گھر میں رہنے کی
ان کے سر میں زہر بھی ہے اور عادت بھی ڈسنے کی
شاہیں کو آزادی ہے آزادی سے پرواز کرے
ننھی منی چڑیوں پر جب چاہے مشقِ ناز کرے
[illegible] آزادی ہے گھڑیالوں اور نہنگوں کو
جیسے چاہیں پوری کرلیں اپنی تند امنگوں کو

[illegible] شوخی سیکھی وحشت کے ان رنگوں سے
شیروں سانپوں شاہینوں گھڑیالوں نہنگوں سے
[illegible] بستی میں یا بھیڑوں کی آبادی ہے
بھیڑیں سب مجبور رہیں لیکن شیروں کو آزادی ہے
بھیڑیں [illegible] لیکن سب کو جان کے لالے ہیں
ان کو یہ تعلیم ملی ہے بھیڑیئے طاقت والے ہیں
[illegible] ہر دم لاگو [illegible]
بھیڑیں کاٹیں ان کو کھائیں کل پر جگہ باتوں کے

[illegible] سانپ بہت ہیں قاتل بھی زہریلے بھی
ان سے بچنا مشکل ہے خونخوار بھی ہیں پھرتیلے بھی
[illegible] حیوان بھی ہیں انسانوں کی بستی میں
وہ نازاں اپنی رفعت پر یہ نازاں اپنی پستی میں
شاہیں کو تادیب کرو یا چڑیوں کو شاہین کرو
یوں اس باغِ عالم میں آزادی کی تلقین کرو
[illegible] ظاہر پنہاں انسانی گھڑیال بھی ہیں
طالبِ جان و جسم بھی ہیں شیدائے جاہ و مال بھی ہیں

مزدور مرتے ہیں مجبوری ان کو فکر نہیں
سرمائے کی یہ لوٹی ہیں مزدوری کی ان کو فکر نہیں
کھا جاتے [illegible] ہیں جو ان سے [illegible] نہیں
جب تک ان کو آزادی ہے کوئی بھی آزاد نہیں
زر کا بندہ عقل و خرد پر چاہے جتنا ناز کرے
انسان دہر بنے یا بالائے زمیں پرواز کرے
اس کی آزادی کی باتیں ساری جھوٹی باتیں ہیں
مزدوروں کو مجبوروں کو کھا جانے کی باتیں ہیں

گذشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

چودھواں پارہ — رُبما — سُورۃ النحل

(از ادارہ دین و دنیا)

دین دنیا کی زیرِ نظر اشاعت میں ہم قرآنِ پاک کے چودھویں پارہ کی تعلیمات کی چھٹی قسط پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے چند ہدایتیں فرمائی ہیں تاکہ اُن سے وہ سبق لیں

ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا گیا ہے

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا .... عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ

ترجمہ:۔ مشرک کہتے ہیں کہ اگر خدا چاہتا تو ہم اور ہمارے آبا و اجداد خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کرتے۔ اور ہم اس کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام نہ قرار دیتے یہی بات اُن سے اگلے لوگوں نے کہی تھی پس رسول کا کام تو یہ ہے کہ واضح طور پر اللہ کا پیغام پہنچا دے۔ اور ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا ہے (جو ہدایت کرتا ہے) کہ اللہ کی عبادت کرو۔ اور شیطان سے بچے رہو پھر اُن میں سے کسی کو تو اللہ نے ہدایت دی اور کسی پر گمراہی مسلط ہو گئی پس زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ منکروں کا انجام کیا ہوا۔

تشریح:۔ مشرکین کہتے ہیں کہ اگر خدا چاہتا تو نہ صرف ہم ہی خدا کے سوا کسی دوسرے کی پرستش نہ کرتے بلکہ ہمارے آباد اجداد بھی خدا کی پرستش کرتے۔ اور نہ اُس کے حکم کے بغیر ہم کسی چیز کو حرام و حلال قرار دیتے (یعنی مشرک اپنے گناہوں کا سارا الزام اللہ پر تھوپ دینا چاہتے ہیں اور اپنی بد اعمالیوں کو اپنی قوتِ عمل سے باہر قرار دیتے ہیں۔ اِس پر ارشادِ باری ہوتا ہے صرف یہی لوگ اِس قسم کی تاویلیں نہیں گھڑ رہے ہیں بلکہ اِن سے پہلے جو مشرکین گزرے ہیں وہ بھی اِسی قسم کی بے معنی تاویلیں کرتے رہے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم جو رسول بھیجتے ہیں تو اُس کا کام یہ ہے کہ وہ تمہیں اللہ کا حکم وضاحت سے پہنچا دے۔ یہ کام اُن کا ہے کہ وہ اِس حکم کو مانیں یا نہ مانیں۔ رسول کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کے حکم کی تعمیل پر مجبور کرے۔ چنانچہ ہم ہر اُمت میں کوئی نہ کوئی رسول اللہ کا علم پہنچانے کے لئے اور یہ سمجھانے کے لئے بھیجتے رہتے ہیں کہ صرف اللہ ہی کی عبادت کرو اور شیطانی وسوسوں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ غرضکہ اِن میں سے بعض کو اللہ کی عنایت سے ہدایت حاصل ہو گئی۔ اور بعض جو گمراہی کی جانب مائل تھے بدستور گمراہی میں مبتلا رہے۔ اے لوگو زمین میں چل پھر کر خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو کہ اللہ کے احکام سے روگردانی کرنے والوں کا کیسا بُرا انجام ہوا ہے۔ اِن کے بُرے انجام سے عبرت حاصل کرو۔

گمراہ راہِ راست پر نہیں آسکتے

إِنْ تَحْرِصْ عَلَىٰ هُدَاهُمْ .... لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝

ترجمہ:۔ (اے رسول) تم اگر اُن کی ہدایت کے خواہشمند ہو (تو یہ ممکن نہیں) جسے اللہ گمراہ کر دے اُسے وہ ہدایت نہیں دیا کرتا۔ اور کوئی اُن کا مددگار کوئی بھی نہیں ہوتا۔ یہ لوگ بڑے زور کے ساتھ قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر گیا خدا اُسے دوبارہ زندہ نہیں کرے گا (بھلا) کیوں نہیں زندہ کرے گا، اِس وعدہ کا تو اللہ نے ذمہ لے رکھا ہے لیکن اکثر لوگ یقین نہیں کرتے۔ وہ تو اِس لئے بھی دوبارہ زندہ کرے گا تاکہ جس چیز میں یہ لوگ اختلاف کیا کرتے تھے اُن کے روبرو اُسے ظاہر کر دے۔ اور کافروں کو معلوم ہو جائے کہ بے شک وہ جھوٹ کہتے تھے۔ جب ہم کسی بات کا ارادہ کر لیتے ہیں تو اُس کے لئے ہمارا صرف یہی قول کافی ہے کہ ہو جا۔

تشریح :- اے رسول اگر تمہیں ان کافروں اور مشرکوں کے راہِ راست پر آجانے کی خواہش ہے تو اس خیال کو اپنے دل سے نکال دو کیونکہ جس شخص کو اس کی سرکشی کے باعث اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے۔ اُسے پھر ہدایت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور ایسے گمراہوں کا کوئی مددگار بھی نہیں ہوا کرتا۔ یہ مشرک بڑے دعوے کے ساتھ قسمیں کھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے وہ ہمیشہ کے لئے [illegible] جاتا ہے اُسے قیامت کے دن قبر سے نہیں اُٹھایا جائے گا کیونکہ وہ تو خاک ہو چکا ہو گا۔ اے رسول ان سے کہہ دو کہ ایسا ضرور ہو کر رہے گا۔ یہ تو اللہ کا وعدہ ہے جسے پورا کرنا اُس نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کا یقین نہیں رکھتے۔ یہ بات بھی یاد رکھو کہ وہ اس لئے بھی روزِ قیامت مرنے والوں کو دوبارہ زندہ کرے گا تاکہ جس حق بات پر مشرک لوگ دُنیا میں انکار کرتے رہے ہیں وہ ان کے سامنے آجائے اور کافر جان لیں کہ وہ جھوٹ بولتے رہے تھے۔ اور ہمارے لئے ایسا کرنا دشوار بھی نہیں ہے۔ [illegible] ہم کسی بات کا ارادہ کر لیتے ہیں تو بس یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا۔ اور وہ بات ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں ہمارے لئے مُردوں کو دوبارہ زندہ کر دینا بھلا کیا دُشوار ہے۔

خدا کے لئے اپنا وطن چھوڑنے والے

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا .... لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝

ترجمہ :- اور جن لوگوں نے (کافروں کا) ظلم سہنے کے بعد اللہ کی خاطر اپنا گھر چھوڑا ہم انہیں دُنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہے۔ اگر وہ جانتے [illegible] (مصیبت پر) صبر کیا۔ اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور (اے رسول) تم سے پہلے بھی ہم نے اُن کی طرف آدمی ہی بھیجے تھے۔ ہم اُن کے ذریعہ وحی بھیجتے تھے۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ ذکر سے پوچھ دیکھو۔ انہیں ہم نے دلائل اور کتابوں کے ساتھ بھیجا۔ اور ہم نے تمہاری طرف قرآن اُتارا تاکہ جو مضامین لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں اُن کو تم اُن کے لئے ظاہر کر دو اور وہ غور کیا کریں۔

تشریح :- اور وہ صاحبِ ایمان جن پر کلمۂ حق بلند کرنے کے سلسلہ میں کافروں نے ظلم کیا ہے۔ اور ظلم کی بنا پر انہیں محض خدا کی خاطر اپنا وطن چھوڑنا پڑا ہے وہ مطلق نہ گھبرائیں۔ ہم دُنیا میں انہیں اس سے بھی بہتر وطن اور گھر عطا کریں گے۔ پھر اُن کو آخرت کا جو اجر ملنے والا ہے وہ تو بہت ہی بڑا ہے۔ کاش وہ لوگ جو راہِ خدا میں تکلیفیں اُٹھاتے ہیں صبر کرتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں آخرت کے اس اجر کو جان سکتے جو انہیں ملنے والا ہے (تو شاید اپنی تکالیف پر ذرا بھی آزردہ خاطر نہ ہوتے)۔

(اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاں کافروں کا ظلم سہنے والوں کو آخرت کی نعمتوں کی بشارت دی ہے۔ وہاں غلبۂ اسلام کی بھی خوشخبری سنائی ہے چنانچہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ یہ خوشخبری حرف بحرف درست ثابت ہوئی یعنی وہی بے سہارا مسلمان جو مکہ سے نکالے گئے تھے نہ صرف پورے ملک عرب کے حکمران بن گئے بلکہ دُنیا کے بیشتر حصہ پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا)۔

(پھر ارشاد باری ہوتا ہے اے رسول) ہم نے تم سے پہلے بھی فرشتوں کو نہیں بلکہ انسانوں کو پیغمبر بنا کر دُنیا میں بھیجا تھا جن پر ہم وحی نازل کرتے تھے۔ ان منکروں سے کہو کہ اگر یہ بات تم کو معلوم نہیں تو جاؤ یہ بات اہلِ کتاب سے جا کر پوچھ لو۔ ہم نے ان پیغمبروں کو معجزے اور کتابیں دے کر بھیجا تھا اور اسی طرح ہم نے تم پر بھی قرآن نازل کیا ہے۔ تاکہ جو احکام لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں تم انہیں اچھی طرح سمجھا دو اور وہ اُن پر غور کر سکیں اور انہیں سمجھ سکیں۔

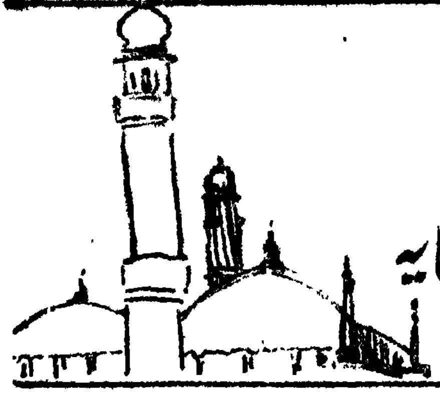
مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے والے

۲ أَفَأَمِنَ الَّذِيْنَ .... رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

ترجمہ :- جو لوگ کہ (مسلمانوں کے خلاف) بُرائی کے منصوبے باندھتے ہیں کیا وہ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے۔ یا ادھر سے اُن کے وہم میں بھی نہ ہو عذاب آجائے۔ یا اللہ انہیں چلتے پھرتے اپنی گرفت میں لے لے۔ یہ لوگ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے یا (اللہ) انہیں ڈرانے کے بعد پکڑے۔ بس تمہارا رب بڑا ہی شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

تشریح :- وہ لوگ جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں کیا اس بات سے بے خوف ہیں کہ اگر اللہ چاہے تو دوسرے گمراہوں کی طرح انہیں بھی زمین میں دھنسا دے یا کوئی ایسا عذاب [illegible] نازل کرے جس کا انہیں وہم و گمان بھی نہ ہو یا ان کو چلتے پھرتے اپنی گرفت میں لے لے اور اُن کی ساری سازشیں اور تدبیریں خاک میں مل جائیں۔ وہ جو چاہے کر لیں مگر اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ جب ان کے دل میں عذابِ الٰہی کا ڈر پیدا ہو جائے تب بھی اللہ تعالیٰ انہیں اپنی پکڑ میں لے لے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (باقی [illegible])

تعلیم الحدیث سلسلہ



مسلمانوں کی گمراہی کی پیشین گوئی
دین کے ساتھ دنیا بھی ضروری۔ سلطان ظل اللہ کا سایہ

(از شوکت علی فہمی)

احادیث کی مستند کتب سے مسلمانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جا رہے ہیں جن سے کہ مسلمان استفادہ کرکے اپنی دنیا اور عاقبت دونوں کو درست کر سکتے ہیں۔

مسلمانوں کی گمراہی کی پیشین گوئی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشین گوئی یہ بھی ہے کہ "ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جبکہ مومن گمراہ ہو جائیں گے"۔ آج اس پیشین گوئی کے آثار ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں ترمذی کی صحیح حدیث ہے۔

"حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ میری امت پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنے ماں کے ساتھ اعلانیہ بدفعلی کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا ہی کریں گے۔ بنی اسرائیل کی قوم بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگئی تھی میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ جن میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا اور باقی سب فرقے دوزخ میں جائیں گے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ان میں سے جنتی فرقہ کون سا ہوگا۔ تو آپ نے فرمایا، وہ فرقہ جس میں میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں"۔ (ترمذی)

اس حدیث کی روشنی میں جب ہم زمانۂ حاضرہ کے مسلمانوں پر ایک گہری نظر ڈالتے ہیں اور ان کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی گمراہی کے جس زمانہ کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی تھی وہ اس وقت ہماری نظروں کے سامنے ہے۔

مسلمان بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن ان کے طور طریقے اور عقائد اسلام سے میل نہیں کھاتے۔ اسلام سے ناواقفیت اور مشرکوں میں گھرے ہوئے ہونے کی وجہ سے ان میں بے شمار عقائد اور اخلاق کی کمزوریاں پیدا ہوگئی ہیں۔ وہ کھلم کھلا ایسی حرکتوں کے مرتکب ہو رہے ہیں جن کا کہ اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ اور پھر اپنی اس غلط روش پر نادم بھی نہیں ہیں نہ ان میں مسلمانوں جیسا اخلاق باقی رہا ہے اور نہ شرم و حیا۔

عام مسلمانوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ہمارے زمانہ کے مسلم رہنما اور علما تک گمراہی میں مبتلا ہیں یہ دنیاوی اغراض کے لئے آپس میں نہ صرف لڑ رہے ہیں بلکہ پوری مسلمان قوم میں افتراق پیدا کر رہے ہیں۔ عقائد کی یکجہتی اخوت۔ اتحادِ باہمی اور یکجہتی کسی زمانہ میں مسلمانوں کی امتیازی شان تھی لیکن آج مسلمان مختلف فرقوں میں بٹنے کے بعد بُری طرح خانہ جنگی میں مبتلا ہیں۔ صرف مٹھی بھر مسلمان ایسے رہ گئے ہیں جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول کا خیال رکھتے ہیں۔ یہ حدیث ہماری آنکھیں کھول دینے کیلئے کافی ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس حدیث سے نصیحت حاصل کریں اور اس افتراق کو دور کرنے کی کوشش کریں جس نے کہ ہمیں کمزور کر دیا۔

دین کے ساتھ دنیا بھی ضروری

اسلام رہبانیت کا شدید مخالف ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ اس کے متبعین

جہاں یادِ الٰہی سے غافل نہ رہیں وہاں دنیاوی جد و جہد کے معاملہ میں بھی غفلت سے کام نہ لیں چنانچہ اسی بارے میں حدیث ہے:۔

"عثمان بن مظعون رضؓ نے قسم کھائی تھی کہ وہ رات بھر نماز پڑھا کریں گے اور دن بھر روزہ رکھا کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے عثمان بن مظعون رضؓ کے پاس کسی شخص کے ذریعہ کہلا بھیجا کیا تم میری سنت سے روگردانی پر آمادہ ہو۔ میں تو سوتا بھی ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں تمہیں عثمان اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ تمہارے اہل و عیال کا تم پر حق ہے۔ اور تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔ روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو۔ نماز بھی پڑھا کرو۔ اور سویا بھی کرو"۔

(ابوداؤد)

اس حدیث سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام ترکِ دنیا کا شدید مخالف ہے چنانچہ رسولِ محترم جہاں عبادت و ریاضت میں محو رہتے تھے وہاں دنیاوی کاموں میں بھی بڑی سرگرمی سے حصہ لیتے تھے یہاں تک کہ حضورؐ نے میدانِ کارزار میں بھی بڑے بڑے یادگار کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اسی طرح صحابۂ کرام بھی دینی شغف کے ساتھ دنیاوی جد و جہد میں بھی پیش پیش دکھائی دیتے تھے۔

صحابۂ کرام کی دنیاوی جد و جہد کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے اپنے دورِ خلافت میں جو ممالک فتح کئے تھے اُن کا رقبہ بائیس لاکھ مربع میل تھا۔ ان بائیس لاکھ مربع میل کے اندر ۶۰۳ ہزار شہر اور قلعے مسلمانوں کے قبضے میں آئے تھے اسلام تو وہ مذہب ہے جس نے کہ جائز دنیاوی جد و جہد کو بھی عبادت قرار دیا ہے۔

سات شخصوں پر اللہ کا سایہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ کہ خدا سے ڈرتے ہیں اور پاکیزہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن پر روزِ قیامت اللہ کا سایہ ہوگا۔ اور اس سلسلہ میں بخاری کی صحیح حدیث ہے:۔

"حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یوم آخرت یعنی قیامت کے دن جبکہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کے سایۂ عاطفت کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اس روز سات شخصوں کو حق تعالیٰ اپنے سایۂ عاطفت میں رکھے گا (۱) منصف حاکم کو (۲) وہ شخص جس کا دل مسجد میں پڑا رہتا ہو (۳) جوان آدمی جس نے عبادتِ الٰہی کو مقدم رکھا (۴) وہ دو اشخاص جن میں باہمی دوستی اللہ کے لئے ہو (۵) وہ باوقار شخص جسے کسی خوبصورت عورت نے بلایا اور اُس نے کہہ دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ آدمی جو پوشیدہ طریقہ پر خیرات کرتا ہو (۷) وہ شخص جو تنہائی میں جب اللہ کا ذکر کرتا ہو تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہوں"۔ (بخاری)

اس حدیث کے ذریعہ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ہر معاملہ میں عدل و انصاف سے کام لیں۔ جوانی کے زمانہ میں نفسانی خواہشات کا شکار نہ ہو جائیں اُن کی دوستی اور دشمنی صرف خدا کے لئے ہو۔ اپنے دامن کو گناہ سے پاک رکھیں اور نہایت خاموشی کے ساتھ راہِ خدا میں ضرور کچھ نہ کچھ صرف کیا کریں۔

اِس ایک حدیث میں سچائی، نیکوکاری اور پاکبازی کا پورا درس پوشیدہ ہے۔ کاش مسلمان اس حدیث پر عمل کر سکیں اور دنیا کے جھگڑوں میں مبتلا ہونے کے باوجود عاقبت کو فراموش نہ کریں تاکہ قیامت کے روز انھیں اللہ کا سایہ نصیب ہو سکے۔

دوسروں کی امداد سے رزق میں برکت

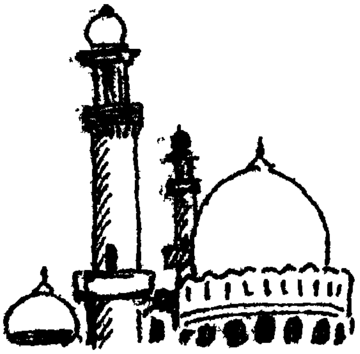
رسولِ مقبول صلعم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے رشتہ داروں یا ضرورتمند مسلمانوں کی امداد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے رزق میں برکت عطا کرتا ہے اس بارے میں حدیث ہے۔

"حضرت انس بن مالک رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جس شخص کو یہ اچھا معلوم ہو کہ اُس کے رزق میں وسعت ہو جائے۔ یا اُس کی عمر بڑھ جائے تو اُسے چاہئے کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرے"۔ (بخاری)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں حضورِ اکرم نے فرمایا ہے کہ "جو شخص اپنے مسلمان بھائیوں کی حاجت روائی میں مصروف رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتا ہے"۔

صحابۂ کرام اور قرونِ اولیٰ کے مسلمان قرابتداروں اور مسلمان بھائیوں کی امداد کرنا اپنا اولین فرض خیال کرتے تھے اور اُس وقت تک چین نہیں بیٹھتے تھے جب تک کہ اپنے بھائی کی تکلیف اور دشواری کو رفع نہیں کر دیتے تھے۔

اسلامی افکار



مسلمانوں کو مجبوراً تلوار اٹھانی پڑی

اسلام جنگ اور خونریزی کا شدید مخالف ہے

(از علامہ عمر عبد السمیع)

اسلام کے مخالفین کا اسلام پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ وہ اسلام کو جنگ بازوں کا مذہب بتلاتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی تلوار کبھی بھی ظلم اور تعدّی کے لئے نہیں اُٹھی۔ علامہ عمر عبد السمیع جو لیبیا کے ایک نامور اہلِ قلم ہیں، انھوں نے ذیل کے مقالہ میں اسلام کے اسی پہلو پر بڑی خوبی کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ ہم اُن کے مقالہ کا ترجمہ ناظرینِ دین دنیا کی دلچسپی کے لئے پیش کر رہے ہیں۔

اسلام پر اس سے بڑھ کر اور کوئی تہمت نہیں ہو سکتی کہ اسلام کے بارے میں یہ کہا جائے کہ یہ جنگ بازوں۔ قاتلوں اور خونریزوں کا مذہب ہے جبکہ قرآنِ پاک میں جابجا امن پسندی کی تعلیم موجود ہے۔ اور مفسدوں کی مذمت کی گئی ہے چنانچہ ارشاد باری ہے۔

"تمہیں چاہیئے کہ لوگوں کے ساتھ بھلائی کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ہے۔ (تم بھی دوسروں پر احسان کرو) اور زمین پر فتنہ و فساد کے خواہشمند نہ بنو کیونکہ اللہ مفسدوں کو ناپسند کرتا ہے۔" (القصص آیت ۷۷)۔

فتنہ و فساد کی اس مذمت کے علاوہ قرآنِ پاک میں انسانی جان کو نہایت ہی قیمتی قرار دیا گیا ہے۔ اور کھلے الفاظ میں خونریزی سے مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے چنانچہ سورۃ المائدہ میں ارشاد باری ہے:-

"جس کسی نے سوائے اس حالت کے کہ قصاص لینا ہو یا ملک میں فساد پھیلانے والوں کو سزا دینی ہو کسی شخص کو قتل کر ڈالا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو قتل کر ڈالا۔ اور جس کسی نے کسی ایک کی زندگی بچالی تو گویا اُس نے تمام انسانوں کی زندگی بچالی۔" (المائدہ آیت ۳۲)۔

صرف اسی ایک آیت سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام میں جان کا کس قدر احترام ہے۔ ایسی حالت میں اس سے بڑھ کر اسلام پر کوئی الزام نہیں ہو سکتا کہ اُسے خونریزی اور جنگ کا حامی مذہب کہا جائے۔

اسلام امن پسندی کا کس قدر حامی ہے اس سے بڑھ کر اس مذہب کے بارے میں کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہو سکتا کہ مکہ سے نکالے ہوئے مسلمان جب فاتحانہ حیثیت سے دوبارہ اپنے وطن میں داخل ہوئے تو اُن کے مخالفین خوف سے کانپ رہے تھے مگر انھوں نے کفارانِ مکہ سے نہ تو کسی قسم کا انتقام لیا اور نہ کسی فرد کو ذرہ برابر بھی نقصان پہنچایا بلکہ پیغمبرِ اسلام رسول اللہ صلعم نے عام معافی کا اعلان فرما دیا۔ یہاں تک کہ اپنے اُن دشمنوں کو بھی معاف کر دیا جو حضور کے خون کے پیاسے تھے اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے مخالفین کے ساتھ بڑی فیاضی اور رواداری کا ثبوت دیا۔ اسلامی تاریخ کا سرسری مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کی تلوار توسیع سلطنت یا ظلم و زیادتی کے لئے کبھی نہیں اُٹھی۔ بلکہ یہ ہمیشہ اُن شیطانی طاقتوں کے خلاف اُٹھی ہے جنھوں نے کہ انسانیت کا گلا دبا رکھا تھا۔

کون نہیں جانتا کہ اسلام کے ظہور کے وقت۔ یورپ۔ افریقہ اور ایشیا کے بیشتر حصوں پر عیسائیوں کی حکومتیں قائم تھیں۔ چنانچہ جب اسلام ایک مذہبی صداقت اور سیاسی قوت کی حیثیت سے نمودار ہوا تو اُس وقت کی عیسائی حکومتوں نے اس مذہب کی ترقی اور استحکام میں اپنے لئے ایک

زبردست خطرہ محسوس کرتے ہوئے اِس بات کا فیصلہ کرلیا کہ وہ ہر ممکن طریقہ پر اسلام کی توسیع اور مقبولیت کے راستہ میں رُکاوٹیں پیدا کریں گے یہاں تک کہ اُنھوں نے ملک عرب کے سرحدی علاقوں پر حملے کرکے مسلمانوں کو محض اسلام کے تحفظ کی خاطر تلوار اُٹھانے کے لئے مجبور کر دیا تھا۔

جنگ اور مملکت کی توسیع کے سلسلہ میں مسلمانوں کا نقطۂ نظر مسلمانوں کے دوسرے امیر حضرت عمرؓ کے اُن الفاظ سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے جو اُنھوں نے ایران پر لشکر کشی کے وقت کہے تھے۔ اِس موقعہ پر حضرت فاروقِ اعظمؓ نے فرمایا تھا کہ "کاش ہمارے اور ایرانیوں کے درمیان آگ کا ایک پہاڑ حائل ہوتا اور اُس کی وجہ سے دونوں کے لئے ایک دوسرے پر حملہ کرنا ناممکن ہو سکتا"۔ لیکن ایرانی آتش پرست اور رومی عیسائی عرصۂ دراز سے عربوں پر پے در پے حملے کر رہے تھے۔ اور عربوں کو ان حملہ آوروں سے محفوظ رہنے کے لئے اور اپنی سرحدوں کی حفاظت کی غرض سے مجبوراً تلوار اُٹھانی پڑی تھی۔

یہ امرِ واقعہ اور تاریخی حقیقت ہے کہ اس طرح مسلمانوں کو جنگ کے میدان میں آنے کے لئے مجبور کیا گیا تھا۔ اور چونکہ اُس وقت دنیا پر عیسائیت کا غلبہ تھا اِس لئے مسلمانانِ عرب کو بیشتر لڑائیاں عیسائیوں ہی سے لڑنی پڑی تھیں۔ اور اُس عہد کے عیسائی مورخوں اور پادریوں نے ان لڑائیوں کے واقعات کو کچھ اِس انداز میں قلم بند کیا تھا کہ اُنھیں اب تک بھی اسلام اور مسلمانوں کو متعصب اور ظالم ثابت کرنے کے لئے بطور ثبوت پیش کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن اب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کا یہ بے بنیاد حربہ تقریباً ناکارہ ثابت ہوتا جا رہا ہے کیونکہ خود بہت سے عیسائی اہلِ قلم اُن بے حقیقت الزامات کی تردید کے لئے مجبور ہو گئے ہیں جو صدیوں سے مسلمانوں پر لگائے جاتے رہے تھے۔

مثال کے طور پر ایک مغربی مفکر ایچ ڈی سینٹ ہیلر نے لکھا ہے کہ "اسلام کے ظہور کا زمانہ پوری دنیا میں جنگ و خونریزی اور غارت گری کی نمائش کا زمانہ تھا۔ اِس لئے اگر عربوں کو اسلام قبول کرنے کے بعد دوسری قوموں کے ساتھ جنگ کرنی پڑی تھی تو اِس کے لئے اُنھیں موردِ الزام قرار نہیں دیا جاسکتا لیکن اگر عربوں کی لڑائیوں کو قابلِ اعتراض بھی فرض کر لیا جائے تو ہمیں اِس بات کا بھی جائزہ لینا چاہیئے کہ اُن کی اِن جنگوں نے بنی نوعِ انسان کے مستقبل پر کیا اثر ڈالا تھا۔ اور اگر اِن لڑائیوں کے نتائج بنی نوعِ انسان کے لئے خوشگوار برآمد ہوئے تھے تو پھر مسلمانوں کے خلاف لگائے ہوئے وحشت، بربریت، تعصب اور تشدد کے الزامات نہ صرف غلط ہی ثابت ہو جاتے ہیں بلکہ وہ اِس کارنامہ کے لئے مبارکباد کے مستحق بھی قرار دئے جاسکتے ہیں"۔

اِس کے بعد اسی مفکر نے لکھا ہے کہ "اِس بات سے کوئی بھی اِنکار نہیں کرسکتا کہ رومی عیسائیوں نے بے بنیاد خطرہ کی بنا پر عربوں پر جنگ ٹھونی تھی۔ اور اُس جنگ کے جو خوشگوار نتائج سامنے آئے تھے اُن سے کیونکر انکار کیا جاسکتا ہے۔ تاریخ ہی ہمیں بتاتی ہے کہ اِن جنگوں کے بعد جو علاقے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے تھے اُن میں ایسے ترقیاتی منصوبے بروئے کار لائے گئے تھے، جن سے مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ پوری نوعِ انسانی کو بے حد فوائد پہنچے تھے سب ہی کو معلوم ہے کہ اسلام کے ظہور کے وقت انسان ماضی کے علوم و فنون کو بھول چکا تھا۔ اُس دور کے مسیحی علما نے حصولِ علم کو کفر قرار دیکر انسان کی غور و فکر کی راہوں کو بند کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ رُوم اور ایران کے حکمران عملی طور پر خدائی کے دعویدار بن گئے تھے۔ لیکن جب اسلام کا ظہور ہوا اور مسلمانوں نے اسلام کی ہدایت کے ماتحت اُس جاہلانہ اور ظالمانہ نظامِ زندگی کے خلاف پہلی بار آوازِ بلند کی تو یہی جابرانہ طاقتیں جو اُس وقت دنیا پر چھائی ہوئی تھیں اسلام اور مسلمانوں کی دشمن بن گئیں اور اُن کے خلاف میدانِ جنگ میں اُتر آئیں"۔

یہی مفکر ان جنگوں کے نتائج پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "اِن لڑائیوں کی بدولت وہ تمام قوتیں سرنگوں ہو گئی تھیں جنھوں نے جسمانی، رُوحانی اور ذہنی طور پر صدیوں سے انسان کو غلام بنا رکھا تھا اور اسلام کی بدولت انسان کو علم اور عقل کی وہ روشنی اور عمل کی وہ آزادی ملی تھی جو تہذیبِ انسانی کی بُنیاد ہے۔ مسلمانوں کی فتوحات نے پہلی بار رنگ، نسل اور وطنیت کی دیواروں کو مسمار کر دیا تھا۔ اسلامی تعلیمات کی بدولت انسانوں کے درمیان پہلی بار انسانی مساوات کا احساس پیدا ہوا تھا۔ اور اِسی احساس کی بنیاد پر اُن کے درمیان وہ اتحاد پیدا ہوا تھا جس کے ذریعہ انسان گذشتہ چودہ سو سال سے برابر روحانی اور مادی ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ اور اس طرح مسلمانوں کو اپنی حفاظت کے لئے جو لڑائیاں لڑنی پڑی تھیں اُنھوں نے دنیا میں ایک نئے اور ترقی یافتہ نظامِ زندگی کا سنگِ بنیاد رکھا تھا۔ اور خود یوروپ کی تاریخ اِس بات کی گواہی دیتی ہے کہ یورپی قوموں کو علم و دانش کی روشنی اُن ہی مسلمانوں کے ذریعہ حاصل ہوئی تھی جنھوں نے اسپین میں اپنی ریاست قائم کرکے اُسے علوم و فنون کا گہوارہ بنادیا تھا"۔

اِس مغربی مفکر نے مسلمانوں اور اُن کی دفاعی لڑائیوں کے متعلق جو تبصرہ کیا ہے اُس کی صداقت اور تاریخی اہمیت سے کسی طرح بھی اِنکار نہیں کیا جاسکتا۔

تاریخ اسلام کا ایک ورق



امیر تیمور کا ناقابل معافی گناہ

قیصر کا آلہ کار بن کر تیمور نے یورپ کی فتح کو ناکام بنا دیا

(از شوکت علی فہمی)

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ۱۴۰۲ء میں اگر امیر تیمور نے قیصر روم کا آلہ کار بن کر سلطنت عثمانیہ ترکیہ کے حوصلہ مند حکمراں سلطان بایزید یلدرم پر حملہ نہ کیا ہوتا اور مسلمانوں میں خانہ جنگی برپا کرکے مسلمانوں کی طاقت کو پاش پاش نہ کر دیا ہوتا تو آج پورے یورپ پر اسلام کا پرچم لہرا رہا ہوتا۔ اس افسوس ناک واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کی خانہ جنگی سے اسلام کو کتنا بڑا نقصان پہنچا ہے

سلطنت عثمانیہ ترکیہ کا بانی "عثمان خان غازی" اسلام کا وہ مایہ ناز فرزند ہے جس نے کہ یورپ کی اُن استعماری طاقتوں کو کچل کر رکھ دیا تھا۔ جو مسلم حکومتوں اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتی تھیں۔ "سلطان بایزید یلدرم" اسی مرد مجاہد کا دلیر پوتا تھا۔ جس نے کہ تن تنہا یورپ کی سب ہی مسیحی سلطنتوں کو اعلان جنگ دے دیا تھا۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۳۹۶ء میں قیصر روم کی شہ پر جبکہ انگلستان، پولینڈ، جرمنی، فرانس، آسٹریا ہنگری، بوسنیا اور یورپ کی دوسری سلطنتوں نے متحد ہو کر سلطنت عثمانیہ ترکیہ پر یلغار کیا تھا تو اسی سلطان بایزید یلدرم نے نکوپولس کے مورچہ پر تن تنہا نہ صرف پورے یورپ کو شکست فاش دیدی تھی بلکہ یورپین حکومتوں کے پچیس حکمرانوں اور شہزادوں کو گرفتار کرنے کے بعد کسی سزا کے بغیر انہیں رہا کر دیا تھا۔ اور رہائی کے وقت اُن سب ہی یورپین حکمرانوں سے یہ کہا تھا کہ "تم لوگوں نے ناحق میرے ملک پر حملہ کرنے کی تکلیف گوارہ کی حالانکہ میں خود ہی تمہارے ملکوں کو فتح کرنے کے لئے یورپ آنے والا تھا۔ اب میں تم سب کو آزاد کرتا ہوں تاکہ تم اپنے اپنے ملکوں میں جاکر اطمینان کے ساتھ میرے مقابلہ کی تیاریاں کر سکو۔ انشاء اللہ جلد ہی تمہارے ملکوں میں تم سے ملاقات ہوگی۔ میں عنقریب پورے یورپ کو فتح کرنے کے لئے آؤں گا اور سینٹ پیٹر کی گرجا میں اپنے گھوڑے کو دانا کھلاؤں گا۔ جاؤ پہلے ہی سے جاکر میرے مقابلہ کی پوری طرح تیاریاں کرلو تاکہ تمہاری کوئی آرزو باقی نہ رہ جائے"۔ صرف اسی ایک واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سلطان بایزید یلدرم اسلام کا کتنا بڑا حوصلہ مند فرزند تھا کہ اُس نے پہلے تو پورے یوروپ کے حکمرانوں کو شکست دی اور انہیں گرفتار کیا۔ پھر گرفتاری کے بعد نہ صرف انہیں رہا کر دیا تھا بلکہ پورے یوروپ کو حملہ کا چیلنج دے کر انہیں مقابلہ کی تیاری کا موقعہ بھی دیدیا تھا۔

بایزید یلدرم نے جو کچھ کہا تھا وہ کرکے دکھا دیا چنانچہ اُس نے چند ماہ کے بعد ہی یورپ پر حملہ کر دیا۔ سب سے پہلے اُس نے یونان پر حملہ کرکے ایتھنز کو فتح کیا۔ اور اسی دوران اس کے سپہ سالاروں نے آسٹریا اور ہنگری پر حملے کرکے ان ممالک کے اکثر و بیشتر حصوں کو زیر کر لیا۔ سلطان بایزید یلدرم چونکہ قیصر روم کی عیارانہ فطرت سے بخوبی واقف تھا۔ اس لئے اس نے یہ پروگرام بنایا تھا کہ سب سے پہلے اسی ابن الوقت کو زیر کیا جائے۔ لہٰذا اُس نے یونان آسٹریا اور ہنگری کے اہم علاقوں کی فتح کے بعد اپنی فوجوں کا رخ قیصر روم والئی قسطنطنیہ کی جانب موڑ دیا سلطان کا قیصر روم کی جانب رخ کرنا تھا کہ اُس نے رو رو کر اور گڑگڑا

گڑگڑا کر معافی مانگ لی۔ اور اِس طرح سلطان یلدرم نے پھر ایک بار اِس عیار کو معاف کر دیا۔

قیصر روم نے بایزید یلدرم سے اسطرح اپنا پیچھا چھڑانے کے بعد یہ چال چلی کہ اُس نے نہایت ہوشیار ایلچیوں کے ذریعہ امیر تیمور کو سلطان یلدرم کے خلاف اچھی طرح بھڑکایا یہ وہ زمانہ تھا جبکہ امیر تیمور کی فتوحات کا پورے ایشیا میں ڈنکا بج رہا تھا۔ قیصر کے ایلچیوں نے تیمور کی خدمت میں حاضر ہو کر قیصر روم کی جانب سے قیمتی تحائف پیش کئے اور اُس کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی کہ اُسے سلطان یلدرم کی جانب سے غافل نہیں رہنا چاہیئے کیونکہ سلطان یورپ کی فتوحات کے بعد تیموری سلطنت اور اُس کے مقبوضات پر بہت جلد حملہ کرنے والا ہے۔ اور اِسی لیۓ اُس نے امیر تیمور کے باغیوں یعنی سلطان احمد اور قرا یوسف ترکمان وغیرہ کو اپنی سلطنت میں پناہ دے رکھی ہے۔ اور اُس نے اپنی فوجیں داغستان میں جمع کر رکھی ہیں اور اس طرح قیصر کے نمائندوں نے امیر کو اس بات کا یقین دلا دیا کہ سلطان عنقریب آذربائیجان وغیرہ پر حملہ کر کے تیموری علاقہ کو تاراج کرنے والا ہے

تیمور ایک نہایت ہی مغلوب الغضب انسان تھا۔ اِس کے علاوہ وہ خود بھی سلطنت عثمانیہ کے عروج اور فتوحات کو بڑی تشویش اور حسد کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ اِس لئے قیصر روم کے ایلچیوں کے اشتعال دلانے پر وہ آپے سے باہر ہو گیا۔ تیمور اپنے آپ کو دنیا کا سب سے بڑا حاکم اور فاتح تصور کرتا تھا اور اُس کی کیفیت یہ تھی کہ وہ اپنے فاتحانہ زعم کے مقابلہ میں مسلم اور غیر مسلم میں کوئی تمیز نہیں کرتا تھا۔ ایسی حالت میں اُسے کسی بھی مسلم حکومت پر ہاتھ ڈالتے ہوئے کیا تامل ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اُس نے فوراً ہی سلطنت عثمانیہ پر حملے کی پوری تیاریاں شروع کر دیں۔

تیمور اس زمانہ میں ہندوستان میں نبرد آزما تھا وہ فوراً ہی سلطنت عثمانیہ کی تسخیر کے لئے ہندوستان سے چل دیا۔ ایک لاکھ کے قریب ہندوستانی قیدی اُس کی تحویل میں تھے۔ تیمور اگر چاہتا تو انہیں آزاد کر سکتا تھا۔ لیکن اُس نے ان سب ہی کو تہ تیغ کر دیا اور ہندوستان سے افغانستان ہوتا ہوا سمرقند پہنچا۔ وہاں سے فوجی تیاریاں مکمل کر کے آذربائیجان آیا۔ اِس کے بعد تیمور نے آرمینیا کی طرف سے سلطنت عثمانیہ کے علاقہ میں داخل ہو کر سیواس کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں بایزید کا بڑا لڑکا ارطغرل گورنر تھا۔ اُس نے تیمور کا بڑی مضبوطی کے ساتھ مقابلہ کیا لیکن اِس جنگ میں وہ مارا گیا۔ ارطغرل کی موت کے بعد تیمور نے سیواس پر قبضہ جما لیا اور جتنے بھی ترک اُس کی قید میں تھے اُنہیں گڑھا کھود کر زندہ دفن کرا دیا۔

سلطان بایزید یلدرم کو جوں ہی بیٹے کی موت اور سیواس پر تیمور کے قبضہ کی اطلاع ملی تو اُس نے یورپ کی فتح کا ارادہ ترک کر دیا اور ایک لشکر عظیم لے کر تیمور کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ تیمور اب سیواس سے انگورہ آ چکا تھا۔ اِسی مقام پر دونوں کی فوجیں صف آرا ہوئیں تیمور کی فوج تعداد میں سات آٹھ لاکھ تھی جبکہ بایزید کی فوج سوا لاکھ سے زیادہ نہیں تھی مگر پھر بھی بایزید نے بڑی بے جگری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ بایزید کے لئے ایک دشواری اور یہ پیدا ہو گئی کہ اُس کے بعض تاتاری دستے غداری کر کے تیمور کے لشکر سے جا ملے لیکن پھر بھی بایزید بڑی دلیری کے ساتھ تیمور کا مقابلہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ سلطان مغلوں کی صفوں کو چیرتا ہوا عین اُس مقام پر جا پہنچا جہاں تیمور کھڑا ہوا اپنی فوجوں کو لڑا رہا تھا۔ بایزید کی بدقسمتی کہ یکایک اُس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور بایزید گھوڑے سے گر پڑا۔ اور فوراً ہی اِس عثمانی شیر کو مغلوں نے گرفتار کر لیا۔ اور اس طرح وہ مجاہد اعظم جس سے پورا یورپ لرزاں اور ترساں تھا۔ مسلمانوں کی خانہ جنگی کی بدولت تیمور کا قیدی بن گیا

تیمور نے اِس مرد مجاہد کو گرفتار کرنے کے بعد اس کے ساتھ کیسا وحشیانہ سلوک کیا اُس کا اندازہ اِس سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ تیمور مدتوں اس عثمانی شیر کو ایک لوہے کے پنجرے میں بند کر کے اِسے ساتھ لئے لئے پھرا۔ تیمور اور سلطان بایزید کے کردار کا بین فرق یہ ہے کہ جب بایزید سے شکست کھانے کے بعد نکوپس کے مورچہ پر پچیس غیر مسلم حکمراں اور شہزادے گرفتار ہوئے تو بایزید نے غیر مشروط طور پر اُن سب کو رہا کر دیا لیکن تیمور سے جنگ کرتا ہوا جب ایک باعظمت مسلمان حکمراں گرفتار ہوا تو تیمور نے انتہائی بربریت کا ثبوت دیتے ہوئے اُسے لوہے کے پنجرے میں بند کر کے نچاتا پھرا۔ تیمور کے اِس ذلت آمیز سلوک کا نتیجہ یہ نکلا کہ خوددار بایزید آٹھ ماہ کے بعد ۸۰۵ھ میں اسی پنجرے کے اندر فوت ہو گیا۔ تیمور نے یہ مہربانی ضرور کی کہ مرنے کے بعد اِس مرد مجاہد اعظم کے لاش (باقی صفحہ ۳۲ پر)

تاریخ ہند



سیکولر حکومت کے بانی مسلمان

شاہان ہند کے دور حکومت پر ایک محققانہ نظر

(از پروفیسر ڈی۔ ایس۔ ناٹکر)

پروفیسر ڈی ایس ناٹکر۔ جنوبی ہند کے ایک مفکر اور صاحب قلم ہیں انھوں نے اپنے ذیل کے محققانہ مضمون میں یہ بتایا ہے کہ جس زمانہ میں کہ ساری دنیا کے حکمراں مذہبی اور نسلی تعصب میں مبتلا تھے ہندوستان کے مسلم حکمراں تعصب سے بالاتر تھے۔ پروفیسر مذکور کی رائے ہے کہ ہندوستان میں سیکولر حکومت کی بنیاد مسلمانوں ہی نے رکھی تھی

دنیا کے ایک عظیم مفکر نے لکھا ہے کہ "اگر سیکولرزم کا مطلب لا مذہبیت اور بے دینی نہ قرار دیا جائے تو اسلام دنیا کا سب سے بڑا سیکولر مذہب ہے" ممکن ہے کہ اسلام کے متعلق اس مفکر کی ترائے بہت سے اُن مسلمانوں کی بھی سمجھ میں نہ آ سکے جو اسلام کو محض چند دینی تعلیمات کا مجموعہ سمجھتے رہے ہیں۔ لیکن اس مفکر نے اسلام کے اُس سیکولر پہلو کو بڑی خوبی سے اُجاگر کیا ہے جو شائد اب تک بہت سے مسلمانوں کی نظروں سے بھی اوجھل رہا ہے

سیکولرزم کا مطلب بے دینی نہیں ہے بلکہ سیکولر حکومت ایک ایسی ریاست کو کہا جاتا ہے جہاں مختلف مذہبوں کے ماننے والے بستے ہوں اور ان سب لوگوں کو اُن کے مذہبی عقائد پر قائم رہنے اور اُن پر عمل کرنے کی کامل آزادی حاصل ہو۔ اور ساتھ ہی اُس ریاست میں مذہبی اکثریت رکھنے والا گروہ۔ مذہبی اقلیت والے گروہوں پر اثر انداز ہونے کی کوشش نہ کر سکے۔ اور حکومت اپنے معاملات اور عوام کے ساتھ اپنے تعلقات میں اکثریت یا برسر حکومت لوگوں کے مذہبی اور تہذیبی رجحانات کو اقلیت پر ٹھونسنے کی کوشش نہ کرے اور اسلام نے مسلم حکمرانوں کو یہی ہدایت کی ہے۔ چنانچہ اسلام نے نہ صرف جبر و تشدد ہی کو ناجائز قرار دیا ہے۔ بلکہ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلم حکمراں اصولی طور پر بھی اپنے ذاتی عقائد کو اقلیت پر ٹھونسنے سے گریز کرتے رہے ہیں۔ اسی لئے اس غیر مسلم مفکر نے اسلام کے سیکولر مذہب ہونے کا جو دعویٰ کیا ہے وہ اپنی جگہ بالکل درست ہے۔

مسلمان دنیا کے مختلف ملکوں میں برسر حکومت رہے ہیں۔ اور اسی لئے انہیں مختلف مذہبوں اور تہذیبوں کی ماننے والی قوموں کے ساتھ واسطہ پڑتا رہا ہے۔ لیکن اُن کے مذہب نے اُن کے دل و دماغ میں سیکولرزم کی جن اعلیٰ قدروں کو ذہن نشین کر دیا تھا۔ انھوں نے تقریباً ہر ملک اور ہر ماحول میں انہیں برقرار رکھا ہے۔ لیکن ہمیں اس دعوے کو ثابت کرنے کیلئے اسلام کی پوری تاریخ کی ورق گردانی کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ ہندوستان ہی میں مسلمانوں کے عہد حکومت کی تاریخ ہمارے دعوے کی تصدیق کے لئے بالکل کافی ہے۔ چنانچہ ہندوستان کے فاتح اول محمد بن قاسم کے دور حکومت سے لیکر جب ہم ہندوستان کے آخری حکمراں خاندان۔ یعنی مغلوں کے دور حکومت پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ہمارے ملک میں سیکولر حکومت کی داغ بیل مسلمانوں ہی نے ڈالی تھی۔

یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ ہندوستان میں ظہیر الدین بابر نے مغلوں کی عظیم اور صدیوں تک قائم رہنے والی مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی تھی۔ اور اس نے ذبیحہ گاؤ کے متعلق اپنے جانشینوں کو جو وصیت کی تھی۔ ہندوستان میں مسلم عہد حکومت کو بدنام کرنے والے بھی اُس کے وجود سے انکار نہیں کر سکتے۔ لیکن یہ بات بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اسی بابر نے اپنے بستر مرگ سے اپنے فرزند ہمایوں کو چند ایسی وصیتیں بھی کی تھیں جو اسلام کی سیکولر تعلیم اور مسلمانوں کے سیکولر مزاج کو صحیح معنوں میں ظاہر کرتی ہیں۔

شہنشاہ بابر نے ہمایوں کو وصیت کی تھی کہ مذہبی تعصبات سے اپنے دماغ کو متاثر نہ ہونے دینا۔ اور ہر قوم کے مذہبی جذبات کا احترام کرتے ہوئے تمام معاملات میں غیر جانب داری اور انصاف سے کام لینا کسی قوم کے عبادت خانوں کو کبھی منہدم نہ کرنا۔ اور ریاست کے معاملات میں اپنے مذہبی رجحانات کو دخل نہ دینا۔ کیونکہ حاکم و محکوم کے درمیان صرف اسی صورت میں خوشگوار تعلقات قائم ہو سکتے ہیں۔

بابر نے اپنے جانشینوں کو جو ہدایات کی تھیں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اُن پر سختی سے عمل ہوتا رہا ہے۔ ہمایوں، اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں بابر کی ہدایات پر بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ عمل کرتے رہے ہیں۔ اور اکبر اعظم تو اِس حد تک آگے بڑھ گیا تھا کہ اُس زمانہ کے تنگ نظر علماء نے اُس پر کفر کے فتوے تک لگا دیئے تھے۔

مغل بادشاہوں میں صرف اورنگزیب عالمگیر ایک ایسا حکمراں ہوا ہے جس پر سب سے زیادہ نکتہ چینی کی گئی ہے۔ مگر اس اعتراف کے باوجود کہ وہ ایک کٹر قسم کا مذہبی انسان تھا وہ بھی آخر وقت تک اپنے آباؤ اجداد کی سیکولر پالیسی پر چلتا رہا ہے۔ چنانچہ ایسے بے شمار ثبوت موجود ہیں جن سے اُس کی بے تعصبی اور سیکولر پالیسی پر روشنی پڑتی ہے مثلاً اورنگزیب نے اپنے باپ شاہجہاں سے ایک ایسے راجہ کے رہا کرنے کی سفارش کی تھی۔ جسے اُس کی مسلسل عہد شکنیوں کی بنا پر قید کر دیا گیا تھا۔ لیکن اس سفارش کے جواب میں جب شاہجہاں کے مصاحبین نے راجہ کو اس شرط پر رہا کرانے کا وعدہ کیا کہ وہ مسلمان ہو جائے۔ تو اورنگزیب اس غیر اسلامی مطالبہ پر برہم ہو گیا تھا۔

اورنگزیب ہی کا دوسرا قابل ذکر واقعہ یہ ہے کہ جب اُس کے عہد حکومت میں ایک درباری امیر نے سلطنت کے ایک غیر مسلم عہدیدار کو ہٹا کر اُس کی جگہ کسی مسلمان کے تقرر کا مشورہ دیا اور اپنے اس مشورہ کی صحت کو اسلام سے ثابت کرنے کی کوشش کی تو اورنگزیب نے یہ کہہ کر اس مشورہ کو ماننے سے انکار کر دیا کہ "سلطنت کے معاملات میں مذہب کو داخل نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر ایسا کیا جائے گا تو سلطنت کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا"

ہندوستان پر مغلوں کے علاوہ دوسرے مسلم خاندانوں نے بھی حکومت کی ہے۔ لیکن ہندوستان کے تقریباً تمام مسلم حکمراں اسی بے تعصبی اور سیکولرزم کی حکمت عملی کے پابند رہے ہیں کون نہیں جانتا کہ شیر شاہ سوری نے ملک کی شاہراہوں اور بڑے بڑے شہروں میں جو سرائیں اور لنگر خانے تعمیر کرائے تھے اُن میں مسلمان اور ہندوؤں کے کھانے کا انتظام تھا۔ جہاں ہندوؤں کے کھانے کا انتظام برہمنوں کے سپرد تھا۔

سابق صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پرشاد نے اپنی کتاب "انڈیا ڈیوائیڈیڈ" میں مسلمانوں کی بے تعصبی اور سیکولر نظام حکومت کے متعلق جو بہت سے تاریخی واقعات شائع کئے ہیں اُن میں یہ واقعات بھی موجود ہیں کہ کشمیر کے حکمراں سلطان زین العابدین نے شاردا دیوی اور امرناتھ کی زیارت کو جانے والے ہندو یاتریوں کی آسائش کے لئے خاص طور پر مکانات تعمیر کرائے تھے۔ اور ۱۵۴۰ء میں جبکہ ہردوار پر نجیب آباد کے پٹھانوں کی حکومت تھی تو انھوں نے ہردوار کی یاترا کرنے والے ہندو زائرین کے آرام کی غرض سے بہت سے ایسے مکانات بنوائے تھے جو آج تک موجود ہیں اور ان پر ہندوؤں کا قبضہ ہے۔

مسلم حکمرانوں کی شروع ہی سے یہ اسٹینڈ پالیسی رہی ہے کہ وہ جس ملک پر بھی حکومت کرتے تھے۔ وہاں کے لوگوں کے مذہب اور تہذیب میں ذرّہ برابر بھی دخل نہیں دیتے تھے۔ اور ہر شہری کے ساتھ خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم مساوی سلوک کرتے تھے اور ہندوستان کے مسلم حکمراں بھی اسی پالیسی کی سختی سے پابندی کرتے رہے ہیں چنانچہ پروفیسر رام پرشاد کھوسلا نے جو پٹنہ یونیورسٹی میں تاریخ کے پروفیسر تھے اپنی کتاب "تاریخ ہند" میں مغلوں کی سلطنت کے متعلق لکھا ہے "ہندوستان میں مغلوں کی حکومت مسلمہ اور واضح طور پر یہاں کے سب ہی باشندوں کے لئے سود مند تھی۔ انھوں نے اس ملک کے قدیم غیر مسلم باشندوں کے حقوق میں کبھی کسی قسم کی مداخلت نہیں کی بلکہ اپنے معاملات اقتدار ملک میں ایسی فیاضی سے کام لیا ہے کہ یہاں کے غیر مسلم باشندے بھی مغلوں کی حکومت کو خود اپنی قومی حکومت سمجھنے لگے تھے"

حقیقت یہ ہے کہ اسلام ایک مذہب ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا کی ایک صحت مند اور سیکولر تحریک بھی ہے۔ اور اسلام کے ا ی۔ سیکولرزم کی بنیاد شاہان ہند نے ہندوستان میں سب سے پہلے رکھی تھی ورنہ اس سے قبل کوئی یہ جانتا بھی نہ تھا کہ سیکولرزم بھی کوئی چیز ہے۔

اسلام اور غیر مسلم



اسلام پروفیسر آرنلڈ کی نظر میں

میں عیسائی ہونے کے باوجود اسلام کو کیوں پسند کرتا ہوں

(پروفیسر جے ڈبلیو آرنلڈ کے ایک مقالہ کا ترجمہ)

پروفیسر جے آرنلڈ یورپ کے بہت بڑے مورخ اور مفکرین ہیں انھوں نے ذیل کے مقالہ میں اسلام کے بارے میں اپنے جن احساسات کا اظہار کیا ہے اُن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ صاف دماغ غیر مسلم بھی اسلام کے بارے میں کیسے بلند خیالات رکھتے ہیں۔ دین دنیا میں نہایت باقاعدگی کے ساتھ اسلام کے بارے میں غیر مسلموں کے تاثرات دیئے جاتے ہیں یہ مضمون بھی اُسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اسلام کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اپنے بلند نظریات کی بنا پر اُس کی تعلیمات مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں کے لئے بھی بے حد فائدہ مند ہے۔ اسلام دنیا کا ایک ایسا مذہب ہے جس نے بلا امتیاز مذہب و ملت انسان کی ذہنی فکری اور علمی قوتوں کو ابھارنے میں اور اُنہیں انسانیت کا آئینہ دار بنانے میں بے مثال کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اور اسی لئے یہ مذہب نہایت ہی سرعت کے ساتھ دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچ گیا تھا۔ اور اس مذہب نے عیسائیت کے بعد جسے صدیوں سے بڑی بڑی حکومتوں کی سرپرستی حاصل رہی ہے اپنے ماننے والوں کی تعداد کے لحاظ سے دوسرا درجہ حاصل کر لیا تھا۔ چنانچہ آج بھی دنیا میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں کی تعداد کے بعد سب سے زیادہ ہے۔ اور اس تعداد میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ دنیا کا کوئی مذہب بھی اتنی کم مدت میں اسقدر مقبول نہیں ہوا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ایک عجیب بات یہ ہے کہ اسلام نے جن باتوں کی شدت کے ساتھ مخالفت اور مذمت کی ہے اور جن باتوں کو اس نے اپنے مذہبی اور سماجی نظام میں کوئی جگہ کبھی نہیں دی اسے اُن ہی باتوں کے ارتکاب کا مجرم قرار دیا جا رہا ہے۔ اور اُس کے خلاف الزام تراشی کا یہ سلسلہ اتنی مدت سے قائم اور جاری ہے کہ بعض سنجیدہ اور غیر متعصب حلقوں میں بھی ان بے بنیاد الزامات کو ایک حقیقت سمجھا جانے لگا ہے۔

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو متعدد چھوٹے اور بڑے الزامات عائد کئے جاتے ہیں اُن میں اس الزام کو سب سے زیادہ اہمیت اور وسعت حاصل ہے کہ اسلام نے مذہبی معاملات میں لچک کی اجازت نہیں دی ہے۔ اور مسلمان مذہب کے معاملہ میں بے حد کٹر تنگ نظر اور غیر رواداری واقع ہوئے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس الزام کی ابتدا اُس زمانہ سے ہوتی ہے جبکہ اسلام کے ظہور کے بعد پوری عیسائی دنیا مسلمانوں کو اپنا حریف سمجھنے لگی تھی۔ اور عیسائی بادشاہوں نے پادریوں کی مدد سے عام عیسائیوں کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کرنے کی غرض سے اُن کے مذہبی جذبات کو غلط واقعات پیش کر کے بھڑکانا شروع کیا تھا۔

دنیا میں جو لوگ مذہب کو مانتے ہیں اور جو نہیں مانتے دونوں ہی اس بات پر متفق الرائے ہیں کہ مذہب کو قوموں کے کردار کی تشکیل میں بہت بڑا دخل حاصل ہے۔ اور مسلمانوں کے معاملہ میں یہ بات خصوصیت کے ساتھ اس لئے بھی درست ہے کہ اُن کی زندگی کا کوئی عمل اور کوئی گوشہ بھی مذہب کے دائرہ سے باہر نہیں ہے چنانچہ دیکھنا چاہیئے کہ دیگر مذاہب کے معاملہ میں ان کا قومی کردار کیا ہے

آیا انھوں نے دیگر مذاہب کے ساتھ رواداری کا سلوک کیا ہے یا نہیں اور اگر دیگر مذاہب کے معاملہ میں مسلمانوں کی رواداری ثابت ہوجاتی ہے تو کسی طرح بھی مسلمانوں پر یہ الزام نہیں لگایا جاسکتا کہ مذاہب کے معاملہ میں اُن میں لچک موجود نہیں ہے اور ہمیں دیکھنا چاہئے کہ اُن کی سب سے بڑی مذہبی کتاب قرآن اس بارے میں مسلمانوں کو کیا ہدایت دیتا ہے۔

قرآن دنیا کی واحد الہامی کتاب ہے جس کے متعلق اسلام کے بدترین مخالف بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ اُس کے نزول کے وقت سے اب تک اُس میں ایک شوشہ اور ایک زیر زبر کی تبدیلی بھی نہیں ہوئی ہے۔ اور اسی قرآن میں کہیں کئی جگہ ایسے غیر مبہم اعلان ملتے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے کسی موقعہ اور کسی حالت میں بھی مذہب کے معاملہ میں جبر اور تشدد کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ تمام مذہبوں اور اُن کے رہنماؤں کے کامل احترام کی ہدایت کی ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ جہاں بھی مسلمان برسر اقتدار ہوں وہاں اُنہیں غیر مسلموں کے مذہبی اور شہری حقوق کی حفاظت کی ذمہ داری کو پورا کرنا چاہیئے۔

اسلام کے اِن صاف اور واضح احکامات کے بعد اگرچہ اُس کے خلاف عدم رواداری ہونے کے الزام کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی لیکن اس الزام کی مزید تردید کے لئے ہمیں مسلمانوں کے اُس طرز عمل کا جائزہ لینا چاہئے جو وہ مذہبی معاملات روا رکھتے رہے ہیں۔ اور کا تو ذکر ہی کیا خود حضرت پیغمبر اسلام غیر مسلموں کے ساتھ بڑی ہی رواداری کا سلوک کرتے تھے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے جو وفود آتے تھے انہیں مسجد نبوی جیسے مقدس مقام پر ٹھہراتے تھے۔ اور اسی مسجد نبوی میں یہودیوں کو اپنے طریق پر عبادت کرنے تک کی اجازت دے دیتے تھے۔ اس سے بڑھ کر مذہبی رواداری اور کیا ہوسکتی ہے۔

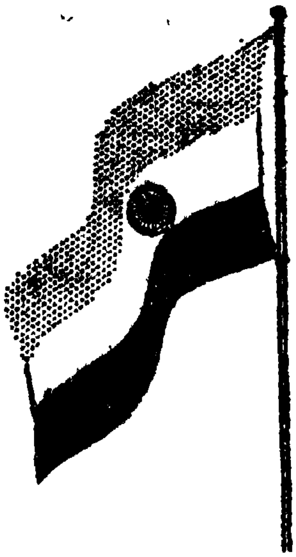
خود عیسائی مورخوں نے متفقہ طور پر یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کے دوسرے امیر عمرؓ نے بیت المقدس کے بڑے گرجا کے اندر وہاں کے بڑے بڑے پادریوں کی درخواست کے باوجود محض اس لئے نماز پڑھنے سے انکار کردیا تھا کیونکہ اُن کے نماز پڑھنے کا بہانہ لے کر مسلمان اُس گرجا کو کہیں مسجد نہ بنالیں۔ اس موقعہ پر حضرت عمرؓ نے بطور احتیاط نماز کا وقت ہوجانے پر گرجا کی سیڑھیوں پہ نماز پڑھی تھی۔ اور مزید احتیاط کی غرض سے پادریوں کو اس مفہوم کی ایک تحریر بھی دیدی تھی کہ میرے نماز پڑھنے کو وجہ جواز قرار دیکر آئندہ کسی مسلمان کو یہاں نماز پڑھنے کا حق نہیں ہوگا۔

امیر المومنین کی اِس مثال کو اسلام کی تاریخ کا کوئی واحد واقعہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ مسلمان جہاں کہیں بھی گئے اور جس حال میں بھی رہے انھوں نے ہمیشہ دوسرے مذہبوں اور اُن کے رہنماؤں کے احترام کو اپنا فرض سمجھا ہے چنانچہ جس طرح عیسائیوں کے مفتوحہ ممالک میں عیسائیوں کو کامل مذہبی آزادی حاصل تھی اُسی طرح ہندوستان میں محمد بن قاسم نے ہندوؤں کو کامل مذہبی آزادی دیدی تھی۔ اور اس مذہبی آزادی میں رکاوٹ پیدا کرنے والے مسلمانوں کو عبرت ناک سزائیں دی جاتی تھیں حتیٰ کہ ہندوستان کے مسلم حکمران مندروں کی تعمیر اور اُن کے مصارف کو پورا کرنے کے لئے بڑی بڑی جاگیریں اور رقوم دیا کرتے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ اسلام نے مذہبی رواداری کی جو مثال قائم کی تھی ہمیں آجکل کے زمانہ میں بھی دوسری قوموں میں یہ رواداری مشکل ہی سے دکھائی دیتی ہے۔ اور اسی لئے آج اسلام کے خلاف صدیوں سے کیا جانے والا یہ پروپیگنڈا آہستہ آہستہ بے جان ہوتا چلا جارہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام دنیا کا سب سے بڑا اور روادار مذہب ہے جو اپنے متبعین کو حکم دیتا ہے کہ کل نوع انسانی کے ساتھ وہ پوری رواداری کے ساتھ پیش آئیں۔

اسلام بت پرستی کا شدید مخالف ہے لیکن اِس کے باوجود اسلام کا اپنے متبعین کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ بتوں کو بھی برا بھلا نہ کہیں۔ ذرا غور فرمایئے کہ اس سے بڑھ کر اسلام کی رواداری کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ وہ بت پرستی تک کو گوارہ کرے۔ میری یہ قطعی رائے ہے کہ اسلام کے فروغ کا ایک بڑا باعث اس مذہب کی وسیع النظری اور رواداری بھی ہے اور اسی رواداری ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ مسلم فاتح جس ملک میں بھی گئے وہاں کے باشندے ان کے گرویدہ بن گئے۔

اسلام میں یوں تو بہت سی خوبیاں ہیں لیکن اس کی دو باتوں نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔ پہلی چیز تو اسلام کی رواداری ہے اور دوسری امتیازی خصوصیت اسلام کی یہ ہے کہ یہ صرف عقائد اور عبادات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ دنیاوی معاملات میں قدم قدم پر بلا امتیاز مذہب و ملت کل بنی نوع انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ میں اگرچہ مذہباً عیسائی ہوں لیکن اس کے باوجود اسلام کی میرے دل میں بے حد عزت ہے۔



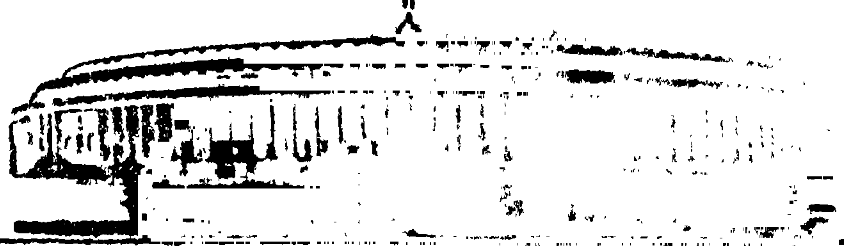
یومِ جمہوریہ پر دلی مبارکباد

26 جنوری 1950ء کو بھارت کے لوگوں نے ایک خود مختار سوشلسٹ سیکولر جمہوری ریپبلک کی بنیاد رکھی تھی۔
گذشتہ 31 برسوں میں ہم نے بہت سے کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔

- ہم نے جمہوریت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کیا ہے۔
- مدتوں سے چلی آرہی خوراک کی کمی پر قابو پایا ہے۔
- ہم سرکردہ زیادہ صنعت یافتہ ملکوں میں گنے جاتے ہیں۔
- ہم سائنس اور ٹکنالوجی میں صفِ اوّل کے ممالک میں شامل ہو گئے ہیں۔
- ہم نے تین بیرونی حملوں کا منہ موڑا ہے۔ اور
- بین الاقوامی اجتماعوں میں ہماری آواز معنی رکھتی ہے۔

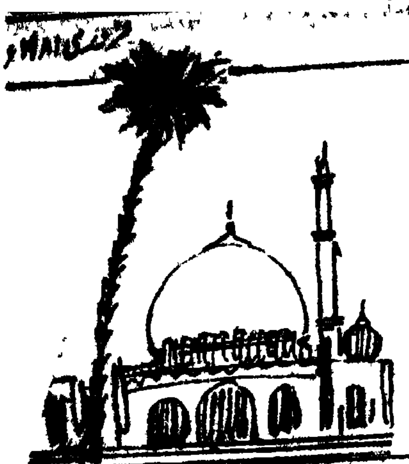
مگر سب کے لئے سماجی انصاف اور عوام کا معیار زندگی بلند کرنے کی خاطر ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔

یہ صرف قومی اتحاد کے مضبوط رشتے سے ہی کیا جا سکتا ہے۔



ترقی اور تحفظ کی خاطر قومی یکجہتی کو پکا کیجئے اور سیکولر جماعتوں کو مضبوط بنائیے۔

davp 80/324



یہ پاکباز بندے
انھوں نے اپنے اعلیٰ کردار سے دنیا کی رہنمائی کی ہے

(از شوکت علی فہمی)

خلفائے راشدین وہ مقدس اور مایہ ناز بزرگ ہیں جنھوں نے کہ براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت حاصل کی ہے اور یہی وہ مقدس ہستیاں ہیں جنھوں نے کہ اپنے اعلیٰ کردار سے نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ کل نوع انسانی کی رہنمائی کی ہے۔ ہم ذیل میں اسلام کے اِن مایہ ناز بزرگوں کی پاکیزہ زندگی پر ہلکی سی روشنی ڈال رہے ہیں تاکہ مسلمان اِن سے سبق حاصل کریں۔

خلفائے راشدین کی زندگیوں کے جس پہلو پر بھی نظر ڈالی جاتی ہے وہ نوع انسانی کے لیے شمع ہدایت دکھائی دیتی ہے۔ خلفائے راشدین وہ بزرگ ہیں جو رسول اللہ صلعم کے جانشین ہیں اور وہ معتمد صحابہ ہیں کہ انھوں نے جہاں دنیا کے سامنے جہانبانی اور حکمرانی کا ایک بے مثال نمونہ پیش کیا ہے وہاں خدمت خلق اور پسندیدہ اخلاق کے معاملہ میں بھی ایک نظیر قائم کرکے دکھا دی ہے۔

حکومت اور امارت ایک ایسی شے ہے جس پر اہل دنیا پروانہ وار فدا ہوا کرتے ہیں۔ لیکن خلفائے راشدین نے کبھی حکومت کو پسند نہیں کیا۔ لیکن اگر بحالت مجبوری مسلم عوام کے زور دینے پر اور خدمت اسلام کی خاطر انہیں حکومت کی ذمہ داریاں بھی سنبھالنی پڑی ہیں تو انھوں نے اس کام کو بھی خدمت خلق کا ایک ذریعہ سمجھ کر ہی انجام دیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رض مسلمانوں کے پہلے خلیفہ ہوئے ہیں رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد جب آپ نے دیکھا کہ خلافت کا مسئلہ انصار مدینہ اور مہاجرین مکہ میں تفریق کا باعث بنتا چلا جارہا ہے تو آپ نے زعمائے اسلام کے زور دینے پر بادل ناخواستہ خلافت کی ذمہ داری قبول کرلی لیکن خلافت کے منصب پر سرفراز ہونے کے بعد آپ نے جو پہلی تقریر فرمائی ہے اُس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس منصب کے قبول کرنے سے آپ کا کیا منشا اور مقصد تھا۔

آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا "صاحبو! میں تم پر حاکم مقرر کیا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم لوگوں میں سب سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھا کام کروں تو میری اعانت کرنا۔ اور اگر برائی کی طرف جاؤں تو مجھے سیدھا کردینا۔ میں کمزوروں اور ضعیفوں کو قوی تر سمجھتے ہوئے اُن کا حق طاقتوروں سے دلاؤں گا۔ اور طاقتوروں کو کمزور تصور کرتے ہوئے اُنہیں ضعیفوں کا حق دینے پر مجبور کردوں گا۔ اگر میں خدا اور رسول کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرنا۔ لیکن جب خدا اور اُس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں ہے۔" یعنی مجھے ہٹا کر جسے چاہو اپنا خلیفہ منتخب کرلینا۔

اگر غور کیا جائے تو حضرت ابوبکر صدیق رض کی یہی تقریر جمہوریت کی جانب پہلا قدم ہے اور آپ ہی دنیا کے پہلے حکمراں ہیں جنھوں نے کہ عوام کو امیر اور حاکم سے مواخذہ کرنے کا حق دیا ہے۔ اور یہ آپ کی زندگی کا اتنا بڑا کارنامہ ہے جسے دنیا قیامت تک فراموش نہیں کرسکتی۔

حضرت ابوبکر صدیق اگرچہ مسند خلافت پر سرفراز ہوگئے تھے لیکن آپ کی زندگی بدستور عوام کی خدمت گزاری کے لئے وقف تھی۔ محلہ والوں کا کام کاج کردیتے تھے۔ بیماروں کی تیمارداری کے لیے ضرور جاتے تھے۔ اور اپنے ہاتھوں سے ضعیف اور ناتواں اشخاص

کی خدمت انجام دینے میں پیش پیش رہتے تھے۔ قوم کے سردار ہونے کے باوجود غریبوں جیسی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور ہر وقت خدا کے خوف سے لرزاں اور ترساں رہتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ "اگر میرے دورِ خلافت میں کسی ایک شخص کے ساتھ بھی ناانصافی ہوئی تو میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا"

مسلمانوں کے دوسرے امیر حضرت عمر فاروق رضؓ اگرچہ ایک نہایت وسیع سلطنت کے حکمران تھے لیکن غریبوں جیسی سادہ زندگی بسر کرتے تھے گاڑھے اور گزی کا کرتا پہنتے تھے۔ اور اس میں بھی پیوند لگے ہوتے تھے۔ ایک دفعہ گاڑھے کا کرتا ایک شخص کو دھونے اور پیوند لگانے کو دیا۔ اس نے دھو کر اور پیوند لگا کر وہ کرتا جب دیا تو اس کے ساتھ ہی ایک نرم کپڑے کا سیا کرتا بھی پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے وہ نیا کرتا واپس کر دیا اور اپنا کرتا لے کر کہا "اس میں پسینہ خوب جذب ہوتا ہے"

حضرت حفصہؓ نے مناسب لباس پہننے پر زور دیا تو فرمایا "مسلمانوں کے مال میں سے زیادہ تصرف نہیں کرنا چاہئے اس پر غریبوں کا حق زیادہ ہے" ایک دفعہ دیر تک گھر میں رہے۔ باہر آئے تو لوگ انتظار کر رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ پہننے کے لئے آپ کے پاس کپڑے نہیں تھے۔ جو کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ دھو کر ڈال دیئے تھے۔ جب سوکھ گئے تو پہن کر باہر آئے۔

غذا بھی غریبوں جیسی کھاتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ "مجھے یہ حق ہرگز حاصل نہیں ہے کہ جو دوسرے غریب کھاتے ہیں ان سے بہتر کھاؤں" سالن کی بجائے روغن زیتون میں نمک ڈال کر روٹی کھا لیتے تھے۔ اور روٹی بغیر چھنے ہوئے آٹے کی ہوتی تھی۔ غیر ممالک کے مہمان یا حکومت کے سفیر آتے تھے تو انہیں حضرت عمرؓ کے ساتھ کھانا کھانے میں بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ اس قسم کے معمولی اور سادہ کھانے کے عادی نہیں ہوتے تھے۔

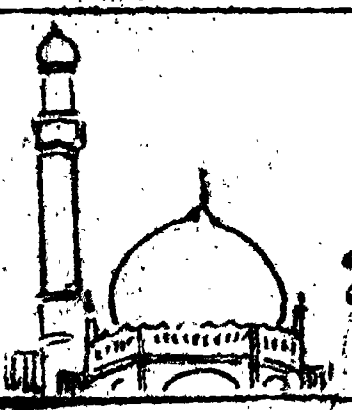
قناعت کا یہ عالم تھا کہ اپنے زمانہ خلافت میں چند سال تک بیت المال سے ایک حبہ بھی نہیں لیا یہاں تک کہ فاقوں کی نوبت آ گئی۔ صحابہ نے ان کی عسرت اور تنگدستی کو دیکھ کر تنخواہ مقرر کی تو صرف اس قدر قبول کی جو مشکل سے معمولی خوراک اور لباس کی کفالت کر سکتی تھی اور وہ بھی اس شرط پر قبول کی تھی کہ جب تک ضرورت رہے گی لوں گا جب مالی حالت درست ہو جائے گی تو [illegible] ادا کر دوں گا "میرا حق مسلمانوں کے مال میں سے صرف اتنا ہے جتنا کہ یتیم کے مال میں ولی کا ہوتا ہے۔" ضرورت سے زیادہ ایک حبہ لینا بھی قوم کے مال میں خیانت تصور کرتے تھے۔ اپنے اور کنبہ کے خرچ کے لئے صرف دو درہم روزانہ لیتے تھے۔ اور بڑی تکلیف اور عسرت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ کپڑے پھٹ جاتے تھے لیکن اس خیال سے کہ مسلمانوں کے مال میں کمی نہ ہو جائے کپڑوں میں پیوند پر پیوند لگا لیتے۔

حضرت عمرؓ نے ذمیوں اور کافروں کے ساتھ جیسی مہربانی اور رحم دلی کا سلوک کیا ہے۔ موجودہ زمانہ میں تو ایسا سلوک خود مسلمان دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بھی نہیں کرتے۔ حکام کو سختی کے ساتھ ہدایت تھی کہ کسی ذمی سے ناانصافی نہ کی جائے۔ زندگی کے آخری لمحہ تک ذمیوں کا خیال رہا۔ حتیٰ کہ وفات کے وقت بھی ذمیوں کے ساتھ بہتر سلوک کی وصیت فرمائی۔

حضرت عمرؓ میں عفو اور درگذر کا بھی جوہر موجود تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے ساتھ رات کو گشت کر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک مکان کا دروازہ بند ہے اور اندر سے شور و شغب کی آوازیں آ رہی ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے بتایا "یہ ربیعہ بن امیہ کا گھر ہے یہ لوگ اس وقت شراب پی رہے ہیں" آپ نے فرمایا "خدا نے ہمیں پوشیدہ اعمال کے تجسس کی ممانعت کی ہے اس لئے انہیں نہ چھیڑو"

مدینہ میں ایک عام لنگر خانہ قائم تھا۔ جب وہاں جاتے تھے تو خود اپنے سامنے غریبوں کو کھانا کھلواتے تھے۔ نماز عشا کے بعد مسجد میں اور مسجد کے باہر گھوم کر لوگوں سے کھانے کے لئے پوچھتے تھے۔ اگر کوئی شخص بھوکا ہوتا تھا تو اسے اپنے ساتھ لاتے تھے اور کھانا کھلاتے تھے۔

حضرت عمرؓ کی زندگی کا ہر لمحہ مخلوق خدا کی نفع رسانی کے لئے وقف تھا۔ ان کا معمول تھا کہ بیوہ عورتوں اور مجاہدین کے گھروں پر جاتے اور عورتوں سے پوچھ کر بازار سے سودا سلف لا دیتے۔ محاذ جنگ سے قاصد آتا تو اہل فوج کے خطوط ان کی گھر والیوں کو پہنچواتے۔ اور اکثر اوقات خود بھی خطوط دینے آتے تھے۔ اگر کوئی عورت جواب لکھوانا چاہتی تھی تو چوکھٹ پہ بیٹھ کر اپنے ہاتھ سے [illegible]



جب یورپ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا

اُس وقت اسلامی ممالک علم کی روشنی سے جگمگا رہے تھے

(از ڈاکٹر زکی علی مصری)

مسلمانوں کے بارے میں دنیا صرف اتنا ہی جانتی ہے کہ انھوں نے اپنے دورِ اقتدار میں اپنی عظیم الشان فتوحات کے ذریعہ مشرق و مغرب میں ایک تہلکہ برپا کر دیا تھا لیکن اسلامی فتوحات سے بھی بڑھ کر مسلمانوں کا کارنامہ یہ ہے۔ کہ انھوں نے جہالت کے خلاف جنگ کر کے ساری دنیا کو علم کی روشنی سے جگمگا دیا تھا۔ مصر کے نامور اہلِ قلم ڈاکٹر زکی علی نے ذیل کے مضمون میں اسی پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔

یورپ کی قومیں آج صرف اس لیے ترقی یافتہ سمجھی جاتی ہیں کیونکہ وہ علم کی دولت سے مالا مال ہیں۔ لیکن یورپ کے باشندے علوم و فنون کی ترقی و تحقیقات کے سلسلہ میں آج جو کچھ کر رہے ہیں مسلمان آج سے ایک ہزار سال قبل ہی سب کچھ کر چکے ہیں اور مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ خود یورپ کی تاریخ بتاتی ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دورِ اقتدار میں نہ صرف قدیم علوم و فنون کو زندہ کیا تھا بلکہ انھوں نے بہت سے قدیم علوم میں نئی تحقیقات کر کے انہیں یورپی قوموں تک پہنچایا بھی تھا۔ جبکہ وہ علم اور تہذیب کی ابجد سے بھی واقف نہیں تھیں۔ اور پورا یورپ جہالت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا

اسلام جس زمانہ میں ظاہر ہوا تھا وہ تاریکی اور جہالت کا زمانہ تھا۔ اُس وقت انسان جن مذاہب کو مانتا تھا اُن مذاہب کے علماء اور مذہبی پیشوا اپنے پیروؤں کو حصولِ علم کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ بلکہ انھوں نے حصولِ علم کو ایک گناہ اور جرم قرار دے دیا تھا۔

دنیا کے ان عام حالات کے پس منظر میں عرب جیسی پس ماندہ قوم ایک طرف تو حصولِ علم کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی تھی اور دوسری طرف اُس نے اپنے حاصل شدہ علم اور سرمایہ کو دوسروں میں بھی دریا دلی کے ساتھ تقسیم کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کا واحد سبب یہ تھا کہ اسلام نے یہ کہہ کر علم حاصل کرنے کی ترغیب دی تھی کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت کا فریضہ ہے اور اگر علم حاصل کرنے کی غرض سے انہیں دور دراز ممالک کا سفر بھی کرنا پڑے تو انہیں یہ سفر ضرور کرنا چاہیے۔

اسلام نے مسلمانوں کو صرف حصولِ علم کی ترغیب ہی نہیں دی تھی بلکہ یہ بھی ہدایت کی تھی کہ جہاں وہ دوسروں سے علم حاصل کریں وہاں بلا امتیازِ مذہب و ملت اپنے حاصل شدہ علوم سے دوسروں کو بھی فیض پہنچائیں۔ چنانچہ اسلام نے اس طرح نہ صرف اُس علمی تبادلہ کا دروازہ کھول دیا تھا جسے آج قوموں کے باہمی تعاون اور خوشگوار تعلقات میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ بلکہ اسلام کے اس حکم سے مذہبی تعصب اور رنگ و نسل کے امتیازات کو بھی دور کرنے میں بہت بڑی مدد ملی تھی۔

بہرحال جہاں تک دنیا میں علم و دانش کی روشنی کے پھیلانے کا تعلق ہے عہدِ وسطیٰ میں یہ اہم کام صرف مسلمانوں ہی نے انجام دیا تھا۔ اور یورپ کے وہ مورخ اور اہلِ قلم بھی جو اسلام اور مسلمانوں کے شدید ترین مخالف تصور کیے جاتے ہیں تو وسیع علم و تہذیب کے معاملہ میں مسلمانوں کی بے غرضانہ مساعی کا اعتراف کرتے ہیں۔

مسلمانوں کے اقتدار اور عروج کے دور میں اُن کی قوت

وشوکت کے دو مرکزوں یعنی بغداد اور قرطبہ کو بہت زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے۔ یہی دونوں شہر مشرق اور مغرب میں اُن کی علمی اور فنی ترقیوں کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ جس طرح بغداد مشرق میں طالبان علم و حکمت کی علمی پیاس بجھانے کے لئے سرچشمہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ اسی طرح قرطبہ مغربی ممالک میں علم و حکمت کی روشنی پھیلانے کا منبع بنا ہوا تھا۔

مغربی مفکرین اور اہل قلم نے اِس سلسلہ میں مسلمانوں کے عروج اور ترقی کے دور کو ایک ایسے پل سے تشبیہ دی ہے جس نے کہ عہد قدیم کو دور وسطیٰ سے ملا دیا تھا۔ اور اِس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اگر مسلمان دور وسطیٰ میں قدیم علوم و فنون کو زندہ نہ کرتے اور اُن میں اپنی کاوشوں اور کوششوں سے بہت سے مفید اضافے نہ کرتے تو آج کا انسان قدیم علوم و فنون سے یکسر محروم رہ جاتا اور جس ترقی کی منزل پر وہ آج پہنچ چکا ہے۔ وہ شاید اُسے کبھی بھی حاصل نہ ہوتی

علم و حکمت کی تحقیقات اور ترقی میں مسلمانوں کی کوششوں کے اِس اعتراف کے بعد اِن ہی مغربی مورخوں نے مسلمانوں کے عہد عروج کی جو تفصیلات قلم بند کی ہیں۔ اُن سے مسلمانوں کے علمی ذوق اور علم و حکمت کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کے ساتھ اُن کی دلچسپی کا صحیح اندازہ بھی ہو جاتا ہے۔ اور یہ پتہ چل جاتا ہے کہ مسلمانوں کی علمی عروج کی کوششوں سے مغرب کو کس قدر فائدہ پہنچا ہے۔

مثلاً مغربی مورخوں اور اہل قلم حضرات نے اِس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اُس زمانہ میں جبکہ یورپ میں انجیل مقدس کے علاوہ باقی ماندہ تمام کتابوں کو "شیطان کا بوجھ" اور "گناہوں کی پوٹ" سمجھا جاتا تھا اور یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں سڑکوں پر رات کے وقت روشنی تک نہ ہوتی تھی۔ اور امرا کے گھروں کے سامنے بھی غلاظت اور کوڑے کرکٹ کے انبار لگے رہتے تھے۔ اسپین کے دارالحکومت قرطبہ میں کئی سو اعلیٰ اور متوسط درجہ کی تعلیم گاہیں موجود تھیں اور اِن تعلیم گاہوں میں یورپ ایشیا اور افریقہ کے ہزاروں طالب علم تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اور اسپین کی اسلامی حکومت نہ صرف انہیں تعلیم قیام اور طعام ہی کی سہولتیں بہم پہنچاتی تھی بلکہ ضرورت پڑنے پر ان کے سفر کے مصارف بھی برداشت

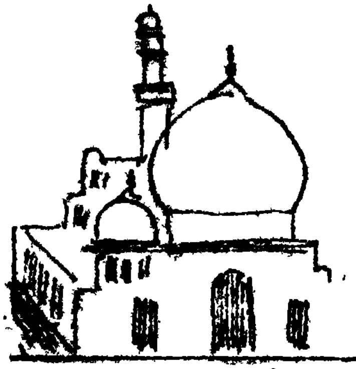
کرتی تھی۔ اِن تعلیم گاہوں میں غیر مسلم طلبا کے لئے اسلامیات کا مطالعہ اُن کی خواہش اور رضامندی پر موقوف تھا۔

اعلیٰ تعلیم گاہوں کے علاوہ اُس زمانہ میں قرطبہ اور اسپین کے دوسرے شہر رات کو روشنی سے جگمگاتے رہتے تھے۔ اُن کی فراخ سڑکیں ہمیشہ صاف ستھری رہتی تھیں اور مسلمانوں نے وہاں جو عمارتیں بنائی تھیں۔ اُن کی خوبصورتی عظمت اور سجاوٹ کو دیکھ کر یہ شبہ ہوتا تھا کہ جنت کا کوئی ٹکڑا اسپین کی زمین پر لا کر رکھ دیا گیا ہے

مسلمانوں کے علمی شغف اور علم کی توسیع کے ساتھ اُن کی دلچسپی کا اندازہ کیتھولک انسائیکلوپیڈیا کے اِس جملہ سے بھی ہوتا ہے کہ۔ "سترھویں صدی عیسوی میں یورپ کے سب سے بڑے کتب خانہ میں موجود کتابوں کی تعداد اٹھارہ سو سے زیادہ نہیں تھیں جبکہ اس کے مقابلہ میں قاہرہ اور طرابلس کے صرف دو کتب خانوں میں موجود کتابوں کی تعداد ساڑھے لاکھ تک پہنچ گئی تھی" اور اِن کتابوں میں اگر قرطبہ بغداد اور دوسرے اسلامی مرکزوں کی کتابوں کو بھی شامل کر لیا جائے تو یہ تعداد ایک کروڑ سے بھی متجاوز ہو جاتی ہے

مسلمانوں نے اپنے دور اقتدار میں علم و فن کے کسی موضوع کو بھی کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ وہ دنیا کے بعید ترین گوشوں میں جا کر اپنی علمی تحقیق کی پیاس بجھاتے تھے انھوں نے دوسری زبانیں سیکھ کر اُن زبانوں کے محفوظ علمی ذخیروں تک رسائی حاصل کر لی تھی اور اِن ذخیروں کا عربی زبان میں ترجمہ کر کے انہیں پوری دنیا تک پہنچا دیا تھا۔ چنانچہ یورپ کے موجودہ علوم و فنون کے لئے مسلمانوں کی بھی کوششیں سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور مسلمانوں ہی کی ابتدائی کاوشوں سے استفادہ کر کے آج یورپ کے علوم و فنون کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ حتیٰ کہ سائنس کے میدان میں بھی اہل یورپ نے عربوں کی کوششوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔

یہ ایک مسلمہ اور تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے علوم و فنون کی ترقی اور اشاعت میں حصہ لے کر دنیا پر احسان عظیم کیا ہے یہ امر واقعہ ہے کہ اگر مسلمانوں نے قدیم علوم و فنون کو زندہ کر کے اُن میں نئے اضافے نہ کئے ہوتے تو دنیا کو موجودہ ترقی کی منزل تک پہنچنے کے لئے بہت بڑی مدت تک انتظار کرنا پڑتا۔



اسلام کی جانباز بیٹی "قائلہ"

میدان کارزار میں اس نے دشمنوں کی صفیں الٹ دیں

(از شوکت علی فہمی)

اسلام کی مجاہدانہ تعلیم نے صرف مردوں ہی میں نہیں بلکہ عورتوں میں بھی کیا حوصلہ پیدا کر دیا تھا۔ اُس کا اندازہ اسلام کی جانباز بیٹی "قائلہ" کے مندرجہ ذیل مجاہدانہ کارناموں سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

قائلہ مشہور اسلامی سپہ سالار "ضرار" کی بہن تھیں جنھوں نے تیرھویں ہجری میں حضرت خالد بن ولیدؓ اور سپہ سالار اسلام ضرار کے دوش بدوش دمشق کے موقع پر ایسے عظیم الشان کارنامے انجام دیے ہیں جو ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہیں گے۔

تیرھویں ہجری میں جبکہ اسلامی فوجیں خالد بن ولیدؓ اور ضرار بن ازور کی سرکردگی میں دمشق کی جانب بڑھ رہی تھیں تو ان کے فوجوں کے ہمراہ بہت سی مسلم خواتین بھی تھیں جن میں قائلہ بہت زیادہ ممتاز تھیں۔

مسلم فوجیں جوں ہی دمشق کے قریب پہنچیں تو روم کے دو ممتاز سپہ سالار عزرائیل اور کیلوس ایک لشکر عظیم لے کر مسلمانوں کے مقابلہ پر آ گئے تاکہ مجاہدین کو دمشق کی جانب بڑھنے سے روک دیں اس معرکہ میں جہاں حضرت خالد بن ولید اور ضرار اسلامی فوجوں کی قیادت کر رہے تھے۔ وہاں ضرار کی بہن قائلہ بھی ایک چھوٹے سے فوجی دستہ کی کمان کر رہی تھیں اور ایسی دلیری کے ساتھ بڑھ بڑھ کر دشمن پر حملے کر رہی تھیں کہ ضرار بھی اُن کی حوصلہ مندی پر حیران تھے۔

قائلہ شہسواری اور شمشیر زنی کے علاوہ تیر اندازی میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں اور سب سے بڑھ کر یہ بات تھی کہ اُن کے دل میں بلا کا اسلامی جوش تھا۔ چنانچہ وہ دلیرانہ دشمنوں کی صفوں میں گھس گئیں اور اُن کی اس حوصلہ مندی نے دیگر مجاہدین میں بھی کچھ ایسا حوصلہ پیدا کر دیا تھا کہ وہ برابر دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ قائلہ رومی سپہ سالار عزرائیل کے بالکل قریب جا پہنچیں اور انھوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تاک کر عزرائیل کے ایک ایسا تیر مارا کہ اُس کے سر پر لگا اور وہ بے ہوش ہو کر گھوڑے سے نیچے آن پڑا عزرائیل کا گھوڑے سے گرنا تھا کہ رومی صفوں میں انتشار پیدا ہو گیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ رومیوں کو شکست ہو گئی۔ اور دو [illegible] رومی سپہ سالار عزرائیل اور کیلوس گرفتار ہو گئے۔ جنھیں حضرت خالد بن ولید کے حکم سے تہ تیغ کر دیا گیا۔ اور اس فتح کا سہرا بڑی حد تک ضرار کی حوصلہ مند بہن قائلہ ہی کے سر تھا۔

قیصر روم کو جوں ہی اطلاع ملی کہ اُس کے دونوں سپہ سالار مارے جا چکے ہیں تو اُس نے فوراً ایک لاکھ کا تازہ دم لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے روانہ کر دیا۔ مسلمان اس زمانہ میں دمشق کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ انھوں نے فوراً ہی ضرار کی سرکردگی میں ایک فوج رومیوں کے مقابلہ کے لئے روانہ کر دی تاکہ وہ رومیوں کو دمشق کی جانب بڑھنے سے روک سکے لیکن مسلمانوں کی اس فوج کو شکست ہو گئی۔ آخر خالد بن ولید تیس ہزار مجاہدین کو ہمراہ لے کر دمشق سے رومیوں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

دمشق کے عیسائیوں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کی فوج کا ایک بڑا حصہ دمشق سے جا چکا ہے۔ اور کوئی بڑا مسلم سپہ سالار بھی اس مورچہ پر موجود نہیں ہے تو دمشق کے قلعہ کی عیسائی فوج

قلعہ کے دروازے کھول کر باہر میدان میں آگئی۔ اس وقت مسلمانوں کے لیے دشواری یہ تھی کہ خالد، ضرار اور رفیع جیسے تینوں بڑے سپہ سالار دمشق سے پانچ میل دور اُس رومی لشکر سے برسرپیکار تھے۔ جو اس وقت مسلمانوں سے نبرد آزما تھا۔ اور دمشق کا محاصرہ کرنے والی مسلم فوج میں کوئی بڑا سردار موجود نہیں تھا۔ اس نازک وقت میں ضرار کی بہن قائلہ ہی کو یہ اہم مورچہ سنبھالنا پڑا۔ اور انھوں نے ایسی ہوشمندی اور دلیری کے ساتھ دمشق کی عیسائی فوج کا مقابلہ کیا کہ عیسائیوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور وہ دوبارہ فرار ہو کر دمشق کے قلعہ میں محصور ہونے پر مجبور ہو گئے۔

اگرچہ خالد بن ولید۔ ضرار اور رفیع بھی رومیوں کے لشکر عظیم کو شکست دے چکے تھے۔ لیکن مسلم مجاہدین کے لئے یہ نئی دشواری پیدا ہو گئی کہ فوراً ہی عیسائیوں کا ستر ہزار کا ایک تازہ دم لشکر مسلمانوں کے مقابلہ پر آگیا۔ خالد بن ولید اور حضرت ابو عبیدہؓ کو جب اس نئے لشکر کی آمد کی اطلاع ملی تو یہ فکر میں پڑ گئے۔ کیونکہ مسلمانوں کے پاس اب اتنی فوج باقی نہیں رہی تھی کہ ایک ہی وقت میں دمشق کا محاصرہ بھی برقرار رکھا جائے، اور دشمن کے ایک تازہ دم لشکر سے بھی لڑا جائے، لہٰذا یہ طے پایا کہ دمشق کا محاصرہ اٹھا لیا جائے۔ اور مسلمانوں کی ساری فوج متحد ہو کر ایک ساتھ رومیوں کے تازہ دم لشکر سے مقابلہ کرے۔

دمشق کا محاصرہ اٹھانے کے بعد مسلمانوں کے لیے ایک تازہ مصیبت یہ کھڑی ہو گئی کہ جب مجاہدین کی ایک بڑی تعداد دمشق سے جا چکی اور تھوڑے سے مسلمان رہ گئے، جن میں کہ عورتیں بھی تھیں تو دمشق کی رومی فوج اُن پر چل پڑی۔ قائلہ نے پھر ایک بار رومی فوج کا مردانہ وار مقابلہ کیا لیکن اب مسلمانوں میں مقابلہ کی طاقت باقی نہیں رہی تھی۔ لہٰذا بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔ رومیوں نے مسلمانوں کے خیموں اور سامان کو لوٹ لیا۔ اور مسلمان عورتوں کو گرفتار کر کے لے گئے۔ اِن گرفتار شدہ عورتوں میں قائلہ بھی تھیں

قائلہ اور سب ہی مسلمان خواتین کے لیے یہ بڑا ہی نازک وقت تھا۔ انہیں غیر مسلح کیا جا چکا تھا اور اُن کے سامنے اپنے بچاؤ کے لئے کوئی صورت باقی نہیں رہی تھی۔ اُدھر رومیوں کی حالت یہ تھی کہ وہ مسلم خواتین کی جان اور آبرو کے دشمن بنے ہوئے تھے۔

خصوصیت کے ساتھ وہ قائلہ سے تو سخت انتقام لینا چاہتے تھے کیونکہ اُن کی ذات سے عیسائیوں کو شدید نقصان پہنچا تھا۔

قائلہ نہایت ہی ہوشمند اور بہادر خاتون تھیں۔ وہ مطلق نہ گھبرائیں اور انھوں نے اِس نازک وقت میں اپنی تمام ساتھی عورتوں کو مشورہ دیا کہ رومی درندوں کے ہاتھوں اپنی آبرو برباد کرانے کی بجائے بہتر یہ ہے کہ نہتے ہونے کے باوجود رومیوں سے مردانہ وار مقابلہ کیا جائے۔ یہاں تک کہ اپنی جانیں تک قربان کر دی جائیں۔ لہٰذا قائلہ کی تجویز کے مطابق فوراً ہی تمام عورتیں رومیوں کے مقابلہ کے لیے خیموں کے ڈنڈوں سے مسلح ہو گئیں اور انھوں نے ایک حلقہ کی شکل بنا لی تاکہ جس طرف سے بھی کوئی شخص اُن کی جانب بڑھے اُسے ڈنڈوں سے مار مار کر ٹھنڈا کر دیں۔ چنانچہ جو سپاہی جب اُن پر قابو پانے کے لئے اُنکی جانب بڑھے تو انھوں نے ڈنڈوں سے مار مار کر انہیں آدھ موا کر دیا۔ اور معاملہ یہاں تک بڑھا کہ رومی سردار نے حکم دے دیا کہ اِن عورتوں پر حملہ کر کے اِن سب کو تہہ تیغ کر دیا جائے۔

قائلہ اور اُن کی ساتھی خواتین کی خوش قسمتی تھی کہ عین اُس وقت جبکہ یہ جانباز خواتین مسلح رومیوں سے ڈنڈوں کے ذریعہ مقابلہ کر رہی تھیں تو اچانک خالد بن ولید اور ضرار ایک بڑے اسلامی لشکر کے ساتھ اُن کی مدد کو پہنچ گئے۔ اور اسلامی لشکر نے تقریباً اُن تمام رومی سپاہیوں کو کاٹ کر رکھ دیا جو انتہائی بزدلی کے ساتھ مسلمان عورتوں پر حملے کر رہے تھے۔ اسلامی لشکر کے آتے ہی قائلہ اور دوسری مسلم خواتین نے بھی تلواریں سنبھال لیں اور جی کھول کر اُن رومی سپاہیوں سے انتقام لیا جو اُن کی جان اور آبرو کے دشمن بنے ہوئے تھے۔

حوصلہ مند خاتون قائلہ کا محض خیموں کے بانسوں اور ڈنڈوں سے مسلح رومیوں سے مقابلہ کرنا تاریخ کا ایسا عجیب و غریب واقعہ ہے جو آپ ہی اپنی مثال ہے۔ اور اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قرونِ اولیٰ کے حق پسند مردوں ہی میں نہیں بلکہ عورتوں میں بھی اسلام کے لئے سرفروشی کا جذبہ کس قدر بڑھا ہوا تھا۔ قائلہ کی مجاہدانہ سرگرمیاں صرف دمشق کے معرکہ تک ہی محدود نہیں رہیں بلکہ اجنادین اور چند دوسرے مقامات پہ مسلمانوں کا ساتھ دیا۔

کی جو داستانیں بیان ہوئی ہیں ان سب میں صحابیات بھی دکھائی دیتی تھیں۔

قافلہ ۲۰ سال کی عمر میں مجاہدینِ اسلام کے لشکر میں شامل ہوئی تھیں اور جب تک زندہ رہیں ایک سچے مجاہد کی طرح اسلام کی خدمت انجام دیتی رہیں۔ ان کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جس پر کہ زخموں کے نشانات موجود نہ ہوں۔ یہ اسلام کے لئے زندہ رہیں اور اسلام پر ہی قربان ہو گئیں۔

یہ پاکباز بندے

(باقی مضمون صفحہ ۳۲ سے)

جواب بھی تحریر فرما دیتے تھے۔ رات کو عموماً گشت کرتے تھے تاکہ عوام کے حالات سے باخبر رہ سکیں۔ کسی کو اگر تکلیف میں پاتے تھے تو اس کی ہر ممکن مدد کرتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بچپن سے چونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ عاطفت میں تربیت پائی تھی اس لئے آپ حسنِ اخلاق کا ایک پیکر تھے چنانچہ مسندِ خلافت پر سرفراز ہونے کے بعد بھی آپ کے اوصافِ حمیدہ جوں کے توں برقرار رہے۔ آپ نہایت ہی پاکیزہ اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ خلافت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد عوام کی فلاح اور بہبود کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ عمال کو ہدایت فرماتے رہتے تھے کہ دیکھنا کسی کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی نہ ہونے پائے۔

حضرت علی غریب عوام کے بے حد درد مند تھے۔ تاجروں پر گہری نظر رکھتے تھے۔ اور ان تاجروں سے سختی سے مواخذہ فرماتے تھے جو اشیا کو گراں داموں میں فروخت کرتے تھے یا اشیا کو قیمتیں بڑھانے کیلئے ذخیرہ کرتے رہتے تھے۔ اکثر اوقات درّہ لئے ہوئے بازار کی جانب نکل جاتے تھے اور لوگوں کو ایمانداری حسنِ معاملات اور نیکی اور تقویٰ کی ترغیب دیتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفۂ وقت ہونے کے باوجود سابق خلفا کی طرح نہایت سادہ اور غریبانہ زندگی بسر فرماتے تھے۔ خود بازار جاتے تھے اور سودا سلف خرید کر لاتے تھے۔ ایک دن بازار سے کھجوریں خریدیں اور خود اٹھا کر چلے ایک شخص نے کہا "یا امیر المومنین تک کھجوروں کا بوجھ ... بچوں کا باپ ہی ان تک ان کا سامان پہنچانے کا زیادہ مستحق ہے"

آپ نہایت تنگی کی زندگی بسر کرتے تھے لیکن کیا مجال کہ ایک حبہ بھی ناحق بیت المال سے لے لیں۔ بیت المال میں جو کچھ جمع ہوتا تھا اس کا بیشتر حصہ مستحقین اور غریبوں میں تقسیم فرما دیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ "اے دنیا مجھے اپنا فریفتہ نہ بنانا ورنہ میں کہیں کا بھی نہیں رہوں گا۔"

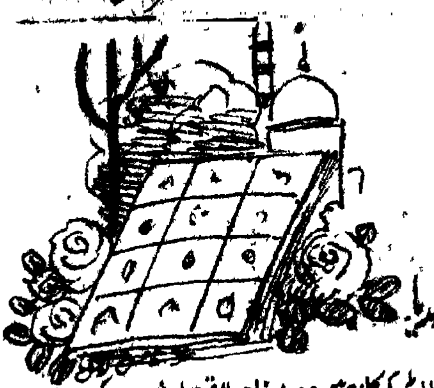
لباس نہایت سادہ پہنتے تھے یہاں تک کہ آپ کے بدن پر قمیص تک پھٹی ہوئی ہوتی تھیں۔ اور ایسے لباس میں فرائضِ خلافت انجام دیتے تھے۔ ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ گاڑھے کا تہہ بند باندھے اور گاڑھے کی چادر اوڑھے ہوئے بازار میں پھر رہے ہیں۔ لیکن بعض اوقات یہ سادہ لباس بھی مشکل سے میسر آتا تھا۔ مختصر یہ کہ خلفائے راشدین میں اتنی خوبیاں موجود تھیں کہ انہیں شمار ہی نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے کہ انسانیت۔ ایثار۔ مروت اور شرافت کا پیکر بن کر دنیا کو سبق دیا ہے۔

امیر تیمور کا ناقابلِ معافی گناہ

(باقی مضمون صفحہ ۲۲ سے)

اس کے عزیزوں کے حوالے کر دی تھی۔

امیر تیمور نے یوں تو بے شمار اسلامی سلطنتوں کو اجاڑا ہے اور بے اندازہ مسلمانوں کو تہ تیغ کیا ہے لیکن اس کا یہ گناہ ناقابلِ معافی ہے کہ اس نے ایک ایسے مجاہدِ اعظم کو ختم کر دیا جو یورپ میں نعرۂ توحید بلند کرنا چاہتا تھا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اگر تیمور قیصرِ روم جیسے اسلام دشمن کا آلۂ کار نہ بن گیا ہوتا اور اس کی تلوار اپنے ہی بھائیوں کا خون بہانے کے لئے میان سے نہ نکل آئی ہوتی تو سلطان بایزید یلدرم جو یونان آسٹریا اور ہنگری اور قسطنطنیہ کو زیر کرنے کے بعد پورے یورپ کی فتح کا ارادہ رکھتا تھا یقینی طور پر اپنے ارادہ میں کامیاب ہو جاتا اور آج پورے یورپ پر اسلام کا جھنڈا لہرا رہا ہوتا۔ تیمور کا یہ اتنا بڑا گناہ ہے جسے کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔



مفلسی مصیبت، بیماری اور پریشانی کا مجرب علاج

اعمال و وظائف کی بے پناہ طاقت

اولیائے کرام کے وہ پانچسو مجرب اعمال و نقوش جنھوں نے مایوسوں کی قسمتوں کو بدل دیا۔

یہ حقیقت ہے اور اس حقیقت سے کسیطرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدا نے اعمال و وظائف یعنی اللہ کے کلام میں وہ بے پناہ طاقت پوشیدہ رکھی ہے کہ اعمال کو اگر صحیح طریقہ پر پڑھا جائے یا نقوش کو صحیح اوقات میں لکھا جائے تو ان سے لوگوں کی قسمتیں بدل جاتی ہیں بیماری اور مفلسی سے حیرت انگیز طریقہ پر نجات مل جاتی ہے بگڑے ہوئے کام آن کی آن میں درست ہو جاتے ہیں اور اعمال کے پڑھنے والے نہ صرف مالا مال ہو جاتے ہیں بلکہ محبوب خلائق بھی بن جاتے ہیں لیکن اعمال و وظائف کی پوشیدہ طاقت صرف اسی حالت میں اپنا کرشمہ دکھاتی ہے جبکہ اعمال و وظائف کو اولیائے کرام کے بتائے ہوئے صحیح طریقہ پر پڑھا جائے اور نقوش کو صحیح اوقات میں بزرگان دین کے مقرر کردہ طریقوں پر لکھا جائے لہٰذا جو حضرات اعمال و وظائف کا زندہ کرشمہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ آج ہی اس فن پر سب سے مستند کتاب "عملیات" منگالیں جس کو ایک زبردست عالم دین نے پچاس سال کی جستجو کے بعد مرتب کیا ہے۔

عملیات

(مرتبہ مولانا سید ظہور احمد شاہ صاحب نوری)

فی الحقیقت اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر سب سے مستند کتاب ہے جس میں اعمال و وظائف کے بارے میں مکمل معلومات ہے برجوں اور سیاروں کی پوری تفصیل ہے ہر شخص کا طالع جاننے کے طریقے درج ہیں۔ سیاروں کو مسخر کرنے کے اعمال درج ہیں اور اعمال حسنہ پر مکمل بحث ہے بے شمار محبت کے اعمال درج ہیں، لاتعداد عداوت کے اعمال درج ہیں اور کشائش رزق، تسخیر محبوب اور چور کی شناخت کامیابی مقدمات اور مختلف امراض کے لئے اولیائے کرام کے بتائے ہوئے سینکڑوں مستند اعمال و نقوش درج کئے

کتاب عملیات کے خاص خاص ابواب یہ ہیں۔

باب اوّل :- ابتدائی معلومات :- اس میں حروف تہجی کے اعداد و شمار برجوں کے رنگ دن رات، سیاروں کی رفتار اور مقامات کی تفصیل درج ہے۔

باب دوم :- اعمال حسنہ :- اس میں اسمائے حسنہ کے موکلوں کے اعداد و اقسام اور اسمائے جلالی و جمالی نیز ان کے نقوش و اعمال درج ہیں۔

باب سوم :- اعمال محبت :- اس میں محبوب کو قابو میں کرنے کے لئے اسم یا ودود کا عمل، عمل اسم الٰہی، سرمہ محبت، حضور محبوب کا عمل، قرآنی اعمال اور بے شمار محبت کے نقوش درج

باب چہارم :- عملیات عداوت :- اسمیں دشمن کے شر اور فساد سے بچنے کے لئے اور اس پر جوابی حملہ کرنے کے لئے لاتعداد مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب پنجم :- کشائش رزق :- اس میں مفلسی اور بیکاری کو دور کرنے کیلئے اور خوشحال بننے کیلئے لاتعداد بیش بہا اعمال و نقوش درج ہیں

باب ششم :- تسخیر خلائق :- اس میں مخلوق خدا میں ہر دلعزیز بننے کے لئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں

باب ہفتم :- تسخیر حکام :- اس میں حکام کی تسخیر کے لئے اور کامیابی مقدمات کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہشتم :- چور کی شناخت :- اس میں چور کی شناخت اور مال مسروقہ کی بازیافت کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب نہم :- گمشدہ کی واپسی :- اس میں گمشدہ کی واپسی کے لئے اعمال و نقوش درج ہیں جن سے گمشدہ یقینی طور پر واپس آ جاتا ہے۔

باب دہم :- مختلف امراض کے لئے :- اس میں ایسے مایوس العلاج مریضوں کی صحتیابی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جنھیں حکیم و ڈاکٹر جواب دے چکے

باب یازدہم :- اولاد کے لئے :- اس میں بزرگان دین کے وہ مجرب اعمال و نقوش درج ہیں جن کے طفیل میں بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں

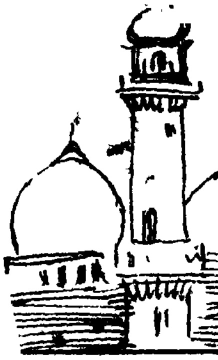
باب دوازدہم :- حل مشکلات :- اسمیں پریشانی اور مشکلات سے نجات حاصل کرنے کیلئے نہایت مجرب اور آزمودہ اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب سیزدہم :- فالنامہ غوث الاعظم :- اس فالنامے کے ذریعہ بھی فال نکالی جا سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر یہ اردو کی پہلی کتاب ہے جس کو بڑی تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے اور جس میں اولیائے کرام اور بزرگان دین کے سینکڑوں نہایت مجرب اعمال و نقوش درج ہیں۔

قیمت مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف سات روپے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی ——— جامع مسجد دہلی 6



اسلام کا عدالتی نظام بے مثال ہے

حصول انصاف کیلئے کوئی قیمت نہیں ادا کرنی پڑتی تھی

(از جسٹس ایڈمنڈ والسر)

جسٹس ایڈمنڈ والسر آسٹریلیا کی عدالت عالیہ کے ایک سابق جج ہیں۔ اُن کی رائے ہے کہ اس وقت دنیا میں جتنے بھی عدالتی نظام موجود ہیں اُن میں اسلام کا نظام عدل بے مثال ہے چنانچہ ہم ذیل میں اُن کے ایک طویل مقالہ کا ترجمہ ناظرین دین دنیا کی معلومات کے لئے پیش کر رہے ہیں۔

میں نے دنیا کے مختلف عدالتی نظاموں کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ جن میں کہ اسلامی نظام عدل بھی شامل ہے۔ مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ اسلام نے انسان کی زندگی کے دوسرے شعبوں پر کیا اثر ڈالا ہے۔ لیکن جہاں تک عدل و انصاف کا تعلق ہے اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا کہ اسلام نے اس شعبہ میں بہت ہی اہم قدم اٹھایا ہے۔ چنانچہ اسلام نے عدالتی نظام اور اس کے طریقۂ کار کو اتنا مکمل اور سہل بنادیا تھا کہ عدالتوں سے کسی بے انصافی کا اندیشہ ہی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اور نہ انصاف حاصل کرنے کے لئے کوئی قیمت ادا کرنی پڑتی تھی۔ ہمیں اگرچہ اپنے نظام عدل کی صحت پہ کامل اعتماد ہے لیکن پھر بھی ہمارا نظام عدل ایک طرف تو عوام کے لئے بے حد گراں بن گیا ہے۔ دوسرے اس میں پیچیدگیاں بھی موجود ہیں اور سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ اس میں ناانصافیوں کی بہت سی گنجائشیں بھی پیدا کی جاسکتی ہیں۔

اسلام کا نظام عدل قرآن (کریم) پر مبنی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے نفاذ کے پہلے ہی دن سے اب تک کوئی تبدیلی نہیں ہوسکی ہے۔ اس کی دفعات اور قوانین روز اول ہی سے جوں کے توں موجود ہیں جبکہ ہمارے وضع کردہ قوانین میں آئے دن تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں اور ان تبدیلیوں سے طرح طرح کی پیچیدگیاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔

بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ اسلام کے قانونِ عدل میں کوئی لچک اور کسی تبدیلی کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے یہ قانون جامد ہوکر رہ گیا ہے۔ اور اس طرح یہ وقت کے تقاضوں کو پورا نہیں کرسکتا۔ لیکن یہ رائے رکھنے والے لوگ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ گزشتہ چودہ سو سال کی مدت میں جرائم کی بنیادی نوعیت میں بھی کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی ہے۔ چنانچہ بددیانتی خواہ کسی ڈھنگ سے بھی ہو بددیانتی ہی رہتی ہے۔ اور اسی طرح قتل خواہ کسی طریقہ پر بھی کیا جائے آج بھی قتل ہی کہلاتا ہے۔ اس لئے اگر قتل کے سلسلہ میں تحقیقات شہادتوں اور فیصلوں کے اسلامی طریقۂ کار میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے تو اس سے اسلام کے نظام عدل کی کمزوری نہیں بلکہ پختگی ظاہر ہوتی ہے اور اس قانون کا اپنی جگہ اصل حالت میں برقرار رہنا ہی اس بات کی کامل ضمانت ہے کہ جہاں عدل کے دوسرے قوانین میں اصلاحات اور ترمیمات کی بدولت بعض مجرموں یا بددیانت لوگوں کو قانون کی گرفت سے نکل جانے کا موقع مل جاتا ہے۔ وہاں اسلام میں مجرموں کے بچ جانے کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔

اسلام کے نظام عدل کی ایک ممتاز ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نظام میں انصاف حاصل کرنے کے راستے لتنے آسان ہیں جنھیں آسانی سے طے کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ تاریخ کے مطالعہ

سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی عدالتوں میں ہر شخص بلا روک ٹوک پہنچ سکتا تھا ۔ اور اُسے انصاف حاصل کرنے کے لئے ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرنا پڑتا تھا۔ اور اِس زاویہ نظر سے اسلامی اور موجودہ زمانہ کی عدالتوں میں جو فرق پایا جاتا ہے وہ سب پر روشن ہے۔ اور اِسی فرق کے پیش نظر اسلامی عدالتیں حقیقی معنوں میں عدل گاہیں بنی ہوئی تھیں اور اسلام نے نہ صرف حصول انصاف کو آسان بنا دیا تھا بلکہ اُس نے عدالتی کارروائی اور فیصلوں کے جو طریقے مقرر کئے تھے وہ بھی اپنی جگہ بے نظیر تھے اور ہم آج بھی ان میں سے بعض طریقوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے ۔

مسلمانوں کے دوسرے امیر (حضرت) عمرؓ نے جب پہلی بار اسلام کے نظام عدل کو نافذ کیا تھا تو اُنھوں نے ججوں کو جنہیں اسلامی اصطلاح میں قاضی کہتے ہیں یہ اصول سمجھا دئے تھے کہ سب سے پہلے اُنہیں ہر تنازعہ کا حل قرآن میں تلاش کرنا چاہئے اس کے بعد رسول (صلعم) کے عمل اور اقوال سے مدد لینی چاہئے اگر وہاں بھی فیصلہ کے لئے کوئی روشنی نہ مل سکے تو پھر قوم کے سمجھدار اور دیندار لوگوں سے مشورہ لینے کے بعد فیصلہ کرنا چاہئے ۔ لیکن اِن ہدایات کے ساتھ ساتھ قاضیوں کو اپنے ذاتی قیاس کی بنا پر فیصلہ کرنے کا بھی اختیار دیا گیا تھا۔

اسلام نے چند عدالتی آداب اور ضابطے بھی مقرر کئے تھے ۔ مثلاً اُس نے ہدایت کی تھی کہ عدالت میں کسی کے ساتھ بھی امتیازی سلوک نہ کیا جائے اور یہ کہ عدالتی کارروائی کے دوران قاضی کو غصے اور چڑچڑے پن کا مظاہرہ مطلق نہیں کرنا چاہئے۔ پھر قضا کی کارروائی کے طریق کار کے متعلق اسلام کی ہدایت یہ ہے کہ دعوے کا ثبوت صرف مدعی سے طلب کیا جائے اور مدعا علیہ کو صفائی کا پورا پورا موقعہ دیا جائے ۔ اور اگر مدعا علیہ اپنی صفائی میں کوئی ثبوت پیش نہ کر سکے تو اُس کی قسم کو بھی صفائی کا ایک اہم حصہ سمجھا جائے اور تاریخ مقرر کئے بغیر اور فریقین کو مقررہ تاریخ کی اطلاع دئے بغیر کسی مقدمہ کی ہرگز سماعت نہ کی جائے ۔۔

اسلام کا پورا نظام حیات چونکہ مذہب پر کامل یقین اور افراد کی نیک فطرت پر مکمل بھروسہ کرنے پر قائم ہے۔ اسلئے اُس نے اپنے قانونِ تعزیرات میں اس بات کو مدنظر رکھا ہے اور یہ ہدایت کی ہے کہ جرائم کی پاداش میں سزا پانے والوں۔ اور جھوٹ بولنے والوں کی گواہی کو ہرگز قابل اعتبار نہ سمجھا جائے اور اس طرح جب اسلام کے نظام عدل پر سنجیدگی سے غور کیا جاتا ہے تو اس کے مکمل ہونے کا ہمیں اعتراف کرنا پڑتا ہے ۔

یہ بتایا جا چکا ہے کہ اسلامی عدالتوں کا باقاعدہ قیام مسلمانوں کے دوسرے امیر (حضرت) عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں ہوا تھا ۔ اور اُنھوں نے عدالتوں کے لئے مذکورہ بالا طریقہ کار متعین کرنے کے علاوہ عدل و انصاف کو خارجی اثرات سے بچانے کے لئے جو مزید اقدامات کئے تھے یہاں مختصر طور پر اُن کا ذکر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے مثال کے طور پر (حضرت) عمرؓ قاضیوں کے انتخاب میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے اور اِس کام کے لئے اُن ہی لوگوں کا انتخاب کرتے تھے جن کے علم۔ سوجھ بوجھ، دیانت اور حق پسندی پر شک وشبہ کی ذرہ برابر بھی گنجائش نہیں ہوتی تھی ۔ اِس احتیاط کے باوجود اُنھوں نے بہت سی ایسی تدابیر بھی اختیار کی تھیں جن کی بدولت اُس زمانہ کے ججوں اور قاضیوں کے لئے رشوت لینا یا خارجی اثرات کا قبول کرنا ممکن ہی نہیں ہو سکتا تھا ۔

مثال کے طور پر قاضیوں کو معقول تنخواہیں دی جاتی تھیں اور انہیں اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے کسی دوسرے ناجائز وسیلہ کی تلاش نہیں کرنی پڑتی تھی۔ اِس کے علاوہ قاضیوں کو تجارت کرنے یا تحفے قبول کرنے کی اجازت نہیں تھی ۔

ان تمام تدابیر نے اسلام کے نظام عدل و انصاف کو اس درجہ مکمل اور خامیوں سے پاک بنا دیا تھا کہ اسلامی مملکت میں رہنے والے کسی فرد کو بھی خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو اُس کے خلاف کبھی کوئی شکایت نہیں پیدا ہوئی تھی اور یہی وجہ ہے کہ اسلام کے بدترین دشمن بھی اُس کے نظام عدل و انصاف کی غیر جانبداری کو تسلیم کرنے کے لئے مجبور ہو گئے تھے ۔

تعلیم القرآن

(باقی مضمون صفحہ ۱۸ سے)

اور اے لوگو! اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمہارا پروردگار اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔ ورنہ وہ اُنہیں ان کی مذموم حرکتوں پر سخت سے سخت عذاب میں مبتلا کر سکتا ہے وہ اب بھی بڑی شفقت سے کام لے رہا



ایک نومسلم انگریز کی آپ بیتی

”میں نے اپنا آبائی مذہب ترک کر کے اسلام کیوں قبول کیا“

(از جمیل عبدالشکور بلائٹ)

مسٹر جے، اے۔ بلائٹ نے پچھلے دنوں مسیحی مذہب ترک کرنے کے بعد اسلام قبول کیا تھا اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے اسلام کے محرکات پر ایک مقالہ سپردِ قلم کیا تھا جس کا ترجمہ ناظرینِ دین دنیا کی دلچسپی کے لئے ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

آج میں مسلمان ہوں اور اِس بات کے لئے خدائے تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اُس نے مجھے دینِ حق کو سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی لیکن قبولِ اسلام سے پہلے میری زندگی کیا تھی اور مجھے کس بات نے اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا؟ میں اس پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں محض اس لئے کہ شائد میرے بعض دوستوں کے لئے بھی ان سطور کا مطالعہ مفید ثابت ہو سکے اور کم از کم ان باتوں کو لکھنے سے میرے تبدیلِ مذہب کے متعلق میرے احباب کی کچھ غلط فہمیاں بھی ضرور دور ہو جائیں گی۔

اسلام قبول کرنے سے پہلے میں ہمیشہ ”چرچ آف انگلینڈ“ کے ساتھ وابستہ رہا تھا لیکن تعلیم سے فراغت پانیکے بعد مجھے جب کبھی کسی ایسے فارم کو پر کرنے کا اتفاق پیش آیا جس میں مذہب کا خانہ بھی ہوتا ہے تو میں نے ہمیشہ اپنے مذہب کے اظہار سے گریز ہی کیا ہے۔

اپنے مذہب کے اظہار سے میرے اس گریز کی وجہ یہ تھی کہ اول تو میں مذہبی قسم کا آدمی نہیں تھا اور دوسرے عیسائیت کی تعلیم اور عیسائیوں کے کردار نے کبھی مجھے متاثر کبھی نہیں کیا تھا لیکن اس گریز کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ عیسائیت نے خدائے تعالیٰ کے متعلق ”باپ اور بیٹے“ کا جو نظریہ پیش کیا ہے میں کبھی اُسے نہیں سمجھ سکا تھا اور اِس کے ساتھ ”روح القدس“ کی شرکت تو میری سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی تھی۔

میرے وطن انگلستان میں عیسائیت اور اُس کے فرقوں کے علاوہ اگر کبھی کسی مذہب کا تذکرہ تھا تو وہ اسلام تھا لیکن یہ تذکرہ بھی مخالفت کے رنگ میں ہوتا تھا۔ اس لئے مجھے کبھی اسلام کے مطالعہ کی جانب کوئی رغبت پیدا نہیں ہو سکی۔ اس کے برعکس اُس زمانہ میں میرے دل میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ عیسائیت خواہ کتنی ہی ناقابلِ فہم چیز کیوں نہ ہو لیکن وہ اسلام سے بہتر ضرور ہے۔ اور میرے اس خیال کی بنیاد اُن روایات پر تھی جو اسلام کے وحشیانہ کردار کے متعلق عیسائی حلقوں میں مشہور تھیں۔

۱۹۴۵ء میں اچانک مجھے فوج کے ساتھ سنگاپور جانا پڑا۔ سنگاپور میں بیشتر مسلمان آباد ہیں۔ اپنے فرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں مجھے عام طور پر مقامی باشندوں سے ملنا پڑتا تھا۔ چنانچہ ابھی مجھے سنگاپور گئے ہوئے کچھ زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ کئی مسلم خاندانوں کے ساتھ میرے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے اور میں خود اُن کی جانب کھنچتا ہوا محسوس کرنے لگا۔ میرے دل پر اپنے اِن مسلمان دوستوں کی سادہ زندگی اور قناعت پسندی کا بے حد اثر ہوا تھا۔ اور میں ان کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اور جب کچھ عرصہ کے بعد مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ ان لوگوں کی قناعت، صبر و سکون اور سادگی

اُن کے مذہبی عقائد یا پھر اسلامی تعلیمات کا نتیجہ ہے تو قدرتی طور پر میرے دل میں اسلام سے واقفیت حاصل کرنے کی خواہش بھی پیدا ہونے لگی۔

اپنے وطن انگلستان اور عیسائیوں کے درمیان رہتے ہوئے میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو کچھ سنتا رہا تھا اُس نے میرے دل پر یہ بات نقش کر دی تھی کہ مسلمان، متعصب اور غیر روادار ہوتے ہیں لیکن جب سنگاپور میں مجھے مسلمانوں سے میل جول پیدا کرنے کا موقع ملا اور میں بے تکلفی کے ساتھ اُن کے گھروں میں آنے جانے لگا تو مجھے یہ دیکھ کر بے حد تعجب ہوا کہ ان میں تعصب اور غیر رواداری کا کوئی دھندلا سا تصور بھی موجود نہیں ہے۔ وہ مجھے اپنی مذہبی تقریبات میں بلاتے تھے اور میں ان تقریبات میں مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو بیٹھتا تھا لیکن وہ ایسے موقعوں پر یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں عیسائی ہوں میرے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہیں کرتے تھے۔

سنگاپور کے مسلمانوں کے درمیان رہنے کے بعد میں نے پہلی مرتبہ یہ بات محسوس کی کہ مسلمان مذہب کے معاملہ میں بے حد روادار اور فراخ دل واقع ہوئے ہیں اور یہ کہ وہ عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اسے اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اُن کی عبادت کا مقصد کوئی رسم ادا کرنا یا دوسروں سے اپنی تعریف کرانا نہیں ہوتا۔ پھر بھی میرے دل میں کبھی کبھی یہ خیال ضرور پیدا ہوتا تھا کہ مسلمانوں کے عمل اور کردار کی جو خوبیاں مجھے متاثر کر رہی ہیں اور جنھیں میں اسلامی تعلیمات کا نتیجہ سمجھتا ہوں وہ کہیں اِن کی مخصوص سماجی تربیت کا نتیجہ تو نہیں ہیں؟ اور میرے اِس خیال کی تصدیق یا تردید کا ذریعہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ میں خود اسلام کا مطالعہ کروں

یہ بات ظاہر ہے کہ میں صرف انگریزی کی مدد سے قرآن کریم کا پورا پورا اور گہرائی سے مطالعہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے میں نے عربی زبان سیکھنے کا فیصلہ کیا اور سنگاپور ہی میں رہتے ہوئے دو سال کی متواتر کوشش کے بعد میں عربی سیکھ لینے میں کامیاب ہو گیا۔ اب مجھے کوئی چیز بھی اسلام کے براہ راست مطالعہ سے نہیں روک سکتی تھی اور جب میں نے قرآن کریم اور احادیث نبوی کا مطالعہ شروع کیا تو میں نے محسوس کیا کہ اسلام انسان کی روحانی زندگی ہی کو مکمل نہیں کرتا بلکہ انسانی زندگی کا ایک مکمل ضابطہ بھی پیش کرتا ہے۔ اور میں سنگاپور کے مسلمانوں کی جن باتوں سے متاثر ہوتا رہا ہوں۔ وہ سماجی تربیت کا نتیجہ نہیں بلکہ اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ ہیں

میرے مطالعہ نے مجھے بتایا ہے کہ اسلام امن، سلامتی اور رواداری کا علم بردار ہے۔ وہ مظلوموں کا ساتھی اور ظالموں کا مخالف ہے وہ سماج میں انسانی مساوات قائم کرنا چاہتا ہے۔ عدل اور انصاف میں اپنے اور پرائے کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتا۔ وہ انسان کو ترقی کے راستہ پر چلنے کی دعوت دیتا ہے اور عیسائیت کی طرح خدا تعالیٰ کی رضا اور قربت حاصل کرنے کے لیے لوگوں کو پادریوں کا محتاج نہیں بناتا۔ اُس کی عبادت کے طریقے آسان اور اُس کی تعلیمات انسانی فطرت کے مطابق ہیں۔ اور وہ ہر بھلائی کو خواہ وہ کہیں بھی ہو اپنی سمجھتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو اسے حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ آج میں مسلمان ہونے پر فخر اور مسرت محسوس کرتا ہوں۔

تاریخی افسانہ



شہنشاہ اکبر کی بہن

مغلوں کے دورِ حکومت کی ایک ولولہ انگیز کہانی

(از جناب مائل ملیح آبادی)

راجپوتوں کی تاریخ سے متعلق یہ افسانہ جہاں راجپوتوں کی حمیت اور غیرت کی ایک غیر فانی داستان ہے وہاں ہندو [illegible] اتحاد کی بھی بے مثال کہانی ہے جسے ہندوستان کے نامور افسانہ نگار جناب مائل ملیح آبادی نے اپنے مخصوص رنگ میں پیش کیا ہے۔ اس افسانہ کا ہیرو "رائے سنگھ جھالا" شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں گجرات کے [illegible] علاقہ کا راجہ تھا۔ یہ افسانہ اسی کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔

"تم کون لوگ ہو؟" ایک راجپوت سوار نے براتیوں سے پوچھا۔

ایک براتی نے جواب دیا "مالوہ کے راجہ رائے سنگھ جھالا اپنی دلہن کا ڈولا لیکر جا رہے ہیں"

راجپوت سوار نے حکم دیا۔ "ہمارے راجہ جیتا جی کا حکم ہے کہ ان کے محل کے قریب باجے نہ بجاؤ۔ دور ہی دور ہو کر نکل جاؤ"

براتی نے کہا "ہم راجہ سے پوچھ کر اس کا جواب دیں گے"

رائے سنگھ نے جوابانہ سا ایسا [illegible] حکم دیا "برات آگے بڑھے جسے روکنا ہوگا سامنے آ جائے گا۔"

باجے زور زور سے بجنے لگے برات آگے بڑھی۔

لیکن راجہ جیتا کے محل کے سامنے برات پہنچی بھی نہ تھی کہ راجہ نے راستہ روک دیا "واپس جاؤ۔ ادھر سے برات نہیں نکلے گی"

براتی ٹھہر گئے۔ رائے سنگھ نے پوچھا "رک کیوں گئے؟ آگے بڑھو"

ایک راجپوت نے کہا "یہاں کا راجہ جیتا راستہ روکے کھڑا ہے کہتا ہے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہے"

رائے سنگھ [illegible] گھوڑا بڑھا کر راجہ جیتا کے سامنے پہنچ گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو تیز نگاہوں سے دیکھا۔ رائے سنگھ نے پوچھا "کیا بات ہے؟ برات کیوں روک رہے ہو؟"

جیتا نے جواب دیا "ہمارے محلوں کے پاس کسی دوسرے شخص کو باجہ بجانے کی اجازت کبھی نہیں دی گئی ہے"

رائے سنگھ نے مونچھوں کو بل دیتے ہوئے کہا "لیکن ہم اسی راستے سے جائیں گے۔ کوئی طاقت ہمیں راستہ بدلنے پر مجبور نہیں کر سکتی"

جیتا نے گرجدار لہجے میں کہا "اگر دلہن کے سہاگ کو چتا کی آگ میں جلانا چاہتے ہو تو آگے بڑھو"

رائے سنگھ نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ ڈال کر کہا "ہمیں اپنے لیے راستہ بنانا آتا ہے۔ اپنی موت کو آواز نہ دو۔ راجہ راستہ چھوڑ دو"

جیتا نے تلوار نکالتے ہوئے کہا "آج جب زبان سے فیصلہ نہ ہو تو تلواریں ہی مناسب فیصلہ کر دیا کرتی ہیں"

اور برات کا جلوس لشکر میں بدل [illegible] جیتا کی فوج بھی آ گئی۔ اس راستے میں تلواریں، کھانڈے اور بھالے ٹکرانے لگے۔ رائے سنگھ نے جیتا کو قتل کر دیا تو اس کا بھائی رادصاحب میدان میں آیا۔ لیکن رائے سنگھ جھالا کی تلوار نے اسے بھی کھا لیا۔ دونوں بھائیوں کے مارے جانے کی خبر سن کر ہزاروں راجپوت چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے۔ بہادر رائے سنگھ جھالا اور اس کے براتی چاروں طرف سے گھر گئے۔ جھالا نے [illegible]

گر پڑا براتی دلہن کا ڈولا لیکر بھاگ نکلے۔ اور جالور پہنچ گئے۔

رات ہو گئی۔ راستے میں لاشوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ اور جب اہل شہر لاشوں کو چھوڑ کر اپنے گھر چلے گئے تھے تو ایک جہاں گشت جوگی ہری داس اُس راستے پر آ پہنچا۔ لاشوں کے بیچ میں اُسے ایک زخمی کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ اور جوگی اُسے اٹھا کر ایک ویران مندر میں لے گیا۔

"میں ستی نہیں ہوں گی" راجہ رائے سنگھ جھالا کی دلہن نے کہا۔ "میرے پتی زندہ ہیں اُنہیں کسی نے مرتے نہیں دیکھا۔ وہ آئینگے، میں اُن کا انتظار کرتی رہوں گی۔"

رائے سنگھ کی ماں نے روتے ہوئے کہا "تو کیسی باتیں کر رہی ہے کماری۔ اگر زندہ ہوتا تو میرا بیٹا اب تک آ گیا ہوتا۔ ایک مہینہ ہو گیا اُن کی کوئی خبر نہیں آئی۔"

"خبر نہ آئے" کماری نے کہا "لیکن ماتا جی، کسی نے اُن کو مرتے بھی تو نہیں دیکھا۔ وہ آئیں گے۔ بھگوان اُنہیں ضرور بھیجیں گے۔"

ماں نے تلخی کے ساتھ کہا "تو ستی ہونے سے ڈرتی ہے۔ خاندان کو کلنک لگا رہی ہے۔ دوسرے راجپوت کیا کہیں گے؟ رائے سنگھ کی دو رانیاں ستی ہو گئیں۔ تو اُس کے واپس آنے کا بہانہ کرتی رہے گی — لیکن کب تک؟"

"کوئی مدت نہیں ہے" کماری نے جواب دیا "جب تک زندہ ہوں اُن کی راہ دیکھتی رہوں گی۔"

ماں نے کہا "کل رنبیر سنگھ کو گدی پر بٹھایا جائے گا۔ وہ تمہیں محل میں رہنے کی اجازت نہیں دے گا۔"

"میں کہیں اور چلی جاؤں گی" کماری نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا "داسیوں کے ساتھ رہنے کی تو اجازت دیں گے؟"

"شاید" ماں نے جواب [illegible]یا۔

راجہ رائے سنگھ جھالا کا چھوٹا بھائی رنبیر سنگھ جھالا گدی پر بیٹھا اور منحوس دلہن کو جو اپنے شوہر کے ساتھ ستی بھی نہ ہو سکی، حکم ملا کہ داسیوں کی کسی کوٹھری میں رہ سکے تو رہ جائے۔ اُس نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں میں [illegible] داسی [illegible] کر اپنے [illegible] ہو گئی"

اس واقعہ کو چودہ سال بیت گئے۔ ہندوستان میں شہنشاہِ اکبر کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ شمالی ہندوستان پر مغلوں کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔ اور اب گجرات پر لشکر کشی کی تیاریاں کی جا رہی تھی۔ مشہور سپہ سالار شاعر، عبدالرحیم خان خاناں گجرات کی مہم پر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اُسی زمانے میں رائے سنگھ جھالا کی دلہن کماری اکبر کی تعریف سن کر آگرہ آئی

"مہابلی، میں آپ کی تعریف سن کر گجرات سے آئی ہوں" کماری نے کہا۔

اکبر نے جواب دیا "کہو، ہم کسی کی درخواست کو رد نہیں کیا کرتے۔"

ایک لمحہ ٹھہر کر کماری نے کہا "تم کابل سے بنگال تک حکومت کر رہے ہو مہابلی۔ ملک پر ملک فتح کرتے جا رہے ہو۔ میرا دولہا مجھ سے بچھڑ گیا ہے کیا اُسے تلاش کرا کے میرے پاس نہیں لا سکتے؟"

کہتے کہتے کماری کی آنکھیں بھر آئیں۔

اکبر نے غور سے اس کی طرف دیکھا "کہیں یہ عورت پاگل تو نہیں ہے" پھر پوچھا "کتنے دن ہوئے، کیسے بچھڑ گیا؟"

کماری نے آنکھیں پونچھ کر جواب دیا "یہ مہینہ ختم ہو تو پورے چودہ سال ہو جائیں گے، مہابلی جس دن مجھے بیاہ کر لئے جا رہے تھے اُسی دن راجہ کچھ کے بھائی راجہ جستا نے اُنہیں راستے میں ٹوک دیا لڑائی چھڑ گئی۔ جستا اور اُس کے بھائی کو میرے دولہا نے ختم کر دیا لیکن پورا شہر ٹوٹ پڑا۔ راجپوت میرا ڈولا لیکر بھاگ کھڑے ہوئے میں راج محل میں پہنچ گئی مگر دولہا نہیں آئے۔ آج تک نہیں آئے مہابلی چودہ سال انتظار میں بیت گئے۔ تب سوچا کہ اتنے بڑے شہنشاہ کے دربار میں اُن کا ضرور پتہ ملے گا۔ اپنے راج میں میرے دولہا کو تلاش کراؤ مہابلی۔"

اُس کی بے تابی اور لگن دیکھ کر اکبر اعظم کا دل ہل گیا۔ اُس نے کہا "بہن تم جالور جاؤ۔ اگر تمہارا دولہا زندہ ہے تو اکبر اپنی بہن کے ہاتھوں میں ایک مرتبہ پھر مہندی لگوائے گا اور اُس کا ڈولا پھر اُسی راستے سے گزرے گا۔ جدھر سے گزرنے پر روکا گیا تھا۔"

اور سلطنت مغلیہ کے ہر عہدے دار کو فرمان پہنچا کہ راجہ رائے سنگھ جھالا کہیں بھی ہو اُسے عزت و احترام کے ساتھ راج دھانی آگرہ میں بھیج دیا جائے۔ اور پھر اس واقعہ کو بھی چار سال گزر گئے لیکن اکبر [illegible] سلطنت [illegible] راجہ رائے سنگھ جھالا کا

کے کسی محقق کی خبر نہیں ملی۔

عبدالرحیم خان خاناں گجرات کو فتح کر رہا تھا۔ دن جنگی حکمت عملیوں میں گزرتے اور رات کو محفل شعر و نغمہ منعقد ہوتی۔ دسترخوان پہ امیر بھی ہوتے اور فقیر بھی۔ امیروں سے آئین حکمرانی پر بحث ہوتی تو فقیروں سے رازہائے سربستہ کھولنے کی بات چیت کرتا

"کیوں بابا ہری داس" عبدالرحیم نے پوچھا "تمہارا چیلہ راجپوت ہے نا"

ہری داس نے مسکرا کر جواب دیا "جو بھگوان کے چرنوں میں آگیا اُس کی کوئی ذات نہیں رہتی رحمن"

"ٹھیک کہتے ہو بابا" رحمن ہندی کے شاعر اعظم نے کہا "لیکن ہم لوگ چہروں سے بھی پہچان لیتے ہیں۔ تمہارا چیلہ راجپوت ہے اور کسی اونچے گھرانے سے تعلق رکھتا ہے"

"یہ کیسے جانا؟" ہری داس نے پوچھا۔

عبدالرحیم نے جواب دیا "کل میں نے کہا تھا کہ راجپوتانے نے ہمارے شہنشاہ اکبر کے سامنے ہتھیار رکھ دئے ہیں تو تمہارے چیلے کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اُسے راجپوتانے کی شکست کی بات سن کر طیش آگیا تھا۔ کوئی معمولی راجپوت اس بات پر توجہ بھی نہ کرتا"

ہری داس خاموش رہا

عبدالرحیم نے اُس کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا "ہری داس بابا، تمہیں معلوم ہے کہ شہنشاہ اکبر کو ایک راجپوت کی تلاش ہے"

"کس کی؟" ہری داس نے پوچھا۔

"رائے سنگھ جھالا کی" عبدالرحیم نے کہا "رائے سنگھ کی بیوی کو شہنشاہ اکبر نے اپنی بہن بنا لیا ہے انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ ایک مرتبہ کماری کے ہاتھوں میں پھر مہندی دیکھیں گے اور اُس کا ڈولا اُسی راستے سے گزرے گا جہاں پہلی مرتبہ روکا گیا تھا"

ہری داس نے تعجب کے ساتھ پوچھا "رائے سنگھ جھالا کی دلہن کماری۔ لیکن وہ تو ستی ہو گئی تھی؟"

"نہیں" عبدالرحیم نے کہا "وہ آج تک اپنے پتی کی راہ دیکھ رہی ہے۔ ہری داس ان دونوں کو ملانا کتنے بڑے ثواب کا کام ہے"

کچھ سوچتے ہوئے ہری داس نے کہا "سچ کہتے ہو رحمن۔ اس سے بڑا ثواب زندگی میں کمایا نہیں جا سکتا"

تھوڑی دیر خاموشی رہی، پھر عبدالرحیم نے کہا "کیا تمہارا چیلا..... ؟"

ہری داس نے رحمن کو دیکھ کر کہا "ہاں، شاعر اعظم میرا چیلا ہی راجہ رائے سنگھ جھالا ہے"

"سچ؟" عبدالرحیم نے جوگی کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔

"بھگوان جانتے ہیں" جوگی نے کہا۔

اور ۹۹۵ھ میں دکن اور گجرات کا فاتح عبدالرحیم خان خاناں تحائف کے بوجھ سے لدا ہوا آگرہ واپس آیا۔ اُس نے مغل اعظم کے سامنے تحفوں کے ڈھیر لگا دئے اور سب کے بعد ایک جوگی کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھاتے ہوئے کہا "اور یہ ہے راجہ رائے سنگھ جھالا"

چمکتے ہوئے جواہرات اور جگمگاتے ہوئے دکن اور گجرات کے تاج چھوڑ کر اکبر نے رائے سنگھ کے شانے پہ ہاتھ رکھ دیا "تم رائے سنگھ جھالا ہو۔ جھالور کے راجہ ہو"

"وہاں مہابلی" رائے سنگھ نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن اتنے دن روپوش کیوں رہے؟" اکبر نے پوچھا

رائے سنگھ نے جواب دیا "جب میں بابا ہری داس کی کٹیا میں اچھا ہوا تو معلوم ہوا کہ میری رانیاں ستی ہو گئیں اور چھوٹا بھائی راج گدی پہ بٹھا دیا گیا تو دل ٹوٹ گیا میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اپنے بھائی کی خوشی میں خلل نہ ڈالوں"

"لیکن ہم تمہیں دوسرا راج دیکر راجہ بنائیں گے" اکبر نے کہا "تمہیں معلوم ہے؟ ہم نے کماری کو بہن بنا لیا ہے"

رائے سنگھ نے سر جھکا کر کہا "یہ مہابلی کی بندہ نوازی ہے"

اور راجہ رائے سنگھ جھالا کی برات سجائی گئی مغل اور راجپوت لشکر برات کے پیچھے پیچھے چلے اور برات اُسی راستے سے گزری جس پر انیس سال پہلے روکی گئی تھی اور رائے سنگھ جھالا چند روز اپنے بھائی کا مہمان رہا اور پھر اپنی دلہن کو لیکر نئی ریاست کو چلا گیا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ کوئی فرضی کہانی ہے لیکن اس حقیقی افسانے کو تاریخ کی سند حاصل ہے۔ اور رائے سنگھ جھالا دور اکبری کی وہ تاریخی شخصیت ہے جو اپنے اس افسانے کی وجہ سے ہمیشہ زندہ رہے گی۔

اپنے پہلے بچے کو
اس کے حق سے محروم نہ کیجئے

پہلے اور دوسرے بچّے کے درمیان
تین برس کا وقفہ رکھیئے



بچے کے پہلے تین برس اس کی ذہنی و جسمانی نشو و نما کے لیے اہم ہوتے ہیں۔ اس کو آپ کی پوری محبّت اور شفقت کی ضرورت ہوتی ہے۔
یہ آپ تبھی دے سکتے ہیں جب پہلے بچّے کی نشو و نما کے اوّلین تین برسوں میں دوسرے بچّے کی ذمّہ داری آپ پر عائد نہ ہو۔

بچوں کی پیدائش میں وقفہ رکھنے کے عام طریقے:

نرودھ، گولیاں (پلز) یا لوپ

مزید جانکاری کے لئے اپنے قریبی ہیلتھ کیئر سنٹر سے رجوع کیجئے۔

اپنے بچّے کو تین سال غیر منقسم توجّہ دیجئے

devp 89/



عورتوں کے لئے

میاں بیوی میں بدمزگی

ازدواجی تعلقات میں کشیدگی کیوں پیدا ہوتی ہے

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

زبیدہ بہن کا یہ مضمون اِس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ اس مضمون میں ازدواجی زندگی کے بعض نہایت ہی نازک پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ عام طور پر میاں بیوی کے تعلقات میں کشیدگی کیوں پیدا ہوتی ہے امید ہے کہ یہ مضمون شادی شدہ عورتوں اور مردوں دونوں ہی کیلئے مفید ثابت ہوگا

ازدواجی زندگی کی خوشگواری دنیا میں بہت بڑی نعمت ہے یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ عام طور پر دنیا میں وہی مرد سکون کے ساتھ ترقی کی منزلیں طے کرتے ہیں جن کی گھریلو زندگی خوشگوار ہوتی ہے اور وہی عورتیں زندگی کا حقیقی لطف حاصل کرتی ہیں جن کے کہ شوہروں کے ساتھ تعلقات اچھے ہوتے ہیں۔ سچ پوچھو تو اُن میاں بیویوں کو دنیا ہی میں جنت کا لطف حاصل ہو جاتا ہے جن کے کہ آپس کے تعلقات خوشگوار ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ اتنی بڑی نعمت ہے جو خوش نصیبوں ہی کو حاصل ہوتی ہے۔

پچھلے دنوں لندن سے شائع ہونے والے ایک انگریزی ماہنامہ میں مسز ہرڈوڈ کا ازدواجی زندگی پر ایک نہایت ہی مفید مضمون شائع ہوا تھا جس میں کہ اس خاتون نے ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے کچھ گُر بتائے ہیں میں چاہتی ہوں کہ ان گُروں سے اپنی بہنوں اور بھائیوں کو بھی واقف کر دوں تاکہ وہ بھی اِن سے فائدہ اٹھا سکیں۔

اِس خاتون کی رائے ہے کہ "ازدواجی زندگی کو نہ تو عورت کی خوبصورتی خوشگوار بنا سکتی ہے۔ اور نہ مرد کی عظمت و دولت ہی سے گھریلو زندگی پر کیف بن سکتی ہے۔ بلکہ عام طور پر اُن میاں بیویوں کی زندگیاں پر کیف ماحول میں گزرتی ہے جو ایک دوسرے کے مزاج اور طبیعت کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں"

اس خاتون نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل درست ہے کیونکہ عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ نئی شادی شدہ لڑکیوں کی خوبصورتی اور جوانی صرف چند روز تو اُن کے شوہروں کو اُن کا گرویدہ بنائے رکھتی ہے۔ لیکن جوں جوں اُن کے جذبات کا ہیجان سرد ہوتا جاتا ہے تو شوہر کے لئے بیوی میں پہلی سی کشش باقی نہیں رہتی۔ لیکن وہ لڑکیاں اور عورتیں جو شوہروں کے مزاج اور طبیعت کو سمجھ کر اپنے آپ کو اُن کے مزاج کے مطابق ڈھال لیتی ہیں اور اُن کی فطرت کو سمجھ جاتی ہیں وہ ہمیشہ ہی اپنے شوہروں کے لئے کشش کا باعث بنی رہتی ہیں۔ اس لئے ہر شادی شدہ عورت کو چاہئے کہ وہ فطرت شناس اور مزاج داں بنے۔ اور اسی طرح مردوں کو بھی چاہئے کہ وہ اپنی بیویوں کے مزاج اور طبیعت کی افتاد کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ یاد رکھیے کہ صرف دولت زیور اور کپڑوں سے عورت کے دل کو رام نہیں کر سکتا۔ اُس کی دلداری اور مزاج شناسی بھی مردوں کے لئے ضروری ہے میرا خود مشاہدہ یہ ہے کہ جن میاں بیویوں میں مزاج دانی کی صلاحیت ہوتی ہے اُن کے آپس کے تعلقات میں کبھی کشیدگی نہیں پیدا ہوتی

دوسری بات جو اس انگریز خاتون نے بتائی ہے وہ بھی بے حد اہم ہے۔ اُس نے لکھا ہے "میاں بیویوں کے تعلقات کو خوشگوار بنانے کا ایک بڑا گر یہ بھی ہے کہ دونوں تحمل سے کام لیں

اپنے پہلے بچے کو

اس کے حق سے محروم نہ کیجئے

پہلے اور دوسرے بچے کے درمیان
تین برس کا وقفہ رکھیئے



بچے کے پہلے تین برس، اس کی ذہنی و جسمانی نشو و نما کے لئے اہم ہوتے ہیں۔ اس کو آپ کی پوری محبت اور شفقت کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہ آپ تبھی دے سکتے ہیں جب پہلے بچے کی نشو و نما کے اوّلین تین برسوں میں دوسرے بچے کی ذمہ داری آپ پر عائد نہ ہو۔

بچوں کی پیدائش میں وقفہ رکھنے کے عام طریقے:

نرودھ، گولیاں (پلز) یا لوپ

مزید جانکاری کے لئے اپنے قریبی ہیلتھ کیئر سنٹر سے رجوع کیجئے۔

اپنے بچے کو تین سال غیر منقسم توجہ دیجئے

اُس کے دل کی عجب کیفیت تھی۔ وہ پروفیسر اعظمی کی ترنم اور پرسوز آواز کے سحر میں کھو گئی۔ اُس کی محویت اُس وقت ٹوٹی جب پروفیسر اعظمی اپنی پوری غزل سنانے کے بعد کسی دوسرے شاعر کو دعوتِ سخن دے رہے تھے۔ مشاعرہ پورے شباب پر تھا۔ پروفیسر اعظمی کبھی کبھی اپنے دلچسپ ادبی لطیفوں سے محفل کو زعفران زار بنا دیتے اور کچھ دیر کے لئے محفل کا رنگ بدل جاتا۔ رات کے نو بجے صدرِ مشاعرہ کی غزل اور تقریر کے بعد مشاعرے کی کارروائی ختم ہوتے ہی کچھ لڑکوں اور لڑکیوں نے پروفیسر اعظمی کو گھیر لیا۔ اور اُن کے آٹوگراف لینے لگے۔

وہ چپ چاپ کھڑی رہی۔ اور جب پروفیسر اعظمی تنہا رہ گئے اُس نے بھی اُن کی طرف اپنی خوبصورت سی ڈائری بڑھا دی۔

پروفیسر اعظمی نے اُس کی ڈائری پر لکھا ـــــ

آپ کی بات ، بات پھول کی

آپ کا ساتھ ، ساتھ پھول کا

اور اپنا آٹوگراف دیتے ہوئے کہا ـــــ

"یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ آپ زیادہ حسین ہیں یا آپ کی آواز !"

اپنے متعلق یہ الفاظ سن کر اُس نے نگاہیں اٹھا کر کچھ اس طرح پروفیسر اعظمی کی طرف دیکھا کہ اُنہیں اپنے دل کی دنیا ڈولتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اُن کی چمکتی ہوئی آنکھوں کی تحریر پڑھ کر حیا کے بوجھ سے اُس کی پلکیں جھک گئیں اور وہ اُن کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ندیم کے ساتھ فنکشن ہال سے باہر نکل گئی۔ واپسی میں کوئی سواری نہ ملی اور وہ پیدل ہی گھر کی طرف چل پڑے۔ تھوڑی دُور چلنے کے بعد یکایک ندیم نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"نسرین! اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو ہم لوگ چند لمحوں کے لئے یہاں ٹھہر جائیں"

اور اس کی اِس درخواست پر وہ اچانک خوفزدہ سی ہو گئی اُس کی کیفیت کا اندازہ کرتے ہوئے ندیم نے اُس کے دونوں ہاتھ تھام لئے اور لرزتی ہوئی آواز میں کہا ـــــ

"نسرین! میں نے آج تک تم سے یہ راز چھپائے رکھا کہ مجھے تم سے محبت ہے لیکن آج پروفیسر اعظمی کی آنکھوں میں چمک دیکھ کر میں ڈر گیا کہیں وہ تمہیں مجھ سے چھین نہ لیں۔ بولو نسرین کیا زندگی کے سفر میں تم میرا ساتھ دینا پسند کرو گی؟"

بچپن کا ساتھی اپنی خالی جھولی پھیلائے اُس سے محبت کی بھیک مانگ رہا ہے۔ حسن کے دربار میں عشق فریادی بن کر کھڑا تھا وہ بے اختیار ہو کر ندیم کے شانے سے لگ گئی۔ ندیم نے فرطِ محبت سے اس کا ہاتھ چوم لیا۔

اُس واقعے کے چند ہی دنوں بعد ندیم انجینئرنگ کی اعلیٰ ڈگری حاصل کرنے کے لئے امریکہ چلا گیا۔ اُسے ہر ماہ ندیم کا خط ملتا جس میں اُس کی جدائی میں دل نہ لگنے کا اظہار ہوتا۔ اُن دنوں اس کی عجیب کیفیت تھی۔ وہ ان خطوں کو بار بار پڑھتی اور تصور میں ندیم سے باتیں کیا کرتی۔ وہ انجانے میں کبھی کبھی اُس کے ہونٹوں کا لمس اپنے لبوں پر محسوس کرتی اور ایک عجیب سی لذت سے آشنا ہو جاتی۔

اسی دوران اچانک ایک دن نیشنل پارک میں پروفیسر اعظمی سے ملاقات ہو گئی۔ پروفیسر اعظمی اُسے دیکھ کر کھل اُٹھے اور دبے لفظوں میں انھوں نے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے اُسے جیون ساتھی بنانے کی درخواست بھی کر دی۔ اُن کی اِس درخواست پر وہ شدید الجھن میں پڑ گئی۔ ایک طرف پروفیسر اعظمی کی شخصیت اور اُن کی محبت اُسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی دوسری طرف ندیم سے کیا ہوا وعدہ اُس کے پیروں میں زنجیر ڈال رہا تھا۔

"آپ نے میری باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا؟"

پروفیسر اعظمی کی آواز سن کر وہ چونک پڑی اور اُس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"پروفیسر صاحب! مجھے آپ کی شاعری، آپ کی پرسوز آواز، آپ کا ترنم پسند ہے تو اس کے معنی یہ نہیں کہ میں آپ کو بھی پسند کرنے لگوں اور آپ کو جیون ساتھی بنا لوں! مجھے تو ندیم کا انتظار ہے جو انجینئرنگ کی اعلیٰ ڈگری حاصل کرنے کے لئے امریکہ گیا ہوا ہے"

پروفیسر اعظمی کے پیار بھرے دل کو وہ ٹھکرا کر ندیم کے تصور میں کھو گئی۔

اور پھر آج ندیم امریکہ سے انجینئرنگ کی اعلیٰ ڈگری لے کر واپس آ رہا تھا۔ اُس نے اپنے کمرے کی صفائی کر کے ہر چیز کو قرینے سے رکھا غسل کر کے آسمانی رنگ کی ساڑھی اور اسی رنگ سے میچ کرتا ہوا

[illegible] بے اور بھوڑے میں ندیم کا من پسند گلاب کا پھول سجا کر
اُس کا انتظار کرنے لگی۔ کئی برسوں کی جدائی نے اُس کے شوق دید
کو بھڑکا دیا تھا۔ جیسے جیسے ملن کی گھڑیاں قریب آ رہی تھیں، اُس کے
دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔
یکایک کار کے ہارن کی آواز سُن کر وہ دوڑتی ہوئی دروازے
تک آئی اور باہر کی طرف دیکھنے لگی۔ اُس نے ندیم ایک امریکن خاتون
کو کار سے اتار رہا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ کسی انجانے خوف سے کانپ اٹھی
اُسی وقت کسی نے پوچھا۔ ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"جی ہاں، یہ میری امریکن وائف ہیں!"
اُس کے دل کی دھڑکنیں رُکنے سی لگیں۔ آنکھوں کے سامنے
اندھیرا سا چھانے لگا۔ اور وہ غش کھا کر گر پڑی! — جب ہوش میں
آئی تو اُس کے سامنے حدِ نظر تک اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ اور
اُس کے سارے سپنے خاک میں مل چکے تھے۔

شادی مصیبت نہ بن جائے

اصلی جوانی کو پہچانیے اور بچیے

کویراج صاحب مالک ہیرو فارمیسی شہر بہ شہر گھوم کر روٹی نہیں
کماتے وہ بھی مجبور ہو کر تب جائیں جب یہاں کام تھوڑا ہو۔ انگلینڈ سے ڈاکٹر
نے ہیرو فارمیسی کے علاج کی تعریف لکھی ہے۔ اب غیر ممالک میں
بھی سمجھ آتی جا رہی ہے کویراج صاحب مالک ہیرو فارمیسی سے صلاح
لو گے تو شادی کے بعد پچھتانا نہیں پڑے گا۔ یاد رکھیں اوٹ پٹانگ
نوٹکوں پہ دس ہزار روپیہ خرچ کر کے بھی اصلی جوانی کا لطف
حاصل نہیں ہوتا اس لئے خود ملئے یا حال لکھئے اور جوانی کا لطف اٹھائیے

ہیرو فارمیسی رجسٹرڈ دہلی
(چاندنی چوک دریبہ بازار کے سامنے (کمار سنگیز کے پاس)

مصر حجاز اور ہندوستان کے علما کی تعلیمی ایجاد

ایک مہینہ میں عربی آجائیگی

دنیائے اسلام کے مشہور علما نے عربی زبان کو آسان بنانے کیلئے ایک ایسی تعلیمی
ایجاد پیش کی ہے جس کے ذریعہ ہر شخص بڑی آسانی سے عربی زبان پر حاوی ہو سکتا
ہے۔ یہ تعلیمی ایجاد "اتالیق عربی" کے نام سے پیش کی گئی ہے۔

اتالیق عربی ایک ایسی عجیب و غریب کتاب ہے جس کے ذریعہ اردو داں ایک
مہینے کے اندر ان عربی مدارس کے طلبا کا مقابلہ کرنے لگتے
ہیں جو سالہا سال سے کتابیں رٹ رہے ہیں۔ یہ کتاب عربی زبان کے جدید تعلیمی
اصول کے تحت لکھی گئی ہے۔ صرف و نحو کی الجھنوں سے بالکل پاک ہے اس
کتاب کے ذریعہ بڑی آسانی سے عربی پڑھنا اور عربی بولنا آ جاتا ہے۔ عام فہم
ہونے کی وجہ سے عورتیں اور بچے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔
قیمت [illegible] روپے۔

دینی دنیا پبلشنگ کمپنی

چند ہفتوں میں جدید اور قدیم فارسی زبان پر عبور

گھر بیٹھے فارسی پڑھ لیجیے

ماہرین تعلیم نے اب فارسی زبان کو اتنا آسان اور سہل بنا دیا ہے کہ اردو
داں گھر بیٹھے قدیم اور جدید فارسی زبان پر بڑی آسانی کے ساتھ پورا پورا
عبور حاصل کر سکتے ہیں۔

اتالیق فارسی ایک لاجواب کتاب ہے جس کے ذریعہ معمولی اردو داں بھی
چند ہفتوں کے اندر فارسی زبان پر پورا عبور حاصل
کر سکتے ہیں یہ کتاب جدید اور آسان تعلیمی اصول کے تحت تصنیف کی گئی ہے اس
کتاب کے مطالعے کے بعد ہر شخص آسانی سے فارسی بول سکتا ہے فارسی لکھ سکتا ہے اور
فارسی پڑھ سکتا ہے۔ اس کتاب میں فارسی کی ابتدائی تعلیم سے [illegible]
[illegible] کی گئی ہے کہ [illegible] چند ہفتوں کے اندر قدیم اور جدید فارسی [illegible]
[illegible] کتاب دینی دنیا پبلشنگ کمپنی [illegible]
[illegible]

جامع مسجد دہلی ۶

سالِ نو کا بے مثال ادبی تحفہ

شادمان

"ادارہ دین دنیا" سے شائع ہونے والا ادبی شاہکار

(ایڈیٹر ۔ آصف فہمی)

"شادمان" اپنے رنگ کا ایک انوکھا ماہنامہ ہے جو ادبی جرائد میں بے مثال ثابت ہوگا۔ ہفت رنگ مصور ٹائیٹل، آفسٹ کی دیدہ زیب طباعت۔ ہند اور پاکستان کے ممتاز اہل قلم اور افسانہ نگاروں کی تخلیقات کا مرقع۔ افسانوی دلفریبیوں کے ساتھ دلچسپ اور سنسنی خیز مضامین کا مجموعہ۔ قلب میں اتر جانے والی منظومات سے مرصع۔ اول سے لے کر آخر تک نہایت دلکش اور معلومات سے لبریز نگارشات

دین دنیا کے ایجنٹوں سے گزارش

دین دنیا کے ایجنٹوں سے گزارش ہے کہ مطلوبہ پرچوں کی تعداد سے جلد مطلع کردیں تاکہ حسب طلب پوری تعداد میں جریدہ شائع کیا جاسکے۔ پہلا شمارہ اگرچہ دس ہزار کی تعداد میں شائع کیا جارہا ہے لیکن دین دنیا کے ایجنٹوں کی کثیر تعداد کو دیکھتے ہوئے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ کم نہ ثابت ہو لہٰذا دین دنیا کے ایجنٹ پہلے سے مطلع کردیں



دین دنیا کے مستقل خریداروں کو نمونہ مفت

بشرطیکہ خریدار حضرات اپنا نمبر خریداری تحریر فرمادیں۔ دیگر حضرات نمونہ منگانے کے لیے صرف ایک روپیہ ٹکٹ بھیج دیں۔

قیمت سالانہ ۲۵ روپے ۔ فی پرچہ ڈھائی روپے

ماہنامہ شادمان ۔ دین دنیا ہاؤس ۔ جامع مسجد دہلی



عرب علاقوں کی واپسی کیلئے جہاد

ایران تقسیم ہو کر رہے گا - پاکستانی ہائیڈروجن بم اور سعودی عرب

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

عرب علاقوں کی واپسی کیلئے جہاد

طائف میں جو تیسری اسلامی سربراہ کانفرنس منعقد ہو رہی ہے اس میں اسرائیل سے عرب علاقوں کی واپسی کیلئے توقع ہے کہ جہاد کا اعلان کیا جائے گا۔ سعودی عرب کے ولی عہد شہزادہ فہد نے ایک متحدہ اسلامی حکمت عملی کے لئے اپیل کی ہے تاکہ مسلمان اُس کے بعد اپنے غصب کئے ہوئے علاقے جہاد کر کے دوبارہ حاصل کر سکیں۔

شہزادہ فہد نے "اخبار الریاض" کو بتایا ہے کہ ہمارے جہاد کا یہی مقصد ہے جسے ہم اسلامی کانفرنس کے سامنے پیش کریں گے اور جس سے ہم بیت المقدس کو آزاد کرانا چاہتے ہیں۔ انھوں نے کہا ہے کہ سعودی عرب اس جہاد کیلئے پوری طرح آمادہ ہے وہ ہر وقت اور ہر طرح سے تیار ہے۔

انھوں نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ تیسری اسلامی کانفرنس ضرور [illegible] اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے سعودی [illegible] کوشش کرے گا [illegible] معاہدات کے [illegible] کوشش [illegible] ہماری دعا [illegible] ایک [illegible] کا سامنا ہو [illegible] برآمد [illegible]

[illegible]

کہ یہ

اتحاد ہو کر رہے گا اور بعد میں عرب علاقے اسرائیل کے حلق سے نکالے جا سکیں گے۔

ایران تقسیم ہو کر رہے گا

مشہور امریکی اخبار نویس جیک اینڈرسن نے یہ انکشاف کیا ہے کہ کچھ سرکردہ روسیوں نے امریکی زعما کو اشارہ دیا ہے کہ ایران کی موجودہ بدنظمی سے فائدہ اٹھا کر کیوں نہ ایران کو آپس میں بانٹ لیا جائے اس طرح کہ ایران کا وہ شمالی حصہ جو روس سے ملا ہوا ہے سوویٹ کے زیر اثر آ جائے اور باقی حصہ پر امریکہ اپنا تسلط قائم کرے۔

جیک اینڈرسن نے جو کچھ کہا ہے وہ خیالی نہیں ہے بلکہ در پردہ ایک ایسی تحریک چل رہی ہے اور دونوں بڑے ممالک ایران کے بٹ جانے کی فکر میں ہیں۔ سیاسی مبصرین کا تو یہاں تک کہنا ہے کہ آج روس نے افغانستان پر جو فوجی اقتدار قائم کر رکھا ہے اس کا [illegible] بھی ایران ہی ہے۔ سوویٹ روس کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں امریکی یرغمالوں کا سہارا لے کر امریکہ اپنی فوجیں ایران میں داخل کر دے لہٰذا روس نے اس اندیشہ کے پیش نظر پہلے ہی افغانستان کو [illegible] بنا لیا۔

خود ہماری رائے یہ ہے کہ ایران ضرور تقسیم ہو کر رہے گا [illegible] عراق ایران کی حالیہ جنگ نے ایران کا [illegible] توڑ کر رکھ دیا ہے اور عراق و ایران کے کرد قبائل جو زمانہ دراز سے اپنی خود مختاری کی جدوجہد کر رہے ہیں وہ اس جنگ کے بعد ایران [illegible] کر [illegible] ضرور کردستان کی خود مختار حکومت کے قیام کی

[illegible] ... کروڑ ڈالر دینے والا ہے - سعودی عرب ... [illegible]

نیز یہ بات یاد رہے کہ ایران اس سے قبل بھی کردوں کو ہتھیار
دیتا رہا ہے اور ... فراہم کرتا رہا ہے اور وہ خائف ہے کہ ... بھی
... کردستان ... عراق و ایران کے کرد ...
... ثابت ہوگا - اور اس طرح ایران کی تقسیم کے بعد
... حکومت کا ... وہ ...
[illegible]

اور بلوچستان کا ... حصہ باقی رہ جائے گا وہ امریکہ کے
زیر اثر آجائے گا کیونکہ حال ہی میں امریکہ اور ایران کے
درمیان ایک معاہدہ ہو چکا ہے - جس کی رو سے یرغمالیوں کا
مسئلہ ... ہے - اور نہیں کہا جا سکتا کہ خفیہ طور پر ایران
اور امریکہ کے مابین کیا معاہدات ہو چکے ہیں بہرحال اب
ایران کی تقسیم یقینی ہے - افسوس کہ ایرانی ملاؤں نے اس
اسلامی ملک کو تباہ کرکے رکھ دیا ہے -

پاکستانی ہائیڈروجن بم اور سعودی عرب

اخبار ... کی ایک خبر ... آجکل اخبارات میں ...
... ہے کہ پاکستان سعودی عرب کے تعاون سے
... بم بنا رہا ہے - اس خبر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ
... سعودی عرب نے پاکستان کو ...
... تھی ... ناکافی سمجھتے ہوئے پاکستان
نے ... لیکن اب سعودی عرب ۸۰ کروڑ ڈالر کی
امداد ... دے ... گا -

... لیبیا کے کرنل قذافی کے
بارے میں بھی شائع کی گئی تھی اور یہ کہا گیا تھا کہ کرنل قذافی
... پاکستان کی ... بم بنانے کے لئے دی ہے
... سے پاکستان ... بم بنا رہا ہے
... کہ یہ خبر غلط ... ثابت ہوئی -

اور اب سعودی عرب کی حکومت نے بھی اس خبر کی پرزور
تردید کی ہے کہ وہ پاکستان کو ہائیڈروجن بم بنانے کے لئے

مسٹر ... نے اس سلسلہ میں ایک بیان جاری کیا ہے جس میں
کہا ہے کہ انہوں نے لندن کے اخبار ... شائع شدہ اس خبر کی
تردید کی ہے کہ ... پاکستان اور سعودی عرب
کے اعلیٰ حکام کے درمیان خفیہ ملاقات ہوئی تھی - جس میں کہ
پاکستان کے اعلیٰ سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر ... شریک
تھے - اور اس ملاقات میں سعودی عرب نے پاکستان کو ہائیڈ
روجن بم بنانے کے لئے ۸۰ کروڑ ڈالر دینے کا وعدہ کیا ہے
اخبار لندن ٹائمز نے یہ خبر چھاپا کہ پاکستان اور سعودی
عرب کے سربراہوں کی یہ رازدارانہ ملاقات یورپ کے
کسی علاقہ میں کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی جبکہ یہ کام زیادہ
رازداری کے ساتھ خود سعودی عرب یا کسی دوسرے اسلامی
ملک میں ہو سکتا تھا - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک ... عرب دشمن
طبقہ ان افواہوں کو پھیلا رہا ہے جو ہندوستان اور عرب
ممالک کے تعلقات کو بگاڑنا چاہتا ہے - یہ بات درست ہے
کہ پاکستان زمانہ دراز سے ایٹمی طاقت بننے کی کوشش میں لگا ہوا
ہے - مگر اس کا جوڑ سعودی عرب یا کسی دوسرے عرب ملک سے
ملانا ہمارے نزدیک شرارت پر مبنی ہے -

افغانستان میں بیس ہزار روسی ہلاک

افغانستان کی دو مجاہد تنظیموں کے نمائندوں نے جو لیبیا کے
دورے پر آئے ہوئے ہیں - ... بیان دیتے ہوئے
دعویٰ کیا ہے کہ افغانستان کا ... حصہ ... جنگ کے ذریعہ
روسی فوجوں کے قبضہ سے آزاد کرا لیا گیا ہے - اور انہوں نے یہ بھی
دعویٰ کیا ہے کہ ... روس کے بیس ہزار فوجی
ہلاک ہو چکے ہیں -

ان نمائندوں کا نام ... [illegible]
[illegible]

[illegible] سے کابل ، قندھار ، جلال آباد
اور [illegible] سے شہروں [illegible] ہیں ۔ لیکن دور دراز کے
علاقوں میں ان کی حکومت کو پاش پاش کر کے رکھ دیا ہے
[illegible] افغانی مجاہدین بڑے جوش
اور ہمت کے ساتھ روسی دشمنوں کا مقابلہ کر رہے ہیں
اور [illegible] توقع سے زیادہ نقصان
اٹھانا [illegible] حکومت اور روسی مدبرین کا خیال تھا
کہ وہ طاقت سے افغانستان کے باشندوں کو زیر کر لیں گے
لیکن ان کے سب ہی اندازے غلط ثابت ہو چکے ہیں ۔ ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ افغانستانی مجاہدین نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ جب تک
ایک بھی افغانی زندہ ہے وہ روسی بے دینوں کا مقابلہ کریں گے
پوری دنیائے اسلام کو افغانی مجاہدین سے تو ہمدردی تھی ہی
لیکن اب یورپین قوموں میں بھی ان کے ساتھ ہمدردی کے
جذبات پیدا ہو رہے ہیں ۔ چنانچہ برطانیہ کے وزیر خارجہ
لارڈ کیرنگٹن نے کہا ہے کہ افغانستان کے مجاہدین کو برطانیہ کی
جانب سے ہتھیاروں کی سپلائی ہونی چاہئے ۔ انہوں نے
بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ روس کے لیڈروں
کو اب احساس ہو جانا چاہئے کہ انہوں نے افغانستان پر فوجی
حملہ کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے ۔

صدر سادات کارٹر کے مداح

[illegible] کارٹر [illegible] میں
[illegible]
نے ان کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہا کہ یہ مسٹر کارٹر ہی وہ شخص
تھے جنہوں نے [illegible]
[illegible] یاد رہے کہ [illegible]
[illegible]
[illegible]

اس موقع پر ہنری کیسنجر نے کہا کہ نئے امریکی صدر کے سامنے اس
وقت ۳ مسئلے ہیں ۔ ایک روس کا مسئلہ دوسرا انتہا پسند عرب
ممالک کا مسئلہ اور تیسرا عرب اسرائیل کا مسئلہ ۔ ہنری
کیسنجر نے [illegible] سب عرب ممالک کو جو کیسنجر کے جال
میں نہیں پھنسے ہیں " انتہا پسند عرب ممالک " قرار دیا ہے
اور ان کے اس بیان سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امریکہ
کے نئے صدر کی عرب ممالک کے بارے میں کیا پالیسی ہوگی ۔
صدر سادات کے علاوہ مصر کے وزیر حسنی مبارک نے بھی ایک
پریس کانفرنس میں ہنری کیسنجر کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ کیمپ ڈیوڈ
مجوزہ مشرق وسطیٰ میں امید ہے کہ امن کا ضامن ثابت ہوگا ۔ کیمپ ڈیوڈ
[illegible] اس معاہدہ کو امن کا ضامن قرار دیا جا رہا ہے جس نے
عربوں میں افتراق کی بنیاد رکھ دی ہے ۔ اور جس کے ذریعہ مصر کو
عرب ممالک سے علیحدہ کر کے امریکہ اور اسرائیل کا ہمنوا بنا
دیا گیا ہے ۔

جدید کشیدہ کاری پر بہترین کتاب

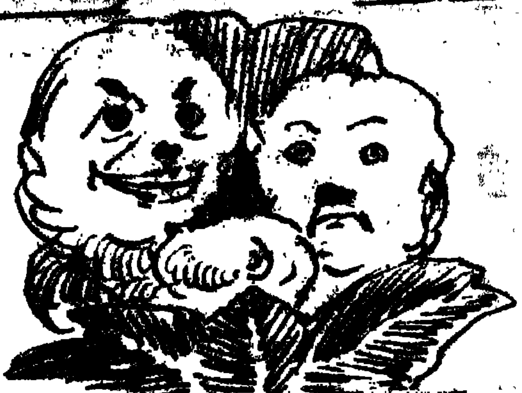
ہما کشیدہ کاری اور اونی کام

[illegible]
[illegible] کے علاوہ چین ، فراک ، سارٹن ، گریبان ، [illegible]
[illegible]
[illegible] کے نہایت حسین و خوبصورت
[illegible] نمونوں کو یکجا کر دیا گیا ہے ۔ [illegible]
[illegible] اپنی طرز کی ایک واحد کتاب [illegible]
[illegible] سیکھنے کے لئے [illegible]
[illegible] کے ذریعہ [illegible]
[illegible] نہایت [illegible]
[illegible]

دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دینی دنیا)



ہندوستان میں بھی آزمائشی شادیاں

یورپ و امریکہ ہی میں نہیں ہندوستان میں بھی آزمائشی شادیاں ہوتی ہیں۔ آزمائشی شادی وہ شادی ہوتی ہے جبکہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں عارضی طور پر محض امتحان کی غرض سے شادی کر لیتے ہیں۔ میاں بیوی کی طرح رہتے ہیں۔ آپس میں جنسی تعلقات بھی قائم کر لیتے ہیں۔ اور آزمائشی شادی کے بعد جب انہیں یہ اطمینان ہو جاتا ہے کہ اُن کی ازدواجی زندگی اچھی طرح گزر سکے گی تو پختہ شادی کر لیتے ہیں۔

ہندوستان میں آزمائشی شادیوں کا رواج زمانہ قدیم سے [illegible] آ رہا ہے۔ یہاں ایسے قبائل آباد ہیں جن میں [illegible] شادی سے پہلے نوجوان لڑکے لڑکیاں آزمائشی شادیاں کر لیتے ہیں۔ ایک عورت دو دو اور تین تین مردوں کے ساتھ رہ کر ان میں سے کسی ایک کو اپنا مستقل جیون ساتھی منتخب کر لیتی ہے۔

یہ رواج ایسے قبیلے کے کنواروں اور کنواریوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ [illegible] شوہر [illegible] کر کسی نئے مرد سے شادی رچا لیتی ہیں۔ [illegible] کی ادلا بدلی کو کوئی برائی نہیں سمجھا جاتا۔

کتے اور بکرے کا مقبرہ

[illegible] انسانوں ہی کے مقبرے بنائے جاتے ہیں۔ انسانوں کے علاوہ کتوں، بکروں اور دوسرے جانوروں کے بھی مقبرے موجود ہیں۔ چنانچہ جاپان میں خاص ٹوکیو میں ایک کتے کا مقبرہ بنا ہوا ہے۔

یہ کتا ٹوکیو یونیورسٹی کے ایک پروفیسر کا تھا۔ وہ اپنے مالک کو پہنچانے روزانہ اسٹیشن جاتا تھا اور واپس لوٹنے کے وقت تک پروفیسر کا انتظار کرتا رہتا تھا۔ اتفاق سے قلب کی حرکت بند ہو جانے کی وجہ سے پروفیسر کی یونیورسٹی میں موت واقع ہو گئی اور وہ واپس زندہ اپنے گھر نہیں لوٹ سکا۔ اور کتا آٹھ برس تک اسٹیشن پر اُس کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ آٹھ برس بعد اُس نے اسٹیشن پر ہی اپنے مالک کا انتظار کرتے کرتے جان دیدی۔ اس کتے کی موت کے بعد لوگوں نے چندہ کر کے اُسی جگہ کتے کا نہایت شاندار مقبرہ بنوا دیا جہاں اُس نے جان دی تھی۔

یوگوسلاویہ کے ایک کسان کو اپنے بکرے سے بے حد محبت تھی۔ جب وہ بکرا مر گیا تو اُس کی لاش کا شاندار جلوس نکالا گیا اور جہاں اُسے دفن کیا گیا وہاں نہایت خوبصورت مقبرہ کسان نے بنوا دیا۔ اور مقبرے کے سامنے کتبہ بھی بنوا کر لگوا دیا۔

عجیب و غریب وصیت

[illegible] والوں نے بڑی عجیب و غریب [illegible] اپنے [illegible]


ہندوستان پر اسلامی حکومت
(از مفتی شوکت علی فہمی)
محمود غزنوی
محمد غوری
قطب الدین ایبک
ڈھائی سو سے زیادہ شاہانِ ہند کی زندگیوں کا شاندار مرقع
یہ عظیم الشان اور مستند تاریخ ان متعصب مورخوں کی تحریروں کا دنداں شکن جواب ہے جو ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کو ظالم و بد نام کرتے رہے ہیں۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں نے گیارہ سو برس تک ہندوستان پر کس شان اور رواداری کے ساتھ حکومت کی ہے اور ان کا سلوک غیر مسلموں کے ساتھ کس قدر فیاضانہ تھا۔ اس تاریخ کو پچاس مختلف زبانوں کی تاریخوں کی مدد سے گزشتہ پچیس سال کی لگاتار محنت کے بعد تیار کیا گیا ہے۔ اس میں ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے لیکر مغلیہ دورِ حکومت تک کے سیکڑوں شاہانِ اسلام کے حالات و واقعات بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔ طرزِ تحریر ناول سے بھی زیادہ دلچسپ۔ اس عظیم الشان تاریخ کے خاص خاص ابواب یہ ہیں
ہندوستان میں اسلامی دورِ حکومت سے قبل
ہندوستان میں اسلامی حکومت کی ابتدا
سندھ پر محمد بن قاسم کی حکومت
سندھ پر خلفائے اسلام کی حکومت
ہندوستان پر محمود غزنوی کی حکومت
ہندوستان پر محمد غوری کی حکومت
شاہانِ غلامان کا عہدِ حکومت
شاہانِ خلجی کا دورِ حکومت
شاہانِ تغلق کا عہدِ حکومت
ہندوستان پر سیدوں کی حکومت
شاہانِ لودھی کا دورِ حکومت
مغل بادشاہوں کا دورِ حکومت
شیر شاہ سوری کی حکومت
بنگال کی خود مختار اسلامی حکومتیں
جونپور کی خود مختار اسلامی حکومتیں
مالوہ کی خود مختار اسلامی حکومتیں
گجرات کی خود مختار اسلامی حکومتیں
خاندیش کی خود مختار اسلامی حکومت
کشمیر کی خود مختار اسلامی حکومتیں
دکن کی اسلامی حکومتیں
گزشتہ ایک صدی کے اندر اتنی مکمل اور مستند تاریخ شائع نہیں ہو سکی ہے
بلاشبہ یہ تاریخ اردو لٹریچر میں ایک نایاب اضافہ ہے۔ اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ جدید اضافہ شدہ ایڈیشن حال ہی میں طبع ہوا ہے۔
قیمت فی جلد مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور Rs. 15.50
ملنے کا پتہ: ہندوستان پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی

Telephone :- [illegible]450 FEBRUARY 1981 Regd. No. D (DN) 134
Registered with the Registrar of Newspapers at R. N. No. 782/57

THE DIN DUNIA DELHI



ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مستند احادیث کا بے مثال ذخیرہ

بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ
اور احادیث کی تمام مستند کتب کی روح

اُردو حدیث

(مفتی شوکت علی فہمی کی جدید ترین مایۂ ناز تالیف)

قرآن پاک کے بعد حدیث ہی وہ مقدس کتاب ہے جس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد قائم ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال نیز ارشادات و احکامات کا وہ قیمتی ذخیرہ ہے جو مسلمانوں کی قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ اس وقت تک کوئی ایسی اُردو مستند حدیث موجود نہیں تھی جو مسلمانوں کو بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دے خدا کا شکر ہے کہ اردو حدیث کی اشاعت کے بعد یہ کمی پوری ہوگئی۔ اس تالیف نے مسلمانوں کو عربی زبان کی بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کردیا ہے۔ اس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ اور حدیث کی تمام مستند کتب سے وہ تمام احادیث جمع کردی گئی ہیں جن کی روزانہ زندگی میں ہر مسلمان کو ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس پاکیزہ تالیف کی بڑی خوبی یہ ہے اس کے بیس ابواب قائم کرکے تمام احادیث کو علیحدہ علیحدہ عنوانات کے ماتحت اس طرح تقسیم کردیا گیا ہے کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں فوراً نکل آئیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ایک معمولی اردو داں بھی علما کی طرح احادیث سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے گا یہ اُردو زبان کی وہ نایاب حدیث ہے جسے مفتی شوکت علی فہمی نے سالہا سال کی شب و روز کی محنت کے بعد مرتب کیا ہے۔

"اُردو حدیث" مندرجۂ ذیل بیس ابواب پر مشتمل ہے

ا۔ صاحب حدیث رسول اللہ صلعم کی سوانح مبارک	۵۔ حکمرانی جہاد اور شرعی سزاؤں سے متعلق احادیث	۱۱۔ اسلامی تمدن اور معاشرے کے بارے میں احادیث	۱۶۔ موت اور حیات بعد الموت کے بارے میں احادیث
ب۔ علم الحدیث اور اس کی مکمل تاریخ	۶۔ اخلاق اور اصلاح کے بارے میں احادیث	۱۲۔ والدین، عزا اور متعلقین کے بارے میں احادیث	۱۷۔ میت اور علامات قیامت کے بارے میں احادیث
۱۔ ایمان اور اسلام کے بارے میں احادیث	۷۔ تحمل، نرمی اور فیاضی کے بارے میں احادیث	۱۳۔ زن و شوہر کے تعلقات اور نکاح و طلاق کے بارے میں احادیث	۱۸۔ جنت اور دوزخ کے بارے میں احادیث
۲۔ عبادات الٰہی روزہ نماز حج زکوٰۃ کے بارے میں احادیث	۸۔ حسد، ظلم اور افعال ممنوعہ کے بارے میں احادیث		۱۹۔ رسول اللہ صلعم کے معجزات اور پیشینگوئیوں کے بارے میں احادیث
۳۔ ذکر الٰہی خوف خدا اور دعا سے متعلق احادیث	۹۔ محبت اور اخوت کے بارے میں احادیث	۱۴۔ عورت اور پردے کے بارے میں احادیث	
۴۔ پرہیزگاری اور توکل کے بارے میں احادیث	۱۰۔ غریبی، قناعت اور انکساری کے بارے میں احادیث	۱۵۔ تجارت، معاملات اور زمین کے بارے میں احادیث	۲۰۔ نہایت مفید اور کارآمد متفرق احادیث

گذشتہ پچاس برس میں حدیث کی ایسی جامع کتاب شائع نہیں ہوئی!

مندرجہ بالا عنوانات کے تحت ڈیڑھ ہزار سے زیادہ احادیث ایسی عمدہ ترتیب کے ساتھ درج کی گئی ہیں کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں ایک منٹ میں آسانی کے ساتھ نکل آئیں۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ گذشتہ پچاس برس میں حدیث کے موضوع پر ایسی مستند کتاب اردو میں شائع نہیں ہوئی۔ ہر حدیث کے بعد حدیث کی مستند کتب کا حوالہ موجود ہے۔ زبان ایسی شستہ اور عام فہم کہ عورتیں اور بچے بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ ضخامت تقریباً پانچ سو صفحات۔ کتابت و طباعت اعلیٰ۔ ٹائٹل کئی رنگ میں چھپا ہوا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی رنگین تصویر موجود ہے۔ ڈسٹ کور نہایت خوشنما اور رنگین۔

پورے بیس ابواب کی مکمل اور مجلد کتاب کا ہدیہ صرف Rs. 12/-

DIN DUNIA PUBLISHING CO. JAMAMASJID DELIH

Title and Pictures Printed at the Pilot Press Churiwalan, Delhi-110006

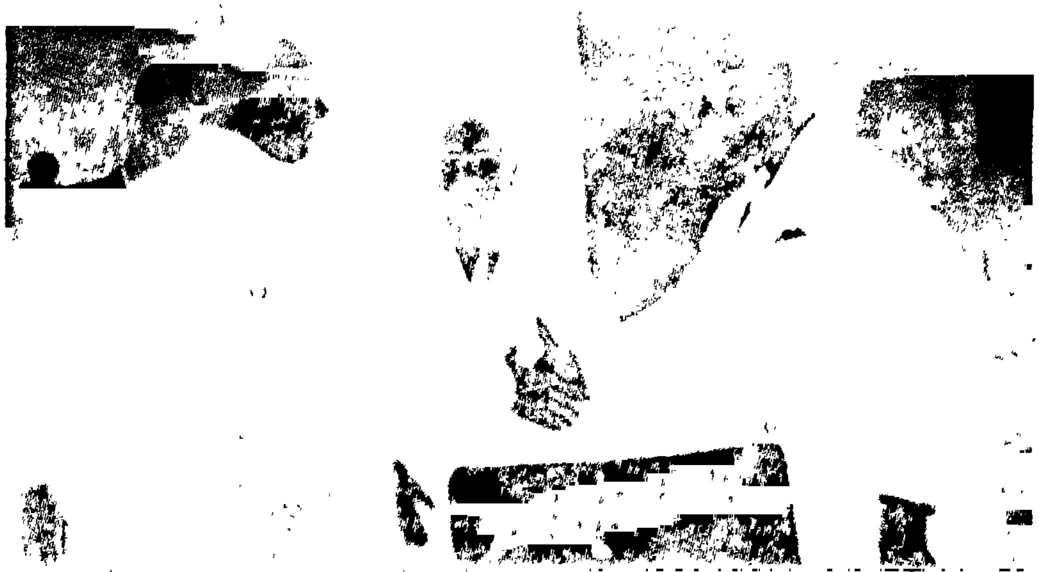
نئی دنیا
دہلی



فاتح مغرب
سلطان ابو یوسف یعقوب

... فرزند عطا کیا ...
... مجاہد ہے جس نے نہ صرف ...
... بلکہ ... حوصلہ مندی کی بدولت ...
... میں دور دور تک ...

PRICE
Rs. 2.00



عراق کے وزیر خارجہ ''جنرل مہدی'' ایک غیر ملکی مدبر کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں



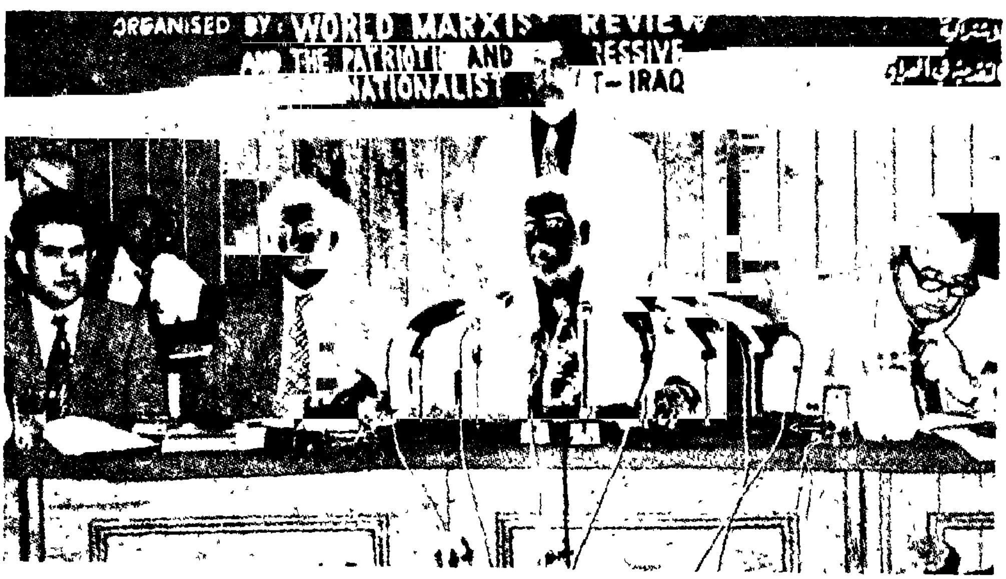
سعودی عرب کے وزیر خارجہ
شہزادہ سعود بن عبدالعزیز''



مکہ کی اسلامی کانفرنس کے روح رواں
''شہزادہ فہد''



نئی دہلی میں "اسلامی سیمینار" کے موقعہ پر مسز اندرا گاندھی۔ نائب صدر مسٹر ہدایت اللہ کو
جناب "محمد عثمان عارف" کے نعتیہ کلام کا مجموعہ "عقیدت کے پھول" دیکھ کر رہی ہیں
تصویر میں محمد عثمان عارف بھی اندرا جی کے قریب کھڑے ہیں



عراق کے صدر "صدام حسین" بغداد میں ایک سوشلسٹ کانفرنس کا افتتاح کر رہے ہیں



مغربی جرمنی کے صدر کارل کارسٹن- ویسٹ جرمنی سے جاتے ہوئے
"شاہ خالد" کو رخصت کر رہے ہیں



پاکستان کے وزیر خارجہ "آغا شاہی"



پاکستان [illegible] "جنرل ضیاء"



ہندوستان کی طرح پاکستان کے سرکاری اور غیر سرکاری دفتروں میں
عورتوں کا دور دورا شروع ہو گیا ہے



ایران و عراق کی جنگ کے سلسلہ میں بمبئی کی ایرانی خواتین کا
ایران کی انقلابی حکومت کے حق میں مظاہرہ



مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں جمعہ کی نماز

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور اصلاحی جریدہ

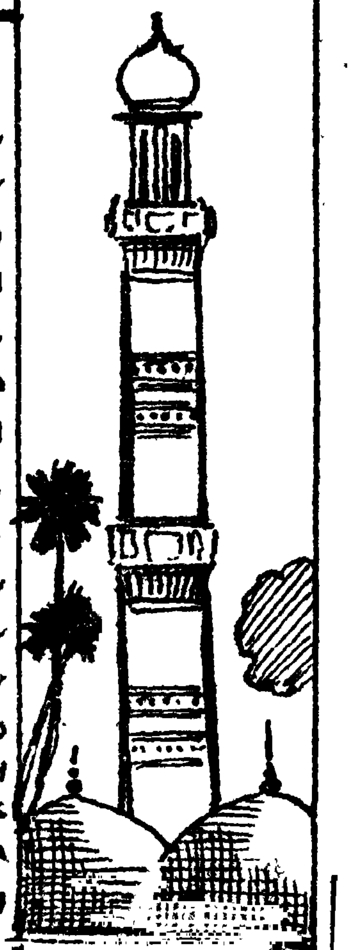
ماہنامہ

دین دنیا

دھلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۱۶	مارچ ۱۹۸۱ء	نمبر ۳



قیمت سالانہ
اکیس روپے
ششماہی
گیارہ روپے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا بادیس۔۔۔۔ متصل جامع مسجد دہلی ۶
دیکھائی دینگا کے تین روپے زائد کا خرچ ہے اس لئے منی آرڈر بھیجئے۔

قیمت فی پرچہ
دو روپے
پاکستان بنگلہ دیش اور برما سے پچاس روپے
غیر ممالک سے سو روپیہ سالانہ

مفتی شوکت علی فہمی۔ ایڈیٹر پرنٹر پبلشر پروپرائٹر نے اپنے خواجہ پریس میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا۔

رفتارِ زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

اسلامی بلاک سے اندیشہ

ہمارے ملک میں مکہ کانفرنس سے بھی خطرہ

ہمارا ملک بڑا عجیب و غریب ملک ہے۔ یہاں ایسے عناصر اور اخبارات بھی موجود ہیں جو ہندوستان سے ہزاروں میل دور مکہ معظمہ سے متصل طائف میں کوئی اسلامی ممالک کی کانفرنس منعقد ہوتی ہے تو اس کانفرنس سے بھی یہاں خطرہ محسوس ہونے لگتا ہے۔ اور یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ ہمارے نیشنلسٹ پریس کے مزاج کی افتاد کیا ہے۔ مثال کے طور پر اخبار تیج دہلی اپنی ۲۸ جنوری کی اشاعت میں مکہ کانفرنس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"دنیا میں دو پاور بلاک پہلے ہی سے موجود ہیں۔ ایک روسی بلاک اور دوسرا امریکی بلاک۔ اب دنیا میں اسلامی ممالک کا ایک تیسرا بلاک بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ چنانچہ سعودی عرب میں مکہ کے نزدیک اسلامی ممالک کی جو کانفرنس ہوئی ہے اس میں پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک اس کوشش میں ہیں کہ اسلامی ممالک کا ایک علیحدہ بلاک بن جائے۔ آپ کو معلوم ہے کہ سعودی عرب نے پاکستان کو ہائیڈروجن بم بنانے کے لئے آٹھ ارب ڈالر کی امداد دینا منظور کی ہے۔ اور اس بم میں مذہبی رنگ پیدا کرنے کے لئے اس کا نام اسلامی بم رکھا گیا ہے۔ سعودی عرب نے اگرچہ اس خبر کی تردید کر دی ہے۔ لیکن اس کی تردید کوئی معنی نہیں رکھتی اور اس سخاوت کے جواب میں پاکستان کے پریسیڈنٹ جنرل ضیاء الحق نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ چونکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کا دینی مرکز سعودی عرب ہے اس لئے شاہ خالد کو امیر المومنین تسلیم کیا جائے۔ سعودی عرب کے شاہ اس قسم کی باتوں کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس بدلتی ہوئی دنیا میں وہ اپنی بادشاہت اور اپنے فرسودہ نظام کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ بہرحال اگر اسلامی بلاک قائم ہو گیا تو دنیا کے حالات میں مزید پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی اور ہندوستان کے لئے نئے خطرات پیدا ہو جائیں گے"۔

یہ یاد رہے کہ یہ خیالات کسی راشٹریہ سنگھی یا جن سنگھی اخبار کے نہیں بلکہ ایک پکے کانگریسی اخبار کے ہیں۔ کیسی عجیب بات ہے کہ ہندوستان کے وزیر خارجہ نرسمہا راؤ تو حیدرآباد میں ہند عرب سوسائٹی کی تقریبات کا افتتاح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "ہندوستان اور عرب ممالک کے تعلقات بہت قریبی ہو چکے ہیں۔ اب ضرورت یہ ہے کہ نئے نئے محاذوں پر عرب و ہند کے تعاون کا جائزہ لیا جائے" لیکن یہاں کے نیشنلسٹ پریس کی حالت یہ ہے کہ اگر مسلم ممالک طائف میں سر جوڑ کر بیٹھے

ہیں۔ اور اگر ہم ان تمام مسائل پر غور کرتے ہیں جن پر کہ دہلی کی ناوابستہ ممالک کی کانفرنس میں غور کیا گیا ہے تو اُس سے ہندوستان کے لیے خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور پھر یہ فکر دامنگیر ہو جاتی ہے کہ کہیں دنیا کے مسلم ممالک متحد ہونے کے بعد کوئی اپنا تیسرا بلاک نہ بنا لیں۔

ہمارے ملک میں مسلم ممالک سے خطرہ کا یہ احساس کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اِس سے پہلے بھی ہمارے ملک کا نیشنل پریس اور لیڈر بار بار اِس خطرہ کا اظہار کر چکے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں رام لیلا گراؤنڈ دہلی میں آریہ سماجیوں کا ایک جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں تقریر کرتے ہوئے سابق ممبر پارلیمنٹ شری اوم پرکاش نے اِسی خطرہ کا اظہار کرتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا تھا "ہمارے ملک میں ہندوؤں کے خلاف طرح طرح کی سازشیں ہو رہی ہیں جن میں سے ایک سازش یہ بھی ہے کہ مسلم ممالک کا بلاک بھارت کو پچاس برس کے اندر مسلم ملک بنانے کا خواب دیکھ رہا ہے۔" ملاحظہ فرمایئے کہ ہمارے ملک میں مسلم ممالک کے خلاف کس طرح زہر پھیلایا جا رہا ہے۔

اور یہ تو کل ہی کی بات ہے کہ مراد آباد کے فسادات کے سلسلہ میں سعودی عرب اور دوسرے عرب ممالک کے خلاف ہمارا نیشنل پریس کئی ماہ تک بے بنیاد پروپیگنڈے کے ذریعہ زہر پھیلاتا رہا ہے۔ اور مسلسل یہ پروپیگنڈہ ہوتا رہا ہے۔ کہ مراد آباد کے فسادات میں عرب ممالک کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اور عرب ممالک میں سب سے زیادہ اُس میں سعودی عرب کو مطعون کیا گیا تھا جہاں حال ہی میں مسلم ممالک کی کانفرنس ہوئی تھی۔ چنانچہ اخبار پرتاپ نے اپنی ۱۳ جولائی ۸۰ء کی اشاعت میں لکھا تھا کہ "عرب دیش تیل کا روپیہ جس طرح استعمال کر رہے ہیں اِس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ ہندوستان میں اپنا ایک اسلامی گڑھ بنانا چاہتے ہیں۔ اِس روپیہ سے جگہ جگہ اسلامی مدرسے اور یونیورسٹیاں قائم ہو رہی ہیں جن میں کہ اُسی طرح زہریلا پرچار ہوگا جیسا علیگڑھ میں ہوتا ہے۔ آج سب سے زیادہ روپیہ سعودی عرب سے اِس دیش میں آ رہا ہے۔ اور سعودی عرب وہ ملک ہے جہاں اِس دیش کے سکھوں کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ آج سعودی عرب سے کروڑوں روپیہ اِس دیش کے مسلمانوں کے لئے آ رہا ہے۔ اور یہ دیش (یعنی سعودی عرب) ایسا ہے جو ہمارے دیش کو ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتا۔" اور اب اسی اخبار پرتاپ نے مکہ کی کانفرنس کا مذاق اڑاتے ہوئے اپنی ۲۹ جنوری کی اشاعت میں شاہ خالد کو تختہ مشق بناتے ہوئے لکھا ہے۔

"اَن پڑھ اور بھولے بھالے بادشاہ تو خوابوں کی دنیا میں رہنا گوارہ کر سکتے ہیں۔ لیکن جب بڑے بڑے حکمران بھی ایسا ہی کرنا شروع کر دیں تو ان لوگوں کی حالت پر رحم کرنا پڑتا ہے جن کی قسمت میں ایسے حکمران لکھے ہوں۔ سعودی عرب کی سرکار نے طائف میں دنیا بھر کے مسلم حکمرانوں کی ایک کانفرنس بلائی۔ اُن کا سواگت کرتے ہوئے سعودی عرب کے حکمران شاہ خالد نے اُن سے اپیل کی کہ وہ اسلام کے نام پر اکٹھے ہو کر روس کو افغانستان سے نکالنے کی کوشش کریں اور یروشلم سے یہودیوں کو۔ جب میں نے اپیل پڑھی تو میں حیران ہوا کہ کسی ان پڑھ مولوی سے تو میں اس کی امید کرتا تھا لیکن یہ خیال نہ تھا کہ دیش کا ذمہ دار سربراہ بھی اس قسم کی اوٹ پٹانگ باتیں کر سکتا ہے۔ مذہب کے نام پر لوگوں کو بیوقوف تو بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن جب حقائق سے ٹکراؤ ہوگا تو سب چور چور ہو جائیں گے۔"

اِن تحریروں کو پڑھیے اور اِن کے سوقیانہ انداز پر غور کیجیے۔ ہمارے ملک میں تقریباً سب ہی اسلامی ممالک کے سفارت خانے موجود ہیں۔ ذرا سوچیے کہ جب وہ اپنے بارے میں بازاری انداز کی تحریروں کو پڑھتے ہوں گے تو وہ ہندوستانی اخبارات اور ہندوستانیوں کے بارے میں کیا رائے قائم کرتے ہوں گے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ایک ایسی عرب مخالف اور اسرائیل نواز لابی موجود ہے جو سالہا سال سے عرب ممالک سے ہمارے تعلقات بگاڑنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہے۔ لیکن ہمارے ملک کی وزارت خارجہ اِس ہند دشمن لابی کی جانب سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہے۔ اور اِس بات کو بھولے ہوئے ہے کہ عرب ممالک سے ہمارے صرف دوستانہ تعلقات ہی نہیں ہیں بلکہ عربوں کے ساتھ ہمارا کروڑوں کا نہیں بلکہ اربوں کا کاروبار ہے۔ دس لاکھ کے قریب ہندوستانی عرب ممالک کے مختلف شعبوں کا روزگار حاصل کر رہے جن کے ذریعہ ہندوستان کو دو کروڑ روپیہ یومیہ سے بھی زیادہ کا زرمبادلہ حاصل ہو رہا ہے۔ لیکن اِن تمام مفادات کو نظر انداز کر کے

ہوئے یہ اسرائیل نواز لابی عرب ممالک کو بدنام کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتی کبھی ایٹم بم بنانے کا الزام عرب ممالک پر لگایا جاتا ہے۔ اور کبھی ہندوستان کے فسادات میں عرب ممالک کو ملوث کیا جاتا ہے۔ اور کبھی گڑگا نفرنس کا سہارا لیکر ملک میں یہ غلط فہمی پھیلائی جاتی ہے کہ یہ کانفرنس ہندوستان کے لئے خطرہ ہے سوال یہ ہے کہ یہ اسرائیل نواز سرگرمیاں کب تک اِس ملک میں جاری رہیں گی اور ہندوستان کے مفادات کے خلاف اِس کھلے اقدام کو کب تک گوارہ کیا جاتا رہے گا۔

مسلم یونیورسٹی کے خلاف زہر افشانی

علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کا ایک پروفیسر اگر مسلم یونیورسٹی اور یونیورسٹی کے طلبا کے خلاف بیان دیتے ہوئے اور یونیورسٹی کو بدنام کرنے کی غرض سے یہ کہتا ہے کہ

"یونیورسٹی کا ہوسٹل جرائم پیشہ لوگوں کا اڈا بنا ہوا ہے جہاں جرائم پیشہ لوگوں کو پناہ دی جاتی ہے یونیورسٹی انتظامیہ غنڈوں کا قبضہ ہے۔ یونیورسٹی کا تعلیمی معیار اسقدر گر گیا ہے کہ مسلم فرمیں تک علیگڑھ کے طلبا کو روزگار دینے کے لئے تیار نہیں ہیں"

تو اس زہر آلود بیان پر اگر مسلم یونیورسٹی کے طلبا میں ناگواری پیدا ہوتی ہے تو کوئی عجیب بات نہیں۔ اور اگر طلبا اِس بیان پر احتجاج کرتے ہیں یا دھرنا دیتے ہیں۔ اور آخر تک پر امن رہتے ہیں تو یہ کوئی ایسا واقعہ نہیں تھا کہ اسپر نہ صرف یونیورسٹی بند کر دی گئی بلکہ طلبا کو جیلوں میں بھی ٹھونس دیا گیا۔

ضرورت اِس کی تھی کہ وائس چانسلر تدبر اور ہوشمندی کے ساتھ معاملہ کو سلجھاتے اور اُس اقدام سے حتی المقدور گریز کرتے جس سے کہ یونیورسٹی بند ہوتی۔ ہزاروں طلبا کی تعلیم کا نقصان ہوتا اور طلبا کو ہوسٹل چھوڑنے کی زحمت گوارا کرنی پڑتی اور غریب طلبا کو سفر کا بیجا خرچہ برداشت کرنا پڑتا۔ ساتھ ہی یونیورسٹی کے ذمہ دار ارکان کو یہ بات بھی سوچنی چاہئے تھی کہ مسلم یونیورسٹی کے مخالف عناصر اُن کے غلط اقدام سے ناجائز فائدہ بھی اٹھا سکتے ہیں۔ چنانچہ پرتاپ اور اُس جیسے دوسرے اخبارات پروفیسر عرفان حبیب کے اِس قابل اعتراض بیان اور یونیورسٹی کے بند کرنے کے سانحہ پر قلم فرسائی کرتے ہوئے لکھ رہے ہیں کہ "آخر ہم نہ کہتے تھے کہ مسلم یونیورسٹی میں غنڈہ پروری ہو رہی ہے جو اِس حد تک پہنچ گئی ہے کہ ایک پروفیسر کی حق گوئی پر طلبا نے ایک نیا ہنگامہ کھڑا کر دیا ہے" غرضکہ ہمارے ملک کے اخبارات میں اِس غلط اقدام کی بنا پر مسلم یونیورسٹی کے خلاف بری طرح زہر افشانی شروع ہو گئی ہے۔

پھر بھی ہمارے لئے یہ چیز قابل اطمینان ہے کہ "بعد از خرابی بسیار" وائس چانسلر صاحب نے پروفیسر عرفان حبیب کے نام چارج شیٹ جاری کر دیا ہے۔ جس میں کہ اُن پر بے ضابطگی کا الزام لگاتے ہوئے کہا گیا ہے کہ وہ اِس بات کی صفائی پیش کریں کہ انھوں نے کیوں ایک ایسا غیر ذمہ دارانہ بیان دیا جس کی بنا پر طلبا کو اُن کے خلاف تحریک شروع کرنی پڑی۔ اور یونیورسٹی کو بند کرنے تک کی نوبت آ گئی"

کاش وائس چانسلر یہ قدم پہلے ہی اٹھا لیتے تو شاید یونیورسٹی کو بند کرنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ خیر غنیمت ہے کہ انہیں حالات کی نزاکت کا احساس تو ہوا۔ اور وہ یونیورسٹی کے حالات کو سدھارنے کی جانب متوجہ تو ہوئے۔ اور یہ چیز بھی ہمارے لئے قابل اطمینان ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے تقریباً تمام گرفتار شدہ طلبا غیر مشروط طور پر رہا کر دیے گئے ہیں اور ریاستی حکومت نے اُن کے خلاف تمام مقدمات واپس لے لئے ہیں۔ مگر یونیورسٹی کے ذمہ دار ارکان کو یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ ہمارے ملک میں ایسے عناصر موجود ہیں جو مسلم یونیورسٹی کے حالات کو معمول پر آنا کسی طرح بھی پسند نہیں کرتے اُن سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

اور ایک ایسے وقت میں جبکہ مسلم یونیورسٹی ایکٹ کا مسئلہ بھی زیر غور ہے۔ بہت زیادہ احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے کیونکہ ایسے مواقع پر اکثر اوقات یونیورسٹی میں فرقہ دارانہ ہنگامے تک برپا کر دیے جاتے ہیں۔ بہرحال ہمیں تو توقع رکھنی چاہئے کہ آئندہ وائس چانسلر صاحب احتیاط سے کام لیں گے اور مسلم یونیورسٹی جلد ہی کھل جائے گی۔

مسز اندرا گاندھی اور اسلام

۲۸ جنوری کو نئی دہلی میں "دنیا کی ثقافت و تہذیب میں اسلام کا حصہ" کے موضوع پر ایک سہ روزہ سمینار ہوا تھا۔ جس میں کہ ہندوستان اور بیرونِ ہند کے علما اور دانشوروں نے شرکت کی تھی۔ اِس سمینار کا افتتاح کرتے ہوئے اسلام کے موضوع پر مسز اندرا گاندھی نے جو تقریر کی ہے وہ اُن افتراق پسندوں کے لئے ایک دندان شکن جواب ہے جو زمانہ دراز سے ہندوستان میں اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔

ملک کے اتحاد اور یکجہتی کے دشمن اِس طبقہ کا کہنا ہے کہ "اسلام ایک غیر ملکی مذہب ہے جس کا ہندوستان سے کوئی تعلق نہیں اِسلئے اِس مذہب کے ماننے والوں کو ملکی نہیں قرار دیا جا سکتا۔ یہ رہتے تو بھارت میں ہیں لیکن اِن کا دل مکہ اور مدینہ میں پڑا رہتا ہے جب تک یہ علیحدہ مذہب اور سنسکرتی کو اپنائے بیٹھے ہیں تب تک وہ بدیشی ہی رہیں گے مسلمان اِس ملک کے ہرگز شہری نہیں ہیں۔ یہ چوروں اور ڈاکوؤں کی طرح بھارت میں گھس آئے ہیں۔ اور اپنے زمانہ اقتدار میں انھوں نے بھارت کی سنسکرتی کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ یہ تلوار کے زور سے بھارت کے رہنے والوں کو مسلمان بناتے رہے ہیں۔ اور بھارت کی تہذیب کو غارت کرتے رہے ہیں" یہ ہے اسلام کے خلاف وہ زہر افشانی جو ہمارے ملک میں زمانہ دراز سے جاری ہے۔ اور جس میں کہ تقسیم ملک کے بعد اور بھی شدت پیدا ہو گئی ہے۔

مسز اندرا گاندھی نے حال ہی میں اِس سمینار میں اسلام کے بارے میں جو تقریر کی ہے وہ اسلام کو بدنام کرنے والے اِن افتراق پسندوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے مسز اندرا گاندھی نے کہا ہے۔ "ہندوستان نے ہمیشہ سے اسلام کو اپنا ایک مذہب تسلیم کیا ہے اور اسلام ہمیشہ اس ملک میں پھولتا پھلتا رہے گا اگر دیکھا جائے تو مسلم آبادی کے لحاظ سے ہندوستان دنیا میں دوسرے نمبر کا سب سے بڑا ملک ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر اہم بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے کئی صدیوں تک ہندوستانی زندگی میں نہایت ہی اہم رول ادا کیا ہے۔ اسلامی عناصر نے ہمارے ملک کے دیگر عناصر کے ساتھ تعلق قائم کیا۔ انھیں متاثر کیا۔ اور خود بھی اُن سے متاثر ہوئے اور یہ تعلق انسانی سرگرمیوں کے ہر شعبہ مثلاً فلسفہ، روحانیت، ریاستی نظام، سماجی تنظیم، فنِ تعمیر، موسیقی، ادب، ریاضی، طب، دستکاری، ٹیکنالوجی، معاشیات اور زبان وغیرہ میں رہا ہے"

مسز اندرا گاندھی نے آگے چل کر کہا ہے کہ "گزشتہ چودہ صدیوں کے دوران اسلام کے عروج کے بعد سے متعدد اسلامی محقق اور عالم ہندوستان آتے رہے ہیں۔ اور آج بھی دہلی اِس قدیم تعلق کا نمونہ ہے۔ ہندوستان میں مسلم فاتح بھی آئے اور مسلم سلطنتیں بھی قائم ہوئیں لیکن اِن سے کئی صدی قبل اسلام ایک مذہب اور ثقافت کی حیثیت سے ہندوستان میں داخل ہو چکا تھا۔ نیز پیغمبر اسلام کی ولادت سے قبل ہی ہندوستان اور مغربی ایشیا کے عوام کے درمیان ثقافتی اور تجارتی تعلقات قائم تھے چنانچہ جب اسلام نے عربوں کی زندگی اور ذہنیت کو بدل دیا تو اِس تبدیلی کا اثر ہندوستان تک پہنچنے میں بھی دیر نہیں لگی"

وزیر اعظم نے ہندوستان کی شہریت قبول کرنے والی یورپین خاتون مسز اینی بیسنٹ کے وہ الفاظ بھی یاد دلائے جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے علمی میدان میں کیسے عظیم کارنامے انجام دئے ہیں۔ مسز اینی بیسنٹ نے کہا تھا کہ "اسلام نے آٹھویں صدی سے علم کی مشعل روشن رکھی۔ مسلمان جہاں بھی گئے اپنے ساتھ علم کی روشنی لے کر گئے۔ اُنھوں نے فتوحات ضرور کیں لیکن مقبوضہ ممالک میں مدرسوں اور یونیورسٹیوں کی بنیاد رکھی۔ مصر، بغداد اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں کو پیروانِ اسلام کے زیرِ سایہ خوب فروغ حاصل ہوا یورپ کے عیسائی مسلمانوں سے سائنس سیکھنے گئے مسلمانوں نے ہندوؤں اور یونانیوں سے علم ریاضی حاصل کیا۔ ستاروں کا مشاہدہ کیا زمین کی نئے سرے سے پیمائش کی اُنھوں نے دنیا کو نئے طرز تعمیر۔ فن موسیقی۔ سائنس۔ زراعت اور صنعت کاری عطا کی اور سب ہی علوم کو بلندیوں پر پہنچایا۔ اور فلسفہ میں تو اُنکی حیثیت نہایت بلند ہے"

وزیر اعظم نے پیغمبر اسلام کی غیر معمولی۔ ذہانت، عظمت، تدبر اور انسان دوستی کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ "اُنھوں نے نوعِ انسانی کے لئے ایک مکمل ضابطہ قانون اور ترقی کے

سے کھلا راستہ عطا کیا ہے۔" اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے انھوں نے کہا کہ "اسلام نے علم کو شش۔ اور فرض شناسی پر زور دے کر عالمی تبدیلی۔ اور جمہوری قدروں کی تشکیل کی۔ مردوں اور عورتوں میں مساوات نیز لاتعداد قبیلوں اور فرقوں میں انسانی یکجہتی کا جذبہ پیدا کرنے میں اہم رول ادا کیا۔ پھر اسلامی فلسفہ اور قدیم ہندوستانی فلسفہ کے امتزاج سے ہمارے ملک میں صوفی ازم اور بھگتی تحریک عالم وجود میں آئی۔ ہندوستان اور دنیا کی ثقافت پر اسلام کے گہرے اثرات ہیں جنھیں کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔"

ہم کو مسز اندرا گاندھی کا شکر گزار رہنا چاہیے کہ انھوں نے اسلام کے بارے میں اپنے واضح خیالات کا اظہار کر کے ہندوستان کے اُن مسلم دشمنوں کو دندان شکن جواب دیا ہے۔ جنھیں اسلام اور مسلمانوں میں کوئی خوبی ہی نظر نہیں آتی۔ اور ہم کو توقع ہے کہ اسلام کے بارے میں وزیر اعظم کے اِن تاثرات سے ہمارے ملک میں اتحاد و یکجہتی کی تحریک کو تقویت پہنچے گی اور اُن عناصر کی ہمت شکنی ہوگی جو زمانہ دراز سے اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔

ایران میں خانہ جنگی شروع

ایران کے متعلق جو اندیشہ تھا وہ سامنے آنا شروع ہو گیا ہے ایرانی ملاؤں کے سربراہ علامہ آیت اللہ خمینی اور ایران کے ترقی پسند لیڈر اور پریزیڈنٹ ابوالحسن بنی صدر میں شدید کشیدگی پیدا ہو گئی ہے۔ علامہ خمینی بنی صدر پر نکتہ چینی کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ "یہ ترقی پسند لیڈر ایران کو دوبارہ غلام بنا دیں گے۔" اُدھر ابوالحسن بنی صدر اپنی تقریروں میں ایرانی ملاؤں پر برس رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ "اِن ملاؤں نے امریکی یرغمالوں کا فتنہ اٹھا کر ساری دنیا کو ایران کا مخالف بنا دیا ہے۔" اور اُن کا کہنا ہے کہ "ایران میں ملاؤں کی ٹولی ملک کو تباہ کر کے رہے گی۔"

اُدھر ایرانی ملاؤں۔ اور ایران کے ترقی پسند لیڈروں کی ٹولیوں میں بھی جم کر سڑکوں میں لڑائی شروع ہو گئی ہے۔ چنانچہ تہران کی اطلاع ہے کہ ۱۳ فروری کو جبکہ ایران میں اسلامی انقلاب کی دوسری سالگرہ منائی گئی تو اِن تقریبات کے دوران بعض شہروں میں ملاؤں اور ترقی پسندوں کے گروہ آپس میں متصادم ہو گئے۔ جس میں کہ متعدد شخص ہلاک اور زخمی ہوئے۔

ملاؤں کے ترجمان اخبار کیہان کا بیان ہے کہ بحر کیسپین کے ساحلی علاقہ میں واقع شہر اسول میں اسلام پرستوں اور ترقی پسندوں کے گروہوں کے درمیان لڑائی جاری ہے۔ یہ لڑائی رات تک جاری رہی سیکوریٹی فورس نے آنسو گیس کا استعمال کر کے حالات پر قابو پایا۔ اِس لڑائی میں بھی متعدد اشخاص ہلاک اور زخمی ہوئے۔ اِس کے علاوہ معلوم ہوا ہے کہ شہر بزد میں بھی سڑکوں پر لڑائی ہو رہی ہے اسکول بازار۔ فیکٹریاں گزشتہ دو روز سے بند ہیں۔ اور یہ خانہ جنگی ایران کے سب ہی علاقوں میں پھیلتی جا رہی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ایران کے ملاؤں کی حکومت کا دم ٹوٹ چکا ہے ایک تو عراق و ایران کی جنگ نے ملاؤں کی حکومت کی چولیں کو ہلا دیا ہے دوسرے یرغمالوں کے معاملہ نے ایرانی عوام میں سخت ناگواری پیدا کر دی ہے۔ کیونکہ اب ایرانی عوام یہ سمجھ رہے ہیں کہ ایرانی ملا امریکنوں کے فریب میں آ گئے اور انھوں نے ایران کی واجب رقم کے ایک چوتھائی حصہ پر سودا کر لیا اور اِس چوتھائی رقم کا بھی بیشتر حصہ امریکہ کے واجب قرضوں میں چلا گیا۔ اور اب عام اندیشہ یہ پیدا ہو گیا ہے کہ کہیں ایرانی ملا امریکہ سے ایران کی آزادی کا سودا ہی نہ کر لیں اور بعض حلقوں کا تو یہاں تک خیال ہے کہ ایرانی ملاؤں کی امریکہ سے سودے بازی جاری ہے

حقیقت یہ ہے کہ ایرانی ملاؤں نے اپنے عدم تدبر اور ناتجربہ کاری کی بنا پر ایران جیسے مستحکم اور تیل کی دولت سے مالا مال ملک کو غارت اور تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اور انھوں نے صرف ایران ہی کو تباہ نہیں کیا ہے بلکہ اُن کے ہاتھوں ایران میں جو قتل عام ہوا ہے اُس کی بنا پر اسلام بھی دنیا میں بری طرح بدنام اور رسوا ہوا ہے۔ اور یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ اسلام قاتلوں اور خونیوں کا مذہب ہے، مگر یہ دیکھ کر اطمینان ہوتا ہے کہ اب اِن ایرانی ملاؤں کے خلاف بغاوت پھیلتی جا رہی ہے۔ اور ترقی پسند لیڈر ان کا تختہ الٹنے کی فکر میں ہیں۔ چنانچہ ایران کے پریزیڈنٹ ابوالحسن ان ملاؤں کے خلاف کھل کر میدان میں آ گئے ہیں چنانچہ انھوں نے

حال ہی میں مشرقی ایران میں پناہ گزینوں کے ایک کیمپ میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ "ہمارے ملک میں ملا ناشاہی کا خطرہ پیدا ہو چکا ہے۔ عوام کو چاہئے کہ وہ اُن لوگوں کے خلاف برسرپیکار ہو جائیں جو بہتان تراشی، تشدد، ایذارسانی، لوگوں کو قیدی بنانے اور موت کے گھاٹ اتارنے جیسے غیر اسلامی طریقوں میں یقین رکھتے ہیں۔" ہمکو خوشی ہوگی اگر ان ملاؤں کے خلاف بغاوت کامیاب ہو جائے۔ اور ایرانی عوام کو اُن ملاؤں سے نجات ملے جنہوں نے ایک اسلامی ملک کو تباہ کرکے رکھ دیا ہے۔

مسلمانوں سے کھلی ناانصافی کا اعتراف

مرکزی حکومت نے مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کی معاشی اور تعلیمی حالت کا جائزہ لینے اور اُن کا مستقل حل تلاش کرنے کی غرض سے جو اعلیٰ اختیاری پینل بنایا تھا اُس کی عبوری رپورٹ پینل کے چیرمین ڈاکٹر گوپال سنگھ نے ۳۱ جنوری کو وزیر اعظم اور وزیر داخلہ کو پیش کر دی ہے۔ تاکہ وہ اس پر غور کرنے کے بعد اس رپورٹ کی تجاویز کے مطابق اقلیتوں کے مسائل کا حل تلاش کریں۔

یہ مایوس کن رپورٹ حکومت ہی کی جانب سے خود اس بات کا کھلا اعتراف ہے کہ آزادی کے گزشتہ ۳۴ سال میں حکومت مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کیلئے کچھ بھی نہیں کر سکی ہے۔ اِن بدبختوں کی جو بیت حالت ۳۴ سال قبل تھی وہی آج بھی ہے۔ اور اِس ملک کی دیگر اقلیتیں عموماً اور مسلمان خصوصاً آزادی کی نعمت سے آج تک کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے ہیں۔ حکومت نے نہ انکی تعلیمی حالت کو سدھارنے کے لئے کچھ کیا ہے۔ اور نہ سرکاری ملازمتوں ہی میں انکو موقع دیا گیا ہے اس کے علاوہ نہ معاشی اور کاروباری حالت کو سنبھالنے کیلئے انہیں سرکاری قرضے دئے گئے ہیں۔ یعنی آزادی کی نعمتوں سے اُنہیں اس طرح محروم رکھا گیا ہے گویا کہ وہ اس ملک کے باشندے ہی نہیں ہیں اور رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ اُسی طرح کا سلوک کیا گیا ہے جو راشٹریہ سنگھیوں کے گرو گوالوالکر چاہتے تھے۔ یعنی وہ یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو شہری حقوق سے بالکل محروم کر دیا جائے۔

اقلیتی پینل کے چیرمین ڈاکٹر گوپال سنگھ نے اقلیتوں اور اور مسلمانوں کے بارے میں اپنی پینل کی رپورٹ میں کہا ہے کہ "اقلیتوں کی حالت اندازہ سے بھی بدتر ہے" اور شکایت کی ہے کہ جس طرح کہ درج فہرست اقوام اور قبائل کے متعلق اعداد و شمار رکھے جاتے ہیں۔ اُسی طرح اقلیتوں اور مسلمانوں کے متعلق اعداد و شمار نہ ہونے کی وجہ سے وہ یہ صحیح اندازہ نہیں لگا سکے کہ معاشی ترقی سے اقلیتوں کو کس حد تک فائدہ پہنچا اسلئے پینل نے محض نمونہ کے طور پر مختلف شہروں کا جائزہ لے کر اپنے نتائج مرتب کئے ہیں۔ گویا بقول ڈاکٹر گوپال سنگھ اقلیتوں اور مسلمانوں کی جانب سے حکومت کی لاپرواہی کا یہ عالم ہے کہ اُن کی معاشی حالت کے بارے میں اعداد و شمار تک رکھنے کی زحمت گوارہ نہیں کی گئی مسلمانوں کی جانب سے بے نیازی کی انتہا ہے

غرضکہ پینل نے اندازہ لگایا ہے کہ اقلیتوں کی حالت نہایت مایوس کن اور بدتر ہے۔ اور اُنکی حالت درست کرنے کی غرض سے پینل کی جانب سے ۳۰ تجاویز رکھی گئی ہیں۔ پینل کے خیال میں خاص طور پر تعلیم کے میدان میں حالت نہایت نازک ہے چنانچہ مسلم طالب علموں کی تعداد ہائی اسکول یا بی۔ اے تک کل تعداد کا ایک فیصد بھی نہیں ہے جبکہ اقلیتوں کی مجموعی آبادی میں اُن کی تعداد ۱۲ فیصد ہے۔ اور اس تعلیمی کمزوری کو دور کرنے کے لئے کمیشن نے بہت سی تجاویز حکومت کے سامنے پیش کی ہیں۔ مثلاً اقلیتوں یعنی مسلمانوں کے لئے مخصوص تعلیمی مرکز قائم کئے جائیں جن میں کہ خاص طور پر اقلیتوں کے کوچنگ کا انتظام کیا جائے۔

اقلیتی پینل نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ حکومت کے مختلف محکموں میں مسلمانوں اور اقلیتوں کی حالت غیر تسلی بخش ہے۔ اور اُس سے بھی بدتر حال قومیائے ہوئے بینکوں کا ہے جہاں اقلیتوں کی نمائندگی افسوس ناک حد تک کم ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بینکوں نے اقلیتوں کو نمائندگی دینے کی کوئی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔ اور یہی حالت بینکوں کے قرضوں کی بھی ہے۔ اقلیتوں کو تجارت اور صنعت کے لئے بہت کم قرضے ملے ہیں۔ چنانچہ متفرق جائزوں سے پتہ چلا ہے اقلیتوں کو قرضوں کی سہولتوں کی جسقدر امید تھی اُتنے اُنہیں نہیں مل سکے ہیں۔

پینل کے خیال میں اقلیتوں کی راہ میں چند در چند رکاوٹیں موجود ہیں جنھیں دور کرنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ اسلئے حکومت کا یہ فرض ہے کہ حالات کی سنگینی کو محسوس کرے اور ملازمتوں میں تعلیم کے میدان میں ملک کے اندر معاشی ذرائع کی فراہمی میں اقلیتوں کی پوری پوری مدد کرے

حکومت کی قائم کردہ اقلیتی پینل کی یہ افسوسناک رپورٹ دراصل حکومت کی جانب سے مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی کا کھلا اعتراف ہے اب دیکھنا ہے کہ حکومت پینل کی تعمیری تجاویز پر کس طرح عمل کرتی ہے۔ اور انہی اُن کوتاہیوں کی کس طرح تلافی کرتی ہے۔ جنھوں نے اس ملک کی دوسری اقلیتوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً آزادی کی نعمتوں سے قطعی محروم کرکے رکھ دیا ہے۔

مسجدیں اور قبرستان بھی غیر محفوظ

آجکل دہلی میں ایشیائی کھیلوں کے لئے وسیع پیمانہ پر انتظامات ہو رہے ہیں۔ یہ بات یاد رہے کہ اِن کھیلوں کے لئے عرب ممالک نے بھی کروڑوں روپیہ دیا ہے مگر اس کھیل تماشہ کے لئے جو انتظامات کئے جا رہے ہیں اُن کی زد میں دہلی کے قدیم مسلم قبرستان بھی آگئے ہیں یعنی درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء کے ایک وسیع مسلم قبرستان کی آراضی پر اِن ایشیائی کھیلوں کے لئے نئی نئی تعمیرات کی جا رہی ہیں جن کی وجہ سے مسلمانوں میں ناگواری کا پھیلنا ایک قدرتی بات ہے۔ چنانچہ اِس ناپسندیدہ اقدام کے خلاف مسلمانانِ دہلی کی جانب سے شدید احتجاج کیا جا رہا ہے۔ اور جمعیۃ العلما ہند کی مجلس عاملہ نے بھی قبرستانوں اور مساجد کی اِس بے حرمتی کے خلاف ۹ فروری کو ذیل کی قرارداد منظور کی ہے۔

"ملک میں موقوفہ جائیدادوں اور مسلمانوں کے اوقاف پر ناجائز قبضوں اور اُن کی تباہی کی خبریں برابر آتی رہتی ہیں چنانچہ معلوم ہوا ہے کہ سید پور (گجرات) میں مسجد بند کردی گئی ہے۔ پنجاب میں موقوفہ جائیدادیں قبرستان اور مسجدیں تک فروخت کی جا رہی ہیں۔ بے شمار مسجدوں پر لوگوں کا غاصبانہ قبضہ ہے۔ خود دہلی میں حضرت نظام الدین (متصل اوبرائے ہوٹل) قبرستان کی آراضی پر ایشیائی کھیلوں کے لئے تعمیرات کی جا رہی ہیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو اوقاف کی اِس تباہی پر تشویش ہونا قدرتی بات ہے لہذا جمعیۃ العلمائے ہند کی مجلس عاملہ اوقاف کی اِس تباہی پر سخت تردد کا اظہار کرتے ہوئے ریاستی اور مرکزی حکومت کی لاپرواہی پر سخت افسوس کا اظہار کرتی ہے"

پھر معاملہ صرف اسی حد تک نہیں ہے۔ بلکہ معلوم ہوا ہے کہ مرادآباد کے فساد کے دوران بقول مولانا اسعد مدنی صدر جمعیۃ العلماء ہند دو مسجدوں کو توڑ کر مندر بنا لیا گیا ہے۔ لیکن ہماری حکومت اِس جسارت کو خاموشی سے بیٹھی ہوئی دیکھ رہی ہے۔ اور اسی طرح۔ بنوآگرہ کی لال مسجد کے احاطہ میں مورتی رکھ دی گئی ہے۔ جس کے خلاف مسلمانوں میں سخت ناگواری پھیلی ہوئی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کا ایک وفد اِس سلسلہ میں ذمہ دار حکام سے بھی مل چکا ہے۔ مگر اب تک کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکل سکا ہے۔

سب ہی کو معلوم ہے کہ ہمارے ملک کے آئین نے اقلیتوں اور مسلمانوں کو مساجد، قبرستانوں اور مسلم اوقاف کے تحفظ کی پوری پوری ضمانت دی ہے۔ لیکن اِس ضمانت کے باوجود انتہائی بے دردی کے ساتھ مساجد۔ قبرستانوں اور مسلم موقوفہ جائیدادوں پر ہاتھ صاف کیا جا رہا ہے۔ ہم خصوصیت کے ساتھ اس معاملہ کی جانب ہندوستان کے وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ کو جو کہ ایک نہایت ہی صاف دماغ لیڈر ہیں توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ہم ہندوستان کے وزیر خارجہ شری نرسمہا راؤ سے کہیں گے کہ وہ ٹھنڈے دل سے یہ سوچیں کہ جب ایشیائی کھیلوں کے لئے گرانقدر امداد دینے والے عرب ممالک کو یہ معلوم ہوگا کہ ان کھیلوں کی خاطر مسلم قبرستانوں پر ہاتھ صاف کیا جا رہا ہے تو اُن پر اِس کا کیا اثر ہوگا۔

دین دنیا کی بنیادوں کو مستحکم کیجئے

دین دنیا جس دلیری کے ساتھ ملتِ اسلامیہ کی خدمت انجام دے رہا ہے اُس سے دین دنیا کے ناظرین بخوبی واقف ہیں یہ ہندوستان کا سب سے بیباک اور حق گو جریدہ ہے جس کے بیباک شذرات اور مفید مقالات کی سارے ملک میں دھوم ہے۔

خوابیدہ اُمنگوں کو جگا

(از مولانا نسیم بستوی)

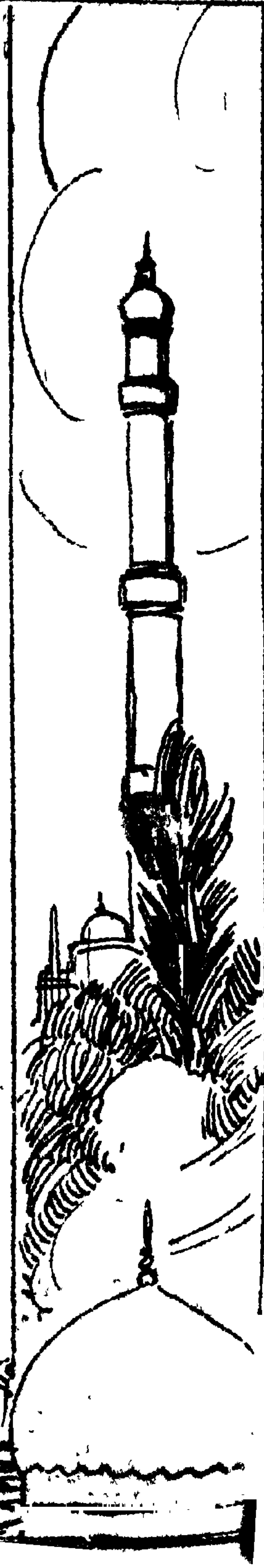
اُٹھ ذرا دین کی خوابیدہ اُمنگوں کو جگا مردِ مومن ہے تو اللہ کا پیغام سُنا
آتشِ ظلم کو ایمان کی شبنم سے بجھا جو درندے ہیں اُنھیں پیکرِ اخلاق بنا
چھین کر چاند کی تنویر چمک تاروں کی
جگمگا محفلِ تاریک دلِ افگاروں کی

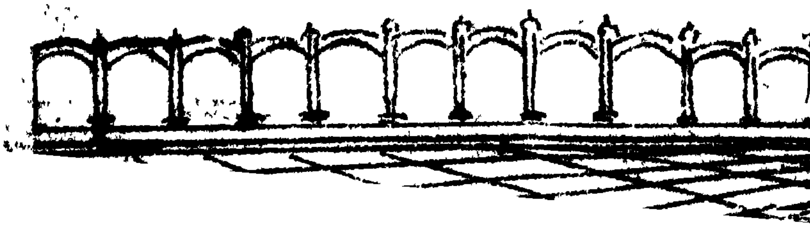
بوذر و مقداد و خالد و سلماں کی قسم شانِ بوبکر و عمر حرمتِ عثماں کی قسم
مرتضیٰ کی قسم ملتِ نگہباں کی قسم عزمِ سلطانِ جہاں عظمتِ قرآں کی قسم
دشت و صحرا کی زمیں رشکِ گلستاں کر دے
تیرگی چھائی ہے عالم میں چراغاں کر دے

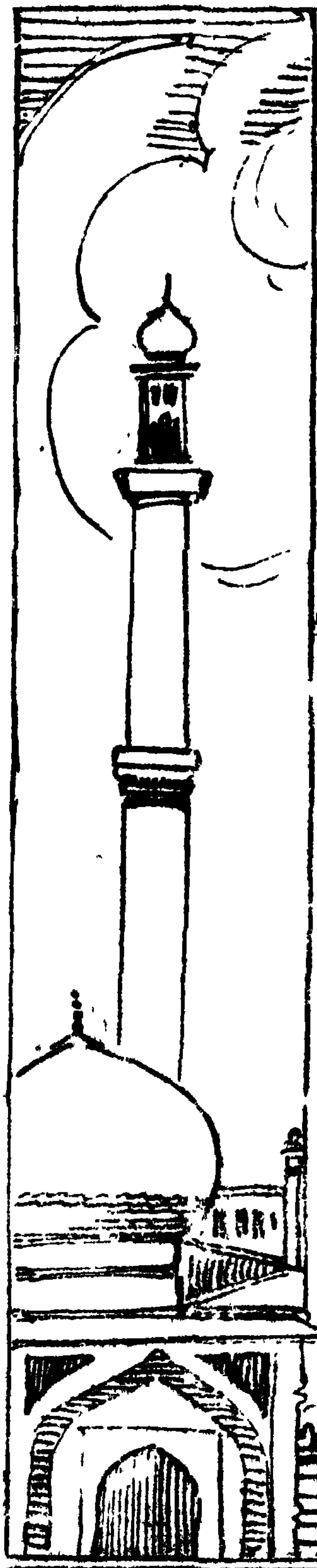
علم و حکمت کی شمع رہبرِ اعظم تو ہے صاحبِ عظمت و طاقت ہے مکرم تو ہے
اور ہر عزم و ارادے میں بھی محکم تو ہے مونسِ درد و الم زخم کا مرہم تو ہے
تو اگر چاہے تو ذرّوں کو بھی آفتاب کر دے
ذرا زمانہ پہ مسرت کا حسیں باب کرے

تجھ سے اُجڑی ہوئی ہستی ہوئی گلشن بکنار چھیڑ دے ساز، سُنا نغمۂ ایامِ بہار
چاند تارے ہیں تری طلعتِ ایماں پہ نثار رشکِ افلاک تری عظمت و رفعت کا منار
تند طوفاں تری نظروں سے بنا ہے ساحل
تیری ٹھوکر سے اُبھر آیا نشانِ منزل

سر بلندی پہ تری ناز کرے عرشِ بریں نصرت و فتحِ مبیں کا تو ہی مقصودِ حسیں
تیری مرہونِ کرم منزلِ ایمان و یقیں چومتی ہے ترے قدموں کو دو عالم کی زمیں
تو نے انساں کو معزز کیا عظمت بخشی
تو نے تاروں کو چمک پھولوں کو نکہت بخشی







"قیامت"

(از جناب دانش بریلوی)

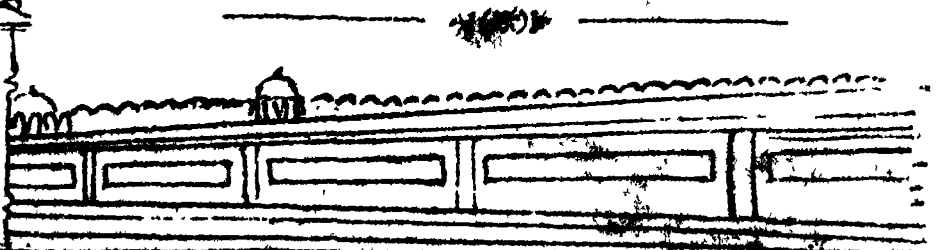
وقت آنے کو ہے اک ایسی قیامت لے کر
خوں میں ڈوبے ہوئے انسانوں کے دامن ہونگے
پھول مسلے ہوئے، نوچی ہوئی کلیاں ہوں گی
سرخ شعلوں میں جھلستے ہوئے گلشن ہونگے

ہر طرف ہونگی دہکتے ہوئے انگاروں پر
چرچراتی ہوئی انسانوں کی زخمی لاشیں
زندگی موت کی گودی میں سسکتی ہوگی
کس مپرسی میں پڑی ہونگی سبھوں کی لاشیں

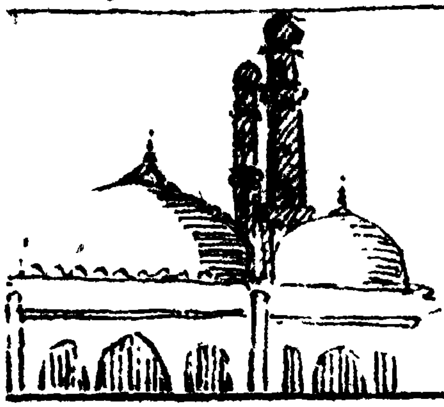
خاک کا ڈھیر نظر آئے گا محلوں کی جگہ
سر اٹھائے ہوئے مینار بھی گر جائینگے
روشنی انجم و مہتاب کی چھن جائے گی
اونچے اونچے در و دیوار بھی گر جائیں گے

خونِ مظلوم چھپانے سے نہیں چھپ سکتا
ٹوٹ کر حلقۂ زنجیر گواہی دے گا
قصرِ زنداں کی ہر اک اینٹ سے نکلے گی صدا
اور ہر قبضۂ شمشیر گواہی دے گا

اور پھر غرفۂ مشرق سے سحر ہوگی طلوع
گلستاں جاگیں گے پھولوں پہ بہار آئے گی
ظلمتیں پھر کے ظلمات میں دم توڑیں گی
صحنِ گلشن سے عنادل کی پکار آئے گی



گزشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

چودھواں پارہ ـــــ رُبَمَا ـــــ سُورۃ النحل

(از ادارۂ دین دنیا)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ لایعنی اشیا کی پرستش سے پرہیز کریں۔ اور توحید پرستی کا مسلک اختیار کریں۔ یہ ہدایات قرآنِ پاک کے چودھویں پارے میں درج ہیں۔ ہم ذیل میں چودھویں پارے کی تعلیمات کی ساتویں قسط پیش کر رہے ہیں۔

ـــــ رکوع (✱) ع ۱۴ ـــــ

اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ بناؤ

وَقَالَ اللّٰهُ .... عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ اور اللہ نے کہا ہے کہ دو معبود نہ مقرر کرو۔ اور وہ تو ایک ہی معبود ہے بس مجھ ہی سے ڈرو۔ اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کا ہے اور اسی کی عبادت لازم ہے تو کیا پھر بھی تم غیر اللہ سے ڈرتے ہو۔ اور جو نعمت بھی تمہارے پاس ہے وہ اللہ ہی کی عطا کردہ ہے! اور تمہیں جب تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ ہی سے فریاد کرتے ہو۔ پھر جب وہ تکلیف تم پر سے اللہ دُور کر دیتا ہے تو تم میں سے فوراً ہی ایک فرقہ اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھیرانا شروع کر دیتا ہے اور اس طرح یہ ہماری نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔ اس طرح بس چند روزہ فائدہ اُٹھا لو اب جلد ہی تم کو خبر ہو جائے گی۔ پھر ہماری دی ہوئی روزی میں اُن کے لئے جنہیں یہ جانتے بھی نہیں حصّہ تجویز کرتے ہیں قسم ہے اللہ کی تم سے تمہاری اس افترا پردازی کی بازپرس ہوگی۔

تشریح:۔ اے لوگو! تمہارے پروردگار نے تمہیں حکم دیا ہے کہ مشرکوں کے مانند دو معبود مقرر نہ کرو۔ کیونکہ بس ایک خدائے واحد ہی تمہارا معبود ہے۔ اس کا حکم ہے کہ بے حقیقت چیزوں سے ہرگز نہ ڈرو بس مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔ اور اس بات کو بھی سمجھ لو کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے یا جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ اور تم پر بس اُسی کی عبادت اور فرمانبرداری لازم ہے۔ مادّی اور اللہ کی پیدا کردہ چیزوں کی پوجا اور فرمانبرداری بیکار ہے۔ ایسی حالت میں اے لوگو ذرا یہ تو سوچو کہ تم خواہ مخواہ اللہ کے سوا دوسروں سے کیوں ڈرتے ہو۔ اور اس بات کو بھی نہ بھولو کہ جو نعمتیں تمہیں حاصل ہیں وہ سب اللہ ہی کی عطا کردہ ہیں۔ پھر جب تم کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس وقت تم اُسی سے فریاد کرتے ہو لیکن جب تمہارا پروردگار اُس تکلیف کو دُور کر دیتا ہے تو اس کے بعد تم ہی میں سے ایک فرقہ اللہ کے ساتھ کوئی نہ کوئی شریک مقرر کرنے لگتا ہے کیا اس لئے کہ جو نعمتیں تمہیں اللہ نے عطا کی ہیں اللہ کا شریک ٹھیرا کر اُن کی اس طرح تم ناشکری کرنے لگو۔ اے مشرکو! دُنیا میں چند روز کے لئے جو فائدہ اُٹھا نا ہے اُٹھا لو عنقریب ہی تمہیں اِس ناشکری اور شرک کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

کیسی عجیب بات ہے کہ ہم نے اِن مشرکوں کو جو روزی دی ہے اُس میں یہ نام نہاد معبودوں اور بُتوں کا بھی حصّہ تجویز کر لیتے ہیں حالانکہ جن کے لئے یہ حصّہ مقرر کرتے ہیں اُن کی اصل حقیقت کے بارے میں یہ خود بھی کچھ نہیں جانتے۔ اے کافرو! قسم ہے مجھے اپنے عزّو جلال کی کہ تم جو افترا پردازیاں کرتے رہتے ہو اُس کی تم سے ضرور بازپرس کی جائے گی۔

اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو توحید پرستی کی تعلیم دی ہے۔ اور اُنھیں اُن لایعنی چیزوں کی پرستش سے

رو کا ہے جس سے وہ کفر و شرک وسوسوں میں مبتلا ہو گئے ہیں اور اپنی انسانی عظمت کو خاک میں ملا رہے ہیں۔

فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتانے والے

وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ .... وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

ترجمہ: (یہ مشرک) خدا کے لئے (فرشتوں کو) بیٹیاں ٹھیراتے ہیں، حالانکہ وہ (ان جھگڑوں سے) پاک ہے۔ اور اپنے لئے جو ان کا دل چاہتا ہے مقرر کرتے ہیں (یعنی بیٹے) اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی (پیدائش کی) خبر دی جاتی ہے تو اُس کا چہرہ کالا پڑ جاتا ہے اور دل ہی دل میں رنجیدہ ہوتا ہے۔ پھر جس چیز کی اُسے خبر دی گئی ہے اُس کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اور اس فکر میں پڑ جاتا ہے کہ یہ بے عزتی قبول کرنے اور اُسے زندہ رہنے دے یا اُسے زمین میں گاڑ دے۔ سنتے ہو ان کی تجویز بہت ہی خراب ہے۔ جو لوگ کہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اُن کی خصلتیں خراب ہی ہوتی ہیں۔ اللہ کی صفت بلند ہے۔ اور وہ بڑا حکمت والا ہے۔

تشریح: ان مشرکوں کی حالت بڑی عجیب ہے یہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے ہیں حالانکہ اللہ کی ذات اولاد کے جھگڑوں سے بالکل پاک ہے اور اپنے لئے وہ چیز تجویز کرتے ہیں جو مرغوب اور دل پسند ہے یعنی بیٹے۔ اور ان کی کیفیت یہ ہے کہ جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خبر ملتی ہے تو اُس کا چہرہ رنج و غم سے سیاہ پڑ جاتا ہے۔ اور وہ غم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور بیٹی کی پیدائش کی خبر کی بنا پر لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے۔ اور سوچتا ہے کہ آیا اس ذلت کو برداشت کرتے ہوئے بیٹی کو زندہ رہنے دے یا اُسے زندہ زمین میں گاڑ دے۔

اے لوگو غور سے سنو لڑکیوں کو ختم کرنے کے بارے میں یہ لوگ جو تجویز کرتے ہیں وہ بہت ہی بُری ہے۔ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور خوفِ خدا سے نہیں ڈرتے وہی اس قسم کی ظالمانہ باتیں سوچا کرتے ہیں اب رہا اللہ کا معاملہ تو اُس کے بارے میں یہ جو چاہیں کہتے رہیں لیکن وہ اعلیٰ اور بڑی حکمت والا ہے۔

ملک عرب میں دختر کشی کا عام رواج تھا۔ ان آیات میں اسی مذموم فعل کی مذمت کی گئی ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ اس قسم کی باتیں صرف وہی لوگ سوچ سکتے ہیں جن کو آخرت کا خوف نہیں ہے اور جو گمراہ ہیں۔

خدا چاہتا تو سب نافرمانوں کو فنا کر دیتا

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ .... عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

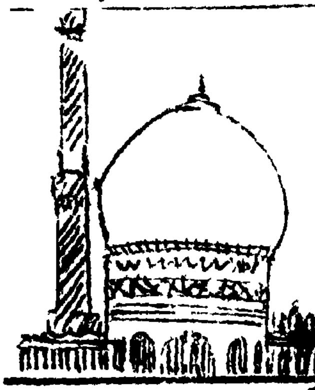
ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اُن کے ظلم و زیادتی پر پکڑے تو رُوئے زمین پر کوئی جاندار بھی باقی نہ رہے۔ لیکن وہ اُنھیں ایک وقتِ معینہ تک مہلت دے رہا ہے لیکن جب اُن کا وقتِ معینہ آ جائے گا تو اُس وقت پھر وہ (وقتِ معینہ) نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکے گا اور نہ آگے بڑھ سکے گا۔ اور جس چیز کے لئے اُن کا دل نہیں چاہتا (یعنی لڑکیاں) تو اُنھیں اللہ کے لئے تجویز کرتے ہیں اور جھوٹے دعوے کرتے ہیں کہ اُن کے لئے بھلائی ہی بھلائی ہے (بھلائی نہیں) بے شک اُن کے لئے دوزخ ہے اور وہ (آگ میں جلنے کے لئے) سب سے آگے ہوں گے۔

(اے رسول) خدا کی قسم تم سے پہلے بہت سی اُمتوں میں رسول بھیجے تھے لیکن (اُنھوں نے ان کی بات نہ سُنی اور) شیطان نے اُن کے (بُرے) عمل خوش نما بنا کر دکھائے۔ اور آج وہی اُن کا دوست ہے اور اُن کے لئے دُکھ دینے والا عذاب ہے۔

تشریح: اگر اللہ تعالیٰ بندوں کو اُن کی بداعمالیوں کے سبب پکڑنا شروع کر دے تو شائد رُوئے زمین پر کوئی متنفس بھی زندہ دکھائی دے۔ لیکن اُس نے اُن کی بداعمالیوں کے باوجود ایک وقتِ معینہ تک کے لئے اُن کو مہلت دے رکھی ہے۔ شائد کہ یہ راہِ راست پر آ جائیں۔ مگر یہ مشرک اور کافر عذابِ الٰہی کے قائل نہیں ہیں) لیکن جب عذابِ الٰہی کا وقت آ جائے گا تو ایک ساعت کے لئے بھی پیچھے ہٹ سکے گا اور نہ آگے بڑھ سکے گا یہ عذاب وقتِ معینہ پر آ کر رہے گا اور ضرور آ کر رہے گا۔

ان کافروں اور مشرکوں کی حالت یہ ہے کہ اُنھوں نے اللہ کے لئے ایسی چیزیں تجویز کر رکھی ہیں جنھیں یہ خود ناپسند کرتے ہیں (باقی صفحہ ۵۲ پر)

تعلیم الحدیث مسلسل



مسلمانوں کو آزمائش سے گزرنا ہوگا
حکومت اور اقتدار کے بھوکے مخلوقِ خدا کے کام آؤ

(از شوکت علی فہمی)

احادیث کی مستند کتب سے ذیل میں مسلمانوں کی ہدایت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جا رہے ہیں جن سے اگر مسلمان فائدہ اٹھائیں تو ان کی دنیا اور عاقبت دونوں ہی درست ہو سکتی ہیں۔

مسلمانوں کو آزمائش سے گزرنا ہوگا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئیگا جب مسلمانوں کو سخت آزمائش کے دور سے گزرنا ہوگا اور پھر ایک دوسری حدیث میں مسلمانوں کو صبر و ضبط کی بھی ہدایت فرمائی گئی ہے چنانچہ ترمذی کی حدیث ہے:۔

"انس رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ لوگوں پر ایسا بھی آئے گا جس زمانہ میں کہ دینِ اسلام پر عمل کرنے والا شخص اس آدمی کی مانند ہوگا جس نے اپنی مٹھی میں انگارہ لے رکھا ہو یعنی جس طرح انگارے کو مٹھی میں رکھنا دشوار ہے اسی طرح دین پر قائم رہنا بھی دشوار ہو جائیگا۔"
(ترمذی)

حضور اکرم نے جس زمانہ کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی ہے ہم سمجھتے ہیں کہ وہ زمانہ آچکا ہے چنانچہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ آج ساری دنیا پر الحاد اور بے دینی مسلط ہے اور اہلِ دین بڑی پریشانی اور مشکلات میں مبتلا ہیں۔ نہ مسلم حکومتوں ہی کو برداشت کیا جا رہا ہے اور نہ مسلم عوام کو ان پر طرح طرح کے مظالم توڑے جا رہے ہیں۔ لیکن ایک دوسری حدیث میں حضور نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو کسی مصیبت اور آزمائش سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ چنانچہ حضور کی ہدایت ہے:۔

"جس قدر بڑی مصیبت برداشت کی جاتی ہے اسی قدر زیادہ اس کا اجر بھی ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اسے کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے (تاکہ وہ مصیبت میں پڑ کر کندن بن جائے) پھر جو اس قوم سے راضی ہوا اس سے خدا بھی راضی ہوگا۔ اور جو اس قوم سے ناراض ہوا اس سے خدا بھی ناراض ہو جائے گا۔"
(مشکوٰۃ)

حقیقت یہ ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک کندن بن ہی نہیں سکتی جب تک کہ وہ مصیبت کی بھٹی میں نہ تپ جائے۔ اسی لئے حضور نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ پریشانی اور آزمائش سے ذرا بھی نہ گھبرائیں۔ حالات کا مردانہ وار مقابلہ کریں اور ساتھ ہی یہ بشارت بھی دی گئی ہے کہ اس آزمائش اور پریشانی کے دور کے بعد مسلمانوں کے لئے راحت ہی راحت ہے۔

یہ حکومت اور اقتدار کے بھوکے

اسلام نے اگرچہ حکمرانی کو ایک ضروری چیز قرار دیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اسلام ان لوگوں کو سخت ناپسند کرتا جو حکومت اور اقتدار کے بھوکے ہیں کیونکہ اسلام کے نزدیک حکومت کے خواہشمندوں کا وجود ہمیشہ ہی مخلوقِ خدا کے لئے ایک مصیبت ثابت ہوا ہے یہ عوام کی خدمت کے لئے نہیں بلکہ اپنے نفس کی خاطر اقتدار کے پیچھے دوڑا کرتے

ہیں چنانچہ اس بارے میں صحیح حدیث ہے :۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلافت (یعنی حکومت) کے لئے بہترین اور قابل ترین شخص وہ ہے جو اس عہدے کو بہت بُرا سمجھے مگر پھر بھی (اُس کے ذاتی جوہروں کی بنا پر) اُس کا تقرر ہو جائے“ (بخاری و مسلم)

مثال کے طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ خلافت اور حکومت کو ناپسند فرماتے تھے لیکن حضورؐ کی وفات کے بعد جب آپ نے دیکھا کہ خلافت کے معاملہ پر قریش اور انصار میں ٹھن گئی ہے۔ تو با دلِ ناخواستہ لوگوں کے زور دینے پر آپ کو یہ عہدہ قبول کرنا پڑا جس کے بعد قریش اور انصار کے تصادم کے امکانات ختم ہو گئے اور اسی طرح حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عوام کے زور دینے پر حکومت کا عہدہ قبول کیا تھا۔

ان چاروں صحابہ کا دور تاریخ میں خلافتِ راشدہ کے نام سے مشہور ہے چنانچہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ان خلفائے راشدین کا دورِ حکومت تاریخ میں آپ ہی اپنی مثال ہے۔ ان نیک بندوں نے مسندِ خلافت پر رہتے ہوئے بھی درویشوں اور فقیروں جیسی سادہ زندگی گزاری ہے۔ اور اُن کا دور مخلوق خدا کے لئے ایک رحمت ثابت ہوا ہے۔

اس کے برخلاف ہم موجودہ زمانہ کے حکمرانوں کو دیکھتے ہیں جنہوں نے کہ حکومت اور اقتدار کے حصول کی غرض سے گروہ بندیاں کر رکھی ہیں۔ اور اپنے گروہوں کے ذریعہ حصول اقتدار کی خاطر سب کچھ کر گزرتے ہیں۔ بظاہر اپنے آپ کو عوام کا خیر خواہ اور بڑا ہمدرد ظاہر کرتے ہیں۔ مگر عوام سے انھیں ذرا بھی لگاؤ نہیں ہے۔ چنانچہ یہ خود تو شاہانہ زندگیاں بسر کر رہے ہیں اور عوام شدید مشکلات میں مبتلا ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور اکرم نے حکمرانوں کے لئے جو معیار مقرر فرمایا ہے اُس سے بہتر معیار آج تک دنیا نہیں پیش کر سکی ہے۔

مخلوقِ خدا کے کام آؤ

اسلام مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ ساری دُنیا کے لئے رحمت بنکر آیا ہے اسی لئے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ ”مخلوقِ خدا کے کام آؤ“ حضورِ اکرم کے نزدیک سچا مسلمان وہ ہے جو مخلوق خدا کی خدمت کرے چنانچہ حضور کا ارشاد ہے۔

”اللہ کہتا ہے کہ اگر تم میری رحمت کی اُمید رکھتے ہو تو میری مخلوق پر رحم کرو“ (کنوز الحقائق)۔

یعنی مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ بلا امتیاز مذہب و ملت اللہ کی جملہ مخلوق کی دلداری کریں۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے۔

”رسول اللہ صلعم نے فرمایا ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اور اللہ سب سے زیادہ محبت اس سے کرتا ہے جو اللہ کی مخلوق کو سب سے زیادہ چاہتا ہے“ (بیہقی)

گویا مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ دنیا کے سب ہی انسانوں کو اللہ کا کنبہ اور اپنا بھائی تصور کرتے ہوئے اُن کے ساتھ رواداری اور محبت کا سلوک کریں کیونکہ اللہ اُن ہی لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی مخلوق سے محبت کرتے ہیں۔

خود رسول مقبول صلعم بلا امتیاز مذہب و ملت سب ہی کے ساتھ محبت سے پیش آتے تھے۔ اور یہی صحابہ کرام کا بھی مسلک رہا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اللہ کی سب ہی مخلوق کے ساتھ محبت کریں اور اپنے آپ کو تعصب سے بالاتر رکھنے کی پوری کوشش کریں۔

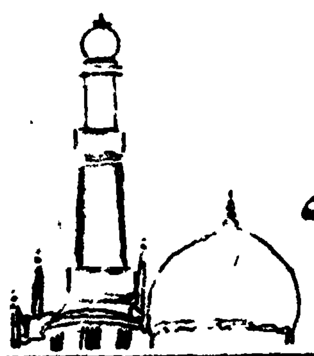
مسلمان کا اخلاق بلند ہونا چاہئے

رسول اللہ صلعم نے مسلمانوں پر جس چیز کیلئے سب سے زیادہ زور دیا ہے وہ حُسنِ اخلاق ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ ”میں حسنِ اخلاق کا نمونہ بنکر دُنیا میں آیا ہوں مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اخلاق کو بلند رکھیں“۔ اس بارے میں صحیح حدیث ہے

”رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرے بہت پیارے اور میرے نزدیک بیٹھنے والے وہ لوگ ہوں گے جن کا اخلاق بہت اچھا ہوگا۔ اور بہت زیادہ قابلِ نفرت اور مجھ سے دور بیٹھنے والے وہ لوگ ہوں گے جو بکواس کرنے والے اور بد اخلاق ہوں گے“ (مشکوٰۃ)

اور ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرما دیا ہے کہ بد اخلاق انسان جنت میں بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔

اسلامی افکار



ہمارا دامن تعصب سے پاک رہا ہے

مسلمانوں نے ہمیشہ ہی غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اختیار کی ہے

(از جناب سید امین الرحمٰن)

تاریخ کے تقریباً ہر دور میں مسلمانوں نے دیگر مذاہب کے افراد کے نہ صرف مذہبی عقائد کا احترام کیا ہے بلکہ اُن کی عبادت گاہوں کی حفاظت کو بھی اپنا فرض تصور کیا ہے۔ ملایا کے ایک اسکالر سید امین الرحمٰن نے ذیل کے مقالہ میں اسلام کی اِسی امتیازی خصوصیت پر روشنی ڈالی ہے۔

نامور مورخ ایڈورڈ گبن اسلام کے محاسن پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتا ہے کہ اِسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے کہ مذہبی اور نسلی تعصب کے خلاف قدم اُٹھا کر دنیا پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ لیکن یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ اسلام کے مخالفین صدیوں سے اسلام پر یہ الزام لگاتے رہے ہیں کہ "اسلام میں رواداری مطلق نہیں ہے۔ اور یہ مذہبی معاملہ میں نہایت ہی متعصب واقع ہوا ہے۔

حالانکہ اسلام نے جلوہ گر ہو کر دنیا کی جن بہت سی بُرائیوں کو دُور کیا ہے اُن ہی میں سے مذہبی تعصب اور عدم رواداری بھی تھی لیکن دورِ وسطیٰ اور اُس کے بعد کا عیسائی لٹریچر اِس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ عیسائی بادشاہوں اور پادریوں نے اسلام کے خلاف جو سب سے بڑا الزام عائد کیا تھا وہ اسلام کے متعصب اور عدم روادار ہونے کا الزام ہے۔ اور یہ الزام کچھ اِس ڈھنگ سے لگایا جاتا رہا تھا کہ یورپ کے باشندے صدیوں تک اِس الزام کو ایک حقیقت ہی سمجھتے رہے تھے لیکن تاریخ کی گواہی اور خود یوروپین مورخوں کے بیانات اِس الزام کی کھلی تردید ہے اور آج یہ بات بالکل واضح ہوتی جا رہی ہے کہ عیسائیوں کا لگایا ہوا یہ الزام دراصل عیسائی حکمرانوں کا اسلام کے خلاف ایک سیاسی حربہ تھا جسے آج بھی بعض حلقوں میں استعمال کیا جا رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی دُنیا کا وہ پہلا اور آخری مذہب ہے جس نے کہ خالص مذہبی بنیاد پر مذہبی تعصب اور تنگ نظری کی شدید مخالفت ہی نہیں کی ہے۔ بلکہ مسلمان اپنے طرزِ عمل سے قدم قدم پر بے تعصبی کا ثبوت گذشتہ چودہ سو سال کے اندر برابر فراہم کرتے رہے ہیں چنانچہ مسلمان اپنے دورِ اقتدار میں فاتح کی حیثیت سے جس ملک میں بھی گئے وہاں جاکر اُنھوں نے وہاں کے باشندوں کو قدیم مذہبی عقائد کا پورا پورا احترام کیا ہے۔ اور مسلمان جس ملک کے اندر جن حالات میں بھی رہے اُنھوں نے اسلامی احکامات کے مطابق مذہبی بے تعصبی اور وسیع نظری کو برقرار رکھنے کی ہر امکانی کوشش کی ہے۔

یہ بات ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ مسلمان ظہورِ اسلام کے چند سال بعد ہی دُنیا کی وسعتوں میں پھیلنے شروع ہو گئے تھے۔ وہ ابتدا میں تو فاتح اور حکمراں کی حیثیت سے دُنیا کے مختلف حصوں میں گئے تھے لیکن بعد میں بعض مقامات پر اُن کی حاکمانہ حیثیت برقرار نہیں رہ سکی تھی۔ اِس طرح مسلمانوں کی حاکمانہ زندگی کے ساتھ محکومی کی زندگی بھی گذارنی پڑی تھی۔ لیکن ان دونوں حالتوں میں اُن کا دامن ہمیشہ ہی مذہبی تعصب اور تنگ نظری سے پاک رہا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ رواداری کا جو معاہدہ کیا تھا۔ وہ ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اور اُس کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ عام مسلمان ہی نہیں بلکہ خود پیغمبر اسلام بھی دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ بے تعصبی اور رواداری برتنے کو اپنا مذہبی فریضہ یقین کرتے تھے۔

آنحضرت کی وفات کے بعد خلفائے راشدین بھی سختی کے ساتھ بے تعصبی کے اسی مسلک پر کاربند رہے ہیں۔ مگر یہ بات صرف داعی اسلام، خلفائے راشدین اور صحابہ کرام ہی تک محدود نہیں رہی بلکہ بعد کے دنیا دار مسلم بادشاہوں اور سلاطین نے بھی اسلام کے اس حکم کی بڑی سختی کے ساتھ پابندی کی ہے۔

یورپ کی سرزمین پر مسلمانوں کی پہلی اور منظم حکومت اسپین میں قائم ہوئی تھی چنانچہ خود عیسائی مورخوں کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ اسپین کو فتح کرنے کے بعد مسلمانوں نے وہاں کے باشندوں کے مذہبی جذبات کا سچے دل سے احترام کیا تھا۔ وہاں کسی عیسائی عبادت گاہ کو کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ عیسائیوں کے مذہبی پیشواؤں اور عالموں کا پورا پورا احترام کیا گیا اور اُن کی تمام خانقاہوں اور عبادت گاہوں کے تحفظ کو ریاست کی ذمہ داری سمجھا گیا۔

افریقہ میں مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے وہاں رومی سلطنت کے ماتحت عیسائی حکومتیں قائم تھیں اور ان حکومتوں میں یہودیوں پر شدید مظالم توڑے جاتے تھے لیکن جب افریقہ میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی تو انھوں نے عیسائیوں کی مذہبی آزادی برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ یہودیوں کی مذہبی اور شہری آزادی کے تحفظ کا بھی پورا پورا اہتمام کیا اور اس طرح افریقہ کی اسلامی حکومت کے سایہ میں اس یہودی مذہب کو بھی فروغ حاصل کرنے کا موقع ملا جسے عیسائی حکومتوں میں صدیوں سے بُری طرح کچلا جا رہا تھا۔

ترکوں نے بھی جنوبی مشرقی یورپ میں اپنی ایک نہایت مستحکم حکومت قائم کی تھی۔ اور اُسے قائم کرنے کے لئے انھیں یورپ کی تقریباً تمام عیسائی سلطنتوں سے متعدد لڑائیاں لڑنی پڑی تھیں لیکن اس کے باوجود انھوں نے نہ صرف فلسطین میں آنے والے عیسائی زائرین کے لئے فلسطین کے دروازے کھول دئے تھے بلکہ عیسائیوں کے عائلی مقدمات کو فیصل کرنے کے لئے عیسائی عدالتیں بھی قائم کر دی تھیں جن میں کہ عیسائی جج ہی عیسائیوں کے پرسنل لا کے مقدمات مسیحی شریعت کی روشنی میں فیصل کرتے تھے۔

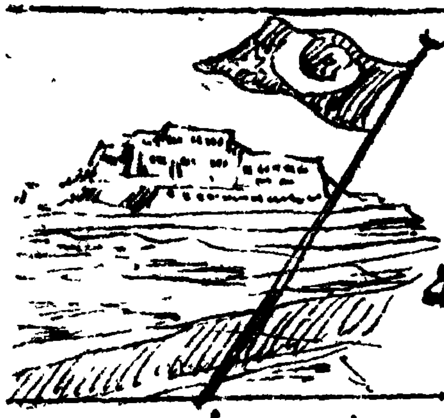
حضرت عمر فاروق کے دورِ حکومت میں جب مصر فتح ہوا تو فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص نے دینی اُمور میں مصر کے باشندوں کو پوری آزادی عطا کر دی۔ جان و مال، عزت اور ہر چیز کی حفاظت کا اطمینان دلایا گیا حتیٰ کہ عیسائیوں کے پیشوائے اعظم بنیامین کو جو مدت سے رومیوں کے خوف سے روپوش تھا اُسے بلوا کر اپنے قدیم منصب پر مامور کیا۔ اور گرجاؤں کے متعلق غیر معمولی رعایتیں دی گئیں اور اس مذہبی آزادی پر عیسائیوں نے بڑی خوشیاں منائیں۔

جب مسلمانوں نے اسکندریہ فتح کیا تو اسلامی فوج کے کسی شخص کے تیر سے حضرت عیسیٰ کے مجسمہ کی آنکھ پھوٹ گئی اس واقعہ سے اسکندریہ کے عیسائیوں کو سخت رنج ہوا اور انھوں نے مطالبہ کیا کہ مسلمان بھی اپنے پیغمبر کا مجسمہ بنائیں اور ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم اس مجسمہ کی آنکھ پھوڑ دیں۔ مسلمانوں کے سردار نے کہا کہ یہ بات تو لغو سی معلوم ہوتی ہے بہتر یہ ہے کہ مجسمہ کی آنکھ پھوڑنے کی بجائے تم کسی مسلمان کی آنکھ پھوڑ دو اور خود مسلمانوں کے سردار نے اپنا خنجر مطالبہ کرنے والے ایک عیسائی کو دے کر کہا کہ "میری آنکھ حاضر ہے اسے تم پھوڑ دو"۔ مسلمان سردار کا یہ انصاف دیکھ کر عیسائی حیران رہ گئے۔

ہندوستان میں مسلمانوں نے لگاتار سات سو سال اور غیر مسلسل طور پر تقریباً ایک ہزار سال تک حکومت کی ہے۔ ہندوستان کے باشندے ایک ایسے مذہب کو مانتے تھے جس سے مسلمانوں کو کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا۔ مگر اس کے باوجود مسلمانوں نے ہندوستان کے باشندوں کو اہلِ کتاب کی حیثیت دیدی تھی اُن کے مذہبی عقائد کا مسلمان حکمرانوں کی جانب سے پورا احترام کیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ انھوں نے عملی طور پر حکومت کو مذہب سے بالکل الگ کر دیا تھا۔ اور اس ملک میں ہر شخص مذہبی معاملہ میں پوری طرح آزاد تھا۔

مختصر یہ کہ روزِ اوّل ہی سے مسلمان پوری دنیا میں اپنی مذہبی بے تعصبی اور رواداری کا ایسا مظاہرہ کرتے رہے ہیں جو طلوعِ اسلام سے قبل دنیا میں مفقود تھی لیکن تعجب ہے کہ پھر بھی مسلمانوں پر عدم رواداری اور تعصب کا الزام لگایا جاتا ہے۔ یہ کھلی ہوئی تاریخی بددیانتی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

اور مسلمانوں کی اسی بے تعصبی پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر گستاولی بان نے لکھا ہے "مسلمان قوم کی وسیع نظری اور بے تعصبی بے مثال تھی اور اسی بے تعصبی نے قلیل سی مدت میں اسلام کو ایک عالمگیر مذہب بنا دیا تھا اسلام کی بے تعصبی سے مسلمانوں کو بے حد فائدہ پہنچا ہے"۔



تاریخِ اسلام کا ایک ورق

مراکش کا سرفروش مجاہد

فاتحِ مغرب سلطان ابو یوسف منصور کے کارنامے

(از شوکت فہمی)

اسلام کی مجاہدانہ تعلیم نے سلاطین کے عیش پسند اور آرام طلب طبقہ میں بھی کس لا کا اسلامی جوش پیدا کر دیا تھا اُس کا اندازہ سلطانِ مراکش ابو یوسف منصور کی ذیل کی مجاہدانہ سرگرمیوں سے لگایا جا سکتا ہے۔

مبارک ہے مراکش کی وہ سرزمین جس نے اسلام کو ابو یوسف منصور جیسا شیر دل فرزند عطا کیا۔ یہ اسلام کا وہ مردِ مجاہد ہے جس نے نہ صرف بحرِ روم کے جزائر میں نعرہ توحید بلند کیا بلکہ جس کی حوصلہ مندی کی بدولت مغربی ممالک میں دور دور تک اسلام کی روشنی پھیل گئی تھی۔

مراکش مغرب کے مشرکوں کی نظر میں ہمیشہ کھٹکتا رہا ہے کیونکہ اس مردم خیز خطے سے یوسف بن تاشفین اور عبد المومن بربر جیسے وہ مجاہدین پیدا ہوتے رہے ہیں جنھوں نے اسلام کی خاطر بڑی سے بڑی یورپین سلطنتوں کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔

سلطانِ مراکش ابو یعقوب کے انتقال کے بعد جب ۵۸۰ھ ہجری میں مراکش کے شاہی خاندان میں خانہ جنگی شروع ہوئی تو مغربی ممالک میں گھی کے چراغ جل گئے اور یہ سمجھا جانے لگا کہ اب مراکش کے نوعمر اور نوجوان سلطان ابو یوسف منصور کو زیر کرنا کچھ دشوار نہیں ہے۔ چنانچہ اس خانہ جنگی کے دوران ابو یوسف منصور کو اسپین کی عیسائی ریاست طلیطلہ کے بادشاہ الفانسو ثانی کا خط ملا:۔

”مراکش کی خانہ جنگی کے دوران میں چونکہ بے شمار عیسائی خاندانوں کو شدید جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا ہے اس لئے ہم مجبور ہیں کہ اپنی فوجیں مراکش کے عیسائیوں کی حفاظت کے لئے مراکش کی سرزمین پر اتار دیں۔ اگر اس معاملے میں سلطنتِ مراکش نے ذرا بھی مزاحمت کی تو پوری عیسائی دنیا اُسے اپنے خلاف اعلانِ جنگ تصور کرے گی۔“

الفانسو ثانی سمجھتا تھا کہ مراکش پر قبضہ جمانے کا بہترین موقع ہے۔ چنانچہ اُس نے اس ناپاک مقصد کے لئے یوروپ کی مختلف حکومتوں سے فوجی امداد بھی حاصل کر لی تھی لیکن اسے اِس دھمکی کے جواب میں ابو یوسف منصور کا جو خط ملا اسے پڑھ کر وہ حیران رہ گیا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا

”ابو یوسف منصور کی جانب سے شاہ الفانسو کو معلوم ہو کہ قبل اِس کے کہ طلیطلہ کی فوجیں مراکش میں داخل ہوں ہم خود تم سے ملاقات کرنے کے لئے طلیطلہ آرہے ہیں۔ اور ہماری تلوار تمہارے اِس دھمکی آمیز خط کا جواب دے گی۔“

اور واقعی ابو یوسف منصور کی فوجیں طلیطلہ کی جانب روانہ ہو چکی تھیں

الفانسو ثانی اگرچہ زمانہ دراز سے مراکش پر حملے کی تیاریاں کر رہا تھا لیکن اُسے جب یہ معلوم ہوا کہ لڑائی کی آگ خود اُس کی سلطنت کی جانب بڑھ رہی ہے تو وہ ایسا حواس باختہ ہوا کہ اُس نے نہایت ہی ذلت آمیز شرائط پر پانچ سال کیلئے ابو یوسف منصور سے صلح کر لی۔ محض اس لئے کہ ان پانچ سال میں پوری تیاری کے بعد مراکش پر یورش کر سکے

ابو یوسف منصور بھی چونکہ اندرونی خانہ جنگی میں مبتلا تھا اس لئے اُس نے الفانسو ثانی سے صلح کو غنیمت سمجھا۔ اس کے بعد چند ماہ کے اندر اندر ابو یوسف نے فتنہ پردازوں سے اپنے ملک کو پاک کر کے مراکش کی سلطنت کو نہایت ہی مستحکم بنیادوں پر قائم کر دیا۔

اُدھر الفانسو ثانی نے بھی اس مدت میں مراکش کی اسلامی سلطنت کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے لئے پوری تیاریاں کر لی تھیں۔ چنانچہ ۵۹۰ھ

میں سلطان مراکش ابو یوسف منصور کو اطلاع ملی کہ الفانسو ثانی کی فوجیں جن میں کہ یورپ کے بیشتر ممالک کی فوجیں بھی شامل ہیں، مراکش پر حملے کے لئے روانہ ہو چکی ہیں۔ ابھی الفانسو ثانی اور اُس کے دوسرے ساتھی مقام الارک ہی میں تھے کہ منصور بجلی جیسی سُرعت سے پہنچ کر اُن کے مقابلے پر ڈٹ گیا اور بڑے زور شور سے جنگ چھڑ گئی۔

اِس عظیم الشان معرکہ میں شاہ الفانسو ثانی کی فوجیں کسی طرح بھی چار لاکھ سے کم نہ تھیں۔ جبکہ منصور کے پاس کل تیس چالیس ہزار مجاہدین تھے۔ چار لاکھ کے عیسائی لشکر کے مقابلے میں اگر مٹھی بھر مجاہدین کو شکست ہو جاتی تو یہ تاریخ کا ایک نہایت معمولی سا واقعہ تھا۔ لیکن ان مٹھی بھر مجاہدین میں اس بلا کا اسلامی جوش تھا کہ اُنھوں نے عیسائی لشکر کے قلب میں گھس گھس کر تہلکہ برپا کر دیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ شاہ الفانسو اپنی فوج کے ایک لاکھ ۲۶ ہزار آدمیوں کو قتل کرا کے اور تیس ہزار کو مسلمانوں کی قید میں دیکر فرار ہونے پر مجبور ہو گیا۔ اللہ اللہ مرد مجاہد ابو یوسف منصور کا کیا حوصلہ ہو گا جس نے کہ صرف مٹھی بھر مسلمانوں کے ذریعے ایک ایسے لشکرِ عظیم کو کاٹ کر رکھ دیا جو کسی بڑے سے بڑے ملک کو فتح کرنے کے لئے کافی تھا۔

اِس جنگ کی اہمیت کا صحیح اندازہ اِس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس لڑائی میں ڈیڑھ لاکھ خیمے۔ اسی ہزار گھوڑے۔ ایک لاکھ خچر اور چار لاکھ بار برداری کے گدھے اور ستر ہزار مختلف وضع کے زرہ بکتر مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اِس سامان سے آسانی کے ساتھ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ عیسائیوں نے مراکش کی اسلامی سلطنت کو مٹانے کیلئے کیسی عظیم الشان تیاریاں کی ہوں گی۔

شاہ طلیطلہ الفانسو ثانی کی اِس ذلت آمیز شکست کے بعد آسٹریا۔ فرانس، اٹلی اور دوسرے مغربی ممالک میں صف ماتم بچھ گئی اور یہ سمجھا جانے لگا کہ شاہ طلیطلہ کی اس شکست کے بعد یورپین ممالک کی خیر نہیں۔ اُدھر الفانسو نے طلیطلہ پہنچنے کے بعد شکست کے غم میں سر کو منڈا دیا۔ اور صلیب کو اٹھا کر قسم کھائی کہ جب تک لاکھوں عیسائی مقتولوں کا انتقام نہ لوں گا اُس وقت تک عیش و آرام کو حرام سمجھوں گا۔ اور اس کے ساتھ ہی عیسائی پادریوں نے پورے یورپ میں گھوم کر مذہبی جہاد کے لئے لوگوں کو ابھارنا شروع کیا۔

مجاہد اسلام ابو یوسف منصور کو جب ان واقعات کا علم ہوا تو اُس نے سمجھ لیا کہ جب تک ہمیشہ کے لئے اس فتنہ کا خاتمہ نہیں کر دیا جائے گا اُس وقت تک مشرکوں کی جانب سے اطمینان نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا وہ تازہ دم لشکر فراہم کر کے یلغار کرتا ہوا طلیطلہ جا پہنچا اور شہر کا محاصرہ کر کے قلعہ شکن توپوں کی مار سے فصیل اور قلعہ کی دیواروں کو چھلنی کر دیا۔ اب الفانسو کے لئے اِس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اس مردِ مجاہد سے معافی حاصل کرے لہٰذا اُس نے اپنی ماں، بیوی اور بیٹیوں کو ابو یوسف منصور کے پاس بھیجا اور اِن عورتوں نے منصور کے سامنے اس قدر گریہ و زاری کی کہ منصور ان کی بے بسی کو دیکھ نہ سکا اور اُس نے اقرار اطاعت لیکر الفانسو کو نہ صرف معاف کر دیا بلکہ الفانسو کی ماں بیوی اور بیٹیوں کو بے اندازہ زر و جواہر دیکر مالا مال کر دیا۔

اِس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شاہانِ اسلام نے اپنے بدترین دشمنوں کے ساتھ بھی کیسی رواداری اور فراخ حوصلگی کا سلوک کیا ہے غور فرمائیے کہ وہی الفانسو ثانی جو محض مذہبی عناد کی بنا پر مراکش اور اور اسپین کی اسلامی سلطنت کو مٹانے کی پوری تیاریاں کرتا ہے شکست کھانے کے بعد معافی طلب کرتا ہے تو نہ صرف اسے معافی مل جاتی ہے بلکہ اُس کی سلطنت بھی اُسے واپس کر دی جاتی ہے اور بے اندازہ زر و جواہر سے اُس کے متعلقین کو مالا مال کر دیا جاتا ہے۔ یہ تھا مجاہدین اسلام کا بلند کردار۔

طلیطلہ کی اِس تاریخی جنگ کے بعد ابو یوسف منصور سسلی کے غیر مفتوحہ علاقوں کی فتح کی جانب متوجہ ہوا۔ اور اُس نے بہت سا علاقہ زیر کر لیا۔ اس کے علاوہ بحرِ روم کے کئی ایسے جزیروں میں اِس مردِ مجاہد نے اسلامی فوجیں اتار دیں جو کہ زمانہ دراز سے رومیوں کے فوجی اڈے بنے ہوئے تھے۔ غرضکہ یہ مردِ مجاہد جب تک زندہ رہا مشرق و مغرب میں نئی نئی فتوحات حاصل کرتا رہا۔ اور اِس نے اسلام کو مغرب کے دور دراز علاقوں تک پھیلا دیا۔

ابو یوسف منصور اپنے باپ ابو یعقوب کی طرح بہت بڑا علم دوست تھا اُس کے دربار میں ہمیشہ علما کا ہجوم رہتا تھا۔ یہ مشرق کا باعظمت شہنشاہ ہونے کے باوجود بڑا ہی عابد و زاہد تھا۔ اس کی ہمیشہ یہی کوشش رہتی تھی کہ اُس کا کوئی فعل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے خلاف نہ ہو یہ مردِ مومن پندرہ سال حکومت کرنے کے بعد صفر ۵۹۵ ہجری میں فوت ہو گیا اور اپنے پیچھے ایسے عظیم الشان کارنامے چھوڑ گیا جن پر دنیائے اسلام قیامت تک فخر کرتی رہے گی

تاریخ ہند



شاہان ہند کا طویل دورِ حکومت
اِن کے زمانہ میں ملک رشکِ ارم بن گیا تھا

(مسٹر ایم۔ این۔ رائے کے قلم سے)

ہندوستان کے نامور مفکر مسٹر ایم۔ این۔ رائے کا یہ مقالہ اُن فرقہ پرستوں کیلئے دندان شکن جواب ہے جو اِس ملک کی قومی یکجہتی کو تباہ کرنے کیلئے شاہانِ ہند پر طرح طرح کے الزامات لگاتے رہتے ہیں۔ ہم کو امید ہے کہ یہ مقالہ جو مسٹر ایم۔ این رائے کے مختلف مضامین سے مرتب کیا گیا ہے۔ بے حد پسند کیا جائے گا۔

جس دور میں مسلمان فاتح اور حکمراں کی حیثیت سے ہندوستان میں آئے تھے وہ دور فوجی قوت کی بنیاد پر ملکوں کی فتوحات اور سلطنتوں کے قیام کا دور تھا۔ اس لئے ہندوستان میں فاتح کی حیثیت سے اُن کے آنے اور اپنی سلطنت قائم کرنے کے واقعہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا لیکن اپنی سلطنت کے قیام کے بعد ایک حکمراں کی حیثیت سے اِس ملک اور اس کے باشندوں کے ساتھ اُن کا جو تعلق اور طریق کار رہا ہے اُس کی اچھائی اور برائی پر ضرور بحث کی جا سکتی ہے۔ مگر ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کی اچھائی اور برائی کے متعلق کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ اچھی حکومت کی خصوصیات کیا ہوتی ہیں اگرچہ اس بات کو یہاں تفصیل سے سمجھانا ممکن نہیں ہو سکتا لیکن مختصر الفاظ میں کہا جا سکتا ہے جو حکومت عوام کی عزت، آبرو اور جان مال کی حفاظت کرتی ہے اُن کے معیارِ زندگی کو بلند بناتی ہے اور کسی لحاظ سے بھی اُن کے ساتھ ناانصافی کو روا نہیں رکھتی وہ بلاشبہ اچھی حکومت کہلانے کی مستحق ہے۔ اور ہمیں ہندوستان کی مسلم حکومتوں کو بھی اسی نقطۂ نظر سے دیکھنا چاہیئے۔

ہندوستان پر مسلمانوں کی پہلی حکومت سندھ میں قائم ہوئی تھی۔ یہ حکومت کچھ زیادہ مدت تک قائم نہیں رہ سکی تھی۔ محمد بن قاسم سے مسلمانوں کے باہمی اختلاف ہی اس کے زوال کا سبب بن گئے اور یہ حکومت ہندوستان میں مسلمانوں کی پہلی اور آخری حکومت تھی جس کا مرکز ہندوستان سے باہر تھا لیکن یورپین مورخوں کے علاوہ خود اِس ملک کے تمام مورخ بھی اس بات پر پوری طرح متفق الرائے ہیں کہ یہ مسلمانوں کی بہترین حکومت تھی چنانچہ اس حکومت میں ہر شہری کو کامل آزادی حاصل تھی۔ ہر شخص کی عزت آبرو اور جان مال کی پوری حفاظت کی جاتی تھی۔ اِس حکومت نے تھوڑی سی مدت میں سندھ کے زرعی نظام میں ایسی اصلاحات کی تھیں جن سے عوام کی خوشحالی میں اضافہ ہوا تھا اور اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ بیرونِ ہند سے تعلق رکھنے کے باوجود اِس نے ہندوستان کی دولت کو باہر لے جانے کی ذرّہ برابر بھی کوشش نہیں کی تھی۔

سندھ کی مسلم حکومت کے خاتمہ کے بعد اس ملک میں محمد غوری کے حملوں کے دوران میں مسلمانوں کی حکومت کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ ۱۸۵۷ء میں جا کر ختم ہوا تھا اور صدیوں کی اس مدت میں بہت سے مسلم خاندان جزوی یا کلی طور پر ہندوستان کے حکمراں رہے تھے۔ لیکن اُن لڑائیوں اور کشمکشوں کو چھوڑ کر جو ملک گیری کے لئے مختلف خاندانوں اور حکومت کے مختلف دعویداروں کے درمیان برپا ہوتی رہی تھیں۔ اس ملک میں کامل امن قائم رہا تھا اور ان ہنگاموں کے دوران میں بھی کسی بڑے سے بڑے شخص کو دوسروں پر ظلم اور جبر کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی اور اس اصول سے انحراف کرنے کی صورت میں درباریوں کو بھی عبرتناک سزائیں دی جاتی تھیں۔ حتیٰ کہ انہیں سزائے

موت دینے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا تھا۔

مسلمانوں کے دورِ حکومت ہی میں ہندوستان کی قومی دولت میں غیر معمولی اضافہ ہوا تھا۔ عوام کی خوشحالی حد انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ اور یورپین مورخوں کے بیان کے مطابق دوسرے ملکوں میں ہندوستان کو سونے کی چڑیا سمجھا جانے لگا تھا۔

کسی ملک کی خوشحالی کا انحصار امن اور اعتمادِ باہمی پر ہے یہ باتیں حکومت کے منظم اور انصاف پسند ہونے کی بدولت پیدا ہو سکتی ہیں۔ ہندوستان کی مسلم حکومتیں اس معاملہ میں بہت زیادہ آگے بڑھی ہوئی تھیں۔ انھوں نے اپنی انصاف پسندی اور رواداری کی بدولت نہ صرف حکومت اور عوام کے درمیان ہی اعتماد کی فضا قائم کر رکھی تھی بلکہ اس سے رعایا کے مختلف گروہوں میں بھی اعتماد پیدا ہو گیا تھا۔ اور یہی اعتماد اس وسیع ملک میں امن قائم کرنے اور اسے باقی رکھنے کا موجب ثابت ہوا تھا۔ اسی امن کی بدولت اس ملک کی صنعت اور تجارت میں ترقی ہوئی تھی آبپاشی کے ذرائع کی وسعت نے زراعت میں اضافہ کیا تھا اور سڑکوں اور شاہراہوں کی تعمیر کی بدولت آمد و رفت اور نقل و حمل کی جو آسانیاں پیدا ہوئی تھیں انھوں نے ملک کو تہذیبی اور اقتصادی طور پر ہم رنگ اور متحد بنانے میں بہت زیادہ مدد کی تھی۔

اس میں شک نہیں کہ ہندوستان کی مسلم حکومتیں آزاد اور خود مختار ملوکیتیں تھیں اور انہیں بیرونِ ہند کی کسی بڑی سے بڑی اسلامی حکومت کا حکم برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن انھوں نے ہندوستان کی ہندو حکومتوں کے برعکس جو ہندوستان سے باہر کی دنیا کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی تھیں بیرونِ ہند کے مسلم اور غیر مسلم حکومتوں کے ساتھ اپنے تعلقات قائم کر لئے تھے۔ اور اُن ہی تعلقات سے ہندوستان کو بہت سے تہذیبی علمی اور اقتصادی فائدے پہنچے تھے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کے قیام سے پہلے اس ملک کا فن تعمیر [illegible] تقریباً [illegible] ہو چکا تھا۔ اس ملک کا فلسفہ اور [illegible] ہی محدود ہو [illegible] سے صرف [illegible] غیر اسلامی ملکوں کے ساتھ اپنے تعلقات کی بدولت انہیں جو نئی نئی معلومات حاصل ہوئی تھیں انھوں نے اپنی ان معلومات سے ہندوستان کے ان فنون کو مالا مال بھی کیا تھا۔ اور اس ملک کے جو علوم محدود ہوتے جا رہے تھے انہیں ملک کے اندر زندہ کرنے کے علاوہ عربی اور فارسی ترجموں کے ذریعے سے بیرونِ ہند کے ملکوں میں پہنچا کر زندۂ جاوید بھی بنا دیا تھا

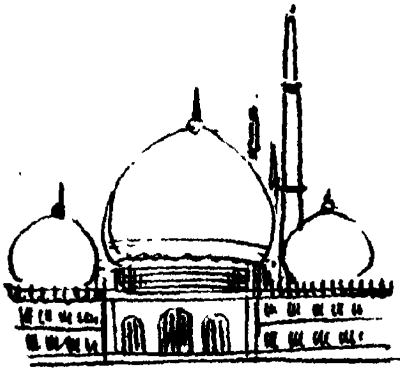
مسلمانوں کے دورِ حکومت میں ہندوستان کی صنعت، حرفت اور تجارت نے جو ترقی کی تھی اُس میں بھی مسلمانوں کے اُن تعلقات کو بہت زیادہ دخل حاصل تھا۔ جو انھوں نے دوسرے ملکوں کے ساتھ قائم کر رکھے تھے اور اس ترقی کے نتیجہ میں اس ملک کی قومی دولت میں اضافہ اور اُس کے باشندوں کا معیار زندگی بلند ہوا تھا۔

مسلمانوں نے اپنی حکومتوں کا نام "غیر مذہبی حکومت" یعنی "سیکولر" نہیں رکھا تھا۔ اُنہیں اپنی حکومتوں کو اس نام سے موسوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ یہ نام مذہبی اقلیتوں کو اس بات کا یقین دلانے کے لئے رکھا جاتا ہے کہ مذہب کی بنا پر اُن کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں کی جائے گی۔ لیکن جہاں تک مسلمانوں کی حکومتوں کا تعلق ہے وہ بنیادی طور پر عوام کے درمیان مذہبی یا غیر مذہبی بنیاد پر کسی قسم کے امتیاز کو روا نہیں رکھتی تھیں۔ اس لئے ہندوستان میں مسلمانوں کی جتنی حکومتیں قائم رہی ہیں وہ اسلامی تعلیم ہی کے مطابق انتہا درجہ کی روادار تھیں اور آج کی سیاسی اصطلاح میں انہیں بجا طور پر غیر مذہبی حکومتیں کہا جا سکتا ہے۔

مسلمان کم و بیش نو سو سال تک ہندوستان پر حکمراں رہے ہیں لیکن اس طویل مدت میں اُن کی تعداد میں کوئی قابل ذکر اضافہ نہیں ہوا اور دوسرے اس ملک کے غیر مسلم باشندوں نے کسی ایک موقع پر بھی اُن کی حکومت سے نجات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی حتیٰ کہ جب ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے سلطنت مغلیہ کو ختم کرنے کی فوجی کارروائی شروع کی تو مسلمانوں کی حکومت کو بچانے کے لئے ہندو بھی مسلمانوں کے دوش بدوش سینہ سپر تھے۔

ہمیں بادشاہتوں کو جمہوریت کے پیمانہ سے نہیں ناپنا چاہیئے بلکہ بادشاہت کا مقابلہ بادشاہت ہی کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ اور اس طرح جب ہم ہندوستان کی [illegible] کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ وہ اچھی حکومتیں تھیں۔ اُن میں رواداری انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ اور اُن کی اس رواداری اور وسیع نظری کی بدولت ہندوستان رشک ارم بن گیا تھا۔

اسلام اور غیر مسلم



اسلام سے میری عقیدت

پنڈت رام نرائن شاستری کے احساسات

(پنڈت رام نرائن شاستری کے مقالہ سے ماخوذ)

دین دنیا کے ہر شمارے میں بڑی پابندی کے ساتھ اسلام کے بارے میں غیر مسلموں کے تاثرات درج کئے جاتے ہیں چنانچہ زیر نظر شمارے میں بھی ہم پنڈت رام نرائن شاستری کے اسلام کے بارے میں احساسات درج کر رہے ہیں۔ شاستری جی سنسکرت اور مشرقی علوم کے بہت بڑے عالم ہیں آپ مختلف مذاہب پر مقالات لکھتے رہے ہیں یہ مضمون جو اسلام کے سلسلہ میں ہے ان کے مقالہ کے بعض اہم حصوں پر مشتمل ہے امید ہے کہ دین دنیا کے ناظرین کے حلقہ میں پسند کیا جائے گا۔

اسلام ایک ایسا ہمہ گیر مذہب ہے جو صرف مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے دنیا میں نہیں آیا ہے بلکہ اس میں دنیا کے سب ہی باشندوں کی رہنمائی کا سامان موجود ہے۔ اسلام کی اسی خصوصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے پنڈت رام نرائن شاستری لکھتے ہیں

"اسلام میں جس قدر وسعتِ نظر موجود ہے وہ شاید ہی دنیا کے کسی مذہب میں مل سکے اسلام نے جہاں اپنے ماننے والوں کو اپنی کتاب اور اپنے رسول کے احترام کی تعلیم دی ہے۔ وہاں یہ بھی ہدایت کرتا ہے کہ دوسرے تمام مذاہب اور ان کے معبودوں کا بھی پورا پورا احترام کرو۔ خواہ وہ جھوٹے ہی معبود کیوں نہ ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی اسلام نے اپنے ماننے والوں کو سختی سے ہدایت کی ہے کہ وہ دیگر مذاہب کے بزرگوں کا عزت سے نام لیں۔ اس تعلیم کا کھلا مقصد یہ ہے کہ اسلام صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص اور محدود نہیں ہے بلکہ وہ ساری دنیا کی رہنمائی کے لئے آیا ہے۔ اور اس مذہبی تعصب کو مٹا دینا چاہتا ہے جو اس دنیا میں عام ہے"

یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ اسلام جس وقت دنیا میں آیا تھا۔ دنیا مختلف فرقوں اور طبقوں میں بٹی ہوئی تھی۔ مذاہب کے نام پر دنیا کے ہر حصہ میں خونریزیاں جاری تھیں۔ یہودی اور عیسائی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ یہودیوں کے ساتھ عیسائیوں کے تعصب کا یہ عالم تھا کہ پانچویں صدی ہجری میں سرزمین اسپائن میں ایک دو نہیں بلکہ لاکھوں یہودیوں کو تہ تیغ کر دیا گیا تھا۔

خود عیسائیوں میں رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹوں میں شدید مذہبی عداوت موجود تھی۔ جن علاقوں میں رومن کیتھولک فرقہ کو اقتدار حاصل تھا وہاں پروٹسٹنٹوں کو تہ تیغ کر دیا جاتا تھا۔ اور جہاں پروٹسٹنٹوں کو طاقت حاصل تھی وہاں انتہائی بے دردی کے ساتھ کیتھولک فرقہ کا خون بہتا رہتا تھا۔ اور اسی طرح ہندوستان میں بھی برہمنی فرقے اور بودھوں میں زبردست منافرت تھی۔ غرضکہ اس زمانہ میں مذہبی منافرت عام تھی۔

آخر اسلام نے دنیا میں آ کر اور اپنی تعلیمات سے اس مذہبی تنگ نظری کا خاتمہ کر دیا جس کی بنا پر بے گناہ انسانوں کا خون بڑی بے دردی کے ساتھ بہایا جا رہا تھا۔ چنانچہ اسلام کو جب طاقت حاصل ہوئی تو مسلمانوں نے پوری طرح رسول اللہ صلعم کی اس ہدایت کو پیش نظر رکھا کہ "غیر مسلموں کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھنا" پنڈت رام نرائن شاستری نے اوپر کی تحریر میں اسلام کی اسی خصوصیت اور مذہبی رواداری پر روشنی ڈالی ہے۔ آگے چل کر مسٹر شاستری لکھتے ہیں۔

"اسلام کی سب سے بڑی خوبی اُس کی مساوات کی تعلیم ہے اسلام نے اللہ کے تمام بندوں کو بلا امتیاز مذہب و ملت برابری کا حق عطا کیا ہے۔ امیر و غریب، آقا و غلام، مرد اور عورت کسی میں بھی کوئی امتیاز باقی نہیں رکھا۔ اسلامی مساوات کی تعلیم سے صرف ملک عرب ہی متاثر نہیں ہوا بلکہ مسلمان جہاں جہاں پہنچے اسلامی مساوات کی تعلیم کو اپنے ساتھ لے کر گئے اور اس طرح اسلامی مساوات مختلف ممالک میں پھیلتی چلی گئی"۔

پنڈت رام نراین شاستری کی رائے ہے کہ ہندوستان کو بھی اسلامی مساوات سے بے حد فائدہ پہنچا ہے۔ چنانچہ وہ ہندوستان کے اُس وقت کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"غالباً ہمارے ملک میں سب سے پہلے مسلمان جنوبی ہند میں آئے تھے یہ وہ زمانہ تھا کہ جنوبی ہند میں ذات پات کے جھگڑے بے حد بڑھے ہوئے تھے۔ اونچی ذات والے نیچی ذات والوں کا سایہ تک گوارہ نہیں کرتے تھے۔ جنوبی ہند کی نیچ اقوام نے جب یہ دیکھا کہ دنیا میں ایک مذہب ایسا بھی ہے جس میں نیچ اونچ کی کوئی تفریق نہیں تو وہ اِس نئے مذہب کی جانب جھک گئے اور جوق در جوق اسلام کے دائرہ میں شامل ہونے لگے چنانچہ جب اونچی ذات والوں نے نیچی ذات والوں کو اسطرح اسلام کی جانب رجوع ہوتے ہوئے دیکھا تو انہیں اپنی غلطی کا احساس پیدا ہوا اور اس ملک سے بھی ذات پات کی شدت کم ہونی شروع ہو گئی"۔

یہ حقیقت ہے کہ اسلام میں ذات پات کی تفریق اور نیچ اونچ قطعی بے معنی ہے۔ اسلام کے نزدیک سب سے زیادہ قابل احترام وہ شخص ہے جو جتنا زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے خواہ وہ کسی ذات اور نسل سے کیوں نہ تعلق رکھتا ہو۔ ذات پات اور چھوٹے بڑے کا امتیاز مٹانے کے لئے رسول اللہ صلعم نے اپنے غلام زید کی شادی اپنی پھوپی زاد بہن سے کر دی تھی۔ حضرت بلال جو ایک حبشی غلام تھے اُن کی شادی بھی اپنے خاندان قریش میں جو مکہ کا معزز ترین خاندان تھا رسول اللہ صلعم نے کرا دی تھی۔ مسلمان ہونے کے بعد شاہ جبلہ غسانی نے ایک غریب عرب کے بے وجہ طمانچہ مارا تو حضرت عمر فاروقؓ نے اُس سے ایسا سخت محاسبہ کیا کہ وہ راتوں رات فرار ہونے پر مجبور ہو گیا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اسلام میں بادشاہ اور فقیر یا امیر و غریب میں کوئی فرق نہیں ہے مسٹر شاستری نے مندرجہ بالا الفاظ میں اسلام کی اسی خوبی کو سراہا ہے آگے چل کر مسٹر شاستری لکھتے ہیں۔

"اسلامی عبادات اور عقائد کو چھوڑ کر اسلام کی کوئی ایسی تعلیم نہیں ہے جو مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں کے لئے بھی قابل عمل نہ ہو۔ اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اِس مذہب نے عبادات سے کہیں زیادہ اخلاق اور معاملات پر زور دیا ہے۔ اسلام میں جہاں روحانی تعلیم ہے وہاں مادی اور دنیاوی ترقی کے لئے بھی ایک مکمل دستور العمل موجود ہے۔ اسلام بنی نوع انسان کو دنیا سے الگ تھلگ ہو کر تپسیا کرنے کی تعلیم نہیں دیتا۔ بلکہ وہ دنیا میں رہتے ہوئے پاکبازانہ زندگی کا حامی ہے اسلام دنیا کو عاقبت کی کھیتی قرار دیتا ہے۔ اسی لئے مشاہیر اسلام نے دنیا میں بڑے بڑے کارنامے انجام دئے ہیں"۔

یہ امر واقعہ ہے کہ اسلام دنیا میں اس لئے نہیں آیا ہے کہ وہ عبادت کرنے والوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کرے جو دنیا سے الگ تھلگ ہو کر کونے میں بیٹھ جائے اور اُن کا وجود دنیا کے لئے قطعی غیر مفید ثابت ہو بلکہ وہ ایسے کارآمد انسانوں کی جماعت پیدا کرنے کے لئے آیا ہے جو عبادات سے کہیں زیادہ اللہ کی مخلوق کی خدمت کیلئے کمربستہ دکھائی دیں اور اسی لئے اسلام رہبانیت کا مخالف ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اللہ کے بندے اللہ کو بھی یاد رکھیں اور اس کے ساتھ ساتھ دنیا کے جائز اور مفید کاموں میں بھی مصروف رہ کر اس دنیا کی رونق کو خوب بڑھائیں۔ یعنی دین کے ساتھ دنیاوی جد و جہد سے بھی غافل نہ رہیں چنانچہ اسلام کی اسی تعلیم کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمان مختصر سی مدت میں دنیا کے ایک بڑے حصہ کے حکمراں بن گئے تھے۔

اسلام نے اہل و عیال کی نگرانی اور اُن کے لئے روزی پیدا کرنے کو بھی عبادت ہی قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ اسلام میں پڑوسیوں اور مخلوق خدا کی خدمت کا بھی بہت بڑا اجر ہے مختصر یہ کہ اسلام نے دین کے ساتھ ساتھ دنیا کو بھی لازم قرار دیا ہے۔ کیونکہ یہ دین فطرت ہے۔ اور اس کی تعلیمات مسلمانوں ہی تک محدود نہیں ہیں بلکہ بقول پنڈت رام نراین شاستری غیر مسلم بھی اس مذہب سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔



ساٹھ نہایت مستند اسلامی کتابوں کی روح

ایک زبردست اور شاندار

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

مذہبی تعلیم اور مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مسلمان دن بدن اسلام سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں اور ناواقفیت کی بنا پر ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں جو کھلا ہوا شرک اور کفر ہوتا ہے مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی سے بچانے کے لئے ہم نے حال ہی میں تقریباً ساٹھ مستند کتابوں کی مدد سے ایک ایسی جامع کتاب شائع کی ہے جس میں دس ہزار سے زیادہ ایسے دینی اور دنیاوی معاملات پر بحث کی گئی ہے جن سے ہر مسلمان کا روزانہ واسطہ پڑتا رہتا ہے یہ مستند اور جامع کتاب حال ہی میں

فلاح دین دنیا

(جدید اضافہ شدہ ایڈیشن)

کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ اس جدید ایڈیشن میں بہت سے نئے عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لئے کوئی ایسی دینی اور دنیاوی معلومات ہیں جو موجود نہ ہو اس میں اسلام کے فضائل اور عقائد کی تفصیل ہے اس میں عبادات اور اعمال و وظائف کا لاجواب ذخیرہ ہے اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت کا درس موجود ہے غرضیکہ اس کتاب میں ایک مسلمان کیلئے پیدائش سے لیکر موت تک کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اسلامی نقطۂ نظر سے کھانے پینے اور رہائش میل جول اور حفظان صحت تک کے اصول درج کر دیئے گئے ہیں۔ جس گھر میں یہ کتاب ہوگی اس گھر میں ایک زبردست عالم دین اور تجربہ کار دنیاوی مشیر مشورہ دینے کیلئے ہر وقت موجود رہے گا یہ کتاب نہیں ہے بلکہ ایک زبردست اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں پوری اسلامی لائبریری کے برابر مواد موجود ہے۔

اس میں چودہ ابواب ہیں جن میں سے ہر باب اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے

باب اول :- فضائل اسلام :- اس میں اسلام کے فضائل اسلام کے دین فطرت ہونے کا ناقابل تردید ثبوت اور اسلام کے بارے میں مسلم شاہیر کے بلند و بالا خیالات درج ہیں۔

باب دوم :- عقائد اہل سنت والجماعت :- اس میں اسلامی عقائد کے بنیادی اصول اور یہ مضامین درج ہیں ذات و صفات الٰہی عرش و کرسی، لوح و قلم، فرشتے حضرت جبرئیل، اسرافیل، عزرائیل، نکیرین، سجین و علیین، قبر میں سوال نکیرین، علامات قیامت ظہور امام مہدی، دجال اور حضرت عیسیٰ کا نزول۔ یاجوج ماجوج، مغرب سے طلوع آفتاب، قیامت صغریٰ، قیامت کبریٰ، صور پھونکے کا ذکر، میدان حشر، حساب و کتاب پلصراط، دوزخ، جنت رسول مقبول صلعم کی فضیلت، آپ کے زندگی کے حالات، ازواج مطہرات، خلفائے راشدین، اولیا اللہ پیران طریقت موت و حیات وغیرہ۔

باب سوم :- اسلامی عبادات :- اس میں عبادات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً وضو، غسل تیمم، نماز پنجگانہ، نماز مسافر، نماز جمعہ۔ نماز عیدین نماز اشراق نماز چاشت، جنازے کی نماز، اعتکاف، فضائل ماہ رمضان المبارک، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے جملہ مسائل درج ہیں۔

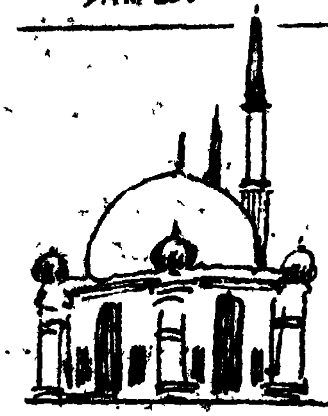
باب چہارم :- اعمال و وظائف :- اس میں سال کے تین سو ساٹھ دن میں تاریخوار پڑھنے کے لئے وہ مستند اعمال و وظائف درج ہیں جو بزرگان دین اور اولیاء اللہ کا معمول رہے ہیں۔ نیز بزرگان دین کی ولادت اور رحلت کی تاریخیں بھی درج ہیں۔

باب پنجم :- حلال و حرام جانور ذبح و شکار :- اس میں حلال و حرام جانور اور ذبح و شکار کے مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

باب ششم :- اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق :- اس میں حقوق اللہ حقوق آنحضرت صلعم، حقوق صحابہ حقوق اہلبیت، حقوق پیران طریقت والدین اور بیوی بچوں کے حقوق، اعزہ و اقربا کے حقوق، حقوق ملازم، غرضیکہ ایک مسلمان پر جتنے حقوق عائد ہوتے ہیں وہ سب درج ہیں۔

دیگر ابواب :- باقی آٹھ ابواب میں سے ایک باب میں اسلامی معاشرت پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً خورد و نوش اور لباس کے مسائل پیدائش، عقیقہ شادی بیاہ نکاح و طلاق، تجہیز و تکفین، عدت، ماتم پرسی وغیرہ کے بارے میں جملہ مسائل درج ہیں ایک علیحدہ باب میں میلاد شریف کا جواز اور حضور کی ولادت کا مفصل بیان ہے جو مکمل میلاد خوانی کا کام دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک علیحدہ باب میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور دیگر اولیائے کرام کی سوانح درج ہیں۔ اور آخری باب میں طب نبوی کے فوائد اور حفظان صحت کے جملہ اصول اور اہم بیماریوں کے علاج درج ہیں غرضیکہ اس کتاب میں وہ سب کچھ موجود ہے جو مسلم لائبریری میں ہو سکتا ہے ضخامت تقریباً نو سو صفحات کاغذ سفید نہایت اعلیٰ کتابت چھپائی عمدہ ٹائٹل رنگین۔ منگانے کے بعد اگر کتاب ناپسند ہو تو واپس کر دیجئے۔ قیمت مجلد سولہ روپے۔ پچاس پیسے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی ——— جامع مسجد دہلی ۶



شہنشاہ اکبر کے الحاد کے خلاف جہاد
حضرت مجدد الف ثانی جہانگیر کی قید میں

(از جناب امیر حسن نعمانی ندوی)

حضرت مجدد الف ثانی رح ہندوستان کے اُن اولیائے کرام میں سے ہیں۔ جو مسند علم وہدایت کو چھوڑ کر اُس وقت میدان جہاد میں کود پڑے تھے جبکہ شہنشاہ اکبر کے دور حکومت میں اسلام کو مسخ کیا جا رہا تھا۔ اور اکبر کے ایک نئے "دین الٰہی" نے اِس ملک کے مسلمانوں کے عقائد بگاڑنے شروع کر دئے تھے۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ عہد اکبری کے نام نہاد علما۔ ابوالفضل اور فیضی نے شہنشاہ اکبر کو گمراہ کرکے امام وقت، اور مجتہد العصر بنا کر ایک پیغمبر کا درجہ دے دیا تھا۔ ان دونوں بھائیوں نے بادشاہ کو یہ یقین دلا دیا تھا کہ۔ چونکہ آنحضرت صلعم کی وفات کو ایک ہزار سال کا زمانہ گزر چکا ہے۔ اور آن کا لایا ہوا دین فرسودہ ہو چکا ہے اس لئے ضرورت اس کی ہے کہ آپ بادشاہی کے ساتھ دینی رہنمائی کا منصب بھی سنبھال لیں اور کسی نئے دین کا اجرا فرمائیں چنانچہ ابوالفضل اور فیضی کی چاپلوسی سے متاثر ہوکر شہنشاہ اکبر نے "دین الٰہی" کے نام سے ایک نئے اکبری دین کی بنیاد رکھ دی تھی۔ جسے قبول کرنے کے لئے لوگوں پر بڑی بڑی زیادتیاں کی گئی تھیں۔

"ہر فرعونے را موسیٰ" اللہ تعالیٰ نے اِس الحاد اور بے دینی کو مٹانے کے لئے شہنشاہ اکبر ہی کے ابتدائی دور میں حضرت مجدد الف ثانی کو پیدا کر دیا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی کی پیدائش ۱۵۶۴ء میں سرہند شریف میں ہوئی تھی۔ اُن کا شمار ہندوستان کے صف اول کے علماء میں کیا جاتا تھا۔ اور اس ملک کے اولیائے کرام میں بھی آپ کو بلند ترین مرتبہ حاصل تھا۔

ابتدا میں تو آپ کا واحد مشغلہ درس وتدریس تھا۔ دور دور سے طالبان علم سرہند کھنچے چلے آرہے تھے۔ لیکن بعد میں آپ نے خاموشی کے ساتھ اکبر کے پھیلائے ہوئے الحاد کے خلاف بھی کام شروع کر دیا اور جب آپ نے یہ دیکھا کہ شہنشاہ اکبر کی موت کے بعد جہانگیر کے دور میں بھی نئی اکبری پھیلائی ہوئی بے دینی بدستور موجود ہے تو آپ نے صرف مسند تدریس ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اکبری الحاد کے خلاف جہاد کرنے کے لئے کھلم کھلا میدان میں آگئے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے عقیدت مند پورے ملک میں پھیلے ہوئے تھے لہٰذا آپ کے میدان میں آتے ہی اچھا خاصہ ہنگامہ برپا ہو گیا جس کی وجہ سے ایک طرف تو ایوان شاہی میں زلزلہ آگیا اور دوسری جانب علماء سو اور نام نہاد صوفیا بے حد سراسیمہ ہوئے اور آپ کے شدید مخالف بن گئے اور اُن کی جانب سے یہ مطالبہ ہونے لگا کہ حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف نہایت ہی سخت قدم اٹھایا جائے۔

جب حضرت مجدد الف ثانی کی الحاد کے خلاف تحریک کا زور بہت زیادہ بڑھا۔ اور بعض بااثر اراکین حکومت بھی آپ کے حلقہ بگوش ہوگئے تو نام نہاد علما کو بے حد فکر ہوئی اور انھوں نے جہانگیر کو بھڑکایا کہ شیخ احمد کے مریدوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ چکی ہے۔ یہاں تک کہ اعلیٰ حکام بھی اس تحریک میں شامل ہو چکے ہیں۔ لہٰذا کسی وقت بھی یہ ممکن ہے کہ حضرت شیخ حکومت کا تختہ الٹ کر کسی ایسے شخص کو مغلیہ حکومت کے تخت پر بٹھا دیں جسے کہ وہ پسند کرتے ہوں۔ شیخ کھلم کھلا حکومت کے خلاف زہر اگل رہے ہیں۔ دربار میں سجدہ تعظیمی کو حرام قرار دے چکے ہیں۔ اور جہانگیر سے کہا گیا کہ آپ اگر تصدیق کرنا چاہیں تو انہیں دربار میں بلائیں اور جواب طلب کریں

جہانگیر نے یہ باتیں سن کر آپ کو نظر بند کرنے کا ارادہ کیا لیکن آپ پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں تھا۔ کیونکہ بڑے بڑے امرا اور اعلیٰ اراکین حکومت

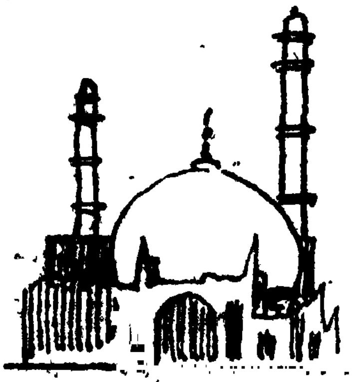
آپ کے مرید یا معتقد تھے چنانچہ آپ پر ہاتھ ڈالنے سے قبل جہانگیر نے باشرعکام کے تبادلے دور دور کے علاقوں میں کر دئیے۔ اس کے بعد حضرت مجدد کو دربار میں بلایا۔ شاہی فرمان کے ذریعہ ملاقات کی دعوت دی اور لکھا کہ "آپ اور آپ کے خلفاء سے ملنے کا اشتیاق ہے" حضرت مجدد اپنے خلفا کے ساتھ دربار میں پہنچے مگر سجدہ تعظیمی تو درکنار آپ نے جہانگیر کو سلام بھی نہیں کیا جہانگیر نے پوچھا کہ آپ نے نہ تو آداب شاہی بجالائے اور نہ سلام کیا اس کی کیا وجہ ہے "حضرت نے جواب دیا کہ "اسلام کا حکم یہ ہے کہ بوقت ملاقات ایک دوسرے کو اسلام علیکم کہا جائے۔ چونکہ مجھے معلوم تھا کہ آپ سلام کا جواب نہیں دیں گے اس لئے میں نے سلام نہیں کیا" جہانگیر نے یہ سن کر درباری سجدہ تعظیمی کا حکم دیا مگر آپ نے انکار کر دیا۔ دربار میں بیٹھے ہوئے لوگ آپ کی دینی جرأت پر حیران رہ گئے جہانگیر کا غصہ بھڑک اٹھا۔ پہلے تو سزائے موت کا حکم سنایا پھر کچھ سوچ کر قلعہ گوالیار میں قید کرنے کا حکم دے دیا۔ حضرت مجدد الف ثانی دو سال قیدخانہ میں رہے مگر قید کے زمانہ میں بھی عبادت و ریاضت کے ساتھ رشد و ہدایت کا سلسلہ بدستور جاری رہا اور قلعہ گوالیار کے سیکڑوں غیر مسلموں نے اسلام قبول کر لیا۔ چنانچہ "انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن" میں لکھا ہے کہ

"ہندوستان میں سترھویں صدی میں مغل دور حکومت میں ایک عالم ہوئے ہیں جن کا نام شیخ احمد مجدد تھا جو ناحق قید کر دئے گئے تھے۔ اُن کے متعلق روایت ہے کہ اُنھوں نے اپنے قیدخانہ کے ساتھیوں میں سیکڑوں بت پرستوں کو مسلمان بنایا تھا" (جلد دوم ۔۔)۔

حضرت مجدد الف ثانی کے اکثر سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ شہنشاہ جہانگیر نے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں "جہانگیر تم نے ہمارے اتنے بڑے محبوب کو قید کر دیا تمہیں یہ مناسب نہیں ہے" خواب کے فوراً بعد جہانگیر کی آنکھ کھل گئی اور احساس ہوتے ہی صبح ہی آپ کی رہائی کا حکم دے دیا۔ اور بعض روایتوں کے مطابق خود گوالیار جا کر معافی کا طالب ہوا اور رہا کر دیا۔ اور آپ سے حضرت شیخ سے عقیدت ہو گئی یہاں تک کہ شہزادہ خرم (شاہجہاں) کو بھی آپ کے حلقہ بیعت میں شامل کر دیا۔

بعض تذکرہ نویسوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ رہائی کے بعد جہانگیر ہمیشہ حضرت مجدد الف ثانی کو شاہی لشکر کے ساتھ رکھتا تھا۔ تاکہ اُن کی برکت سے اُسے فتوحات حاصل ہوں۔ لیکن بعض مورخوں کا یہ بھی خیال ہے کہ یہ جہانگیر کی ایک سیاسی چال تھی تاکہ لشکر کے ساتھ رہنے کی وجہ سے آپ اپنی سرگرمیوں کو جاری نہ رکھ سکیں۔

مگر حضرت مجدد الف ثانی نے الحاد اور بے دینی کے خلاف جو تحریک جاری کی تھی وہ آن کے خلفاء کے ذریعہ بدستور جاری رہی چنانچہ آپ کی کوششوں سے ہندوستان میں اکبر کی پھیلائی ہوئی بے دینی کا سیلاب رک گیا۔ غیر اسلامی مراسم کا خاتمہ ہوا۔ شعائر اسلام کے خلاف جو قوانین تھے وہ منسوخ ہوئے۔ حکومت کی اسلام کے خلاف روش بدل گئی۔ اور ہندوستان کی وہ حکومت جو کفر و شرک کی حامی بن گئی تھی راہ راست پہ آگئی اور یہ حضرت مجدد الف ثانی کا اتنا بڑا کارنامہ ہے جسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ حضرت مجدد الف ثانی حضرت شیخ باقی باللہ شاہجہان آبادی کے خلیفہ تھے آپ کی وفات ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ (دسمبر ۱۶۲۴ء) کو سرہند شریف میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کا مزار آج تک مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔



اسلام دنیا پر کس طرح چھا گیا

اسلام کی رفتار ترقی پر دنیا کے مفکرین کی رائے

(از مولوی محمد حفیظ اللہ پھلواروی)

اسلام کا یہ ایک ناقابل انکار معجزہ ہے کہ وہ مختصر سی مدت میں ساری دنیا پر چھا گیا تھا۔ اسلام کی اس حیرت انگیز رفتار ترقی پر دنیا کے بڑے بڑے مفکرین حیران ہیں اسلام کی اس محیر العقول مقبولیت اور ہمہ گیری کے اسباب پر نامور مورخ مولوی حفیظ اللہ پھلواروی نے بڑی قابلیت سے ذیل کے مقالہ میں روشنی ڈالی ہے۔

مسلمان جتنی کم مدت میں پوری دنیا میں پھیل گئے اور انھوں نے دنیا کے بیشتر حصوں پر حاکمانہ اقتدار حاصل کر لیا اُس کی مثال دنیا کی پوری تاریخ میں مفقود ہے اور اسلام کی یہ پیش رفت آج بھی دنیا کے بڑے بڑے مفکرین کے لئے باعث حیرت بنی ہوئی ہے۔ اسلام ایک طوفان تھا جو عرب کے ریگستان سے اٹھا اور آن کی آن میں دنیا کے بہت بڑے حصہ پر پھیل گیا۔ ایک بجلی تھی جو عرب کی پہاڑیوں پر کوندی اور اُس کی چمک سے یک بیک دنیا کا بیشتر حصہ منور ہو گیا۔

مسٹر ٹامس کارلائل کے الفاظ میں "اسلام ایک 'چنگاری تھی' جو ایک ایسے ملک میں نمودار ہوئی جو ظلمت میں ڈوبا ہوا ایک بنجر میدان تھا۔ لیکن اس چنگاری نے پورے زور شور کے ساتھ اڑ جانے والی بارود کی طرح شعلوں کی شکل اختیار کر لی۔ اور ان شعلوں کی روشنی نے دہلی سے لیکر غرناطہ تک کی سرزمین کو روشن کر دیا" اور ڈاکٹر ڈلر بیر کے قول کے مطابق "دنیا کی تاریخ میں کوئی مذہب اتنی جلدی اور اس قدر وسعت کے ساتھ اسلام کی طرح نہیں پھیلا"

اسلام کی اس حیرت انگیز مقبولیت کا بڑا باعث مسلمانوں کی حوصلہ مندی کے علاوہ اُن کی وہ رواداری ہے جو تاریخ میں آپ ہی اپنی مثال ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے جس ملک کو بھی فتح کیا وہاں کے باشندوں کے لئے وہ امن کے فرشتے ثابت ہوئے مسلمان اُس زمانہ کے دوسرے فاتحین کی طرح نہیں تھے کہ مفتوحین پر ظلم و جبر کرتے اور مفتوحہ ممالک میں لوٹ اور غارتگری کرتے یا اُن کے مذہب میں مداخلت کر کے اُنہیں زبردستی اپنے مذہب میں داخل کرنے کی کوشش کرتے بلکہ مسلمانوں نے جس ملک کو بھی فتح کیا وہاں کے باشندوں کے مذہب میں کبھی کسی قسم کی مداخلت نہیں کی۔ اور ہمیشہ مفتوحین کے ساتھ رواداری اور محبت کا سلوک کیا چنانچہ مسلمانوں کی رواداری کی بدولت غیر مسلم محکوم اقوام نے آزادی کا پورا پورا لطف حاصل کیا۔ اور انھوں نے یہ کبھی محسوس نہیں کیا کہ وہ محکوم ہیں۔ غرضیکہ مسلمانوں کی اس رواداری اور حسن سلوک کا نتیجہ یہ نکلا کہ جس ملک میں بھی وہ گئے، وہاں کے باشندے مسلمانوں کے [illegible] اسلام کے گرویدہ بن گئے۔ اور انھوں نے نہ صرف بخوشی اسلام قبول کر لیا بلکہ اسلام کے سینہ سپر بن گئے، یہاں تک کہ اسلام کی خاطر انھوں نے اپنی جانیں تک خطرہ میں ڈال دیں۔

نامور یورپین مورخ رو برٹسن فاتحین اسلام کی سیاسی وسیع نظری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے "اہل اسلام کی فتح مند فوجوں نے خواہ ملک شام کو فتح کیا یا شمالی افریقہ پر اپنا جھنڈا لہرایا یا بحیرہ احمر کو عبور کر کے بحیرہ اسود میں پاؤں جمائے، غرضکہ وہ جہاں بھی گئے، قرآن کریم کی تعلیم ان کے ساتھ گئی جس کی ہدایتوں کی وجہ سے انھوں نے کسی جگہ بھی اس زمانہ کے دستور کے مطابق مفتوحین پر ظلم و ستم کا ارتکاب نہیں کیا۔ اور کسی قوم کو انھوں نے اس بنا پر تہ تیغ نہیں کیا کہ وہ

مسلمانوں کا مذہب قبول کرنے سے انکار کرتی تھی بلکہ مسلمان جس ملک میں بھی فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے وہاں کے قدیم مذہب اور تمدن کے سرپرست بن گئے۔

سر آرنلڈ لکھتا ہے کہ "اسلامی افواج جب عیسائی علاقوں میں داخل ہوئیں تو وہ عیسائیوں کو آسانی سے بالجبر مسلمان بنا سکتی تھیں لیکن انھوں نے کبھی بھی عیسائیوں کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ اسلامی افواج کا صرف یہ کام تھا کہ وہ مفتوحہ علاقوں کے انتظام کو سنبھالیں مگر مفتوحہ علاقے کے باشندوں کے عقائد اور مذہب سے کوئی غرض نہ رکھیں اور مسلمانوں کی اس رواداری سے انہیں بہت بڑا فائدہ پہنچا ہے۔"

بشپ سائمن رقمطراز ہے "عرب جنکو خدا نے دنیا کی وسیع سلطنت عطا کی تھی بجا طور پر اس اعزاز کے مستحق تھے۔ انھوں نے کسی زمانہ میں بھی عیسائی مذہب پر حملہ نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس وہ ہمارے مذہبی کاموں میں ہر طرح مدد دیتے تھے۔ وہ ہمارے خدا اور پیغمبر کا احترام کرتے تھے۔ وہ ہمارے گرجاؤں اور خانقاہوں کو اپنے عطیات سے نوازتے تھے اور اُن کی اس رواداری کے لئے ہم اُن کے شکر گزار ہیں۔"

مشہور پادری کارل فسکی لکھتا ہے "جب مسلمان فاتح کی حیثیت سے عیسائی ملکوں میں داخل ہوئے تو اُن یہودیوں نے جن پر عیسائی حکومتوں میں سخت مظالم ہو رہے تھے۔ اُن کا کھلے دل کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ اور صرف یہودیوں ہی نے نہیں بلکہ یعقوبی عیسائیوں نے بھی عربوں کو اپنے نجات دہندہ کی حیثیت سے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ مسلمانوں کی ایک امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ وہ جس ملک میں بھی جاتے تھے وہاں کے ہر مذہب کے لوگوں کو ایک خود [illegible] حیثیت قرار دے دیتے تھے۔ اور اُسی مذہب کے رہنماؤں کو [illegible] اُن [illegible] دیتے تھے۔ مسلمانوں کی اسی فراخ دلی کا یہ نتیجہ تھا کہ جب وہ ایک فاتح کی حیثیت سے عیسائی ملکوں میں داخل ہوئے تو یعقوبی عیسائیوں نے بڑی خوشی سے ساتھ اُن کا استقبال کیا۔"

انگلستان کا نامور مورخ سی۔ ڈی۔ ہارڈی فاتحین اسلام کی رواداری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "فاتحین اسلام کی رواداری نے مفتوحہ قوموں پر بہت اچھا اثر کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے جب فلسطین پر قبضہ کیا تو ایک مورخ نے اُن کے رویہ سے متاثر ہو کر لکھا "مسلمان جیسی روادار قوم آج تک دیکھنے میں نہیں آئی انھوں نے کسی گرجا پر دست درازی نہیں کی اور کسی عیسائی کو مسلمان ہونے کی ترغیب نہیں دی۔ ایسی حالت میں اگر عیسائیوں اور یہودیوں نے اسلام قبول کیا تو انھوں نے ایسا صرف اپنے ضمیر کی آواز پر کیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے اپنے عقیدہ کو پھیلانے کے لئے کبھی تلوار نہیں اٹھائی طلوع اسلام کے وقت عرب ہی نہیں بلکہ سب ہی قومیں جنگجو تھیں۔ اس لئے اُس زمانہ کے لوگ اس قدر بزدل نہیں ہو سکتے تھے کہ تلوار سے ڈر کر اپنا مذہب تبدیل کر لیتے۔ تلوار سے اسلام کی اشاعت کی کہانی محض من گھڑت افسانہ ہے۔"

کون نہیں جانتا کہ اسلام کی ابتدا مکہ سے ہوئی تھی لیکن جب مکہ میں مسلمانوں کے لئے رہنا ناممکن ہو گیا تو مسلمانوں نے مدینہ کو اپنا مرکز بنا لیا۔ یہاں تھوڑے ہی دنوں میں۔ اُن پر پولیٹیکل رنگ بھی چھا گیا اور وقت کے تقاضہ نے مدینہ کے ہر مسلمان کو خواہ وہ مہاجر تھا یا انصار ایک مرد مجاہد بنا دیا۔ اور پھر ان ہی مٹھی بھر مجاہدین نے دنیا میں اسلام کا ڈنکا بجا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مختصر سی مدت میں دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کی بڑی بڑی سلطنتیں قائم ہو گئیں اور اِن سلطنتوں کے قیام میں اُن ہی نومسلموں نے سب سے زیادہ حصہ لیا جو ابتدا میں اسلام کے شدید مخالف تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں دنیا میں پھیلا ہے۔ اور اس مذہب کی رواداری نے سب سے زیادہ لوگوں کو متاثر کیا ہے۔

سر تھامس آرنلڈ اپنی کتاب "پریچنگ آف اسلام" میں اسلام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے "اسلام کا ظہور ایک ایسے زمانہ میں ہوا تھا جب لوگ تلوار ہی کو سب کچھ سمجھتے تھے۔ اس زمانہ میں مفتوحہ اقوام کے ساتھ نہایت ہی ظالمانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ لیکن مختلف ممالک کو فتح کرنے کے بعد جب مسلمان صلح آشتی کا پیغام لے کر وہاں پہنچے تو اُن کے حسن سلوک اور نرم رویہ نے لوگوں کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ پھر اسلام کی تو سیع میں اس مذہب کی رواداری کے علاوہ صوفیائے کرام۔ سیاحوں اور تاجروں کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو تنخواہ دار مبلغوں اور تبلیغی مشنوں سے بے نیاز ہے (باقی ص[illegible] پر)



باغی شہزادہ کی سرگزشت

عباسی دورِ خلافت کا ایک واقعہ

(از جناب محمد یوسف اصلاحی)

یہ سنہ ۱۹۸ ہجری کا وہ زمانہ تھا جب مامون الرشید مسند خلافت پر بیٹھ چکے تھے۔ لیکن اُن کے چچا ابراہیم بن مہدی نے نہ صرف اُن کے بیعت سے انکار کر دیا تھا بلکہ حصول اقتدار کے لئے بغاوت بھی کھڑی کر دی تھی مگر انہیں شکست ہو گئی اور ابراہیم جان کے خوف سے روپوش ہو گئے۔ اِن دنوں ابراہیم پر کیا بیتی اور اُن کو کیسے کیسے لوگوں سے واسطہ پڑا اُسکی دلچسپ اور عبرت انگیز داستان تاریخ میں اُن ہی کے قلم سے موجود ہے جسے ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

ابراہیم لکھتے ہیں کہ حصول خلافت کی کوشش میں ناکام ہونے کے بعد میری موت یقینی تھی۔ کیونکہ ہر چہار طرف میری تلاش جاری تھی۔ اور خلیفہ مامون نے اعلان کر دیا تھا کہ "جو شخص ابراہیم کو گرفتار کر کے لائے گا اُسے ایک لاکھ درہم بطور انعام دیئے جائیں گے" میری حالت یہ تھی کہ میں ٹھوکریں کھاتا ہوا مارا مارا پھر رہا تھا۔ بغداد کے گمنام علاقہ کی ایک گلی میں جب میں گھسا تو یہ گلی آگے سے بند تھی۔ اب میں سوچنے لگا کہ کہاں جاؤں اور کدھر جاؤں۔ آگے راستہ بند اور پیچھے لوٹنا خلاف مصلحت تھا۔ اسی حیرانی کے عالم میں کھڑا تھا کہ ایک مکان کے دروازہ پر ایک سیاہ فام نوجوان نظر آیا۔ میں نے عاجزی سے درخواست کی کیا تم کچھ وقت کے لئے مجھے اپنے ہاں جگہ دے سکتے ہو۔

اِس سیاہ فام اور روشن ضمیر انسان نے خندہ پیشانی سے میرا استقبال کیا اور نہایت عزت کے ساتھ ایک سجے ہوئے خوبصورت کمرے میں مجھے بٹھا کر بٹھا دیا۔ اور فوراً ہی گھر کا دروازہ بند کر کے باہر روانہ ہو گیا۔ میرے دل کی حرکت تیز ہو گئی۔ میں نے سمجھ لیا کہ اب خیر نہیں ضرور یہ سیاہ فام میری گرفتاری کے لئے پولیس کو لینے گیا ہے مگر پھر میں سوچنے لگا کہ آدمی تو بظاہر بہت شریف معلوم ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میرے لئے کچھ تواضع کا سامان لینے گیا ہو جذبات اور خیالات کی یہ کشاکش جاری تھی کہ نوجوان دروازہ کھول کر اندر آیا وہ کھانے پینے کے سامان سے لدا ہوا تھا۔ یہ سارا سامان اُس نے میرے سامنے رکھ دیا۔ اور بولا "حضور میں ایک ادنیٰ حجام ہوں آپ جیسے شرفا ہم لوگوں کے گھروں میں کب آتے ہیں میں نے سوچا کہ گھر کا پکا ہوا کھانا آپ کے سامنے کیا رکھوں اِس لئے بازار سے جو کچھ لا سکا لے آیا ہوں" اور وہ میری خاطر و مدارات میں لگ گیا۔

میں حیران تھا کہ وہ لوگ جنہیں ہم ادنیٰ اور حقیر سمجھتے ہیں اُن میں کتنی انسانیت اور شرافت ہے۔ میں دل ہی دل میں اُس کا شکریہ ادا کر رہا تھا کہ اس آڑے وقت میں وہ میرے ساتھ ایسا مخلصانہ سلوک کر رہا ہے۔ میں نے کھانے میں اُسے بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ جب میں کھانے سے فارغ ہوا تو جوان نے کہا کہ "حضور گستاخی معاف اگر کچھ شعر و شاعری ہو جائے تو میں اُسے اپنی خوش بختی سمجھوں گا۔ میں نے تعجب سے پوچھا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں شعر و شاعری سے دلچسپی رکھتا ہوں۔ وہ بولا "حضور سے کون واقف نہیں ہم ایک زمانہ تک حضور کے سایہ عاطفت میں رہے ہیں۔ آپ کا اسم مبارک ابراہیم ہے۔ بغداد والوں کے لئے آپ اجنبی نہیں مامون الرشید نے ایک لاکھ کا بیش قیمت انعام آپ ہی کی گرفتاری کے لئے رکھا ہے"

میں حیرت سے اُس سیاہ فام نوجوان کو تک رہا تھا اور خدا کی قدرت پر حیران تھا کہ اُس نے ایسے گھر میں پہنچا دیا جو مجھ سے بخوبی واقف ہے اور اور اپنے انجام سے دل ہی دل میں ڈرتا رہا تھا۔ آخر میں نے اپنے میزبان کو چند اشعار سنائے۔ وہ واقعی شعر و شاعری کا دلدادہ تھا۔ اُسے بھی اچھے شاعروں کا کلام یاد تھا۔ اور وہ گاتا بھی بہت اچھا تھا۔ وہ بڑی دیر تک سرمستی کے عالم میں گاتا رہا۔ اس کے بعد میں سو گیا۔ آنکھ کھلی تو شام ہو چکی تھی اور رات کی تاریکی پھیلنے لگی تھی۔ میں نے سوچا کہ اب چل دینا چاہئے کیا پتہ کہ اس کے دل میں لالچ آجائے ایسی بے پروائی ٹھیک نہیں۔ میں نے کمر سے اشرفیوں کی تھیلی کھولی اور نوجوان کی طرف بڑھائی۔ اور اُس سے رخصت چاہتے ہوئے کہا "اچھا میں چلتا ہوں یہ حقیر سا تحفہ میری جانب سے قبول کر لو۔ اگر خدا نے ہمارے دن پھیر دئے تو ہم تمہیں مالا مال کر دیں گے"

نوجوان آزردہ خاطر سا ہو گیا اور افسردہ لہجہ میں بولا "حضور میں بہت ہی غریب اور آپ کا ادنیٰ خادم ہوں آپ کی ذرہ نوازی ہے کہ آپ نے میرے جھونپڑے کو اپنے قدموں سے نوازا بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اس عزت اور شرف کو چند سکوں کی خاطر بیچ ڈالوں" اُس نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ اشرفیوں کی تھیلی مجھے لوٹا دی اور عاجزی کے ساتھ عرض کیا "حضور آپ کہاں جائیں گے لوگ آپ کی فکر میں ہیں۔ میرے آقا یہاں چند روز بے فکری کے ساتھ رہئے ہو سکتا ہے کہ چند دن بعد مامون کا دل اپنے چچا کے معاملہ میں نرم پڑ جائے"

میرے دل پہ اُس کی پُرخلوص باتوں کے بے حد اثر ہوا اور کئی روز تک میں اُس کا مہمان رہا۔ میں حیران تھا کہ اگرچہ یہ سیاہ فام ہے لیکن اِس کے دل میں کیسا اجالا ہے۔ معمولی حجام ہونے کے باوجود میری خاطر و مدارات پہ کس طرح بے دریغ خرچ کر رہا ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو جاتا تھا کہیں مجھ آفت رسیدہ کی بدولت اِس نیک دل نوجوان پہ کوئی مصیبت نہ آجائے۔ آخر میں نے طے کیا کہ یہاں سے نکل جانا ہی بہتر ہے آخر ایک دن میں نہایت خاموشی کے ساتھ اُس نوجوان سے کچھ کہے بغیر بھیس بدل کر نکل گیا۔

شامت اعمال کہ تھوڑی دور ہی چلا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پہ سوار میری طرف ہی آرہا ہے۔ اُس نے مجھے پہچان لیا تھا۔ میرے قریب آتے ہی اُس نے گھوڑے سے اتر کر مجھے پکڑ لیا۔ اور گتھم گتھا ہو گیا۔ اور برابر چلا رہا تھا "یہی ابراہیم ہے۔ یہی ابراہیم ہے" سوار اگرچہ کثرتیل قومی جوان تھا۔ لیکن میری تو جان کا معاملہ تھا میں نے پوری قوت کے ساتھ اُسے ایک ایسا جھٹکا دیا کہ وہ نیچے ایک گہرے کھڈ میں جا گرا۔ میں لمحہ بھر تامل کئے بغیر چوپر کو منہ اٹھا بھاگ کھڑا ہوا اور آنا فاناً میں کھڈ کے پاس جا پہنچا اور ایک تنگ و تاریک گلی میں پہنچ گیا۔ گلی کے اندر ایک مکان کا دروازہ کھلا ہوا تھا سامنے ہی ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے نہایت عاجزی سے اُس سے درخواست کی کہ بہن مجھے اپنی جان کا خوف ہے دشمن میرے پیچھے لگا ہوا ہے خدا کے واسطے مجھے پناہ دے دو اُس نیک خصلت نے فوراً مجھے اندر بلا لیا اور مجھ پر رحم کھاتے ہوئے اُس نے کہا کہ "آجاؤ میں تمہیں پناہ دیتی ہوں" "اب تم میری امان میں ہو" اور مجھے ایک کمرے میں بند کر کے باہر سے کنڈی لگا دی۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ سپاہی سے میری جان بچی۔

تھوڑی ہی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ باہر کسی آدمی کے بولنے کی آواز آرہی ہے۔ کواڑوں کے سوراخ میں سے میں نے جھانک کر دیکھا تو وہی سپاہی کھڑا اُس عورت سے باتیں کر رہا تھا۔ کھڈ میں گرنے کی وجہ سے اُس کی ٹانگ میں چوٹ آگئی تھی۔ لنگڑا کر چل رہا تھا اور سر پہ بھی کئی زخم تھے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ اس عورت کا شوہر ہے میرا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ اور میں نے سوچا اب بچنے کی کوئی صورت نہیں ابراہیم تمہاری موت ہی ادھر لائی ہے۔ نیک دل خاتون کو اُس سپاہی نے میرا نام لے کر سارا ماجرا سنایا۔ خاتون نے اطمینان اور سکون کے ساتھ سپاہی کی مرہم پٹی کی۔ بہت دیر تک اُس کی دلجوئی کی باتیں کرتی رہی۔ سپاہی کو کچھ سکون ملا تو وہ ایک طرف جا کر سو گیا۔

عورت دبے پاؤں اُٹھی میرے پاس آئی۔ میں سمجھ گیا کہ ابراہیم اب تمہاری خیر نہیں۔ خاتون بڑے وقار کے ساتھ میری جانب بڑھی اور بولی "وہ سپاہی جسے تم نے زخمی کیا ہے میرا شوہر ہے میں اگر چاہوں تو تمہیں گرفتار کر کے مامون سے ایک لاکھ کا انعام بھی حاصل کر سکتی ہوں۔ تم نے میرے محبوب شوہر کو بری طرح زخمی کیا ہے اُس کا انتقام بھی لے سکتی ہوں لیکن کیا کروں کہ تمہیں امان دے چکی ہوں اور تم سے عہد کر چکی ہوں۔ اس لئے میری شرافت اور

انسانیت گوارہ نہیں کرتی کہ تمہیں کسی قسم کی گزند پہنچے"۔ میں سر جھکائے اُس کی باتیں سن رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا کہ الٰہی یہ عورت ہے یا کوئی فرشتہ میں بت بنا اُس کی باتیں سنتا رہا پھر اُس نے کہا "تم یہاں سے اسی وقت نکل جاؤ اگر اُن کی آنکھ کھل گئی تو میں بڑی سخت آزمائش میں مبتلا ہو جاؤں گی۔ ممکن ہے کہ کوئی نیا طوفان کھڑا ہو جائے۔ اب دیر نہ کرو اور چپ چاپ چلے جاؤ"۔

میں دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ وہاں سے نکلا یہ سوچتا ہوا کہ یہ ایک معمولی سپاہی کی بیوی ہے۔ مگر اس کا کردار کس قدر بلند ہے ایک لاکھ کا لالچ تو در کنار اپنے شوہر کو زخمی دیکھ کر اور دشمن کو قابو پا کر بھی نہ اُس کی آتش انتقام بھڑکی اور نہ قدموں کو لغزش ہوئی ہم جیسے معزز لوگوں کو اُس کے بلند کردار سے سبق لینا چاہئے۔ یہ سوچتا ہوا اور لوگوں کی نظروں سے بچتا بچاتا جا رہا تھا کہ مجھے اپنی خاص باندی یاد آئی میں نے سوچا کہ اِس آڑے وقت میں اُس سے کیوں نہ مدد لوں اور میں نے اُس کے گھر کا رخ کیا۔ دروازہ پر پہنچا تو وہ میرے خیر مقدم کے لئے گھر سے باہر نکل آئی اور بڑے احترام کے ساتھ اندر لے گئی۔ اور سسکیاں بھر کر رونے لگی۔ بہت دیر تک دلجوئی کی باتیں کرتی رہی میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور سوچا کہ اب مصیبت کی چند گھڑیاں آرام سے گزر جائیں گی۔ تھوڑی دیر میں وہ باہر چلی گئی۔ مجھے یقین تھا کہ میری خاطر مدارات کے لئے کھانے پینے کا سامان لینے گئی ہے۔ مگر کیا دیکھتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھلا اور وہی میری محبت میں آنسو بہانے والی کنیز چند سپاہیوں کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ اور مجھے گرفتار کر کے سپاہی لے گئے اور مامون کی خدمت میں پیش کر دیا

جب دربار میں پہنچا تو شاہی قاعدہ کے مطابق سلام کیا۔ مامون جتنے بھی غیض و غضب کا اظہار کرتا کم تھا مگر اُس نے غصہ پر قابو رکھا اور کہا "آپ نے جو کچھ کیا آپ کیلئے کیا یہ مناسب تھا"۔ میں نے کہا — "امیر المومنین آپ کی ناگواری بالکل درست ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میں سخت سزا کا مستحق ہوں مگر میں اپنے کئے پر بے حد نادم ہوں مجھے پوری توقع ہے کہ آپ عفو و درگزر سے کام لیں گے۔ آپ صرف خلیفۃ المسلمین ہی نہیں ہیں بلکہ بہت بڑے عالم و فاضل بھی ہیں اور آپ نے ہمیشہ صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی ہے"۔ میں نہایت ہی موثر انداز میں تقریر کرتا رہا رسول اللہ صلعم اور خلفائے راشدین کے درگزر کے واقعات دہراتا رہا۔ اور میں نے ایسا محسوس کیا کہ میرے پر تاثیر جملے مامون کے قلب میں اترتے چلے جا رہے ہیں۔ میں اُس کے چہرے کو پڑھ رہا تھا۔ اُس کی غضبناک نظریں محبت آمیز ہوتی جا رہی تھیں۔ میرے ایک ایک فقرے سے اس کا دل پگھل رہا تھا۔ آخر کار اُس کا دل بھر آیا۔ اُس نے درباری امراء پر ایک سوالیہ نظر ڈالی اور پوچھا "کیا رائے ہے"؟ سب نے ایک ساتھ کہا "صرف قتل"۔

مگر خدا بھلا کرے نیک دل وزیر اعظم احمد بن ابو خالد کا اُس نے کہا "امیر المومنین بغاوت کے جرم میں قتل کی سزا ایک عام بات ہے مگر میں سوچتا ہوں کہ اگر آپ اپنی بے مثال فیاضی اور حلم سے کام لے کر مجرم کو معاف فرما دیں گے تو یہ ایک عظیم اور تاریخی کارنامہ ہوگا اور رہتی دنیا تک آپ کے عفو و درگزر کا واقعہ زندہ رہے گا"۔ مامون نے غور سے وزیر اعظم کو دیکھا اور بولے "میں اگر ان پر تیر چلاؤں گا تو کس کے لگے گا وہ میرے ہی تو لگے گا"۔ امیر المومنین کی زبان سے یہ جملہ سنتے ہی میں نے بیتاب ہو کر کہا "اللہ اکبر امیر المومنین نے تاریخ میں ہمیشہ کے لئے نام پیدا کر لیا ہے"۔

امیر المومنین فوراً ہی خدا کے حضور میں سجدہ ریز ہو گئے دیر تک سجدہ کی حالت میں رہنے کے بعد سر اٹھایا اور بولے "چچا جان آپ جانتے ہیں کہ میرے سجدہ کی مصلحت کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ خدا نے میرے غضب کی آگ کو ٹھنڈا کر دیا اور مجھے عفو و درگزر کی توفیق بخشی"۔ اس کے بعد امیر المومنین کی خواہش پر میں نے اپنی مصیبت کی پوری داستان سنائی تو داستان سننے کے بعد سیاہ فام نوجوان اور سپاہی کی بیوی کو دربار میں طلب کیا گیا۔ نوجوان حجام کی انسانی دوستی سے متاثر ہو کر اُس کا ایک ہزار اشرفی سالانہ وظیفہ مقرر کیا گیا اور خلیفہ نے سپاہی کی بیوی کو بھی مالا مال کر دیا۔ کنیز کو بلایا تو انعام کی لالچ میں خوشی خوشی دوڑی ہوئی آئی مگر اُسے انعام کے بجائے عبرتناک سزا دی گئی"۔

میں نے مصیبت کے جو چند روز گزارے تھے انھوں نے مجھے سبق دیا کہ جن لوگوں کو ہم ادنیٰ اور حقیر سمجھتے ہیں ان کا کردار شائد ہمارے کردار سے بھی بلند ہے اور لونڈیاں باندیاں خواہ ہمارے پہلو کی زینت ہی کیوں نہ بنی رہی ہوں اُن سے وفا کی کوئی امید نہیں وہ محض زر کی بھوکی ہیں



مفلسی، مصیبت، بیماری اور پریشانی کا مجرب علاج

اعمال و وظائف کی بے پناہ طاقت

اولیائے کرام کے وہ پانچسو مجرب اعمال و نقوش جنہوں نے ہزاروں مایوسوں کی قسمتوں کو بدل دیا

یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدا نے اعمال و وظائف یعنی اللہ کے کلام میں وہ بے پناہ طاقت پوشیدہ رکھی ہے کہ اعمال کو اگر صحیح طریقہ پر پڑھا جائے یا نقوش کو صحیح اوقات میں لکھا جائے تو ان سے لوگوں کی قسمتیں بدل جاتی ہیں بیماری اور مفلسی سے حیرت انگیز طریقہ پر نجات مل جاتی ہے۔ بگڑے ہوئے کام آن کی آن میں درست ہو جاتے ہیں اور اعمال کے پڑھنے والے نہ صرف مالامال ہو جاتے ہیں بلکہ محبوب خلائق بھی بن جاتے ہیں لیکن اعمال و وظائف کی پوشیدہ طاقت صرف اسی حالت میں اپنا کرشمہ دکھاتی ہے جبکہ اعمال و وظائف کو اولیائے کرام کے بتائے ہوئے صحیح طریقہ پر پڑھا جائے اور نقوش کو صحیح اوقات میں بزرگان دین کے مقرر کردہ طریقوں پر لکھا جائے لہٰذا جو حضرات اعمال و وظائف کا زندہ کرشمہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ آج ہی اس فن پر سب سے مستند کتاب "عملیات" منگالیں۔ جس کو ایک زبردست عالم دین نے پچاس سال کی جستجو کے بعد مرتب کیا ہے۔

عملیات

(مرتبہ مولانا سید محمد احمد شاہجہانپوری)

فی الحقیقت اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر سب سے مستند کتاب ہے جس میں اعمال و وظائف کے بارے میں مکمل معلومات ہیں اور سیاروں کی پوری تفصیل ہے ہر شخص کا طالع جاننے کے طریقے درج ہیں۔ سیاروں کو مسخر کرنے کے اعمال درج ہیں اور اعمال حسنہ پر مکمل بحث ہے بے شمار محبت کے اعمال درج ہیں لاتعداد عداوت کے اعمال درج ہیں۔ کشائش رزق تسخیر محبوب اور چور کی شناخت کامیابی مقدمات اور مختلف امراض کے لئے اولیائے کرام کے بتائے ہوئے سینکڑوں اعمال و نقوش درج ہیں۔

کتاب عملیات کے خاص خاص ابواب یہ ہیں

باب اول :- ابتدائی معلومات :- اس میں حروف تہجی کے اعداد و شمار، برجوں کے رنگ، زائچے، سیاروں کی رفتار اور مقامات کی تفصیل درج ہے۔

باب دوم :- اعمال حسنہ :- اس میں اسمائے حسنہ کے موکلوں کے اعداد و اقسام اور اسمائے جلالی و جمالی نیز ان کے نقوش و اعمال درج ہیں۔

باب سوم :- اعمال محبت :- اس میں محبوب کو قابو میں کرنے کیلئے اسم یا ودود کا عمل، عمل اسم الٰہی، سرمہ محبت، تصور محبوب کا عمل، قرآنی اعمال و بے شمار محبت کے نقوش درج ہیں۔

باب چہارم :- عملیات عداوت :- اس میں دشمن کے شر اور فساد سے بچنے کیلئے اور اس پر جوابی حملہ کرنے کے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب پنجم :- کشائش رزق :- اس میں مفلسی اور بیکاری کو دور کرنے کیلئے اور خوشحال بننے کے لئے لاتعداد تیر بہدف اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ششم :- تسخیر خلائق :- اس میں مخلوق خدا میں ہر دلعزیز بننے کے لئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہفتم :- تسخیر حکام :- اس میں حکام کی تسخیر کیلئے اور کامیابی مقدمات کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہشتم :- چور کی شناخت :- اس میں چور کی شناخت اور مال مسروقہ کی بازیافت کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب نہم :- گمشدہ کی واپسی :- اس میں گمشدہ کی واپسی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جن سے گمشدہ یقینی طور پر واپس آ جاتا ہے۔

باب دہم :- مختلف امراض کے لئے :- اس میں ایسے مایوس العلاج مریضوں کی صحتیابی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جنہیں حکیم و ڈاکٹر جواب دے چکے ہوں۔

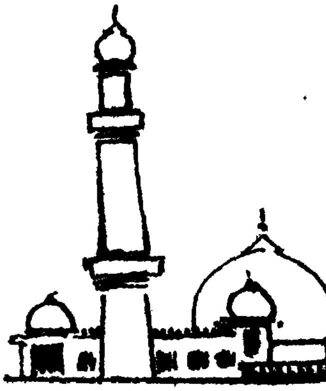
باب یازدہم :- اولاد کے لئے :- اس میں بزرگان دین کے مجرب اعمال و نقوش درج ہیں جن کے طفیل میں بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں۔

باب دوازدہم :- حل مشکلات :- اس میں پریشانی اور مشکلات سے نجات حاصل کرنے کے لئے نہایت مجرب اور آزمودہ اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب سیزدہم :- فالنامہ غوث الاعظم :- اس فالنامے کے ذریعہ بھی فال نکالی جا سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر یہ اردو کی پہلی کتاب ہے جس کو بڑی تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے۔ اور جس میں اولیائے کرام اور بزرگان دین کے سینکڑوں نہایت مجرب اعمال و نقوش درج ہیں۔ قیمت مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف آٹھ روپے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی ——— جامع مسجد دہلی ۶



جمہوریت کے بانی خلفائے راشدین

اسلام سے قبل کوئی جانتا ہی نہ تھا کہ جمہوریت کیا ہے

(دین دنیا کے مقالہ نگار کے قلم سے)

طلوع اسلام سے قبل ساری دنیا پر شہنشاہیت اور ملوکیت کا غلبہ تھا۔ اُس زمانہ میں کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ "جمہوریت" کسے کہتے ہیں۔ یہ خلفائے راشدین ہی تھے جنھوں نے کرسب سے پہلے دنیا کو جمہوریت سے آشنا کیا ذیل کے مقالہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ حقیقی جمہوریت صرف وہی ہے جو خلفائے راشدین نے دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔

آجکل کے زمانہ میں "جمہوریت" کو نظامِ حکومت کا بہترین نمونہ سمجھا جاتا ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر موجودہ زمانہ میں بھی آجکل کی جمہوریت کی بعض خرابیوں کو دور کر دیا جائے تو یہ حکمرانی کے دوسرے طریقوں سے بہتر ہی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اُس کی موجودہ کمزوریاں یہ بھی بتاتی ہیں کہ اگرچہ انسان نے موجودہ طرزِ جمہوریت کو صدیوں کے تجربوں اور حکمرانی کے طریقوں کی تبدیلیوں کے بعد اختیار کیا ہے مگر پھر بھی وہ اُسے مکمل نہیں بنا سکا ہے۔ اسکے برخلاف اسلام نے گزشتہ چودہ سو سال پہلے حکمرانی کا جو نظام رائج کیا تھا اگرچہ اُسے جمہوریت کے نام سے موسوم نہیں کیا گیا تھا لیکن مقصد کے اعتبار سے وہ سرتاپا جمہوری تھا اور اُن کمزوریوں سے بالکل پاک تھا جو آجکل کی جمہوریت میں پائی جاتی ہیں۔

اسلامی جمہوریت کا اعلیٰ ترین نمونہ خلفائے راشدین کا طرزِ حکومت ہے حضرت علامہ شبلی نعمانی اپنی مشہور تصنیف "الفاروق" میں خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضؓ کے دورِ حکومت پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "حضرت عمر رضؓ نے بغیر کسی مثال اور نمونہ کے جمہوری حکومت کی داغ بیل ڈالی اور اگرچہ وقت اور حالات کی وجہ سے اُن کے تمام جمہوری اصول مرتب نہ ہو سکے لیکن پھر بھی جو چیزیں جمہوری حکومت کی روح ہیں وہ سب بجنسہٖ وجود میں آگئی تھیں۔ اور ان میں سب کا اصل الاصول مجلس شوریٰ کا انعقاد تھا۔"

جمہوری نظام کی ساخت کچھ اِس طرح کی جاتی ہے کہ اُس نظام میں صاحب فہم لوگوں کے مشوروں کو پورا پورا دخل حاصل ہوتا ہے اور اُس کی بدولت قوم کے کسی خاص طبقہ کو نہیں بلکہ پوری قوم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضؓ کے دورِ خلافت میں یہ دونوں خصوصیتیں انتہائی حد تک موجود تھیں۔

تاریخ اِس بات کی گواہ ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے کسی قوم اور ملک میں بھی جمہوریت کا کوئی تصور موجود نہیں تھا۔ اسلئے اُس دور میں موجودہ زمانہ کی طرح انتخاب اور نمائندگی کے طریقوں کو بھی رواج نہیں دیا جا سکتا تھا۔ اِس کے باوجود ریاست و حکومت کے معاملات میں عوام کی رائے طلب کرنے کی غرض سے ہر معاملہ میں ایسے لوگوں سے مشورہ ضرور کیا جاتا تھا جن کی سوجھ بوجھ۔ دیانت داری اور دانشمندی پر پوری قوم کو بھروسہ ہوتا تھا۔ اور بعض حالات میں تو عوام کو جمع کر کے اُن کی رائے بھی حاصل کی جاتی تھی۔ پھر بعض مقامی یا علاقائی معاملات میں وہاں کے لوگوں سے خصوصیت کے ساتھ مشورہ کیا جاتا تھا۔ پھر اس مشورہ میں مسلموں اور غیر مسلموں کے امتیاز کو بھی روا نہیں رکھا جاتا تھا۔

جمہوریت کی ایک بڑی خصوصیت اظہار خیال کی آزادی بھی ہے اسلام نے لوگوں کے اِس حق کو نہ صرف تسلیم کیا تھا بلکہ انہیں اِس حق کو استعمال کرنے کی ترغیب بھی دی تھی۔ اور چونکہ حضرت عمر رضؓ کا دورِ خلافت نہ صرف طویل ہی تھا بلکہ اُس دور میں اسلامی مملکت کی حدود بہت زیادہ وسیع

بھی ہو گئی تھیں اس لئے زیادہ لوگوں کو اس حق کے استعمال کا موقع بھی ملتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ پوری آزادی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے۔ اور اُن کی رائے کو اہمیت بھی دی جاتی تھی۔

عوام کے اندر اسقدر جرأت پیدا ہو گئی تھی کہ لوگ آزادی کے ساتھ ایسے معاملات کے متعلق جو اُن کی سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ خود خلیفہ وقت پر بھی تنقید کرتے تھے اور اُن سے جواب طلب کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر جب بہت سے لوگ جمع تھے تو ایک شخص نے کئی بار حضرت عمرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "اے عمر خدا سے ڈرو" اور لوگوں نے جب اُسے منع کیا تو آپ نے فرمایا "اسے کہنے دو اگر یہ لوگ نہ کہیں گے تو بے مصرف ہیں۔ اور اگر ہم اُن کی مفید باتوں کو نہ مانیں گے تو ہم اپنے فرض سے کوتاہی کریں گے"

لیکن اس قسم کی تنقیدات سُن لینے ہی پر بات ختم نہیں ہو جاتی تھی بلکہ اگر وہ جائز اور معقول ہوتی تھی تو معاملات میں اُن کی خواہش کے مطابق اصلاح اور تبدیلی بھی کی جاتی تھی چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے متعدد عمال اور گورنروں کو جن میں بعض جلیل القدر صحابی بھی تھے۔ صرف اس لئے معزول کر دیا تھا کہ اُن کے خلاف بعض شکایات صحیح ثابت ہوئی تھیں

جمہوریت کی خصوصیات میں ایک بات یہ بھی شامل ہے کہ اس نظام حکومت کا ہر کارکن خود کو عوام کا خدمت گزار اور اپنے آپ کو اُن ہی کی برابر سمجھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے جو مثالی حکومت قائم کی تھی اس میں انھوں نے خود اپنی ذات پر اس اصول کو نافذ کرکے دوسروں کے لئے مثال قائم کی تھی وہ عوام کے ساتھ گھل مل کر ایسی سادہ زندگی بسر کرتے تھے کہ دوسرے ممالک سے آنے والے حضرات خلیفۂ وقت اور عام لوگوں میں کوئی تمیز نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ راتوں کو شہر میں گشت کرکے اس بات کا اندازہ لگایا کرتے تھے کہ اُن کے دور خلافت میں کسی کے ساتھ ظلم تو نہیں ہو رہا ہے۔ یا ناانصافی تو نہیں کی جا رہی یا کسی شہری کو کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہے جس کا دور کرنا حکومت کا فریضہ ہے اور آپ کی زندگی کے بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی شخصیت کو ظاہر کئے بغیر ایسے موقع پر معلوم ہونے والی بہت سی شکایات کو فوراً اسی وقت دور کر دیتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے خلافت کو اعزاز اور اقتدار کا ذریعہ نہیں بلکہ خدمت خلق کا ایک وسیلہ یقین کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بیت المال پر میرا اتنا ہی حق ہے جتنا کہ یتیم کے مال میں اُس کے ولی کا ہوتا ہے۔ اگر میرے پاس کھانے کو ہوگا تو کچھ نہ لوں گا۔ اور اگر کچھ نہ ہوگا تو صرف اتنا ہی لوں گا جتنا کہ پیٹ بھرنے اور تن ڈھکنے کے لئے ضروری ہوگا۔ گویا آپ نے جو مثالی جمہوریت قائم کی تھی اُس کے ضابطہ کی رو سے ریاست کا سربراہ خزانہ شاہی سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا اور یہ اسلامی جمہوریت کی ایک ایسی خصوصیت ہے جو زمانہ حاضرہ کی کسی جمہوریت میں بھی نظر نہیں آتی

اسلامی جمہوریت کی اِن بے مثال خصوصیات کے علاوہ ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اُس نے تمام مذہبی لسانی اور تہذیبی اقلیتوں کو اُن کے مذہبی اعتقاد۔ روایات اور زبان کے معاملہ میں مکمل آزادی دی تھی۔ چنانچہ اسلامی جمہوریت میں کسی مذہب تہذیب اور زبان پر کوئی پابندی نہیں لگائی جاتی تھی۔ اور اقلیتوں کے مسائل کو طے کرنے کے معاملات خود اُن ہی کے رہنماؤں پر چھوڑ دئے جاتے تھے اُن کے قانونی مقدمات کے لئے اقلیتوں کی مخصوص عدالتیں قائم کر دی جاتی تھیں جن میں کہ اُن کے مذہبی۔ تمدنی اور معاشرتی معاملات کا فیصلہ خود اقلیتوں کے جج کرتے تھے۔ نیز اسلامی جمہوریت میں اقلیتوں پر اکثریتی طبقہ کے دباؤ کو ایک جرم سمجھا جاتا تھا۔

اس کے برخلاف جب ہم زمانہ حاضرہ کی جمہوریتوں پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ اقلیتوں کے معاملات میں کچھ بے بس سی نظر آتی ہیں اور یہ آجکل کی جمہوریتوں کی اتنی بڑی خرابی ہے جسے بری طرح محسوس کیا جا رہا ہے اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ خلفائے راشدین کی قائم کردہ جمہوریت زمانہ حاضرہ کی جمہوریتوں سے ہزار درجہ بہتر تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جس قسم کی مثالی جمہوریت کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ زمانہ حاضرہ کی جمہوریتوں کے لئے قابل تقلید ہے اور ہمارا خیال ہے کہ آجکل کی جمہوریتیں اُس وقت تک ناقص اور نامکمل رہیں گی جب تک کہ وہ اپنے اندر اسلامی جمہوریت کی خصوصیت پیدا نہیں کریں گی۔

اسلامی جمہوریت نے اللہ کے سب بندوں کو خواہ وہ امیر ہوں یا غریب ایک ہی صف میں لا کر کھڑا کر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حکومت کا سربراہ بھی عوام کی سطح سے بلند نہیں تھا۔



میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

نومسلم جرمن پادری مسٹر ہیوم کے احساسات

(مسٹر ایچ یو، ہیوم کے مقالہ کا ترجمہ)

جرمن مدبّر، سوشل ورکر اور پادری مسٹر ہیوم نے پچھلے دنوں اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا اسلامی نام محمد عثمان ہیوم رکھ لیا ہے، اُنہوں نے اپنے اسلام قبول کرنے کے بارے میں ایک مقالہ بھی شائع کیا تھا، اس کا ترجمہ ہم ناظرین دنیا کی دلچسپی کیلئے ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

جب کبھی یورپ، امریکہ یا کسی ایسے ملک کا باشندہ جہاں یورپی قومیں آباد ہیں اسلام قبول کرتا ہے تو دوسرے ملکوں کے باشندے اس بات پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں اگر ان میں سے کسی شخص کو اس نومسلم سے بات چیت کرنے کا موقع ملتا ہے تو وہ اس کے تبدیل مذہب کی وجہ دریافت کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام کے خلاف سب سے زیادہ غلط فہمیاں مغربی دنیا ہی میں پھیلائی جاتی رہی ہیں اور چونکہ مغربی ممالک کا عمومی مذہب عیسائیت ہے اور عیسائیت کے مذہبی رہنما ابتدا ہی سے اسلام کو اپنے مذہب کا حریف اور دنیاوی اعتبار سے مسلمانوں کو اپنا مدمقابل سمجھتے رہے تھے۔ اس لئے اسلام کے خلاف مغربی قوموں میں جو پروپگنڈا کیا جاتا رہا ہے وہ قدرتی طور پر کامیاب ہوا ہے اور اسی لئے مغربی ملکوں کا کوئی تعلیم یافتہ یا معروف باشندہ اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے تو بیرونی دنیا کے غیرمسلم باشندے اس کے اس اقدام پر تعجب محسوس کرتے ہیں چنانچہ اب سے کچھ مدت پہلے جب میں نے اسلام قبول کیا تھا تو مجھے بھی اپنے بعض دوستوں کی طرف سے ایسے ہی بہت سے سوالوں کے جوابات دینے پڑے تھے۔

اب مجھ سے تبدیل مذہب کے متعلق سوالات تو نہیں کئے جاتے۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ بہت سے احباب آج بھی میرے قبول اسلام کے اسباب معلوم کرنے کی ایک دبی ہوئی خواہش اپنے دلوں میں محسوس رکھتے ہیں اور اسی لئے میں اس سلسلہ میں یہ سطور قلمبند کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ عیسائی دنیا میں اسلام کو بدنام کرنے کی سب سے زیادہ منظم اور لگاتار کوششیں کی جاتی رہی ہیں اور یہ کوششیں پچھلی صدی کے اواخر تک کامیاب بھی ثابت ہوتی رہی ہیں لیکن جب موجودہ صدی میں مذاہب کے حقیقی کردار کی تحقیقات کا کام شروع ہوا تو اسلام کے خلاف پھیلی ہوئی یہ غلط فہمیاں بھی قدرتی طور پر دور ہوتی چلی گئیں اور اب مغربی دنیا میں اسلام کو تعصب سے نہیں بلکہ تنقیدی نظر سے دیکھا جاتا ہے پھر مغربی دنیا کی مادی ترقیوں کی بدولت اس کے باشندوں کو جو عمومی خوشحالی حاصل ہے اس کی وجہ سے وہ مذہب کو مادی منفعت کا ذریعہ نہیں سمجھتے بلکہ اُسے نجات اور دنیاوی زندگی کی شائستگی کی نظر سے دیکھتے اور پرکھتے ہیں اور چونکہ مغربی ممالک کے سماجی حالات نے وہاں کے باشندوں کی زندگی کو بہت زیادہ منظم اور باقاعدہ بنا دیا ہے اس لئے وہ اُس مذہب کے ساتھ دلچسپی رکھتے ہیں جو اُن کی اس منظم زندگی کو برقرار رکھنے میں اُن کی مدد کرسکتا ہے۔

یہ بات ظاہر ہے کہ کسی مذہب کے قبول کرنے کا رجحان پیدا ہونے سے پہلے بہت کم لوگ اُس کا گہرا مطالعہ کرتے ہیں عموماً یہ مطالعہ رجحان پیدا ہونے کے بعد ہی کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ رجحان پیدا کیوں ہوتا ہے؟ میں اپنی ذاتی تجربہ کی بنیاد پر اس سوال کا یہی جواب دے سکتا ہوں

کہ کسی مذہب کے ماننے والوں کی زندگی میں اُس مذہب کی جو خصوصیات نظر آتی ہیں وہی دوسروں کو اُس مذہب کے مطالعہ اور اُسے قبول کرنے کی طرف مائل کرتی ہیں۔

مثال کے طور پر مجھے جن باتوں نے اسلام کے مطالعہ اور اُسے قبول کرنے کی طرف مائل کیا تھا وہ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اُس کی باقاعدگی اور شائستگی کی تعلیم ہے۔ دنیا کا ہر مذہب کسی نہ کسی طریقہ پر انسان اور خدا کے درمیان تعلق پیدا کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن اسلام نے مسلمانوں کو روزانہ پانچ وقت نماز ادا کرنے کا پابند بنا کر عبد اور معبود کے درمیان تعلق قائم رکھنے کا جو طریقہ بتایا ہے وہ دوسروں سے بالکل مختلف اور کئی لحاظ سے نفع بخش ہے۔

عبادت کا یہ طریقہ ایک طرف تو انسان اور پروردگار کے درمیان براہ راست تعلق پیدا کرنے کا ایک وسیلہ ہے اور دوسری طرف زندگی میں نظم اور باقاعدگی پیدا کرتا ہے اور مغربی دنیا کے باشندوں کے لئے یہ نظم اور باقاعدگی پیدا کرنے ہی کے لحاظ سے نہیں بلکہ اس اعتبار سے بھی اپنے اندر ایک غیر معمولی کشش رکھتا ہے کہ یہ اُن کی معاشرتی زندگی کو برقرار رکھتے ہوئے بھی انہیں اُن کے مذہبی فریضہ سے سبکدوش ہونے کا یقین دلاتا ہے۔ اِسی طرح ایک ماہ کے مسلسل روزے انسان کے اندر ضبطِ نفس، صبر اور استقامت کا جذبہ پیدا کرتے ہیں اور مغربی ملکوں کے باشندوں کو اُن کی زندگی کے موجودہ ڈھنگ کی موجودگی میں اِس جذبہ کے پیدا ہونے اور قائم رہنے کی جس قدر ضرورت ہے غالباً مشرق کے باشندوں کو اس قدر ضرورت نہیں۔

عیسائی مذہب نے بھی انسانی مساوات کی تعلیم دی ہے اور مغربی سماج میں بھی خصوصیت کے ساتھ مساوات قائم رکھی جاتی ہے لیکن مغربی معاشرہ میں مساوات کا یہ عمل درحقیقت طبقہ واریت تک ہی محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ اِس لئے اُن کے دائرہ میں کسی مزدور یا رنگدار انسان کو داخلہ کی اجازت نہیں دی جاتی۔ لیکن مغرب کے وہ باشندے جو انسان کی عام مساوات پر یقین رکھتے ہیں، اسلامی معاشرہ کی عملی مساوات کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوتے ہیں۔

یہ مساوات اور برابری انہیں بالکل ایک نئی چیز محسوس ہوتی ہے اور وہ ایسا محسوس کرتے ہیں کہ اسلام نے دنیا میں عملی مساوات قائم کر کے مسیحیت کے ایک اعلیٰ مقصد کی تکمیل کی ہے اور اُن کا یہ احساس بھی انہیں اسلام کی طرف مائل کرتا ہے۔

مذہب سے بیگانگی مغربی دنیا میں خصوصیت کے ساتھ بڑھتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن خود میرا خیال یہ ہے کہ مغرب کی معاشرتی زندگی نہ تو اُن الجھنوں کو قبول کر سکتی ہے جو پیچیدہ مذہبی عقیدوں اور عبادت کے طریقوں کی بدولت پیدا ہوتی ہے اور نہ مغرب کے باشندے ان اختلافات ہی کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں جو مذہب کے نام پر پھیلائے جاتے ہیں، اس کے برعکس وہ ایک ایسی زندگی بسر کرنے کے خواہشمند ہیں جس میں ایک طرف تو وہ اپنی ترقی کی رفتار کو قائم رکھ سکیں اور دوسری طرف انہیں نجات کا یقین بھی ہو سکے۔

اس طرح مغرب لادینیت کی طرف نہیں جا رہا ہے، بلکہ اُسے ایک ایسے مذہب کی تلاش ہے جو اُس کے مذکورہ بالا دونوں مقاصد کو پورا کر سکے اور اِس زاویہ نظر سے اسلام مغرب کے باشندوں کے لئے اپنے اندر غیر معمولی کشش رکھتا ہے۔ اور اُن میں سے جو شخص بھی اِس بات کو دیکھتا ہے کہ اسلام کے عقیدے صاف اور سادہ ہیں۔ اُس کی عبادت کے طریقے بے حد سہل ہیں نیز یہ مذہب دوسرے تمام مذاہب اور اُن کے پیغمبروں اور رہنماؤں کی تصدیق اور احترام کرتا ہے، لوگوں کو اِس بات کی دعوت دیتا ہے کہ وہ ماضی کے تمام مذاہب کی تصدیق کرنے کے ساتھ ساتھ اِس بات پر بھی غور کریں کہ کیا آج کی دنیا میں اِن مذاہب کی تعلیمات اُن کی رہنمائی کر سکتی ہیں؟ اور اگر نہیں کر سکتیں تو پھر وہ اسلام کی تعلیمات کو بھی اسی زاویۂ نظر سے دیکھیں اور یہ مذہب چونکہ ایک پُرامن مربوط اور شائستہ زندگی بسر کرنے کی ہدایت کرتا ہے تو وہ قدرتی طور پر اس مذہب کو قبول کرنے کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ اسلام نظریاتی دین نہیں بلکہ عملی مذہب ہے اور زندگی کا ایک مکمل ضابطہ ہے اور چونکہ مغرب کے باشندوں کے معاشرتی اور تہذیبی ماحول نے انہیں ضابطہ پسند اور عمل کا عادی بنا دیا ہے اس لئے وہ فطری طور پر اسلام کی طرف مائل ہوتے چلے جا رہے ہیں اور اسلام کی انہی خصوصیات نے مجھے بھی متاثر کیا تھا۔ چنانچہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اور اسلام قبول کرنے کے بعد میں ایک طرف روحانی سکون محسوس کرتا ہوں اور دوسری طرف مادی دنیا میں بھی ترقی کا میدان میرے لئے کھل گیا ہے۔



افسانہ

اپنا دکھ کسے سناؤں

ایک شکستہ دل لڑکی کی داستان

(از بشریٰ رشید - ایم - اے)

یہ میری شادی کی پہلی رات تھی - سوچتی ہوں کہ کیا شادی کی پہلی رات ایسی ہی بے کیف اور سنسان ہوتی ہے - وہ عروسی کمرے میں داخل ہوئے اور بڑے بے رُخے پھیکے انداز میں بولے

"مجھے شادی کی کوئی خواہش نہیں تھی - لیکن مجھے محسوس ہوا کہ اس گھر میں کوئی عورت ہو - میرے مہمانوں، دوستوں اور عزیزوں کی خاطر و مدارات کے لئے - میرے خیال ہے کہ تم پڑھی لکھی ہو اس بات کا خیال رکھو گی - مگر تمہیں میری ذاتی زندگی سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیئے - تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہو گی - تمہارے لئے ضرورت کی ہر چیز فراہم کی جاتی رہے گی"

میں نے گردن جھکائے ہوئے جواب دیا "اطمینان رکھئے ایسا ہی ہو گا" شادی کی پہلی ہی رات میں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ انہیں کسی نوعمر لڑکی کی ضرورت نہیں ہے - انہیں بس گھر کی ایک منتظمہ کی ضرورت ہے - پھر اس کے بعد اگر میں کوئی اور توقع رکھتی تو اپنی زندگی کو عذاب بنا لیتی لوگوں کو ہنسنے کا موقع دیتی اور دنیا کی نظروں میں ذلیل ہو جاتی -

اور پھر ...... پھر ہر بات کہنے کی نہیں ہوتی - میں بھابی سے کیسے کہوں کہ ان کی خوابگاہ میں تو رات مجھے ایک عرصے سے ہو رہے ہیں - وہ اپنی جوانی کی سب بہاریں لٹا چکے ہیں - ان کی عمر بھی تو کافی ہے اور انہیں کوئی تمنا بھی نہیں -

اور میں ——— ارمانوں کی چھلکتی گاگریں سر پہ سنبھالتی ہچکچاتی چلی آ رہی تھی - جانے کیسی ٹھوکر لگی ہے کہ خوبصورت سبک گاگریں چھلک کر زمین پہ آ رہی ہیں - ٹوٹ گئی ہیں - میری زندگی برباد ہو گئی ہے -

اور پھر ایک دن اچانک وہ مجھے بتائے بغیر کہیں چل دئے معلوم ہوا کہ وہ بیٹیا کو بتا گئے ہیں کہ علاج کے سلسلے میں باہر جا رہے ہیں - اور میں تنہائی سے عاجز آ کر بھابی کے گھر آ گئی -

بھابی کے گھر دل کا سکون حاصل کرنے آئی تھی لیکن کیا جانتی تھی کہ ایک نئی بلا تاک میں ہے -

"آپی یہ کون ہیں؟" جنگلیوں کی طرح مجھے گھور کر اس نے پوچھا -

"یہ میری نند ہے، مریم"

"مریم یہ میرا وہی منہ پھٹ بھائی ہے جو ہمیں بتائے بغیر کہیں چلا گیا تھا" میں نے پھر نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا - اس میں آوارگی کا کوئی شائبہ نہ تھا - چہرہ اس کا معصوم تھا - آنکھوں میں سوز تھا - لبوں پہ مسکراہٹ تھی - وہ انتہائی بے ضرر لیکن بے تکا آدمی معلوم ہو رہا تھا -

جب بھابی کی شادی ہوئی تھی تو بھابی اکثر فرازنہ کو یاد کر کے رو دیا کرتی تھیں - وہ ایک دن غصے میں انہیں چھوڑ کر چلا گیا تھا - بڑا ضدی تیز مزاج اور منہ پھٹ تھا" اور کبھی کبھی بھابی غصے میں انہیں بہت صلواتیں سنایا کرتیں ——— "ماں اس کے غم میں گھل گھل کر مر گئی"

"آپی کہتی ہے تم بڑی صابر لڑکی ہو، پانچ سال سے دکھ سہہ رہی ہو لیکن اُف تک نہیں کرتی ہو" مگر مجھے اس کی یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوئی

اگلے دن وہ خود ہی میرے پاس چلا آیا مجھے اس کا بے تکلفانہ انداز بہت ہی برا معلوم ہوا - اور بھابی کو کیا ضرورت ہے میرے دکھ کا ڈھنڈورا پیٹنے کی - میری خودداری کراہ اٹھی "اس نے پوچھا اتنی خاموش کیوں ہو؟"

"میں فطرتاً خاموش طبع ہوں - لوگ اس سے غلط اندازے لگاتے ہیں" اور مجھے ہنسی آ گئی -

"تو کیوں رہی ہو؟" اس نے مجھے گھور کر کہا -

"میں تو ہنس رہی ہوں" میں پھر ہنسی

"ہنسی کا خول چڑھا کر آنسوؤں کو روکنے والے بزدل ہوتے ہیں

اگر عمل کر رو نہیں سکتی ہو تو ہنستی کیوں ہو۔ تمہاری ہنسی میں آنسوؤں کی آمیزش ہے۔"

میری پلکیں جھک گئیں۔ شادی کے بعد پہلی بار میرا دل چاہا کہ میں پھوٹ پھوٹ کر رو دوں۔

"تم مجھ پر اعتماد کر سکتی ہو، میرے کندھے پر سر رکھ کر دل کھول کر رو سکتی ہو۔"

میں پلٹ پڑی اور اٹھ کر کمرے میں چلی آئی۔ وہ میرے پیچھے پیچھے چلا آیا۔ پھر اُس کا مضبوط ہاتھ مجھے اپنے سر پر محسوس ہوا۔ اُف اللہ! میرے تن من میں بجلیاں سی لہرا گئیں۔ انگ انگ میں ایک انجانی اور خوفناک سا لہر دوڑ گئی — یہ کیسے احساسات تھے — جس کے ارمان لٹ چکے۔ جس کا سرمایہ ختم ہو چکا اُس پر بجلیاں آخر کیوں گریں؟

"میری طرف دیکھو—" میں نے خوف زدہ ہرنی کی طرح نظر اٹھا کر دیکھا۔ اُس کی آنکھیں روشن تھیں۔ روشن اور بے باک۔

"میں ساری دنیا کو کھوج آیا ہوں۔ مجھے کیا معلوم تھا تم یہاں بیٹھی ہو — یہاں میری بہن کی چھاؤں میں۔" اُس کی آواز میں جادو تھا

"میں سچ کہتا ہوں۔ میں ساری دنیا گھوم آیا ہوں۔ جب میں اپنے گھر سے چلا تھا، میں ایک جذباتی اور لاابالی لڑکا تھا۔ آج دس سال کی مسافت طے کرنے کے بعد میں جوہری بن چکا ہوں۔ میں نے اتنے کھوٹے سکے دیکھے ہیں کہ کھرے سکے کو آنکھیں بند کر کے پہچان لیتا ہوں۔"

"دیر سے آنے والوں کو کوئی نہیں پوچھتا۔" میں نے خواب گوں انداز میں کہا دوسرے لمحے مجھے اپنی بے بسی کا خیال آیا۔

"میری شادی ہو چکی ہے فراز!" میرے لہجہ میں مصنوعی غصہ تھا۔

"یہ اطلاع مجھے بہت دنوں سے ہے۔ اِس کے علاوہ میں نے کئی باتیں خود بخود جان لی ہیں۔"

"محض اندازوں سے کھیلنے کی کوشش نہ کرو — میری زندگی ایک مقام پر آ چکی ہے۔"

"جس مقام پر آ چکی ہے وہ تمہارے اُن چھوٹے ہونٹوں کی زردی سے ظاہر ہے۔"

"فراز! خاموش ہو جاؤ۔ میں ایسی باتیں سننے کی عادی نہیں۔"

میرا دل ڈوب جاتا اُسی لمحے۔ زمین پھٹ جاتی۔ زلزلہ آ جاتا — کچھ تو ہو جاتا۔ لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔

"تم میں نے اُس سے ملنا جلنا بند کر دیا۔ کہیں ترکِ ملاقات سے خیالوں پر پہرے بیٹھتے ہیں؟ کچھ ہی دن بعد وہ میرے قریب پھر آ بیٹھا۔

"فراز! تم مریم کو کہیں باہر تفریح کیلئے لے جایا کرو۔ دیکھو تو اس نے اپنی حالت کیا بنا رکھی ہے؟" اُس روز بھابی کی ممتا چھلکنے لگی۔

"نہیں بھابی! میں تفریح کی عادی نہیں ہوں۔ اور پھر کسی کے ساتھ جانا مجھے پسند نہیں۔"

"فراز کوئی غیر تو نہیں ہے میرا بھائی ہے۔ تمہارا بھی بھائی ہے۔"

"میں اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر....."

"وہی شوہر جس نے تمہیں اب تک اپنی خیریت تک نہیں بھجوائی۔"

"وہ کچھ بھی کریں مجھے اپنا فرض انجام دینا چاہئے۔"

"میں آپ کو سکھیا لا دیتا ہوں یہ فرائض کی ادائیگی کا آسان طریقہ ہوگا۔"

میں زور سے ہنس پڑی بھابی بڑبڑاتی ہوئی باہر چلی گئیں

"اِس طرح نہ ہنسا کرو۔"

"کیوں؟" میں سنجیدہ ہو گئی۔

"میرے دل میں کانچ کی ننھی ننھی کرچیاں چبھ جاتی ہیں۔ ایسی ہنسی میں نے کبھی نہیں دیکھی جس میں اتنا سوز ہو۔"

"اب تو دیکھ لی؟" میں نے منہ موڑ لیا۔

"کیا یہی دیکھنے کے لئے میں اتنی دور سے آیا تھا؟"

"آپ کو بلایا کس نے تھا؟" میرا اگلا رندھ گیا۔

"تم نے — تم نے — تم نے —!!" پھر اُس کا لہجہ نم پڑ گیا۔

"میں تمہیں کھوجتا پھر رہا تھا۔ شہزادی! تم یقین کرو گی؟ میں نے ساری دنیا میں تمہیں تلاش کیا اور مایوس ہو کر گھر لوٹ آیا — مجھے کیا معلوم تھا ایک دیو نے تمہیں اپنے جنگل میں پھانس رکھا ہے۔"

"اب تم لوٹ جاؤ فراز! مجھے تم سے ڈر لگتا ہے!"

"جس بات کا تمہیں ڈر ہے وہ تو ہو چکی۔"

"کیا مطلب؟" میں حیرتوں کے سمندر میں ڈوب گئی

"درد کچھ تم نے پالیا — درد کچھ میں نے پالیا۔"

"درد کسی کی میراث نہیں ہوتا۔ درد خریدا نہیں جاتا۔ درد خود بخود دل میں پیدا ہو جاتا ہے شبنم کے اُس قطرے کی مانند جو رات کے کسی سنسان لمحے میں لالے کے جگر میں اُتر جاتا ہے —

لوٹ جاؤ سرفراز! بے رحم دیو ابھی جاگے گا اور میں تمہیں کہیں نہ چھپا سکوں گی اپنے من کے پاتال میں بھی نہیں —— لوٹ جاؤ شہزادے۔"

"مریم اس بیچ راستے سے کبھی نہیں لوٹا۔"

"ضروری نہیں کہ زندگی ایک ہی اصول کے گرد گھومتی رہے؟"

"تم اگر میرا ساتھ دو!"

"تو —— ؟"

"تو میں تمہیں اس دیو کے چنگل سے ——"

"نہیں فراز! تقدیر کا قلم تنہا گاتھا ایک بار چل چکا!"

"کیا مریم! تم ایسے زندگی کہتی ہو؟"

"یہ موت ہے تو اب مجھے یہی عزیز ہے"

"میں نے تمہیں پایا ہے۔ کھو نہیں سکتا۔ جو تمہیں پا نہیں سکا، تم اس کی بن کر رہنا چاہتی ہو؟"

"فراز! اب میں نے اپنا زادِ راہ لٹا دیا۔ اب میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے"

"مریم! تم کتنی پگلی ہو! جسے تم سرمایہ کہتی ہو اُسے میں سراب کہتا ہوں سرمایہ تو تمہاری اپنی ذات ہے"

"فراز! خدا کے لئے خطروں سے کھیلنے کی کوشش نہ کرو"

"تم نے ابھی میرے حوصلے کی وسعت نہیں دیکھی —— میرے بازو دیکھ رہی ہو نا؟ میں تمہیں بآسانی چھین کر لے جا سکتا ہوں"

"یا اللہ! میرا دل کیوں دھڑک رہا ہے۔ یہ کس طرح دھڑک رہا ہے۔ اس طرح تو پہلے کبھی نہیں دھڑکا تھا —— یا اللہ! آنکھوں میں کئی خواب ٹوٹ رہے تھے، زندگی ایک ہی محور کے گرد گھوم رہی ہے۔ یہ طوفان کس دروازے سے میرے دل میں داخل ہو رہا ہے میں خوف زدہ ہوں۔ ڈری ہوئی ہوں۔ سہمی سہمی ہوں اب میں اور کاموں میں دل لگانے لگی ہوں۔ میں اپنی توجہ ہٹا لینا چاہتی ہوں

بھابی کو اب خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ ان کا بھائی مجھ میں دلچسپی لے رہا ہے۔ اور غالباً وہ یہ برداشت نہ کریں گی۔

"شہزادی آج گھومنے نہیں چلو گی؟"

"نہیں فراز! اس گھومنے میں کیا رکھا ہے۔"

"ننھی منی پیاری سی رنگ بھری دنیا۔ کیوں شہزادی صاحبہ!" وہ تھوڑا سا جھک گیا

"تم مجھے شہزادی نہ کہا کرو"

"کیوں؟"

"بھابی برا مانتی ہیں"

"ہر بلندی کو دیکھ کر پستی حسد کرتی ہے"

"خدا کے لئے فراز، حد کے اندر رہو"

"حد بزدلوں کے لئے ہوتی ہے! اپاہجوں کے لئے ہوتی ہے"

اس نے ٹھیک کہا تھا، حد بزدلوں اور اپاہجوں کے لئے ہوتی ہے۔ یہ اتنی چھوٹی بات تو نہ تھی —— میرا شوہر کتنے دنوں سے غائب ہے۔ شادی کی اتنے سالوں کی زندگی نے مجھے کیا دیا؟ میرے خزانے پر ایک زہریلا سانپ آ بیٹھا۔ اُس کا سر کچل دینا کون بڑی بات تھی۔ اور پھر فراز کی خاطر —— اُس کی گہری اور اچھوتی محبت کی خاطر —— جبکہ قانون اور شریعت میرے ساتھ تھے —— پھر میری انگلیوں میں انقلاب آ گیا —— میری آنکھوں میں چاند کا عکس لہرانے لگا اور میرے اَن چھوئے ہونٹوں پر انگوروں کا رس ——

"شہزادی! رات ہم نے ایک چور پکڑا!"

"چور —— ؟ میرا دل دھک سے رہ گیا۔

"رات چودھویں تھی نا؟ —— ہم چھت پر سوئے سوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور منڈیر سے نیچے جھانکنے لگے۔"

"پھر —— ؟"

"وہاں چاند کسی کی پیشانی پر جھکا ہوا تھا"۔

میری پلکیں حیا سے جھک گئیں۔ دل دھڑکنے لگا" —— ہوش میں آؤ! کہیں بیاہتا عورتیں بھی چھوئی موئی بنتی ہیں"

"تم —— تم ——"

میرا دل چاہا کہہ دوں "چور ہو —— رہزن ہو —— لٹیرے ہو!! رات کے سنسان لمحوں میں میرے خیالوں کی فصیل پھاند کر میرے دل کے قلعے میں نقب لگا رہے ہو!"

"کس سوچ میں ہو شہزادی!"

"سوچ رہی ہوں تم سے چند لمحے —— چند ثانئے —— جینے زندگی کے لئے مستعار لے لوں اور پھر جیون کی اسی سونی راہ گزر

بدل دوں۔"

"نہیں ——— اب تو میں تمہیں اُس دیو سے چھڑا کر کہیں دور لے جاؤں گا۔

"ایسا نہ ہو سکے گا فراز!"

"میں آج آپی سے بات کروں گا۔"

اگلے روز تار آگیا ——— میرے شوہر آرہے ہیں تو کیا ——— زندگی کے لئے ایک اور بازی لگا دی جائے؟

میں پھر اُسی حویلی میں ——— جادو کے اُسی قلعے میں مقید ہوگئی اُن کے آنے سے پہلے بھابی نے مجھے اپنے کمرے میں بلایا

"بعض لڑکیاں سمجھتی ہیں کہ وہ پہلے شوہروں سے چھٹکارا حاصل کر کے شاید اچھے شوہر حاصل کر سکیں گی۔ یہ اُن کی بھول ہوتی ہے اور یہ وہ لڑکیاں ہوتی ہیں جن کا انجام عبرتناک ہوتا ہے۔"

میرے دل پر بم سا گرا۔

"فراز کی منگنی بچپن میں اماں سفینہ سے کر گئی تھیں۔ وہ بچاری ایک عرصے سے اُس کے انتظار میں بیٹھی ہے۔ اب اگر فراز نے اُس سے شادی نہ کی تو......"

"بس بھابی! بس ——— اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔"

میں شوہر کے گھر پہنچ گئی۔ اب اس جادو کے محل سے نکلنے کا کوئی بھی راستہ باقی نہ تھا۔

ایک دن جو نہی اچانک فراز آگیا۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو فراز!" اپنے گھر میں اُسے دیکھ کر مجھے دوزخ کے شعلے یاد آگئے۔

"میں تم سے آخری بھیک مانگنے، آخری فیصلہ کرانے آیا ہوں ——— میری شہزادی! میری خاطر اپنے آپ کو بچا لو۔ تمہاری زندگی ہزار زندگیوں سے عظیم ہے۔"

"تمہاری خاطر میرا دل خون ہو گیا۔ تمہاری خاطر میں ایک نہیں ہزار زندگیاں قربان کر سکتی ہوں۔ لیکن تم کیا جانو مجبوریوں نے میرے منہ پر قفل لگا دئے ہیں۔ اس کے علاوہ میں تمہارے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی۔"

"کیوں؟"

"مجھے تم پر اعتماد نہیں ہے۔ تمہارا کوئی ماضی نہیں، مستقبل نہیں کوئی حال نہیں ——— تم ایک سیلانی آدمی ہو۔ ایسے آدمی کے دامن سے پلو باندھ کر میں خود کو ذلیل نہیں کر سکتی۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو شہزادی! ———" اُس کی آواز میں کرب تھا۔

"یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔"

"میں وہ کھوٹا آدمی ہوں جو کھرے سکوں کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ خزانہ پالینا ہی بڑی بات نہ تھی خود کو اُس کا اہل بنانا بھی واجب تھا ——— میری شہزادی! مجھے معاف کر دینا ———" وہ دوزانوں جھک گیا۔ اُس نے میرا دایاں ہاتھ پکڑا! اور اس پر اپنے دونوں ہونٹ رکھ دئے۔

میری رگ رگ میں شعلے بھڑک اٹھے۔ وہ باہر نکل گیا یہ کیسا لمس تھا اوہ! میری تو شادی ہو چکی ہے۔ تو اِس لمس سے پہلے واقف نہیں تھی! ——— میرے ہاتھ پر دو انگارے دہکتے رہے، دو شعلے بھڑکتے رہے۔ یہ نظر نہ آنے والا سایہ میرے دل میں اتر گیا۔

قدموں کی چاپ سنائی دی۔ مڑ کر دیکھا تو میرے شوہر تھے۔ ہم اندر آگئے اُن کے تیور بگڑے ہوئے تھے۔ میں تو عادی تھی ان تیوروں کی بھلا بگڑی ہوئی زندگی پر بگڑے ہوئے تیور کیا اثر کر سکتے ہیں!

"میں نے واپس آکر تمہارے متعلق ایسی خبریں سنی تھیں کہ تم ایک نوجوان میں دلچسپی لے رہی ہو اور میری بیوی ہوتے ہوئے تم نے امانت میں خیانت کی ہے۔"

"جی ———" میں سہم گئی

"تمہاری یہ معصومیت اب مجھ پر کوئی اثر نہیں کر سکتی۔" انھوں نے جیب سے ایک پرچہ نکال کر مجھے دکھایا ——— "اسے پہچانتی ہو؟"

یہ میرے حق مہر کا معافی نامہ ہے

اب بھی اپنے عہد پر قائم ہو؟"

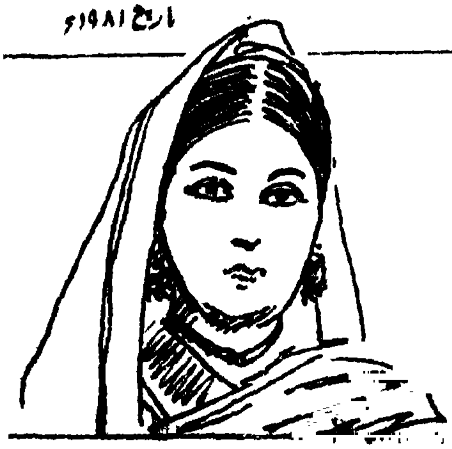
"تھا ———!"

"تو میں تمہیں ہمیشہ کے لئے چھوڑ رہا ہوں۔"

"جی...... جی...... جی ——— ہائے"

جب مجھے ہوش آیا تو میں ہسپتال میں تھی

ہسپتال سے بھائی کے گھر آگئی۔ (باقی صفحہ ۵۲ پر)



عورتوں کے لیے

آجکل کی لڑکیاں قرونِ اولیٰ کی مسلم خواتین سے سبق لیں

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

یہ عورتوں کی نام نہاد ترقی کا زمانہ ہے۔ اس زمانہ میں عام طور پر عورتیں چست لباس پہننا اور جسم کے پوشیدہ حصوں کو نمایاں کرنا فیشن کا ایک جزو سمجھتی ہیں۔ عورتوں کی اس ترقی پسندی پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک مشہور اہل قلم خاتون لکھتی ہیں۔

"ہم نے تعلیم میں فیشنوں میں نئے نئے قسم کے جاذب نظر لباسوں میں اور رہنے سہنے کے طریقوں میں تو بہت کچھ ترقی کرلی ہے لیکن ہم اخلاقی طور پر دن بدن گرتے چلے جا رہے ہیں حالانکہ اخلاق کی پاکیزگی عورتوں کا بہت بڑا حسن اور جوہر ہے۔ اور ایسی حالت میں جبکہ عورتوں نے اخلاق اور کردار جیسی شے کو برباد کر دیا ہے تو پھر یہ ساری ترقیاں بے معنی بن کر رہ گئی ہیں"

یہ الفاظ کسی پرانے خیال کی مشرقی عورت کے نہیں ہیں بلکہ انگلستان کی ایک روشن خیال خاتون "جان میری" کے ہیں اور مغربی خاتون کے ان خیالات سے پتہ چلتا ہے کہ نہ صرف مشرق میں بلکہ مغرب میں بھی عورتوں کے غلط طریق تعلیم اندھی آزادی اور فیشن پرستی کو کس نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔ اور یورپ کی وہ عورتیں بھی جنہوں نے کہ محض حسن کی نمائش اور ظاہری ٹیپ ٹاپ ہی کو زندگی کا مقصد سمجھ رکھا ہے آج اپنی غلط روش کو محسوس کرنے لگی ہیں۔

اُن ہندوستانی عورتوں کے لئے عموماً اور مسلمان خواتین کے لئے خصوصاً ایک مغربی خاتون کے یہ خیالات ایک تازیانہ کی حیثیت رکھتے ہیں جنہوں نے کہ مغرب کی اندھی تقلید ہی کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے اور جو آج فیشن زدہ عورتوں کی تقلید کرتے ہوئے نہ صرف پردہ کو خیرباد کہتی چلی جا رہی ہیں بلکہ ایسی اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہو گئی ہیں جن کا ذکر نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

مسلمان عورتوں کی اس گمراہی کا سبب یہ ہے کہ وہ فیشن کی چمک دمک کے فریب میں مبتلا ہو گئی ہیں اور انھوں نے قرونِ اولیٰ کی اُن مسلم خواتین کو بھلا دیا ہے جن کے حالات مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کے لئے ایک شمع ہدایت ہیں۔ حالانکہ اگر مسلمان عورتیں قرونِ اولیٰ کی مسلم خواتین کی پاکیزہ زندگی سے سبق لیں تو اُن کی دنیا بھی سنبھل جائے اور عاقبت بھی۔

قرونِ اولیٰ کی مسلم خواتین کی خصوصیت یہ تھی کہ کہ اُنکی تمام تر کوشش یہ رہتی تھی کہ وہ اپنے اندر زیادہ سے زیادہ باطنی خوبیاں پیدا کریں۔ یہ نیک دل خواتین آجکل کی لڑکیوں اور عورتوں کی طرح ظاہری خوبصورتی اور چمک دمک کی دلدادہ نہیں تھیں چنانچہ ان خواتین کی باطنی خوبیوں اور جوہروں ہی نے انہیں زندہ جاوید بنا دیا ہے تاریخ اور سوانح کے اوراق ان کے محاسن سے پر ہیں۔ اور ان کے حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک طرف تو ان کے گھر والے ان کے بری طرح والا اور شیدا تھے۔ دوسری جانب انہیں دنیائے اسلام میں بھی غیر معمولی عزت اور سربلندی حاصل تھی۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ اُن معتمد صحابیات میں سے ہیں جن کی پوری زندگی ایک سچی مسلم خاتون کا نمونہ ہے۔ آپ نہایت سادہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ گھر کا سارا کام کاج خود اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔ لیکن جب مسلمانوں پر کوئی وقت آتا تھا تو ایک سپاہی کی طرح میدان کارزار میں بھی نکل آتی تھیں چنانچہ جنگ یرموک میں جو خلافت فاروقی میں ہوئی تھی آپ نے نمایاں حصہ لیا ہے۔ آپ نے بڑی پامردی سے اکثر معرکوں میں دشمنانِ اسلام کا بڑی بہادری سے

پھر چل دوں۔"

"نہیں ــــ اب تو میں تمہیں اُس دیو سے چھڑا کر کہیں دور لے جاؤں گا۔"

"ایسا نہ ہو سکے گا فراز!"

"میں آج آپی سے بات کروں گا۔"

اگلے روز تار آگیا ــــ میرے شوہر آ رہے ہیں تو کیا ــــ زندگی کے لئے ایک اور بازی لگا دی جائے؟

میں پھر اُسی حویلی میں ــــ جادو کے اُسی قلعے میں مقید ہوگئی اُن کے آنے سے پہلے بھابی نے مجھے اپنے کمرے میں بُلایا

"بعض لڑکیاں سمجھتی ہیں کہ وہ پہلے شوہروں سے چھٹکارا حاصل کر کے شاید اچھے شوہر حاصل کر سکیں گی۔ یہ اُن کی بھول ہوتی ہے اور یہ وہ لڑکیاں ہوتی ہیں جن کا انجام عبرتناک ہوتا ہے۔"

میرے دل پہ بم سا گرا۔

"فراز کی منگنی بچپن میں اماں صفیہ سے کر گئی تھیں۔ وہ بیچاری ایک عرصے سے اُس کے انتظار میں بیٹھی ہے۔ اب اگر فراز نے اُس سے شادی نہ کی تو...."

"بس بھابی! بس ــــ اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔"

میں شوہر کے گھر پہنچ گئی۔ اب اس جادو کے محل سے نکلنے کا کوئی بھی راستہ باقی نہ تھا۔

ایک دن وہیں اچانک فراز آگیا۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو فراز!" اپنے گھر میں اُسے دیکھ کر مجھے دوزخ کے شعلے یاد آگئے۔

"میں تم سے آخری بھیک مانگنے، آخری فیصلہ کرانے آیا ہوں ــــ میری شہزادی! میری خاطر اپنے آپ کو بچا لو۔ تمہاری زندگی ہزار زندگیوں سے عظیم ہے۔"

"تمہاری خاطر میرا دل خون ہوگیا۔ تمہاری خاطر میں ایک نہیں ہزار زندگیاں قربان کر سکتی ہوں۔ لیکن تم کیا جانو مجبوریوں نے میرے منہ پر قفل لگا دئے ہیں۔ اس کے علاوہ میں تمہارے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی۔"

"کیوں؟"

"مجھے تم پر اعتماد نہیں ہے۔ تمہارا کوئی ماضی نہیں، مستقبل نہیں کوئی حال نہیں ــــ تم ایک سیلانی آدمی ہو۔ ایسے آدمی کے دامن سے پلو باندھ کر میں خود کو ذلیل نہیں کر سکتی۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو شہزادی! ــــ" اُس کی آواز میں کرب تھا۔

"یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔"

"میں وہ کھوٹا آدمی ہوں جو کھرے سکّوں کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ خزانہ پا لینا ہی بڑی بات نہ تھی خود کو اُس کا اہل بنانا بھی واجب تھا ــــ میری شہزادی! مجھے معاف کر دینا ــــ" وہ دو زانوں جھک گیا۔ اُس نے میرا دایاں ہاتھ پکڑا اور اس پر اپنے دونوں ہونٹ رکھ دئے۔

میری رگ رگ میں شعلے بھڑک اٹھے۔ وہ باہر نکل گیا یہ کیسا لمس تھا۔ اوہ! میری تو شادی ہو چکی ہے۔ تو اس لمس سے ــــ واقف نہیں تھی! اب میرے ہاتھ پر دو انگارے دہکتے رہے، دو شعلے بھڑکتے رہے۔ یہ نظر نہ آنے والا سایہ میرے دل میں اتر گیا۔

قدموں کی چاپ سنائی دی۔ مڑ کر دیکھا تو میرے شوہر تھے۔ ہم اندر آگئے اُن کے تیور بگڑے ہوئے تھے۔ میں تو عادی تھی ان تیوروں کی بھلا بگڑی ہوئی زندگی پر بگڑے ہوئے تیور کیا اثر کر سکتے ہیں؟

"میں نے واپس آکر تمہارے متعلق ایسی خبریں سنی تھیں کہ تم ایک نوجوان میں دلچسپی لے رہی ہو اور میری بیوی ہوتے ہوئے تم نے امانت میں خیانت کی ہے۔"

"جی ــــ" میں سہم گئی

"تمہاری یہ معصومیت اب مجھ پر کوئی اثر نہیں کر سکتی۔" انھوں نے جیب سے ایک پرچہ نکال کر مجھے دکھایا ــــ "اسے پہچانتی ہو؟"

یہ میرے حقِ مہر کا معافی نامہ ہے

اب بھی اپنے عہد پر قائم ہو؟"

"جی ــــ!"

"تو میں تمہیں ہمیشہ کے لئے چھوڑ رہا ہوں۔"

"جی...... جی...... جی ــــ؟"

جب مجھے ہوش آیا تو میں ہسپتال میں تھی

ہسپتال سے بھائی کے گھر آگئی۔ (باقی صفحہ ۵۲ پر)

افسانہ



مذہب کی دیوار

جذبات میں ڈوبی ہوئی معاشرتی کہانی

(از جناب انور داؤد نصرانی۔ایم۔اے۔ایم۔ایڈ)

رینو کاسین سے پہلی ملاقات الہ آباد اگریکلچر انسٹی ٹیوٹ کے ڈائننگ ہال میں ہوئی جب ایکسٹنشن میتھڈز میں ایک شارٹ کورس لے رہا تھا اور وہ ہوم اکنامکس کی طالبہ تھی۔ کھانے کی میز پر ہم آمنے سامنے بیٹھے تھے پہلے رسمی تعارف ہوا اور اس پہلی ہی ملاقات میں میرے دل کو یقین ہو گیا تھا اور اس کے چہرے سے بھی عیاں تھا کہ یہ ملاقات سرسری ملاقات نہیں اور یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ہمیں کہاں لے جائے گی یہ پہلی ملاقات!

اس روز سے لنچ کے وقت کے لئے وہ دو کرسیاں جیسے ہمارے لئے ریزرو ہوں۔ وہ مجھ سے پہلے وہاں پہنچ جاتی اور اپنے سامنے والی کرسی پر شانتی نکیتن کا بنا ہوا اپنا خوبصورت چرمی پرس رکھ دیتی میں آتا تو وہ پرس اُٹھا کر اُسے دے دیتا اور اپنی کرسی پر بیٹھ جاتا۔ کھانے پر مختلف موضوع پر گفتگو ہوتی

اب ہم بے تکلف ہو گئے تھے۔ ذاتی اور گھریلو باتیں ہونے لگی تھیں۔ اُس نے اپنے خاندان کی باتیں بہت شوق سے بیان کیں اور میں نے رینو کا سے اپنے رشتہ داروں کو ان کی عدم موجودگی میں متعارف کرایا۔ ایک دن اپنے بچپن کی اور اپنے خاندان کی تصویریں دکھائی گئیں۔

ملاقاتیں بڑھتی گئیں اور ہم ہر روز جمنا کے کنارے گھومنے جانے لگے۔ یہ سیر اور کبھی کبھی دن کشتی کی سواری کالج کے سخت مضامین اور جماعت کی ڈسپلن کی تھکن کو دور کرنے میں بڑی مدد دیتی تھی اور اب ایک دوسرے کا ہاتھ تھامنا معمول بن گیا تھا۔

رینو کا اپنی جام کی کھنک سی آواز میں آہستہ آہستہ بہت ہی پیاری ہندی بولتی تھی۔ باتیں کرتے ہوئے اُس کے چہرے پر جو نور نظر آتا تھا، وہ لفظوں میں نہیں بیان ہو سکتا۔ وہ بے انتہا حسین تھی یا اُس کی باطنی کشش نے اُسے یہ جاذب نظر شخصیت بخشی تھی، یہ طے کرنا میرے لئے ناممکن تھا۔ پھر بھی یہ حقیقت تھی کہ اس سے پہلے کوئی ایسی لڑکی مجھے نظر نہ آئی تھی۔

ہر روز ہم جمنا کے کنارے جاتے اور کبھی کبھی کنارے بیٹھ کر پانی میں کنکر پھینک کر لہریں اُٹھنے کا نظارہ کرتے۔ دوستی اب اتنی گہری ہو گئی تھی کہ رینو کا مجھے اپنی ہندی کویتا سُنا کر خوش ہوتی اور میں اُسے اپنا اُردو کلام پیش کر کے لطف اندوز ہوتا۔ ہم دونوں ہی دونوں زبانوں کی خوب سوجھ بوجھ رکھتے تھے۔ لیکن وہ ہندی ہی میں اپنے خیالات کا اظہار کرتی اور میں اردو میں اپنے جذبات کی عکاسی کرتا۔ اس باہمی فنکارانہ مشغلے نے ہمیں اور بھی قریب کر دیا تھا

جمنا کنارے کی شامیں ساری زندگی یاد رہنے والی گھڑیاں بن گئی تھیں۔ وہ مجھے انور کہتی اور میں اُسے رینو کے نام سے مخاطب کرتا۔ لیکن جب ہاتھ تھامے خاموش چلتے تو یہ محسوس کرنا بہت مشکل ہو جاتا کہ رینو اور انور دو وجود ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہم روز اوّل ہی سے ایک ہیں یا پھر یہ کہ ایک ہی شاخ پر دو پھول کھلے ہیں۔ وہ مجھے چاہنے لگی تھی یا میں! یہ کہنا مشکل تھا۔ رینو انور کے پریم کی منزل تھی یا انور رینو کی محبت کا مرکز! — کسے معلوم؟۔

ہاں یہ ضرور تھا کہ ہماری سادہ باتیں بھی پیار کے پیام اور پریم کے سندیسے تھیں۔ سچ تو یہ ہے کہ لفظ محبت نہ میری ہی زبان پر آیا تھا اور نہ رینو نے ہی کبھی 'پریم'، اور 'پریت' جیسے الفاظ استعمال کرنے کی ضرورت سمجھی تھی۔

پھر وہ دن آیا جس کا کبھی خیال بھی نہ آیا تھا۔ میرا کورس ختم ہونے کو تھا اور رینو کا گریجویشن پورا ہو رہا تھا۔

وہ شام ایسا لگتا کہ پہلی دوسری شاموں ہی کی طرح تھی۔ ہم کشتی میں بیٹھ کر سنگم کی طرف چل دیے۔ مانجھی اپنی میٹھی دیہاتی زبان میں گیت گانے میں مگن تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے بھی ہمارے ساتھ ایک لگاؤ ہو گیا ہے۔ حالانکہ ہر روز اُس سے کشتی نہ لیتے تھے پھر بھی جب کبھی کشتی کی سیر کا ارادہ ہوتا تو اسی مانجھی کو منتظر پاتے۔ وہ زیادہ باتیں کرنے کا عادی نہ تھا۔ لیکن اُس کا چہرہ بہت کچھ بیان کرتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا، وہ یہ کہہ کر ہمارا استقبال کرتا ہے —" بیٹا میں دونوں ہی کو جانتا ہوں۔ مجھے تمہارے دل کی بات کا پتہ نہیں ہے لیکن تمہارے ساتھ مل کر میری زندگی میں بھی پیار اُمڈا مڈا آتا ہے۔" ہاں تو میں کہہ رہا تھا وہ شام دوسری شاموں ہی کی طرح تھی۔ لیکن اُس دن کیفیت کچھ عجیب تھی۔ ہم معمول سے زیادہ خاموش تھے۔ معلوم ہوتا تھا جیسے ہم دونوں کی روحوں میں حزن و نشاط، دکھ اور سکھ کا ملاپ ہو رہا ہو ہمیں یہ سمجھنے میں مشکل محسوس ہو رہی تھی کہ پھول پیارے ہیں یا کانٹے، صرف قریب ہونے میں کشش ہے یا دور رہنے کے خوف میں بھی اتنا ہی لطف ہے ملن کے چین اور جدائی کے دکھ کا یہ ملاپ اتنا سہانا تھا کہ وہ شام بہت خاص معلوم ہونے لگی تھی۔ اُس دن کشتی، مانجھی، لہریں، کنارے سبھی بہت خوبصورت نظر آ رہے تھے! خاموشی کے باوجود رینو کو انور کے دل کا حال معلوم تھا۔ اور انور کو رینو کے من کی حالت۔

دیر ہو گئی تھی شام ہونے لگی تھی۔ ہم دونوں نے ایک ساتھ کہا، "چلو واپس چلیں!" اور مانجھی نے ہم سے پوچھے بغیر ہی کشتی موڑ کر کالج کے کنارے کا رخ کر لیا۔ رینو نے اپنا نرم اور گرم ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ اور ہم دونوں کو دو الگ وجود سمجھنا مشکل ہو گیا۔ دیر تک خاموشی رہی۔ پانی پر چپو کی آواز اور مانجھی کی سہانی آواز اس کے علاوہ ہر شے خاموش تھی۔ رینو نے خاموشی کا طلسم توڑا۔

"مکسڈ میرج کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے انور؟"

"کیا مطلب؟"

"مطلب صاف ہے۔ ہندو مسلم شادی!" وہ بے باکی سے بولی۔

"کتنا اچھا ہوتا اگر مذہبوں کے الگ الگ نام انسان کی زبان

پھر آئے ہم ہی نہ ہوتے؟" میں نے جواب دیا۔"

"تم نے میرے سوال کا جواب تو نہیں دیا!" وہ بچی کہہ رہی تھی۔ میں جواب دینے سے بچنا چاہتا تھا۔

"یہ کیوں پوچھ رہی ہو رینو؟" میں نے پوچھا۔ میں ابھی تک بات کو ٹالنے پہ تلا ہوا تھا۔

"اس لئے کہ میں تمہارے ساتھ جیون بتانا چاہتی ہوں۔" وہ پھر بے باکی سے بولی ایسی بے باکی سے جو مصنوعی حیاداری اور ریاکارانہ پاکبازی کا سر کچل کر عورت کو مرد کے برابر کھڑا کر دیتی ہے۔ اس کی آواز میں ارادے کی پختگی اور روح کی جرأت تھی۔

"رینو! اگر تمہارا مطلب یہ ہے کہ ہم شادی کر کے جیون ساتھی بن جائیں تو یہ ناممکن ہے!" اس کا چہرہ اتر گیا۔ لیکن وہ اسی عزم کے ساتھ بولی۔

"کیا اب تک تم نہیں جانتے کہ میرا تمہارا کیا رشتہ ہے؟"

"جانتا ہوں، محسوس کرتا ہوں، یقین سے کہہ رہا ہوں کہ یہ محبت ہے لیکن انکار اسی لئے کیا ہے کہ مجھے تم سے اتنا ہی گہرا پیار ہے جتنا تمہیں مجھ سے۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ محبت حقیقی ہے۔ صرف جنسی کشش نہیں جو اسی طرح مرد اور عورت کے پیار کا صرف ایک پہلو ہے جیسے تراشے ہوئے کسی ہیرے کی ان گنت سطحوں میں سے ایک۔ تو پھر مجھے محبت ہی نے یہ جواب دینے پر مجبور کیا ہے۔ اب ہم ایک دوسرے ہی کو نہیں جانتے۔ ایک دوسرے کے خاندان اور ماحول سے بھی واقف ہیں ہماری بات چیت ہر روز مجھے تم ہی سے نہیں تمہارے والدین بہن بھائیوں، دوستوں اور پڑوسیوں سے بھی آشنا کراتی رہی ہے رینو!

میری آواز کانپ رہی تھی، اسی طرح جیسے رینو کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھرتھرا رہا تھا۔

"رینو! میں ایک آزاد گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں، میری ایک بہن کے شوہر کرسچن ہیں۔ لیکن تمہارے گھر والے دھرم کے رواجی پہلو سے زیادہ لگاؤ رکھتے ہیں اور مجھے معلوم ہے وہ تمہیں سماج کے خوف اور دوستوں کے چھوٹ جانے کے ڈر سے واپس نہ لیں گے۔"

"واپس جانے کا ذکر کس نے کیا ہے؟" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"عورت کو شوہر ہی کی ضرورت نہیں ہوتی رینو! ماں باپ بہن بھائی دوست اور پڑوسی بھی ضروری ہوتے ہیں۔ ایک دن آئے گا جب تمہیں ماں کے پیار کی یاد ستائے گی، باپ کی شفیق صورت سامنے آئے گی، بہن بھائیوں کی جانی پہچانی پیار بھری آوازیں تمہارے کانوں میں گونجیں گی اور وہ سب دور ہوں گے۔ بہت دور! اس وقت ان سب کا پیار میں تمہیں کہاں سے دوں گا؟ میں تو اپنے آپ ہی کو تمہاری نذر کر سکتا ہوں۔ میرا خاندان تمہیں قبول کر کے بھی تمہارا خاندان تو نہیں بن سکتا۔ میں یہ سب کچھ چھین لوں، اپنی رینو سے ایسے محروم کر دوں اس پیار سے جو اسے بچپن سے ملا ہے۔ یہ مجھے منظور نہیں۔ میں نے تم سے محبت کی ہے رینو! میں نے صرف دوستی کی بنیاد نہیں ڈالی ــــ سمجھ رہی ہو رینو میں کیا کہہ رہا ہوں؟"

وہ سمجھ رہی تھی اور میرے پیار کو محسوس کر رہی تھی۔ میرے الفاظ کی صداقت اسی طرح اسے محسوس ہو رہی تھی جیسے ابھی مجھ کو ہمارے دل کا حال۔ طویل خاموشی کے بعد رینو جیسے نیند سے جاگی۔ اب میرا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو انور! مجھے پاگل پن سے بچا لینے پر بہت بہت پیار۔ تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔"

اس نے میرا ہاتھ زور سے دبا دیا تھا کالج پاس آ گیا تھا۔ چاند کے پہلو میں ایک ستارہ ٹمٹما رہا تھا جیسے کانپ رہا ہو۔

ہم دونوں غم و نشاط کے جذبات کے ساتھ اپنے اپنے ہوسٹل کی طرف چل دئے۔ رینو مجھ سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ اور مذہب کی دیوار اونچی ہوتی جا رہی تھی۔ بہت اونچی ناقابل عبور۔

لیکن دیوار تو آخر دیوار ہی ہے۔ اینٹ پتھر، بے حس، بے جان۔ اسے کیا معلوم کہ جب روحیں ملتی ہیں تو ان دیواروں کو احترام کی نگاہ سے دیکھنا کتنا مشکل ہو جاتا ہے۔

پھر بھی میں ایک خواب دیکھ رہا ہوں کہ آج نہیں تو کل یہ دیواریں گل سڑ کر گر جائیں گی، اس وقت روحوں کی حقیقت عیاں ہوگی۔ مجھے یقین ہے روحیں غیر فانی ہیں زندہ ہیں اور زندہ رہیں گی۔

مذہب کی اونچی دیواریں اگرچہ درمیان میں حائل ہو گئی ہیں۔ لیکن ہم دونوں کی محبت بے پایاں ہے اور لامحدود۔ ان کے نقوش ہم دونوں کے دلوں سے کبھی مٹنے والے نہیں۔ اور محبت وہی ہے جو لافانی ہو۔

اسلام دنیا بھر کس طرح چھا گیا

(باقی مضمون ص... سے)

یہ محض عام لوگوں کے ذریعہ محض اپنی خوبیوں کی بدولت پھیلا ہے اور اور شاید برابر پھیلتا رہے گا۔"

اور واقعی اسلام کی ہمہ گیری اور مقبولیت میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔ چنانچہ گذشتہ نصف صدی کے اندر پیروانِ اسلام کی تعداد (کسی کوشش کے بغیر) پچاس کروڑ سے بڑھ کر ۹۰ کروڑ تک پہنچ گئی ہے۔ مشرق بعید میں انڈونیشیا خالص اسلامی ملک بن چکا ہے جہاں مسلمانوں کی تعداد تقریباً تیرہ کروڑ ہے۔ ملیشیا میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ فلپائن میں سخت رکاوٹوں کے باوجود اسلام تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ مالدیپ میں سو فیصد مسلمان آباد ہیں۔ براعظم افریقہ جس کی مجموعی آبادی ۲۱ کروڑ ہے۔ یہ مسلم براعظم بن چکا ہے یہاں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ یعنی صرف افریقہ میں چودہ کروڑ مسلمان آج آباد ہیں روس جہاں گزشتہ ایک صدی میں اسلام کے مٹانے کی کوشش ہوتی رہی ہے وہاں بھی چھ کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ اور روس کے بہت سے علاقے جن میں خاص طور پر کریمیا، جواش اور بشکر قابل ذکر ہیں وہاں تو مسلمان اکثر بستے ہیں۔ چین میں بھی پانچ کروڑ کے قریب مسلمان آباد ہیں۔ یہی حالت یورپ و امریکہ میں بھی ہے۔ مختصر یہ کہ اسلام دنیا پر چھاتا چلا جارہا ہے اور کوئی تعجب نہیں کہ یہ آگے چل کر پوری دنیا کا واحد مذہب بن جائے

اپنا دکھ کسے سناؤں

(باقی ص۱۷ سے)

نیک سے بدنام بن گئی۔ اپنے دامن میں چند داغ لگا لئے۔ اور اتنی بلندی سے نیچے گری کہ اپنی ہستی کا بھی احساس نہ رہا۔

بھیا بھیا نہ رہا ___ بھابی بھابی نہ رہی

"بدبخت طلاق لے کر آئی تو حق مہر بھی معاف کرا آئی معلوم نہیں یہ پڑھی لکھی لڑکیاں اتنی احمق اور ناعاقبت اندیش کیوں ہوتی ہیں؟"

بھابی نے مجھے بتایا ہے اس کی شادی ہوگئی ہے سفینہ سے اللہ کرے وہ اسے کنارے پر لے آئے۔ آج اس کا خط ملا ہے اس نے لکھا ہے۔

"مقدس مریم! اپنے دل میں اتنے دکھ نہ بسا لینا کہ زندگی روگ بن جائے"

"یہ دکھ اپنے غمخواروں میں تقسیم کرتی رہنا۔

وہ بھی کیسا نادان ہے۔ جو دکھ میں نے اپنی خوشی سے دل میں بسایا ہے آہ یہ میں تو جو کیوں کہوں گی یہ سوزش، یہ جلن، یہ چبھتا درد یہ تو وہ چراغ ہیں جو زندگی بھر مجھے روشنی دکھائیں گے۔ شکر ہے خدا کا، اس لق و دق صحرا میں ابر کا کوئی ٹکڑا تو برسا اور میں زندگی میں چند لمحوں کے لئے ہی محبت کے اس تخت طاؤس پر تو بیٹھی۔ تمنائیں جہاں کنیزیں بنی خوشیوں کے مورچھل ہلاتی ہیں۔ اور امنگیں ہاتھ باندھے کھڑی رہتی ہیں

پروردگار کا شکر ہے کہ میرے قدموں کو مطلق لغزش نہ ہوئی تھی جذبات مجھے گمراہ نہ کرسکے زندگی اگر تباہ ہوتی ہے تو ہونے دو میرا دل تو مطمئن ہے کہ میرا دامن پاک ہے۔

تعلیم القرآن

(باقی مضمون ص۱۸ سے)

یعنی بیٹیاں۔ اور یہ اپنی زبان سے غلط دعوے بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آخرت میں ہمارے لئے بھلائیاں ہی بھلائیاں ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے لئے آخرت میں بھلائی نہیں بلکہ دوزخ کی آگ ہے اور یہ دوزخ میں جلنے کے لئے سب سے آگے بھیجے جائیں گے۔

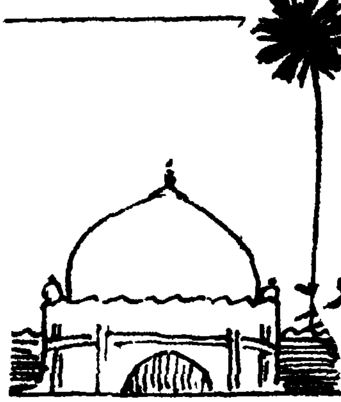
اے رسول ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سے امتوں کی اصلاح کے لئے پیغمبر بھیجے تھے۔ اور انھوں نے اپنی امتوں کی اصلاح کی کوشش بھی کی تھی۔ لیکن شیطان نے چونکہ ان کی بداعمالیوں کو خوشنما بنا کر دکھایا تھا۔ اس لئے وہ گمراہ ہو گئے تھے۔ اور آج بھی شیطان اسی قسم کے گمراہوں کا دوست بنا ہوا ہے۔ ایسے گمراہوں کے لئے ہم نے بڑا ہی سخت عذاب تجویز کر رکھا ہے۔

جمہوریت کے بانی خلفائے راشدین

(باقی مضمون ص...)

پھر اسلامی جمہوریت نے مذہبی۔ تمدنی۔ لسانی۔ اور نسلی اختلافات بالکل ختم کر دئے تھے۔ اور جملہ افراد کو خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق کیوں نہ رکھتے ہوں۔ متحد کر کے ایک قوم بنا دیا تھا۔ اور یہی حقیقی اور اصلی جمہوریت ہے۔

دنیائے اسلام پر ایک نظر



مکہ کی اسلامی کانفرنس ایک اہم قدم

طائف ایک نیا عظیم الشان شہر فلپائن کے مسلمانوں کا جہاد

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

مکہ کی اسلامی کانفرنس ایک اہم قدم

خدا کرے جس عزم اور ارادہ کے ساتھ اسلامی سربراہوں کی عظیم الشان کانفرنس کا افتتاح مکہ معظمہ میں جنوری کے آخری ہفتہ میں ہوا تھا اس کے مقصد میں مسلمانان عالم کو کامیابی حاصل ہو۔ اس کانفرنس کی ابتدائی کارروائی تو حرم کعبہ میں ہوئی اور باقی کارروائی مکہ معظمہ سے متصل شہر طائف میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

یہ کانفرنس ایک ایسی عظیم الشان اسلامی کانفرنس تھی جس کی مثال اس سے قبل پوری دنیائے اسلام میں دیکھنے میں نہیں آئی۔ دنیا کے تقریباً سب ہی مسلم ممالک نے اس کانفرنس میں شریک ہو کر پوری دنیا کو یہ باور کرا دیا ہے کہ دنیا کے سب ہی اسلامی ممالک نظریات کے اختلاف کے باوجود اسلام کے رشتہ اخوت میں بندھے ہوئے ہیں۔ اور دنیا کے ۹۵ کروڑ مسلمان متحد اور یکجان ہیں۔

دنیا کے ۴۲ اسلامی ممالک میں صرف چار ملک ایسے تھے جو اس نمائندہ کانفرنس میں شریک نہیں ہوئے۔ افغانستان میں چونکہ ایک کٹھ پتلی روسی حکومت قائم ہے اسلئے اُسے مدعو نہیں کیا گیا اور مصر کو اس لئے دعوت نہیں دی گئی کیونکہ وہ اسرائیل سے ساز باز کر کے مسلم ممالک سے غداری کر چکا ہے۔ ایران اس لئے شامل نہیں ہوا کیونکہ عراق اس کانفرنس میں شریک تھا۔ اب رہا لیبیا تو اس کے سربراہ کرنل قذافی محض اپنی تیز مزاجی کی وجہ سے شریک نہیں ہوئے۔ باقی ۳۸ مسلم ممالک کے سربراہوں نے پورے جوش و خروش کے ساتھ اس کانفرنس میں حصہ لیا۔ اور اور یہ طے کیا کہ دنیا کے سب ہی اسلامی ممالک متحد ہو کر آہنی فولادی دیوار بن کر ان شیطانی طاقتوں کا مقابلہ کریں گے جو اسلام اور اسلامی ممالک کو طرح طرح سے زک پہنچانے کی کوشش میں لگی رہتی ہیں۔

اس کانفرنس کی اختتام کے موقع پر مکہ معظمہ میں مسلمانان عالم کے اتحاد و یکجہتی اور اسلام کے لئے قربانی کے سلسلہ میں جو تاریخی اعلان کیا گیا تھا اسلامی سربراہ کانفرنس نے متفقہ طور پر اُسے منظور کر لیا ہے۔ جس کے اس اعلان میں فلسطین اور دوسرے عرب مقبوضہ علاقوں کیلئے جن پر اسرائیل نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے جدوجہد جاری رکھنے پر زور دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ غیر ملکی فوجی مداخلت کے خلاف مجاہدین افغانستان کی دل کھول کر مدد کی جائے گی۔

اعلان مکہ کی ۷ صفحات پر مشتمل اس تاریخی دستاویز میں اعلان کیا گیا ہے کہ فلسطین کا مسئلہ سب سے اہم اسلامی مسئلہ ہے جسے سب ہی مسلم ممالک کو مل کر اور متحد ہو کر حل کرنا ہے۔ نیز اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ سب ہی اسلامی ممالک غیر ملکی فوجوں کو افغانستان سے نکالنے کے لئے کوئی متحدہ حل تلاش کریں۔ نیز اس دستاویز میں اقوام متحدہ پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے اس پر زور دیا گیا ہے کہ وہ اسلامی ممالک کے خلاف بڑھتی ہوئی جارحیت کو روکے۔ نیز یہ بھی طے کیا گیا ہے کہ اگر فلسطین کی آزادی اور عرب علاقوں کی واپسی سیدھے طریقہ پر نہ ہو سکی تو سب ہی اسلامی ممالک ضرورت پڑنے پر جہاد سے بھی گریز نہیں کریں گے۔

اس عظیم الشان اسلامی کانفرنس میں شریک سربراہوں نے خلیجی علاقوں بحر احمر، بحر ہند اور بحیرہ عرب میں بڑی طاقتوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں پر تشویش ظاہر کی ہے۔ اعلان میں کہا گیا ہے کہ اسلامی ملکوں کو کسی مخصوص ملک یا کسی خاص نظریہ کے اتحاد کو مسترد کر دینا چاہئے اور صرف امن و انصاف کی بنیاد پر ایک نئی دنیا کی تعمیر کی کوشش کرنی چاہئے۔ تاکہ دنیا میں امن قائم ہو اور جھگڑوں سے بچا جا سکے۔

مکہ کے اس اعلان میں نئے اقتصادی نظام کے قیام پر بھی زور دیا گیا ہے - جس کی بنیاد باہمی مفاد کے اصول پر ہو اور جس میں غریب اور امیر ملکوں کے درمیان فرق ختم ہو سکے - اسلامی سربراہ کانفرنس میں شریک ۳۸ مسلم ممالک کے سربراہوں کا کہنا ہے کہ اسلامی کانفرنس کے سامنے اگرچہ سب سے بڑا مسئلہ فلسطین کا ہے جس پر پورا عالم اسلام متحد ہے - تاہم اسلامی سربراہ کانفرنس ناطرفدار ملکوں کے اتحاد کے لئے بھی ایک ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے -

سعودی عرب کے بادشاہ خالد اور ولیعہد شہزادہ فہد مستحق مبارکباد ہیں کہ انہوں نے دنیا کے سبھی ۴۲ اسلامی ملکوں کے اتحاد کا بیڑا اٹھا کر بہت ہی اہم قدم اٹھایا ہے - اور ہمیں توقع ہے کہ ان سربراہوں کے تدبر اور ہوشمندی سے باقی چاروں ملک بھی آگے چل کر اس عالمگیر اسلامی نظام میں شامل ہو جائیں گے - نیز اسلامی ملکوں میں جو تھوڑی بہت تفریق پائی جاتی ہے وہ بھی جلد ہی دور ہو جائے گی -

یہ بات ہمارے لئے باعث اطمینان ہے کہ سبھی اسلامی ملکوں کو متحد کرنے کی اور دنیا کے ۹۵ کروڑ مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوشش شروع ہو گئی ہے - اور ہمیں یقین ہے کہ اگر اس مقصد میں کامیابی ہوگی تو یہ دنیائے اسلام کے لئے ایک بہت بڑا انقلابی قدم ہو گا -

طائف ایک نیا عظیم الشان شہر

طائف جہاں گذشتہ ماہ "اسلامی سربراہ کانفرنس" منعقد ہوئی تھی یوں تو مکہ معظمہ سے متصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا ایک قدیم شہر ہے - لیکن اس کانفرنس نے پورے شہر کو بدل کر رکھ دیا ہے - چنانچہ اس کانفرنس کی خاطر بے شمار اور لا تعداد عمارتیں کانفرنس ہال - ہوٹل اور سربراہان کانفرنس کے قیام کے لئے کوٹھیاں تعمیر کی گئیں - اس کی وجہ سے طائف زمانہ حاضرہ کا ایک جدید ترین شہر بن گیا ہے - طائف کے سلسلہ میں اخبارات میں جو اطلاعات شائع ہوئی ہیں ان کا لب لباب یہ ہے -

"سربراہ کانفرنس نے "نئے طائف" شہر کو بالکل بدل دیا ہے نئے طائف کے بلند و بالا متعدد ہوٹل - سنہرے گنبد والا اسلامی کانفرنس کا مرکز - میلوں لمبی صاف شفاف شاہراہیں - خوبصورتی سے تراشے ہوئے لان - دور دور تک پھیلے ہوئے جدید قسم کے باغات سب اُس قدیم طائف سے بالکل مختلف ہیں جو مٹی کی دیواروں اور باداموں کے کھیتوں سے گھرا ہوا ہے" اخباری نامہ نگاروں کا بیان ہے کہ یہ سربراہ اسلامی کانفرنس غالباً دنیا میں کسی جگہ ہونے والی سب سے زیادہ قیمتی کانفرنس ہے - سعودیوں کو اس کی کتنی قیمت ادا کرنی پڑی ہے - اُس کے مختلف اندازے ہیں - جو چالیس ارب اسی کروڑ روپیہ سے لیکر ایک کھرب چار ارب روپے تک کئے جاتے ہیں"

مہمانوں کے لئے کس قدر بڑے پیمانہ پر انتظامات کئے گئے تھے اُس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ دوسرے ملکوں سے ایک ہزار سے زائد مرسیڈیز بنز کاریں نمائندوں کے استعمال کے لئے درآمد کی گئی تھیں - اور اس سے دوگنی تعداد میں امریکن موٹر گاڑیاں جیسے کیڈلک - لنکن اور کانٹی نینٹل وغیرہ منگائی گئی تھیں - اس کے علاوہ وفود اور سربراہان ریاست کے استعمال کے لئے کانٹی نینٹل اور شیرٹن ہوٹل تعمیر کئے گئے تھے - ان ہوٹلوں اور کانفرنس ہال میں روزانہ پانچ ہزار مہمانوں کو کھانا پیش کیا جاتا تھا -

امریکہ اور یورپ سے روزانہ ۵ ٹن حلال بڑا گوشت بذریعہ طیارہ آتا تھا - اور اسی طرح دوسرا خوراک کا تازہ سامان روزانہ باہر سے آتا تھا - یہاں تک کہ لبنان اور ہالینڈ سے روزانہ ایک لاکھ تازہ توڑے ہوئے پھول نمائندوں کے مکانات اور دفاتر میں سجانے کے لئے بذریعہ طیارہ آتے تھے - مختصر یہ کہ اس کانفرنس کا اتنے وسیع پیمانہ پر اہتمام کیا گیا تھا جس کی مثال تلاش سے بھی نہیں مل سکتی۔

فلپائن کے مسلمانوں کا جہاد

فلپائن کے مسلمان مستحق مبارکباد ہیں کہ وہ سخت ترین حالات میں بھی مارکوس حکومت کے خلاف گذشتہ آٹھ سال سے جنگ کر رہے ہیں - جنوبی فلپائن میں مسلمانوں کو اکثریت حاصل ہے اس لئے ان علاقوں میں مسلمان خود مختار حکومت [illegible] کریں گے -

[illegible] اور اندازہ ہے کہ [illegible] مسلمان جان بحق ہو [illegible]

ہیں۔ اور ان کی مجاہدانہ جدوجہد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔

مثال کے طور پر منیلا کی ایک اطلاع کے مطابق جزیرہ طلاٹا میں مسلم مجاہدین اور شہری آبادی نے ایک تازہ ترین مقابلہ میں حکومت کی پوری فوجی بٹالین کا صفایا کر دیا ہے۔ جس میں کہ کمانڈر اور صد ہا فوجی ہلاک ہو گئے ہیں۔ فوجی ذمہ داروں کا کہنا ہے کہ فلپائن کے فوجیوں کے اس قتل عام میں مسلم خواتین نے بھی نمایاں حصہ لیا ہے اور فلپائن کی ۳۱ ویں بٹالین کو مجاہدین اسلام نے نیست و نابود کر دیا ہے۔ اور سرکاری ذرائع کا کہنا ہے کہ گذشتہ چند سال میں یہ سرکاری فوجیوں کی سب سے بڑی شکست ہے۔

فلپائن کے مجاہدین جس مارکوس حکومت سے آٹھ سال سے مقابلہ کر رہے ہیں وہ ایک رجعت پسند عیسائی حکومت ہے جو کسی ایک غیر عیسائی کو بھی فلپائن میں دیکھنا نہیں چاہتی۔ لیکن مسلمان اس متعصب حکومت سے مردانہ وار مقابلہ کر رہے ہیں۔ فلپائن کی مارکوس حکومت مجاہدین آزادی سے تنگ آکر کئی مرتبہ صلح صفائی کی گفتگو بھی کر چکی ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مارکوس حکومت صلح صفائی کے فریب میں مبتلا کر کے اپنی رجعت پسندی کو جاری رکھنا چاہتی ہے۔

بہر حال مسلمانان فلپائن ۱۹۷۲ء سے بڑی بے جگری کے ساتھ آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اور اس بات پر کامل یقین رکھتے ہیں کہ انہیں اپنے نیک مقاصد میں مزید کامیابی حاصل ہوگی۔

روسی بمباری سے افغانستان میں تباہی

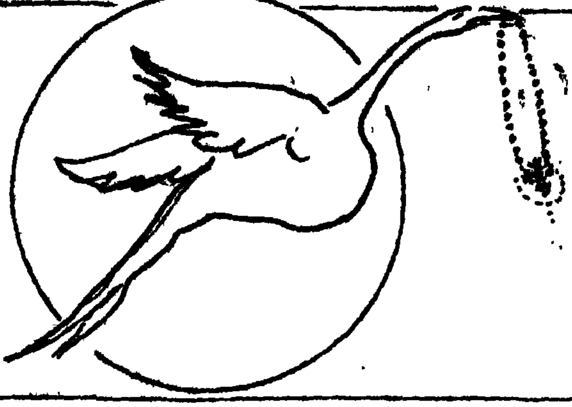
افغانستان کی روس نواز "کارمل حکومت" کا دعویٰ ہے کہ روس نے محض افغانیوں کے تحفظ کے لئے افغانستان میں فوجیں متعین کر رکھی ہیں۔ لیکن افغانستان [illegible] اطلاعات موصول ہو رہی ہیں [illegible] سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت افغانستان میں جو روسی فوجیں متعین ہیں [illegible] کی بمباری کی وجہ سے افغانستان کے بہت سے دیہات کھنڈر بن [illegible] گیا۔

[illegible] بڑے شہروں تک [illegible] باقی پورے افغانستان کے

دیہاتی علاقوں پر افغان مجاہدین کا قبضہ ہے جو بڑی دلیری کے ساتھ روسی جارحیت کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اور اس مقابلہ میں کئی دیہات روسی بمباری سے بالکل تباہ اور برباد ہو گئے ہیں۔

افغانستان کی حالت اس وقت یہ ہے کہ تقریباً بیس لاکھ مہاجرین پاکستان میں پڑے ہوئے ہیں۔ دس لاکھ کے قریب اِدھر اُدھر جا چکے ہیں اور لاتعداد افغانی باشندے روسیوں کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں۔ مگر دعویٰ یہ ہے کہ روسی فوجیں افغان باشندوں کی حفاظت کر رہی ہیں۔ کیا اس تباہ کاری ہی کا نام حفاظت ہے۔

جن سیاسی مبصرین نے حال ہی میں افغانستان کا دورہ کیا ہے اُن کا کہنا ہے کہ یہ تو ممکن ہے کہ پورا افغانستان روسیوں کی بم باری سے تباہ ہو جائے۔ لیکن اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ افغانستان کے خوددار اور مذہب پسند باشندے اپنے ملک پہ روسی بے دینوں کے تسلط گوارہ کریں گے۔ بہر حال دیکھنا ہے کہ اس بدنصیب اسلامی ملک کا کیا حشر ہوتا ہے اور دنیا کے حق پسند مدبرین کس طرح روس کو افغانستان سے نکلنے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔



دلچسپ معلومات
حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات
(از ادارہ دین دنیا)

کیا روحیں دشمنوں سے انتقام لیتی ہیں

ایسے واقعات اکثر دیکھنے اور سننے میں آئے ہیں کہ بعض مقتولین کی روحوں نے اپنے قاتلوں اور دشمنوں سے بری طرح انتقام لیا ہے۔ لیکن افریقہ کے ایک جادوگر ڈاکٹر کی روح نے تو مرنے کے بعد اُس پورے علاقہ کو ویران کر کے رکھ دیا ہے۔ جہاں موٹر حادثہ میں اُس کی موت واقع ہوئی تھی۔

اس حبشی ڈاکٹر کا نام "مرنیگ" ہے یہ ٹرانسوال (جنوبی افریقہ) میں رہتا تھا۔ اور جادو کے ذریعہ لوگوں کا علاج کیا کرتا تھا۔ لوگ اس کے اسقدر معتقد تھے کہ اُسے اس علاقہ کا مسیحا سمجھا جاتا تھا۔ ایک روز یہ ڈاکٹر جبکہ ایک قریبی گاؤں میں ایک عورت کا علاج کر کے آرہا تھا تو ایک تیز رفتار گاڑی اُسے کچل کر گزر گئی۔ ڈرائیور گاڑی کو بھگا کر تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ اچانک گاڑی بے قابو ہو گئی اور گہرے کھڈ میں جا گری۔ ڈرائیور اور اُس کے سب ساتھی ہلاک ہو گئے۔

اُس دن سے لیکر آجتک اس علاقہ سے جو بھی گاڑی اور ٹرک گزرتا ہے۔ وہ پلٹ جاتا ہے۔ اور ڈرائیور ضرور ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس علاقہ میں تباہ ہونے والی گاڑیوں کے حادثات میں جو لوگ زخمی ہونے کے بعد زندہ بچ گئے ہیں ان سب ہی کا کہنا ہے کہ اس علاقہ سے گزرنے والی ہر گاڑی کے گرد ایک سیاہ سایہ منڈلاتا ہے اور وہ گاڑی کو الٹ دیتا ہے۔ اور عام خیال یہ ہے کہ یہ جادوگر ڈاکٹر کی روح ہے چنانچہ مقامی میونسپل کمیٹی کو ان حادثات کی بنا پر ۲۰ کلو میٹر کے اندر جا بجا "خطرہ" کے بورڈ لگا دئے ہیں

آدم خور انسان آج بھی موجود ہیں

۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۵ء تک کمبوڈیا کی جو جنگ ہوئی تھی اُس جنگ کے سلسلہ میں یہ عجیب و غریب انکشاف ہوا ہے کہ کمبوڈیا کی فوج میں بعض ایسے سپاہی بھی موجود تھے جو انسان کے گوشت کے بے حد شائق تھے چنانچہ ویتنامی نیوز ایجنسی نے بتایا ہے کہ ایک سترہ سالہ کمبوڈین لڑکی نے اطلاع دی تھی کہ پول پاٹ علاقہ کے ایک فوجی سپاہی نے اُسکے چھوٹے بھائی کو ہلاک کر دیا اور پھر چیر پھاڑ کے بعد اُس کا گوشت لے گیا۔ اسی طرح ایک جرنلسٹ نے جس نے اُن ہی دنوں کمبوڈیا کا دورہ کیا تھا اس خبر کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا ہے کہ پول پاٹ کے فوجی انسانی گوشت کے بے حد شائق ہیں۔ وہ اپنے راشن اسٹوروں میں ہمیشہ انسانی گوشت کا ذخیرہ رکھتے ہیں۔

برازیل میں جسم فروشی عیب نہیں

برازیل ایک ایسا علاقہ ہے جہاں جسم فروشی عام ہے برازیل کی جسم فروش لڑکیوں کا کہنا ہے کہ ہم اپنے جسم کی مالک و مختار ہیں۔ جس طرح ایک انسان جسم سے محنت کر کے روزی کماتا ہے۔ بالکل اسی طرح ہم بھی اپنے جسموں کے ذریعہ روزی کماتے ہیں اس میں بھلا کیا عیب ہے؟ اور لطف یہ ہے کہ وہاں سوسائٹی میں بھی اسے کوئی برا فعل نہیں سمجھا جاتا۔ اسی لئے شادی شدہ لڑکیاں بھی کھلم کھلا جسم فروشی کرتی ہیں۔ نہ اُن کے شوہروں کو کوئی اعتراض ہوتا ہے اور نہ کسی دوسرے شخص کو [illegible]

R. N. No. [illegible]

THE DIN DUNIA DELHI

ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مستند احادیث کا بے مثال ذخیرہ



صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ
اور احادیث کی تمام مستند کتب کی روح

اُردُو حدیث

(مفتی شوکت علی فہمی کی جدید ترین مایۂ ناز تالیف)

قرآن پاک کے بعد حدیث ہی وہ مقدس کتاب ہے جس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد قائم ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال نیز ارشادات و احکامات کا وہ قیمتی ذخیرہ ہے جو مسلمانوں کی قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ اس وقت تک کوئی ایسی اُردو مستند حدیث موجود نہیں تھی جو مسلمانوں کو بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کردے خدا کا شکر ہے کہ اردو حدیث کی اشاعت کے بعد یہ کمی پوری ہوگئی۔ اس تالیف نے مسلمانوں کو عربی زبان کی بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کردیا ہے۔ اس میں صحیح بخاری صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ اور حدیث کی تمام مستند کتب سے وہ تمام احادیث جمع کردی گئی ہیں جن کی روزانہ زندگی میں ہر مسلمان کو ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس پاکیزہ تالیف کی بڑی خوبی یہ ہے اس کے بیس ابواب قائم کرکے تمام احادیث کو علیحدہ علیحدہ عنوانات کے ماتحت اس طرح تقسیم کردیا گیا ہے کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں فوراً نکل آئیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ایک معمولی اردو داں بھی علما کی طرح احادیث سے پورا پورا فائدہ اُٹھا سکے گا یہ اُردو زبان کی وہ نایاب حدیث ہے جسے مفتی شوکت علی فہمی نے سالہا سال کی شب و روز کی محنت کے بعد مرتب کیا ہے۔

"اُردو حدیث" مندرجۂ ذیل بیس ابواب پر مشتمل ہے

ا۔ صاحب حدیث رسول اللہ صلعم کی سوانح مبارک	۵۔ حکمرانی جہاد اور شرعی سزاؤں سے متعلق احادیث	۱۱۔ اسلامی تمدن و معاشرت کے بارے میں احادیث	۱۶۔ موت اور حیات بعد الموت کے بارے میں احادیث
ب۔ علم الحدیث اور اس کی مکمل تاریخ	۶۔ اخلاق اور اصلاح کے بارے میں احادیث	۱۲۔ والدین، اعزا اور متعلقین کے بارے میں احادیث	۱۷۔ قیامت اور علامات قیامت کے بارے میں احادیث
۱۔ ایمان اور اسلام کے بارے میں احادیث	۷۔ تحمل، نرمی اور فیاضی کے بارے میں احادیث	۱۳۔ زن و شوہر کے تعلقات اور نکاح و طلاق کے بارے میں احادیث	۱۸۔ جنت اور دوزخ کے بارے میں احادیث
۲۔ عبادات الٰہی روزہ نماز حج زکوٰۃ کے بارے میں احادیث	۸۔ حسد، ظلم اور افعال ممنوعہ کے بارے میں احادیث	۱۴۔ عورت اور پردے کے بارے میں احادیث	۱۹۔ رسول اللہ صلعم کے معجزات اور پیشینگوئیوں کے بارے میں احادیث
۳۔ ذکر الٰہی خوف خدا اور دعا سے متعلق احادیث	۹۔ محبت اور اخوت کے بارے میں احادیث	۱۵۔ تجارت، معاملات اور لین دین کے بارے میں احادیث	۲۰۔ نہایت مفید اور کارآمد متفرق احادیث
۴۔ پرہیزگاری اور توکل کے بارے میں احادیث	۱۰۔ غریبی، قناعت اور انکساری کے بارے میں احادیث		

گذشتہ پچاس برس میں حدیث کی ایسی جامع کتاب شائع نہیں ہوئی!

مندرجہ بالا عنوانات کے تحت ڈیڑھ ہزار سے زیادہ احادیث ایسی عمدہ ترتیب کے ساتھ درج کی گئی ہیں کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں ایک منٹ میں آسانی کے ساتھ نکل آئیں۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ گذشتہ پچاس برس میں حدیث کے موضوع پر ایسی مستند کتاب اردو میں شائع نہیں ہوئی۔ ہر حدیث کے بعد حدیث کی مستند کتب کا حوالہ موجود ہے۔ زبان ایسی شستہ اور عام فہم کہ عورتیں اور بچے بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ ضخامت تقریباً پانچ سو صفحات۔ کتابت و طباعت اعلیٰ۔ ٹائٹل کئی رنگ میں چھپا ہوا۔ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی رنگین تصویر موجود ہے۔ دست کور نہایت خوشنما اور رنگین۔

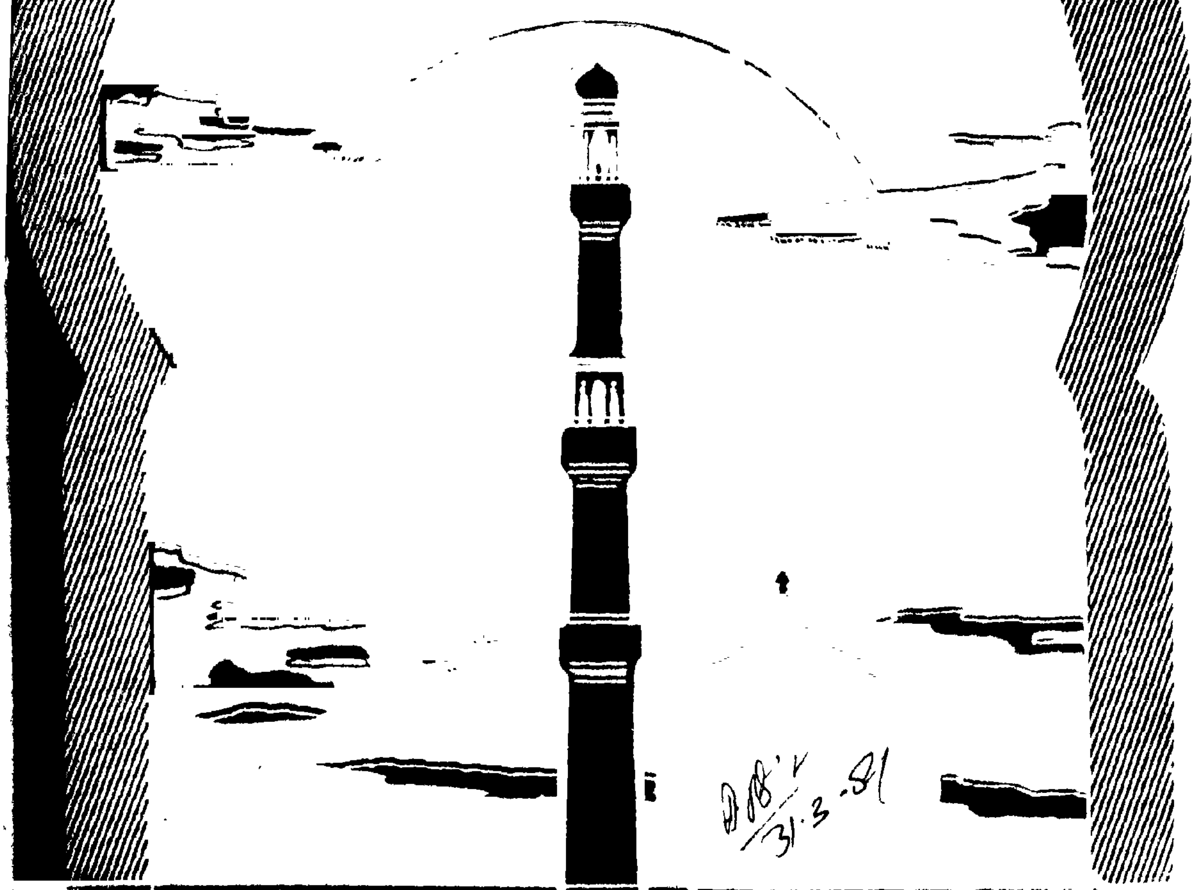
پورے بیس ابواب کی مکمل اور مجلد کتاب کا ہدیہ صرف Rs. 12/-

DIN DUNIA PUBLISHING CO. JAMAMASJID DELHI

Title and Pictures Printed at the [illegible] Press Churiwalan, Delhi-110006

THE DIN DUNYA Delhi

دین دنیا



ایڈیٹر شوکت علی فہمی

Rs. 2.00



"بیت المقدس" کی فصیل کے باہر اسرائیلیوں کا اجتماع۔ یہ آجکل
بیت المقدس کے اسلامی آثار کی توڑ پھوڑ میں مصروف ہیں



ہوائی جہازوں کا اغوا اب عام ہو گیا ہے۔ ایک اغوا شدہ ہوائی جہاز
جسے پچھلے دنوں فلسطینی انقلاب پسندوں نے اغوا کر لیا تھا



سعودی عرب کے بادشاہ "شاہ خالد" الجزائر کے وزیر خارجہ
"صدیق بن یحییٰ" سے تبادلہ خیال کر رہے ہیں



"صدر انور سادات اور بیگم جہاں سادات" تل ابیب میں اسرائیل کے صدر
"نوون اور ان کی بیگم اوفرا نوون" کے ہمراہ



جارڈن کے "شاہ حسین" تیونس کے رہنما "احمد بورقیبہ" کے ہمراہ





بیگم نصرت بھٹو مس بے نظیر بھٹو

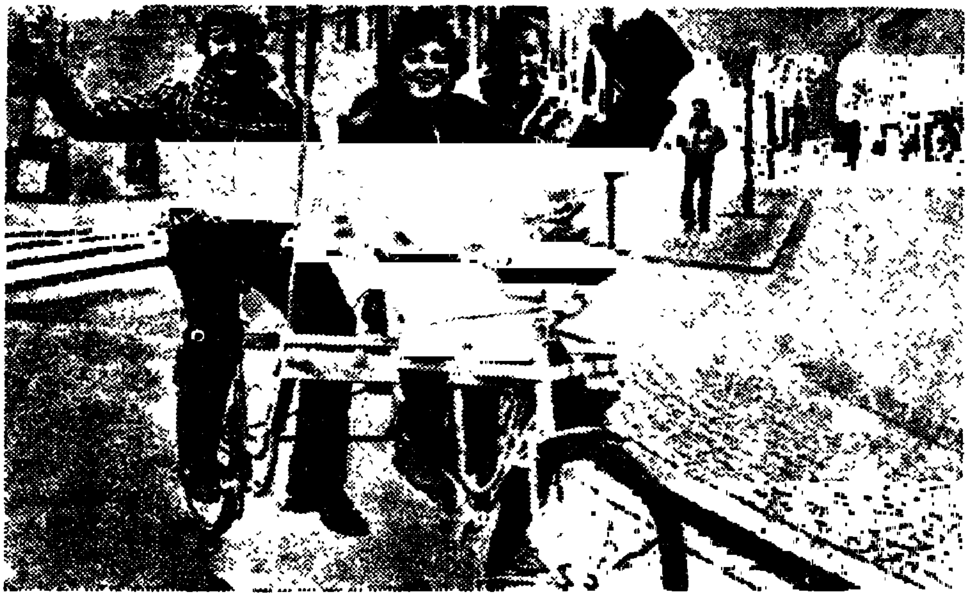
جنرل ضیا نے ان دونوں ماں بیٹیوں کو جیل میں ڈال دیا ہے



"مسز اندرا گاندھی" ایک خاص لباس میں۔ لوک ناچ ناچنے والے
چند آرٹسٹوں کے ہمراہ



عراق کے صدر "صدام حسین" اس تصویر میں کردوں کے لیڈر
مصطفیٰ "البرزانی" کے ہمراہ ہیں



پیٹرول کی گرانی کی وجہ سے ایک خاص قسم کی تین پہیوں کی سائیکل
کا رواج شروع ہو گیا ہے



تامل ناڈ کے سابق وزیر اعلیٰ "کروناندھی" جنوبی ہند کی ایک فلم ایکٹریس کے ساتھ
یہ خود بھی ایک مشہور فلم ایکٹر ہیں

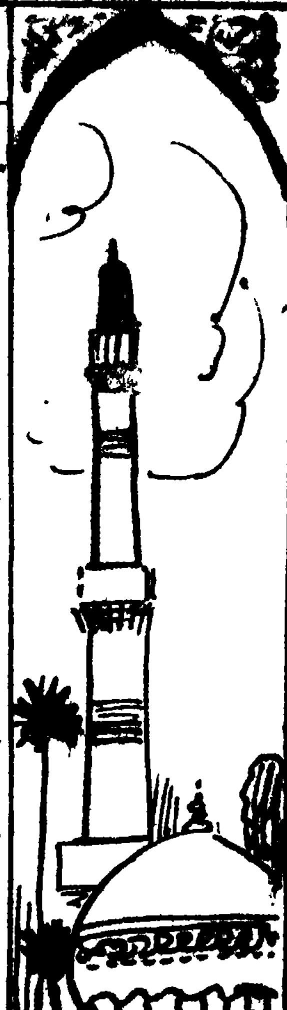
ٹیلیفون نمبر ۲۶۳۴۵۰ — اشاعت کا اکسٹھواں سال

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی ادبی دینی جریدہ

ماہنامہ دین دنیا دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۶۱ — اپریل ۱۹۸۱ء — نمبر ۴



قیمت سالانہ
اکیس روپے
قسط ماہی
گیارہ روپے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا ہاؤس .... متصل جامع مسجد دہلی
وی پی منگانے میں تین روپے زائد کا خرچ ہے منی آرڈر بھیجئے۔

قیمت فی پرچہ
دو روپے
پاکستان بنگلہ دیش انگلینڈ برما سے پچاس روپے
غیر ممالک سے سو روپیہ سالانہ

مفتی شوکت علی فہمی - ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر و پروپرائٹر نے اپنے خواجہ پریس میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا

۸۶

رفتار زمانہ

(شوکت علی فہمی)

اقلیتی کمیشن کا خاتمہ

اندرا کانگریس کے تازہ اقدام سے مسلمان مایوس

اب جبکہ اقلیتی کمیشن کا چیرمین ایک ایسے شخص کو بنا دیا گیا ہے جسکے نظریات اِس ملک کی سب سے بڑی اقلیت یعنی مسلمانوں کے نظریات سے بالکل مختلف ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ اُس اقلیتی کمیشن کا خاتمہ ہو چکا ہے جسے ۳۱ سال کے مسلسل مطالبات کے بعد محض دکھاوے کے لئے ۱۹۷۸ء میں بڑی جدوجہد کے بعد جنتا حکومت نے قائم کیا تھا۔

اقلیتی کمیشن کی یہ بدبختی ہے کہ شروع ہی سے یہ حادثات کا شکار ہوتا رہا ہے۔ اس کمیشن کے سب سے پہلے چیرمین مسٹر مسانی کو کمیشن کے قیام کے تین ماہ بعد ہی محض اِس لئے کمیشن کی صدارت سے مستعفی ہونا پڑا تھا چونکہ حسب وعدہ جنتا حکومت اُسے قانونی حیثیت دینے کے لئے تیار نہ ہوسکی اور اُس نے اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ اِس کمیشن کا قیام محض ایک دکھاوٹ تھا۔ ورنہ درحقیقت جنتا حکومت کو اقلیتی مسائل سے کوئی دلچسپی نہیں۔

مسٹر مینو مسانی کے مستعفی ہونے کے بعد جولائی ۱۹۷۸ء میں جسٹس انصاری اِس کمیشن کے صدر مقرر ہوئے۔ اور اُنھوں نے چار مختلف اقلیتی فرقوں کے نمایندوں یعنی پروفیسر جان (عیسائی) ڈاکٹر اے دستور (پارسی)، ایئر مارشل ارجن سنگھ (سکھ) اور کوشک باکولا (بودھ) کے ساتھ اقلیتوں کے پیچیدہ مسائل کا تجزیہ کرنے اور اُن کا حل تلاش کرنے کا مشکل کام شروع کیا چنانچہ جسٹس انصاری نے بڑی محنت اور عرق ریزی کے بعد رپورٹ برائے ۱۹۷۸ء تیار کی جس میں کہ علی گڈھ کے فرقہ وارانہ فسادات اور مسلم یونیورسٹی بل کے بارے میں نہایت مفید سفارشات موجود تھیں۔ اور یہ رپورٹ ۱۹۷۹ء میں جنتا حکومت کو پیش کر دی، جسے ناقابل اعتنا سمجھتے ہوئے جنتا حکومت کے زعماء نے ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔

۱۹۸۰ء میں اندرا کانگریس برسر اقتدار آئی تو اقلیتی کمیشن نے اپنی ایک دوسری رپورٹ پیش کی جس میں کہ اقلیتوں کے متعلق دیگر اہم امور کے علاوہ بعض فسادات کے بارے میں بھی نہایت اہم سفارشات پیش کی گئی تھیں۔ لیکن اِس دوسری رپورٹ کا بھی وہی حشر ہوا جو جنتا دور میں کمیشن کی پہلی رپورٹ کا ہو چکا تھا۔ یعنی اسے بھی سرد خانہ میں ڈال دیا گیا۔ آخر اندرا حکومت کی اِس سرد مہری کو دیکھتے ہوئے جسٹس انصاری بھی اِس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہو گئے کہ جب تک کمیشن کو قانونی حیثیت حاصل نہیں ہوگی کمیشن اپنے فرائض نہیں انجام دے سکتا اور صرف یہی نہیں ہوا کہ کمیشن کی سابقہ رپورٹوں پر کوئی توجہ نہیں کی گئی بلکہ کمیشن کے چیرمین جسٹس انصاری کو بعض فساد زدہ علاقوں میں جانے سے بھی روکا گیا۔ خصوصیت سے مراد آباد کے فسادات کے سلسلہ میں اُنہیں قطعی نظر انداز کر دیا گیا۔ جبکہ اُن کی خدمات اور مشوروں سے فائدہ اٹھانے کی شدید ضرورت تھی۔

جسٹس انصاری کی اِس حوصلہ شکنی کے باوجود اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ شروع سے لے کر آخر تک اقلیتی کمیشن کو با عمل ادارہ بنانے کے لئے برابر کوشاں رہے۔ اور جہاں تک ہندوستان کی سب سے بڑی اقلیت کا تعلق ہے وہ اُن کی کارکردگی اور جدوجہد سے بڑی حد تک مطمئن تھی اسی لئے اقلیتی کمیشن سے اُن کی علیحدگی کو مسلمانوں میں بری طرح محسوس کیا جا رہا ہے۔ اور شاید اِس کی بڑی وجہ یہ ہے جسٹس انصاری نے بارہا اقلیتوں کے متعدد مسائل میں اُن رہی احساسات کا اظہار کیا ہے جو عام مسلمانوں کے تھے مختصر یہ کہ اُنھوں نے قدم قدم پر بڑی دلیری کے ساتھ اِس ملک کی مسلم اقلیت کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ جو شاید ہمارے ملک کے زعما کو پسند نہیں آئی اور اُنہیں اقلیتی کمیشن کی صدارت سے اچانک سبکدوش کر دیا گیا تھا اور اُن کی جگہ اُن جسٹس حمید اللہ بیگ کا تقرر عمل میں آگیا جو شروع ہی سے عام مسلمانوں کے نظریات کے مخالف ہیں۔

اِس موقعہ پر ہم حیدر آباد کے اُس سمینار کا ذکر کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ جو جسٹس انصاری کی قیادت میں منعقد ہونے والا تھا۔ اور جسے اچانک ملتوی کر دیا گیا۔ معلوم ہوا ہے کہ وزارت داخلہ مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں حیدر آباد میں ایک سمینار منعقد کر رہی تھی جس کا انتظام اقلیتی کمیشن کے سپرد کیا گیا تھا۔ اور اِس سلسلہ میں ایک لاکھ روپیہ کی منظوری بھی ہو چکی تھی ملک کے دانشوروں کے نام دعوت نامے بھی جاری ہو چکے تھے صرف تاریخ کا تعین باقی تھا۔ اُدھر تاریخ کے تعین اور انتظامات کو قطعی شکل دینے کے لئے جسٹس انصاری بھی جنوری کے پہلے ہفتہ میں حیدر آباد پہنچ چکے تھے۔ لیکن اُنہیں معلوم ہوا کہ یہ سمینار منسوخ کر دیا گیا ہے۔

جسٹس انصاری نے اِس سلسلہ میں وزارت داخلہ کو ایک احتجاجی مراسلہ ارسال کیا تو اِس کے جواب میں اُنہیں ۴ ۲ فروری دینا یا گیا کہ حکومت کے خیال میں اُنکے عہدے کی مدت کی میعاد ختم ہو چکی ہے۔ یعنی اب اس بارے میں ان کی خط و کتابت بیکار ہے۔ چنانچہ حیدر آباد کے اس مجوزہ سمینار کے اچانک التوا کے بارے میں جب لوک سبھا میں مسلم لیگ کے ممبر بنات والا نے سوال کیا تو وزیر داخلہ نے جواب دیا کہ "حیدر آباد کا یہ سمینار اِس بنا پر رد کر دیا گیا کیونکہ یہ صرف مسلمانوں کے لئے بلایا گیا تھا" کیسی عجیب بات ہے کہ جبکہ ملک کی اہم ترین اقلیت صرف مسلم اقلیت ہے۔ اور اُسی کے مسائل سب سے زیادہ اُلجھے ہوئے ہیں۔ لیکن پھر بھی اُس کے مسائل کو سلجھانے کے لئے کوئی سمینار منعقد نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر اُسکا ارادہ بھی کیا جاتا ہے تو اُسے منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ یہ ہے اِس ملک کی سب سے بڑی اقلیت کے ساتھ ہماری حکومت کی بے التفاتی کا عالم ایسی حالت میں مسلمان "اقلیتی کمیشن" سے کیو نکر کوئی توقع قائم کر سکتے ہیں۔

یوں تو مسلمانوں کو شروع ہی سے اِس نام نہاد "اقلیتی کمیشن" سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن جو تھوڑی بہت دلچسپی جسٹس انصاری کی کارکردگی سے پیدا ہو گئی تھی اب کمیشن کی سربراہی سے اُن کے الگ ہونے کے بعد وہ بھی ختم ہو گئی۔ اور ہمیں افسوس ہے کہ مسلمانوں کے احساسات اور جذبات کو نظر انداز کرتے ہوئے جسٹس انصاری کے بعد جن جسٹس حمید اللہ بیگ کو اقلیتی کمیشن کا چیرمین بنایا گیا ہے اُن کے نظریات عام مسلمانوں کے نظریات سے بالکل مختلف ہیں۔ جسٹس حمید اللہ بیگ کی قانونی قابلیت مسلمہ ہے وہ بلاشبہ ملک کے بہت بڑے قانون داں ہیں اور لائق و فائق حضرات میں اُن کا شمار ہوتا ہے۔ لیکن جہاں تک مسلم معاملات کا تعلق ہے اُن کے نظریات کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ اُن کے نظریات وہی ہیں جو آنجہانی عبد الکریم چھاگلہ یا حمید دلوائی کے تھے۔ ایسی حالت میں شاید مسلمانوں کے کسی طبقہ میں بھی انکا "اقلیتی کمیشن" کا چیرمین مقرر کیا جانا پسند نہیں کیا جائے گا۔

مسلمانوں کے جو مسائل زمانہ دراز سے الجھے ہوئے ہیں اُن میں سے ایک اہم ترین مسئلہ "مسلم پرسنل لا" کا بھی ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ جو "اقلیتی کمیشن" مسلم اقلیت کے مسائل کے حل کے لئے مقرر کیا گیا ہے اُس کا سربراہ ایک ایسے شخص کو بنا دیا جاتا ہے جو اپنے مخصوص انداز فکر کی وجہ سے شروع ہی سے مسلمانوں میں نہ صرف غیر مقبول ہے بلکہ بعض مسلمانوں میں ناپسندیدہ بھی تصور کیا جاتا ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ جسٹس بیگ کا تعلق مسلمانوں کے اُس قابلِ اعتراض مختصر گروہ سے ہے جو مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کا زبردست حامی ہے۔ جبکہ دوسری جانب مسلمانوں کی بھاری اکثریت کی نظر میں مسلم پرسنل لا میں کوئی تبدیلی اُن کے مذہبی معاملات میں

پاکستان میں جو کھوکھلا گھسا پٹا اور بوسیدہ اسلام آجکل رائج ہے جو کہ صرف ایک پاکستانی جہاز کے اغوا کی بنا پر خطرہ میں پڑ گیا ہے۔ حالانکہ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے گذشتہ چودہ سو برس میں دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتیں بھی اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکی ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ اب جنرل ضیا کو پاکستان میں اپنا وہ خانہ ساز اسلام خطرہ میں دکھائی دینے لگا ہے جس کے بل پر اُن کی ڈکٹیٹری آج تک قائم ہے۔

جنرل ضیا کا نیا خانہ ساز اسلام یہ ہے کہ پاکستانی عوام کو اسلام کے نام پر زیادہ سے زیادہ احمق بنایا جائے۔ اصلاحی جمہوریت کو ختم کرکے اور اسلام کا نام لے کر ڈکٹیٹری کی بنیادوں کو مضبوط کیا جائے۔ خلفائے راشدین کی سنت سے انحراف کرکے ہٹلر اور مسولینی کا مسلک اختیار کیا جائے اور مخالفین پر جھوٹے مقدمات قائم کرکے جمہوریت پسندوں کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ اور اُن کی بیوی بچوں اور سب ہی حامیوں کو جیلوں میں ٹھونس دیا جائے۔ اور ہر اُس شخص کو قابل گردن زدنی قرار دے دیا جائے جو جنرل ضیا کی ڈکٹیٹری کے دور میں جمہوریت کا نام لیتا ہے۔ مختصر یہ کہ جنرل ضیاالحق کا خانہ ساز اسلام یہ ہے کہ ہر مذموم فعل پر اسلام کا غازہ مل کر پاکستانی مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ فریب دیا جائے۔

ظاہر ہے کہ پاکستان میں لایا ہوا جنرل ضیا کا یہ نام نہاد اسلام زیادہ مدت تک چل نہیں سکتا اور اسی نام نہاد اسلام پر خود پاکستانی نوجوانوں نے ایک ہوائی جہاز اغوا کرکے ضرب لگائی ہے۔ اور ساری دنیا پر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ وہ جنرل ضیا کے خانہ ساز "نظام اسلام" سے کس قدر بیزار ہیں کہ اب انھوں نے فلسطینی حریت پسندوں کی طرح جہازوں تک کا اغوا شروع کر دیا ہے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ پاکستان کے ہوائی جہاز کا اغوا جنرل ضیا کے لئے آخری وارننگ ہے جس کے بعد جنرل ضیا کو اپنی موت دکھائی دے رہی ہے۔ اور اسی لئے انھوں نے اس واقعہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی تمام تر ذمہ داری مرحوم بھٹو کی پیوپلز پارٹی پر ڈالنی شروع کر دی ہے۔ تاکہ ہر اپنے مخالف کو پیوپلز پارٹی کا ممبر قرار دے کر جیل میں ٹھونس دیں اور وہ اس خطرہ سے بچ جائیں جو اِس وقت اُن کے سامنے ہے

مگر ہم سمجھتے ہیں کہ ہر بات کی حد ہوتی ہے۔ پاکستانی عوام کی قوت برداشت جواب دے چکی ہے۔ فوجی عناصر جنرل ضیا کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ سب ہی سیاسی پارٹیاں متحد ہو کر مقابلہ پر آگئی ہیں پاکستان میں شدید ایجی ٹیشن برپا ہے طلبا میدان میں آگئے ہیں یونیورسٹیاں اور کالج بند ہیں۔ اور پاکستان میں اِس وقت وہی رنگ ہے جو سابق فوجی ڈکٹیٹر ایوب خاں کے اقتدار کے خاتمہ کے وقت تھا۔ حالانکہ ایوب خاں نے پاکستان کو بے حد فوائد پہنچائے تھے۔ مگر وہ بھی ڈکٹیٹری کے عہدہ پر برقرار نہ رہ سکے۔ اُن کے مقابلہ میں یہ جنرل ضیا تو نہایت گھٹیا درجہ کے ڈکٹیٹر ہیں۔ وہ اگرچہ اپنی ڈکٹیٹری کو باقی رکھنے کے لئے بدترین قسم کے ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں لیکن ان کا زوال یقینی ہے

"مسلم یونیورسٹی غنڈوں کی پناہ گاہ"

مسلم یونیورسٹی کی بیخ کنی کے لئے گذشتہ دس پندرہ سال سے جو کچھ ہو رہا ہے اُس کا سب ہی کو علم ہے۔ مدھوک جیسے لیڈر تو اس یونیورسٹی کی اینٹ سے اینٹ بجا دینا چاہتے ہیں۔ پھر علی گڑھ میں مہینوں فسادات جاری رکھے جاتے ہیں۔ تاکہ یونیورسٹی میں تالے پڑ جائیں اور جب اِن تمام تخریبی کوششوں میں ناکامی ہوتی ہے تو مسلم یونیورسٹی کو نقصان پہنچانے کے لئے نئی نئی تدابیر سوچی جاتی ہیں اور غالباً اِن نئی کوششوں ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ اب مسلم یونیورسٹی کو بدنام کرنے کے لئے پروپگنڈے کا ایک نیا محاذ قائم کر دیا گیا ہے۔ جو یہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی کو یونیورسٹی کے اساتذہ اور فارغ التحصیل ڈگری ہولڈروں ہی کے ذریعہ بدنام کیا جائے جسکا ایک نمونہ حال ہی میں ہمارے سامنے آچکا ہے۔ یعنی مسلم یونیورسٹی ہی کے ایک پروفیسر عرفان حبیب کا وہ بیان جس کے ذریعہ مسلم یونیورسٹی کو جرائم پیشہ غنڈوں کی پناہ گاہ قرار دے دیا گیا ہے۔ اور پروفیسر عرفان حبیب کے اِس بیان پر اسقدر طوفان برپا ہوا کہ یونیورسٹی کو بند کرنا پڑا مگر مسلم یونیورسٹی کو بدنام کرنے کا یہ واقعہ صرف پروفیسر

عرفان حبیب ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ بقول نور الحسن نقوی استاد شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی۔ کچھ اور لوگ بھی ایسے ہیں جو مسلم یونیورسٹی کے خلاف زہریلا لٹریچر شائع کرنے میں "فخر" محسوس کرتے ہیں مثلاً ایک صاحب ہیں ڈاکٹر گپتا جو آجکل نئی دہلی میں کالج میں پرنسپل ہیں۔ یہ مسلم یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ڈگری ہولڈروں میں سے ہیں۔ اور جس عہدہ پر آجکل فائز ہیں وہ مسلم یونیورسٹی ہی کا طفیل اور صدقہ ہے۔ انھوں نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی مسلم یونیورسٹی ہی سے حاصل کی ہے۔ لیکن اس سب کا صلہ یونیورسٹی کے اس "لائق فرزند" نے یونیورسٹی کے خلاف ایک نہایت ہی زہر میں ڈوبی ہوئی کتاب لکھ کر دیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

"مسلم یونیورسٹی کے مسلمان طالب علموں کی (ہندو طالب علموں کی نہیں) اکثریت نا اہل اور مقابلہ کی صلاحیت سے محروم ہے۔ مسلم یونیورسٹی کے ریڈر، لکچرر اور پروفیسر نالائق ہیں۔ جن کا تقرر کنبہ پروری کی بنا پر ہوا ہے۔ یونیورسٹی کے استادوں کا بیشتر وقت تاش کھیلنے میں گزرتا ہے یہاں ریٹائرڈ مسلمانوں کا تقرر محض پرورش کے خیال سے ہوتا ہے۔ یونیورسٹی کیمپس میں جرائم کی بھرمار ہے۔ یہ ہسٹری شیٹریں یعنی دس نمبری بدمعاشوں کی پناہ گاہ ہے۔ تعلیم کا یہاں ماحول نہیں ہے"

یہ ہے مسلم یونیورسٹی ہی کے ایک فارغ التحصیل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے ایک ڈگری ہولڈر کی ۱۹۸۰ء میں شائع شدہ ایک کتاب کا خلاصہ جس سے کہ بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صرف پروفیسر عرفان حبیب ہی نہیں بلکہ مسلم یونیورسٹی سے دوسرے فیض یافتہ قدیم طلبا بھی کس طرح اس یونیورسٹی کی جڑیں کھودنے میں مصروف ہیں۔ اور ملک کے اس واحد مسلم ادارہ کے خلاف کیسی کیسی سازشیں ہو رہی ہیں۔

ہمارے ملک میں اکثریتی طبقہ کی ایک دو نہیں سینکڑوں یونیورسٹیاں موجود ہیں۔ جن میں اکثر و بیشتر یونیورسٹیوں کا معیار تعلیم مسلم یونیورسٹی کے مقابلہ میں کہیں زیادہ پست ہے اور جن کے طلبا کا معیار اتنا گرا ہوا ہے کہ ان کے ہاتھوں روزانہ استادوں کی پٹائی اور مرمت ہوتی رہتی ہے۔ اور توڑ پھوڑ کی وبا تو ان سب یونیورسٹیوں میں عام ہے۔ لیکن ان کے خلاف نہ یا تا شائع ہوتے ہیں اور نہ کتابیں ہی چھاپی جاتی ہیں۔

اس کے برخلاف مسلم یونیورسٹی ہے کہ اس میں اب کوئی خوبی ہی باقی نہیں رہی حالانکہ مسلم یونیورسٹی نے ایسے ایسے فرزندان وطن اور لائق حضرات پیدا کئے ہیں جن پر آج بھی ملک کو فخر ہے اور پھر یہ بات مسلمہ ہے کہ آج بھی مسلم یونیورسٹی کا معیار تعلیم اکثریتی طبقہ کی درجنوں یونیورسٹیوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ بہتر ہے۔ لیکن پھر بھی اُسے نہ صرف تعلیمی اعتبار سے بد نام کیا جاتا ہے۔ بلکہ اُسے دس نمبری بدمعاشوں کی پناہ گاہ بتا کر اس کے وقار پر کاری ضرب لگائی جا رہی ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے طلبائے قدیم میدان میں آئیں اور ان عناصر کا مقابلہ کریں جو ملک کے اس مایہ ناز تعلیمی ادارہ کی تباہی پر تلے ہوئے ہیں۔

"عرب ممالک ہندوؤں کے ایمان کے دشمن"

ہمارے ملک کی حکومت اپنے مخصوص مفادات کے پیش نظر ہی عرب ممالک کے ساتھ اپنی دوستی کا دم تو بھرتی رہتی ہے۔ لیکن پھر بھی اس نے ان عرب دشمن اخبارات کی جانب سے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں جو عرب ممالک کے خلاف بے بنیاد واقعات اور فرضی قصے گھڑ کر بری طرح عرب ممالک کو بدنام کر رہے ہیں۔

ان عرب دشمن اخبارات نے مراد آباد کے گزشتہ فسادات کے سلسلہ میں عرب ممالک کو جس طرح بدنام اور مطعون کیا ہے اس سے سب ہی واقف ہیں۔ انھوں نے کھلم کھلا سعودی عرب کویت اور دیگر عرب ممالک پر الزامات لگائے تھے کہ مراد آباد کے فسادات میں ان کا بہت بڑا ہاتھ ہے اور انھوں نے ہی مسلم فسادیوں کو فساد برپا کرنے کے لئے روپیہ دیا تھا۔ چنانچہ ان جھوٹے الزامات سے ناگواری محسوس کرتے ہوئے سعودی عرب کے ہندوستانی سفارت خانہ کو ان الزامات کی تردید میں ایک بیان جاری کرنا پڑا تھا جس میں کہ نہ صرف الزامات کی تردید کی گئی تھی بلکہ یہ بھی کہا گیا تھا کہ یہ اخبارات سعودی عرب اور جمہوریت ہند کے موجودہ انتہائی دوستانہ تعلقات کو درہم برہم کرنا چاہتے

ہیں۔ معلوم نہیں کہ حکومت ہند نے سعودی عرب کے اس بیان کا کوئی نوٹس لیا یا نہیں۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت ہند نے اس ضمن میں کوئی مضبوط قدم اٹھایا ہی نہیں اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ عرب ممالک کے خلاف زہر افشانی بدستور جاری ہے اور اب ان عرب دشمن اخبارات نے ایک دوسرے پہلو سے عرب ممالک کو بدنام کرنے کے لئے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ عرب ممالک اپنے روپیہ سے ہندوؤں کا ایمان خرید رہے ہیں۔ مثال کے طور پر دہلی سے شائع ہونے والے عرب دشمن اور اسرائیل نواز اخبار پرتاپ نے حال ہی میں کویت اور دوسرے عرب ممالک کو بدنام کرنے کے لے لکھا ہے۔

"کوئی وقت تھا جب یہ سمجھا جاتا تھا کہ امیر عیسائی دیش ہی ہیں جو اپنے روپیہ سے اس دیش کی غریب ہندو جنتا کا ایمان خریدنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اب پتہ چلا ہے کہ مسلم عرب دیش بھی کسی طرح عیسائی دیشوں سے پیچھے رہنا نہیں چاہتے اس کا ثبوت کویت کے ایک اخبار نے دیا ہے۔ جس نے کہا ہے کہ عرب دیشوں کے لئے یہ سنہری موقع ہے کہ ہندوستان کے آٹھ کروڑ ہریجنوں کو مسلمان بنا لیں۔ اس اسکیم کے لئے اس نے کئی کروڑ روپیہ دینا منظور کیا ہے۔ اور یہ بھی خبر ہے کہ پچاس ہریجن خاندانوں کو مسلمان بنا لیا گیا ہے۔ اور اُن پر کوئی پچاس ہزار ڈالر خرچ کرنے کا پلان ہے۔ ایسی حالت میں بھارت سرکار سے پوچھا جائے گا کہ کیا وہ کویت سرکار کی اس کمینہ حرکت کو روکنے کی کوئی کوشش کرے گی یا اُس کا سیکولرزم آڑے اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ دیشیوں کو اپنے روپیہ سے اس دیش کی غریب جنتا کو بھنت کرنے پر اعتراض کرے عرب دیشیوں کی حالت تو یہ ہے کہ وہ اُس شخص کا سرتن سے جدا کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں جو اسلام کے سدھانت یا بات سے اختلاف کرے۔ لیکن اس بات میں کوئی برائی نہیں سمجھتے کہ دوسروں کو رشوت دے کر یا ڈرا دھمکا کر اپنا ایمان چھوڑنے پر آمادہ کریں دوسری بات بھارت سرکار سے یہ پوچھنی ہے کہ کیا وہ یہ امید کرتی ہے کہ عرب مسلم سرکاروں کی ایسی کوششوں کے بعد بھی ہندوستان میں ہندو مسلم اتحاد اور ایکتا قائم رہے گا۔ شریمتی اندرا جی دن رات ہندو مسلم بھائی بھائی کا راگ الاپتی رہتی ہیں لیکن وہ اس بات کا جواب دیں کہ اگر وہ دیشی مسلم سرکاریں (یعنی عرب حکومتیں) اس دیش کے ہندوؤں کو مسلمان بنا بنا کر ہندوستان کو پاکستان بنانا چاہتی ہیں تو اس حالت میں بھی (ہندو عوام کا) ان کوششوں کا مقابلہ کرنا فرقہ پرستی کہا جائے گا" (پرتاپ ۸ فروری)

اس پوری عبارت کو پڑھئے اور غور کیجئے کہ کیسی دیدہ دلیری کے ساتھ ایک طرف تو اسرائیل نوازی کے مشن کو پورا کرنے کی غرض سے ایک بے بنیاد واقعہ کو دفتر پرتاپ میں بیٹھ کر گھڑا گیا ہے۔ اور دوسری طرف یہ غلط واقعہ اخبار میں شائع کر کے عرب ممالک اور ہندوستان کے مسلمانوں کے خلاف ایک ساتھ اس ملک کے ہندوؤں کو یہ کہہ کر بھڑکایا گیا ہے کہ عرب ممالک اپنے روپیہ کے بل پر ہندوستان کو بھی دوسرا پاکستان بنا دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ عرب ممالک کی شروع ہی سے یہ پالیسی رہی ہے کہ وہ خود اپنے ملک کے غیر مسلم باشندوں پر بھی تبدیل مذہب کے لئے کبھی زور نہیں دیتے۔ ایسی حالت میں کسی غیر ملک کے باشندوں کے لئے تبدیل مذہب کے لئے عرب ممالک کا زور دینا اُن کے خلاف ایک ایسا بے بنیاد الزام ہے جسے شائد وہ مشکل ہی سے برداشت کر سکیں گے

ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر عرب ممالک کے خلاف یہاں کے اسرائیل نواز اور عرب دشمن اخبارات کی یہی جارحانہ روش جاری رہی تو کوئی تعجب نہیں کہ ہندوستان اور عرب ممالک کے تعلقات میں بگاڑ پیدا ہو جائے اور جو ہمارا ملک ہندو عرب ممالک سے اتنی دولت کما رہے ہیں جس سے کہ ہماری حکومت کو دو کروڑ یومیہ کا زرمبادلہ وصول ہوتا ہے کہیں اپنی روزی تک سے محروم نہ ہو جائیں۔ ہم پرتاپ کے اس شرارت آمیز مقالہ کی جانب خصوصیت کے ساتھ اپنے ملک کے وزیر خارجہ نرسمہا راؤ اور وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ کو توجہ دلانا اپنا قومی فرض تصور کرتے ہیں۔

دین دنیا کی معاونت اسلام کی خدمت

دین دنیا اس ملک کا واحد جریدہ ہے جو اپنے مدلل مقالوں سے مسلمانوں اور اسلام کے مخالفین کو دندان شکن جواب دے رہا ہے اس لئے اس کی معاونت اور توسیع اشاعت میں کوشش اسلام کی بہت بڑی خدمت ہے

اُمّتی کی اِلتجا

عرضِ حال بحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

(از طلعت حسین صدیقی طلعتؔ نہٹوری)

مصیبت میں آواز دی ہے تمہیں کو — پریشانیوں میں تمہیں کو پکارا
خبر تم نہ لو گے تو پھر کون لے گا — نہ دو گے جو تم کون دے گا سہارا

ہے طوفان کی زد میں شکستہ سی کشتی — بلاخیز موجیں ہیں اور تیز دھارا
اسی آسرے پر بہا جا رہا ہوں — کبھی تو ملے گا مجھے بھی کنارا

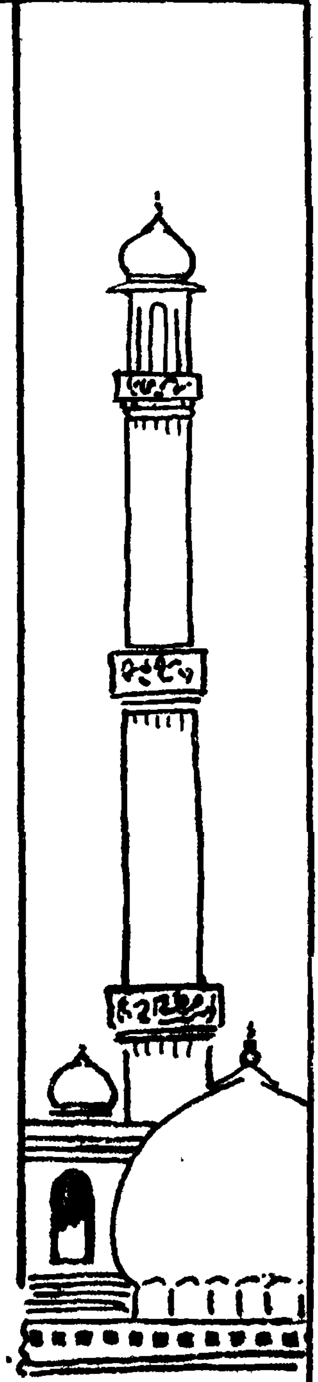
وہ ناکام جن کی لٹی ہیں بہاریں — وہ کس طرح دن زندگی کے گزاریں
بتا دو تمہیں پھر وہ کس کو پکاریں — نہیں جن کا دنیا میں کوئی سہارا

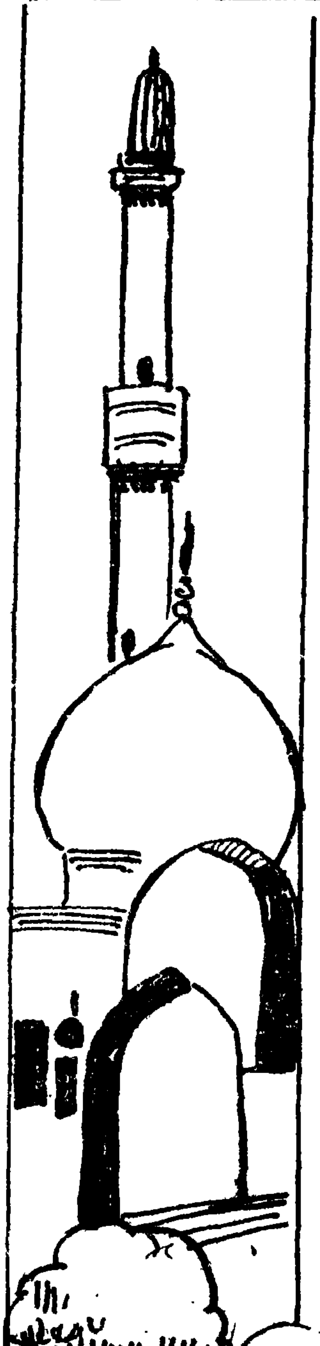
پریشان ہوں کس مپرسی کے ڈر سے — گرا دے نہ مجھ کو زمانہ نظر سے
اُٹھا دو گے تم بھی اگر اپنے در سے — تو پھر کس جگہ میرا ہوگا گذارا

یہ دعویٰ نہیں ہے کہ میں پارسا ہوں — گنہگار ہوں اور سراپا خطا ہوں
یہ مانا کہ دنیا میں سب سے بُرا ہوں — مگر پھر بھی کہلا رہا ہوں تمہارا

گناہوں کا انبار لے کر چلا ہوں — خطاؤں پہ اپنی میں شرما رہا ہوں
قیامت کے میداں میں گھبرا رہا ہوں — تمہاری ہی رحمت کا ہے اک سہارا

مناظر سے دوزخ کے تھرا رہا ہوں — میں مڑ مڑ کے تمہاری طرف دیکھتا ہوں
فرشتوں سے اے کاش تم اتنا کہدو — "اسے چھوڑ دو یہ ہے طلعت ہمارا"





حقائق

(از جناب کرمی آلا حافی)

ہر جرم عداوت پہ مرے دل نے کہا ہے
اخلاص و محبت ہی سے انساں کی بقا ہے

انسان ہی اس دور میں انساں کا خدا ہے
یہ بات الگ، تو بھی وہ محرومِ بقا ہے

کیا ظلم و تشدد کی کہیں ناؤ چلی ہے؟
پتھر کبھی پانی پہ بتاؤ تو ترا ہے

وہ قوم نہ ابھری ہے نہ ابھرے گی یقیناً
جس قوم کا سالار صداقت سے ڈرا ہے

بل پڑ گئے کس بات پہ مفسد کی جبیں پر
کیا امن و اخوت کا کہیں ذکر چھڑا ہے؟

ہم ان کو گلستاں کا نگہباں کہیں کیونکر
جن لوگوں کا کردار بھی معیوب رہا ہے

سو جھونپڑے مظلوم کے جب خاک ہوئے ہیں
تب جا کے چراغاں کہیں محلوں میں ہوا ہے

بازیچۂ اطفال نہیں حق و صداقت
یہ کھیل کسی بھی تو کہاں کھیل رہا ہے

زمانہ کو جگانے اٹھو

(از جناب دانش بریلوی)

خوابِ غفلت سے زمانے کو جگانے اٹھو
انقلاب ایک نیا اور اٹھانے اٹھو

سرِ جنت دہر میں توحید کا پرچم لے کر
نقشِ باطل کا ہر اک دل سے مٹانے اٹھو

عہدِ کہنہ کی روایات بدلنے کے لئے
گرمیٔ نورِ صداقت کو دکھانے اٹھو

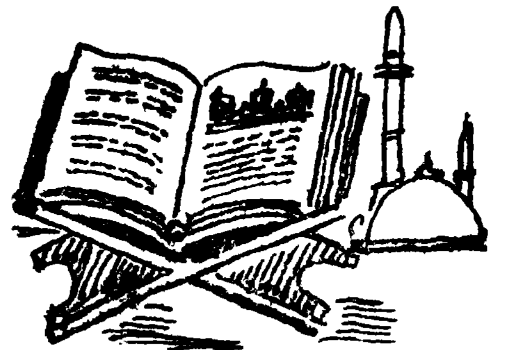
روک وقت کی یہ باگِ مفاسد بڑھ کر
عہدِ حاضر کو نئے موڑ پہ لانے اٹھو

جذبۂ سوز دروں سے جو جلا دے محفل
دل میں انساں کے وہ آگ لگانے اٹھو

ختم ہونے کو ہے ہنگامۂ عالم کی بہار
اپنا پیغام زمانے کو سنانے اٹھو



گذشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

چودھواں پارہ — رُبَمَا — سُورۃ النحل

(از ادارہ دین دنیا)

زیرِ نظر اشاعت میں ہم قرآنِ پاک کے چودہویں پارہ کی تعلیمات کی آٹھویں قسط پیش کر رہے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اُن نعمتوں کی جانب اپنے بندوں کو توجہ دلائی ہے جو اُس نے انھیں عنایت فرمائی ہیں۔

اللہ نے نعمتیں عطا کی ہیں

وَاِنَّ لَكُمْ .... اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ

ترجمہ:۔ اور تمہارے لئے چوپایوں میں بھی عبرت ہے کہ اُن کے پیٹ میں جو ہے یعنی گوبر اور خون اُس کے درمیان سے ہم تمہیں خالص دودھ پلاتے ہیں۔ جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے۔ نیز کھجور اور انگور کی بیلوں ہی سے تم نشہ آور چیزیں اور اچھی کھانے کی چیزیں نکالتے ہو۔ اہلِ عقل کے لئے بے شک اس میں دلیل موجود ہے۔ اور تمہارے رب ہی نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ پہاڑوں۔ درختوں اور بیلوں کی ٹٹیوں اور اُونچی عمارتوں میں گھر بنائے اور ہر قسم کے پھلوں کا رس چوستی پھرے اور اپنے رب کے راستے پر چلے اِن مکھیوں کے پیٹ میں سے پینے کی چیز (یعنی شہد) رنگ برنگ کا نکلتا ہے جس میں انسانوں کے لئے شفا ہے۔ بے شک غور کرنے والوں کے لئے اس میں بھی دلیل موجود ہے۔ اور اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے وہی تمہیں موت دیتا ہے۔ اور بعض تم میں وہ ہیں جو ناکارہ عمر تک پہنچائے جاتے ہیں جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ باخبر ہوکر پھر بے خبر ہو جاتے ہیں۔ بے شک اللہ بڑے علم والا اور حکمت والا ہے۔

تشریح:۔ اے لوگو! اگر تم غور کروگے تو چارپائے بھی تمہارے لئے باعثِ عبرت ہیں جن کے پیٹ اور جسم میں گوبر اور خون بھرا ہوا ہے۔ مگر ان ہی چوپایوں کے تفضل سے ہم تمہیں خالص دودھ پلاتے ہیں۔ یہ دودھ نہایت ہی خوشگوار اور لذیذ ہوتا ہے۔ اِس کے علاوہ ہم نے کھجور اور انگور جیسے پھل پیدا کئے ہیں جن سے تم نشہ اور چیزیں اور اچھی کھانے کی چیزیں تیار کرتے ہو۔ بلاشبہ اہلِ عقل کے لئے ان سب چیزوں میں قدرتِ الٰہی کی نشانیاں موجود ہیں۔

اور اے پیغمبر تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھیوں کے دل میں یہ بات ڈال دی ہے کہ وہ پہاڑوں۔ درختوں۔ اور اونچی اونچی عمارتوں پر چھتے بنائیں اور ہر قسم کے پھلوں اور پھولوں سے اُن کا رس چوسیں اور اپنے پروردگار کے صاف ستھرے راستوں پر چلیں چنانچہ شہد کی مکھیاں اس کام میں مصروف رہتی ہیں اور اُن کے پیٹ سے پینے کی ایک لطیف شے نکلتی ہے یعنی شہد جو رنگ برنگ کا ہوتا ہے۔ اور اس شہد میں بہت سی بیماریوں کے لئے شفا کا وصف موجود ہے۔ بلاشبہ غور کرنے والوں کے لئے اس میں بھی اللہ کی قدرت کی نشانیاں موجود ہیں۔

اور اے لوگو! اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اور وہی تمہیں موت دیتا ہے۔ اور تم میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اس عمر کو پہنچ جاتے ہیں جبکہ انسان کی زندگی وبال اور ناکارہ ہو جاتی ہے۔ اور آخری عمر میں انھیں کسی بات کا ہوش نہیں رہتا بے شک اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ اُس کی پیدا کردہ چیزوں میں تمہارے لئے سامانِ عبرت موجود ہے۔

اللہ کی بندہ نوازی پر غور کرو

وَاللّٰہُ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ .... وَھُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ہ

ترجمہ: اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق کے معاملہ میں فضیلت دی ہے۔ مگر جنہیں فضیلت دی ہے وہ اپنا رزق اپنے غلاموں کو نہیں دیدیتے تاکہ وہ سب (یعنی آقا اور غلام) رزق میں برابر ہو جائیں۔ کیا یہ پھر بھی اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں اور اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے عورتیں پیدا کی ہیں پھر تمہاری عورتوں ہی سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تمہیں ستھری چیزیں کھانے کو دیں کیا پھر بھی یہ باطل چیزوں پر ایمان رکھیں گے اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے رہیں گے۔ یہ وہ ہیں۔ جو آسمانوں اور زمین سے انھیں روزی پہنچانے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ اور نہ کوئی قدرت ہی انھیں حاصل ہے۔ (اے مشرکو) تم اللہ کے لئے مثالیں مت گھڑو (سب کچھ) خدا جانتا ہے اور تم کچھ نہیں جانتے۔ اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے کہ ایک غلام ہے دوسروں کے بس میں جسے کسی چیز پر بھی اختیار حاصل نہیں۔ اور ایک وہ شخص ہے جسے ہم نے اپنی طرف سے خوب روزی دی ہے تم اس میں سے وہ چھپا کر اور کھلم کھلا خرچ کرتا ہے۔ کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ پس اللہ ہی لائق تعریف ہے لیکن ان میں سے اکثر اس بات کو نہیں جانتے۔

اور اللہ ایک مثال اور بیان کرتا ہے کہ دو شخص ہیں جن میں سے ایک تو گونگا ہے جو کچھ بھی کام نہیں کر سکتا وہ اپنے مالک پر بار ہے۔ اُسے جدھر بھیجا جاتا ہے درست کام نہیں کر سکتا کیا وہ اُس کے برابر ہو سکتا ہے جو اچھی باتوں کو تعلیم دیتا ہے اور خود بھی اعتدال کے راستہ پر چلتا ہے۔

تشریح: پس یہ اللہ کی عنایت ہے کہ اُس نے تم میں سے بعض کو مال و دولت اور رزق میں فضیلت اور برتری عطا کی ہے۔ پھر جن لوگوں کو برتری دی گئی ہے وہ ایسے فیاض دل نہیں ہیں کہ اپنی دولت کو غلاموں میں تقسیم کر دیں تاکہ آقا اور غلام سب برابر ہو جائیں۔ بلکہ یہ لوگ مال و دولت کو سنبھال سنبھال کر رکھتے ہیں کیا پھر بھی یہ اللہ کی نعمتوں سے انکار کرتے ہیں۔

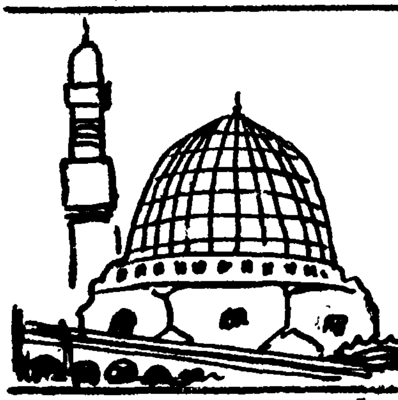
اور اللہ ہی نے تم میں سے تمہارے لئے عورتیں پیدا کیں جن کے پیٹ سے تمہارے لئے وہ بیٹے اور پوتے پیدا کئے جو تمہیں بے حد عزیز ہیں۔ اس کے علاوہ تمہارے لئے کھانے کی پاکیزہ چیزیں عطا کیں۔ اللہ کی ان عنایتوں کے باوجود کیا اے منکرو تم پھر بھی خدائے برحق کو چھوڑ کر باطل چیزوں پر ایمان رکھتے رہو گے۔ اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری میں مبتلا رہو گے۔ اُن لوگوں کی بے عقلی پر تعجب ہوتا ہے جو اللہ کے سوا اُن باطل معبودوں کی پرستش کرتے ہیں جو اس کائنات میں اُنھیں روزی پہنچانے کی مطلق قدرت نہیں رکھتے اور نہ اُنھیں کسی قسم کا اختیار حاصل ہے بلکہ وہ تو دنیا کی دوسری بے جان چیزوں کی طرح ساکت و جامد ہیں۔

اے اہلِ کفر! اللہ کے بارے میں غلط مثالیں نہ دیا کرو اور جھوٹی تاویلیں نہ گھڑا کرو۔ جو کچھ تم کرتے یا کہتے ہو۔ اُس کے بارے میں اللہ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے اِس ضمن میں اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے کہ ایک تو غلام ہے جو دوسروں کے بس میں ہے اور اُسے کسی چیز پر بھی کوئی قدرت حاصل نہیں کیونکہ وہ دوسروں کا محتاج ہے۔ اِس کے برخلاف ایک ایسا شخص ہے جسے ہم نے اپنی عنایت سے بہت سا مال و زر عطا کیا ہے جس میں سے وہ بے دھڑک پوشیدہ اور کھلم کھلا خوب خرچ کرتا ہے ذرا سوچو کہ یہ دونوں کیونکر برابر ہو سکتے ہیں پس اللہ ہی لائق تعریف ہے جو اپنے بندوں کو خوب ... دیتا ہے لیکن اہل کفر میں سے اکثر لوگ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں۔

اسی طرح اللہ ایک اور مثال بیان کرتا ہے۔ دو آدمی ہیں۔ جن میں سے ایک گونگا اور ایسا معذور ہے کہ کوئی بھی کام ڈھنگ سے نہیں کر سکتا۔ یہ اپنے مالک کیلئے ایک وبال بنا ہوا ہے اُسے جہاں بھی بھیجا جاتا ہے تو کوئی کام ٹھیک طریقہ پر کر کے نہیں آتا۔ بھلا ایک ایسا گونگا اور ناکارہ شخص اور ایک ایسا شخص جو خوش گفتار ہے۔ لوگوں کو اچھی باتوں کی تعلیم دیتا ہے اور خود بھی سیدھے راستہ پر چلتا ہے بھلا کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ دراصل آیت کے نزول کا باعث یہ ہے کہ مشرکین مکہ اپنی بُت پرستی کے حق میں طرح طرح کی تاویلیں گھڑا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ جس طرح بادشاہوں کے وزرا اور معتمد ہوتے ہیں۔ بالکل اُسی طرح ہمارے بُت بھی اللہ کے وزرا اور معتمد ہیں ہمارے لئے یہ اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں۔

اس پر حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس قسم کی مثالیں اور تاویلیں قطعی بے معنی ہیں۔ بھلا بُت اللہ کے نائب کیونکر کہے جا سکتے ہیں جبکہ یہ بے بس اور غلاموں سے بھی بدتر ہیں بلکہ یہ تو خاک اور پتھر ہیں۔

تعلیم الحدیث مسلسل



مخلوق کی خدمت بہترین عبادت

اسلام سوشلزم کا سب سے بڑا حامی۔ اخلاص و محبّت یہاں ضروری

(از شوکت علی فہمی)

احادیث کی مستند کتب سے ذیل میں مسلمانوں کی ہدایت کے لئے رسول اللہ صلعم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جا رہے ہیں جن سے اگر وہ فائدہ اُٹھائیں تو اُن کی دنیا اور عاقبت دونوں ہی درست ہو سکتی ہیں

مخلوق کی خدمت بہترین عبادت

اسلام صرف عبادت اور ریاضت کا داعی نہیں ہے بلکہ اسلام نے مخلوقِ خدا کی خدمت اور معاونت کو بھی بہترین عبادت قرار دیا ہے چنانچہ اس بارے میں مشکوٰۃ کی صحیح حدیث ہے :۔

"حضرت انس رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری اُمت میں سے کسی شخص کی حاجت پوری کرے اور اس سے اس کا منشا اُسے خوش کرنا ہو تو اُس نے مجھے خوش کر دیا اور جس نے مجھے خوش کر دیا اُس نے خدا کو خوش کر دیا۔ اللہ اُسے جنّت میں داخل کریگا۔" (مشکوٰۃ)

یعنی ایک ایسا شخص جو اپنے بھائیوں کی خوشنودی کا خیال رکھتا ہے اور وقت پر اُن کے کام آتا ہے اُسے جنّت کی بشارت دی گئی ہے

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں بلاامتیاز مذہب و ملّت مخلوق خدا کی خدمت کی ہدایت کی گئی ہے چنانچہ بخاری کی صحیح حدیث ہے۔

"حضرت ابو ہریرہ رض راوی ہیں کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیئے کہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے۔ اور جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیئے کہ اپنے مہمان کی خاطر کرے۔ اور جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اُسے چاہیئے کہ بات کہے تو اچھی ورنہ خاموش رہے" (بخاری)

اِس حدیث کے ذریعہ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ بلا امتیاز مذہب و ملّت اپنے ہمسایوں کی دل آزاری سے باز رہیں مہمانوں کی خاطر و تواضع کریں اور اپنی زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ کہیں جس سے کہ کسی کی بھی دل آزاری ہوتی ہو۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ مخلوقِ خدا کی دلداری اور معاونت کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے تھے یہاں تک کہ اپنے مخالفوں اور دشمنوں کے ساتھ بھی بڑی مہربانی اور مروّت کا سلوک کرتے تھے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ مندرجہ بالا احادیث سے عبرت اور نصیحت حاصل کریں۔ اور ہمیشہ مخلوقِ خدا کی خدمت کے لئے سینہ سپر دکھائی دیں۔

اسلام سوشلزم کا سب سے بڑا حامی

آج دنیا میں سوشلزم یعنی سماجی برابری کی جو تحریک چل رہی ہے وہ دراصل اسلام ہی سے مستعار لی گئی ہے۔ اسلام ایک طرف تو اِس چیز کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ کہ رنگ اور نسل کی بنا پر اللہ کی مخلوق میں امتیاز برتا جائے۔ دوسری جانب اِس بات کا بھی شدید مخالف ہے کہ دُنیا کے صرف مٹھی بھر انسان تو دولت مند بننے کے بعد عیش کریں اور باقی مخلوقِ خدا فلاکت اور غربت کی زندگی گزارے

اسی لئے اسلام نے سرمایہ داری کی مذمت کی ہے چنانچہ اس بارے میں صحیح حدیث ہے:-

"حضرت عائشہ صدیقہ رض کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہیں ہے۔ اور مال وہی شخص جمع کرتا ہے جس میں کہ عقل نہیں ہے" (احمد)

اس حدیث سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام سرمایہ داری اور مال جمع کرنے کا کتنا بڑا مخالف ہے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ نبی محترم نبی ہونے کے علاوہ ملک عرب کے شہنشاہ بھی تھے لیکن اس کے باوجود آپ نہایت سادہ اور غریبانہ زندگی بسر فرماتے تھے۔ اور آپ کو سرمایہ داری سے شدید نفرت تھی چنانچہ حضرت ابن مسعود رض ایک حدیث بیان کرتے ہیں:-

"رسول اللہ صلعم بوریئے پر سو کر اٹھے تو آپ کے جسم مبارک پر بوریئے کے نشانات تھے۔ یہ نشانات دیکھ کر ابن مسعود رض نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اگر آپ ہمیں حکم دیتے تو ہم آپ کے لئے بستر بچھا دیتے۔ اور کپڑے تیار کرا دیتے آپ نے فرمایا۔ مجھے دنیا سے کیا مطلب۔ میری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سوار کسی درخت کے نیچے کھڑا ہو کر اس کے سائے سے فائدہ اٹھاتے اور پھر چل دے اور درخت کو اپنی جگہ چھوڑ جائے" (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)-

اس حدیث سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام سرمایہ داری کا کتنا بڑا مخالف ہے اور کس طرح عوام کو سادہ زندگی اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

"ابن آدم کا اس سے زیادہ کوئی حق نہیں کہ سر چھپانے کے لئے ٹھکانا ہو۔ اتنا کپڑا ہو جو اس کی ستر پوشی کر سکے اور پیٹ بھرنے کے لئے خشک روٹی اور پانی ہو" حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی دنیا کا وہ پہلا مذہب ہے جس نے کہ دنیا کو سچے سوشلزم سے روشناس کیا ہے۔

اخلاص اور محبت نہایت ضروری

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت، اخوت اور حسن سلوک پر بے حد زور دیا ہے۔ اس لئے کہ آپ بغض و عناد سے بھری ہوئی اس دنیا کو مخلص اور آپس میں محبت کرنے والے نیک دل انسانوں کی ایک ایسی بستی بنا دینا چاہتے تھے جہاں ہر طرف خلوص اور محبت نظر آئے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:-

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے بندوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اگرچہ نبی اور شہید نہیں ہیں لیکن قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں ان کے اعلیٰ مراتب اور درجوں کو دیکھ کر انبیا اور شہید بھی ان پر رشک کریں گے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ حضور صلعم نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کے درمیان نہ تو قرابت داری ہے اور نہ مالی لین دین۔ روز قیامت بے شک ان کے چہرے نورانی ہوں گے۔ نہ ان پر خوف طاری ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے" (ابوداؤد)

اس حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور اکرم نے آپس کے مخلصانہ میل جول پر کس قدر زور دیا ہے۔ یہ مخلصانہ محبت ہی تھی جس نے کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو ایک ایسی فولادی دیوار بنا دیا تھا کہ وہ بڑی سے بڑی حکومتوں سے ٹکرا جاتے تھے لیکن بدقسمتی سے جب سے مسلمانوں نے اس مخلصانہ محبت کو چھوڑا ہے وہ کمزور پڑ گئے ہیں۔

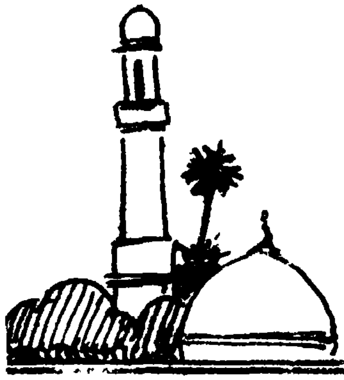
برے افعال کو گوارہ نہ کرو

رسول اللہ صلعم جس وقت دنیا میں تشریف لائے تھے اس وقت یہ دنیا بری طرح معصیت میں مبتلا تھی چنانچہ آپ نے دنیا میں تشریف لانے کے بعد اس معصیت کے خلاف ایک مستقل محاذ قائم فرما دیا تھا اور مسلمانوں کو ہدایت فرمائی تھی:-

"اگر کوئی شخص کسی برے فعل کو عمل میں آتا دیکھے تو اسے چاہئے کہ اس فعل کو ہاتھ سے روک دے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو زبان سے اس کی مذمت کرے۔ اور اسے بند کرانے کی کوشش کرے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اسے دل سے برا سمجھے۔ مگر یہ آخری کوشش ضعف ایمانی کی نشانی ہے (بخاری)

لیکن آج حالت یہ ہے کہ کوئی برائی برائی نہیں رہی بلکہ مذموم افعال زندگی کا جزو بن گئے ہیں اور ہماری اخلاقی کمزوری کا یہ عالم ہے کہ ہم نے اس آنکھ کے برے فعل کو بھی گوارہ کر لیا ہے۔ جو ہمارے ایمان کی کمزوری کی کھلی نشانی ہے۔

اسلامی افکار



"ترقی یافتہ دنیا کا واحد مذہب" اسلام

اسلام نے مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں کو بھی رہنمائی کی ہے

(از ڈاکٹر ذکی علی)

دنیائے اسلام کے نامور مفکر ڈاکٹر ذکی علی کا یہ فاضلانہ مضمون اس اعتبار سے بے حد اہم ہے۔ کیونکہ اس مضمون کے ذریعہ یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا کے جملہ مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو ایک طرف تو ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکتا ہے اور دوسری جانب وہ غیر مسلموں کی بھی رہنمائی کرسکتا ہے۔ ہم کو امید ہے کہ یہ فاضلانہ مضمون بے حد مفید ثابت ہوگا۔

اسلام کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک ترقی یافتہ مذہب ہونے کے ساتھ ایک ایسی اصلاحی تحریک بھی ہے جس سے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی پورا پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ چنانچہ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام نے تاریخ کے تقریباً ہر دور میں بلا امتیاز مذہب وملت دنیا کے جملہ افراد اور اقوام کی صحیح رہنمائی کی ہے۔ چنانچہ اس آخری اور ترقی یافتہ مذہب سے مسلمانوں ہی نے نہیں بلکہ غیر مسلم عوام نے بھی پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے، یہاں تک کہ اسلامی تعلیمات کی بدولت غیر مسلم حکومتوں کے قوانین تک میں نہایت ہی خوشگوار اور مفید تبدیلیاں ہوچکی ہیں جو اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ اسلام صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ ساری دنیا کے لئے پیام رحمت بن کر آیا ہے۔

دنیا میں ہر اصلاحی تحریک کو خواہ وہ مذہب کے نام سے موسوم کی جاتی رہی ہو یا اُسے سماج اور اخلاق کی اصلاح کا نام دیا گیا ہو۔ ہمیشہ وقت کی ضرورتوں اور حالات کے تقاضوں کے پیمانے سے ناپا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ انسان کی اصلاح اور ہدایت کے لئے دنیا کے آغاز ہی سے جو مذاہب آتے رہے ہیں اور جن کے الہامی اور مذہب الٰہی ہونے کی تصدیق اسلام نے بھی کی ہے۔ اُن کے منسوخ ہوتے اور پرانے مذہب کی جگہ نئے مذہب کے ظہور اور نزول کی وجہ بھی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ پرانے مذاہب وقت کے نئے تقاضوں کے مطابق اور انسان کی نئی ضرورتوں کو پورا کرنے سے قاصر ہوگئے تھے۔

اسلام کا ظہور بھی اسی منشائے الٰہی کے مطابق ہوا تھا۔ لیکن اس مذہب کی جو الہامی مذاہب میں سب سے کم عمر ہے ایک خصوصیت یہ بھی حاصل ہے کہ اس نے اپنے آخری اور مکمل ہونے کا دعویٰ کیا ہے لیکن مغربی مفکرین کے بعض ایسے حلقے بھی موجود ہیں جو اسلام کو آخری مذہب تسلیم کرنے میں جھجک محسوس کرتے ہیں جس کی وجہ اس کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتی کہ انھوں نے اسلام کے مکمل مذہب ہونے کے اس دعوے کو جو اس نے چودہ سو سال پہلے کیا تھا موجودہ وقت کے پیمانہ سے ناپنے کی کوشش نہیں کی ہے۔

اسلام نے اپنے مکمل مذہب ہونے کا جو دعویٰ کیا ہے اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ ہر دور اور انسانی زندگی کی ہر منزل میں انسان کی رہنمائی کرسکتا ہے اور یہ خصوصیت اسی مذہب میں مل سکتی ہے جو اُن تمام تقاضوں کو بھی پورا کرسکے جو مذہب کے قدیم تصور پر مبنی ہیں اور اُن مسائل میں بھی انسان کی ہدایت اور رہنمائی سے قاصر نہ ہو جو اُسے اس کی نئی زندگی میں پیش آتے رہتے ہیں۔ اسی لئے اسلام نے اپنے مقاصد کو محض انسان کی روحانی قوتوں کو فروغ دینے ہی تک محدود نہیں رکھا بلکہ دنیا کے تقریباً تمام مذہبوں کے برعکس اس نے انسان

۔۔۔ ایک مکمل ضابطۂ حیات بھی مُرتب کیا ہے اور یہ ہی ضابطۂ حیات
اُسے انسان کا مکمل اور آخری مذہب بناتا اور ثابت کرتا ہے۔

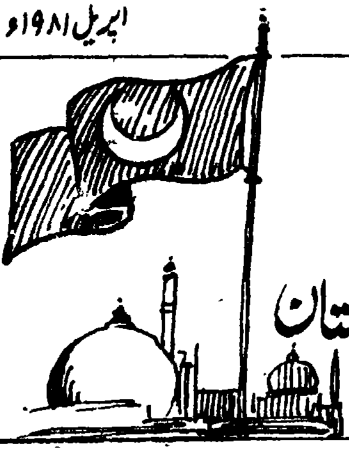
مثال کے طور پر آج مغربی دُنیا تہذیبی اور تمدنی عروج کی جس
منزل پر پہنچی ہوئی ہے وہ کم از کم عیسائیت کی تعلیمات کے بالکل خلاف
ہے اور اگر عیسائی مذہب کی بُنیادی تعلیمات کے زاویۂ نظر سے دیکھا
جائے تو مہذب اور متمدن عیسائی قوموں کو اپنی اُن تمام ترقیوں سے
دست کش ہو کر خانقاہی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جانا پڑے گا لیکن
اسلام انسان کی اِن تہذیبی اور تمدنی ترقیوں کی مخالفت نہیں کرتا
بلکہ اُسے اِن ترقیوں کے راستہ پر چلنے کی ترغیب دیتا ہے اور اِس کے
ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کرتا ہے کہ اوّل تو اِن ترقیوں کا مقصد تخریب
اور نقصان رسانی نہیں ہونا چاہیئے اور دوسرے اِن ترقیوں
میں اُلجھ کر انسان کو اُس بالاتر قوت کو فراموش نہیں کر دینا چاہیئے
جسے اسلام نے خدائے واحد اور خالق کائنات کے نام سے موسوم
کیا ہے اور اسلام نیز دوسرے مذاہب کے نظریات اور تعلیمات
میں یہ ایک ایسا واضح فرق ہے جو خود ہی اسلام کے مکمل ہونے
کو ثابت کر دیتا ہے لیکن ہم اس دور کے دوسرے بڑے بڑے سوالات
کو حل کرنے میں بھی اسلام کو قاصر نہیں پاتے۔

مغربی دنیا اپنی تمام تر تہذیبی ترقیوں کے باوجود ابھی تک رنگ
اور نسل کے امتیازات برتا ہو پاتے اور کسی لحاظ سے بھی انسانی سماج
کی نابرابری کو دُور کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ یہ ہمارے دور کا
ایک بہت بڑا بین الاقوامی سوال ہے اور آج بھی جنوبی افریقہ، نیز
جنوبی امریکہ اور انگلستان کے بعض حصوں اور مغربی دنیا کے کچھ گوشوں
میں رنگین باشندے سماجی عدم مساوات اور نا انصافی کے شکار بنے
ہوئے ہیں۔ لیکن اسلام نے اِس سوال کو چودہ سو سال پہلے ہی حل
کر دیا تھا۔ اُس نے اپنے سماج میں ایسے امتیازات کے لئے کوئی
گنجائش نہیں رکھی تھی۔ مسلمان خواہ کسی رنگ اور نسل کے کیوں نہ
ہوں اور کسی بھی ملک میں کیوں نہ رہتے ہوں اِس قسم کی سماجی نابرابری
اور نا انصافی کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور اسلام کی یہ تعلیم پوری
بنی نوع انسان کے لئے عام ہے۔

مغربی دُنیا ابھی تک انسانوں کے درمیان معاشی اور اقتصادی
مساوات قائم کرنے میں بھی کامیاب نہیں ہو سکی ہے لیکن اسلام
نے انسانی زندگی کے اِس سوال کو بھی چودہ سو سال پہلے نہایت ہی اسلوبی
اور کامیابی کے ساتھ حل کر دیا تھا۔ اُس نے ہر شخص کو جائز طریقوں سے
دولت پیدا کرنے کی اجازت دی تھی لیکن اِس کے ساتھ ہی دولتمندوں
کی دولت کو قوم کا سرمایہ قرار دے کر اُنھیں اُس کے امین کا درجہ دیا تھا۔
دولتمندوں کو اِس بات کی اجازت تو ضرور دی تھی کہ وہ اِس سے اپنی
جائز ضرورتیں پوری کریں لیکن اُنھیں فضول خرچی سے منع کر دیا تھا اُن
کے لئے قوم کے مختلف ضرورت مند گروہوں کی جن میں اُن کے قریبی
رشتہ دار، دوسرے عزیز احباب اور ہمسایہ بھی شامل تھے، حاجت روائی
کو ضروری قرار دیا تھا۔ نیز اِس بات کو بھی مدِنظر رکھنے کی ہدایت کی تھی
کہ قوم کا کوئی فرد بھی بھیک مانگتا ہوا نظر نہ آئے اور کسی محنت کش کا
حق نہ مارا جائے اور سب کے بعد اسلام نے سختی کے ساتھ یہ ہدایت
کی تھی کہ اسلامی معاشرہ میں امارت اور غربت کی وجہ سے کوئی امتیاز
روا نہیں رکھنا چاہیئے۔

اسلام کے اقتصادی اور سماجی نظام کے تفصیلی مطالعے کے بعد
اسلام کے مخالفین کو بھی یہ بات تسلیم کرنی پڑی ہے کہ اِس مذہب نے دولت
کی تقسیم کا بہترین حل پیش کیا ہے۔ یہ حل سرمایہ داری کی جڑیں کاٹ دیتا
ہے اور قوم کے درمیان اقتصادی اور معاشی توازن پیدا کر دیتا ہے
اور معاشرہ سے تمام ایسی بُرائیوں کو دُور کر دیتا ہے جو دولت کی بنا پر
گروہ بندیوں کی بدولت پیدا ہوتی ہیں۔

آج دنیا کو جو بہت سے بڑے اور چھوٹے مسائل درپیش ہیں
یہاں اُن میں سے صرف دو سوالوں کے سلسلہ میں اسلامی تعلیمات کا
خلاصہ پیش کیا گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا ضابطۂ حیات ہر دور
کے انسان کی پوری اجتماعی اور انفرادی زندگی پر حاوی ہے اور انسان
ہر معاملہ میں اُس کی ہدایتوں سے رہنمائی حاصل کر سکتا ہے اور اِس
خصوصیت کی موجودگی میں اسلام کے مکمل اور آخری مذہب ہونے
کے دعوے میں ذرہ برابر بھی شک اور شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور
یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام ہی نہ صرف موجودہ ترقی یافتہ دُنیا کا
ساتھ دے سکتا ہے۔ بلکہ اُن خرابیوں کو بھی دُور کر سکتا ہے جو ہمارے
معاشرے کے لئے ایک گھُن کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور اُس کی
خوبیاں صرف مسلمانوں ہی تک محدود نہیں ہیں بلکہ کُل نوعِ انسانی
اسلام کے مُرتب کردہ ضابطۂ حیات سے فائدہ اُٹھا سکتی ہے۔



تاریخ اسلام کا ایک ورق

بیت المقدس جب دوبارہ فتح کیا گیا

غازی صلاح الدین ایوبی کی مجاہدانہ سرگرمیوں کی داستان

(از شوکت علی فہمی)

جس طرح آج بیت المقدس پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ اسی طرح آج سے تقریباً نوسو سال قبل ۱۰۹۲ء میں فرنگیوں نے مسلمانوں کے اس قبلۂ اول پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ قبضہ سال دو سال نہیں بلکہ پورے اکیانوے سال رہا۔ لیکن خدا نے اسے دشمنوں کے قبضہ سے نکالنے کے لئے غازی صلاح الدین جیسا مرد مجاہد پیدا کر دیا۔ جس نے کہ ۵۸۳ھ میں جان کی بازی لگا کر دوبارہ بیت المقدس پر اسلامی پرچم لہرا دیا۔ ذیل میں اسی مرد مجاہد کی سرفروشی اور جانبازی کی داستان پیش کی جا رہی ہے۔

یہ ۵۸۲ھ کی بات ہے۔ بیت المقدس پر عیسائیوں کے قبضہ کو تقریباً نوے سال گزر چکے تھے۔ اور عیسائی اس زعم باطل میں مبتلا تھے کہ اب اس مقدس سرزمین کو اُن کے قبضہ سے کوئی قیامت تک نہ نکال سکے گا۔ مسلمان بری طرح سے اُن کے ظلم وستم کے شکار رہتے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ بعض عیسائی حکمرانوں نے اپنے اقتدار کے زعم میں کھلم کھلا اسلام اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کی توہین بھی شروع کر دی تھی۔

عیسائی حکمرانوں میں مسلمانوں کا دشمن نمبر اول کرک کا بادشاہ ریجی نالڈ تھا۔ جو صرف بیت المقدس کے قبضے ہی پر مطمئن نہیں تھا بلکہ خانۂ کعبہ اور رسول مقبول صلعم کے روضۂ مبارک کو بھی نعوذ باللہ مسمار کر دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ اسی ناپاک مقصد کے لئے یہ ایک بحری بیڑا لیکر مکہ اور مدینہ کی جانب روانہ بھی ہوا تھا۔ اِس کا منصوبہ یہ تھا کہ ساحل عرب پر فوجیں اُتار کر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر یورش کر دی جائے۔ لیکن اس منصوبے میں اُسے بری طرح ناکامی ہوئی۔ اور وہ شکست کھانے کے بعد بڑی مشکل سے راہ فرار اختیار کر سکا۔

مسلمان تاجروں کا اگر کوئی قافلہ غلطی سے کرک کے علاقہ میں پہنچ جاتا تھا، تو ریجی نالڈ کے اشارہ پر اِس قافلہ کو لوٹ لیا جاتا اور مسلمان کو گرفتار کر لیا جاتا تھا، ایسا ہی ایک واقعہ ۵۸۲ھ ہجری میں پیش آیا۔ جبکہ ریجی نالڈ کے آدمیوں نے مسلمانوں کے ایک بہت بڑے تجارتی قافلہ کو لوٹ لیا اور گرفتار کر لیا۔ اِس قافلہ کے سربراہ نے جب ریجی نالڈ سے شکایت کی اور رہائی کا مطالبہ کیا تو اس ملعون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا "تم تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان رکھتے ہو، سنا ہے کہ تمہارے پیغمبر میں بہت بڑی روحانی طاقت ہے۔ اُسی سے کہو وہ آکر تمہیں چھڑا لے گا۔"

ریجی نالڈ کی اس بدتمیزی اور گندہ ذہنی کا علم جب مصر کے حکمران سلطان صلاح الدین ایوبی کو ہوا تو وہ غصہ سے کانپنے لگا۔ اُس نے فوراً امرائے سلطنت کو جمع کر کے اُن کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"کرک کے بدتمیز حاکم ریجی نالڈ نے ہمارے مقدس رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے یہ توہین میرے لئے اور سب مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت ہے، میرا فی الحال بیت المقدس پر حملہ کا کوئی ارادہ نہیں تھا

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جبتک بیت المقدس پر دشمنوں کا قبضہ رہے گا۔ اسی طرح مسلمانوں کی دلآزاری ہوتی رہے گی میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک اس گندہ دہن کافر کو اپنے ہاتھ سے قتل نہ کردوں گا اور بیت المقدس کو دوبارہ فتح نہیں کرلوں گا چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ لہذا فوراً جہاد کی تیاری کیجائے۔"

اس کے فوراً ہی بعد صلاح الدین نے ممالک محروسہ میں جہاد کی عام منادی کرادی۔ اور اپنے زیر اثر تمام امرا اور فرماں رواؤں کو حکم دیا کہ وہ اپنی اپنی فوجیں لے کر جمع ہوجائیں، اس حکم پر عراق کردستان اور دوسرے علاقوں کے فرمانروا اپنی اپنی فوجیں لے کر دمشق پہنچ گئے، اور اُن کے پہنچتے ہی غازی صلاح الدین ایوبی ایک لشکرِ عظیم لے کر فلسطین کی جانب روانہ ہوگیا۔

اسی زمانہ میں سلطان صلاح الدین کو اطلاع ملی کہ گندہ دہن ریجی نالڈ حاجیوں کے قافلوں کو جو حجاز سے واپس آرہے تھے۔ لوٹنے کا ارادہ کررہا ہے۔ یہ اطلاع پاتے ہی سلطان صلاح الدین نے اپنے لشکر کا رخ ریجی نالڈ کی ریاست کرک کی جانب موڑ دیا۔ ریجی نالڈ کو سلطان کے مقابلے پر آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ ادھر سلطان ریجی نالڈ کے علاقہ کو تاراج کرتا ہوا فلسطین کی جانب بڑھ گیا۔

عیسائیوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ سلطان صلاح الدین اُن کی سرکوبی کے لئے بڑھا چلا آرہا ہے تو انھوں نے بھی مقابلہ کی تیاریاں شروع کردیں اُدھر صلیب اور مسیح کے نام پر پادریوں نے پروپگنڈا شروع کردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صفوریہ کے میدان میں پچاس ہزار سے زیادہ صلیبی جمع ہوگئے جن میں بڑے بڑے عیسائی حکمران اور سینکڑوں نائٹ بھی شامل تھے۔

صلاح الدین ایوبی بھی فوراً صفوریہ پہنچ گیا۔ اور صفوریہ کے قریب طبریہ کی پہاڑی پر قبضہ جمانے کے بعد خیمہ زن ہوگیا عیسائیوں کا لشکرِ عظیم بھی چاندی کی صلیبیں بلند کئے ہوئے طبریہ آن پہنچا اور طبریہ کے قریب ۵۸۲ھ ہجری میں مسلم مجاہدین اور عیسائی صلیبیوں میں خوفناک جنگ چھڑ گئی۔ عیسائی لشکر اگرچہ اسلامی لشکر سے پانچ گنا تھا۔ مگر پھر بھی عیسائیوں کو شکست فاش ہوئی اُن کے تمام بڑے بڑے سربراہ یا تو قتل ہوگئے یا گرفتار کرلئے گئے۔ اِن ہی گرفتار شدگان میں وہ ملعون ریجی نالڈ بھی تھا۔ جس کی گندہ دہنی نے سلطان صلاح الدین ایوبی کو مشتعل کردیا تھا۔

لین پول اس جنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ — "مسیحی فوج اگرچہ بکثرت تھی۔ لیکن اُن کے حوصلے پست ہوگئے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسیحی لشکر کے منتخب اور ممتاز افراد قید کرلئے گئے بادشاہ یروشلم گائی اُس کا بھائی، کرک کا بادشاہ ریجی نالڈ غرضکہ بچے بچے عیسائی شرفا اور بادشاہ گرفتار کرلئے گئے صرف ریمنڈ والئی طرابلس بچ گیا۔ چونکہ میدان جنگ سے پہلے ہی فرار ہوچکا تھا"

ابن اثیر کا بیان ہے کہ "اس جنگ میں اتنے صلیبی قتل اور گرفتار ہوئے کہ مقتولین کے انبار کو دیکھ کر یہ قیاس ہوتا تھا کہ پوری عیسائی فوج قتل ہوگئی ہے۔ اور قیدیوں کی کثیر تعداد کو دیکھ کر یہ قیاس ہوتا تھا کہ شاید پوری مسیحی فوج زندہ گرفتار کرلی گئی ہے۔"

اختتام جنگ کے بعد جب تمام معزز قیدی سلطان کی خدمت میں پیش کئے گئے تو یروشلم کے بادشاہ گائی کو سلطان نے اپنے پہلو میں جگہ دی، باقی امرا کو بھی ان کے رتبہ کے مطابق بٹھایا۔ لیکن گندہ دہن ریجی نالڈ کے ساتھ ادنیٰ قیدیوں جیسا سلوک کیا گیا۔ چنانچہ ریجی نالڈ کو جب سلطان کے روبرو پیش کیا گیا تو سلطان نے اُس کی گزشتہ بد اعمالیوں کو گناتے ہوئے کہا "ملعون تجھے یاد ہے کہ تونے یہ کہا تھا کہ اپنے رسول کو مدد کے لئے بلاؤ۔ اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے پنجۂ استبداد سے مسلمانوں کو چھڑانے کے لئے اپنے ایک ادنیٰ خادم کو بھیجا ہے" اور یہ کہہ کر خود اپنے ہاتھ سے آگے بڑھ کر ملعون ریجی نالڈ کی گردن اڑادی۔ یہ ریجی نالڈ کی اُس گستاخی کا جواب تھا جو اُس نے چند ماہ قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کی تھی۔

صلاح الدین ایوبی کے مقابلہ پر طبریہ میں شکست کے بعد۔ عیسائیوں کو بہت بڑا دھکا لگا تھا۔ بیت المقدس کا بادشاہ بڑے بڑے عیسائی سلاطین، اور امرا گرفتار ہوچکے تھے۔ پورے شمالی فلسطین پر صلاح الدین کا قبضہ ہوچکا تھا۔ عیسائیوں کے قبضہ میں بیت المقدس، صور اور صرف چند مقامات رہ گئے تھے جن کو ایک ایک کرکے اسلامی فوجوں نے (باقی صفحہ ۲۹ پر)

تاریخ ہند



زمانہ قدیم میں ہندو مسلم تعلقات

محمد بن قاسم، محمود غزنوی اور مغلیہ دور کے چند واقعات

(از شوکت علی فہمی)

انگریزی دورِ حکومت سے قبل ہندوستان ہمیشہ ہی فرقہ پرستی کی لعنت سے پاک رہا ہے۔ چنانچہ ذیل میں ہندوستان کی تاریخ سے متعلق چند ایسے دلچسپ واقعات پیش کئے جا رہے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے یہ چیز صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ مسلم دورِ حکومت میں ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات نہایت ہی خوشگوار رہے ہیں۔ یہ واقعات اُن نام نہاد مورخوں کے لئے دندان شکن جواب ہیں۔ جن کی تمام تر طاقت غلط تاریخی واقعات کو پیش کر کے اِس ملک کے ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات بگاڑنے پر صرف ہو رہی ہے۔

چونکہ ہندوستان میں زیادہ تر اُن مغربی مورخین کی تاریخیں پڑھائی جاتی ہیں۔ جو پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کے اُصول پر عامل تھے۔ اِس لئے اِن مورخوں نے ہمیشہ مسلمان حکمرانوں کو ایک نہایت ہی کریہہ شکل میں پیش کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ محمد بن قاسم کے عہد سے لیکر مغلوں کے دورِ حکومت تک ہندوستان میں ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات نہایت ہی خوشگوار اور برادرانہ رہے ہیں۔ اور مسلمان حکمرانوں نے حکومت کرتے وقت کبھی بھی ہندو اور مسلم کا امتیاز نہیں کیا ہے۔

مغلوں کے عہدِ حکومت میں تو خیر پوری طرح ہندو عہدیداروں اور امرا کا دخل تھا ہی۔ لیکن بالکل ابتدائی دور میں بھی حالت یہ تھی کہ تمام بڑے بڑے عہدے خلفائے اسلام کی منظوری سے ہندوؤں ہی کو دیئے جاتے تھے۔ اور اکثر اوقات اُن کی منظوری اُسی طرح دمشق یا بغداد سے حاصل کی جاتی تھی۔ جس طرح کہ انگریزی عہد حکومت میں لندن سے حاصل کی جاتی رہی ہے۔

مسلمانوں کے بالکل ابتدائی دورِ حکومت میں جبکہ محمد بن قاسم سندھ کا گورنر تھا۔ اور حجاج بن یوسف ممالکِ شرقیہ کا وائسرائے تھا۔ تو اُس زمانہ میں کس طرح بڑے بڑے عہدوں پر ہندو قابض تھے۔ اُس کا اندازہ اِس سے لگایا جا سکتا ہے کہ محمد بن قاسم نے دیبل یعنی کراچی کے فتح کرنے کے بعد اُس علاقہ کا کمشنر ایک ہندو پنڈت کو بنایا تھا جس کی منظوری بعد کو خلافت اِسلامیہ سے حاصل کی گئی تھی۔ اِس کے علاوہ دیبل کے ہندو اور بدھ عبادتگاہوں کو عبادات اور مذہبی معاملات میں بذریعہ اعلان پوری آزادی دے دی گئی تھی۔ اِسی طرح شہر بیرون اور شہر برہمناباد کو فتح کرنے کے بعد ہندو حکام کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ پھر جب محمد بن قاسم نے سیوستان کو فتح کیا اور بدھیہ پر قبضہ کیا تو وہاں کے ہندو حاکم کاکا کو سپہ سالاری کا عہدہ دیا گیا۔ اِسی طرح ایک دوسرے ہندو سپہ سالار موکا کو بھی محمد بن قاسم نے فوج کے ایک حصّہ کا سپہ سالار بنا دیا تھا۔ اور اِس کے بعد محمد بن قاسم نے جتنے بھی شہر فتح کئے اُن کی حکومت زیادہ تر ہندو حکام ہی کے سپرد کر دی۔ اور خلافتِ اسلامیہ نے اِن تمام تقرریوں کی باقاعدہ منظوری دے دی۔ اِسی طرح محمد بن قاسم کے جتنے بھی جانشین دمشق یا بغداد سے آتے رہے ہیں۔ اُن سب نے بھی ہندو حکام کو ترجیح دی اِن تاریخی حقائق سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آج سے تیرہ سو برس قبل ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات کس قدر خوشگوار تھے۔ اور مسلمان حکمرانوں کے بارے میں فتنہ پرداز مورخین

نے جو زہر اگلا ہے اُس کا منشا کیا ہے۔

ہندوستان کے متعصب مورخوں نے اور یورپین مورخوں نے صرف محمود غزنوی کی زندگی کے ایک ہی پہلو کو نمایاں کرنے پر اپنی ساری طاقت صرف کر دی ہے یعنی اِن مورخوں کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ محمود غزنوی کو ہندو عوام اور ہندو راجاؤں کا سب سے بڑا دشمن ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن کسی نے محمود غزنوی کی زندگی کے اس پہلو پر غور نہیں کیا کہ وہ جہاں اپنے مخالف ہندو راجاؤں کا دشمن تھا وہاں (اُس) کے اپنے دوست راجاؤں سے دوستانہ اور برادرانہ تعلقات تھے۔

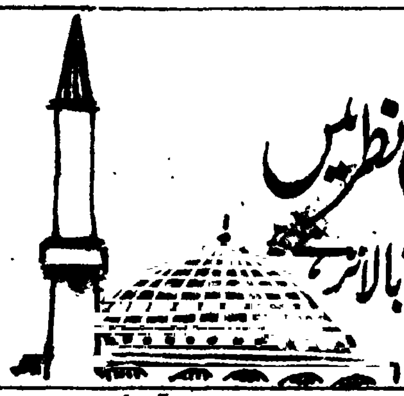
محمود غزنوی اور ہندوستان کے بعض ہندو راجاؤں کے تعلقات کس قدر خوشگوار تھے۔ اُس کا اندازہ لالہ بابو رام صاحب کی تاریخ موسومہ "مختصر سیر گلشن ہند" کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے یہ ہندو مورخ لکھتا ہے "کہ مہاراجہ قنوج اور محمود غزنوی کے تعلقات ایسے خوشگوار تھے کہ محمود نے راجہ سے ایک فوجی معاہدہ کر رکھا تھا۔ اور یہ کہہ رکھا تھا کہ جب بھی کوئی طاقت تم پر حملہ کرے تو غزنین سے اپنی امداد کے لئے فوجیں بلا سکتے ہو اور یہ رعایت صرف تمہارے ہی لئے نہیں ہے بلکہ تمہارے ورثاء کے لئے بھی ہے حکومت غزنین ہمیشہ تمہارے ورثاء کی ہر ممکن امداد کرے گی" اِس واقعہ سے صاف عیاں ہے کہ محمود کے ہندو راجاؤں سے کیسے دوستانہ اور مخلصانہ تعلقات تھے۔

محمود غزنوی کی بابت یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُسے ہندو عوام سے نفرت تھی۔ اور وہ ہندوؤں کو کافر سمجھتا تھا۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برخلاف ہے کیونکہ محمود غزنوی کی فوج میں ہزاروں ہندو سپاہی ملازم تھے۔ اِس کے علاوہ محمود غزنوی نے کئی ہندو سپہ سالاروں کو اپنی فوج کی اہم ترین ذمہ داریاں سپرد کر رکھی تھیں۔ چنانچہ محمود غزنوی کے ہندو سپہ سالار سوندرائے نے محمود غزنوی کے حملوں کے سلسلے میں نہایت ہی اہم خدمات انجام دی ہیں۔ سوندرائے کا اقتدار محمود غزنوی کے مرنے کے بعد اُس کی اولاد کے زمانہ تک رہا یہاں تک کہ جب محمود غزنوی کے بیٹے کو غزنین کی بغاوت کو دبانے کی ضرورت پیش آئی تو اِسی سوندرائے سپہ سالار کو اِس اہم مقصد کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔ اِن واقعات سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ محمود غزنوی کے تعصب کے بارے میں جو باتیں بڑھا چڑھا کر بیان کی جاتی رہی ہیں وہ کس حد تک درست ہیں اور اُن کا منشا اِس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے کہ اِس نوعیت کے فرقہ وارانہ واقعات کو خوب اچھالا جائے اور اِن کے ذریعہ ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان منافرت کی ایک مضبوط دیوار کھڑی کر دی جائے۔ حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ بادشاہوں کا مقصد حکمرانی اور ملک گیری کے سوا اور کچھ نہیں ہوا کرتا اور اُن کی حکمرانی کی ہوس کو مذہبی رنگ دے دینا پرلے درجہ کی حماقت ہے۔ ممکن ہے کہ ملک گیری کی ہوس کی بنا پر محمود غزنوی سے بھی دوسرے بادشاہوں کی طرح لغزشیں ہوئی ہوں۔ لیکن اِن لغزشوں کو اسلام اور مسلمانوں کے سر تھوپ دینا انتہائی ظلم اور زیادتی ہے۔

یوں تو اکبر سے پہلے بھی ہندوستان کے اکثر و بیشتر بادشاہوں نے اپنی حکومت کو مذہبی تعصب سے بلند اور بالا رکھنے کی کوشش کی ہے لیکن اکبر اس معاملہ میں اُن سب سے آگے تھا۔ چنانچہ اکبر نے اپنے عمال حکومت کو ہدایت کر رکھی تھی کہ جو لوگ ملک میں مذہب کے نام پر فتنہ و فساد پیدا کرنے کی کوشش کریں تو اُن کو سختی سے سخت سزائیں دی جائیں۔ یہاں تک کہ اکبر نے اُن مذہبی مباحثوں کو بھی یکسر بند کر دیا تھا جو اس زمانہ میں مختلف مذاہب کے لوگوں میں ہوا کرتے تھے اکبر کے زمانہ کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اُس نے اُن حکام تک کے ساتھ رعایت نہیں کی تھی۔ جن پر اُسے مذہبی جانبداری کا شبہ ہو گیا ہے۔

اکبر نے فرقہ پرستی اور ہندوستان کے مذہبی اختلافات کو دور کرنے کے لئے بین الملی شادیوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ اُس نے نہ صرف خود ہندو عورتوں سے شادیاں کیں بلکہ اپنے بیٹے اور پوتوں تک کی شادیوں کے لئے زیادہ تر راجپوت عورتوں ہی کو منتخب کیا۔ محض اس لئے کہ وہ چاہتا تھا کہ ہندوستان سے ہمیشہ کے لئے فرقہ پرستی ختم ہو جائے۔

شہنشاہ عالمگیر کے بارے میں متعصب مورخوں نے دنیا کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ وہ ایک (باقی مضمون ص ۲۹ پر)



اسلام اور غیر مسلم

اسلام نپولین اور یوروپین مشاہیر کی نظر میں

"اسلام ایک ایسا مذہب ہے جسکی صداقت شبہات سے بالاتر ہے"

(از جناب ارشد علی۔ ایم۔اے)

اسلام کا یہ زندہ معجزہ ہے کہ اُس کی صداقت کے سامنے وہ مخالفین بھی سرنگوں ہو گئے ہیں جو اسلام کو مٹانے کے لیے سینکڑوں برس تک صلیبی لڑائیاں لڑتے رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کا خون بہاتے رہے ہیں چنانچہ ہم ذیل میں فاتح اعظم نپولین اور یورپ کے بعض عیسائی مشاہیر کے اسلام کے بارے میں خیالات درج کر رہے ہیں۔

اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جس کی خوبیوں کے دوست اور دشمن سب ہی یکساں طور پر معترف ہیں۔ تعصب کی بنا پر خواہ اسلام کے بارے میں کچھ ہی کیوں نہ کہا جائے۔ لیکن جب تعصب سے بالاتر ہو کر کوئی شخص کبھی اسلام کی تعلیمات پر غور کرتا ہے تو اُسے اسلام کی خوبیوں کا معترف ہی ہونا پڑتا ہے۔

یورپ کا فاتح اعظم نپولین مذہبی اعتبار سے عیسائی تھا یورپ کے دوسرے عیسائی کی طرح اسے بھی شروع میں اسلام کے بارے میں بدظنی تھی۔ لیکن مصر کی فتح کے بعد جب اُسے مسلمانوں سے واسطہ پڑا اور اسلامی عقائد سے واقفیت حاصل ہوئی تو اسے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ اسلام دنیا کا سب سے کامل اور سچا مذہب ہے

نپولین کے بارے میں پچھلے دنوں مشہور اہل قلم "لاس کیلس" کی ایک یادداشت شائع ہوئی تھی۔ جس میں کہ اُس نے اسلام کے بارے میں نپولین کے احساسات درج کیے ہیں اور اس یادداشت سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصر کی فتح کے بعد اسلام کے بارے میں نپولین کے خیالات میں بہت بڑی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ نپولین نے خود اپنی تحریر میں اسلام اور عیسائیت کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"اسلام اور عیسائیت میں بہت بڑا فرق ہے۔ اسلام جہاں ایک مکمل مذہب ہے وہاں عیسائیت میں تشنگی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ عیسائیت میں سزاؤں کا خوف دلانے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ جبکہ اسلام نیک کاموں کا اجر دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ اور دنیاوی کاموں میں قدم قدم پر انسان کی رہنمائی کرتا ہے"

لاس کیلس نے اسلام کی جانب نپولین کے غیر معمولی رجحان کو محسوس کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "نپولین کی تقریروں اور خیالات سے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کہ وہ اسلام قبول کر چکا ہو" چنانچہ آگے چلتے ہوئے لاس کیلس نے اپنی یادداشت میں لکھا ہے کہ جس زمانہ میں نپولین سینٹ ہلینا میں قید تھا اُس نے ایک موقع پر اسلام کے بارے میں کہا تھا۔

"اسلام کے علاوہ جتنے بھی دوسرے مذاہب ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا کے نہیں بلکہ انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان میں انسان کی بہتری کی کوئی بات بھی نہیں ہے۔ حقیقی اور سچا مذہب صرف اسلام ہی ہے۔ جو ہمیں روحانی تربیت کے ساتھ دنیاوی ترقی کی راہیں بھی بتاتا ہے۔ یہ وہ مذہب ہے جس کی بنیاد حسنِ اخلاق اور سچائی پر قائم ہے۔ لیکن اس مذہب کے بارے میں پادریوں نے بہت سی غلط فہمیاں پیدا کر دی ہیں"

لاس کیلس لکھتا ہے کہ "نپولین نے ہمیشہ ہی اسلام کے متعلق بڑے اچھے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اور شاید اس کا سبب

یہ ہے کہ وہ مصر میں رہنے کے بعد علمائے مصر کے خیالات سے بے حد متاثر ہو گیا تھا۔ مگر یہ بات درست نہیں ہے کہ اُس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ آخری وقت تک عیسائی ہی رہا مگر اِس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مذہب اسلام سے اُسے غیر معمولی عقیدت تھی۔"

ایک نپولین ہی پر کیا موقوف ہے۔ یورپ کے بے شمار مشاہیر ایسے ہیں جو مذہباً عیسائی ہونے کے باوجود اسلام کے بے حد مدّاح ہیں مثلاً ریورینڈ۔ جی۔ ایم۔ راڈویل جنہوں نے کہ انگریزی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا ہے۔ اور جو بڑے متعصب پادری مشہور ہیں انھوں نے بھی اسلام کے بارے میں نہایت ہی بلند و بالا خیالات کا اظہار کیا ہے اُن کی رائے ہے کہ۔

"اسلام ایک زندہ مذہب ہے جو شائد قیامت تک زندہ رہے گا۔ اسلام اور قرآن کی تعلیم ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک بے آب و گیاہ جزیرہ نما کے وہ باشندے جو افلاس اور جہالت کا شکار تھے۔ کچھ سے کچھ بن گئے۔ اور اسلام کے پرجوش مبلغ بن گئے۔ اسلام کی اشاعت کی خاطر انھوں نے بڑے بڑے ملک فتح کر ڈالے۔ متعدد مملکتیں انھوں نے قائم کر ڈالی۔ نئے نئے شہر انھوں نے آباد کئے۔ اور پوری دنیا کو علوم و فنون سے بھر دیا قسطنطنیہ۔ بغداد۔ قرطبہ۔ اور دہلی کو وہ قوت حاصل ہوئی کہ یورپ کی سلطنتیں مسلمانوں سے ڈرنے لگیں۔ دنیا نے کسی زمانہ میں بھی کسی مذہب میں اتنی قوت نہیں دیکھی جو اسلام میں پائی جاتی ہے۔"

ریورینڈ جی ایم راڈویل قرآن کے محاسن پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں قوموں کے عبرت انگیز واقعات بیان کر کے انسان کو سیدھے راستہ پر چلنا سکھایا گیا ہے میرا خیال ہے کہ اگر کوئی شخص اِس کتاب کا بغور مطالعہ کرتا رہے تو اُس کے لیے نیکی اور ترقی کی راہیں ضرور کھل جائیں گی۔"

ریورینڈ راڈویل نے جو کچھ کہا ہے اُس سے مسلمانوں کو سبق لینا چاہیئے اور سوچنا چاہیئے کہ خدا کی عطا کی ہوئی بے بہا کتاب جس کی خوبیوں کے غیر مسلم بھی معترف ہیں مسلمان اُس سے کیا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ یا وہ اسی کو کافی سمجھتے ہیں کہ اُسے طاق میں سجا دیا جائے۔

مسکا گو یونیورسٹی کے پروفیسر "وان گروبی بام" اگرچہ کٹر عیسائی ہیں۔ لیکن اسلام سے یہ بے حد متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ اِن کا خیال ہے کہ اسلام نے جلوہ گر ہو کر مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ پوری نوعِ انسانی کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں

"اسلام کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اُس نے برائیوں کو روکنے میں اور اچھائیوں کو اُبھارنے میں دنیا کی قابل قدر خدمت انجام دی ہے۔ اسلام نے خدا کی وحدانیت کا اقرار اور دنیا کے سب بندوں کو خدا کی مخلوق قرار دے کر سب کو ایک ہی رشتہ میں منسلک کر دیا ہے اور اِس طرح اسلام نے دنیا کو اتحاد باہمی کا ایک عملی پیغام دیا ہے۔ اسلام کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ دنیا کے جملہ مذاہب اور بانیان مذہب کے احترام کو جزو ایمان قرار دیتا ہے۔ یہ اسلام کی ایک ایسی منفرد خصوصیت ہے جو کسی مذہب میں بھی موجود نہیں۔"

پروفیسر وان گروبی بام نے اپنے ایک طویل مقالہ میں اسلام کے محاسن پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ "اسلام نے زندگی کے ہر مرحلہ میں انسان کی رہنمائی کی ہے۔ اسلام ہی دنیا کا وہ پہلا مذہب ہے جس نے کہ شخصی حکومت کی لعنت سے دنیا کو نجات دلائی اور پہلی مرتبہ جمہوری نظام حکومت سے دنیا کو روشناس کیا۔

موسیو ادبین کوفل مشہور فرانسیسی مستشرق ہیں۔ انھوں نے یہودیوں۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کے مذہبی عقائد کی تحقیق میں اپنی تمام عمر صرف کر دی ہے۔ یہ اپنے ایک محققانہ مقالہ میں جو کہ فرانسیسی جرائد میں شائع ہوا ہے۔ قرآن مجید کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

"قرآن مذہبی عقائد اور مسائل ہی کا مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ اُس میں دنیاوی زندگی سے متعلق وہ احکام بھی موجود ہیں جو انسانی زندگی کے مختلف شعبوں کے لئے نہایت ہی مفید ہیں۔ اِس اعتبار سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن ایک ایسا دستورِ حیات ہے جس میں حکمرانی کے اصول تمدن کے قوانین معاشرتی مسائل۔ جرائم اور اُن کی سزائیں۔ بین الاقوامی تعلقات کی بہتری کے لئے کھلی ہدایات موجود ہیں۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی ایک متمدن دنیا کو ضرورت ہے۔"

اسی طرح ڈیون پورٹ کی رائے ہے کہ "اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اول سے لیکر آخیر تک انسانیت کی تعلیمات سے بھرپور ہے"

بیت المقدس جب دوبارہ فتح کیا گیا

(باقی مضمون صفحہ ۲۴ سے)

فتح کرنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں نے بڑی خوفناک جنگ کے بعد عکا فتح کر لیا۔ یہ فلسطین کی بہت بڑی اور اہم بندرگاہ تھی۔ اس کے بعد مجدل یابا، ناصرہ، قیساریہ، حیفہ معلیا، شقیف، حزکہ، صیدا عسقلان، ملہ، غزہ، مشہد ابراہیم بیت اللحم، بیت الجبرئیل، غرضیکہ بیت المقدس کے علاوہ گرد و پیش کے تمام چھوٹے بڑے شہر اور علاقے غازی صلاح الدین نے پامال کر کے رکھ دیئے۔

مندرجہ بالا مقامات کی فتح سے فارغ ہونے کے بعد سلطان صلاح الدین خاص بیت المقدس کی جانب متوجہ ہوا۔ چنانچہ رجب ۵۸۳ھ میں سلطان نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ اور بیت المقدس کے عیسائیوں کو پیغام بھیجا کہ "چونکہ بیت المقدس ہم دونوں کے لئے باعث احترام ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ یہ مقدس مقام خونریزی کے بغیر مسلمانوں کے حوالے کر دیا جائے۔ اگر تم پرامن طریقہ پر اس خانۂ خدا کو ہمارے حوالے کر دو گے تو تم سب کو نہ صرف جان و مال کی امان دیدی جائے گی، بلکہ اس کے ساتھ ہی تمہیں اتنا علاقہ بھی دیدیا جائیگا جسے تم آسانی سے سنبھال سکو گے۔ اس کے علاوہ نقد رقم بھی تم کو دیدی جائے گی۔"

جب عیسائیوں نے صلاح الدین کی اس فیاضانہ پیش کش کو قبول کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ تو سلطان کو مجبوراً میان سے تلوار نکالنی پڑی اور بیت المقدس کے لئے بڑی ہی خونناک جنگ چھڑ گئی۔ ایسی خوفناک جنگ کہ انسانی خون پانی کی طرح بہنے لگا۔ عیسائی شروع میں تو بڑی بہادری سے مقابلہ کرتے رہے۔ لیکن بعد میں اُن کی ہمت ٹوٹ گئی اور مسلمان ریلا کر کے فصیل کے قریب جا پہنچے اور سنگ باری کے ذریعہ فصیل کو توڑ دیا۔

فصیل کے ٹوٹتے ہی عیسائیوں نے سمجھ لیا کہ اب شہر کا بچانا ناممکن ہے۔ لہٰذا وہ جان و مال کی شرط پر بیت المقدس کو مسلمانوں کے حوالے کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ سلطان خود بیت المقدس کی بے حرمتی نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اُس نے فوراً عیسائیوں کی درخواست قبول کر لی

چنانچہ اس قرارداد کے بموجب، ۲۷ رجب ۵۸۳ ہجری کو عیسائیوں نے بیت المقدس کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا، اور اس طرح اکیانوے سال کے بعد یہ خانۂ خدا مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس روز مسلمانوں کا اس مقدس شہر پر دوبارہ قبضہ ہوا ہے۔ وہ معراج نبوی کی تاریخ تھی۔ یعنی اسی تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس سے معراج کے لئے تشریف لے گئے تھے

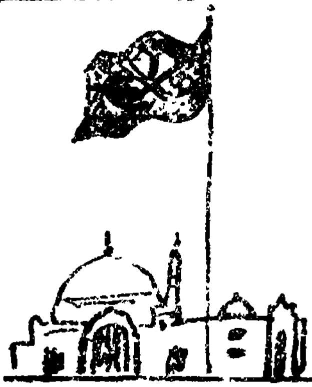
عیسائیوں نے ۴۹۲ ہجری میں جب بیت المقدس پر قبضہ جمایا تھا تو انھوں نے بڑی بے دردی کے ساتھ بدتر سے بدتر انسانیت سوز مظالم مسلمانوں پر کئے تھے۔ نہ عورتوں کو چھوڑا تھا، نہ بچوں کو نہ بوڑھوں کے ساتھ رعایت کی گئی تھی۔ اور نہ بیماروں کے ساتھ لیکن جب بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا تو انھوں نے اُنہی ظالم اور جابر عیسائیوں کے ساتھ وہ فیاضی کا برتاؤ کیا جس کی مثال مشکل ہی سے دنیا کے انقلابات کی تاریخ میں مل سکتی ہے۔

زمانہ قدیم میں ہندو مسلم تعلقات

(باقی مضمون صفحہ ۲۶ سے)

تنگ نظر اور کٹر قسم کا مسلمان تھا اور اس کی ساری زندگی ہندوؤں کی بیخ کنی میں صرف ہوئی ہے۔ لیکن اُس کی زندگی کے اکثر و بیشتر واقعات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اُس کا فرقہ پرستی سے دور کا بھی تعلق نہ تھا چنانچہ اُس کی زندگی کے ایسے اکثر واقعات تاریخوں میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے بھی اپنے پیش رو مغل فرمانرواؤں کی طرح راجپوت ہندو خاندانوں سے غیر معمولی دلچسپی تھی چنانچہ اُس نے اپنے بیٹے شہزادہ معظم کی شادی بڑی دھوم دھام کے ساتھ راجہ روپ سنگھ کی ہندو بیٹی کے ساتھ کی تھی۔

راجپوت خاندان میں بیٹے کا رشتہ کرنے کے علاوہ خود اورنگزیب کے حرم میں راجپوت رانی بائی اودے پور موجود تھی۔ اورنگزیب نے اُس پر نہ کبھی تبدیل مذہب کے لئے زور دیا اور نہ کبھی اُس کے مذہبی عقائد میں مداخلت کی بلکہ اُس سے بے اندازہ محبت کرتا تھا اور اس کے بیٹے شہزادہ کام بخش سے اپنے سب بیٹوں سے زیادہ اورنگزیب کو محبت تھی۔ کیا کوئی متعصب شخص یہ طریقہ کار اختیار کر سکتا ہے۔



اسلامی نظام حکومت بے مثال

یہ مسلموں اور غیر مسلموں کا یکساں محافظ ہے

(از جناب نسیم ندوی)

اسلامی نظام حکومت پر جناب نسیم احمد کا یہ مقالہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے جونکہ اس مقالہ میں انہوں نے مسلم اور غیر مسلم حکومتوں کے نظام حکومت کا موازنہ کر کے بتایا ہے کہ اسلامی نظام حکومت کو دوسرے مذاہب کی حکومتوں کے نظام پر کیوں برتری حاصل ہے۔

مسلم اور غیر مسلم سب ہی مفکرین کی متفقہ رائے ہے کہ اسلامی نظام حکومت اپنی نوعیت کا بہترین دستور ہے جس میں کہ مسلم اور غیر مسلم سب ہی کے حقوق یکساں طور پر محفوظ ہیں۔ اسلامی نظام حکومت پر روشنی ڈالنے سے قبل یہ بتادینا ضروری ہے کہ نظام حکومت کا مفہوم اور مقصد کیا ہے۔

حکومت ایک ایسی تنظیم اور ادارہ کا نام ہے جو اجتماعی حیثیت سے عوام کے تحفظ۔ فلاح اور ترقی کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اس ادارہ کو خواہ بادشاہت کے نام سے موسوم کیا جائے یا جمہوریت کے نام سے اس کے مقاصد اور ذمہ داریوں میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا صرف دیکھنا یہ ہے کہ کس کے نظام کے تحت بلا امتیاز مذہب و ملت عوام کو زیادہ تحفظ اور فلاح مل سکتا ہے۔

انسان اپنی تخلیق کے بعد ہر زمانہ اور ہر دور میں حکومت کی مختلف شکلوں کو اپنے شعور اور بیداری کے مطابق قبول اور مسترد کرتا رہا ہے۔ اور حکومت کی مختلف شکلوں کو مسترد کردینا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اُن سے مطمئن نہیں ہو سکا تھا جبکہ آج کا انسان جب ترقی شدہ حکومت کے نظریوں اور طریقوں کا جائزہ لیتا ہے تو اُس پر اُن کی خامیاں اور کوتاہیاں واضح ہو جاتی ہیں۔

مثال کے طور پر رومیوں کی حکومت کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگرچہ یہ طاقتور حکومت مذہبی نقطہ نظر سے مسیحی تھی لیکن اُس میں مخصوص اور با اثر مسیحی گروہوں کی فلاح اور بہبود پر زیادہ توجہ مبذول کی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ رومی حکومت میں یہودی ہمیشہ ہی معتوب رہتے تھے۔ اور کمزور مسیحی عوام بھی اُن تمام حقوق اور اختیارات سے محروم رکھے جاتے تھے۔ جو کہ با اثر مسیحی گروہوں کو حاصل تھے۔

رومی تہذیب کی طرح ہندوستانی تہذیب بھی بہت پرانی ہے اس تہذیب پر بھی مذہب کا بہت گہرا اثر تھا۔ چنانچہ اس ملک میں مسلمانوں سے پہلے جتنی حکومتیں بھی موجود تھیں وہ بھی مذہب ہی پر مبنی تھیں اور ان حکومتوں میں ذات کی بنا پر شہریوں کی جو تقسیم کی گئی تھی اس کے تحت ایک بہت بڑے گروہ کو اس کے بنیادی انسانی حقوق سے محروم کر دیا گیا تھا۔ اقتدار اعلیٰ کی حیثیت صرف مذہبی گروہ کو حاصل تھی اور حکمراں طبقہ کو عام حالات میں مذہبی گروہ کے احکامات یا ہدایات کو نافذ کرنے کے ایک ذریعہ سے زیادہ حیثیت حاصل نہیں تھی۔

مگر اس زمانہ کے رومیوں اور اس دور کے ہندوستانی نیز ایرانی حکمرانوں کو ایک آسانی یہ حاصل تھی کہ عام طور پر انہیں غیر مذاہب کے لوگوں سے کوئی واسطہ نہیں پڑتا تھا۔ یعنی اکثریت اور اقلیت کا کوئی سوال نہ تھا لیکن اس کے باوجود تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ یہ حکومتیں پھر بھی عوام کی فلاح اور ترقی سے متعلق اپنی

ذمہ داریاں پوری نہیں کر سکی تھیں

دنیا کی دوسری مذہبی تہذیبوں کی طرح اسلام نے بھی اپنی تہذیب کے تحت حکومت کا ایک نظام قائم کیا تھا۔ اور وہ ایک ایسا مکمل نظام حکومت تھا جو نہ صرف حکمرانوں کے بنیادی مقاصد کو پورا کرتا تھا بلکہ سب ہی کے لیے مفید اور فائدہ بخش تھا۔ اسی لئے جب دنیا کی مختلف حکومتوں کے مقاصد اور طریقوں کا موازنہ کیا جاتا ہے تو مسلمانوں کے طریق حکومت کا ذکر کئے بغیر یہ موازنہ نامکمل بن کر رہ جاتا ہے۔

پھر اسلامی نظام حکومت کا تذکرہ اس لئے بھی ضروری ہے کیونکہ دنیا میں یہی ایک ایسا پہلا اور آخری نظام حکومت ہے جس میں کہ کسی مذہب یا سماجی طبقہ کے حقوق میں دست اندازی کئے بغیر سب کے حقوق کو برقرار رکھا گیا ہے۔ پھر اسلامی نظام حکومت اُس حالت میں بھی کامیاب ثابت ہوا ہے جبکہ ماضی کی حکومتوں کے برعکس اسلامی حکومت کو مختلف مذہبوں اور تہذیبوں کے ساتھ وابستہ لوگوں سے واسطہ پڑا تھا۔ اور ان میں سے بیشتر دیگر مذاہب کے افراد کا رویہ اسلام کے متعلق معاندانہ اور مخالفانہ تھا۔

اسلامی نظام حکومت کی بنیاد اس عقیدہ پر قائم ہے کہ اقتدار اعلیٰ انسان کو نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کو حاصل ہے اور چونکہ اُس کی ذات واحد ہے اور ساری مخلوق اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ اس لئے سب انسان خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق کیوں نہ رکھتے ہوں۔ برابر ہیں اور ایسی حالت میں انسانوں کے کسی گروہ کو بھی دوسرے گروہوں کے حقوق اور اختیارات کو سلب کرنے یا اُن کے وسائل کو اپنے فائدہ کے لیے مخصوص کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔

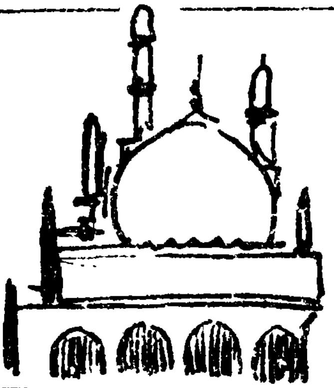
اپنے اس بنیادی عقیدہ کے ماتحت مسلمانوں نے نہ صرف اپنے دور کی حکومتوں کی بنیادی کمزوریوں کی اصلاح کی تھی بلکہ ایک ایسے نظام حکومت سے دنیا کو آشنا کیا جسے بجا طور پر خلافت کہا جا سکتا ہے۔ اور جو اپنے زمانہ کی ایک ایسی مثالی حکومت تھی کہ اس کا مقابلہ اس دور کی بہترین جمہوری حکومت بھی نہیں کر سکتی۔ اسلامی نظام حکومت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی بنیاد پر کسی کو دوسرے درجہ کا شہری نہیں سمجھا جاتا۔

اور کسی غیر مسلم کو بھی اُس کے انسانی اور شہری حقوق سے محروم نہیں کیا جاتا۔ اِس معاملہ میں بعض تنگ نظر اہل قلم نے جزیہ کی وصولیابی کو غیر مسلموں کے دوسرے درجہ کا شہری ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

مگر جزیہ پر اعتراض کرنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ چونکہ غیر مسلموں سے زکوٰۃ نہیں لی جاتی جو بہت بڑا ٹیکس ہے یعنی پورے اثاثہ کا چالیسواں حصہ مگر ان سے جزیہ کے نام سے جو ٹیکس لیا جاتا ہے وہ برائے نام ہے یعنی امراء سے ۴۸ درہم سالانہ۔ متوسطین سے ۲۴ درہم سالانہ اور کم آمدنی والوں سے صرف ۱۲ درہم سالانہ یعنی صرف بارہ روپے اور غرباء کے لئے جزیہ معاف ہے۔ یہ اتنا کم ٹیکس ہے جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں تلاش کرنے سے بھی نہیں مل سکتی۔

پھر جزیہ یعنی برائے نام ٹیکس ادا کرنے والوں کے لیے یہ بھی رعایت تھی کہ وہ فوجی خدمات سے مستثنیٰ سمجھے جاتے تھے جبکہ اسلامی حکومت میں ہر مسلمان کے لیے فوجی خدمت لازمی تھی۔ پھر جزیہ کے مقابلہ میں مسلمانوں کو جو ٹیکس ادا کرنے پڑتے تھے وہ گرانقدر ٹیکس زکوٰۃ کے علاوہ۔ عشر اور صدقۃ الفطر بھی ادا کرنا ہوتا تھا۔ یعنی اگر کوئی غیر مسلم کروڑپتی بھی ہوتا تھا تو اُسے جزیہ کے نام سے جو سالانہ ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا وہ ۴۸ درہم ہوتا تھا۔ اس کے باوجود بھی اگر جزیہ پر اعتراض کیا جاتا ہے تو انتہائی تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔

پھر اس بات کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ آگے چل کر اکثر و بیشتر اسلامی حکومتوں نے جزیہ وصول کرنا قطعی موقوف کر دیا تھا۔ چنانچہ خلفائے مصر نے بھی غیر مسلموں سے جزیہ وصول نہیں کیا۔ خلفائے اسپین نے بھی ہمیشہ جزیہ کی وصولیابی سے اجتناب کیا ہے اسی طرح سلاطین عثمانیہ نے بھی کبھی غیر مسلموں سے جزیہ وصول نہیں کیا۔ خود ہمارے ملک ہندوستان میں عام طور پر مسلم حکمرانوں نے جزیہ نہیں لیا۔ اور آج دنیا کے کسی بھی مسلم ملک میں حتیٰ کہ سعودی عرب میں بھی جس کا کہ سرکاری مذہب اسلام ہے غیر مسلموں سے جزیہ نہیں لیا جاتا۔



دنیائے اسلام کے محسنِ اعظم

حضرت امام بخاریؒ کی سیرت اور سوانح حیات

(از مولانا تقی الدین)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو دنیائے اسلام کا محسنِ اعظم تسلیم کیا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ نے صحیح بخاری کے نام سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا وہ قابل قدر مجموعہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے جسے قرآن مجید کے بعد دوسرا درجہ حاصل ہے۔ ذیل میں ہم دنیائے اسلام کے اس محسنِ اعظم کے مختصر حالات جناب مولوی تقی الدین ندوی کے ایک طویل مقالہ سے اخذ کرکے پیش کر رہے ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۳ شوال نمازِ جمعہ کے بعد ۱۹۴ھ ہجری میں بخارا میں پیدا ہوئے۔ یہ بچپن ہی سے نابینا تھے لیکن اپنی والدہ محترمہ کی دعا کی برکت سے اللہ نے اُن کی آنکھوں میں روشنی پیدا کر دی تھی امام صاحب کی والدہ اُن کے نابینا ہونے کی وجہ سے بہت افسردہ رہتی تھیں اور اُن کی بینائی کے لئے دعا فرمایا کرتی تھیں کہ ایک رات اُنھوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ تمہاری دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لڑکے کو بینائی عطا فرما دی ہے۔ صبح کو بیدار ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی امام موصوف کی آنکھوں میں روشنی آگئی ہے یہ دیکھ کر آپ بے حد مسرور ہوئیں اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ (مقدمہ فتح الباری)

حضرت امام صاحب کے والد اسمٰعیل کا امام صاحب کے بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ اور انھوں نے اپنی والدہ ہی کی آغوشِ شفقت پرورش پائی۔ امام صاحب بچپن ہی سے بے حد ذہین تھے۔ سولہ سال کی عمر میں اُنھوں نے عبداللہ بن مبارک اور امام وکیع کی کتابوں کو حفظ کر لیا تھا۔ پھر اپنے بڑے بھائی اور والدہ کے ساتھ حج کے لئے گئے۔ بھائی اور والدہ تو بخارا واپس آگئے لیکن امام موصوف نے حج سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مکہ معظمہ میں قیام فرما کر تحصیلِ علم کیا۔ پھر اٹھارہ سال کی عمر میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ مبارک کے پاس بیٹھ کر چاندنی راتوں میں کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ (مقدمہ فتح الباری)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حصولِ علم کے لئے امام صاحب کے سفر کا آغاز ۲۱۰ھ ہجری سے شروع ہوا۔ اور اُنھوں نے سمعِ حدیث کے لئے دور دراز مقامات کا سفر کیا۔ شام، مصر اور الجزائر بھی بار تشریف لے گئے۔ اور حجازِ مقدس میں چھ سال تک قیام فرمایا۔ بغداد اور کوفہ جو علمائے اسلام کا مرکز تھا وہاں آپ بار بار گئے اور بصرہ میں چار مرتبہ جانا ہوا۔ وہاں بعض اوقات آپ نے پانچ پانچ سال مسلسل قیام فرمایا صرف ایامِ زمانہ حج میں مکہ معظمہ چلے جایا کرتے تھے۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ امام صاحب آٹھ مرتبہ بغداد آئے اور وہ جب کبھی آتے تھے تو امام حنبل بغداد کے قیام پر ان سے اصرار کرتے تھے۔ (ارشاد الساری)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ باوجودیکہ حضرت امام صاحب کافی مدت تک امام احمد کے ساتھ رہے ہیں۔ پھر بھی اُنھوں نے بہت کم امام احمد سے روایت کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خود امام بخاری کو امام احمد کے مشائخ سے براہِ راست استفادہ کا موقع ملا تھا

نہیں دیتا"۔ جب خلیفہ مسجد نبوی کے دروازہ میں داخل ہوا تو چوبداروں نے کہا کہ "خلیفہ آرہے ہیں اُن کے سلام کو اٹھئے!"

سعید بن مسیب نے یہ سن کر کہا "خدا کے گھر میں دو کا احترام نہیں کیا جاسکتا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں صرف ایک ہی کے لیے گردن جھک سکتی ہے۔ بھلا مسجد میں شاہ و گدا کا امتیاز کیسا! خلیفہ کو مسجد میں بادشاہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے آنا چاہیئے"۔

خلیفہ جب اُن کے قریب آئے تو پوچھا "یہ کون ہیں"؟ حضرت عمر بن عبدالعزیز جو خلیفہ کے ہمراہ تھے۔ اور سعید بن مسیب کا بے حد احترام کرتے تھے۔ انھوں نے کہا "یہ سعید ہیں ان کی نگاہ بڑھاپے میں کمزور ہو گئی ہے"۔ مطلب یہ تھا کہ وہ ضعف بصارت کی وجہ سے خلیفہ کے احترام کے لئے کھڑے نہیں ہوئے ہیں۔

خلیفہ خود اُن کے پاس آیا۔ اُن کی مزاج پرسی کی مگر پھر بھی سعید بن مسیب بیٹھے رہے۔ اور انھوں نے خلیفہ کی جانب کوئی توجہ نہیں کی کیونکہ وہ ہمیشہ خلفا اور امرا سے دور بھاگتے تھے۔ خلیفہ نے اُن کی بے رخی کو محسوس کرتے ہوئے کہا "آپ ہماری آمد سے شائد خوش نہیں ہیں"؟ سعید بن مسیب نے جواب دیا کہ "ایسے خلیفہ سے کون خوش ہو سکتا ہے جس کی آمد پر لوگوں کو مسجد کی حاضری سے بھی محروم ہونا پڑے"۔ اور خلیفہ کو بہت سی نصیحتیں کیں۔ خلیفہ ولید اُن کی حق گوئی سے بے حد متاثر ہوا

سلیمان بن عبدالملک ۹۶ھ ہجری میں اپنے بھائی ولید بن عبدالملک کے بعد جب دمشق میں تخت نشین ہوا تو اُس نے ولید کے زمانہ کے تمام بڑے بڑے سپہ سالاروں کو یا تو قید کر دیا۔ یا قتل کرا دیا کیونکہ سلیمان کو شبہ تھا کہ وہ اُس کی ولیعہدی کے مخالف تھے۔

خلیفہ سلیمان کی یہ اتنی بڑی غلطی تھی کہ جس سے خلافتِ اسلامیہ کو فوجی اعتبار سے بہت بڑا نقصان پہنچا۔ کیونکہ سلیمان کے معتوب موسیٰ بن نصیر، طارق بن زیاد۔ قتیبہ بن مسلم۔ اور محمد بن قاسم وہ مایہ ناز سپہ سالار تھے جنھوں نے کہ صرف چند سال میں متعدد ممالک فتح کر کے خلافتِ اسلامیہ کو کافی وسعت دیدی تھی اور عام خیال یہ ہے کہ اگر یہ سپہ سالار زندہ رہتے تو شاید آج دنیا کے بیشتر حصہ پر جس میں کہ یورپ بھی شامل ہے اسلام کا پرچم لہرا رہا ہوتا۔

سلیمان بن عبدالملک کی اس غلطی کو محسوس تو سب نے کیا مگر کوئی زبان پر نہ لا سکا۔ صرف اُس زمانے کے حق گو بزرگ رجاء بن حیات نے سلیمان کو اُس کی اس غلطی پر متنبہ کیا۔ سلیمان نے ایک روز ان بزرگ سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے تو آپ نے فرمایا "سلیمان جب ذاتی عناد کی بنا پر آنکھوں پر تاریکی کے پردے پڑ جاتے ہیں تو انسان دنیا اور عاقبت دونوں کو بھول جاتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ تم نے ذاتی عناد اور دشمنی کی بنا پر خلافت اسلامیہ کو اُن مایہ ناز سپہ سالاروں سے محروم کر دیا ہے۔ جو اگر زندہ رہتے تو نہیں اور مسلمانوں کو دینی اور دنیاوی عظمت دونوں ہی حاصل ہوتیں اب تم نے اپنی دنیا بھی خراب کرلی ہے اور عاقبت بھی۔ ذرا سوچو کہ کل خدا کے سامنے کیا جواب دو گے"!

سلیمان ان بزرگ کی اس نصیحت اور ہدایت سے بے حد متاثر ہوا۔ خلیفہ سلیمان نے اپنی زندگی میں جو واحد نیک کام کیا ہے وہ یہ تھا کہ اُس نے اپنے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسے دیندار حکمراں کو اپنا ولیعہد نامزد کر دیا تھا۔ مورخوں کا خیال ہے کہ یہ نیکی بھی اُس نے خود نہیں کی بلکہ رجاء بن حیات جیسے بزرگوں نے آخری وقت میں عاقبت کے انجام سے ڈرا کر حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ولیعہدی پر اُسے آمادہ کیا تھا۔

خلیفہ ہشام بن عبدالملک جب حج کی غرض سے مکہ گیا تو اُس نے مکہ کے نامور عالم حضرت طاؤس یمانی کو طلب کیا حضرت طاؤس جب اُس کے پاس آئے تو شاہی آداب کا لحاظ کئے بغیر "السلام علیکم" کہہ کر بیٹھ گئے اور پوچھا "ہشام تمہارا مزاج کیسا ہے؟"

ہشام خلیفہ وقت تھا۔ اور شاہی آداب کو ہر آنے والے کے لئے ضروری سمجھتا تھا۔ اُسے حضرت طاؤس کی اس روش پر ناگواری محسوس ہوئی اور اُس نے کہا "میرے ساتھ تمہاری یہ عجیب گستاخانہ روش ہے۔ کہ نہ شاہی آداب بجا لائے نہ مجھے امیرالمومنین کہہ کر مجھے خطاب کیا نہ کنیت کے ساتھ میرا نام لیا۔ اور نہ میرے ہاتھ چومے۔۔

حضرت طاؤس یمانی نے جواب دیا کہ "ہاتھ تو میں نے اس لئے نہیں چومے کیونکہ میں نے حضرت علی سے سنا ہے کہ صرف دو کے ہاتھ چومنے جائز ہیں۔ ایک بیوی کا دوسرے بچہ کا۔ امیرالمومنین کا لفظ اس لئے نہیں استعمال کیا کہ تمہیں تمام مسلمان امیرالمومنین تسلیم نہیں کرتے اگر میں ایسا کرتا تو گویا جھوٹ بولتا۔ اور کنیت کی کیفیت یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انبیا اور اولیا کے نام بغیر کنیت کے لئے ہیں مثلاً ابراہیم۔ داؤد سلیمان۔ عیسیٰ۔ موسیٰ۔ اور کافروں کو کنیت کے ساتھ خطاب کیا ہے مثلاً ابولہب"

ہشام آپ کی حق گوئی سے بے حد متاثر ہوا پھر آپ نے ہشام کو نصیحت کی کہ "دنیا کے جھوٹے اقتدار کے بجائے عاقبت کی فکر کرو۔ میں نے حضرت علی سے سنا ہے کہ دوزخ میں بڑے بڑے سانپ اور بچھو ہوں گے جو ان سلاطین کو کاٹیں گے جو مغرور ہیں اور رعایا پر زیادتیاں کرتے ہیں۔ اگر ممکن ہو تو تم ان میں شامل نہ ہوتا" اور یہ کہہ کر اجازت لئے بغیر چلے گئے۔

حق پسندی کے مسلک پر عمل کرنے والے علما میں حضرت امام غزالی اور امام تمیہ کا درجہ نہایت بلند ہے۔ امام غزالی کو جب شاہ سنجر نے اپنے دربار میں بلایا اور حاضری کا حکم دیا تو انھوں نے جواب میں لکھ بھیجا "بادشاہوں کے دربار میں حاضری ہمارے مسلک کے خلاف ہے لہٰذا ہمیں حاضری سے معاف رکھئے"

امام ابن تمیہ کی حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ جب وہ ہلاکو کے دربار میں پہنچے اور اُن کے اعزاز میں بادشاہ نے دسترخوان بچھوا کر کھانے کے لئے کہا تو انہوں نے کھانے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا "ہم اُس کھانے میں کبھی شریک نہیں ہو سکتے جو تم نے نہتی آبادی پر ظلم اور زبردستی کے ذریعہ حاصل کیا ہے۔ ہمارا ایمان ظالموں اور غاصبوں کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتا"

امام صاحب کے ساتھ اس وفد میں اتنی عالم تھے۔ سب ہی اُن کی حق گوئی پر کانپ گئے اور موت اُن کے سامنے نظر آنے لگی اور واقعی ایک جابر حکمراں کے روبرو ایسی سخت بات کہنا دیدہ و دانستہ موت کو دعوت دینا ہے۔ مگر یہ ظالم حکمراں امام صاحب کی اس حق گوئی سے بے حد متاثر ہوا۔ سچ تو یہ ہے کہ اسلام نے جیسے حق گو علماء پیدا کئے ہیں اس کی مثال تاریخ عالم میں مفقود ہے

اسلامی نظام حکومت بے مثال

(باقی مضمون ص۳۲ سے)

یہ بھی ہے اُس نے سماجی لحاظ سے لوگوں کے درمیان مساوات پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ اور معاملات نیز عدل وانصاف کے شعبوں میں اس مساوات کو پوری طرح برقرار رکھا ہے اور اس طرح عملی طور پر اس بات کی ضمانت دی ہے کہ حکومت اسلامی میں ہر شخص امن اور اطمینان کے ماحول میں ترقی اور تعمیر کے راستہ پر آگے بڑھ سکتا ہے۔

دنیائے اسلام کے محسن اعظم

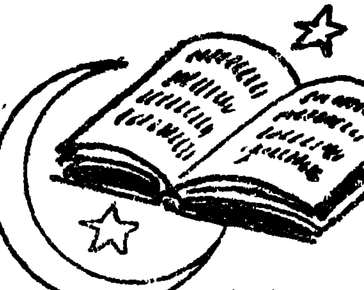
(باقی مضمون ص۳۴ سے)

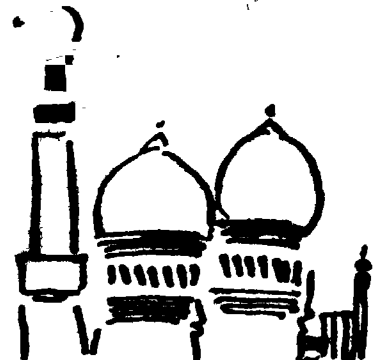
امام ذہلی اور نیشاپور کے اکثر و بیشتر علما آپ کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ اور یہاں تک کشمکش پیدا ہوئی کہ امام موصوف کو قید و بند کی تکالیف بھی برداشت کرنی پڑیں۔ آخر نیشاپور چھوڑ کر امام بخاری کو اپنے وطن بخارا واپس جانا پڑا۔

امام صاحب کے بخارا آنے کے بعد ہی کے مخالفین نے والی بخارا کو آپ کے خلاف بھڑکانے کی غرض سے مختلف مقامات سے خطوط لکھے۔ امام ذہلی جو امام صاحب کے مخالف ہو گئے تھے پیش پیش تھے۔ ان خطوط کی بنا پر والئ بخارا بھی آپ سے بدظن ہو گیا۔ اور آپ کو بخارا سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

اس واقعہ کا علم جب سمرقند والوں کو ہوا تو انھوں نے امام صاحب کو سمرقند آنے کی دعوت دی۔ لیکن جب آپ سمرقند پہنچے تو وہاں بھی مخالفت شروع ہو گئی۔ آخر آپ اپنی ننہیال خرتنگ چلے گئے جو بخارا سے تھوڑے ہی فاصلہ پر تھا۔ اور اس کے بعد سمرقند جاتے ہوئے راستہ ہی میں دفعتاً پیام اجل آ گیا۔ اور اس طرح سنہ ۲۵۲ ہجری میں باسٹھ سال کی عمر میں یہ آفتاب علم غروب ہو گیا۔

اور اپنے پیچھے احادیث نبوی کا ایک ایسا نایاب ذخیرہ حضرت امام بخاری چھوڑ گئے جن کے ذریعہ مسلمانان عالم قیامت تک تجلّی حاصل کرتے رہیں گے۔





رُوحوں کا قبر سے تعلق

انسان کی رُوح کبھی فنا نہیں ہوتی

(از جناب تقی محمد خاں خورجوی)

ذیل کا مقالہ اس لئے نہایت اہم ہے کیونکہ یہ کوئی تخیلی مضمون نہیں ہے بلکہ جناب تقی محمد خاں صاحب کے روحوں کے بارے میں ذاتی مشاہدات ہیں جو پچھلے دنوں کراچی کے ایک جریدہ میں شائع ہوئے تھے۔ اِس مضمون کے مصنف چونکہ ریاست دتیا کے ایک ریٹائرڈ افسر ہیں اس کے علاوہ خود بھی روحانیت پر ریسرچ کرتے رہے ہیں۔ اِس لئے اس مضمون کو اور بھی اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔

مجھے روحوں اور کشف القبور سے ہمیشہ سے گہری دلچسپی رہی ہے کشف القبور قبروں کے حالات معلوم کرنے کے علم کا نام ہے اس بارے میں مختلف قیاس آرائیاں کی جاتی رہی ہیں اور اس بارے میں جو کچھ میں نے معلومات حاصل کی ہیں یا بعض ذاتی مشاہدات سے نتیجہ اخذ کیا ہے وہ روحانیت سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے کافی دلچسپ ہے

مذہب اسلام نے روح کو "امر ربی" قرار دیا ہے ظاہر پرست انسان جو ہر چیز کو حواس خمسہ کی مدد سے معلوم کر سکتا ہے روح کی حقیقت معلوم کرنے سے قاصر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی صلاحیت بخشی ہے کہ وہ چشم باطن سے ہر اُس چیز کا مشاہدہ کر سکتا ہے جس کے دیکھنے سے چشم ظاہر قاصر ہے اور وہ اُن آوازوں کو سُن سکتا ہے جن کو ہمارے کان نہیں سن سکتے لیکن آج کتنے انسان ایسے ہیں جو روحانی ریسرچ کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر چکے ہوں۔

یہ امر واقعہ ہے کہ روحانی قوت مادی قوت سے کہیں زیادہ ہے مگر اِس مضمون میں مجھے روحانی اور مادی قوت پر بحث نہیں کرنی ہے بلکہ حیات بعد الموت اور کشف القبور کے حالات پر ہلکی سی روشنی ڈالنی ہے۔ لیکن یہ بات صرف اُسی حالت میں سمجھ میں آسکتی ہے جبکہ ہم حیات بعد الموت کے عقیدہ کے قائل ہوں۔ اِس عقیدے کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں جو واقعات بھی بیان کروں گا وہ میرے ذاتی مشاہدات ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ جسم فانی ہے اور روح غیر فانی ہے اگر روح کو فانی تصور کر لیا جائے تو عاقبت میں نہ تو جزا اور سزا کی اصلیت باقی رہتی ہے اور نہ مذہب کا وجود باقی رہتا ہے۔ اِس لئے ہر بچے مسلمان کا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ روح غیر فانی ہے۔ اور عاقبت میں جزا اور سزا ضرور ملے گی۔ خود ارواح کے ماہرین کی بھی یہی رائے ہے کہ روح غیر فانی ہے چنانچہ ۱۹۶۱ء میں لندن میں ارواح کی تحقیقات کے لئے "ریسرچ سوسائٹی" قائم ہوئی تھی اور وہ آج بھی موجود ہے۔ یہ لوگ ارواح سے گفتگو کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے ہیں۔ اور اِس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ روح غیر فانی ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ مرنے کے بعد ایک مدت تک ارواح اسی دنیا میں رہتی ہیں۔ اور اپنے محبت کرنے والوں عزیزوں سے ملتی بھی رہتی ہے۔ یہ روحیں ملنے کے مختلف ذرائع اختیار کرتی ہیں۔ مثلاً خواب کی حالت میں یا کسی میڈیم کے ذریعہ اپنے عزیزوں تک پہنچتی رہتی ہیں مگر ایک خاص مدت کے بعد ارواح دنیا چھوڑ کر عالم ارواح میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ اور پھر دنیا سے اُن کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ اسلامی اصطلاح میں اس حالت کو عالم برزخ کہتے ہیں۔

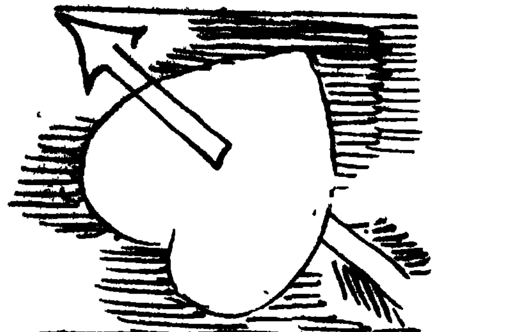
واقعات اور حالات ہیں بتاتے ہیں کہ جو روح جسم سے وابستہ رہ چکی ہے جسم سے جدا ہونے کے بعد بھی اُس کا تعلق ایک مدتِ معینہ تک اُس جسم سے قائم رہتا ہے۔ مثال کے طور پر پہلا تجربہ مجھے یہ ہوا کہ میرے چھوٹے بھائی کے انتقال کو کئی سال گزر گئے تھے برسات کے موسم میں میں نے خواب میں دیکھا اور اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ میری قبر میں پانی ایک سوراخ میں سے آرہا ہے۔ جس کی وجہ سے میں بے چین ہوں۔ چونکہ خوابوں کے ذریعہ سے اکثر صحیح حالات مجھے معلوم ہوتے رہے ہیں اِس لئے میں نے اپنے ایک قریبی عزیز کو وطن خط لکھا۔ انھوں نے قبر کو جاکر دیکھا تو واقعی کافی بڑا سوراخ اُن کی قبر میں تھا جس کے ذریعہ سے اندر پانی جاتا تھا۔ اس کی مرمت کرادی گئی۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب میں ۱۹۲۰ء میں ریاست دتیا میں سپرنٹنڈنٹ پولیس تھا تو میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا اور اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ میری قبر شہر کے قلعہ کی خندق میں واقع ہے۔ جو درختوں اور خودرو جھاڑیوں سے پوشیدہ ہے یہ شکستہ ہوگئی ہے اس کی مرمت کرادی جائے۔ اصلیت یہ تھی کہ مہاراج کے حکم سے شہر پناہ کا ایک حصہ توڑا جارہا تھا۔ اور اُس کے بڑے بڑے پتھر شہر پناہ کی خندق میں گرائے جارہے تھے۔ یہی خواب ایک روز قبل ایک فوجی سوار نے بھی دیکھا تھا۔

میں نے جب اس خواب کا ذکر مہاراج سے کیا تو اُنھوں نے محلہ والوں اور فوجی سپاہیوں کی مدد سے پتھروں کو ہٹواکر اور جھاڑیوں کو صاف کرواکر دیکھا تو نہ معلوم کس زمانہ کی ایک قبر خستہ خندق کے ایک گوشہ میں بنی ہوئی تھی جس کا کچھ حصہ پتھروں کے گرنے سے ٹوٹ گیا تھا۔ مہاراج نے اس کی مرمت کرادی چہار دیواری بنوادی اور صاحب قبر نے مجھے اپنا نام پیر رضا شاہ خواب میں بتلایا تھا چنانچہ ان کے اس نام کا کتبہ مزار پر لگوا دیا۔ یہ نہ معلوم ہوسکا کہ قبر کس زمانہ کی اور کس کی تھی۔

تیسرا واقعہ جو میرے مشاہدہ میں آیا وہ یہ ہے کہ ریاست دتیا میں جو کوٹھی مجھے رہنے کے واسطے دی گئی تھی یہ قبرستان کی زمین پر بنی تھی ایک سند و منصب دیوان ریاست نے قبرستان میں ہل چلواکر قبرستان کو میدان بنادیا تھا۔ اور وہاں کوٹھی تعمیر کرائی تھی۔ چند قبروں کے پختہ بڑے چبوترے اور ان کے تعویذ تڑوا کر اپنے ملازموں کے واسطے چھوڑ دیے تھے۔ اِن ہی مزارات میں ایک پختہ قبر ایک مسلمان خاتون کی بنی تھی۔ جو بے حد متقی اور عبادت گزار مشہور تھی اور لبِ سڑک اُس کا چھوٹا سا سنگ مرمر کا جالی دار مقبرہ بنا ہوا تھا۔ جو سنگ دل دیوان ریاست نے مسمار کراکر پتھروں کا ڈھیر بنا دیا تھا۔ چونکہ ارواح سے رابطہ قائم کرلے اور اُن سے گفتگو کرنے کا مجھے شوق تھا جس سے جداگانہ طریقے ہیں۔ اِس لئے مجھے خواب میں وہ خاتون نظر آئیں اور اپنے مقبرہ کی دوبارہ تعمیر کرانے کی خواہش ظاہر کی اور یہ خواہش میں نے دھولپور کے ایک مسلمان ٹھیکیدار سے پوری کرادی۔

یہ واقعات اِس بات کا بین ثبوت ہیں کہ مرنے کے بعد ارواح کو اپنے جسم کے ذرّات سے تعلق باقی رہتا ہے۔ جو حالات مجھے روحانی تجربات سے معلوم ہوئے ہیں اُن سے میں اِس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ روح جسم سے نکل کر اسی دنیا اور اِسی ماحول میں رہتی ہے۔ اور ایک خاص مدت کے بعد جب اسٹرل باڈی میں رہ کر اُس کی مادی کثافت دور ہوجاتی ہے تو وہ روح عالم لاہوتی میں چلی جاتی ہے۔ اور پھر اِس مادی دنیا سے اُس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ یہ ارواح وہ ہوتی ہیں جن کو ہم اپنی اصطلاح بزرگانِ دین یا اولیائے کرام کہتے ہیں۔ چنانچہ اسپریچولزم کے ذریعہ سے جن ارواح سے گفتگو کی جاسکتی ہے وہ صرف وہ ارواح ہوتی ہیں جو کثافت نفس کی وجہ سے عالم بالا تک نہیں جاسکتیں اور اسی مادی دنیا میں اُن کا دائرہ عمل محدود ہوتا ہے۔ وہ میڈیم کے ذریعہ سے اپنے پیغامات اور خواہشات کو مختلف طریقوں سے اپنے عزیزوں دوستوں اور پیاروں تک پہنچانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اِن میں سے ایک ذریعہ خواب کا بھی ہے۔ میں جو کچھ بیان کررہا ہوں اُن میں زیادہ حصہ میرے ذاتی تجربات کا ہے۔

یورپ میں جو روحانی کلب قائم ہیں وہاں میڈیم کے ذریعہ سے ارواح کو بلاکر میڈیم کے الفاظ میں ارواح سے بات چیت کی جاتی ہے چنانچہ سر آرتھر کانن ڈائل چیرلیوا اور مس میرٹ وغیرہ نیز اسپرچول سائنس والوں کی کتابیں بھی (باقی صفحہ ۴۲ پر)۔



وارداتِ قلب

چشم حقیقت کیلئے باطنی اشارے

(از شوکت علی فہمی)

ذیل کے پرمعنی اور دلگداز شذرات درحقیقت ایک حساس قلب اور بیدار ضمیر کی آوازہیں اِن بامعنی شذرات کا ہر ٹکڑا اپنی جگہ ایک عبرت انگیز مضمون کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن اِن شذرات سے صرف وہی کیف اندوز ہوسکتے ہیں جن کا ضمیر بیدار ہے۔

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قلب ایک ایسے فقیر کو دیکھ کر مضطر ہوگیا جس کے پاس تن ڈھکنے کے لئے کپڑا تک نہ تھا۔ وہ اپنے بدن کو ریت میں چھپائے ہوئے راہ چلتوں سے بھیک مانگ رہا تھا حضرت موسیٰ نے اس بدنصیب فقیر کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگتے ہوئے عرض کی۔

"خداوندا تیرے راز بھی عجیب ہے کہ کسی کو تو نے بے اندازہ دولت دے کر نا لا مال کردیا ہے۔ اور کسی کے پاس نہ تن ڈھکنے کے لئے کپڑا ہے اور نہ پیٹ بھرنے کے لئے روٹی۔ میرے پروردگار میں اِس فقیر بے نوا کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اس کی تکلیف دہ مفلسی کو خوشحالی میں بدل دے" حضرت موسیٰ کے کانوں میں آواز آئی "اے موسیٰ ہم نے تیری دعا قبول کرلی مگر ہم اپنی مصلحتوں کو خود ہی بہتر سمجھتے ہیں"

دو سال کے بعد حضرت موسیٰ اتفاق سے اسی راستہ سے گزرے جہاں اُنھوں نے فقیر کے لئے دعا کی تھی اُنھوں نے دیکھا کہ سرکاری آدمی اُسی شخص کو گرفتار کرکے لئے جارہے تھے۔ جس کی مفلوک الحالی پر ترس کھا کر اُنھوں نے دعا کی تھی۔ آپ نے آگے بڑھ کر اُس کی گرفتاری کا سبب معلوم کیا تو پتہ چلا کہ اِس شخص کو کہیں سے بے اندازہ دولت ہاتھ آگئی تھی اور جب سے اِسے دولت ملی ہے یہ آپے سے باہر ہوگیا ہے مخلوق خدا کے لئے ایک مصیبت بن گیا ہے۔ عیاشی اور بدکاری اِس کا شیوہ بن گیا ہے۔ کل رات اِس نے شراب کے نشہ میں ایک عورت کو قتل کردیا ہے۔ اُسی وقت حضرت موسیٰ کے کانوں میں پھر آواز آئی "اے موسیٰ ہم اپنی مصلحتوں کو خود ہی بہتر سمجھتے ہیں اِس فقیر کے انجام کو دیکھ لو" حضرت موسیٰ فوراً ہی سجدے میں گر پڑے اور کہا "بے شک پروردگار اپنی مصلحتوں کو تو ہی بہتر جانتا ہے۔ اگر میں نے اِس بے مایہ فقیر کے لئے دعا نہ کی ہوتی تو یہ تیری مخلوق کے لئے ہرگز مصیبت نہ بنتا اور نہ اپنی جان سے جاتا"

"دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر" اِس واقعہ میں اہل نظر کے لئے بہت بڑی نصیحت پوشیدہ ہے۔

خلیفہ ہارون الرشید کی محفل رقص

شاہی محل میں محفل رقص و سرود گرم تھی۔ خوبصورت کنیزیں خلیفہ ہارون کے روبرو رقص کررہی تھیں۔ اِس رقص میں خلیفہ کچھ ایسے محو تھے کہ اُنہیں اِس کا بھی علم نہ ہوا کہ اُن کے قریب ہی اُس زمانہ کے نامور بزرگ ابن سماک آن کر کھڑے ہوگئے ہیں

خلیفہ ابن سماک کا بے حد احترام کرتے تھے خلیفہ کی نظر اُن پر پڑی تو تعجب سے پوچھا "آپ اور اِس وقت یہاں" ابن سماک بولے کہ "میں کچھ گزارش کرنے کے لئے آیا ہوں۔ مگر اُس وقت کہوں گا جب آپ یہ وعدہ کریں گے کہ میری گزارش رد نہیں کی جائے گی" خلیفہ نے کہا "فرمایئے آپ جو کہیں گے میں اُسے پورا کرنے کے لئے تیار ہوں"

ابن سماک نے کہا کہ "صرف ایک ساعت کے لئے اپنی آنکھیں بند کر لیجئے اور کانوں میں انگلیاں دے لیجئے" ہارون نے کہا "مگر اس کا مطلب" ابن سماک بولے "یہ نہ بھولیے کہ آپ وعدہ کر چکے ہیں" ہارون الرشید نے مسکراتے ہوئے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور آنکھیں بند کر لیں پھر ایک ساعت کے بعد خلیفہ نے آنکھیں کھولیں اور پوچھا "اِس کا کیا مقصد تھا"

ابن سماک نے کہا "خلیفۃ المسلمین کانوں اور آنکھوں کے بند کرنے کے بعد بھی یہ لذتِ گوش اور کیف نظر جو رقص سرود سے حاصل تھیں باقی رہیں" خلیفہ نے کہا "بھلا یہ کیونکر ممکن ہے" اِس کے بعد ابن سماک نے کہا کہ "اگر خدانخواستہ قوت بینائی جاتی رہے تو آپ اُسے کس قیمت پر لینے کے لئے تیار ہوں گے" ہارون الرشید نے کہا "اِس نعمت کے لئے آدھی سلطنت دے دوں گا" ابن سماک نے پوچھا "اگر قوت سماعت بھی جاتی رہے تو اُسے آپ کس قیمت پر لینے کے لئے آمادہ ہو جائیں گے" کہا "اِس کے لئے باقی سلطنت بھی دے دوں گا"

ابن سماک بولے "آپ اگرچہ ان دونوں نعمتوں کی خاطر پوری سلطنت دینے کے لئے تیار ہیں مگر پھر بھی خدا کی دی ہوئی ان قابل قدر نعمتوں کو بے جا طور پر کام میں لا رہے ہیں۔ خدا سے ڈرئیے کہ کہیں وہ آپ کی اِس ناقدری سے ناراض ہو کر اپنے دئے ہوئے یہ عطیے آپ سے چھین نہ لے"

خلیفہ ہارون الرشید کے دل پر اِس نصیحت کا بے حد اثر ہوا۔ اُس نے اُسی وقت رقص و سرود کی محفل موقوف کر دی اور مدتوں رقص و سرود سے پرہیز کرتا رہا۔ نہیں معلوم اِس دنیا میں کتنے ایسے ناقدرے ہیں جو اپنے پروردگار کے عطیوں کو ناجائز طور پر بیجا صرف کرتے ہیں۔ اُنہیں ہر وقت عذاب الٰہی سے ڈرنا چاہئے۔

گناہ اور معصیت کی دلدل

میں نے دیکھا کہ ایک نیک نفس بزرگ اور عالم باعمل کی نصیحتوں اور ہدایتوں نے ہزاروں گمراہ انسانوں کی زندگیوں کو پلٹ کر رکھ دیا تھا اور بے شمار راہ سے بھٹکے ہوئے لوگ راہ راست پر آگئے تھے لیکن خود اس نیک نفس بزرگ کا گمراہ بیٹا سخت تنبیہ اور ہدایتوں کے باوجود بدستور معصیت کی تاریکی میں بھٹکتا رہا اور اس ایک عالم باعمل کی صحبت اس پر کوئی اثر کر سکی مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ جو انسان بڑے سے بڑے گنہگاروں کی اصلاح کر سکتا ہے وہ خود اپنی اولاد کی اصلاح میں ناکام رہا

جب میں عالم تحیر میں ڈوبا ہوا اس پیچیدہ مسئلہ پر غور کر رہا تھا تو کسی نے کہا کہ "اے ناسمجھ انسان کیا تجھے معلوم نہیں کہ شاداب گلاب کے پھولوں کی خوشبو کے باوجود گلاب کے پیڑ کی پتیوں میں کبھی گلاب کی خوشبو پیدا نہیں ہوا کرتی حالانکہ گلاب کے پھولوں کی یہ خاصیت ہے کہ انہیں جس چیز میں بھی رکھ دیا جاتا ہے تو گلاب کی خوشبو اس میں بس جاتی ہے۔ مگر گلاب کے پیڑ کے پتے محض اسلئے گلاب کی خوشبو حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ ان میں گلاب کی خوشبو قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ اسی طرح پاک نفس انسانو کی صحبت اور نصیحتوں سے بھی وہی لوگ فیض حاصل کر سکتے ہیں جن میں کہ نیکی قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔

رُوحوں کا قبر سے تعلق

(باقی مضمون ۴۰ سے)

میں نے پڑھی ہیں اور انہیں کے طریقوں پر عمل کر کے ارواح سے بات چیت بھی کی ہے بعض واقعات صحیح بھی معلوم ہوتے ہیں لیکن اس ترکیب کو قابل بھروسہ اس وجہ سے خیال نہیں کرتا کہ جو حالات معلوم ہوتے ہیں زیادہ تر اثر اسپرے چولسٹ کے اپنے ذاتی خیالات کا ہوتا ہے جس کو وہ خود بھی محسوس نہیں کر سکتا جو طریقہ اسلام میں کشف کے ذریعہ سے اہل قبور کے حالات معلوم کرنے کا ہے وہ زیادہ قابل اعتبار ہے۔



اُندلس کا شہزادہ
تاریخ اسپین سے متعلق ایک کہانی

(از جناب - ایم کے یوسف)

مسلمانوں کی سلطنت مٹ سکتی ہے۔ لیکن اُن کا اسلامی کردار کبھی نہیں مٹ سکتا ذیل کا افسانہ اُن مسلم فرمانروایانِ اسپین کی ایک ولولہ انگیز داستان ہے جن کو اسپین کی حکومت سے محروم کر دیا گیا تھا۔ یہ افسانہ جہاں فنِ افسانہ نگاری کا ایک نادر نمونہ ہے وہاں اِس افسانہ کے ذریعہ مسلمانوں کے کردار کو بھی بڑی خوبی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے

اندلس کی سرزمین پر ایک افسردہ تاریکی چھا چکی تھی۔ اندھیری رات میں آسمان پر چھوٹے بڑے ستارے مسلمانوں کے عہد رفتہ کی شان و شوکت کو یاد کر کے چشم پر آب تھے بے آب ہو گیا ہو دامن کوہ میں ایک خستہ اور سفر کی تھکان سے نڈھال گھوڑا گھاس کے تنکوں کی تلاش میں گردن جھکائے اِدھر اُدھر پھر رہا تھا۔ پاس ہی پتھریلی زمین پر اُس کا وہ آقا لیٹا ہوا تھا۔ جس کے آباو اجداد صدیوں تک اِس سرزمین پر حکومت کر چکے تھے۔ تو چہرہ افسردہ تھا۔ مگر اب بھی بشرے سے شاہانہ رعب ٹپک رہا تھا۔ پاس ہی تلوار رکھی ہوئی تھی۔

ہوا کا ایک جھونکا آیا اور مصیبت زدہ شہزادہ مسعود تمام کلفتوں سے آزاد ہو کر تھوڑی دیر کے لئے نیند کے آغوش میں سو رہا۔ چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ فگن ہو چکا تھا کہ یک مصیبت زدہ شہزادے کی آنکھ کھل گئی۔ دامن کہسار کی خاموش فضا میں ہلکی ہلکی کچھ آوازیں اُس کے کان میں آ رہی تھیں۔ پاس ہی اُس کا وفادار رفیق اپنی گردن اُٹھائے ایک مخصوص سمت میں دیکھ رہا تھا۔ یہ آوازیں اُدھر ہی سے آ رہی ہیں۔

وہ سوچنے لگا "یہ میری قوت متخیلہ ہے یا حقیقت؟" لیکن یہ آوازیں برابر آ رہی تھیں۔ دھیمی دھیمی اور ایک ہی سمت سے۔ آواز پر کان لگائے ہوئے شہزادے نے آگے بڑھنا شروع کیا۔ جوں جوں وہ بڑھتا جاتا تھا آوازیں قریب تر ہوتی جا رہی تھیں۔ یہاں تک کہ وہ اُس پہاڑ کی کھوہ کے بالکل قریب پہنچ گیا جہاں سے یہ آوازیں آ رہی تھیں۔

ایک بھاری اور گرجدار آواز سنائی دی "مغرور لڑکی ضد چھوڑ دے اب میرے پنجہ سے تیرا بچنا ناممکن ہے"

"ظالم کُتے" ایک مہین اور ترنم میں ڈوبی ہوئی آواز آئی "تجھے ایک مظلوم پر ہاتھ اُٹھاتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ خدا کرے مسلمانوں کی تمام مصیبتیں بلائے ناگہانی بن کر تجھ پر ٹوٹ پڑیں"

"ایک عیسائی سردار کی بیٹی ہونے پر بھی مسلمانوں سے یہ ہمدردی معلوم ہوتا ہے کہ تو مسلمانوں سے مل چکی ہے۔ تیرا انجام بھی اُن ہی کی طرح ہوگا" کسی نے غصہ میں کہا۔ ایک شیریں آواز گونجی "دور ہٹ خبردار جو میرے جسم کو ہاتھ لگایا۔ خداوند میری مدد کر"

پھر وہی مہیب آواز سنائی دی "خدا۔ خدا کو کیا غرض پڑی ہے جو اس غیر آباد وادی میں آئے گا۔ یاد رکھ آسانی سے تیار نہ ہوئی تو یہ خنجر تیرا کام تمام کر دے گا"

یکایک عورت کی ایک چیخ فضا میں بلند ہوئی۔ شہزادہ مسعود اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکا ایک ہی لمحہ میں وہ پہاڑ کی دوسری طرف تھا۔ اُس کی تلوار برق بن کر اُس ظالم پر پڑی۔ جس نے کہ ہوس پرستی کے نشہ میں ایک حسین لڑکی کو زخمی کر دیا تھا۔ پھر

آن کی آن میں ایک فوجی سردار کا بھاری بھرکم جسم خون میں تربتر زمین پر تڑپ رہا تھا

"مظلوموں پر دست درازی کا یہی نتیجہ ہے" شہزادے نے دم توڑتے ہوئے فوجی سردار سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد وہ حسین لڑکی کی جانب بڑھا جس کے جسم سے خون بہہ رہا تھا۔

"یہ کون ہے؟ یہ ڈیوک نارمن کی بیٹی۔ وہ ظالم ڈیوک جس نے مسلمانوں سے غداری کر کے اُن کو تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیا اور وہ صوفیہ جو کبھی مجھے دل و جان سے زیادہ عزیز تھی۔ مگر آج مجھے اُس سے نفرت ہے۔ یہ مسلمانوں کے دشمنوں کی اولاد ہے۔ اِس کا مر جانا ہی بہتر ہے۔" یہ سوچتے ہوئے ایک گہرے خیال میں غرق ہو گیا

پھر وہ سوچنے لگا یہ مگر وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ ایک مظلوم اور مجبور لڑکی ہے۔ ہمدردی اور امداد کی مستحق ہے۔" اُس نے اُس کے زخموں پر پٹی باندھی۔ وہ بدستور بے ہوش تھی۔ پھر اُسے گھوڑے پر ڈالا اور خود گھوڑے کی راس پکڑے ہوئے روانہ ہو گیا۔

صبح کے وقت وہ ایک چھوٹی سی بستی کی سرائے میں تھا۔ صوفیہ کو اب ہوش آنا شروع ہو گیا تھا۔ شہزادہ مسعود اُس کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ صوفیہ نے آنکھیں کھول دیں "کون مسعود! میں کہاں ہوں۔ اور ظالم ولیم؟"

"تم محفوظ ہو۔ گھبراؤ نہیں۔" مسعود نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا "ظالم ولیم اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ اب تم اُس کے پنجہ سے آزاد ہو چکی ہو۔"

"مسعود تم نے محبت کا حق ادا کر دیا۔ ہم اِس سلوک کے مستحق تو نہیں ہیں۔ لیکن پھر بھی تم نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔"

مسعود نے بے رخائی کے ساتھ جواب دیا "یہ احسان نہیں بلکہ ایک فرض ہے۔ اب تم اپنے باپ کی ریاست کے قریب ہو۔ آسانی سے جا سکتی ہو۔"

"کیا ایسی نازک حالت میں تم میرا ساتھ چھوڑ رہے ہو؟" صوفیہ نے حسرت بھری نظروں سے مسعود کو دیکھتے ہوئے کہا "ہم تم بچپن کے ساتھی ہیں۔ سیاسی اور مذہبی اختلافات ہمارے دلوں کو جدا نہیں کر سکتے۔"

"بھول جاؤ صوفیہ اُن پرانی باتوں کو بھول جاؤ" مسعود نے کہا "وہ زمانہ گیا جب ہم وادیٔ گلنار میں عیش کی گھڑیاں گزارتے تھے۔ وہ محض ایک خواب و خیال تھا۔ اب مجھے جانے دو جہاں میرے ہزاروں بھائی جا چکے ہیں۔ مجھے محبت کی فرسودہ اور پرانی زنجیروں میں نہ جکڑو۔ ایک بہادر کی طرح مجھے اپنا فرض ادا کرنے دو۔"

"میں تمہیں ہرگز جانے نہیں دوں گی۔ پاپا جب یہ سنیں گے کہ تم نے میری جان بچائی ہے تو وہ کس قدر خوش ہوں گے۔ اور اب ہمارا وہ دیرینہ خواب بھی پورا ہو جائے گا جس کی تمنا میں ہم آج تک زندہ ہیں۔"

"صوفیہ میرے اور تمہارے درمیان مذہب کے اختلاف کی زبردست خلیج حائل ہے۔" مسعود نے کہا "اور اب جبکہ اس سرزمین سے مسلم اقتدار ختم ہو چکا ہے تو اس چیز کے امکانات بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے ہیں۔ بس میں اتنا کر سکتا ہوں کہ تم کو تمہارے باپ کے محل تک پہنچا دوں۔"

دونوں سرائے سے روانہ ہو گئے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد دو گھوڑے ڈیوک کے محل کے قریب تھے۔ اسپینی سپاہیوں نے مسعود کو پہچان لیا۔ ہر چہار طرف سے سپاہیوں نے اُسے نرغہ میں لے لیا۔ مسعود نے پُر معنی نگاہوں سے صوفیہ کو دیکھا۔ گویا وہ نگاہوں ہی نگاہوں میں کہہ رہا تھا کہ یہ تمہارے لئے میری آخری قربانی ہے اور اس نے تلوار میان سے نکال لی۔ وہ عزت کی موت مرنا چاہتا تھا

صوفیہ درمیان میں آگئی اور اس نے اسپینی سپاہیوں کو للکار کر کہا۔

"بزدلو شرم کا مقام ہے۔ ایک اوباش تمہاری بیٹیوں کو اٹھا لیجاتا ہے اور تم اُس کا کچھ نہیں بنا سکتے۔ لیکن ایک خوددار مسلمان تمہارے ظالمانہ سلوک کے باوجود تمہاری بیٹیوں کی حفاظت کرتا ہے اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اُن کی آبرو کو بچاتا ہے تو تم اُس کی جان لینے کے لئے تُل جاتے ہو۔ خبردار قدم آگے نہ بڑھانا ورنہ ایک ایک کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔"

بوڑھا ڈیوک بھی شور و غل سن کر محل سے نکل آیا۔ وہ اپنی اکلوتی بیٹی صوفیہ کو زندہ اور سلامت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اُس

نے حیرت سے کہا۔

"صوفیہ تم ؟"

"ہاں ہاں آپ کے خاندان کی عزت کو مسعود نے بچایا ہے۔" اُس نے مسعود کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اور آج آپ ہی کے سپاہی اُن کی جان لینے پر تلے ہوئے ہیں۔"

بوڑھے ڈیوک نے غضبناک نظروں سے سپاہیوں کی طرف دیکھا سپاہی پیچھے ہٹ گئے۔ چند منٹ کے بعد بوڑھا ڈیوک، مسعود اور صوفیہ محل میں تھے۔

ڈیوک مسعود کے باپ شہنشاہ ابوالحسن کے پرانے نیازمندوں میں سے تھا۔ کبھی زمانہ میں وہ شہنشاہ کی ایک نظر التفات کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتا تھا۔ لیکن اب وہ مسلمانوں کا شدید دشمن تھا آج اُس کا ضمیر اُس پر ملامت کر رہا تھا۔ شہنشاہ کے احسانات ایک ایک کر کے اُسے یاد آ رہے تھے اور مسعود کے تازہ احسان نے اُس کی سوئی ہوئی غیرت کو جگا دیا تھا۔ وہ بے تابانہ مسعود کی جانب بڑھا اور مسعود کو آغوش میں لیتے ہوئے بولا۔

"مسعود میرے بیٹے تم نے میری بچی کی جان اور آبرو کو بچا کر اتنا بڑا احسان کیا ہے جسے میں مرتے دم تک فراموش نہیں کر سکتا کاش میں اِس احسان کی تلافی کر سکتا۔"

مسعود کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"صوفیہ اور میں بچپن میں ساتھ کھیلے تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ اُسے مجھ سے محبت ہے۔ اور میں اُس سے محبت کرتا رہا ہوں۔ جو کچھ میں نے کیا۔ اپنا فرض سمجھ کر کیا۔ نہ یہ احسان ہے اور نہ اُس کی تلافی کی ضرورت ہے۔"

بوڑھا مجنونانہ انداز میں صوفیہ کی جانب بڑھا اُس نے بیٹی کا ہاتھ پکڑ کر مسعود کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا "تم نے اِس کی آبرو اور جان بچائی ہے۔ اب یہ تمہاری ہے۔"

صوفیہ کا چہرہ فرطِ مسرت سے چمکنے لگا۔ اُس کی دیرینہ تمنا پوری ہو گئی۔ اُسے مسعود سے بے اندازہ محبت تھی مگر مسعود ساکت و ساکت کھڑا رہا بالکل اِس طرح جیسے پتھر کی کوئی مورت ہو اُسے بھی صوفیہ سے محبت تھی۔ اُس کی دیرینہ تمنا آج پوری ہو رہی تھی یہ اُس کی زندگی کے انتہائی مسرت کا وقت تھا۔ مگر اُس کے دل کی دنیا بدل چکی تھی۔ اُسے صوفیہ یا دنیا کی کسی چیز سے لگاؤ باقی نہیں رہا تھا۔ کچھ خاموش آوازیں اُس کے کانوں میں آ رہی تھیں جو اُسے میدان جنگ کی طرف بلا رہی تھیں۔

صوفیہ اُسے حیرت سے تک رہی تھی۔ اُس نے مسعود کے طویل سکوت کو توڑنے کی غرض سے کہا: "مسعود تم خاموش کیوں ہو؟"

مسعود معنی خیز نگاہوں سے صوفیہ کو دیکھتے ہوئے بولا "صوفیہ مجھے جانے دو۔ فرض مجھے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔"

پھر وہ ڈیوک کی طرف شکر گزارانہ انداز میں دیکھتے ہوئے بولا "آپ کے اس مشفقانہ سلوک کو میں تا زندگی یاد رکھوں گا۔ ایسے نازک وقت میں جبکہ اِس سرزمین کا بچہ بچہ مسلمانوں کے خون کا پیاسا ہے آپ نے صوفیہ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر اپنے لئے بہت بڑا خطرہ مول لے لیا ہے۔ آپ اپنا فرض انجام دے چکے اور اب آپ مجھے اپنا فرض انجام دینے دیجئے۔ میری غیرت اس بات کی متقاضی نہیں کہ جب میرے ہم وطن اور ہم مذہب میدان جنگ میں کٹ رہے ہوں تو میں آپ کے محل میں رہ کر صوفیہ کے ساتھ عیش کی زندگی گزاروں۔" یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں ہو گیا۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے ڈیوک اور صوفیہ سے رخصت ہو گیا۔

صوفیہ حیران تھی اور ڈیوک گردن جھکائے ہوئے سوچ رہا تھا کہ جس قوم میں مسعود جیسے ایثار پیشہ نوجوان ہوں وہ قوم کبھی فنا نہیں ہو سکتی۔ اُدھر مسعود اپنے تیز رفتار گھوڑے پر سوار میدان جنگ کی طرف چلا جا رہا تھا۔ قوم اور وطن پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے، وطن کی مقدس سرزمین کو اپنے خون سے لالہ زار بنانے کے لئے زندہ باد۔ اے مجاہد اسلام زندہ باد

کیا آپ نے اپنا فرض انجام دے دیا

دین دنیا جیسے بیباک حق گو اور اسلامی مشن کو آگے بڑھانے والے جریدہ کے لئے آپ کا فرض ہے کہ آپ اس کے حلقۂ اشاعت بڑھانے کے لئے جدید خریدار فراہم کریں۔



عورتوں کے لیے

وہ کہیں دھوکہ تو نہیں دینگے

ایک لڑکی اپنے مستقبل کے بارے میں فکرمند

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

زبیدہ بہن کا یہ مضمون اس اعتبار سے بے حد مفید ہے کیونکہ انھوں نے اِس مضمون میں ایک غیر شادی شدہ لڑکی کے خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لڑکیوں کو ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانے کے چند گر بتائے ہیں۔

یوں تو میرے پاس عورتوں اور لڑکیوں کے خطوط آتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن حال ہی میں مجھے ایک آزاد خیال لڑکی کا ایک ایسا خط ملا ہے جس میں کہ اس نے اپنے ہونے والے شوہر کے بارے میں میری رائے طلب کی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اِس خط کا اہم حصہ اپنی بہنوں کے سامنے پیش کردوں۔ یہ لڑکی لکھتی ہے

"میری شادی جن سے ہورہی ہے۔ میں اُنہیں بہت پسند کرتی ہوں اور وہ مجھ سے برابر محبت کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ اِن سے میری منگنی بھی ہوچکی ہے۔ مگر ایک معاملہ میں مجھ میں اور اُن میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہ بہت اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے علاوہ دماغی اعتبار سے بھی بہت اونچے ہیں جبکہ میں اُن کے مقابلہ میں معمولی دماغ کی ایک نیم تعلیم یافتہ لڑکی ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اس وقت تو وہ میری گوری چٹی صورت اور جوانی سے متاثر ہوکر محبت کرنے لگے ہوں مگر آگے چل کر کہیں ایسا نہ ہو کہ انہیں یہ احساس ستانے لگے کہ اُن کی شریک حیات علمی اور دماغی اعتبار سے اُن کے لائق نہیں ہے۔ کیا آپ کے خیال میں کبھی ایسا وقت تو نہیں آسکتا کہ اس انمل اور بے جوڑ شادی سے وہ اُکتا جائیں۔ میں اس لئے اور بھی ڈر رہی ہوں کیوں کہ آپ ہمیشہ محبت کی شادیوں کا انجام خراب بتاتی رہی ہیں۔ میں آپ کے خیالات اور رائے کی بڑی قدر کرتی ہوں مہربانی فرما کر مجھے بتائیے کہ شادی کے بعد میری اُن کے ساتھ نبھ سکے گی یا نہیں۔ ابھی موقعہ ہے کہ اگر میں انکار کردوں تو میرے والدین اس شادی پر ہرگز زور نہیں ڈالیں گے"

اِس میں شبہ نہیں کہ میں نے ہمیشہ ہی عشق و محبت کی شادیوں کی مخالفت کی ہے اور میرا ذاتی مشاہدہ بھی یہ ہے کہ جو لڑکے اور لڑکیاں محض جذبات کی رو میں بہنے کے بعد عاشقانہ محبت میں مبتلا ہوکر شادیاں کر بیٹھتے ہیں اُن کی شادیوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ اور اگر یہ لڑکی بھی محض نوجوان کی شکل و صورت پر ریجھ کر اُس سے شادی کے لئے آمادہ ہوئی ہوتی تو اندیشہ تھا کہ آئندہ چل کر ان دونوں میں ناگواری پیدا ہوجائے گی مگر اس معاملہ میں تو کوئی ایسی بات نہیں ہے کیونکہ اس خط کا وہ دوسرا حصہ جو میں نے اِس مضمون میں درج نہیں کیا ہے۔ اُس سے پتہ چلتا ہے کہ لڑکا اتنا خوبصورت نہیں ہے کہ کوئی لڑکی اُس کی شکل و صورت پر ریجھ جائے اور اس لڑکی پر جبکہ اس نوجوان کی شکل و صورت کا نہیں بلکہ اُس کی علمیت، قابلیت اور اچھے کردار کا اثر ہے تو ان دونوں کی شادی میں مجھے قباحت نظر نہیں آتی۔

اب رہا اس لڑکی کا یہ خوف کہ چونکہ وہ علمی استعداد میں اور دماغی صلاحیت میں اپنے منگیتر کی ہم پلہ نہیں ہے۔ اس لیے اُس کا منگیتر شادی کے بعد اُس سے کہیں دل برداشتہ نہ ہوجائے۔ تو میں اس لڑکی کو بتانا چاہتی ہوں کہ ایک مرد اپنی بیوی کی علمی استعداد سے زیادہ اُن خصوصیات کا متلاشی رہا کرتا ہے جن سے

کہ اُس کی ازدواجی زندگی خوشگوار بن سکے اور وہ خصوصیات یہ ہیں

(۱) بیوی خوش مزاج اور شیریں کلام ہو اور اُس میں قوت برداشت زیادہ سے زیادہ ہو تاکہ وہ کسی معاملہ میں بھی بدمزگی اور تلخی پیدا نہ ہونے دے

(۲) بیوی شوہر کی طبیعت اور مزاج کو پہچاننے کی پوری صلاحیت رکھتی ہو۔ اور وہ اپنے آپ کو شوہر کے مزاج کے مطابق ڈھال سکے

(۳) بیوی میں سلیقہ مندی کا جوہر زیادہ سے زیادہ ہو تاکہ وہ کم سے کم آمدنی میں بھی اپنے گھر کو اچھا خاصہ آراستہ کرکے بنا سکے۔

(۴) بیوی میں جا اور بیجا شوہر پر نکتہ چینی کی بری عادت نہ ہو اور وہ اس قدر متحمل مزاج ہو کہ شوہر کی غلطیوں اور خامیوں کو بھی نظر انداز کر سکے۔ اور کسی صورت میں بھی تنازعہ جنگی نہ پیدا ہونے دے

(۵) بیوی میں یہ صلاحیت بھی ہونی چاہئے کہ وہ شوہر کے علاوہ شوہر کے ماں باپ بہن بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں کو بھی اپنا گرویدہ بنا سکے

جس لڑکی میں یہ خصوصیات اور خوبیاں ہوں گی وہ کم تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود بھی اُن تعلیم یافتہ لڑکیوں سے بدرجہا بہتر ثابت ہو سکتی ہے۔ جو اپنی تنک مزاجی۔ نکتہ چینی اور اظہار قابلیت کے زعم میں اپنے گھروں کو اچھا خاصہ ہنگاموں کا مرکز بنا لیتی ہیں۔ بلکہ میرا تجربہ تو یہ ہے کہ کم تعلیم یافتہ لڑکیوں میں چونکہ تعلیم کا زعم نہیں ہوتا اور وہ شوہروں پر جا اور بیجا نکتہ چینی نہیں کیا کرتیں اس لئے وہ تعلیم یافتہ لڑکیوں کے مقابلہ میں اچھی بیویاں ثابت ہوتی ہیں۔

اپنے خط میں اس لڑکی نے یہ بھی بتایا ہے کہ جس نوجوان سے اُس کا رشتہ ہوا ہے وہ اعلیٰ قابلیت رکھنے کے علاوہ نہایت اچھے کیرکٹر کا نوجوان ہے۔ کیونکہ اُس نے اپنی محبت کے اظہار میں بھی کوئی عامیانہ انداز اختیار نہیں کیا ایسی حالت میں مجھے امید ہے کہ انشاءاللہ ان کی شادی خوشگوار ثابت ہوگی۔

افسانہ

محبت کے نقوش

بے چین قلب کی ایک کہانی

(پروفیسر سید احسان۔ ایم۔ اے)



وہ اپنے کمرے میں بیٹھا کسی کتاب کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ سامنے میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی آواز اُس کی سماعت سے ٹکرائی اُس نے بہت ہی نرم آواز میں کہا "ہلو!"

دوسری طرف بولنے والی کوئی عورت تھی۔ اُس نے کہا۔ "میں سہیل صاحب سے بات کرنا چاہتی ہوں"

"میں سہیل بول رہا ہوں۔ فرمائیے!"

ایک لمحے کے وقفے کے بعد آواز آئی "آپ مجھے نہیں جانتے مجھے آپ کے ناول "انجام محبت" کے بارے میں کچھ اعتراض ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ میرا حق ہے۔ کیوں کہ میں آپ کی تحریروں کی قدر کرتی ہوں"

سہیل نے اپنی یادداشت پر زور دیا کہ اُس نے یہ آواز پہلے کب اور کہاں سُنی تھی۔ لیکن اُسے کچھ یاد نہ آیا۔ اُس نے یہ آواز پہلے کب اور کہاں سُنی تھی لیکن اُسے کچھ یاد نہ آیا۔ اُس نے بہت ہی شائستگی سے نرم آواز میں کہا۔ "مجھے خوشی ہوگی کہ کسی نے میری تحریر کو اتنے غور سے پڑھا کہ اس پر تنقید کر سکے۔ فرمایئے"

اُس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "آپ کے اس ناول میں آپ کا ہیرو ایک جگہ اپنے دوست سے کہتا ہے "تم اُس کی محبت سے چھٹکارا پانے کی بالکل کوشش نہ کرو کیونکہ اس طرح محبت کی جڑیں اور مستحکم ہو جائیں گی۔ وقت سے زیادہ کوئی اور اس سلسلہ کو ختم کرنے کی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ وقت گزرنے دو تم دونوں چاہے جتنا قریب ہو چاہے جدا ہو جاؤ ہر حالت میں وقت اس محبت کو ختم کر دے گا"

سہیل نے مسکراتے ہوئے کہا "بہت عجیب بات ہے آپ کو تو ساری عبارت زبانی یاد ہے۔ آخر اس میں ایسی کیا چیز ہے!"

"کیا آپ اسے حقیقت سمجھتے ہیں؟" عورت کا سوال تھا۔

"جی ہاں! اس میں کیا شک ہے" سہیل نے جواب دیا۔

چند لمحوں کے وقفے کے بعد آواز نے کہا "میرا تجربہ ہے کہ صرف وقت ہی محبت کو ختم نہیں کر سکتا"

"ہو سکتا ہے" سہیل نے کہا "ضروری نہیں ہے کہ ہر بات ہر آدمی پر صادق آئے۔ لیکن آپ اپنا نام تو بتایئے"

"بس ایک سوال اور" عورت نے کہا۔

"پوچھئے" سہیل نے کہا۔

"آپ کے اندازے کے مطابق عام طور پر محبت کتنے عرصہ بعد اپنی موت آپ مر جاتی ہے؟"

سہیل نے کہا "اس سلسلہ میں وقت کا تعین کرنا بہت مشکل کام ہے" "اس کا انحصار لوگوں پر ہے اُن کے حالات پر ہے"

چند لمحوں کے وقفہ کے بعد وہ بولی "کیا آپ اب بھی میرا نام معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

"یقیناً"

"لیکن ہو سکتا ہے کہ آپ میرا نام سن کر خوش نہ ہوں"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں۔ آپ اپنا نام ضرور بتایئے"

سہیل نے محسوس کیا جیسے وہ رو رہی ہو۔ دبی دبی آواز میں ہچکیاں لے رہی ہو۔ اب وہ اِس عورت کو پہچان گیا تھا اُس نے بے چینی سے کہا "شہناز! تم رو کیوں رہی۔ میرا مقصد تمہیں تکلیف پہنچانا نہ تھا۔ میں معافی چاہتا ہوں"

اُس نے اپنی ہچکیوں کو روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا—

یہ غلطی آپ کی نہیں غلطی میری ہے۔ کہ میں اتنی دیر تک آپ سے باتیں کرتی رہی۔ صرف یہ سوچ کر کہ شاید میری آواز اس طویل عرصہ میں بدل گئی ہو۔ لیکن یہ صرف ایک واہمہ تھا۔ جو کچھ ہوا اسے بھول جائیے!"

"نہیں نہیں! میری بھی تو سنو۔ میں تو اسی لمحہ کا کب سے انتظار کر رہا تھا۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ پلیز! مجھے مایوس نہ کرنا!"

"لیکن کیوں؟"

"یہ سب باتیں میں ٹیلی فون پر نہیں کہہ سکتا۔ کل شام چھ بجے اسکائی لارک ہوٹل آجاؤ۔ میں تمہیں دروازہ ہی پر مل جاؤں گا۔ پھر ہم اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

"ٹھیک ہے" اس نے کہا۔

سہیل نے شہناز کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا "میں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں کر پا رہا ہوں۔ آج ہم دس سال بعد مل رہے ہیں۔ لیکن تم میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔"

شہناز نے کوئی جواب نہیں دیا صرف مسکرا کر رہ گئی۔

دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ہوٹل میں داخل ہوئے اور ایک الگ گوشے میں جا کر بیٹھ گئے۔

بہت دیر تک دونوں ایک دوسرے کو تکتے رہے۔ آخر سہیل نے خاموشی توڑی اور کہا "میں تو سمجھ رہا تھا تم نہ آؤ گی"

"میں نہ آتی لیکن مجھے ڈر تھا کہ...."

"تمہاری ڈرنے کی عادت ابھی تک نہ گئی" سہیل نے اس پر طنز کیا۔ شہناز ایک دم خاموش ہو گئی۔ اور اس نے شرم سے گردن جھکالی، جیسے وہ سہیل سے نظریں ملانا نہ چاہتی ہو۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ وہی دس سال پہلے کا سہیل ہے۔ ایک غریب لیکن بلند حوصلہ نوجوان!

جب وہ کالج میں پڑھتا تھا۔ اس کے پاس صرف ایک ہی کوٹ ہوا کرتا تھا۔ وہ بھی اتنا ڈھیلا ڈھالا کہ ہر دیکھنے والا یہ

سمجھ سکتا تھا کہ وہ اُس کا اپنا نہیں ہے۔ کتنا عجیب معلوم ہوتا تھا وہ اُس کوٹ کو پہن کر اُس کے ڈھیلے ڈھالے جسم پر وہ کوٹ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کھونٹی پر لٹکا ہو لیکن جب بھی وہ کسی موضوع پر گفتگو کرتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ علم و معلومات کا دریا بہہ رہا ہو۔ اس کا انداز کتنا دلکش ہوتا تھا اور اُس کی آواز میں کتنا اعتماد! اُس نے سہیل کو صرف ایک بار روتے دیکھا تھا۔ وہ کتنا بلک بلک کر رو دیا تھا۔

ایم اے کرنے کے بعد اُس نے شہناز کے والد سے شادی کی بات چیت کی۔ اگرچہ ان دونوں کے تعلقات کا علم تھا اور انہیں معلوم تھا کہ شہناز کو سہیل سے کس قدر لگاؤ ہے لیکن انھوں نے اُس کی غربت کی وجہ سے شہناز کے ساتھ اُس کی شادی کرنے سے انکار کر دیا لیکن شاید اُسے اِس انکار سے اتنا صدمہ نہیں پہونچا تھا جتنا کہ اُسے شہناز کی خاموشی نے پہنچایا تھا۔

شہناز ڈر گئی تھی!! آخر کیوں؟ اُس نے آگے بڑھ کر اُسکی حمایت کیوں نہیں کی۔ اپنے والد کے فیصلہ سے بغاوت کیوں نہیں کی؟ وہ روتا ہوا سر جھکائے گھر سے نکل آیا تھا۔ اس کے بعد دونوں نے ملنے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن شہناز اس کے بارے میں معلومات رکھتی تھی۔ اُس کی ہر کہانی اور ہر ناول پڑھتی تھی اور اکثر تو بار بار اور یہ سب باتیں اُس وقت شہناز کو یاد آ رہی تھیں اور وہ خاموش تھی۔

خاموشی بہت طویل ہو گئی تھی سہیل نے ہاتھ بڑھا کر اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ اور شہناز اپنے خواب سے جاگ گئی۔ اُس نے آہستہ سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا "میں نے ایک رسالہ میں تمہارے ساتھ تمہاری بیوی اور بچے کی تصویر دیکھی تھی تمہاری بیوی بہت خوبصورت ہے!"

"شکریہ!" سہیل نے کہا "تم نے اپنے بارے میں کچھ نہ بتایا"

شہناز نے اپنا چہرہ اوپر اٹھایا اور اُس پر ایک غم زدہ نظر ڈال کر آہستہ سے بولی "تمہارے جانے کے کچھ ماہ بعد میرے والد نے میری شادی میرے کلاس فیلو شریف کے ساتھ کر دی تھی۔ ایک دن وہ اپنی چمکتی ہوئی بیوک میں بیٹھ کر آیا اور میرے والد

ملنے نہیں جا کر تھے اس کے ساتھ کر دیا۔ شریف بہت خوش تھا کیونکہ زندگی میں پہلے مقابلے میں یہ اُس کی پہلی کامیابی تھی اگر اس نے جلا دیا۔"

سہیل نے کہا "میں عاشقی کی ساری ناکامیوں کو بھول جانا چاہتا ہوں میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں آج بھی تمہیں اتنا ہی چاہتا ہوں جتنا چاہتا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم بار بار ملیں! ہم روز ملیں!"

شہناز نے غور سے دیکھا "اپنے بچوں اور بیوی سے الگ اپنے لئے پڑھنے کے لیے ایک کمرہ رکھا ہے۔ ہم ساری دنیا کی نظروں سے دور اس کمرے کو اپنی ملاقات کا مرکز بنا سکتے ہیں۔ جہاں ہمیں دیکھنے والا ہمیں پریشان کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔"

سہیل نے اپنا کارڈ نکال کر شہناز کو دیا۔ جس پر اس نے ایک سرسری نظر ڈال کر اپنے بیگ میں رکھ لیا۔ "اچھا تو اب میں چلوں۔ بہت دیر ہو گئی ہے۔" شہناز نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ابھی بھی کیا جلدی ہے؟" سہیل نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا "اب تو ہم ملتے ہی رہیں گے۔ تمہارے پرسکون کمرے میں" شہناز بولی

ہوٹل سے باہر آ کر شہناز نے ایک ٹیکسی روکی اور دروازہ کھول کر اس میں بیٹھ گئی۔ سہیل کو الوداعی سلام کر کے اس نے ٹیکسی کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ اس نے اپنا بیگ کھول کر سہیل کا دیا ہوا کارڈ نکالا اور پرزے پرزے کر کے پھینک دی۔

سہیل پیدل ہی گھر کی طرف چل پڑا۔ اُسے بہت کم یقین تھا کہ شہناز پرانی محبت کو زندہ کرے گی۔ لیکن پھر بھی اسے ایک موہوم امید تھی۔ کیونکہ اس نے اس کا دیا ہوا کارڈ اس کے سامنے ہی اپنے بیگ میں رکھ لیا تھا شاید کسی دن کسی وقت وہ اُس کے ہاں آ ہی جائے! وہ ابھی تک اُس کا انتظار کر رہا ہے۔ محبت کے نقوش بھی کتنے گہرے ہوتے ہیں۔

نہایت دلکش افسانوں

سنسنی خیز واقعات۔ قلب میں اتر جانے والی منظومات کا مجموعہ

باتصویر اور نظر فریب ماہنامہ

شادمان

زیرِ ادارت ۔ آصف فہمی

۲۰ر اپریل کو پہلا شمارہ مارکیٹ میں آرہا ہے

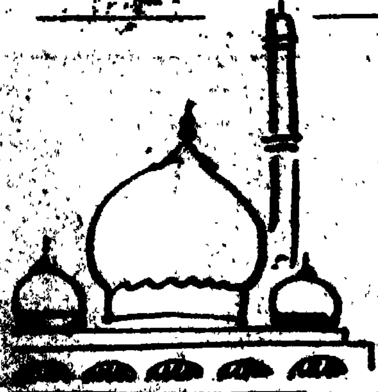
یہ اردو زبان میں ایک ایسا جریدہ ہے جو آپ ہی اپنی مثال ہے۔ ٹائیٹل ہفت رنگ نہایت خوشنما۔ آفسٹ کی دیدہ زیب طباعت۔ دلکش افسانوں، سنسنی خیز واقعات اور قلب میں اتر جانے والی منظومات سے آراستہ۔ اول سے لیکر آخیر تک نقوش سیاسی اور غیر سیاسی اور فلمی تصاویر سے مزین۔ ایک ایک سطر میں دلکشی اور ادبی چاشنی۔



اپنے ایجنٹ کے پاس پرچہ محفوظ کرالیجے

کیونکہ اگر آپ محفوظ نہیں کرائیں گے تو آپ کو یہ پہلا ہی شمارہ کسی قیمت پر نہیں مل سکے گا۔ دین دنیا کے تمام ایجنٹوں سے آپ خرید سکتے ہیں۔ دوسرے تمام ایجنٹ بھی اسے فروخت کرتے ہیں۔ ہندوستان کے علاوہ سعودی عرب۔ ابوظہبی، دوبئی قطر، شارجہ، کویت، لبنان، لیبیا میں بھی ایجنسیاں قائم کی جارہی ہیں۔ دنیا میں جہاں جہاں اردو پڑھنے والے ہیں وہاں یہ دستیاب ہو سکے گا۔ انگلستان اور امریکہ میں بھی ایجنسیاں قائم کی جارہی ہیں۔ ہندوستان کے لئے سالانہ قیمت ۱۲۸ روپیہ

ماہنامہ شادمان۔ دین دنیا ہاؤس دہلی



دنیائے اسلام پر ایک نظر

عربوں کا اسلحہ ساز کارخانہ

سادات کا فلسطینیوں کو فریب - افغانستان میں سات ملکوں کی فوج

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

عربوں کا اسلحہ ساز کارخانہ

عرب کاز سے ہمدردی رکھنے والے حلقوں میں یہ اطلاع مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ کویت میں ایک عظیم الشان اسلحہ ساز کارخانہ کے قیام کا منصوبہ تقریباً پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ خلیج کے عرب ممالک آٹھ ارب ڈالر کی لاگت سے اس کارخانہ کو قائم کرنا چاہتے ہیں۔

کویت کے اخبار کی اطلاع کے مطابق مجوزہ اسلحہ ساز کارخانے میں۔ فرانسیسی میراج طیارے۔ بمبار جیٹ تیارے اور مشہور کروزنیل میزائیل تیار کئے جائیں گے۔ جنکی زمانہ حاضرہ کی جنگ میں شدید ضرورت ہے۔ نیز عبارکی ٹینک اور آرمرڈ کاریں بھی اس کارخانہ میں تیار کی جائیں گی۔ تاکہ اسلحہ کے معاملہ میں عرب ممالک غیر ممالک پر کم سے کم انحصار کر سکیں۔

یہ بات یاد رہے کہ یہ کارخانہ اس سے قبل قاہرہ میں قائم ہونے والا تھا۔ لیکن مصر کے ساتھ اسرائیل کے سمجھوتہ کے بعد یہ اسکیم ختم ہو گئی اور اب یہ طے کیا گیا ہے کہ یہ اسلحہ ساز کارخانہ کویت میں قائم کیا جائے۔ ہمکو خوشی ہے کہ آخر عربوں کو اس ضرورت کا احساس تو ہوا۔ جسکی بنیاد ۱۹۶۷ء میں عربوں کی شکست کے بعد رکھ دینی چاہئے تھی۔ اور اس جودہ پندرہ سال میں تو کئی کارخانے قائم ہو جانے چاہئے تھے لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرب قوم کو اسلام کی حفاظت کے لئے جو بے پناہ دولت عرب ممالک کو دی ہے وہ جائز طریقہ پر صرف نہیں ہو رہی اگر شروع ہی سے اس دولت کو اسلحہ سازی اور اسلام کی دفاع پر صرف کیا جاتا۔ تو آج امریکہ۔ روس۔ اور دوسرے اسلحہ ساز ممالک کی ٹکر کے متعدد کارخانے عرب ممالک میں اسلحہ تیار کر رہے ہوتے

بہرحال ہمیں خوشی ہے کہ اگرچہ بہت دیر سے عربوں نے یہ قدم اٹھایا ہے مگر یہ ایک صحیح قدم ہے۔ جو نہ صرف عرب ممالک کے تحفظ کے لئے بلکہ پوری دنیائے اسلام کے استحکام کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ ہماری دعا ہے کہ عرب ممالک کو اس نیک مقصد میں کامیابی ہو اور جلد وہ وقت آ جائے کہ عرب ممالک اسلحے کے معاملہ میں غیروں کے محتاج نہ رہیں۔

سادات کا فلسطینیوں کو فریب

صدر سادات کیمپ ڈیوڈ کے معاہدہ کے بعد پوری دنیائے عرب سے کٹ کر امریکہ اور اسرائیل کے ملاقیوں گوشوں میں شامل ہو گئے ہیں۔ اور جس روز سے انھوں نے کیمپ ڈیوڈ کے معاہدہ پر دستخط کئے ہیں برابر اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ شام۔ اردن اور دوسرے عرب ممالک بھی اس معاہدہ میں شامل ہونے کے بعد امریکہ اور اسرائیل کا دم چھلا بن جائیں۔

تازہ اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ اب صدر سادات نے فلسطینیوں پر بھی ڈورے ڈالنے شروع کر دئے ہیں اور یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ فلسطینیوں کو چاہئے کہ وہ قاہرہ میں آ کر اپنی آزاد حکومت قائم کر لیں۔ چنانچہ انھوں نے حال ہی میں فلسطینیوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنی ایک آزاد حکومت فلسطین کے باہر قائم کر لیں تاکہ ان کی اسرائیل سے دشمنی ختم ہو سکے اور

دونوں ایک دوسرے کی حقیقت کا اعتراف کریں۔ انھوں نے ۱۷ فروری کو ایک پریس کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ تمام فلسطینی تنظیموں کو متحد ہو جانا چاہئے۔ اور فلسطینی تنظیم اگر عارضی حکومت بنائے تو مصر اسے فوراً تسلیم کرے گا۔ اگر فلسطینی چاہیں تو یہ حکومت قاہرہ میں قائم کی جا سکتی ہے۔ اور یاسر عرفات اس عارضی حکومت کے صدر بن سکتے ہیں۔

اصل مقصد یہ ہے کہ فلسطینیوں کو گھیر گھار کر امریکہ اور اسرائیل کے چنگل میں دے دیا جائے۔ تاکہ فلسطین کا اہم مسئلہ اپنی موت مر جائے۔ صدر سادات کو اگر فلسطینیوں یا عربوں سے کوئی دلچسپی ہوتی تو وہ تیل کے چند چشموں کی خاطر اور سینائی کے تھوڑے سے علاقہ کے لالچ میں کبھی امریکہ اور اسرائیل کے حاشیہ نشین نہ بنتے۔ لیکن اُن کی حالت یہ ہے کہ اپنے ساتھ دوسرے عربوں کو بھی امریکہ اور اسرائیل کے جال میں پھنسانے کی فکر میں ہیں۔ ذرا غور فرمائیے کہ وہ فلسطینی اس فریب میں کیونکر مبتلا ہو سکتے ہیں جن کے وطن عزیز پر آج اسرائیلی غاصبوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ اور جو فلسطینیوں کے خون کے پیاسے ہیں۔

افغانستان میں سات ملکوں کی فوج

بے دین روسیوں کو اسلام پسند افغان مجاہدین کے مقابلہ کے لئے کیا کچھ کرنا پڑ رہا ہے۔ اس کا اندازہ افغانستان کے باغی لیڈر مسٹر امین وردک کے اس بیان سے ہو سکتا ہے۔ جو حال ہی میں انھوں نے پیرس کے ایک اخبار کو دیا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ "افغانی مجاہدین بڑی دلیری کے ساتھ روس جیسی طاقت کا مقابلہ کر رہے ہیں۔" آپ نے کہا کہ "ہم صرف روس ہی سے جنگ نہیں کر رہے ہیں بلکہ سات [illegible] کمیونسٹ ممالک کے خلاف مصروف جنگ ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ روس کی [illegible] مشرقی جرمنی، ہنگری، بلغاریہ، کیوبا [illegible] ان سات ممالک کی فوجیں جنگی مشینری تعداد [illegible] اُن سے ہمارا مقابلہ ہے۔"

آپ سے باغیوں کے قبضہ میں اسلحہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے بتایا کہ "ہمارے پاس تقریباً چالیس ہزار رائفلیں ہیں اور بعض ایسے اسلحہ بھی ہیں جو ہم نے روسیوں سے چھینے ہیں۔ جن میں کہ خودکار رائفلیں اور مشین گنیں بھی ہیں۔ کارتوسوں کی ہمارے پاس کمی ہے مگر پھر بھی ہم بھرپور مقابلہ کر رہے ہیں۔ اور ہمیں پوری توقع ہے کہ ہم جلد ہی اپنے ملک کو بے دین غاصبوں سے پاک کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

ذہن میں کوئی شبہ نہیں کہ اس وقت افغانی مجاہدین کو اسلحہ اور مالی امداد کی شدید ضرورت ہے۔ مصر دل کھول کر مجاہدین کی امداد کر رہا ہے۔ سعودی عرب نے بھی افغان مجاہدین کے لئے ڈیڑھ کروڑ ڈالر کا عطیہ دیا ہے۔ ادھر امریکہ اور برطانیہ بھی افغان مجاہدین کو اسلحہ دینے پر غور کر رہے ہیں۔

مختصر یہ کہ روس کو اندازہ ہو رہا ہے کہ افغانستان لقمہ تر نہیں ہے جسے آسانی سے ہضم کیا جا سکے۔ دنیا کے تقریباً سبھی مدبرین کی یہ رائے ہے کہ افغانستان روس کے لئے دوسرا ویت نام ثابت ہوگا۔ ادھر کابل سے جو اطلاعات موصول ہو رہی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ببرک کارمل کی حکومت میں پھوٹ پڑ چکی ہے اور کوئی تعجب نہیں کہ کارمل کا بھی وہی حشر ہو۔ جو روس کے ہاتھوں افغانستان کے تین سابق صدروں کا ہو چکا ہے۔

اعلان برائے اونرشپ ماہنامہ "دین دنیا" دہلی

فارم نمبر ۴ — رول نمبر ۸

۱- پرنٹر، پبلشر و ایڈیٹر اور مالک کا نام .... شوکت علی فہمی

۲- قومیت .... ہندوستانی۔

۳- پتہ .... ۹ چھتہ شیخ منگلو، جامع مسجد دہلی۔

۴- مقام اشاعت .... ۹ چھتہ شیخ منگلو، جامع مسجد دہلی

۵- تاریخ اشاعت .... مہینہ میں ایک بار (ماہوار)

میں شوکت علی فہمی اعلان کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیل میرے علم و یقین کے مطابق بالکل درست ہے۔

دستخط

شوکت علی فہمی

پرنٹر، پبلشر و ایڈیٹر

ایرانی ملاؤں کی حکومت لب دم

دنیا کی سب عظیم ممالک کے سربراہ اس بات کے لئے کوشاں ہیں کہ کسی نہ کسی طرح ایران اور عراق کی جنگ ختم ہو جائے۔ لیکن ایرانی ملاؤں کی حالت یہ ہے کہ اگرچہ انہیں عراق کے مقابلہ پر قدم قدم پر بری طرح شکستوں کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے۔ لیکن پھر بھی مصالحت کے لئے تیار نہیں ہیں۔ محض اس ڈر کی بنا پر کہ ان ایرانی ملاؤں کو عراق کے وہ علاقے چھوڑنے ہوں گے جن پر کہ یہ مدت سے غاصبانہ قبضہ کئے بیٹھے تھے۔ اور حالیہ جنگ میں یہ سب علاقے عراق نے ایرانی ملاؤں کے حلق سے نکال لئے ہیں۔

محاذ جنگ سے جو اطلاعات آ رہی ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ عراقی فوجوں نے محاذ کے ان علاقوں کے علاوہ جو اُن کے کنٹرول میں ہیں ایران کے خلاف ایک ناقابل تسخیر دیوار قائم کر لی ہے عام خیال یہ ہے کہ اگر یہ جنگ بدستور جاری رہی تو عراق کا مزید ایرانی علاقوں پر قبضہ ہو جائے گا۔ اور اُس کے بعد کیا ہوگا اس کے بارے میں رائے قائم کرنا قبل از وقت ہے۔

ایران کے لئے دشواری یہ ہے کہ ایک تو وہ مالی اعتبار سے بالکل ٹوٹ چکا ہے۔ دوسرے ایرانی ملاؤں نے اُن تمام سابق فوجی جرنیلوں کو ہلاک کر دیا ہے یا جیل میں ڈال دیا ہے جو سابق حکومت اول کے جرنیل تھے۔ اور موجودہ جرنیل اتنی اہلیت نہیں رکھتے کہ وہ عراق کی تربیت یافتہ فوج کا مقابلہ کر سکیں۔

ایران کی یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ پہلے تو ایرانی ملاؤں نے لائق فوجی جرنیلوں اور مدبرین سے ملک کو محروم کر دیا اور اس کے بعد بے ضرورت عراق سے جھگڑا مول لے لیا ہے۔ اور اب انہیں یہ اندیشہ کھائے جا رہا ہے کہ کہیں جنگ کے ختم ہوتے ہی ملاؤں کی حکومت کا زوال نہ ہو جائے۔ اور اس اندیشہ کے پیش نظر وہ بدستور ملک کے نوجوانوں کو کٹوا رہے ہیں اور ملک کو تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ خدا ملاؤں کو عقل دے اور ایران کو تباہی سے بچانے کی کوئی صورت جلد نکل آئے۔ لیکن ایرانی ملاؤں کے قدم جس طرح بہک رہے ہیں بہت کم امید ہے کہ یہ اسلامی ملک تباہی سے بچ سکیگا

عرب علاقوں میں اسرائیلی بستیاں

عرب مقبوضہ علاقوں میں اسرائیل نے کئی نئی اسرائیلی بستیاں قائم کرنے کا جو لامتناہی سلسلہ جاری کر رکھا ہے اس سے عرب علاقہ میں دن بدن تشویش بڑھتی چلی جا رہی ہے چنانچہ اسلامی کانفرنس کی بیت المقدس کمیٹی نے فلسطینیوں کے حق خود اختیاری کی بحالی اور مقبوضہ عرب علاقوں میں اسرائیلی بستیوں کی تعمیر کے معاملہ پر غور کرنے کے لئے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا ایک ہنگامی اجلاس بلانے کا مطالبہ کیا ہے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی اسرائیل کو اس غلط اقدام سے روک سکے گی جبکہ شروع ہی سے اسرائیل اقوام متحدہ کے فیصلوں کو ردی کی ٹوکری میں ڈالتا رہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انور سادات کی اسرائیل نوازی نے اسرائیلیوں کے حوصلے بڑھا دئے ہیں اور اس کے لئے عربوں کو اقوام متحدہ کا دروازہ کھٹکھٹانے کی بجائے خود ہی کوئی اقدام کرنا ہوگا۔



دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

ہائڈروجن بم سے بھی مہلک ہتھیار

ایٹم بم اور ہائڈروجن بم جیسے تباہ کن ہتھیاروں کے بعد اب برطانیہ نے حال ہی میں ایک ایسی تباہ کن ایجاد کی ہے۔ جس کے ذریعہ کسی ایک ملک ہی کو نہیں بلکہ ساری دنیا کو چند گھنٹوں میں برباد کیا جا سکتا ہے۔

برطانیہ کا یہ تازہ ترین تباہ کن ہتھیار ایک خوفناک جراثیمی پاؤڈر ہے۔ جو حال ہی میں برطانیہ کی مشہور تجربہ گاہ پورٹن میں تیار ہوا ہے۔ برطانیہ کے سائنس دانوں کا دعویٰ ہے کہ یہ خطرناک پاؤڈر اس قدر تیز اور خطرناک ہے کہ یہ ایٹمی ہتھیاروں کو بھی ناکارہ کر دیگا۔

سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ پوری دنیا سے نسل انسانی کا نام و نشان مٹانے کیلئے صرف ۵ اونس پاؤڈر کافی ہے۔ ہوائی جہاز کے ذریعہ اگر لندن شہر پر ایک رتی پاؤڈر گرا دیا جائے تو لندن کی تقریباً پوری آبادی ہلاک ہو جائے گی۔ اس پاؤڈر میں اتنی کی طاقت ہے کہ ایک آؤنس پاؤڈر ۲۸ ارب انسانوں کو چند گھنٹوں میں ختم کر سکتا ہے۔

شوہر سے زیادہ کتوں سے محبت

یورپ کی عورتوں میں یوں تو کتوں سے محبت کا مرض پرانا ہے۔ لیکن اب یہ مرض خطرناک حد تک بڑھ گیا ہے۔ چنانچہ ایک اخبار کے نمائندہ کا بیان ہے کہ فرانس کی تقریباً ہر خوشحال عورت کتے پالتی ہے کتوں پر بے دریغ روپیہ صرف کرتی ہے۔ اور بچوں اور شوہر سے زیادہ کتوں سے محبت کرتی ہیں۔ فرانس کے علاوہ انگلستان اور امریکہ میں بھی یہ شوق جنون کی حد تک پہنچ چکا ہے۔

عدالتوں میں طلاق کے بیشتر مقدمات کی بنیاد بھی یہی سگ پرستی کا شوق ہے۔ چنانچہ لندن کی ایک عدالت میں ایک وکیل مسٹر چارلس نے اپنی بیوی کے خلاف طلاق کی درخواست دیتے ہوئے کہا کہ "میری بیوی مجھ سے اور میرے بچوں سے کہیں زیادہ کتوں سے محبت کرتی ہے اور کتوں پر بے دریغ میری کمائی لٹا رہی ہے!" لندن کے علاوہ نیویارک میں بھی روزانہ کتوں کی بنا پر طلاق کے کئے بے شمار مقدمات دائر کئے جا رہے ہیں۔

برطانیہ کی عورتوں کو شوہر نہیں ملتے

برطانیہ میں ۴۵ لاکھ عورتیں ایسی ہیں جو زمانہ دراز سے شوہروں کی تلاش میں ٹھوکریں کھا رہی ہیں۔ لیکن انہیں آج تک مناسب شوہر نہیں مل سکے ہیں۔ چنانچہ یہ بغیر شوہروں کے زندگی گزار رہی ہیں اس کے علاوہ لاکھوں عورتیں ایسی بھی ہیں جو شوہروں کے ہوتے ہوئے بھی بیوہ بن چکی ہیں چنانچہ حالت یہ ہے کہ بارہ تیرہ سال کی عمر تک کی لڑکیاں بغیر شادی کے ماں بن چکی ہیں۔

انگلستان میں اول تو مردوں کی کمی ہے۔ اور جو مرد موجود بھی ہیں وہ شادی کرنے سے گھبراتے ہیں اور شادی کے مقابلہ میں آزادانہ زندگی گزارنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اس کا یہ نتیجہ ہے کہ لاکھوں عورتیں شوہروں سے محروم ہیں۔

Registered with the Registrar of Newspapers R. N. No. 782/57

THE DIN DUNIA DELHI



ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مستند احادیث کا بے مثال ذخیرہ
صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ
اور احادیث کی تمام مستند کتب کی رُوح

اُردو حدیث

(مفتی شوکت علی فہمی کی جدید ترین مایۂ ناز تالیف)

قرآن پاک کے بعد حدیث ہی وہ مقدس کتاب ہے جس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد قائم ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال نیز ارشادات و احکامات کا وہ قیمتی ذخیرہ ہے جو مسلمانوں کی قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ اس وقت تک کوئی ایسی اُردو مستند حدیث موجود نہیں تھی جو مسلمانوں کو بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دے خدا کا شکر ہے کہ اردو حدیث کی اشاعت کے بعد یہ کمی پوری ہوگئی۔ اس تالیف نے مسلمانوں کو عربی زبان کی بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ اور حدیث کی تمام مستند کتب سے وہ تمام احادیث جمع کر دی گئی ہیں جن کی روزانہ زندگی میں ہر مسلمان کو ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس پاکیزہ تالیف کی بڑی خوبی یہ ہے اس کے بیس ابواب قائم کر کے تمام احادیث کو علیحدہ علیحدہ عنوانات کے ماتحت اس طرح تقسیم کر دیا گیا ہے کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں فوراً نکل آئیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ایک معمولی اردو داں بھی علما کی طرح احادیث سے پورا پورا فائدہ اُٹھا سکے گا یہ اُردو زبان کی وہ نایاب حدیث ہے جسے مفتی شوکت علی فہمی نے سالہا سال کی شب و روز کی محنت کے بعد مرتب کیا ہے۔

"اُردو حدیث" مندرجہ ذیل بیس ابواب پر مشتمل ہے

- ا۔ صاحبِ حدیث رسول اللہ صلعم کی سوانح مبارک
- ب۔ علم الحدیث اور اُس کی مکمل تاریخ
- ۱۔ ایمان اور اسلام کے بارے میں احادیث
- ۲۔ عباداتِ الٰہی روزہ نماز حج زکوٰۃ کے بارے میں احادیث
- ۳۔ ذکرِ الٰہی خوفِ خدا اور دعا سے متعلق احادیث
- ۴۔ پرہیزگاری اور توکل کے بارے میں احادیث
- ۵۔ حکمرانی جہاد اور شرعی سزاؤں سے متعلق احادیث
- ۶۔ اخلاق اور اصلاح کے بارے میں احادیث
- ۷۔ تحمل، نرمی اور فیاضی کے بارے میں احادیث
- ۸۔ حسد، ظلم اور افعالِ ممنوعہ کے بارے میں احادیث
- ۹۔ محبت و اخوت کے بارے میں احادیث
- ۱۰۔ غریبی، قناعت اور انکساری کے بارے میں احادیث
- ۱۱۔ اسلامی تمدن و معاشرت کے بارے میں احادیث
- ۱۲۔ والدین، اعزا اور متعلقین کے بارے میں احادیث
- ۱۳۔ زن و شوہر کے تعلقات اور نکاح و طلاق کے بارے میں احادیث
- ۱۴۔ عورت اور پردے کے بارے میں احادیث
- ۱۵۔ تجارت، معاملات اور نوکری کے بارے میں احادیث
- ۱۶۔ نزع اور حیات بعد الموت کے بارے میں احادیث
- ۱۷۔ انبیاء اور علاماتِ قیامت کے بارے میں احادیث
- ۱۸۔ جنت اور دوزخ کے بارے میں احادیث
- ۱۹۔ رسول اللہ صلعم کے معجزات اور پیشینگوئیوں کے بارے میں احادیث
- ۲۰۔ نہایت مفید اور کارآمد منتخب احادیث

گزشتہ پچاس برس میں حدیث کی ایسی جامع کتاب شائع نہیں ہوئی !

مندرجہ بالا عنوانات کے تحت ڈیڑھ ہزار سے زیادہ احادیث ایسی عمدہ ترتیب کے ساتھ درج کی گئی ہیں کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں ایک منٹ میں آسانی کے ساتھ مل جائیں۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ گزشتہ پچاس برس میں حدیث کی ایسی جامع مستند کتاب اردو میں شائع نہیں ہوئی۔ ہر حدیث کے بعد حدیث کی مستند کتب کا حوالہ موجود ہے۔ زبان ایسی سلیس [illegible] تقریباً پانچ سو صفحات۔ کتابت و طباعت اعلیٰ۔ ٹائٹل کئی رنگ میں چھپا ہوا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی رنگین تصویر [illegible] نہایت خوشنما اور دیدہ زیب۔

پورے بیس ابواب کی مکمل اور مجلد کتاب ۱۲ روپیہ صرف

Rs. 12/00

DIN DUNIA PUBLISHING CO. JAMAMASJID DELHI

Printed at the Pilot Press Chawrhaulan, Delhi-110006.



دین دنیا
دہلی
ایڈیٹر: شوکت علی فہمی
”قتیبہ بن مسلم“
مایۂ ناز فرزند ہے جس نے ۹۴ ہجری میں
سمرقند کے کفرستان میں پہلی مرتبہ نعرۂ توحید
اس مرد مجاہد کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی
کی بدولت پورے
RUPEES
2.00



چند عرب سربراہ ""سینائی"" کے علاقہ میں



ایران کے قاتل چیف جج ""آیت اللہ خلخالی""
ہزاروں کو پھانسی پر لٹکا چکے ہیں



ایران کے اپوزیشن لیڈر ""آیت اللہ شریعت مداری""
علامہ خمینی کے خلاف محاذ قائم کر رکھا ہے



متحدہ امارات عربیہ کے صدر ''شیخ زائد بن سلطان'' ابوظہبی میں نماز کے بعد نمازیوں سے گفتگو کر رہے ہیں



صدر جمہوریہ ہند نے حال ہی میں ''قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی'' کو عربی زبان کے سلسلہ میں خدمات انجام دینے پر ایوارڈ'' کا اعزاز عطا کیا ہے تصویر میں صدر موصوف راشٹرپتی بھون میں قاضی صاحب کو خوشہ اعزاز دے رہے ہیں



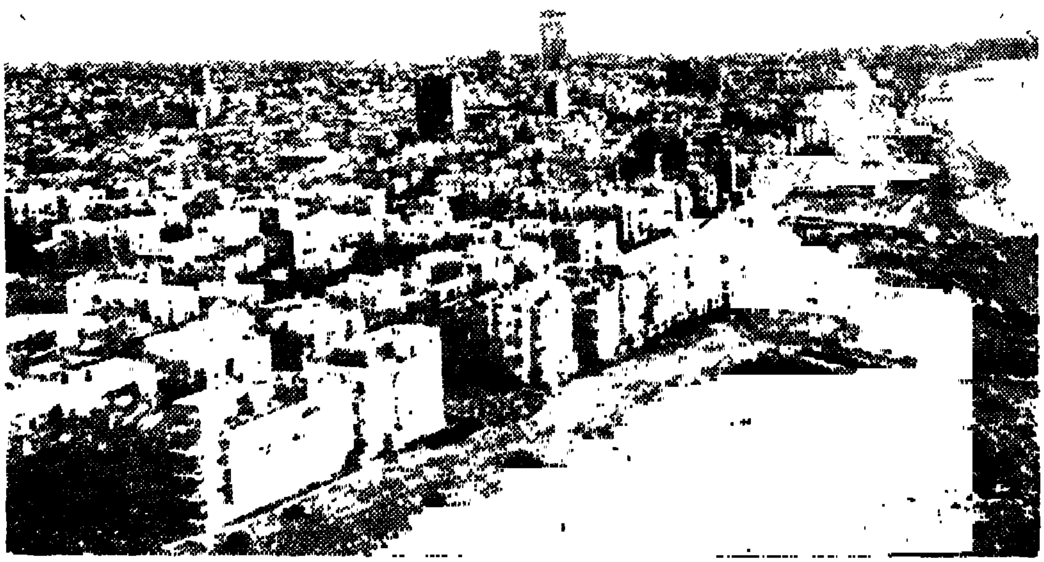
''دوبئی کے حکمران هزهائنس شیخ رشید بن سعید'' دوبئی کی ایک سرکاری عمارت
کی تعمیر کا افتتاح کر رہے ہیں



وزیراعظم مسز اندرا گاندھی ''کی درگاہ غریب نواز میں حاضری



اردن کے بادشاہ ''شاہ حسین'' اور انکی امریکی بیگم ''لیزا قلبی''



عرب ممالک اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا سب سے بڑا مرکز
اسرائیل کا دارالسلطنت تل ابیب



انگلستان کی وزیراعظم ”مسز مارگریٹ تھیچر“ حال ہی میں ہندوستان آئی تھیں



امریکہ کے سابق صدر جمی کارٹر نے مونگ پھلی کی کاشت کا پرانا دھندہ شروع کر دیا ہے



[illegible] لباس میں

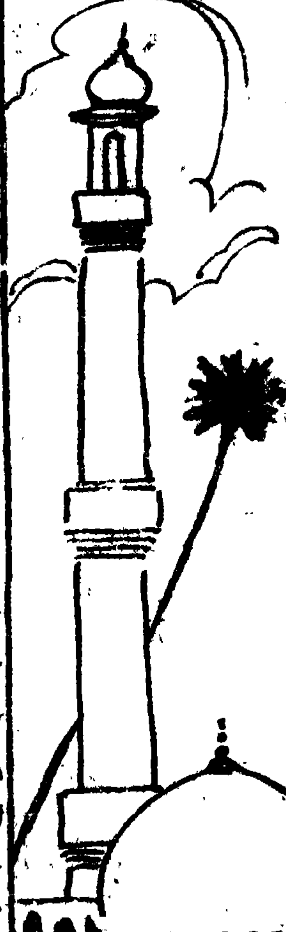
ٹیلیفون نمبر ۲۶۳۳۵۸ — اشاعت کا اکسٹھواں سال

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور اصلاحی جریدہ

ماہنامہ دین دنیا دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۶۱	مئی - ۱۹۸۱ء	نمبر ۵



قیمت سالانہ
اکیس روپے
ششماہی
گیارہ روپے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا ہاؤس .... متصل جامع مسجد دہلی

قیمت فی پرچہ
دو روپے
پاکستان، بنگلہ دیش اور برما سے پچاس روپے

رفتارِ زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

"ہندو دھرم خطرہ میں"
بھارت کے مسلم ملک بننے کا احمقوں کو اندیشہ

ہندوستان میں مسلمانوں کی مجموعی آبادی صرف چودہ پندرہ فیصد ہے آئین کے رو سے انہیں جو حقوق حاصل ہیں انہیں بری طرح کچلا جا رہا ہے اور آئے دن کے فرقہ وارانہ فسادات میں جس طرح ان کے کاروبار اور گھروں کو لوٹا جا رہا ہے اس سے کون واقف نہیں۔ اس کے علاوہ مسلم اقلیت کو بھاری جانی نقصانات بھی برداشت کرنے پڑ رہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کی سیاسی اور غیر سیاسی جماعتیں اور مسلم اخبارات نہ تو کبھی "اسلام کے خطرہ" میں ہونے کا نعرہ لگاتے ہیں اور نہ کبھی اس ملک کی اکثریت سے کسی خوف یا شبہ کا اظہار کرتے ہیں۔

اس کے بالکل برخلاف ملک کی بدقسمتی سے یہاں اکثریتی فرقہ کا ایک ایسا طبقہ بھی [illegible] موجود ہے جو یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس ملک میں یہ [illegible] ہندو دھرم پوری طرح محفوظ ہے محض مسلم اقلیت کے خلاف ہندو عوام کے جذبات کو بھڑکانے کے لئے یہ پروپیگنڈا کر رہا ہے کہ اس ملک میں مسلمانوں کی وجہ سے ہندو دھرم کو شدید خطرہ ہے۔

یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ اس ملک میں یا اس پاس پڑوس کے [illegible] ہندو آباد ہیں اور اس ملک کی مجموعی آبادی میں ان کا تناسب ۸۵ فیصد ہے۔ سیاسی اور سماجی پارٹیوں پر ان کا غلبہ ہے۔ پارلیمنٹ اور اسمبلیوں پر ہندوؤں کو کامل تسلط حاصل ہے ملک کی مرکزی اور ریاستی حکومتیں ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہیں۔ صنعت و تجارت پر بھی ان کا پورا پورا غلبہ ہے اور ہندو اکثریت کے جملہ حقوق مامون و محفوظ ہیں۔ ایسی حالت میں کوئی احمق ہی اس ملک میں "ہندو عوام اور ہندو دھرم" کے خطرہ کا نعرہ لگا سکتا ہے لیکن یہ بے معنی نعرہ برابر ایک مخصوص فرقہ پرور طبقہ کی جانب سے برابر لگایا جا رہا ہے اور یہ کہا جا رہا ہے کہ جب تک اس ملک میں مسلمان موجود ہیں ان سے "ہندو عوام اور ہندو دھرم" کو بہت خطرہ ہے۔ اور اس خطرہ کو ثابت کرنے کے لیے مسلمانوں کے نام سے ہندوؤں اور ہندو دھرم کے خلاف بوگس اشتہارات بھی شائع کیے جا رہے ہیں۔ چنانچہ اسی قسم کے ایک بوگس اشتہار کا حوالہ دیتے ہوئے [illegible] میں [illegible] تک [illegible] "آج کل تمام ہندوستان کے اسلامی کرن" کے عنوان کے تحت شائع کئے گئے ہیں جن میں کہ صرف مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ اسلام کو بھی نہایت گستاخانہ [illegible] انداز میں [illegible]

ہندو اکثریت کے دلوں میں یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اگر مسلمانوں کا کلمہ محسوس نہیں کیا تو چند سال کے اندر بھارت ایک مسلم ملک بن جائے گا۔ جس بوگس اور خود ساختہ اشتہار کا سہارا لے کر یہ زہر افشانی کی گئی ہے وہ بقول اخبار پرتاپ آج سے چھ ماہ پہلے نومبر ۱۹۸۰ء میں بمبئی کی "اسٹوڈنٹس اسلامک موومنٹ" کے نام سے ہندی زبان میں شائع کیا گیا تھا کہا یہ جا رہا ہے کہ یہ اشتہار کسی مسلم آرگنائزیشن کی جانب سے شائع ہوا ہے مگر اس اشتہار کو کسی مسلم اخبار یا مسلم جماعت کے دفتر میں نہیں بھیجا گیا صرف اخبار پرتاپ کے دفتر ہی میں بھیجنا کافی سمجھا گیا۔ ذیل میں ہم اخبار پرتاپ ملاحظہ ۸ را ور ۹ را اپریل سے اس بوگس اشتہار کو نقل کرتے ہیں زیر بحث بوگس اشتہار کی عبارت یہ ہے۔

"ہمارا یہ وشواس ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اتر کت (سوا) کوئی دوسرا خدا نہیں ہے اور پیغمبر محمد صاحب کے علاوہ کوئی دوسرا ایرتی ندھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ساکشی رکھ کر ہم شپتھ لیتے ہیں کہ اپنی زندگی کا آخری دھیا اللہ تعالیٰ اور اس کے پرتی ندھی پیغمبر محمد صاحب کی شکشا ہی کے مطابق بتائیں گے۔ ہم اسلام کا پورا گیان پراپت کریں گے اور اس کے مطابق اپنی انسک سنسکرتی بنائیں گے۔ ہم ہندوستان کے ہر استری پرش ستھا بالک تک کو اللہ تعالیٰ کا سندیش بتائیں گے اور جو اسے قبول کریں گے ان کا سنگھٹن کریں گے۔ ہم ہر ایک مورتی کے ٹکڑے ٹکڑے کریں گے اور سبھی ایشور یہ کلپناؤں کا دھکار کریں گے ہم اپنی جیون کی اینہ ودوسرتا سبھی شردھاؤں کو سمول نشٹ کر دیں گے۔ اور صرف اللہ تعالیٰ کے پرتی شردھا رکھیں گے۔ ہم غلط شردھا رکھنے والے شیطانوں سے یدھ کریں گے۔ اور انیائے اور غلط کلپناؤں کا دھکار کریں گے۔ ہم بھارت کی اسلام اور سامراجیکتی ما اللہ تعالیٰ کی شکشا کے انوسار رچنا کریں گے۔ اور دلت جنتا کا ادھار کریں گے۔ مذکورہ بالا آستھا ہم اپنے آخری سانس تک بنائے رکھیں گے۔ اس مارگ کا انوسرن کرنے کے لئے ہم ہر پرکار کے سنکٹ کا سامنا کریں گے۔ تتھا اس کے لئے سرویچ تیاگ کریں گے۔

اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہمیں شکتی پردان کرے"

اس جھوٹے اور بوگس اشتہار کا ایک ایک لفظ خیث منافقانہ انداز میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محمد صاحب لکھنا ہندی الفاظ کی بھرمار خود ہی یہ بتا رہی ہے کہ یہ اشتہار کسی مسلم ادارہ یا انجمن کا شائع کیا ہوا ہے یا کسی راشٹریہ سنگھی ادارہ نے شائع کیا ہے۔ ہمارا چیلنج ہے کہ یہ اشتہار سراسر بوگس ہے جسے محض ہندو اکثریت کے دلوں میں مسلم اقلیت کی جانب سے نفرت پیدا کرنے کے لئے چند فتنہ پرداز ابن الوقتوں نے شائع کرایا ہے۔

یہ یاد رہے کہ مسلمانوں کے نام سے اس قسم کے بوگس اشتہار اور بوگس پمفلٹوں کی اشاعت کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ راشٹریہ سنگھیوں جن سنگھیوں اور ان کے ترجمان اخبارات کی بہت پرانی گھسی پٹی ٹیکنیک ہے جس کے ذریعہ بڑی چالاکی کے ساتھ اس ملک کی اکثریت کے دلوں میں اس ملک کی مسلم اقلیت کے خلاف نفرت کی آگ بھڑکائی جا رہی ہے۔ ہم اپنی ہی طرف سے نہیں بلکہ اس ملک کے کروڑوں مسلمانوں کی جانب سے ہندو بھائیوں کی دل آزاری کرنے والے اس اشتہار کی مذمت کرتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ اشتہار کسی مسلم آرگنائزیشن کی جانب سے نہیں بلکہ راشٹریہ سنگھی عناصر کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ اور شرارتاً اس کی ذمہ داری مسلمانوں کے سر ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

جہاں یہ اشتہار قابل مذمت ہے وہاں اس سے بھی زیادہ قابل مذمت اخبار پرتاپ کو وہ چھ لیڈنگ آرٹیکل ہیں جو شروع اپریل کی تاریخوں میں "ہندوستان کے اسلامی کرن" کے عنوان سے لکھے گئے ہیں۔ اور جن میں کہ اس بوگس اشتہار کا سہارا لے کر اسلام پر نہایت ہی دل آزار حملے کئے گئے ہیں چنانچہ ایڈیٹر پرتاپ ۱۳ اپریل کے اشاعت میں لکھتا ہے کہ "میں نے ایک اشتہار کا ذکر کیا۔ یہ اشتہار کیا ہے۔ اور اس کا تعلق کس سے ہے اور اس میں جو ہندوستان کے مسلم کرن کا ذکر کیا گیا ہے اس سے انکار کیا ہے۔ اس پر میں بحث کرنا چاہتا ہوں۔ اگر اسلام کا تعلق صرف دنیا بھر کے مسلمانوں سے ہوتا تب کسی کو کوئی پتا کر جائے کیا فرق پڑتا ہے۔ لیکن چونکہ اسلام

کا مطلب یہ ہے کہ میرے دیش کا نام تک بدل دیا جاتا ہے میرے دھرم اور میری سنسکرتی کا ذکر تک بھی گناہ ہو جاتا ہے۔ میری ماتاؤں اور بہنوں بھائیوں کا نام لینا بھی پاپ ہو جاتا ہے۔ تو کوئی مجھے بتائے میں ایسے اسلام کا ادر کیسے کر سکتا ہوں یا نہیں اور یہی کارن ہے کہ میں سب دیشیوں کی اُن کوششوں کا ادر کر رہا ہوں جنکا مقصد یہ ہے کہ اس دیش کو اسلامی کرن کر لیا جائے۔ جوں ہی یہ ہو گیا میرا دھرم اور سنسکرتی ختم ہو جائے گی"

پھر ۱۶ اپریل کے پرتاپ میں اس طرح زہر افشانی کی جاتی ہے "بمبئی کی اسٹوڈنٹس اسلامک موومنٹ کے جلسہ میں تقسیم کئے ہوئے اشتہار میں بتایا ہے کہ وہ (یعنی مسلمان) ہندوستان میں رہتے ہوئے کیا کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے واضح الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ ہندوستان میں جب اسلام قائم ہوگا تو ایک ایک مورتی کے وہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیں گے۔ مجھے خوشی ہے کہ اسلام کے اِن متوالوں نے اسلام کو اصلی روپ میں دنیا کے سامنے رکھ دیا ہے۔ ہندوستان میں اور یورپ میں اسلام کیسے پھیلا ہے۔ اگر کسی کو یہ سب کچھ جاننا ہو تو وہ بھارت کے اتہاس کار۔ ایچ۔ جی۔ ویلز کی کتاب پڑھے۔ انھوں نے بتایا ہے کہ ہندوستان میں اسلام کیسے پھیلا۔ محمد غوری، اور محمود غزنوی کے زمانہ میں اورنگ زیب، ٹیپو سلطان، اکبر اور دوسرے بادشاہ ... بادشاہوں نے جو کیا وہ اتنا زیادہ تھا کہ چھپائے سے چھپ نہیں سکتا تھا۔ اور آج جو اسلامک موومنٹ اپنے آپکو مسلمانوں کا ... کہتی ہے اس نے بھی عین اُن ہی باتوں پر اصرار کیا ہے جن پر محمد غوری اور محمود غزنوی اصرار کرتے رہے تھے۔ اگر اسلام نے ... نے ... نہیں دیا تو کیا کارن ہے کہ ان لوگوں نے عوام کے سامنے یہی باتیں کی ہیں جو ۱۹۴۷ء کے زمانہ میں یہ ... مسلم ... کہہ رہے ہیں۔ اسلامک موومنٹ کے طلبا کا کہنا ہے کہ وہ اور کسی دھارمک کلپنا کو برداشت نہیں کریں گے۔ کیا اِن کے ہم پر اقتدار آجانے کی حالت میں اس دیش میں ہندو ہونا گناہ سمجھا جائے گا۔ یا ہندو دیوی دیوتاؤں کا ذکر ایک جرم سمجھا جائے گا۔ آخر اس کا مطلب کیا ہے۔ اس سب کے بعد اگر یہ کہا جائے کہ مسلم کسی دوسری وچار دھارا کو برداشت نہیں کرتا ... ایک سکولر دیش ... اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہونی چاہئے تو اسلام کے الو یا پاکی کیا کیوں مناتے ہیں"

ملاحظہ فرمایئے کہ ایک بے تکی اشتہار کو مسلمانوں کے سر تھوپ کر نہ صرف ہندوستان کے دو بڑے طبقوں میں منافرت کی آگ بھڑکائی جا رہی ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی اسلام اور اسلامی عقائد پر ناروا حملے کرکے اِس ملک کے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کیا جا رہا ہے۔ اور ہماری حکومت ہے کہ نہایت خاموشی کے ساتھ اس تمام زہر افشانی کو برداشت کر رہی ہے۔

ہمارے ملک کے وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ جن کو ہندوستانی تاریخ پر کافی عبور حاصل ہے۔ اور جو ملک کے نہایت ہی صاف دماغ لیڈر رہیں۔ بار بار اپنی تقریروں میں یہ فرماتے رہے ہیں کہ "ایسی تاریخوں کو جلا دیا جائے جو اس ملک میں نفرت پھیلاتی ہیں" لیکن اُن کی آنکھیں اُس پرتاپ کی جانب سے بند ہیں۔ جو کھلم کھلا غلط تاریخی واقعات پیش کرکے ملک میں زہر پھیلا رہا ہے۔ ملک کی خوش قسمتی ہے اِس وقت ہماری وزارت داخلہ کے سیکریٹری مسٹر ایم۔ ایچ برنی اُن لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں جنکو تاریخ سے غیر معمولی لگاؤ رہا ہے اور جو اُس علم دوست برنی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جس نے [illegible] برنی اور سید حسن برنی جیسے مورخ ہندوستان کو عطا کئے ہیں لیکن حیرت ہے کہ پرتاپ جیسے دریدہ دہن اور جھوٹی تاریخ گھڑنے والے اخبار پرتاپ کے معاملہ میں وہ بھی خاموش ہیں۔

ہم اِن مقتدر حضرات سے گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ پرتاپ کی تحریریں ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت بن چکی ہیں وہ وزارت داخلہ کے ذمہ دار افسروں سے جواب طلب کریں کہ آخر اس زہر پھیلانے والے اخبار پرتاپ کو کیوں برداشت کیا جا رہا ہے۔ اور اِس ملک کے ہندو عوام کو یہ غلط تاثر دیکر کہ مسلمانان ہند عرب ممالک کے اشارے پر اِس ملک میں اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈال رہے ہیں آخر اسطرح ملک کی فضا کو زیادہ سے زیادہ مکدر کرنے کی کوششوں پر پابندی کیوں نہیں لگائی جاتی۔

... واضح ہے کہ جس قابل مذمت اشتہار کو مسلمانوں کے سر تھوپا گیا ہے۔ اس کا کسی مسلمان یا کسی مسلم آرگنائزیشن سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ اِس لئے اِس معاملہ کو عدالت میں لایا جائے۔ اور

حکومت کویت کا [illegible] شکر گزار ہے۔ [illegible] ہوتا کہ سلسلہ [illegible] نام کرنے والی [illegible] کا سلسلہ بند ہو سکے۔

عرب ممالک کے خلاف زہر افشانی

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں ایک ایسی عرب دشمن اسرائیلی لابی موجود ہے جو شاید ہندوستان اور عرب ممالک کے تعلقات کو بگاڑنے پر تلی ہوئی ہے۔ عربوں سے ہمیشہ بغض رکھنے والی یہ اسرائیلی لابی عربوں کو بدنام کرنے کے لیے آئے دن بے بنیاد واقعات گھڑتی رہتی ہے۔ چنانچہ اسی اسرائیلی لابی نے پچھلے دنوں مرادآباد اور دوسرے مقامات پر ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات کی تمام تر ذمہ داری عرب ممالک پر تھوپ دی تھی۔ اب اس کی جانب سے عرب ممالک کے خلاف یہ پروپیگنڈا ابھی شد و مد سے جاری ہے کہ عربوں نے ہمارے ملک کے کروڑوں ہریجنوں کو مسلمان بنانے کے لیے ایک مستقل اسلامی سینٹر قائم کر رکھا ہے جو کروڑوں روپیہ اس ملک کے ہریجنوں کو مسلمان بنانے پر صرف کر رہا ہے۔

یہ معاملہ اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ اب اس ضمن میں لوک سبھا تک میں سوالات کئے جانے لگے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر بسنت کمار نے سوال کیا ہے کہ "کیا ملک کے آٹھ کروڑ ہریجنوں کو بہکا کر دوسرے مذہب کی طرف لے جانے کے ایک منصوبہ کے متعلق اخبارات میں شائع شدہ خبر حکومت کی نظر سے گزری ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ایک ایسا منصوبہ لندن میں قائم اسلامی کلچرل سینٹر میں تیار کیا گیا ہے۔"

اس سوال کے جواب میں ہندوستان کے وزیر خارجہ مسٹر نرسمہا راؤ نے جو کچھ کہا ہے وہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ ہمارے ملک میں عرب ممالک کو بدنام کرنے کے لیے جھوٹا پروپیگنڈا بڑے وسیع پیمانے پر ہو رہا ہے۔ چنانچہ وزیر خارجہ نے عرب ممالک پر لگائے ہوئے الزامات کی پرزور تردید کرتے ہوئے کہا ہے۔

"حکومت کو کسی ایسے منصوبہ کا علم نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں حکومت [illegible] کے بعد ایسا کوئی ثبوت نہیں ملا جس سے یہ بات ثابت ہو کہ اسلامی کلچرل سینٹر نے اچھوتوں کو مسلمان بنانے کا کوئی منصوبہ بنایا ہو۔ اس خبر کے شائع ہونے پر کویت کے ہندوستانی سفارت خانہ نے اس معاملہ میں کویت کی وزارت اوقاف سے رابطہ قائم کیا تھا جس پر وزارت نے مطلع کیا کہ حکومت کویت کی جانب سے اس قسم کا کوئی اقدام نہیں کیا گیا۔"

یہ یاد رہے کہ اس سلسلہ میں ہمارے ملک کے متعدد اخبارات میں یہ پروپیگنڈہ ہوتا رہا ہے کہ کویت کے اخبار نے یہ لکھا ہے کہ "ہندوستان کے آٹھ کروڑ ہریجنوں کو مسلمان بنانے کا یہ سنہری موقع ہے۔ اور اس اسکیم کو کامیاب بنانے کے لیے حکومت کویت نے کروڑوں روپیہ دینا منظور کیا ہے۔ اور پانچ سو ہریجن خاندانوں کو مسلمان بنایا جا چکا ہے۔" اس بے بنیاد الزام کی ہمارے وزیر خارجہ نے مندرجہ بالا الفاظ میں تردید کر کے اس سارے جھوٹے پروپیگنڈے کی پول کھول دی ہے۔

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان سنگین الزامات کے جواب میں کیا ہماری حکومت کی طرف سے چند الفاظ میں تردید کر دینا ہی کافی ہے جبکہ ہماری حکومت کا فرض تھا۔ وہ ان تمام اخبارات کو قانونی شکنجہ میں جکڑتی جو عرب ممالک پر بے بنیاد الزامات لگا کر ہندوستان اور عرب ممالک کے گہرے دوستانہ تعلقات کو بگاڑنے پر تلے ہوئے ہیں اور ہندوستان کے ان قومی مفادات پر کاری ضرب لگا رہے ہیں۔ جو ہمیں عرب ممالک سے حاصل ہو رہے ہیں۔

چنانچہ حال ہی میں سعودی عرب کے وزیر خارجہ شہزادہ فیصل نے دلی میں اپنے قیام کے دوران ہندوستان کے ساتھ دو معاہدوں پر دستخط کیے ہیں۔ پہلے معاہدہ کے تحت دونوں ممالک ایک دوسرے کے ساتھ اقتصادی اور ٹیکنیکل تعاون کریں گے۔ دوسرے معاہدہ کے تحت سعودی عرب نے ہمارے ایک ہائیڈرو الیکٹرک پراجیکٹ کے لیے پچیس کروڑ روپیہ دینا منظور کیا ہے۔ نیز اقتصادی اور ٹیکنیکل معاہدہ کے تحت یہ بھی طے پایا ہے کہ ہندوستان اور سعودی عرب کا ایک مشترکہ کمیشن قائم کیا جائے گا جس کے اجلاس وقتاً فوقتاً دونوں ممالک میں ہوا کریں گے۔

پھر اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ عربوں کے ساتھ ہمارا [illegible] نہیں بلکہ اربوں کا کاروبار ہے۔ کویت، عراق، لیبیا اور

دوسرے عرب ممالک میں بھی ہیں مثلاً سعودی عرب میں بھی جن سے اُن کو بے اندازہ خاندہ ہو رہا ہے اس کے علاوہ عرب ممالک میں تقریباً چھ لاکھ ہندوستانی مختلف شعبوں میں کام کر رہے ہیں جن میں کہ تقسیم ہندوستان کی زیادہ غیر مسلم ہیں ان سے دو کروڑ سے زیادہ روپیہ کا زرمبادلہ بھی موصول ہو رہا ہے۔ علاوہ ازیں بہت سا پیشہ ان علاقوں سے ہونے والے ہیں انہیں کامیاب بنانے کے لئے اربوں روپیہ بھی کویت اور دوسرے عرب ممالک سے وصول ہو چکا ہے۔ لیکن ان سب کے باوجود ان ہی عرب ممالک کو ہندو دشمن ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے یہ اگر ملکی مفاد کے ساتھ کھلی غداری نہیں ہے تو اور کیا ہے اور تعجب ہے کہ ہماری حکومت ان ملکی غداروں کو برداشت کر رہی ہے۔

پاکستان اور ہندوستان میں جنگ کے آثار

کوئی دوسرا اسے محسوس کرے یا نہ کرے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ہندوستان اور پاکستان میں تیسری خوفناک جنگ کے آثار پوری طرح نمایاں ہو چکے ہیں۔ جہاں تک پاکستان کے عوام کا تعلق ہے وہ جنگ کے خواہاں نہیں ہیں مگر گذشتہ دو جنگوں کے تلخ تجربات کے بعد وہ بھی دل سے اس بات کے خواہش مند ہیں کہ امن کی زندگی گزاریں اسی طرح ہندوستان کی عوام کو بھی جنگ سے کوئی دلچسپی نہیں اور خود ہندوستانی حکومت حتی المقدور جنگ سے دور رہنا چاہتی ہے۔ لیکن اگر پہلے کی طرح پاکستان کی جانب سے کسی قسم کا جارحانہ حملہ ہوا تو ہندوستان کو مجبوراً ہتھیار اٹھانے ہی پڑیں گے۔

لیکن پاکستان میں جس طرح ہتھیاروں کے بلا ضرورت انبار لگائے جا رہے ہیں اُسے دیکھتے ہوئے یہی شبہ ہو رہا ہے کہ امریکہ اور جنرل ضیاء کی نیت صاف نہیں ہے۔ اگرچہ جنرل ضیاء ایک طرف تو امریکہ سے اربوں روپیہ کے ہتھیاروں کا سودا کر کے اپنے آپ کو ایک بڑی جنگ کے لئے تیار کر رہے ہیں اور دوسری طرف یہ بھی فرما رہے ہیں کہ پاکستان جو اسلحہ حاصل کر رہا ہے اس سے ہندوستان کو کوئی خطرہ نہیں ہم صرف اپنے دفاع کو مضبوط بنانے کے لئے ہتھیار حاصل کر رہے ہیں ہندوستان کو اس سے کوئی تشویش نہیں ہونی چاہئے۔ پاکستان ہندوستان کے مقابلہ میں ایک بہت چھوٹا ملک ہے اسلئے ہندوستان کو اُس سے کوئی خطرہ ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر جنرل ضیاء کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہندوستان کو پاکستان سے خطرہ نہیں ہے بلکہ اُس امریکہ سے خطرہ ہو سکتا ہے جو پاکستان میں اپنے فوجی اڈے بنا رہا ہے۔ اور جس کے چنگل میں بری طرح پاکستان پھنس چکا ہے۔ اب رہی چھوٹے اور بڑے ملک کی بات تو لڑائیاں ملک کی وسعت اور تنگی کی بنا پر نہیں لڑی جاتیں۔ لڑائیاں لڑی جاتی ہیں ہتھیاروں سے سب کو معلوم ہے کہ اسرائیل بہت چھوٹا ملک ہے۔ پاکستان کے صوبہ سندھ سے بھی چھوٹا ملک پچیس لاکھ کی مختصر سی آبادی کے اس ملک نے جدید ترین امریکی اسلحہ سے مسلح ہو کر میدان جنگ میں تو کروڑ عربوں کو پچھاڑ دیا۔ اور اب بھی اسی امریکہ کے بل بوتے پر عرب ممالک کے علاقے دبائے بیٹھا ہے اور انہیں خالی کرنے کے لئے کوئی معقول بات سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔ اس کے علاوہ خود پاکستان بھی ان ہی امریکی اسلحہ کے بل بوتے پر دو مرتبہ ہندوستان پر جارحانہ حملے کر چکا ہے۔ ایسی حالت میں جنرل ضیاء کی یہ دلیل قطعی بے معنی ہے کہ پاکستان چونکہ ایک چھوٹا سا ملک ہے اس لئے ہندوستان کو اس سے کسی قسم کا خطرہ محسوس نہیں کرنا چاہئے۔

پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس وقت پورے پاکستان میں جنرل ضیاء کے خلاف طوفان اٹھا ہوا ہے۔ سب ہی سیاسی جماعتیں اُن کے خلاف متحد ہونے کے بعد صف آرا ہیں۔ سپریم کورٹ کے ججوں سے لیکر وکلا تک اُن کے خلاف مخالفانہ مظاہرہ کر رہے ہیں۔ پاکستانی طلبا میں بھی اُن کے خلاف ایجی ٹیشن جاری ہے۔ اور جنرل ضیاء کو ہر طرف موت دکھائی دے رہی ہے اور اس موت سے بچنے کے لئے اُن کے سامنے واحد صورت علامہ خمینی کی طرح اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ وہ پاکستان کو جنگ کی آگ میں جھونک دیں۔ اُن کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ اس جنگ سے پاکستان کو نفع پہنچے گا یا نقصان ان کا واحد مقصد اپنی کرسی بچانا ہے۔

پاکستان کو ہتھیار جمع کرنے کا سب سے بڑا بہانہ روس نے افغانستان پر غاصبانہ قبضہ جما کر دے دیا ہے۔ پاکستان اس سے برابر ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ہتھیار جمع کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ امریکہ کا فوجی اڈا بن گیا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے ملک کے ذمہ دار روس کی اس جارحیت کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ کیونکہ روس کی اس جارحیت کی بنا پر خود ہندوستان خطرہ میں پڑ گیا ہے اور پاکستان کو ہتھیاروں کا انبار لگانے کا ایک موقعہ ہاتھ آگیا ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ روس سے پاکستان کو کوئی خطرہ نہیں ہے اس سے خطرہ صرف ایران کو ہے ... خطرہ ... پاکستان ...

جمع کر رہا ہے بلکہ پوری دنیا کو گمراہ کر رہا ہے۔

ہماری قطعی رائے یہ ہے کہ امریکہ کا اسرائیل کی طرح پاکستان کو مسلح کرنا ہندوستان کے لئے نہایت ہی دور رس نتائج کا حامل ہو سکتا ہے اور اس سے پورے برِ اعظم کے لئے خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ہمارے اندیشے غلط ثابت ہوں۔ اور ہندوستان اور پاکستان دونوں امن اور سکون کی زندگی گذار سکیں۔ مگر پھر بھی ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ جنگ کے بادل ہمارے ملک پر چھا چکے ہیں خدا ان دونوں ملکوں کو امریکہ کی شاطرانہ چالوں سے محفوظ رکھے اور امریکہ کے نئے صدر ریگن کی تباہ کارانہ ذہنیت سے بچائے

قاضی زین العابدین کو علمی اعزاز

ہندوستان کے علمی۔ ادبی۔ اور صحافتی حلقوں میں اس خبر کو بڑی مسرت کے ساتھ سنا گیا کہ حکومت ہند نے ۲۸ مارچ کو مولانا قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی کو عربی لٹریچر کی عظیم الشان خدمات کے سلسلہ میں علمی ایوارڈ عطا کیا ہے۔ قاضی زین العابدین بجا طور پر اِس اعزاز کے مستحق تھے۔ اُن کا شمار رجحان ہندوستان کے جید علما میں سے ہے وہاں بے شمار مایہ ناز کتب کے ایک بلند پایہ مصنف بھی ہیں۔

قاضی زین العابدین صاحب میرٹھ کے اُس ایثار پیشہ خاندان اور مفتیوں کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا امام تصور کیا جاتا ہے اور جس کے فرزندوں نے ہندوستان کی سب سے پہلی جنگ آزادی میں بے اندازہ جانی اور مالی قربانیاں پیش کی تھیں اُن کے علاوہ قاضیوں کا یہ خاندان حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک انقلاب میں بھی نمایاں حصہ لیتا رہا ہے چنانچہ قاضی زین العابدین کے خاندان کے ایک بزرگ [illegible] نے ۱۸۳۱ء کی جنگ بالاکوٹ میں شہادت حاصل کی تھی۔ قاضی [illegible] میرٹھ کے مشہور عالم دین قاضی بشیر الدین قاضی شہر کے فرزند اکبر ہیں۔

قاضی زین العابدین کا شمار رجحان دار العلوم دیوبند کے [illegible] ہے وہاں آپ ایک نامور ادیب اور صحافی بھی ہیں۔ قاضی صاحب کی صحافتی اور ادبی زندگی کا آغاز مولانا تاجور نجیب آبادی کے مشہور ماہنامہ۔ ادبی دنیا لاہور کی ادارت سے شروع ہوا۔ ویسے آپ کے علمی اور ادبی مضامین ہندوستان کے تقریباً سب ہی ممتاز جرائد میں شائع ہوتے رہے چنانچہ مشہور مصری افسانہ نگار منفلوطی کے افسانوں کے قاضی صاحب کے تراجم دین دنیا میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔ تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی قاضی صاحب نے اردو ادب کی بہت بڑی خدمات انجام دی ہیں جن میں سے ندوۃ المصنفین دہلی کی شائع کردہ تاریخی کتب خلافت راشدہ اور خلافت بنی امیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں

قاضی زین العابدین صاحب کی سب سے اہم تصنیف عربی اردو لغت یعنی "بیان اللسان" ہے جو غالباً اردو زبان میں اپنی نوعیت کی پہلی اردو عربی ڈکشنری ہے۔ اسی طرح آپ کی تصنیف "قاموس القرآن" کو بھی بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ جس میں قرآن پاک کے عربی الفاظ کی مکمل تحقیق اور تشریح موجود ہے۔ قاضی صاحب موصوف نمازہ دراز تک جامعہ ملیہ اسلامیہ میں بھی علوم اسلامیہ کے پروفیسر کی خدمات انجام دیتے رہے ہیں اور اب ریٹائر ہونے کے بعد میرٹھ میں علمی شغف میں لگے ہوئے ہیں۔

قاضی صاحب کا یہ اعزاز نہ صرف قاضی صاحب کے لئے بلکہ ہندوستان کے سب ہی علمی اور ادبی حلقوں کے لئے باعث افتخار ہے۔ ہم حکومت ہند کے شکر گذار ہیں کہ اُسے میرٹھ کے ایک ایثار پیشہ اور محب وطن خاندان کے ایک لائق ترین فرزند کو اعزاز عطا کرنے کا خیال آیا آخر میں ہم ادارہ دین دنیا کی جانب سے قاضی زین العابدین صاحب کی خدمت میں تہنیت مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

"ہندو منچ" ہندو سبھا کا نیا روپ

ہندو مہا سبھا جس کا جنم انگریز کے دور حکومت میں انگریز کے اشارے پر ہندو مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لئے آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے ہوا تھا۔ وہ اگرچہ اپنی سیاسی موت مر چکی ہے لیکن اب اس کا جنم نئے نریندر اڈیٹر پرتاپ کے ہاتھوں ستمبر ۱۹۸۰ء میں دہلی میں ہو چکا ہے۔ اس جدید ہندو مہا سبھا کے قیام کے بعد [illegible]

نے جو ۱۳ لیڈنگ آرٹیکل لکھے تھے ان سب کے سب پر ... اخبار آرٹیکلوں میں صاف طور پر یہ نتیجہ ... ہندو مہا سبھا محض مسلمانانِ ہند کے خلاف ... کی گئی ہے۔ "پرتاپ" نے "ہندو منچ" کے سلسلہ میں جو ... آرٹیکل لکھا تھا اس میں اس طرح زہر افشانی کی گئی تھی۔

"دہلی میں ایک "ہندو منچ" کی استھاپنا کی گئی ہے۔ یہ اس لئے کہ ہر جگہ یہ محسوس ہو رہا ہے کہ اس دیش کا ہندو یتیم ہو گیا ہے۔ اور سرکار ہندوؤں کی طرف ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھی ہے۔ اور ہندوؤں پر کیا گزر رہی ہے اس سے سرکار نہیں اگر اسے سروکار ہے تو مسلمانوں اور عیسائیوں کے ووٹوں سے ہے۔ ہندوؤں میں بے بسی اور مایوسی پھیلی جاری ہے۔ اور جو لوگ ان سے ووٹ لے کر یہاں سنبھالتے ہیں وہ آج گدیوں پر بیٹھنے کے بعد انہیں بھول جاتے ہیں اور ان ہی لوگوں کی قدم بوسی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جن کا پرانا ریکارڈ ان کے سامنے ہے اور جن کا موجودہ ریکارڈ دیکھ کر کوئی بھی کہہ دے گا کہ ان پر بھروسہ کرنا اپنی تباہی کو دعوت دینا ہے۔"

(پرتاپ ۱۴ ستمبر ۱۹۸۰ء)

مطلب یہ ہے کہ اس ملک میں ۸۵ فیصد ہونے کے باوجود ہندو یتیم اور بے سہارا ہیں۔ لیکن یہاں کی حکومت ان غدار مسلمانوں کی چاپلوسی کر رہی ہے جن پر بھروسہ کرنا ملک کو تباہی کی طرف لے جانا ہے۔ پھر ۱۴ ستمبر کے پرتاپ کی اشاعت میں ہندو عوام کو یہ کہہ کر خوفزدہ کیا گیا تھا کہ اگر وہ نہ سنبھلے تو "پورا ہندوستان پاکستان بن جائے گا۔" غرضیکہ اس "ہندو منچ" کی بنیاد رکھتے ہوئے ایڈیٹر پرتاپ نے جو کچھ لکھا تھا اس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ نئی ہندو مہا سبھا کس مقصد کے لئے قائم کی گئی ہے۔

اب اسی ہندو منچ کا ایک کنونشن ۲۷ اپریل کو دہلی میں ان ہی کے مزید ہر کی صدارت میں ہوا تھا جس میں کہ ایک طرف تو ہندوؤں کی مظلومیت کا رونا رویا گیا ہے۔ اور دوسری جانب دل کھول کر مسلمانوں کے خلاف زہر اگلا گیا ہے۔ چنانچہ مسٹری ... نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے "آج ہندو قوم بہت سنکٹ کے ... بادل چھائے ہوئے ہیں ... اس وقت ہیں ایک وقت ... دھوکہ دھڑی اور تلوار کے زور پر ... سال میں نہ کر سکتے۔ ... وہ کام صرف تیس سال کے قلیل عرصہ میں ... نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ اگر یہی ... تو تیس چالیس سال کے بعد ہندوؤں کا کوئی نام لیوا بھی باقی نہیں رہے گا۔ ہمیں آج جتنا خطرہ باہر والوں سے ہے اس سے زیادہ خطرہ اندر والوں (یعنی مسلمانوں) سے ہے۔"

اور خاص بات یہ ہے کہ اس ہندو منچ کے جلسہ میں صرف تیز اور راشٹریہ سنگھیوں نے ہی زہر نہیں اگلا ہے بلکہ اندرا کانگریس کے لیڈروں نے زہر افشانی کے معاملہ میں سب ہی کو پیچھے چھوڑ دیا ہے مثلاً مراد آباد میں کانگریس کمیٹی (آئی) کے سیکریٹری دیانند گپتا نے اپنی تقریر میں کہا ہے "اگر ہندوؤں کی تعداد کم ہوتی گئی اور مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی تو وہ دن دور نہیں ہے کہ جب ہندوستان دارالاسلام بنا جائے گا۔"

حیرت ہے کہ وہ "ہندو منچ" جو اس ملک میں افتراق پیدا کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ اسے کامیاب بنانے کے لئے اندرا کانگریس کے لیڈر بھی جا پہنچے اور ان کو بھی یہ اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں ہندوستان "دارالاسلام" نہ بن جائے۔ سب ہی کو معلوم ہے کہ پچھلے دنوں اندرا جی نے اس ملک کے عوام میں اتحاد اور یکجہتی پیدا کرنے کے لئے دوبارہ یکجہتی کونسل کا احیا کیا تھا۔ اور اس یکجہتی کونسل کی صدر خود اندرا گاندھی ہی ہوئی ہیں۔ لیکن ان سے پوچھا جا سکتا ہے کہ جب ان کی ہی پارٹی کے لیڈر افتراق پیدا کرنے والی جماعت "ہندو منچ" کو آشیرواد اور تقویت دینے لگیں گے تو پھر اس ملک میں اتحاد کیونکر پیدا ہو سکے گا اور ان کی یکجہتی کونسل پر عوام کیونکر اعتماد کر سکیں گے۔

دین دنیا اور اس کے ناظرین

دین دنیا جس بے جگری کے ساتھ قوم کی ترجمانی کر رہا ہے اس سے دین دنیا کے قارئین بخوبی واقف ہیں۔ پھر دین دنیا میں جو لٹریچر شائع ہوتا ہے وہ بے مثال ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں دین دنیا کو ... کی کوشش اسلام کی بہت بڑی خدمت ہے

یہ اہلِ ایماں

(از جناب ہدایت قریشی ۔ بی اے، بی ایڈ)

اُس نے سمجھا ہے بدل جائیں گے اہلِ ایماں ۔۔۔ وقت کے سانچے میں ڈھل جائینگے اہلِ ایماں
کفر و الحاد کے ماتھے کی شکن سے ڈر کر ۔۔۔ بزمِ مومن سے نکل جائیں گے اہلِ ایماں
تیز رفتار ہیں سائنس و سیاست والے ۔۔۔ دو قدم میں ہی کچل جائیں گے اہلِ ایماں
سینۂ دہر نے اگلی ہے حرارت اتنی ۔۔۔ موم کی طرح پگھل جائیں گے اہلِ ایماں

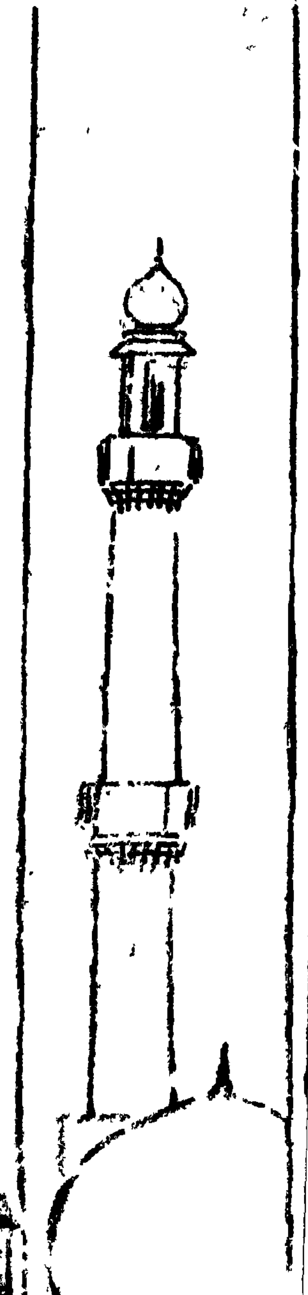
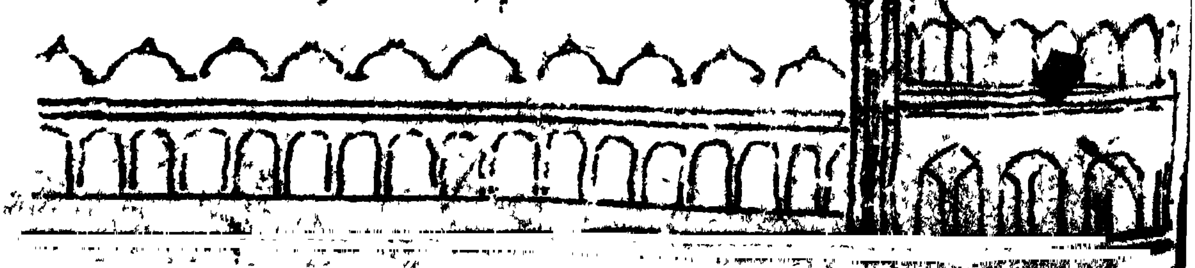
وقت سے کہہ دو کرے دورِ گذشتہ پہ نگاہ
اہلِ ایماں کی ہمت کی ہے تاریخ گواہ

وقت سے پیچھے نہیں رہتے یہ سچ ہے لیکن ۔۔۔ وقت کے ساتھ بدلتے نہیں اہلِ ایماں
حق کے سانچے میں ڈھلا ان کا نظامِ ہستی ۔۔۔ دوسرے سانچے میں ڈھلتے نہیں اہلِ ایماں
شعلۂ عشقِ براہیم ہے خود ان کی حیات ۔۔۔ آگ سے جلتے پگھلتے نہیں اہلِ ایماں
ان کے قدموں میں ہے رفتارِ زمانہ کی رفتار ۔۔۔ راہ کیسی ہو پھسلتے نہیں اہلِ ایماں

آج دنیا کو دکھانا ہے کہ "ایمان والے
علم والے ہیں، خدا والے ہیں ایمان والے"

آگ کے شعلوں پہ چل سکتے ہیں بے خوف ۔۔۔ تیز دھاروں سے نکل سکتے ہیں اہلِ ایماں
ان کا کردار نبوت کی ولایت کی مثال ۔۔۔ رنگِ عالم کو بدل سکتے ہیں اہلِ ایماں
ہیں یہی بوذرؓ و خالدؓ کے چراغوں کے امین ۔۔۔ کوئی طوفاں ہو مچل سکتے ہیں اہلِ ایماں
بزمِ عالم کے اندھیرے میں اُجالا کرنے ۔۔۔ صورتِ شمع بھی جل سکتے ہیں اہلِ ایماں

آج انسان کو دستورِ عمل دینا ہے
بے عمل دنیا کو پھر درسِ عمل دینا ہے

پندرھویں صدی ہجری کے لئے:

دعوتِ فکر

(از جناب توصیف علوی عاصی کیرانوی)

آؤ پھر لیکر جہاں میں امن کا پرچم اٹھیں
زندگی کے ساز کی لیکر نئی سرگم اٹھیں

یوں گلوں بیل جہاں میں کامرانی کے لئے
دیں صحیح فکر و نظر پھر زندگانی کے لئے

عزم محکم سے ہوا کرتی ہے تعمیرِ حیات
فکرِ نو سے بنتی ہے رنگین تصویرِ حیات

استقامت ہے ضروری عزمِ منزل کیلئے
جوشِ طوفاں چاہئے تعمیرِ ساحل کے لئے

راہِ حق میں جذبۂ ایثار شرطِ اولیں
آدمیت کو جلا دیتے ہیں ایمان و یقیں

زندگی میں کامرانی کا نشاں ہے جہد
ہر کسی تعمیر کی ہے داستاں جد و جہد

محنت و کوشش سے ہے رواں کاروانِ زندگی
فکرِ پیہم سے ہے بہارِ گلستانِ زندگی

بڑھ کے دو انساں کو پھر پیغامِ صلح و آشتی
دو جہاں والوں کو پھر آئینِ ربطِ باہمی

اتحاد و میل کا الفت کا لیکر پیام
دو زمانہ کو محبت سے بھرے مینا و جام

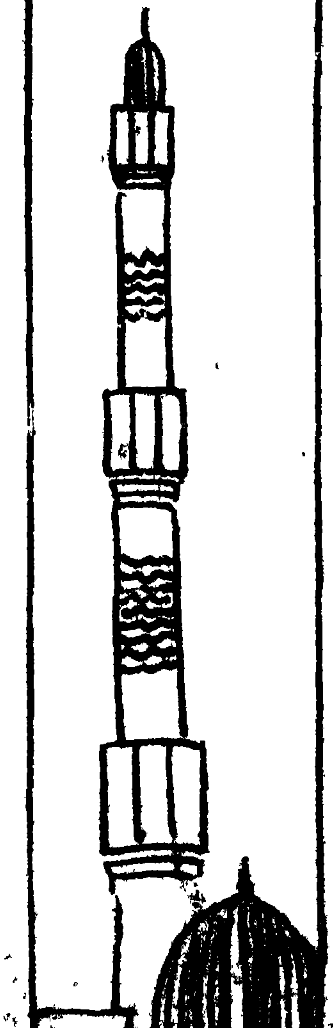
ہیں مساوات و اخوت جوہرِ انسانیت
"آب" پاتا ہے ان ہی سے گوہرِ انسانیت

اس جہاں کا گوشہ گوشہ عدل سے معمور ہو
ذرہ ذرہ نورِ حقانی سے رشکِ طور ہو

ہو صداقت آئینہ انسان کے کردار کا
عکس ہو انسان ہی انسان کے اطوار کا

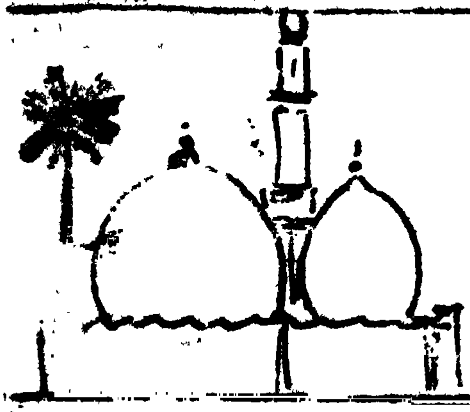
ہے خلوصِ دل حقیقت میں صحیح رازِ حیات
فکرِ انسانی سے روشن ہے فضا کائنات

ہر صدی تعمیر ہوتی ہے بلند افکار سے
داغ ظلمت عاصی رہا تاریخ کا کردار سے





گذشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

چودھواں پارہ رُبَمَا سُورَۃُ النَّحل

(از ادارہ دین دنیا)

زیر نظر اشاعت میں ہم قرآن پاک کے چودھویں پارہ کی تعلیمات کی نویں قسط پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف تو اپنی نعمتوں کی جانب بندوں کو توجہ دلائی ہے اور دوسری جانب ان مشرکوں کے انجام سے باخبر کیا ہے جو اللہ کی نعمتوں کو ٹھکراتے رہے ہیں۔

اللہ کی عطا کردہ نعمتیں بے شمار ہیں

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ .... أَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۵

ترجمہ:۔ اور آسمان و زمین کی غیب کی باتوں کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اور رہا قیامت کا معاملہ تو وہ پلک جھپکنے کے مانند یا اس سے بھی قریب ہے اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے شکم سے پیدا کیا اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے (اور اسی نے) تمہیں کان آنکھیں اور دل دیئے تاکہ تم شکر کرو۔ کیا انہوں نے پرندوں کو آسمان کی فضا میں مسخر نہیں دیکھا انہیں اللہ ہی نے تھام رکھا ہے بے شک ایمانداروں کے لئے اس میں نشانیاں موجود ہیں۔ اور خدا نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو جائے سکونت بنایا اور چوپایوں کی کھال سے تمہارے لئے ڈیرے بنائے جنہیں تم اپنے سفر کے دن اور اقامت کے دن ہلکے پھلکے معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان کی اون اور ان کے روئیں اور بالوں سے کتنی ہی چیزیں بنتی ہیں جو ایک وقت خاص تک کام آتی ہیں [illegible]

پہچانتے ہیں اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں۔ مگر پھر بھی اس سے منکر ہوتے ہیں کیونکہ ان میں کثرت سے کافر ہیں۔

تشریح:۔ اور آسمان و زمین کی غیب کی باتوں کا کسی کو بھی علم نہیں ہے انکا علم اللہ ہی کو ہے قیامت کے بارے میں جو لوگ پوچھتے ہیں تو انکو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ کے نزدیک قیامت آنا بس ایسا ہی ہے جیسے پلک کا جھپکنا بلکہ اس سے بھی جلد تر یعنی صرف پلک جھپکتے ہوئے قیامت آسکتی ہے۔ اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت حاصل ہے۔

اے لوگو! اللہ کی سب سے بڑی قدرت تو خود تمہارا وجود ہے شروع میں تمہارا نام و نشان تک نہ تھا۔ بس یہ اللہ ہی کی قدرت ہے کہ تمہیں تمہاری ماؤں کے شکم سے اس نے پیدا کیا۔ اس وقت جبکہ تم پیدا ہوئے تھے تو تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ اسی نے تمہیں کان دیئے کہ تم سن سکو آنکھیں دیں کہ تم دیکھ سکو اور دل دیا تاکہ تم سوچو اور سمجھو اور اللہ کا شکر ادا کرو۔

کیا ان لوگوں نے پرندوں کی پرواز پر غور نہیں کیا جو آسمان کی کھلی فضا میں اڑتے پھرتے ہیں انہیں اللہ ہی نے اڑنے کی طاقت عطا کی ہے۔ اور اسی نے انہیں ہوا میں تھام رکھا ہے جو لوگ صاحب ایمان ہیں ان کے لئے پرندوں کی پرواز میں قدرت الٰہی کی نشانیاں موجود ہیں۔

اور تمہارے لئے تمہیں رہنے کے لئے گھر دیئے۔ اور ان گھروں کو ...

تمہارے لئے بہترین جائے سکونت بنایا گھروں کے علاوہ اسی نے چوپایوں کی کھالوں سے تمہارے لئے ہلکے پھلکے اور چلتے پھرتے گھر یعنی خیمے بنائے جنہیں تم اپنے سفر کے وقت اور دورانِ قیام آسانی سے کام میں لاتے ہو۔ اس کے علاوہ چوپایوں کے اون اُن کے رُوئیں اور اُن کے بالوں سے تم اپنی معیشت کا سامان اور کارآمد چیزیں بناتے ہو جو وقتِ خاص تک کام دیتی ہیں۔

پھر اللہ ہی نے تمہارے آرام اور راحت کے لئے درختوں اور دوسری پیدا کردہ اشیاء کے ذریعہ تمہارے لئے دھوپ سے بچنے کے سائے کا انتظام کیا۔ اس کے علاوہ پہاڑوں میں کھو بنا کر تمہیں پناہ کی جگہیں عنایت کیں اور تمہارے لئے ایسے لباس بنائے جو تمہارے بدن کی گرمی اور سردی سے حفاظت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ تمہارے پہننے کے لئے ایسے زرہ بکتر بھی بنائے جو دورانِ جنگ میں تمہارا تحفظ کرتے ہیں۔ غرضیکہ اس طرح اللہ نے تمہیں لاتعداد اور پوری پوری نعمتوں سے نوازا تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو اور فرمانبردار بن کر رہو۔

ایسی ایسی بیش قیمت نعمتوں سے نوازنے کے باوجود پھر بھی اگر لوگ اپنے پروردگار کے شکر گزار نہ ہوں تو اے رسول تم آزردہ خاطر نہ ہو کیونکہ تمہارا کام تو صرف یہ ہے کہ بس اُن تک اللہ کا حکم صاف اور واضح طور پر پہنچا دو۔ اب انہیں اختیار ہے کہ وہ اُسے مانیں یا نہ مانیں۔ ویسے تو یہ لوگ خود بھی اللہ کی نعمتوں سے خوب واقف ہیں لیکن پھر بھی یہ اس لئے منکر بنے ہوئے ہیں کیونکہ ان میں سے کثرت سے لوگ کافر ہیں اور وہ جان بوجھ کر اللہ کی عنایتوں سے انکار کرتے رہتے ہیں۔

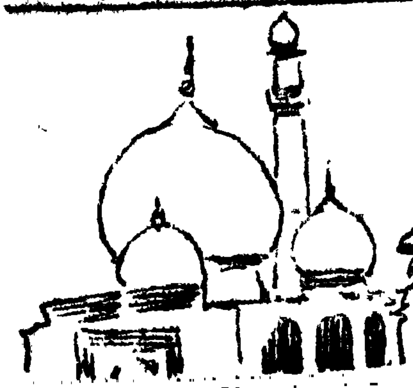
روزِ قیامت مشرکوں کا دردناک انجام

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ .... وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ

ترجمہ۔ اور (اُس دن کو نہ بھولو) جس دن کہ ہم ہر اُمت میں سے ایک ایک گواہ کھڑا کریں گے پھر کافروں کو نہ تو (بولنے کی) اجازت دی جائے گی اور نہ (ان کا) رجوع ہی قبول ہوگا۔ اور جب ظالم عذاب دیکھیں گے تو اُن سے نہ تو عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی اور جب مشرک اپنے (بنائے ہوئے خداؤں کے) شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے۔ اے رب یہی ہیں ہمارے وہ شریک جنہیں ہم تیرے علاوہ پکارتے تھے۔ تو وہ شریک اُن کی بات کو اُن کے رُوبرو رد کر دیں گے (اور کہیں گے) کہ تم جھوٹے ہو۔ پھر اُس دن یہ لوگ اللہ کے سامنے اطاعت کی باتیں کرنے لگیں گے اور ان کی افترا پردازیاں ختم ہو جائیں گی۔ جو لوگ کافر ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں ہم اُن کے لئے عذاب پر عذاب بڑھاتے جائیں گے بدولت اُس فساد کے جو یہ دنیا میں فتنہ برپا کرتے تھے۔ اور جس دن ہم ہر اُمت میں اُن ہی میں کا ایک گواہ اُن کے مقابلہ پر کھڑا کریں گے (اے رسول) تمہیں بھی اُن لوگوں کے مقابلہ میں گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے تم پر ایسی کتاب اُتاری ہے جس میں ہر شے کا بیان ہے اور جو مسلمانوں کے لئے ہدایت و رحمت اور بشارت ہے۔

تشریح:۔ اے لوگو! قیامت کے اُس دن کو نہ بھولو جس دن کہ ہم ہر اُمت میں سے اُسی اُمت کے پیغمبر کو گواہ بنا کر کھڑا کریں گے جو یہ بتائے گا کہ اُس نے لوگوں تک پیغامِ حق پہنچا دیا تھا۔ مگر انھوں نے اس پیغام کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ پھر کافروں کو نہ تو بولنے کی اجازت ہوگی اور نہ اس کا موقع ہوگا کہ وہ اللہ کی جانب رجوع کر سکیں کیونکہ اس کا تو وقت ہی نکل چکا ہوگا۔ چنانچہ جن لوگوں نے احکامِ الٰہی کے خلاف سرکشی کی ہے اور ظالم ثابت ہوئے ہیں جب روزِ قیامت وہ عذاب کو دیکھیں گے تو اپنی بداعمالیوں پر پشیمان ہونگے اور اس سے بچنے کی کوشش کریں گے مگر یہ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کر لیں نہ تو اُن کے عذاب میں کمی کی جائیگی اور نہ اُن کو مہلت ہی دی جائیگی۔ پھر قیامت کے دن جب مشرک نام نہاد خداؤں شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ پروردگار یہی وہ ہمارے شریک ہیں جن کی وجہ سے ہم گمراہ ہوئے تھے اور جن کی ہم تیرے سوا پرستش کرتے تھے تو وہ خدائی کے شریک مثلاً حضرت عیسیٰ جنہیں یہ خدا کا بیٹا قرار دیتے تھے۔ ان مشرکوں کے قول کو خود ہی اُن کے منہ پر اُلٹا مار دیں گے اور اُن سے کہیں گے کہ تم جھوٹے اور گمراہ ہو۔ یہ تمام گمراہ لوگ جو غیر اللہ کی پرستش کرتے تھے اُس دن اللہ کے روبرو سرنگوں ہو جائیں گے اور اطاعتِ الٰہی کا اظہار کرنے لگیں گے اور اُس روز ان کی وہ تمام افترا پردازیاں ختم ہو جائیں گی جو وہ اللہ کے بارے میں کیا کرتے تھے مگر یہ سب بے سود ہوگا کیونکہ جو لوگ کفر میں مبتلا رہے تھے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا کرتے تھے ہم اُن کی غلط کاریوں کی بنا پر انہیں عذاب پر عذاب دیں گے یہ ہے اُس فتنہ و فساد کا جو یہ برپا کیا کرتے تھے۔ (باقی صفحہ پر)

تعلیم الحدیث مسلسل



نبی محترم کی حکمرانوں کو ہدایتیں

اقتدار کی ہوس ایک فتنہ ہے۔ اخلاق و کردار بہت بڑی چیز ہے

(از شوکت علی فہمی)

احادیث کی مستند کتب سے دین دنیا کے ناظرین کے لئے ذیل میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جا رہے ہیں جو مسلمانوں کے لئے بہترین شمع ہدایت ہیں۔

نبی محترم کی حکمرانوں کی ہدایتیں

رسول اللہ صلعم نے جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں میں نوع انسانی کو ہدایتیں فرمائی ہیں وہاں حکمرانی کے سلسلہ میں جو قیمتی مشورے دیئے ہیں انھیں آج بھی حکمرانی کے لئے بہترین دستور العمل قرار دیا جا سکتا ہے۔ حضورؐ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ بہترین حکمراں وہ ہے جو اللہ کے بندوں کے لئے زیادہ سے زیادہ آسائش اور آسانی فراہم کر سکے چنانچہ اس سلسلہ میں حدیث ہے:۔

ابو موسیٰ رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم جب اپنے اصحاب میں سے کسی کو کسی جگہ کی حکومت سپرد کر کے بھیجتے تھے تو اُس سے فرماتے تھے لوگوں کو ہمیشہ خوش رکھنا، ان کے دلوں میں نفرت نہ پیدا ہونے دینا، اُن کے لئے آسانیاں پیدا کرنا اور انھیں کسی قسم کی دشواری میں مبتلا نہ کرنا۔

(بخاری و مسلم)

واقعی اُس سے بہتر حکمراں کون ہو سکتا ہے جس سے کہ عوام خوش ہوں اور جو عوام کے لئے آسانیاں پیدا کرے۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے:۔

عوف بن اشجعی رضؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ تمہارے حاکموں میں سے بہترین حاکم وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں اور جن کے لئے تم دعا کرو اور وہ تمہارے لئے دعا کریں۔ اور بدترین حاکم وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں اور لعنت کرو تم اُن پر اور وہ لعنت کریں تم پر۔" (مسلم)

دنیا کی یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ آج دنیا کو اچھے اور محبت کرنے والے حاکم بہت کم میسر ہیں۔ بلکہ ایسے حکمراں ہمارے سروں پر مسلط ہیں جن کو اپنے اقتدار اور سیاسی اغراض کے مقابلہ میں عوام کی بہبود کا بہت ہی کم خیال ہے۔ اسی لئے عوام اور حکمرانوں میں تقریباً ہر ملک میں کشاکش جاری ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی حکمراں بھی اُس وقت تک عوام کے دلوں میں جگہ نہیں پیدا کر سکتا جب تک کہ وہ عوام کی ضرورتوں اور آسائشوں کا خیال نہ رکھے۔ چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ عوام کے مفاد کی حکومت کی مصلحتوں کے مقابلہ پر کوئی پرواہ نہیں کی جاتی اور عوام پر بے اندازہ ٹیکس لگا کر انھیں گرانی کی مصیبت میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ کاش زمانہ حاضرہ کے حکمراں رسول محترم کے قیمتی مشوروں سے فائدہ اٹھا سکیں۔

اقتدار کی ہوس ایک فتنہ ہے

رسول مقبول صلعم نے اقتدار کی ہوس کو دنیا کا بہت بڑا فتنہ قرار دیا ہے چنانچہ اس بارے میں حدیث ہے۔

"نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ دو بھوکے بھیڑیئے جو بکریوں میں چھوڑ دئے جائیں وہ اس قدر فساد برپا نہیں کر سکتے جس قدر کہ دولت اور اقتدار کی ہوس دین میں فتنہ و فساد برپا کرتی ہے۔" (ترمذی)

اقتدار اور دولت کی ہوس صرف دین ہی میں نہیں بلکہ دنیا میں بھی فتنہ کا سب سے بڑا سبب بنی ہوئی ہے۔ چنانچہ آج دنیا کے مختلف ممالک میں جہاں بھی فتنہ و فساد برپا ہے اُس کی تہہ میں یہی اقتدار اور دولت کی ہوس اپنا کام کر رہی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اقتدار اور دولت کی ہوس سے بڑھ کر اس دنیا میں کوئی فتنہ نہیں اور اسی فتنے نے دنیا کے اکثر حصوں میں بُری طرح تباہی برپا کر رکھی ہے۔ شاید اسی تباہ کن زمانہ کے بارے میں رسول اللہ صلعم نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔

"آئندہ زمانہ میں علم (دین) اُٹھا لیا جائے گا جہل اور فتنے غالب ہو جائیں گے۔ اور ہرج بہت ہوگا۔ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ ہرج کیا چیز ہے۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے ترچھا اشارہ کرکے فرمایا اس طرح ہوگا۔ آپ کی مراد قتل عام سے تھی۔" (ترمذی)

آج دنیا کے مختلف حصوں میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ ایران، افغانستان اور دنیا کے مختلف حصوں میں قتل عام جاری ہے اور اس قتل عام کے تہہ میں بھی اقتدار کی ہوس اپنا کام کر رہی ہے۔ خدا دنیا والوں کو عقل دے اور مسلمان ان واقعات سے عبرت حاصل کریں۔

اخلاق اور کردار بہت بڑی چیز ہے

انسانی اخلاق اور کردار وہ بے پناہ طاقت ہے جس نے مُردہ قوموں کو بھی زندہ کر دیا ہے۔ اور جسے کھونے کے بعد بڑی بڑی قوموں اور حکومتوں کا شیرازہ بکھر گیا ہے اس لئے اسلام نے [illegible] اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار اختیار کرنے کی سختی سے ہدایت کی ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یمن کی امارت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے یمن جانے لگا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اپنا

پاؤں رکاب میں رکھا تو رسول اللہ صلعم نے مجھ سے فرمایا۔

"معاذ۔ لوگوں کی تربیت اور تعلیم کے لئے اپنے خلق کو اچھا بنانا نہایت ضروری ہے۔ بے شک نیک ترین شخص وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔" (موطا امام مالک)

یہ تھی رسول اللہ صلعم کی حاکم یمن کے لئے ہدایت۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضؓ اصلاحِ اخلاق کے لئے ایک دوسری حدیث بیان کرتے ہیں:-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا آپ کے نزدیک بہترین لوگ کون ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا جن کے اخلاق اچھے ہیں۔" (امام احمد)

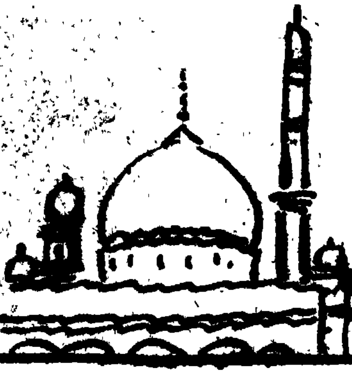
خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق اور اعلیٰ کردار کا ایک بلند ترین نمونہ تھے۔ دوستوں کا تو ذکر ہی کیا ہے حضورؐ اپنے دشمنوں اور بدترین مخالفین سے بھی بڑی خوش خلقی سے پیش آتے تھے۔ اور صرف یہی نہیں تھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰ کردار رکھنے والے صحابہ کرام کی ایک پوری جماعت ایسی پیدا کر دی تھی جن کا ہر فعل ہمارے لئے باعثِ تقلید ہے کاش مسلمان نبی محترمؐ اور صحابہ کرام رضؓ کے اعلیٰ کردار اور پاکیزہ اخلاق سے سبق حاصل کر سکیں۔

ذخیرہ اندوزی بدترین گناہ ہے

اناج اور ضروریاتِ زندگی کی اشیاء کی ذخیرہ اندوزی پر آجکل بُری طرح زور دے ہو رہا ہے لیکن اسلام آج سے چودہ سو برس قبل ذخیرہ اندوزی کو ایک بہت بڑا گناہ قرار دے چکا ہے چنانچہ رسول اللہ صلعم نے مسلمانوں کو سختی سے ہدایت فرمائی ہے کہ وہ اشیاء کی قیمتیں بڑھانے کی غرض سے اور اُن سے ناجائز نفع کمانے کے لئے ہرگز ذخیرہ اندوزی نہ کریں چنانچہ اس سلسلہ میں صحیح حدیث ہے۔

"ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چالیس روز تک غلہ ذخیرہ [illegible] اللہ کا اس آدمی سے [illegible] [illegible] پیدا ہو جاتا ہے [illegible] نے بھی اس سے [illegible]

اسلامی افکار



اسلام کی دولتمندوں پر ضرب

اسلام نے سرمایہ داری کی بنیادوں کو ہلا دیا ہے

(ہمارے مفکر کے قلم سے)

آج دنیا کے مختلف گوشوں سے سرمایہ داری کے خلاف آواز بلند کی جا رہی ہے لیکن اسلام آج سے چودہ سو برس قبل ایک ایسا سوشلسٹ نظام پیش کر چکا ہے جس کی کہ اس ترقی یافتہ دنیا میں بھی کوئی مثال موجود نہیں ہے سچ تو یہ ہے کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے کہ دنیا کو سوشلسٹ نظام سے آشنا کیا ہے۔ ذیل کے مقالہ میں اسلام کے اسی پہلو پر بحث کی گئی ہے۔

آج سے ہزاروں سال پہلے جب انسان میں زندگی کا شعور پیدا ہوا تھا تو اس وقت کے حالات آج کے حالات سے مختلف تھے۔ اس وقت کا انسان صرف اپنی جان کی حفاظت کا خواہشمند تھا اور اسے سماجی اور انفرادی حقوق کا کوئی احساس نہیں تھا اسی لئے وہ اپنے درمیان سے ایسے افراد کو اپنا سردار یا محافظ بنا لیا کرتا تھا جو سب سے زیادہ بہادر اور طاقتور ہوتا تھا اور اس طرح خاندانوں اور قبیلوں کی اقتصادی زندگی بھی انہی سرداروں کے ہاتھوں میں رہتی تھی اور زمانہ کی ترقی کے ساتھ ان ہی سرداروں نے بادشاہوں کی صورت اختیار کر لی تھی لیکن آج زمانہ بالکل بدل گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انسان اس نتیجہ پر بھی پہنچا ہے کہ اس کے کچھ انفرادی اور سماجی حقوق بھی ہیں اور اس کی انفرادی اور سماجی زندگی کی بہتری اس کے اقتصادی نظام پر منحصر ہے اس لئے سوال یہ ہے کہ انسان کو اپنی فلاح کے لئے کس قسم کا اقتصادی نظام اختیار کرنا چاہئے۔

یہ بات بھی تفصیل کی محتاج نہیں کہ جس اقتصادی نظام میں دولت کسی ایک فرد یا چند افراد کے ہاتھوں میں جمع نہیں ہو جاتی بلکہ پوری قوم کے درمیان گردش کرتی رہتی ہے وہی اقتصادی نظام عوام کی خوشحالی کا موجب ہو سکتا ہے لیکن ایسا اقتصادی نظام خود بخود قائم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے لئے مختلف تدبیریں اختیار کرنی پڑتی ہیں اور قوم کو چند افراد کے ہاتھوں میں دولت کو جمع ہو جانے سے روکنے کے لئے بہت سے قدم اٹھانے پڑتے ہیں۔ مگر آج یہ قدم مختلف قانون بنا کر اٹھائے جاتے ہیں لیکن یہ قانون چونکہ انسان کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے زیادہ ہوشیار انسان انہیں توڑنے کی راہیں بھی نکال لیتے ہیں اور اس طرح اصلاح حالات میں بہت سی دشواریاں پیش آتی رہتی ہیں۔

آج سے چودہ سو سال پہلے جب اسلام کا ظہور ہوا تھا تو اس قسم کی کوئی کشمکش موجود نہیں تھی لیکن اسلام ایک ایسا دین ہے جو قیامت تک اپنی اصل صورت میں برقرار رہے گا پھر وہ ایک ایسا دین بھی ہے جس کا تعلق انسان کے صرف روحانی ارتقاء ہی سے نہیں ہے بلکہ وہ انسان کی مادی زندگی میں بھی قدم قدم پر اس کی رہنمائی کرتا ہے اس لئے اس نے اپنے اقتصادی نظام کو اس طرح مرتب کیا تھا کہ اس پر عمل کرنے کے بعد سرمایہ داری خود بخود ختم ہو جاتی ہے سرمایہ چند افراد کے پاس جمع نہیں ہو سکتا اور قومی دولت پوری قوم کے درمیان گردش کرتی رہتی ہے اور اسلام کے اس اقتصادی نظام کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ اس میں کوئی خلاء یا شگاف موجود نہیں اور کسی کے لئے اسے توڑنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

اس سلسلہ میں اسلام نے سب سے پہلے غیر مبہم الفاظ میں یہ بات بتائی ہے کہ کسی قوم کی جو دولت چند افراد کے پاس جمع ہو جانے کے باوجود قوم ہی کی دولت اور امانت رہتی ہے اس کا مالک کہلانے والا شخص دراصل

اُس کا امین ہوتا ہے اور ضرورت کے وقت اس دولت کو قوم ہی کی فلاح اور بہبود پر صرف ہونا چاہئے۔

سرمایہ کے متعلق اس اہم اور بنیادی اعلان کے بعد اسلام نے افراد کے پاس دولت کو جمع ہونے سے روکنے کے لئے جو تدابیر اختیار کی ہیں اس دور کے اچھے سے اچھے اقتصادی نظام میں بھی وہ تدابیر نہیں ملتیں اور ان تدابیر کی وجہ سے افراد کی وہ استعداد اور صلاحیت بھی برقرار رہتی ہے جو قومی دولت کو بڑھانے کے لئے ضروری ہے۔

مثلاً اسلام نے کسی شخص کو بھی دولت پیدا کرنے سے منع نہیں کیا بلکہ اس نے انسان کے معیارِ زندگی کو بلند کرنے کی دعوت دی ہے اور ہر شخص کو ہدایت کی ہے کہ اسے اپنی ذات اور اپنے متعلقین کے سلسلہ میں اپنے فرائض اور اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا کرنا چاہئے اور چونکہ یہ ذمہ داریاں دولت کے بغیر ادا نہیں کی جا سکتیں اس لئے ہر شخص کیلئے دولت پیدا کرنا ضروری ہو جاتا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس نے دولت کی ایک حد مقرر کر کے اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی کو بھی لازمی قرار دیا ہے اور دولت کو کسی ایک جگہ جمع ہونے سے روکنے کے لئے وہ اپنے اس فیصلہ پر اتنی سختی کے ساتھ قائم رہا ہے کہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی نے ایسے مسلمانوں کے خلاف فوج کشی سے بھی گریز نہیں کیا جو اسلام کے تمام احکام کو تو مانتے تھے لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی سے گریز کرتے تھے۔

دولت کو جمع ہونے سے روکنے کے لئے اسلام نے دوسرا اہم قدم وراثت کی تقسیم کی صورت میں اُٹھایا ہے۔ یہ قدم اس درجہ مؤثر اور کامیاب ہے کہ اس کی وجہ سے زمین اور غیر منقولہ جائداد، نقد و زر حتیٰ کہ معمولی سامان تک تقسیم ہو جاتا ہے اور اگرچہ آج سوسائٹیوں میں بھی وراثت کی تقسیم کا نہیں ہیں اس طریقہ کار کو قانون کی صورت میں نافذ کیا جا رہا ہے لیکن اُن کا مقصد محض وارثوں کی حقوق کی حفاظت ہے مگر اسلام نے اپنے اقتصادی نظام میں تقسیمِ وراثت کو داخل کر کے نہ صرف متعلقین کے حقوق کی حفاظت کی ہے بلکہ سرمایہ داری کی جڑوں پر بھی ضرب لگائی ہے۔

آج اس بات کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ سود ہی سرمایہ داری کے فروغ کا سب سے بڑا اور موثر وسیلہ ہے۔ چنانچہ شرح سود کو کم کرنے کے لئے قوانین بنائے جا رہے ہیں مگر اسلام نے سود کو ممنوع قرار دے کر سرمایہ داری پر کاری ضرب لگائی ہے۔ اس کے اس حکم پر عمل کرنے والے کسی سماج میں بھی دولت کسی ایک گروہ یا فرد کے پاس جمع نہیں ہو سکتی اور سب کے

بعد اسلام نے اسلامی حکومت کے سربراہ یا خلیفہ کو اس امر کا اختیار دیا ہے کہ اگر اسے اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ سماج کے کسی فرد کے پاس دولت جمع ہو گئی ہے اور وہ اس دولت کو غیر ضروری طور پر عیش و عشرت میں صرف کرتا ہے یا وہ دولت معطل اور بے کار پڑی ہوئی ہے تو وہ اسے ضبط کر کے قومی ترقی کے کاموں پر خرچ کر سکتا ہے۔

آج سرمایہ داری کو ختم کرنے کے لئے جتنے قدم بھی اُٹھائے جا رہے ہیں اُن کا ایک قابلِ توجہ پہلو یہ ہے کہ وہ ایک ایسے نظام کو نابود کر دینے کے لئے ہیں جس کی جڑیں سماج میں بہت زیادہ گہرائیوں تک پہنچ چکی ہیں، ان تدابیر کے ذریعہ سے اس نظام کو ختم کرنے کی کوششیں ضرور جاری ہیں لیکن جن طبقوں کا مفاد اس نظام کے ساتھ وابستہ ہے وہ انسانی فطرت سے مجبور ہو کر ان تدابیر اور کوششوں کو اپنے خلاف جبر و تشدد محسوس کرتے ہیں لیکن اسلام نے اپنے اقتصادی نظام کی بنیاد اعتدال پر رکھی ہے۔ اس لئے اس نظام کو ماننے والوں میں تو سرمایہ داری کے فروغ کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی دوسرے دولتمندوں میں یہ احساس موجود رہتا ہے کہ وہ دولت کے مالک نہیں بلکہ امین ہیں اور تیسرے سربراہ ریاست کو جو اختیارات دیئے گئے ہیں اُن کی وجہ سے سماج میں ہر وقت اقتصادی مساوات قائم رہتی ہے غرضکہ اقتصادی عدم مساوات اور سرمایہ داری کو روکنے میں کوئی قانون بھی اسلام کے اقتصادی نظام کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

تعلیم القرآت

سلسلہ ۱

اور جب روزِ قیامت ہم ہر اُمت میں سے اُنہی میں سے اُن کے مقابلہ پر ایک گواہ کھڑا کریں گے تو اے رسولِ عربی ہم تمہیں بھی جیسا کہ فرمایا ہے مشرکین کے مقابلہ پر گواہ بنا کر لائیں گے تاکہ تم اچھی طرح سے اُن کی لغزشوں کو ظاہر کر سکو۔ اے رسول ہم نے تم پر ایک ایسی کتاب اُتاری ہے یعنی قرآن جس میں کہ ہر معاملہ کی ہدایت اور ہدایت موجود ہے۔ یہ قرآن مسلمانوں کے لئے ہدایت اور مومن کے لئے رحمت اور بشارت ہے مگر افسوس ہے کہ منکرین نے اس کی قدر نہ کی۔

تاریخ اسلام کا ایک ورق



سمرقند کے کفرستان میں نعرۂ توحید

فاتح اسلام "قتیبہ بن مسلم" کی سرفروشی

(از شوکت علی فہمی)

قتیبہ بن مسلم اسلام کا وہ مردِ مجاہد ہے جس کے مجاہدانہ کارناموں کے مقابلہ میں سکندر اور نپولین کے کارنامے بھی بےحقیقت معلوم ہوتے ہیں۔ پہلی صدی ہجری کے آخر میں اسلام کا یہ فرزند وسط ایشیا کے جس علاقہ میں بھی گیا اُس نے بڑی بڑی مشرکوں کی سلطنتوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ چنانچہ بخارا کو اس نے زیر کیا روسی ترکستان کو اس نے فتح کر لیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس مردِ مجاہد نے اُس سمرقند کو بھی زیر کر لیا جسے ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا۔ ذیل کے مقابلہ میں یہی بتایا گیا ہے کہ اس مردِ مومن نے سمرقند کے کفرستان میں کس طرح نعرۂ توحید بلند کیا۔

سمرقند کو وسط ایشیا کی تاریخ میں ہمیشہ ہی بہت بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ یہ خوشنما شہر ہزار ہا سال سے پورے وسط ایشیا میں بت پرستی کا سب سے بڑا مرکز شمار کیا جاتا رہا تھا۔ مورخوں کا بیان ہے کہ صرف ایک سمرقند میں تین ہزار سے زیادہ عظیم الشان بت خانے موجود تھے۔ سمرقند کے باشندوں کا عقیدہ تھا کہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی سمرقند کو فتح نہیں کر سکتی کیونکہ جو قوم بھی اُن کے بت خانوں کے خلاف اقدام کرے گی وہ دیوتاؤں کے غضب کا شکار بن کر تباہ ہو جائے گی۔

پہلی ہی صدی ہجری میں اگرچہ مسلمان دنیا کی بڑی سے بڑی مشرکوں کی حکومتوں کو زیر کر چکے تھے اور ان کی فتوحات کے مقابلہ میں قیصر و کسریٰ کی عظیم الشان سلطنتیں بھی سرنگوں ہو گئی تھیں اس لئے اُن کا سمرقند کو فتح کر لینا دشوار نہیں تھا۔ پھر ایران کی فتح کے بعد تو سمرقند بالکل مسلمانوں کے زیر نگیں ہو چکا تھا لیکن اہل سمرقند اور مسلمانوں میں چونکہ زمانہ دراز سے مصالحانہ تعلقات قائم تھے اور مسلمان بدعہدی اور معاہدات کی خلاف ورزی کو بدترین گناہ تصور کرتے تھے اس لئے وہ ہمیشہ ہی سمرقند کی جانب پیش قدمی سے احتراز کرتے رہے مگر سمرقند والے یہ سمجھتے رہے کہ مسلمان اُن کے بتوں اور دیوتاؤں سے ڈر رہے ہیں اور

اِس غلط خیال نے اُن میں انتہا درجہ کی رعونت پیدا کر دی تھی چنانچہ اُنھوں نے تمام پچھلے معاہدوں کو پس پشت ڈال دیا یہاں تک کہ انھوں نے نہایت منظم طریقہ پر مسلمانوں کے خلاف یورش کرنے کی تیاریاں بھی شروع کر دیں۔

مسلمان اس زمانہ میں بخارا کی جنگ میں الجھے ہوئے تھے اور انہیں بعض ترکستان کی غیر مسلم ریاستوں سے بھی جنگ کرنی پڑ رہی تھی۔ اس لئے سمرقند والوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اُنھوں نے مسلمانوں کے خلاف چھیڑ چھاڑ شروع کر دی چنانچہ ترکستان کی لڑائیوں میں بھی اُنھوں نے عہد شکنی کرتے ہوئے کھلم کھلا مسلمانوں کے دشمنوں کی مدد کی اور اس بات کی ہر ممکن کوشش کی کہ وسط ایشیا کے سب ہی بت پرست حکومتیں متحد ہو کر پہلے ایران سے پھر اس کے بعد عراق سے مسلمانوں کو نکال دیں۔

اس زمانہ میں خراسان کے گورنر قتیبہ بن مسلم تھے۔ وہ یہ سب کچھ خاموشی سے بیٹھے ہوئے دیکھتے رہے۔ کیونکہ وہ ایک ہی وقت میں کئی محاذوں پر جنگ کرنا مصلحت کے خلاف سمجھتے تھے۔ لیکن جوں ہی انھیں ترکستان میں فتح حاصل ہوئی تو وہ فوراً ہی اُس سمرقند کی جانب پلٹ پڑے جسے سمرقند کے مشرکین ناقابل تسخیر سمجھتے تھے اور

جن کا عقیدہ یہ تھا کہ جو قوم بھی سمرقند کے بت خانوں کی جانب رُخ کرے گی وہ دیوتاؤں کی عتاب کی بنا پر تباہ اور برباد ہو جائے گی۔ چنانچہ جوں ہی مجاہدین اسلام سمرقند کے قریب پہنچے تو سمرقند والے بھی مقابلہ پر آگئے بڑی جرأت کے ساتھ لڑے۔ لیکن وہ لوگ جو اپنی فوجی طاقت سے کہیں زیادہ اپنے بتوں اور دیوتاؤں کی روحانی طاقت پر عقیدہ رکھتے ہوں۔ بھلا کہاں تک مسلمانوں کا مقابلہ کرتے آخر چند روز کی جنگ کے بعد ہی وہ قلعہ بند ہو گئے اور مجاہد اسلام قتیبہ بن مسلم۔ نے بھرپور سمرقند کا محاصرہ کر لیا۔

جب محاصرہ کو کئی دن گزر گئے اور سمرقند والوں نے یہ دیکھا کہ اُن کے لئے مسلمان جیسی سرفروشی اور جوشیلی قوم سے مقابلہ کرنا دشوار ہے۔ تو انھوں نے فوراً وسط ایشیا کی دوسری بت پرست ریاستوں کے فرمانرواؤں کو لکھا کہ "فوراً ہماری مدد کے لئے آؤ۔ اور اس بات کو یاد رکھو کہ مسلمان اگر آج ہم پر غالب آگئے تو کل تمہیں بھی یہی دن دیکھنا ہوگا۔ اس لئے صرف ہماری حفاظت ہی کے لئے نہیں بلکہ خود اپنی حفاظت کے لئے ہم سب کو مسلمانوں کے مقابلہ پر متحد ہونا نہایت ضروری ہے۔"

قتیبہ بن مسلم کی فتوحات کو پہلے ہی وسط ایشیا کی مشرک ریاستوں میں تشویش کی نظر سے دیکھا جا رہا تھا۔ لہٰذا جیسے ہی اُنہیں سمرقند والوں کا پیغام ملا۔ تو اکثر و بیشتر ریاستوں کی فوجیں مسلمانوں کے مقابلہ پر سمرقند والوں کی امداد کو پہنچ گئیں۔ اُدھر قتیبہ بن مسلم کو جوں ہی معلوم ہوا کہ سمرقند والوں کی امداد کے لیے مشرک حکومتوں کی فوجیں آرہی ہیں تو اس لائق سپہ سالار نے اپنی فوج کو کئی دستوں میں تقسیم کر دیا اور سارے تمام اہم ناکوں پر ان دستوں کو متعین کر دیا جہاں سے یہ فوجیں سمرقند کی سرحدوں میں داخل ہو سکتی تھیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو بھی امدادی فوجیں سمرقند والوں کی امداد کے لئے آگے بڑھیں مسلمانوں نے مقابلہ کر کے اُن کا صفایا کر دیا۔ اور اس طرح سمرقند والے بیرونی امداد سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے اور صرف یہی نہیں ہوا بلکہ مجاہدین اسلام نے مختلف ریاستوں کے ساتھ ساتھ اُن مشرک شہزادوں کو بھی گرفتار کر لیا۔ جو اپنی اپنی فوجوں کی کمان کر رہے تھے۔

سمرقند والوں کو خلاف توقع جب یہ سانحہ پیش آیا تو اُن کی ہمت پست ہو گئی اور انھوں نے اس بات کی کوشش کی کہ کسی طرح مسلمان محاصرہ اٹھا لیں لیکن قتیبہ بن مسلم نے محاصرہ اور زیادہ سخت کر دیا اور منجنیقوں سے پتھر برسا کر شہر پناہ کی دیوار توڑ دی اور مسلمان سپاہیوں کو ہدایت کی کہ وہ جس طرح بھی ممکن ہو تباہ شدہ فصیل کے اندر داخل ہو جائیں۔ اُدھر اہل سمرقند نے بھی مدافعت پر اپنی پوری طاقت صرف کر دی۔ لیکن مسلمان پھر بھی بے اندازہ جانی قربانیاں دینے کے بعد فصیل کے شگاف تک پہنچ ہی گئے۔

اب اہل سمرقند نے ایک دوسری چال چلی اُنھوں نے سپہ سالار اسلام کے پاس پیام بھیجا کہ "اگر مسلمان سمرقند سے اپنی فوجیں پیچھے ہٹا لیں۔ تو ہم اس کے معاوضہ میں بے اندازہ سونا چاندی اور جواہرات پیش کرنے پر آمادہ ہیں" قتیبہ بن مسلم نے جواب دیا "ہم مال و دولت کے لئے جنگ نہیں کیا کرتے۔ جب ہم نے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی پرواہ نہیں کی تو تمہارے خزانوں کو کیا نظر میں لا سکتے ہیں ہم جس ملک میں بھی جاتے ہیں ہمارا مقصد اللہ کا نام بلند کرنا ہوتا ہے۔ اب یا تو ہم سمرقند میں داخل ہو کر نعرہ توحید بلند کریں گے ورنہ سمرقند ہی کی دیواروں کے نیچے ہلاک ہو جائیں گے"

قتیبہ بن مسلم نے اب نئے سرے سے اپنی فوجوں کو منظم کیا اور پھر اس کے بعد پوری طاقت سے کچھ اس طرح حملہ کیا کہ سمرقند والوں کے قدم اکھڑ گئے اور مسلمان سیلاب کی طرح سمرقند کی فصیلوں کے اندر داخل ہو گئے یہاں تک کہ چند روز کے اندر پورے سمرقند پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

قتیبہ بن مسلم نے سمرقند کی فتح کے بعد موذن کو اذان دینے کا حکم دیا۔ یہ پہلی اللہ اکبر کی صدا تھی جو سمرقند کے در و دیوار سے ٹکرائی اس کے بعد اس مجاہد اعظم نے اس پرانے کفرستان میں فوج کے ساتھ پہلی نماز ادا کی چنانچہ سمرقند کی جس زمین پر یہ پہلی نماز ادا کی گئی اُسے مسجد قرار دے دیا گیا۔ اور پھر چند روز کے اندر عین سمرقند کے وسط میں ایک شاندار مسجد تیار ہو گئی۔ یہ مسجد اس کفرستان میں پہلا خدا کا گھر تھا۔

جب سمرقند پر مسلمانوں کا کامل قبضہ ہو گیا تو سپہ سالار اسلام نے اعلان کر دیا کہ "شہر کے تمام امن پسند باشندوں کو پناہ دی جاتی ہے۔ کسی کی نہ جائیداد ضبط کی جائے گی اور نہ اُس کے مال میں سے کچھ لیا جائے گا مذہب کے معاملہ میں کسی پر کسی قسم کا جبر نہیں کیا جائے گا۔ جو لوگ اپنے قدیم مذہب پر قائم رہیں گے اُنھیں صرف جزیہ ادا کرنا ہوگا اور جو مسلمان ہو جائیں گے اُنھیں ہمارے برابر تمام حقوق حاصل ہوں گے"

اہل سمرقند پر اس اعلان کا نہایت اچھا اثر پڑا ...

تاریخ ہند



جب سلطان ٹیپو کو شہید کیا گیا

ٹیپو سچا محبِ وطن اور صاحبِ دل انسان تھا

(از جناب عدیل عباسی چریا کوٹی)

حیدر علی والیٔ میسور کی دوسری بیگم کے بطن سے اور نامور بزرگ حضرت ٹیپو مستان شاہ کی دعاؤں کی برکت سے ۱۷۵۲ء میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ لڑکے کا نام حضرت مستان شاہ کے نام نامی پر ابوالفتح علی ٹیپو رکھا گیا تاکہ شاہ صاحب کے نام کی برکت شامل حال رہے چنانچہ اس بچے کے اصل نام کو تو لوگ بھول گئے اور وہ صرف ٹیپو ہی کے نام سے مشہور و معروف ہوا اور تاریخ عالم ٹیپو سلطان کے نام کی روشنی سے جگمگا اٹھی۔ شمع آزادی کا یہ عظیم پروانہ اور سرفروش مجاہد آخری دم تک جھوکا پیاسا وطن عزیز کی خاطر تنہا اور اکیلا سفید فام انگریز لیٹروں کی ظالم فوج سے لڑتا ہوا سرنگا پٹم کے قلعہ میں ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو شہید ہوا۔ اور مادرِ ہند کا سر بلند کر گیا۔ وطن کے اس جیالے سپوت نے دیش کے لئے سر کٹانا قبول کیا لیکن دشمن کے آگے سر نہیں جھکایا۔ آج کا ہر فرد ہندو ہو یا مسلمان، سکھ ہو یا عیسائی ٹیپو سلطان کا نام ادب اور احترام کے جذبے سے لیتا ہے۔

ٹیپو صرف ایک بہادر، دلاور، لائق منتظم، ہر دلعزیز حکمراں، محب وطن فرزند اور فن سپہ گری میں ماہر بادشاہ ہی نہ تھا بلکہ وہ ایک منکسر المزاج رحمدل، سادہ طبیعت، فقیرانہ زندگی بسر کرنے والا، زاہد اور پاکباز شخص بھی تھا۔ جس کے دل میں جذبۂ انسانیت کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ بادشاہ ہونے کے باوجود فقیرانہ زندگی گزارتا تھا۔ دنیا کی تمام نعمتیں میسر ہونے پر بھی غریبوں جیسا کھانا کھاتا تھا۔ گوشت اور مرغن غذاؤں سے اُسے زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ اس کا کھانا نہایت سادہ ہوتا تھا۔ دودھ اور پھلوں کا استعمال زیادہ کرتا تھا۔

ٹیپو سلطان نہ خود ریشمی کپڑا پہنتا تھا اور نہ اپنے افسروں اور سپاہیوں کو ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت دیتا تھا۔ اس کی شرم اور حیا کا یہ عالم تھا کہ اُس کے پیر کے ٹخنوں اور ہاتھ کی کلائیوں کے سوا جسم کا اور کوئی حصہ عریاں نہ دکھائی دیتا تھا۔ بعض مورخین نے تو اُس کے بارے میں یہاں تک لکھا ہے کہ وہ حمام میں بھی کبھی برہنہ نہیں ہوا تھا۔

میسور کی تیسری جنگ کے بعد ٹیپو نے قسم کھائی تھی کہ جب تک وہ اُس کا انتقام نہ لے گا کبھی چارپائی پر نہ سوئے گا۔ چنانچہ اس نے اپنے عہد کو زندگی بھر نبھایا۔ اُس دن سے شہادت کے دن تک ٹیپو کبھی چارپائی پر نہیں سویا۔ ہمیشہ زمین کے فرش پر کھدر کا موٹا کپڑا بچھا کر سوتا تھا۔ سلطان مذہب اور صوم و صلوٰۃ کا ایسا پابند تھا کہ بڑے بڑے علماء اور دیندار لوگ بھی اُس کے ہم پلہ نہ تھے اور نہ ہمسری کا دعویٰ کر سکتے تھے۔

مسجد اعلیٰ کی افتتاحی رسم ادا کی جانے والی تھی بڑے بڑے علماء اور بزرگ وہاں موجود تھے کہ یکایک یہ اعلان ہوا کہ سب سے پہلی نماز اس مسجد میں وہ شخص پڑھائے جس کی کوئی نماز کبھی قضا نہ ہوئی ہو۔ پھر سکتہ اور جمود کا عالم طاری ہو گیا۔ کوئی آگے بڑھنے کی ہمت نہیں کر رہا تھا۔ سب ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے۔ آخر یہ حالت دیکھ کر سلطان سے نہ رہا گیا۔ وہ آگے بڑھا۔ کہا "الحمد للہ میں صاحب ترتیب ہوں"۔ اُس دن ٹیپو ہی نے امامت کے فرائض انجام دیئے۔

ٹیپو کو لہو و لعب اور عیش پسندی سے بے حد نفرت تھی۔ اس نے اپنی رعایا کو شراب خوری اور عیش پرستی سے روکنے کے لیے سخت احکامات جاری کیے۔ اُس کو فحش گوئی سے بھی سخت نفرت تھی۔ نہ وہ زبان سے کوئی فحش بات نکالتا تھا نہ سننا گوارا کرتا تھا۔

ٹیپو کے فقیرانہ جلال کا ایک عجیب واقعہ مورخین اُس کے حالات زندگی میں بیان کرتے ہیں۔ اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اُس کو خدا کی قدرت اور رحمت پر کتنا اٹوٹ بھروسا اور یقین تھا اور

میں تو سمجھتا ہوں کہ اُس کی زندگی کا صرف یہی ایک واقعہ اُس کے صاحبِ کیف اور صاحبِ کشف و کرامت ہونے کے لیئے کافی ہے۔

مرہٹوں سے جنگ کے دوران ایک وقت ایسا آیا کہ دریائے تنگ بھدرا بہت زوروں سے طغیانی پر تھا۔ دریا سانپ کی طرح لہراتا پھنکارتا بہہ رہا تھا۔ سلطانی فوجوں کو دریا پار کرنا تھا۔ کوئی تدبیر کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ انتظار کی شدت اور اضطراب بے صبری حد سے زیادہ ہو گئی۔ آخر کار سلطان کے حکم سے دریا کے دھارے پر توپ کے اکیس گولے مارے گئے۔ خدا کی قدرت جوش میں آئی گولے چلتے ہی دریا کا پانی پایاب ہو گیا اور سلطانی فوجیں نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ دریا پار کر گئیں۔

ٹیپو سلطان فطرتاً نہایت رحمدل واقع ہوا تھا اُس کے دل میں انسانیت کا صحیح درد تھا۔ وہ چھوٹے بڑے ہندو مسلمان، آقا و ملازم سب کو ایک نظر سے دیکھتا تھا۔ سبھی کے ساتھ اخلاق اور ہمدردی سے پیش آتا تھا۔ دوسروں کی تکلیف سے خود تڑپ اٹھتا تھا۔ ایک بار رات کا وقت تھا۔ ٹیپو سلطان اپنے خیمہ میں آرام کر رہا تھا یکایک اُس نے کراہنے کی آواز سنی۔ فوراً بیدار ہو گیا۔ خیمہ سے باہر نکل کر اُس نے دیکھا کہ قیدی پیاس کی شدت اور تکلیف سے جاں کنی کے عالم میں تڑپ رہے ہیں۔ سلطان قیدیوں کی تکلیف دیکھ کر بے تاب ہو گیا۔ دل بھر آیا۔ آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ اُس نے خود اپنے ہاتھوں سے قیدیوں کو پانی پلایا۔ پھر اس کے بعد اُس وقت تک نہیں سویا جب تک کہ سارے قیدی نہ سو گئے۔

سلطان کی شہادت یقیناً قدرت کو بھی ناگوار گزری تھی جس ہستی کی موت کے بعد دشمنوں پر آسمانی قہر و جلال نازل ہوا اُس کے شہید اور اللہ کا محبوب بندہ ہونے میں کیسے شبہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جنرل میڈوز ٹیلر نے سلطان کی شہادت اور اُس کی تجہیز و تکفین کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ وہ لکھتا ہے:

"۴ مئی ۱۷۹۹ء کا دن جس روز ٹیپو سلطان شہید ہوا بہت گرم تھا۔ ہوا تمام دن بند رہی ایک پتہ بھی کہیں نہیں ہلتا تھا۔ آسمان پر سیاہ اور ڈراؤنے بادل چھائے ہوئے تھے۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ان میں ایک غیر معمولی قسم کی گرج اور مہیب آواز سنائی دیتی تھی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ آسمان پر بھی کچھ ہو رہا ہے۔ لوگ اس گرمی کی سختی کو محسوس کر رہے تھے۔ فضا کے بھیانک پن سے دلوں پر ایک رعب چھایا ہوا تھا۔ کبھی کبھی کوئی آدمی سر اٹھاتا تو جلد ہی خوف سے سر نیچا کر لیتا۔"

"اسی حالت میں جنازہ لال باغ تک پہنچا۔ ہجوم اس قدر بڑھ گیا تھا کہ لوگوں کی گریہ و زاری کی آواز تمام فضا میں گونج رہی تھی۔ ادھر قلعہ سے ماتمی توپیں چھوٹ رہی تھیں۔ مگر ان کی آواز لوگوں کی گریہ و زاری میں گم ہو کر رہ گئی تھی۔ اس ہنگامۂ غم والم میں اگر کبھی ایک لمحہ کے لیئے توقف ہوتا تو معلوم ہوتا کہ آسمان پر بھی کچھ ہو رہا ہے۔ تمام آسمان پر بجلیاں ایک گوشہ سے نکل کر دوسرے گوشہ کی طرف لپک رہی تھیں۔"

"جنازہ عین مقبرہ کے روبرو پہنچا۔ بینڈ بجنا ختم ہو گیا۔ جنازہ کے آگے چار کمپنیاں جو جلو میں تھیں دو رویہ صف باندھ کر کھڑی ہو گئیں تاکہ جنازہ اُن کے درمیان سے قبر تک لے جایا جائے۔ جنازہ آہستہ آہستہ نیچے اُتارا گیا۔ خطیب اور دوسرے لوگ قطاریں باندھ کر نماز کے لیئے صف بستہ کھڑے ہو گئے۔"

"خطیب کی آواز نہایت دردناک تھی۔ جیسے ہی اُس کی زبان سے تکبیر کہنے کے لیئے لفظ "اللہ" نکلا تو معلوم ہوا کہ آسمان ٹوٹ کر زمین پر گر رہا ہے ایک ہیبتناک کڑاکے کے ساتھ بجلی چمکی اور ایک زور کی روشنی سے سب کی آنکھیں بند ہو گئیں اور ایک زبردست گرج نے دلوں کو ہلا دیا اور یہ معلوم بھی نہ ہوا کہ خطیب کی زبان سے اللہ کے بعد کوئی لفظ بھی نکلا یا نہیں۔"

"اس کے بعد ایک عرصہ تک خاموشی طاری رہی۔ نماز ختم ہوئی لاش کو سلطان کی آخری آرام گاہ میں رکھا گیا۔ جوں ہی لاش رکھ کر السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہا گیا پھر ایک بار بجلی چمکی۔ ایک کڑک ہوئی۔ لوگوں پر لرزہ سا طاری ہو گیا۔ یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں اور کیا ہو رہا ہے۔ اس کے بعد بجلی اور گرج کا ایک مہیب سلسلہ شروع ہو گیا۔ ابھی تک بارش کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرا تھا۔ کالی گھٹا سے معلوم ہوتا تھا کہ زمین پر کوئی تباہی آنے والی ہے بجلی کی چمک سے زمین و آسمان ایک ہو رہے تھے اور لوگوں کی نظریں خوف و ہراس سے اِدھر اُدھر ہٹتی نہ تھیں۔ اُس وقت ظاہر ہو رہا تھا کہ قدرت کے آگے انسانی طاقت کتنی حقیر ہے۔ درحقیقت ایک آوازِ غیب اُس وقت سنائی دے رہی تھی۔"

"فوج کو حکم دیا گیا کہ آخری سلامی دے۔ اِدھر بندوقیں چھوڑی گئیں اور

اسلام اور غیر مسلم



اسلام کو کیوں پسند کرتا ہوں

کیپٹن رابرٹ گارڈن کے اسلام کے بارے میں احساسات

(کیپٹن رابرٹ کے انگریزی مقالہ سے ماخوذ)

کیپٹن رابرٹ گارڈن برطانیہ کے ایک مشہور فوجی افسر ہیں۔ انھوں نے پہلی جنگ عظیم کے دوران اپنا بیشتر وقت عرب ممالک میں گذارا ہے۔ اور مسلمانوں سے قریب رہنے کی بنا پر اسلامی تعلیمات اور نظریات سے واقف ہونے کا انھیں کافی موقعہ ملا ہے۔ چنانچہ وہ پیروان اسلام سے قریب رہنے کی وجہ سے اسلام سے بہت متاثر ہیں۔ اسی لئے یہ اسلام کے بارے میں لندن کے اخبارات و رسائل میں برابر مقالات لکھتے رہتے ہیں ذیل کا مضمون اُن کے ایک انگریزی مقالہ سے ماخوذ ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے دوران عرب ممالک میں اپنا بیشتر وقت گذارنے کی وجہ سے میں نے اسلام اور اُس کے متبعین کو بہت ہی قریب سے دیکھا ہے۔ اور اب میں بلاخوف تردید یہ کہنے کے لئے تیار ہوں کہ اسلام میں بعض ایسی خوبیاں موجود ہیں جو ہر انسان کو خواہ وہ کسی مذہب سے کیوں نہ تعلق رکھتا ہو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ یوں تو اسلام میں بہت سی خوبیاں ہیں لیکن جس خوبی نے سب سے زیادہ مجھے متاثر کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس مذہب نے بنی نوع انسان کو ذہنی سیاسی اور عملی آزادی عطا کر کے اُسے انسانیت کے بلند ترین درجہ پر پہنچا دیا ہے۔

یہ بات سب ہی کو معلوم ہے اور تاریخ بھی بتاتی ہے کہ اسلام کے ظہور سے پہلے انسان اپنے خیالات کے اظہار اور عمل کی آزادی سے محروم تھا۔ اُسے اپنی زندگی کے سیاسی اور اقتصادی معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ چند بااقتدار افراد نے اُسے سیاسی ذہنی اور اقتصادی طور پر اپنا غلام بنا کر رکھ دیا تھا۔ اور اگر وہ ذرا بھی انحراف کرتا تھا تو یہ اُس کا بدترین جرم شمار کیا جاتا تھا جس کی اُسے سخت سے سخت سزا دی جاتی تھی۔ جو سزائے موت بھی ہو سکتی تھی۔ مسلمانوں پر ہی نہیں بلکہ پوری دنیا پر اسلام کا یہ احسان عظیم ہے کہ اُس نے انسان کو غلامی کی اس زنجیر سے نجات دلانے کا علم بلند کیا۔ اور وہ اپنے پہلے ہی قدم پر اپنے اس مقصد میں کامیابی کی منزل میں داخل ہو گیا چنانچہ دنیا کے تمام عظیم مفکرین اس بات پر پوری طرح متفق الرائے ہیں کہ اسلام کے ظہور کے بعد سے دنیا کی تاریخ میں جس نئے دور کا آغاز ہوا ہے وہ انسان کی ذہنی اور علمی ترقی کا دور ہے اور اس پورے دور پر اسلام کے گہرے اثرات پڑے ہیں چنانچہ خود تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ بنی نوع انسان کو اسلام نے جو آزادیاں دی ہیں۔ وہ افراد سے لے کر اقوام تک سب کے لئے نعمت ثابت ہوئی ہیں۔

اسلام کی دعوت کے آغاز کے وقت انسان ذہنی، سماجی، قومی اور غرضیکہ مختلف قسم کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ اسلام ہی تھا جس نے جرأت سے کام لیتے ہوئے ان تمام زنجیروں کو توڑنے کی صرف دعوت ہی نہیں دی تھی بلکہ پسے ہوئے لوگوں میں اُن کے توڑنے کا حوصلہ بھی پیدا کر دیا تھا۔ اور ان زنجیروں کے ٹوٹنے کے بعد انسان خود اعتمادی۔ اجتماعی فائدہ رسانی اور تعمیر و ترقی کے اُس راستہ پر آگے بڑھتا چلا گیا تھا جس نے اُسے آزادی کی موجودہ منزل تک پہنچایا ہے۔

مثال کے طور پر اسلام نے انسان کو ذہنی غلامی سے آزاد کرنے کے لئے یہ بتایا تھا کہ اُسے بے شمار اور بے حقیقت خداؤں کے تصور کو دماغ سے نکال کر صرف ایک ہی خدا کو معبود یقین کرنا

چاہیے اور خود کو دنیا میں خدا کا نائب اور جانشین تصور کرنا چاہیے اور اس تعلیم کی بدولت نہ صرف انسان میں بلندی اور خودداری پیدا ہو گئی بلکہ خدا کا اپنے آپ کو نائب تصور کرتے ہوئے اُس میں بہت سی اعلیٰ صفات بھی پیدا ہو گئیں اور جب انسان نے یہ تسلیم کر لیا کہ سب ہی بندوں کا خالق خدائے واحد ہے تو پھر وہ دنیا کے تمام انسانوں کو ایک ہی خاندان کے افراد سمجھنے لگا اور قدرتی طور پر انسانوں میں چھوٹے بڑے کی تفریق ختم ہو گئی اور اس طرح اُس اخوت انسانی نے جنم لیا جس کے لئے آج ساری دنیا آواز بلند کر رہی ہے

اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اسلام سے ظہور سے پہلے دنیا کے تمام معاشروں میں جو طبقاتی تقسیم پائی جاتی تھی اُسی کی بنا پر دنیا میں غلامی کا رواج قائم ہوا تھا اور عورتوں کے لئے سماج میں کوئی باعزت جگہ موجود نہیں تھی۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے غلامی کے نظام میں انقلابی اصلاحات کر کے اور عورتوں کو سماج میں آبرو مندانہ جگہ دے کر سماجی غلامی کی زنجیروں کو توڑ دیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں دنیا کے ہر سماج کی طاقت بڑھی تھی اور وہی لوگ جنکو کہ سماج نے معطل کر کے ڈال دیا تھا۔ اب ابھر کر سماج کے لئے قوت بازو بن گئے تھے۔

موجودہ زمانہ کے بیشتر سیاسی رہنما اور اقتصادی ماہرین اس بات پر کامل اتفاق رائے رکھتے ہیں کہ جب تک کہ پوری دنیا میں مساوات نہیں پیدا کی جائے گی اور اقتصادی نابرابری کو دور نہیں کیا جائے گا نوع انسانی مطمئن نہیں ہو سکتی۔ مگر اس مقصد کے حصول میں آج بھی تہذیبی پستی اور بلندی نیز رنگ اور نسل کے امتیازات حائل ہیں۔ لیکن اسلام نے اپنی دعوت کے ذریعہ نسل رنگ۔ قومیت اور وطن کے امتیازات کی مذمت کر کے اور ہر رنگ و نسل کے لوگوں کو انسانی سماج میں مساوی درجہ دے کر اُس راستہ کو بڑی حد تک ہموار کر دیا تھا جس پر آج پوری دنیا چلنا چاہتی ہے۔ لیکن چونکہ اس صحت مند مقصد کی پشت پر اعتقاد و یقین کی وہ عظیم اخلاقی قوت موجود نہیں ہے جو اسلام نے عطا کی تھی۔ اس لئے آج کل کی دنیا نسل اور رنگ نیز تہذیبی بلندی اور پستی کی اُن زنجیروں کو توڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکی ہے جنھیں اسلام نے شروع شروع میں ہی توڑ دیا تھا۔

اگر واقعی ہم دنیا کو سیاسی، معاشرتی، اور اقتصادی آزادی سے روشناس کرانا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم آج بھی گہری نظر سے اُن اسلامی روایات اور دستور العمل پر غور کریں جن کے ذریعہ اسلام نے مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ پوری دنیا کو جملہ قسم کی آزادیاں عطا کر دی تھیں اور اسلام کے مرتب کئے ہوئے دستور العمل سے ہم فائدہ اٹھائیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس زمانہ میں گزشتہ زمانہ سے کہیں زیادہ اسلامی دستور العمل سے استفادہ کرنے کی ضرورت ہے۔

اسلام نے آج سے چودہ سو برس قبل دینی نہیں بلکہ دنیاوی زندگی گزارنے کے لئے جو دستور العمل مرتب کیا تھا۔ اُس میں دنیا کے سب ہی باشندوں کے لئے، سیاسی، ذہنی، اور اقتصادی آزادی عطا کی گئی تھی اور وہ دستور العمل صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیا کی رہنمائی کے لئے اسلام نے پیش کیا تھا۔ اور ہم آج تک محض مذہبی تعصب کی بنا پر اس غیر فانی دستور العمل کو نظر انداز کرتے رہے ہیں۔

یہ کہ میں عیسائی ہونے کے باوجود اسلام کو اسلئے پسند کرتا ہوں، کیونکہ یہ ہماری دنیاوی زندگی کے تقریباً ہر شعبہ میں ہماری صحیح رہنمائی کرتا ہے۔ یہ صرف نوع انسانی کو سیاسی۔ ذہنی، اقتصادی اور ہر قسم کی آزادیاں ہی نہیں دیتا بلکہ نوع انسانی کے کردار کو بلند کر کے اُن تمام اخلاقی جرائم کا بھی خاتمہ کر دیتا ہے جن سے کہ آج کل کی ترقی یافتہ دنیا بے حد پریشان ہے۔

سمرقند کے کفرستان میں نعرۂ توحید

باقی مضمون صفحہ ۲۲ سے

جب انھوں نے یہ دیکھا کہ اُن کے بُت اور دیوتا اُنکی کچھ بھی مدد نہ کر سکے تو بتوں پر سے اُن کا عقیدہ اٹھ گیا اور سمرقند کے ہزاروں باشندوں نے بخوشی اسلام قبول کر لیا۔ قتیبہ بن مسلم کو سمرقند میں یہ شاندار فتح ۹۳ھ ہجری میں حاصل ہوئی تھی اور اس فتح کے بعد ہی سمرقند جو ہزاروں سال سے کفر و شرک کا سب سے بڑا مرکز بنا ہوا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسلامی علوم و فنون کا بہت بڑا مرکز بن گیا جس نے دنیائے اسلام کے بے شمار مایہ ناز علما کو جنم دیا لیکن افسوس کہ آج مسلمانوں کے اِس تاریخی اور علمی مرکز پر بے دین روسیوں کا قبضہ ہے۔ خدا کرے مسلمان اپنے اس دینی مرکز کو واپس لے سکیں۔

جب سلطان ٹیپو کو شہید کیا گیا

باقی مضمون صفحہ ۲۶ سے

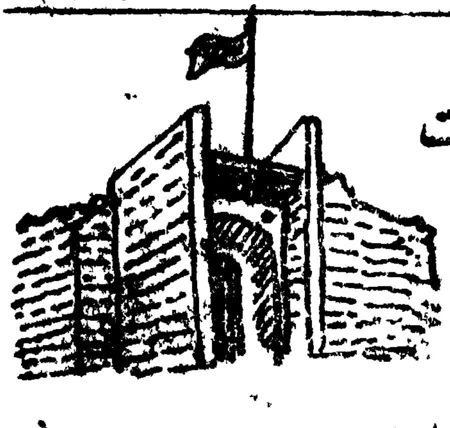
اُدھر آسمان سے ہزاروں توپیں گرجنا شروع ہو گئیں۔ اُن کی آواز میں بندوقوں کی آواز بالکل دب گئی معلوم بھی نہ ہوا کہ فیر کے بعد جو بینڈ باجہ بجا وہ کس قسم کا تھا۔ گویا بینڈ کی آواز آسمانی آواز کا منہ چڑا رہی تھی۔"

میجر ٹمبسن کا بیان اور زیادہ حیرت انگیز ہے وہ لکھتا ہے "سرنگا پٹم کے قاضی کو سلطان کی تجہیز و تکفین کا انتظام سپرد کیا گیا تھا۔ شاہی پالکی کو جنازہ کے واسطے تیار کیا گیا۔ محل کے تمام لوگ جنازہ کے ہمراہ تھے۔ چار انگریزی کمپنیاں آگے آگے تھیں۔ شہزادہ عبدالخالق پیچھے گھوڑے پر سوار تھا۔ قاضی آیات قرآنی پڑھتا جاتا تھا اور لوگ دہراتے تھے۔ جنازہ شہر کی گلیوں سے گزرا تو ہزاروں لوگ راستہ میں کھڑے زور زور سے آہ و زاری کر رہے تھے اور بعض جنازہ کے آگے لیٹ جاتے تھے۔

میر عالم معہ چند حیدرآبادی افسروں کے مقبرہ کے پاس آکر ملا جب نماز ختم ہوگئی تو لاش کو مقبرہ میں نواب حیدر علی کے پہلو میں دفن کر دیا گیا پانچ ہزار روپے فقرا میں تقسیم کیے گئے۔ اُسی وقت ایک مہیب طوفان آیا۔ بارش گرج اور بجلی کی چمک غضب ڈھا رہی تھی۔ انگریزی کیمپ پر بجلی گری جس کے دو انگریز افسر اور متعدد سپاہی موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔ اس کے علاوہ بہت سے سپاہی زخمی بھی ہوئے۔"

یہ حالات کسی معمولی مرتبہ کے سلطان کے نہیں ہو سکتے ایسی زندگی اور ایسی موت اُسی کو نصیب ہو سکتی ہے جو صاحب کشف و کرامت اور صاحب کیف ہو اور جس نے دنیا کے ساتھ دین کو بھی پہچانا ہو۔ اور جس نے درویشوں کی طرح مدتوں ریاض کیا ہو واقعہ یہ ہے کہ "سلطان فتح علی ٹیپو" کے نام کے ساتھ اُس زمانہ کے نامور بزرگ "حضرت مستان شاہ ٹیپو" کے نام کا صرف ایک جزو ہی شامل نہیں تھا۔ بلکہ ان بزرگ سے سلطان ٹیپو کو روحانی تصرف بھی حاصل تھا۔

اے محب وطن ٹیپو تیری روح کو ہزاروں سلام تو نے اپنے مقدس خون سے ہندوستان کی سرزمین کو لالہ زار بنا دیا تھا اور تیری یاد ہمیشہ ہر محب وطن ہندوستانی کے دل میں ہمیشہ زندہ اور برقرار رہے گی۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین

اور سینکڑوں شاہانِ اسلام کی فتوحات اور زندگیوں کے ولولہ انگیز حالات

مکمل تاریخ اسلام

عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ

(از مفتی شوکت علی فہمی)

یہ تاریخ نہیں ہے بلکہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے ایک ہزار صفحات کی یہ عظیم الشان تاریخ عربی، فارسی انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کے مستند تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ ہے اس عظیم الشان تاریخ کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کس طرح ساری دنیا پر چھا گیا رسول مقبول صلعم اور خلفائے راشدین اور شاہان اسلام نے مختصر سے عرصہ میں کافروں اور مشرکوں کی بڑی سے بڑی سلطنتوں کو زیر کرکے کس طرح اسلامی حکومت قائم کر دی تھی۔

یہ عظیم الشان تاریخ چودہ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کا ہر باب اپنی جگہ پر ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر دورِ آخر تک کی تمام اسلامی حکومتوں کی یہ مکمل تاریخ چودہ ابواب میں یکجا طور پر پیش کر رہی ہے۔ چنانچہ اس میں حکومتِ اسلامیہ کے بانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح مبارک اور جنگی کارنامے موجود ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امام حسنؓ یعنی خلفائے راشدین کے دورِ خلافت کے مکمل حالات درج ہیں اور خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنو عباس کی پوری تاریخ موجود ہے اس کے علاوہ ایران، عراق، شام، فلسطین، افریقہ، ادوم، ترکستان، اسپین اور دنیائے اسلام کے سینکڑوں حکومتوں کا تذکرہ موجود ہے یہاں تک کہ ہندوستان کے مسلم فرمانرواؤں کے بھی حالات درج ہیں۔

یہ تاریخ مندرجہ ذیل چودہ ابواب پر مشتمل ہے

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک ایسی مکمل اور جامع تاریخ ہے جو اب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی تھی انداز تحریر ناول کی طرح عام فہم اور دلکش صفحات تقریباً ایک ہزار کاغذ سفید نہایت اعلیٰ رنگین ٹائیٹل اگر ناپسند ہو تو قیمت واپس منگائیں۔ جدید ایڈیشن حال ہی میں طبع ہوا ہے۔ چودہ ابواب کی مکمل تاریخ

مجلد مع خوشنما دست کور صرف بیس روپے

کیا اسلام جنگ بازوں کا مذہب ہے



اسلام کے خلاف ایک بے بنیاد الزام کا دندان شکن جواب

(از مولوی محمد طفیل - ایم - اے)

یہ مضمون اسلام کے اُن مخالفین کے لئے ایک دندان شکن جواب ہے جو اسلام کو جنگ بازوں کا مذہب بتاتے ہیں۔ امید ہے کہ یہ فاضلانہ مضمون ہمارے ناظرین کے حلقہ میں پسند کیا جائے گا۔

اسلام کے ظہور سے لیکر اس وقت تک مسلمانوں کی طرف سے مسلسل یہ دعویٰ کیا جاتا رہا ہے کہ اسلام صلح و سلامتی کا داعی ہے۔ وہ خونریزی اور جبر و تشدد کی اجازت نہیں دیتا۔ اور اُس کا نام ہی اُس کی امن پسندی کا ثبوت ہے۔ لیکن مسلمانوں نے اس دعویٰ کے باوجود انھیں کم از کم ظہور اسلام کے ابتدائی دور میں اپنی تلواریں بے نیام اور اپنے گھوڑوں کو کسا ہوا رکھنا پڑا ہے۔ اور ان کی تاریخ صدیوں اور برسوں سے خونریز لڑائیاں لڑتے رہنے کے واقعات سے بھری پڑی ہے اور بظاہر اُن کے دعوے اور عمل کے اس اختلاف اور تضاد کو سمجھنا بے حد مشکل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن دراصل اسلامی تاریخ کے یہی واقعات اُس کے امن پسند ہونے کا ثبوت بھی مہیا کرتے ہیں۔

اسلام نے بنی نوع انسان کو امن پسندی کی دعوت ضرور دی ہے۔ اور اپنے ظہور کا ایک زبردست مقصد بھی امن کی بحالی قرار دیا ہے۔ لیکن اس نے اپنے نوع انسان کو اس بات کی دعوت بھی دی ہے کہ اگر وہ امن شکن قوتوں کو پُر امن ذرائع سے روکنے میں کامیاب نہ ہو سکیں تو انھیں ان کے مقابلہ میں طاقت کا استعمال ضرور کرنا چاہئے۔ اس طرح اسلام نے جارحانہ جنگ کو ممنوع قرار دیا ہے کہ مسلمانوں کو صرف مدافعانہ جنگ کی اجازت دی ہے اور اسلام کی تاریخ زیادہ تر ایسی ہی لڑائیوں کے خلاف جن لڑائیوں کے تذکروں سے بھری ہے وہ سب اسی نوعیت کی لڑائیاں ہیں۔

اس بات میں کسی اختلاف رائے کی گنجائش نہیں کہ اسلام کے احکام و ہدایات قرآن کریم میں درج ہیں۔ اس لئے ہمیں دیکھنا چاہئے کہ قرآن کریم نے جنگ کے معاملہ میں مسلمانوں کو کیا ہدایات دی ہیں۔

اسلام کی تاریخ میں لڑائیوں کا آغاز مشرکین مکہ کے خلاف اُس وقت ہوا تھا جب مسلمانوں پر مکہ کی سرزمین پُر امن زندگی کے لئے تنگ کر دی گئی تھی۔ انہیں نہ صرف اُن کے مذہبی فرائض کی ادائیگی سے روکا جاتا تھا بلکہ انہیں ترک وطن کے لئے بھی مجبور کر دیا گیا تھا حتیٰ کہ ہجرت کے بعد انہیں مدینہ میں بھی امن اور عافیت کی زندگی گزارنے کی مہلت نہیں دی گئی تھی اور تاریخ کے اس ابتدائی دور کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مسلمان ظہور اسلام کے آغاز سے لیکر ہجرت نبوی کے بعد تک برابر اس امر کی کوشش کرتے رہے تھے کہ انھیں اُن کے وطن مکہ میں امن و عافیت کی زندگی حاصل ہو سکے جو آزادی کے ساتھ اپنے مذہبی فرائض کو انجام دے سکیں اور اُن کے مذہبی حقوق میں کوئی مداخلت نہ کی جائے۔ اُن کا یہ عمل قرآن کریم کے اس حکم پر مبنی تھا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ پر دانشمندی اور نرمی کی بات چیت کے ذریعہ بلایا جائے۔ لیکن جب اُن پر نہ صرف مذہب، عافیت ہی تنگ کر دی گئی اور انھیں ہجرت کے بعد بھی امن و عافیت کا کوئی امکان نظر نہ آیا تو وہ اپنی مدافعت اور حفاظت کے لئے تلوار اٹھانے پر مجبور ہو گئے۔

ان لڑائیوں کے متعلق قرآن کریم کی صریح ہدایات یہ ہیں کہ جو لوگ تم سے لڑتے ہیں اُن سے لڑنا چاہئے۔ لیکن تمہیں خود جنگ شروع نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ جارحانہ جنگ شروع

کرنیوالوں سے محبت نہیں کرتا۔ انتقام میں زیادتی قتل سے بھی بڑا جرم ہے' اس لئے اگر وہ تم سے لڑیں اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دیں تو تم بھی اُنھیں قتل کر سکتے ہو اور اُنہیں اُن کے گھروں سے نکال سکتے ہو۔ اس کے باوجود اگر وہ عبادت گاہوں میں پناہ لیں اور وہاں سے تم پر حملہ نہ کریں تو تم بھی اِن عبادت گاہوں اور اُن میں پناہ لینے والوں پر حملہ مت کرو اور صرف اُن ہی لوگوں کے خلاف جنگ کرو جو جنگ سے گریز نہیں کرتے "۔

قرآنِ کریم نے اپنے مخصوص انداز اور جامع الفاظ میں جنگ کے جس مقصد، جس بنیادی ضرورت اور جس طریق کار کو متعین کیا تھا اسلام کی تاریخِ جنگ میں اُس کی مزید وضاحتیں موجود ہیں اور ان تمام وضاحتوں سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کو جتنی لڑائیاں بھی لڑنی پڑی ہیں اُن میں سے کوئی ایک بھی جارحانہ لڑائی نہیں تھی اور اُنھوں نے ان سب میں امن پسندی کے مقصد کو مدِ نظر رکھا تھا۔

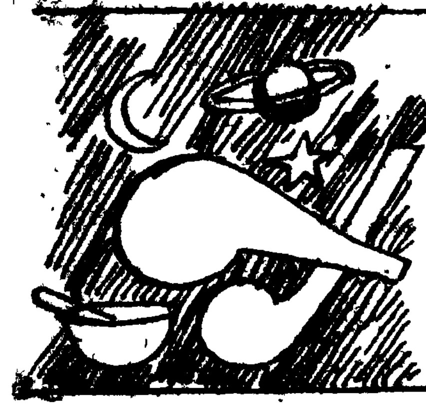
مسلمانوں کو ایرانیوں اور رومیوں کے خلاف جو لڑائیاں لڑنی پڑی تھیں۔ اُن کا بنیادی سبب یہ تھا کہ یہ قومیں ہمیشہ سے عربوں کو کمتر اور حقیر سمجھتی رہی تھیں اور ظہورِ اسلام کے بعد جب عربوں میں ایک نئی سیاسی اور سماجی زندگی اور تنظیم شروع ہوئی تو یہ قومیں عربوں کو اپنی سیاسی قوت اور اقتدار کا حریف سمجھ کر اُنھیں کچل ڈالنے کا عزم کر چکی تھیں۔ چنانچہ مسلمانوں کو اُن کے ان ہی معاندانہ اقدام کے خلاف تلوار اُٹھانا پڑی تھی اور خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم فرمایا کرتے تھے کہ: کاش! ہمارے اور ایرانیوں کے درمیان آگ کا ایک پہاڑ حائل ہوتا اور وہ ہم پر فوج کشی نہ کر سکتے "۔

ان مدافعانہ لڑائیوں کے باوجود مسلمان ہمیشہ امن کے اُس مقصد پر قائم رہے تھے جو قرآنِ حکیم نے اُن کے لئے متعین کیا تھا اور اُنھوں نے قرآنِ کریم کے مقصدِ امن کو پورا کرنے کے لئے اُس کے احکام کی جو عملی وضاحتیں کی تھیں اُن میں دشمنوں کے ساتھ کئے ہوئے معاہدوں کی پابندی، بچوں، [illegible] نیز جنگ میں حصہ نہ لینے والے دوسرے [illegible] مذہبی رہنماؤں کے خلاف تلوار [illegible] اور کھیتوں کو اجاڑنے سے پرہیز کرنا [illegible]

اداکئے بغیر دشمنوں کی کوئی چیز لینے سے گریز جیسے اُمور بھی شامل تھے۔

پھر جب مسلمانوں کو اِن مدافعانہ لڑائیوں میں کامیابیاں حاصل ہوئیں اور مشرق و مغرب کے وسیع علاقوں پر قابض ہو جانے کی وجہ سے اُنہیں مختلف مذہبوں کے ماننے والوں سے واسطہ پڑا تو اُن کے سامنے یہ سوال بھی آیا کہ اُنہیں مستقل طور پر ان لوگوں کے ساتھ کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ قرآن کریم نے اُنھیں یہودیوں اور عیسائیوں کے متعلق جو واضح ہدایات دی تھیں اُنھوں نے دوسرے مذہبوں کے ماننے والوں کو بھی ان ہی ہدایات کی روشنی میں جانچا اور آتش پرستوں، ہندوؤں، بدھوں اور دوسرے لوگوں کو بھی اہلِ کتاب ہی کے درجہ میں رکھ کر اُنھیں وہ تمام مراعات دے دیں جو اہلِ کتاب کیلئے مخصوص تھیں۔ اور ان مراعات کی رُو سے اُنھیں بھی تابعینِ اسلام جیسی سہولتیں حاصل تھیں۔ یعنی اُن میں اور مسلمانوں میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہا تھا۔ چنانچہ اُن کا یہ مصالحانہ طرزِ عمل اِس بات کی کھلی ہوئی اور مضبوط دلیل ہے کہ وہ امن چاہتے تھے اور اپنی غالب حیثیت کے باوجود وہ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی وہی طرزِ عمل اختیار کرتے تھے جو امن کے قیام اور اُس کی بقا میں مددگار ثابت ہوتا تھا۔

مسلمانوں کے خلاف امن شکنی کا الزام ایک ایسا دعویٰ ہے جسے تاریخ سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اِس زاویہ نظر سے تاریخ کا جتنا مطالعہ بھی کیا جائے گا اُس سے اسلام اور مسلمانوں کی امن پسندی ہی کے ثبوت مہیا ہوں گے اور یہ بات واضح ہو جائے گی کہ مکّہ کی زندگی سے لے کر وسیع ترین اسلامی مملکت کے قیام تک اوّل تو مسلمانوں نے کسی ایک موقع پر بھی جارحانہ جنگ کیلئے اپنی تلواروں کو بے نیام نہیں کیا تھا۔ دوسرے اُنھوں نے مدافعانہ جنگ کیلئے بھی اُسی وقت تلوار اٹھائی تھی جب اِس کے بغیر اُن کی حفاظت کا کوئی اور وسیلہ باقی نہیں رہا تھا۔ اِس کے علاوہ اُنھوں نے ان لڑائیوں کو ضرورت سے ایک لمحہ زیادہ جاری رکھا تھا ورنہ ضرورت سے زیادہ خونریزی اور تباہ کاری کو اپنا شعار بنایا تھا اور اسی لئے اُن مخصوص طبقوں کو چھوڑ کر جن کے ہاتھ سے اقتدار چھن گیا تھا، مسلمانوں کی فتوحات ایک کاری ضرب ثابت ہوئی تھیں۔ مفتوح ملکوں کے عوام بھی مسلمانوں کی حکومت کو پسند کرتے تھے اور ان کی فتوحات میں اُنھیں ہر ممکن مدد دیتے تھے۔



سائنس کی ترقی میں مسلمانوں کا حصہ

عرب کے مسلمان اپنے زمانے کے بہت بڑے موجد تھے

(دین دنیا کے مورخ کے قلم سے)

دوسروں کا تو ذکر ہی کیا ہے خود مسلمانوں کو بھی یہ معلوم نہیں کہ اُن کے آبا و اجداد نے سائنس کے میدان میں کیسے کیسے ناقابلِ فراموش کارنامے انجام دیے ہیں یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلم حکومتوں کے عروج کے زمانہ میں مسلمانوں نے اُس زمانہ کے اعتبار سے بہت سی محیر العقول ایجادات کی ہیں۔ چنانچہ ہم ذیل میں بعض پرانی اور مستند کتب سے اور مغربی مفکرین کے بیانات سے عربوں کی ایجادات اور اُن کے سائنسی کارناموں پر ہلکی سی روشنی ڈال رہے ہیں تاکہ مسلمانوں کو یہ یاد رہ سکے کہ سائنس کے میدان میں اور جدید ایجادات کے سلسلہ میں اُن کے بزرگوں نے کیا کچھ کیا ہے۔

اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ طلوعِ اسلام کے سو سال کے اندر ہی مسلمان دنیا کی عظیم الشان سلطنتوں کے حکمراں بن گئے تھے اور اُن کی فتوحات نے صرف ایشیا ہی میں نہیں بلکہ یورپ میں بھی تہلکہ برپا کر دیا تھا۔ مگر مسلمانوں کی فتوحات جہاں حیرت انگیز ہیں۔ وہاں اُن کے علمی کارنامے اور تحقیقات کے میدان میں اُن کی پیش رفت نیز جدید ایجادات بھی اس سے کہیں زیادہ حیران کن ہیں۔

خلیفہ مامون الرشید خاندانِ عباسیہ کا وہ لائق حکمراں ہوا ہے جو خود بھی بہت بڑا عالم فاضل تھا۔ اور علما کا بڑا قدر دان تھا اسے علم جغرافیہ سے غیر معمولی دلچسپی تھی چنانچہ اُس نے ۲۱۲ھ ہجری میں اُس زمانہ کے بہت بڑے بڑے فضلا اور حکما کو جمع کر کے اُن سے پوری دنیا کا ایک نہایت ہی مکمل نقشہ بنوایا تھا۔ جو مامون ہی کے نام کی مناسبت سے "الصورۃ المامونیہ" کہا جاتا تھا اور اس نقشہ کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ زمین کے نقشہ کے ساتھ ساتھ افلاک اور اُن میں چمکنے والے ستاروں کی بھی تفصیل درج تھی جس سے معلوم ہو جاتا تھا کہ دنیا کے کس کس حصہ میں آسمان پر کون کون سے نمایاں ستارے نظر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ خشکی اور تری کے خطوں کی پوری تفصیل تھی۔ نیز اس نقشہ میں یہ بھی دکھایا گیا تھا کہ دنیا کے کون کون سے حصے ویران پڑے ہیں۔ اور کہاں کہاں کونسی قومیں آباد ہیں۔ اور یہ بڑے بڑے شہر کن خطوں میں واقع ہیں۔

خلیفہ مامون کا بنوایا ہوا دنیا کا یہ نقشہ اس سے پہلے کے جغرافیہ نداں بطلیموس اور مارتی پوس کے جغرافیوں سے کہیں زیادہ بہتر اور مکمل تھا۔ اس کے علاوہ مامون کے مقرر کردہ جغرافیہ داں علما کی ایک جماعت نے جس میں کہ عراق کے مشہور فلسفی بھی شامل تھے جغرافیہ پر مامون نے ایک نہایت ضخیم اور مستند کتاب بھی لکھوائی تھی جس میں سلطنت عباسیہ کے ماتحت سب ہی ملکوں کی مکمل جغرافیائی معلومات اور آباد قوموں کے حالات درج تھے چنانچہ بعد میں اہلِ یورپ نے خلیفہ مامون کے اس نقشے اور جغرافیہ سے بہت فائدہ اٹھایا تھا۔ پھر مامون ہی کے عہد میں عربوں نے بغداد، دمشق، رقہ، قاہرہ، سمرقند اور ایران میں رصدگاہیں قائم کی تھیں اور فلکیات کے نہایت دقیق نقشے بنائے تھے۔

اہلِ یورپ کی تحقیقات سے بہت پہلے عربوں نے زمین

کے اندر تیل کے ذخیرے معلوم کرتے تھے۔ لیکن وہ ان ذخائر سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے تھے۔ مگر انھوں نے اس بات کا پتہ لگا لیا تھا کہ زمین کے اندر پانی کی طرح تیل کے چشمے بھی جاری ہیں۔ اسی طرح جغرافیہ دانوں نے کولمبس سے بہت پہلے یہ بات معلوم کر لی تھی کہ اس دنیا کے دوسرے رخ پر بھی ایک دوسری دنیا (امریکہ) آباد ہے۔ چنانچہ بعض مستند کتب سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کولمبس سے بہت قبل عرب امریکہ پہنچ چکے تھے۔ اور امریکہ کے قدیم آثار کی کھدائی سے ایسے کتبے برآمد ہوئے ہیں جو عربی زبان میں تھے جن سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ کولمبس سے بہت پہلے عرب سیاح امریکہ کو دریافت کر چکے تھے۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اندھوں کو پڑھنے کیلئے اُبھرے حروف کی کتابیں دورِ حاضر کی ایجاد ہیں لیکن ایسی کتابیں ساتویں صدی ہجری میں [illegible] ہو چکی تھیں۔ چنانچہ ایک عالم علی بن احمد بن یوسف المستوفی ۷۱۲ھ ابتدائی عمر میں نابینا ہو گئے تھے اسی حالت میں انھوں نے تعلیم حاصل کی تھی اور قیاس کیا جاتا ہے کہ ابھرے ہوئے حروف سے انھوں نے استفادہ کیا تھا۔ یہ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے نابینا مصنفین ہوئے ہیں۔ صفدی نے نابینا مصنفین کے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

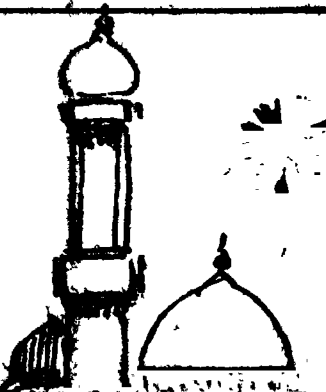
اسی طرح اہلِ یورپ سے بہت پہلے عربوں کو ہوا میں پرواز کرنے کا خیال پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے عباس بن فرناس اندلسی نے ہوا میں اڑنے کی کوشش کی تھی۔ ایک حد تک وہ ہوا میں اڑنے میں کامیاب بھی ہو گیا تھا مگر نامکمل پرواز کی بنا پر وہ زمین پر آن گرا تھا اور زخمی ہو گیا تھا۔ ابن فرناس نے جانوروں جیسے پر ایجاد کئے تھے جن کو وہ اپنے بازوؤں میں پھنسا کر اڑنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ مگر انسانی بازو چونکہ نقلی پروں کا بوجھ اور ہوا کا دباؤ برداشت نہ کر سکے اس لئے اس کی یہ ایجاد کامیاب نہیں ہو سکی۔

ابن فرناس اندلسی اپنے دور کا بہت [illegible] ہے اس نے اپنے مکان میں آسمان کا ایک ایسا مرقع بنایا تھا جس میں کہ چاند، سورج، تارے روشن نظر آتے تھے عباس بن فرناس کی یہ عجیب و غریب ایجاد تھی چنانچہ اس خود ساختہ آسمان پر بادل بھی نظر آتے تھے اور بجلی بھی چمکتی تھی عباس بن فرناس کی یہ ایجاد بڑی ہی نادر روزگار تھی جسے دیکھنے والوں کو اصل آسمان کا دھوکہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ایجادات کا ذکر ہے اس کے علاوہ اندلسی طبیب جراثیم کے علم سے بھی واقف تھے اور وبائی امراض میں جراثیم کے سلسلہ میں ایسی ہی احتیاطیں کرتے تھے جیسی کہ اس زمانہ میں کی جاتی ہیں۔

کتابوں کی طباعت کے فن کے بارے میں بھی یہ بات کہی جاتی ہے کہ اس کے موجد اہلِ اندلس تھے اور یہ بات اس لئے بھی قرینِ قیاس ہے کہ اُس زمانہ میں پورے یورپ میں علم کا سب سے زیادہ چرچا اندلس یعنی اسپین ہی میں تھا چنانچہ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسپین کے سلطان الناصر کا ایک وزیر عبد الرحمٰن بن بدر چوتھی صدی ہجری میں اسپین کے ایک صوبہ کا خود مختار حکمراں بن گیا تھا جو احکام [illegible] جاری کرتا تھا۔ وہ پریس میں چھاپے جاتے تھے اور اُس کی مطبوعہ کاپیاں عمال کے پاس بھیجی جاتی تھیں یعنی ٹائپ اور ٹائپ مشین کی ایجاد سے چار سو سال پہلے اہلِ اندلسی طباعت کے فن سے واقف ہو چکے تھے۔

جوزف کا بیان ہے کہ " عربوں نے جو ایجادات کی ہیں وہ اپنے زمانہ کے لحاظ سے بہت قیمتی تھیں۔ انھوں نے برف جمانے کا طریقہ معلوم کر لیا تھا جس سے یورپ کو سولھویں صدی کے نصف اوّل میں واقفیت ہوئی۔ عربوں نے روئی سے تیار کردہ نہایت سستا کاغذ ایجاد کیا تھا اور اسے یورپ میں پہنچایا تھا اس سے قبل اہلِ یورپ کاغذ سازی کے فن سے قطعی ناواقف تھے۔ اس زمانہ میں شاطبیہ (اندلس) میں مشہور کاغذ سازی کے کارخانے موجود تھے جو مغربی یورپ کو کاغذ سپلائی کرتے تھے۔ سب سے پہلے ۷۵۱ء میں سمرقند اور بخارا میں ریشم سے کاغذ بنایا گیا تھا۔ اس کے بعد ۷۰۶ء میں یوسف بن عمرو نے ریشم کے بجائے روئی سے کاغذ بنانا شروع کیا دمشق کا قریبی روئی سے بنتا تھا " مختصر یہ کہ کاغذ جیسی اہم چیز کے موجد بھی مسلمان ہی تھے

جولیمون کا کہنا ہے کہ " عربوں نے بے شمار ایجادات کی ہیں جن میں قطب نما اور گھڑی بھی ہے۔ ہوا سازی کا فن بھی اہلِ یورپ نے عربوں سے سیکھا۔ عربوں نے صنعت و حرفت میں ہماری رہنمائی کی ہے اور ہمیں صنعتی ترقی کی راہ دکھائی ہے "



اسلام اور دوسرے مذاہب

دوسرے مذاہب پر اسلام کو کیوں فوقیت حاصل ہے

(از مولنا مسعود الرحمن ازہری)

مولنا مسعود الرحمن جامعہ ازہر مصر کے ایک اسکالر ہیں ذیل کے مضمون میں انھوں نے اسلام کی امتیازی خصوصیات پر بڑی خوبی کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ اسلام کو دوسرے مذاہب پر کیوں فوقیت حاصل ہے۔

انسان روز اول ہی سے برابر ذہنی اور مادی ترقیوں کے راستہ پر قدم بڑھاتا رہا ہے۔ چنانچہ دنیا میں جتنی بھی مادی اور روحانی تحریکیں رونما ہوتی رہی ہیں ان سب ہی نے انسان کو اس راستہ پر آگے بڑھنے میں مدد دی ہے۔ اور مذاہب اس معاملہ میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں لیکن یہ دعوی کرنا شاید بیجا نہیں ہوگا کہ اسلام نے اس معاملہ میں جو تاریخی اور امتیازی کردار ادا کیا ہے کسی دوسرے مذہب کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

ویدک دھرم۔ بودھ مت۔ مسیحیت اور یہودیت کو دنیا کے عظیم مذاہب میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ ان مذاہب نے اپنے عروج کے دور میں۔ انسانی سماج کی اصلاح اور انسانی ترقی کے سلسلہ میں نمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں۔ لیکن ہمیں اس بات کو فراموش نہیں کردینا چاہیے کہ اول تو ان مذاہب میں سے ویدک دھرم صرف علاقائی مذہب اور یہودیت ایک نسلی مذہب بن کر رہ گئے تھے اور ان کے مقاصد بھی اسی حیثیت سے محدود ہو گئے تھے اور دوسرے باقی ماندہ دو مذاہب یعنی بودھ دھرم اور مسیحیت نے انسان کی زندگی کے مقصد کو صرف روحانی تربیت تک محدود بنا دیا تھا اور ان کے ماننے والے دنیا سے بالکل دور اور بے تعلق ہو گئے تھے اور اس لئے وہ پوری طرح انسان کی اصلاح اور ترقی کے مقصد کو پورا نہیں کر سکے تھے۔ اس کے برخلاف اسلام چونکہ ایک عالمگیر اور رہتی دنیا تک باقی رہنے والے مذہب کی حیثیت سے ظاہر ہوا تھا۔ اس لئے انسانی سماج کی اصلاح اور فرد انسان کی ترقی کی راہ میں اس کا کردار ہمیشہ ممتاز نمایاں اور ترقی پسند رہا ہے۔

ایک عظیم مفکر اور فلسفی کے خیال میں تو مذہب انسانی سماج کی اصلاح و ترقی اور انسانیت کے صحت مند مقاصد کی تکمیل کی ایک ایسی تحریک کا دوسرا نام ہے جس کے ذریعہ انسان کے اندر چھپی ہوئی ان قوتوں کو بیدار اور متحرک کیا جاتا ہے جن سے کسی دوسری طرح کام لینا ممکن ہی نہیں ہو سکتا جبکہ اگر ان پوشیدہ قوتوں کو بیدار نہ کیا جائے تو یہ ضائع ہو کر رہ جاتی ہیں تو اور جب ہم مذہب کے متعلق مذکورہ بالا رائے کی روشنی میں اسلام کے نظریہ کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس مذہب نے انسان کے اندر کی پوشیدہ قوتوں کو ابھار کر اور منظم کر کے ان سے پورا پورا کام لیا ہے۔

اسلام نے انسان کے اندر سب سے پہلے اس بات کا شعور پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس کا وجود ان صفات اور خوبیوں کا حامل ہونا چاہئے جو خالق کائنات نے انسان کو بخشی ہیں۔ اور دوسرے اسلام نے ہر فرد کو یہ ترغیب بھی دی ہے کہ اسے دنیا کے لوگوں کا اچھا کام میں متحد کر کے انہیں ایسی متحدہ قوت میں بدل دینا چاہیے جو پورے انسانی سماج کی ترقی کا ذریعہ اور بنیاد بن سکے چنانچہ دور اول کے مسلمانوں کو اسلام کی الہامی روشن تعلیمات نے دنیا کی ایک زبردست ترقی یافتہ اور عظیم کی خدمت گذار قوم بنا دیا تھا۔

یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں کہ انسان کی پس ماندگی میں جہالت اور اس کی بدولت پیدا ہونے والی خود غرضی اور نفرت کو سب سے زیادہ دخل حاصل ہے۔ یا یہ کہنا چاہئے کہ یہ باتیں اُس کی فکری اور عملی قوتوں کے لئے زبردست رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔ اور اسلام چاہتا ہے کہ انسان کی فکری اور عملی قوتوں میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہونے پائے اور اس رکاوٹ کو صرف علم کے ذریعہ ہی دور کیا جاسکتا اور علم ہی سے انسان میں چھپی ہوئی فکری اور عملی قوتوں کو ابھارا جاسکتا ہے اسی لئے اسلام نے حصول علم پر بے حد زور دیا ہے۔ یہاں تک کہ علم حاصل کرنے کو ایک مذہبی فریضہ قرار دیا ہے اور مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ "علم کا حاصل کرنا خواہ چین جیسے دور دراز ملک ہی میں کیوں نہ جانا پڑے ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔" یعنی اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے حصول علم کو جزو مذہب بنا دیا ہے۔ اسی لئے یہ دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔

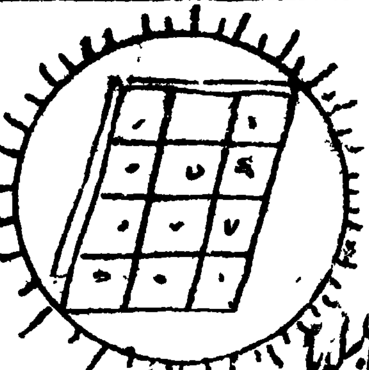
اسلام میں وحدانیت کا نظریہ جو دوسرے مذاہب میں مفقود ہے بہت بڑی چیز ہے۔ چنانچہ اسلام نے خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا تصور پیش کرکے اُن تمام تفرقوں کو ختم کر دیا ہے جو سابقہ مذاہب میں پائے جاتے تھے۔ یعنی بے شمار نام نہاد خداؤں کی وجہ سے نوع انسانی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تھی ہر قبیلے اور فرقے کا خدا الگ الگ تھا اور سب ہی فرقے ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے تھے۔ لیکن اسلام نے خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا تصور عطا کرکے پوری نوع انسانی کو ایک ہی خدا کا بندہ اور آپس میں بھائی بھائی قرار دیا ہے اسی عقیدۂ وحدانیت کے ذریعہ مسلمانوں میں انسانی مساوات کا شعور پیدا ہوا ہے۔ اور اُس دور میں جب کہ دنیا میں نسلی اور خاندانی برتری کا احساس عام تھا اور اس غلط احساس نے انسانوں کے مختلف گروہوں میں نفرت پیدا کر رکھی تھی اسلام نے عقیدۂ توحید کی بدولت مساوات اور باہمی محبت کا راستہ دکھایا تھا۔

پھر صرف یہی نہیں ہوا کہ مسلمانوں نے زبانی طور پر مساوات کی تبلیغ کی تھی بلکہ عربوں میں ایسا گروہ پیدا ہو گیا تھا جو مساوات کا عملی اور زندہ [illegible] اور جو خود غرضی کے برعکس مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ عام انسانوں کی خدمت اور خاتمہ ظلم کو

مقصد حیات یقین کرنے لگے تھے۔ پھر اسلام نے انسان کے اندر یہ صحت مند تبدیلی پیدا کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اُس رہبانیت کے خلاف بھی جہاد کیا ہے جس نے کہ کتنا ہی انسانوں کو دنیا سے الگ تھلگ کرکے ناکارہ بنا دیا تھا۔ جب کہ دوسرے مذاہب رہبانیت کے بہت بڑے حامی تھے اور تارک الدنیا بن کر گوشہ نشینی کو انسان کا سب سے بڑا ارتقا تصور کرتے تھے۔ اسلام نے رہبانیت جیسی ناکارہ مذہبی تحریک پر ضرب لگا کر لوگوں کو بتایا کہ وہ دین کے ساتھ دنیا کو بھی نہ بھولیں۔ دنیا کی تعمیر و ترقی میں پورا پورا حصہ لیں۔ اور دنیاوی جدوجہد کو بھی بمنزلہ عبادت تصور کریں۔ گویا دیگر مذاہب کی تعلیمات کے خلاف اسلام نے دنیا اور دنیا کی ترقی کو بھی نیک ترین عمل قرار دیا۔ اور اسلام کا صرف ایک یہی اقدام اُسے دنیا کے جملہ مذاہب کے مقابلہ میں ممتاز بنا دیتا ہے

پھر اسلام نے مسلمانوں میں وسیع نظری اور فائدہ رسانی کا جو جذبہ پیدا کر دیا تھا اور انہوں نے اپنے زمانہ عروج میں جو ترقیاں کی تھیں۔ اور علوم کے جو ذخائر جمع کئے تھے وہ پوری نوع انسانی کے لئے انہوں نے عام کر دئے تھے۔ چنانچہ اُسی کے بدولت آج مسلمانوں کے ذخیروں سے فائدہ اٹھا کر یورپ ترقی کی جانب گامزن ہے یہ امر واقعہ ہے کہ اسلام صرف مسلمانوں کا مذہب نہیں ہے بلکہ پوری نوع انسانی کا مذہب ہے اور اسی لئے وہ دنیا کے تمام مذاہب میں افضلیت رکھتا ہے۔

اسلام دنیا کے جملہ مذاہب میں ایک ایسا واحد مذہب ہے جو انسان کی روحانی تربیت کے ساتھ اُسے دنیاوی زندگی گزارنے کے طور اور طریقے بھی بتاتا ہے۔ اور انسان کو یہ بتاتا ہے کہ اُسے دنیا میں کس طرح رہنا چاہئے۔ اور دنیا والوں کے ساتھ اُس کا طرز عمل کیا ہونا چاہئے اور یہ اسلام کی ایسی خوبی ہے جو دنیا کے کسی مذہب میں بھی موجود نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ اسلام ایک مذہب بھی ہے اور ایک مکمل ضابطہ حیات بھی اسی لئے یہ دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے اور اسی وجہ سے اسلام کو دوسرے تمام مذاہب پر فوقیت حاصل ہے جس کا اعتراف غیر مسلم مفکرین نے بھی کیا ہے۔



مفلسی، مصیبت، بیماری اور پریشانی کا مجرب علاج

اعمال و وظائف کی بے پناہ طاقت

اولیائے کرام کے وہ پانچسو مجرب اعمال و نقوش جنہوں نے ہزاروں لاکھوں انسانوں کی قسمتوں کو بدل دیا

یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدا نے اعمال و وظائف یعنی اللہ کے کلام میں وہ بے پناہ طاقت پوشیدہ رکھی ہے کہ اعمال کو اگر صحیح طریقہ پر پڑھا جائے یا نقوش کو صحیح اوقات میں لکھا جائے تو اُن سے لوگوں کی قسمتیں بدل جاتی ہیں بیماری اور مفلسی سے حیرت انگیز طریقہ پر نجات مل جاتی ہے۔ بگڑے ہوئے کام آن کی آن میں درست ہو جاتے ہیں اور اعمال کے پڑھنے والے مستجاب الدعوات ہو جاتے ہیں بلکہ محبوب خلائق بھی بن جاتے ہیں لیکن اعمال و وظائف کی پوشیدہ طاقت صرف اسی حالت میں اپنا کرشمہ دکھاتی ہے جبکہ اعمال و وظائف کو اولیائے کرام کے بتائے ہوئے صحیح طریقہ پر پڑھا جائے اور نقوش کو صحیح اوقات میں، بزرگان دین کے مقرر کردہ طریقوں پر لکھا جائے لہٰذا جو حضرات اعمال و وظائف کا زندہ کرشمہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ آج ہی اس فن پر سب سے مستند کتاب "عملیات" منگائیں جس کو ایک زبردست عالم دین نے پچاس سال کی جستجو کے بعد مرتب کیا ہے۔

عملیات

درتبہ مولانا سید ظہور احمد شاہ جہانپوری

فی الحقیقت اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر سب سے مستند کتاب ہے جس میں اعمال و وظائف کے بارے میں مکمل معلومات ہے برجوں اور سیاروں کی پوری تفصیل ہے ہر شخص کا طالع جاننے کے طریقے درج ہیں۔ سیاروں کو مسخر کرنے کے اعمال درج ہیں اور اعمال حسنہ پر مکمل بحث ہے بے شمار محبت کے اعمال درج ہیں لاتعداد عداوت کے اعمال درج ہیں۔ کشائش رزق، تسخیر محبوب اور چور کی شناخت کامیابی، مقدمات اور مختلف امراض کے لئے اولیائے کرام کے بتائے ہوئے سینکڑوں اعمال و نقوش درج ہیں۔

کتاب عملیات کے خاص خاص ابواب یہ ہیں

باب اول :۔ ابتدائی معلومات :۔ اس میں حروف تہجی کے اعداد، شمار برجوں کے رنگ و مزاج، سیاروں کی رفتار اور مقامات کی تفصیل درج ہے۔

باب دوم :۔ اعمال حسنہ :۔ اس میں اسمائے حسنہ کے موکلوں کے اعداد و اقسام اور اسمائے جلالی و جمالی نیز اُن کے نقوش و اعمال درج ہیں۔

باب سوم :۔ اعمال محبت :۔ اس میں محبوب کو قابو میں کرنے کیلئے اسم یا ودود کا عمل، عمل اسم الٰہی اور حرز محبت، تصویر محبوب کا عمل، قرآنی اعمال اور بے شمار محبت کے نقوش درج ہیں۔

باب چہارم :۔ عملیات عداوت :۔ اس میں دشمن کے شر اور فساد سے بچنے کے لئے اور اس پر حاوی حکم کرنے کے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب پنجم :۔ کشائش رزق :۔ اس میں مفلسی اور بیکاری کو دور کرنے کے لئے اور خوشحال بننے کے لئے لاتعداد زبردست اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ششم :۔ تسخیر خلائق :۔ اس میں مخلوق خدا میں ہر دلعزیز بننے کیلئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہفتم :۔ تسخیر حکام :۔ اس میں حکام کی تسخیر کے لئے اور کامیابی مقدمات کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہشتم :۔ چور کی شناخت :۔ اس میں چور کی شناخت اور مال مسروقہ کی بازیافت کے لئے اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب نہم :۔ گمشدہ کی واپسی :۔ اس میں گمشدہ کی واپسی کے لئے اعمال و نقوش درج ہیں جن سے گمشدہ یقینی طور پر واپس آجاتا ہے۔

باب دہم :۔ مختلف امراض کے لئے :۔ اس میں ایسے مایوس العلاج مریضوں کی صحت یابی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جنہیں حکیم و ڈاکٹر جواب دے چکے ہیں۔

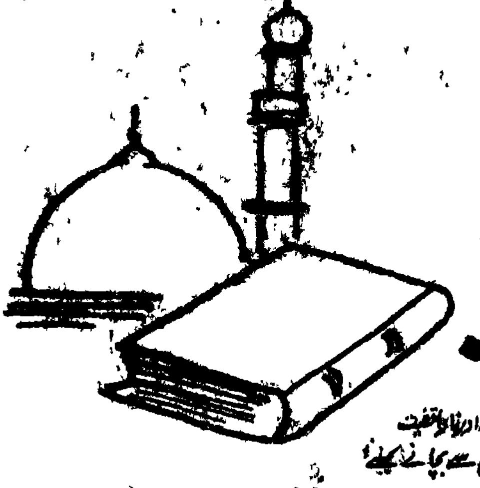
باب یازدہم :۔ اولاد کے لئے :۔ اس میں بزرگان دین کے وہ مجرب اعمال و نقوش درج ہیں جن کے طفیل میں بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں۔

باب دوازدہم :۔ حل مشکلات :۔ اس میں پریشانی اور مشکلات سے نجات حاصل کرنے کے لئے نہایت مجرب اور آزمودہ اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب سیزدہم :۔ فالنامہ حضرت دانیال :۔ اس فالنامہ کے ذریعہ سچی فال نکالی جا سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر یہ اردو کی پہلی کتاب ہے جس کو بڑی تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے اور جس میں اولیائے کرام اور بزرگان دین کے سینکڑوں نہایت مجرب اعمال و نقوش درج ہیں۔ قیمت مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف آٹھ روپے۔

دین و دنیا پبلشنگ کمپنی ۔۔۔ جامع مسجد دہلی ۶



ساٹھ نہایت مستند اسلامی کتابوں کا نچوڑ
ایک زبردست
اسلامی انسائیکلوپیڈیا

عربی تعلیم اور مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مسلمان دن بدن اسلام سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں اور ناواقفیت کی بنا پر ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں جو کھلا ہوا شرک اور کفر ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو اس گمراہی اور بے دینی سے بچانے کیلئے ہم نے حال ہی میں ساٹھ مستند کتابوں کی مدد سے ایک ایسی جامع اور مستند کتاب شائع کی ہے جس میں دس ہزار سے زیادہ ایسے تمام دینی اور دنیاوی معاملات پر بحث کی گئی ہے جن سے ہر مسلمان کو روزانہ واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ یہ مستند اور عظیم کتاب

دین دنیا

کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ اس جدید ایڈیشن میں بہت سے نئے مضامین اور عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس میں ... دینی و دنیاوی معلومات نہیں جو ... اس میں اسلام کے فضائل اور عقائد کی تفصیل ہے۔ اسلامی عبادات اور اعمال ... اس میں اسلامی تہذیب اور اخلاق کی تعلیم ہے اور اسلامی تمدن اور معاشرت ... اس میں ... سے لیکر موت تک اور موت سے لیکر قیامت تک ... دینی مسائل اور ... حضرات ... [illegible]

... یہ کتاب ... ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے ...

باب اوّل فضائل ... اسلام کے فضائل ... [illegible]

باب دوم عقائد اہلسنت والجماعت: اس میں اسلامی عقائد ... [illegible]

[illegible]

باب چہارم اخلاق ... [illegible]

باب پنجم حلال و حرام ... [illegible]

[illegible]

جامع مسجد دہلی



یہ تھا اورنگزیب عالمگیر

شہنشاہ اورنگزیب کی زندگی کے دو واقعات

(از جناب عارف بیگ)

اس مضمون کے لائق مصنف جناب عارف بیگ سے ہمارے ملک کے عوام خوب واقف ہیں۔ عارف بیگ پہلے مدھیہ پردیش میں بھی وزیر رہ چکے ہیں۔ اور جنتا دور حکومت میں مرکزی وزارت میں بھی شامل رہے ہیں۔ جناب عارف بیگ کا یہ تاریخی بیان فرقہ پرستوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے جنھیں شہنشاہ اورنگزیب میں کوئی خوبی ہی نہیں دکھائی دیتی۔

یہ اس زمانہ کی بات ہے جب میں مدھیہ پردیش کی ایس، وی، ڈی گورنمنٹ میں وزیر تھا۔ ستنا ضلع کے کچھ مخلص ہندو دوستوں نے ایک جلسہ میں شرکت کرنے کے لئے چترکوٹ بلایا تھا۔ چترکوٹ ہندوستان کا وہ مقدس تیرتھ استھان ہے جس کی پاکیزہ سرزمین پر آج سے ہزاروں سال پہلے بن باس میں شری رام چندر جی اور ان کے عزیز ترین بھائی بھرت کے ملاپ کو دیکھا تھا۔

جب میں چترکوٹ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ رام گھاٹ سے شمال کی طرف ایک نہایت خوبصورت مندر بنا ہوا ہے۔ یہ بالاجی کا مندر ہے۔ بالاجی وشنو جی کا ہی نام ہے۔ میں نے اس مندر پر جو کتبہ لگا ہے پڑھا تو میرے تعجب کی حد نہ رہی، لکھا تھا "شری بالاجی کا مندر سمراٹ اورنگزیب دوارا نرمت" (بالاجی کا مندر جسے شہنشاہ اورنگزیب عالمگیرؒ نے بنوایا) اس مندر کے انتظام کے لئے کئی گاؤں بطور جاگیر عطا کئے گئے تھے جن کی آمدنی سے مندر کے پجاری جی کا گزر بسر ہوتا تھا۔

اس حقیقت سے پتہ چلا کہ اورنگزیب عالمگیرؒ ہندوؤں کے دشمن نہیں بلکہ ان کے دوست تھے۔ جب یہ واقعہ میں اپنے ایک ہندو دوست کو سنا رہا تھا تو انھوں نے مجھے پنجاب کے علاقہ کے ایک گاؤں کا قصہ سنایا۔ انھوں نے کہا کہ بیشک اورنگزیب اور شیواجی کے متعلق غلط باتیں کچھ فرقہ پرست پسندوں نے پھیلا کر ملک میں قومی اتحاد کو نقصان پہنچایا ہے۔ مگر یہ دونوں ہی شخص اپنے وقت کے نہایت اعلیٰ کردار کے لوگ تھے۔

شیواجی کی فوج میں مسلمان جرنیلوں کی موجودگی اس عظیم شخص کی بے تعصبی کا کھلا ثبوت ہے۔ شہنشاہ اورنگزیب کے بارے میں پنجاب کے علاقہ کے ایک گاؤں کا واقعہ بیان کرتے ہوئے میرے اس ہندو دوست نے کہا۔ یہ گاؤں آج بھی "عالمگیر" کے نام سے مشہور ہے اور یہ قصہ اس طرح ہے۔

شہنشاہ اورنگزیب (۱۶۵۸ء سے ۱۷۰۷ء) کا زمانہ تھا مغل فوج اپنے سپہ سالار کی قیادت میں پنجاب کے اس علاقے سے گزر رہی تھی سپاہیوں کے اس شاندار جلوس کو دیکھنے کے لئے گاؤں والے اپنے گھروں کے اوپر اور باہر جمع ہو گئے تھے اچانک فوج کے سپہ سالار کی نگاہ ایک مکان کی چھت پر کھڑی ہوئی ایک حسین و جمیل دوشیزہ پر پڑی، سپہ سالار اس پر ہزار جان سے فدا ہو گیا اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس گھر کا مالک کون ہے، ہمارے حضور میں پیش کرو۔

سپاہی فوراً ایک شخص کو لے کر خیمہ میں پہنچے اور کہا کہ یہ وہی شخص ہے جسے آپ نے بلایا ہے۔ اس شخص سے سپہ

سالار نے فوراً اپنا مدعا بیان کیا اور کہا کہ ایک ماہ بعد ہم بارات لے کر تمہارے گھر آرہے ہیں۔ تم اپنی لڑکی کو ہمارے سپرد کر دینا۔ شخص مذکور نے کہا کہ حضور آپ مسلمان ہیں، میں ہندو ہوں میں اس رشتہ کو پسند نہیں کرتا۔ سپہ سالار نے ایک ہنسی اور کہا کہ ہم ایک ماہ بعد آرہے ہیں۔ حکم کی خلاف ورزی کی صورت میں نتیجہ کے تم ذمہ دار ہوگے۔

کسان روتا دھوتا اپنے گھر گیا۔ بیوی کو سب ماجرا کہہ سنایا بیوی ہوشیار تھی، کہا، تم بلا وجہ چنتا کرتے ہو بادشاہ عالمگیر کے حضور میں عرض کرو۔

بات کسان کی سمجھ میں آگئی۔ فوراً دہلی کے لئے روانہ ہو گیا اور بادشاہ کے حضور میں پہنچ کر پورا واقعہ عرض کیا جسے سن کر شہنشاہ اورنگ زیب غصہ سے سرخ ہوگئے اور کہا تم فکر نہ کرو بارات کے دن ہم خود موجود رہیں گے۔ ہمیں بارات کی تاریخ سے مطلع کر دینا ہم ٹھیک وقت پر پہنچ جائیں گے۔

کسان واپس اپنے گاؤں آگیا دن گزرتے گئے اور اب بارات آنے میں صرف چار دن باقی رہ گئے تھے کہ بادشاہ کی طرف سے کوئی بھی اطلاع نہیں آئی کسان کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ سپہ سالار کا دھوم دھڑکا اور شادی کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔

ایک دن اورنگ زیب عالمگیر نے خواب میں دیکھا ایک کسان کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے "حضور کیا مسلمان بادشاہ ایسے ہی ہوتے ہیں" بادشاہ کی آنکھ کھل گئی اسی وقت سفر کا ارادہ کیا اور روانہ ہوگئے۔

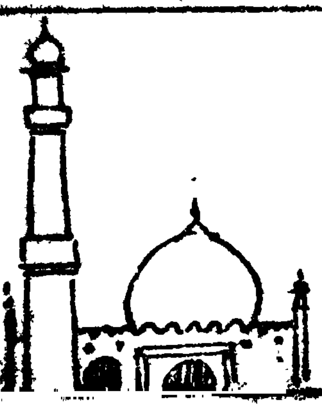
آدھی رات کا وقت تھا۔ کسان اور اس کے گھر کے لوگ جاگ رہے تھے۔ کل بارات آنے والی ہے ابھی تک بادشاہ نہیں پہنچے ہر شخص پریشان تھا کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی کسان نے دروازہ کھولا، سامنے شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کو دیکھ کر کسان قدموں میں گر پڑا۔ بادشاہ نے اسے اٹھا کر سینہ سے لگا لیا اور کہا:

"تم بالکل فکر نہ کرو یہ تمہاری بیٹی نہیں، ہماری بیٹی ہے۔"

دوسرے دن سپہ سالار بڑی شان سے بارات لے کر آپہنچا دروازہ کھٹکھٹایا۔ کسان نے دروازہ کھولا اور مرتی ہوئی آواز میں بولا آجائیے۔ سپہ سالار اندر داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ شہنشاہ عالمگیر ننگی تلوار لئے سامنے کھڑے ہیں۔ قدموں پر گر پڑا اور عرض کیا مجھے معاف کر دیجئے عالم پناہ۔

"یہ کیسی معافی۔ ہمارے راج میں تیری یہ ہمت۔ ناہنجار تجھے اس کی سزا ضرور ملے گی۔" پورے گاؤں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی گاؤں والوں نے اپنے گاؤں کا نام بدل کر "عالمگیر" رکھ دیا آج بھی وہ گاؤں موجود ہے اور وہ گھر جس میں شہنشاہ اورنگزیب نے قیام کیا تھا اور اب بھی اس کمرے میں کوئی شخص جوتے پہن کر داخل نہیں ہوتا۔

بہ شکریہ "شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر"



دشمنان اسلام بدل رہے ہیں

اسلام کے دشمن بھی اسکی خوبیوں کے اعتراف پر مجبور ہیں

(از ڈاکٹر ذکی علی)

ڈاکٹر ذکی علی، دنیائے اسلام کے بہت بڑے مفکر تسلیم کئے جاتے ہیں ذیل میں ہم اُن کے ایک عربی مضمون کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اُنھوں نے بتایا ہے کہ کسطرح اسلام کو بدنام کرنے والے یوروپینوں کا رویہ بدل رہا ہے اور وہ آج اسلام کی خوبیوں کے اعتراف پر مجبور ہو گئے ہیں۔

اسلام کے خلاف صدیوں تک یوروپین مفکرین اور صاحبان قلم کا ایک مستقل محاذ قائم رہا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ظہور اسلام کے بعد جب مسلمان ملک عرب کی حدود سے باہر آئے تو اس وقت عرب کے گرد و پیش کے ملکوں پر عیسائیت کا پرچم لہرا رہا تھا۔

مسلمان چونکہ ایک نیا مذہب۔ نئی تہذیب۔ نیا نظام زندگی دوسرے لفظوں میں نوع انسان کے لئے ایک نیا پیغام لے کر آئے تھے۔ اس لئے فطری طور پر اُن مسیحی قوموں اور مسلمانوں کے درمیان تصادم بھی رونما ہوئے جو زندگی کی پرانی قدروں کو چھوڑنے اور نئی قدروں کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھیں اور اس تصادم اور مخالفت کے نتیجہ میں یہ ہوا کہ عیسائی ملکوں میں وہ بے شمار کتابیں بھی لکھی گئیں جن میں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف عجیب و غریب قسم کا بہتان پھیلانے کی کوشش کی گئی ہے۔

اسلام کے خلاف یورپ میں جتنی بھی کتابیں لکھی اور شائع کی گئی ہیں اُن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ "اسلام ترقی اور تہذیب کا دشمن اور انسانی آزادی کا مخالف ہے۔ جبر طاقت کے ذریعہ اپنی تبلیغ کا حامی ہے" لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ الزامات اُن عناصر کی طرف سے لگائے گئے ہیں جن کے دامن پر خود بھی ان الزامات کے کالے داغ لگے ہوئے ہیں

اسلام جب عیسائی دنیا کی سرحدوں پر پہنچا تھا تو اس وقت خود عیسائیوں کا حال یہ تھا کہ وہ پادریوں کے ہاتھوں میں کٹ پتلی بنے ہوئے تھے۔ انھیں کسی معاملہ پر سوچنے یا اُن کتابوں کے پڑھنے کی اجازت نہیں تھی جن کے مطالعہ کو پادری ناپسند کرتے تھے۔ عیسائی علما نے قدیم علوم و فنون سے واقفیت حاصل کرنے اور انھیں سیکھنے کو گناہ عظیم قرار دے رکھا تھا اور اُن کے حکم سے ایسے لوگوں کو زندہ جلا دیا جاتا تھا جو کسی عنوان سے بھی اُن کی رائے سے اختلاف کا اظہار کرتے تھے خود تاریخ سے ان تمام باتوں کی تصدیق ہوتی ہے اور تاریخ ہی اسلام کے اس کردار کو بھی واضح کرتی ہے جو اس نے تمام رکاوٹوں کے باوجود تہذیب کو ترقی دینے اور انسانی آزادی کو بحال کرنے میں ادا کیا ہے۔

یورپ میں آج مستقل طور پر اس بات کی تحقیقات کی جا رہی ہے کہ اسلام نے دنیا کی ترقی اور تعمیر میں کیا رول ادا کیا ہے۔ اور جب کہ یوروپین محققین میں پہلا سا تعصب باقی نہیں رہا ہے تو وہ آج خود ہی اسلام کے بارے میں گہری تحقیق کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اگر چھٹی صدی عیسوی میں اسلام کا ظہور نہ ہوا ہوتا تو آج دنیا ایک طرف تو ماضی سے بالکل علیحدہ ہو گئی ہوتی اور دوسری طرف وہ آج بھی ترقی کی ابتدائی منزلوں میں ہوتی اور اس زمانے کی تحقیق

اس بات پر پوری طرح متفق ہو گئے ہیں کہ اسلام ایک وسیع اور عمیق دریا کے اس پل کی حیثیت رکھتا ہے جو ایک کنارے کو دوسرے کنارے سے ملا رہا ہے اور جس کے بغیر دریا کے دونوں اطراف کا کوئی تعلق قائم نہیں ہو سکتا۔

اسلام کے بارے میں تحقیق کرنے والوں نے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ اس حقیقت پر بھی کامل اتفاق کیا ہے کہ اگر اسلام کا ظہور نہ ہوا ہوتا، یا ظہور ہونے کی صورت میں وہ بھی عیسائیت کی طرح تنگ نظری اور عدم رواداری میں مبتلا ہو گیا ہوتا تو آج کا انسان ماضی کی ترقیوں سے بالکل بھی واقف نہیں ہو سکتا تھا۔ اور ماضی کے علوم نے جنھیں مسلمانوں نے زندہ کیا ہے۔ انسانی تہذیب و تمدن کو ترقی دینے میں جو قابل قدر امداد دی ہے۔ وہ کسی طرح بھی آج کے انسان کو حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ خود عیسائی محققین کے مذکورہ بالا اعتراف سے جہاں اس بات کی تردید ہوتی ہے کہ اسلام ترقی و تہذیب کا دشمن ہے وہاں اس اعتراض کا بھی کوئی وجود باقی نہیں رہتا کہ اسلام انسانی آزادی کا مخالف ہے۔

مسلمانوں کی جنگی فتوحات پر بھی صدیوں سے اعتراض ہوتا رہا ہے۔ اور مسلمانوں پر یہ الزام لگایا جاتا رہا ہے کہ انھوں نے اپنی جنگی طاقت کی بنا پر اسلام پھیلایا ہے۔ ہمیں اس بات سے انکار نہیں ہے کہ مسلمانوں کو اپنے حریفوں سے جنگ کے میدانوں میں بھی مقابلہ کرنا پڑا ہے۔ لیکن یہ بات درست نہیں ہے کہ مسلمانوں نے جو لڑائیاں لڑی تھیں وہ اسلام کی توسیع کے لئے تھیں کیونکہ اسلام نے کسی حال میں بھی جارحانہ لڑائیوں کی اجازت نہیں دی۔

ان لڑائیوں کی اصل حقیقت یہ ہے کہ جب اسلام کا ظہور ہوا تو متبعین اسلام کی ایک چھوٹی سی جماعت بھی عالم وجود میں آگئی۔ اس نئی جماعت کو جو اسلام نے پیدا کی تھی اُن پرانی طاقتوں نے جو اُس وقت دنیا پر چھائی ہوئی تھیں اپنے لئے ایک زبردست خطرہ سمجھ کر اسے کچل ڈالنے کا فیصلہ کر لیا اور اس فیصلے کے فوراً ہی بعد مسلمانوں پر حملے شروع ہو گئے۔ اور مسلمانوں کو اپنی حفاظت کے لئے مجبوراً جنگ کے میدان میں آنا پڑا۔

اسلام کے تاریخی کردار کے متعلق یورپ میں تحقیقات کا جو سلسلہ جاری ہے اُس کے ضمن میں مسلمانوں کی جنگی سرگرمیوں کا بھی محققانہ حیثیت سے جائزہ لیا جا رہا ہے۔ اور جائزہ کے بعد محققین نے اس سلسلہ میں بھی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ اُس سے اِس بات کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں نے توسیع اسلام کے لئے لڑائیاں لڑی تھیں یا مسلمان توسیع پسندی کے حامی تھے۔

مسلمانوں کی جنگی سرگرمیوں اور ملکی فتوحات پر اظہار خیال کرتے ہوئے متعدد محققین نے لکھا ہے کہ "اول تو یہ بات ثابت ہی نہیں ہوتی کہ مسلمان توسیع سلطنت کے لئے تلوار اٹھایا کرتے تھے۔ لیکن اگر اس الزام کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو اُس زمانہ میں ملکی فتوحات کے لئے تلوار اٹھانا کوئی عیب کی بات نہیں سمجھی جاتی تھی چنانچہ اُس وقت کی تمام چھوٹی بڑی سب ہی غیر مسلم سلطنتیں اور ریاستیں تلوار ہی کے بل پر قائم ہوئی تھیں۔ اور قائم تھیں پھر ہم مسلمانوں پر کیا اعتراض کر سکتے ہیں۔"

پھر بھی محققین اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ "مسلمانوں کی فتوحات خواہ تلوار کے بل پر ہوئی ہوں یا کسی دوسرے ذریعہ سے لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مسلمانوں نے مفتوح قوموں کے ساتھ جو حسن سلوک کیا تھا اُس کی مثال اُس دور کی کسی فاتح قوم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک مشن تھا وہ دنیا میں زندگی کی نئی قدریں پھیلانا چاہتے تھے۔"

یورپین محققین کے مندرجہ بالا محسوسات کو پیش نظر رکھ کر اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مخالفین اسلام جو صدیوں سے اسلام کو بدنام کر رہے تھے اب راہ راست پر آتے جا رہے ہیں اور ان کو بھی اسلام کے محاسن کا احساس ہو جاتا ہے۔ اور یہ ایک اچھی علامت ہے۔ اور ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں وہ رفتہ رفتہ دور ہو جائیں گی۔

تاریخی افسانہ



تبت کا خداوند

شہنشاہ اورنگزیب کے عہد کا تاریخی واقعہ

(از جناب مائل ملیح آبادی)

یہ شہنشاہ اورنگزیب کی فوج کے ایک سپاہی کی کہانی ہے۔ یہ سپاہی تبت کی ایک لڑکی پر فریفتہ ہو گیا۔ ہندوستان کے نامور افسانہ نگار جناب مائل ملیح آبادی نے اس تاریخی واقعہ کو نہایت ہی دلکش اور خوشنما انداز میں پیش کیا ہے۔

وہ شہنشاہ اورنگزیب کی فوج کا ایک جانباز سپاہی تھا۔ ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر اُس نے دیکھا۔۔۔ سامنے بہت گھنے اور اونچے جنگل کے سائے میں آگ جل رہی ہے۔ خوشی سے اُس کا چہرہ چمکنے لگا۔ دو دن پہلے اُس نے روٹی کا ایک ٹکڑا حلق سے نیچے اتار کر اوپر سے برف کے کئی ٹکڑے چاب لئے تھے۔ وہ پورب کی طرف بڑھتا رہا تھا اور آج دوپہر کو اُس کے رفیق سفر نے بھی ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا۔۔۔ گھوڑا روئی کے گالے کی طرح پھیلے ہوئے برف پر بھورے دھبے کی طرح پڑا ہوا تھا۔ آج رات کی برف اُسے ہمیشہ کے لئے اپنی گود میں سمیٹ لیگی اور پھر کبھی کسی کو اُس کی ہڈیاں بھی نہ مل سکیں گی۔

محمد شفیع خاں نے پورب کی طرف دیکھا۔ آگ تیز ہو گئی تھی اور شعلہ مجنوں بید کی طرح بل کھاتی ہوئی چوٹیوں کے اوپر لہرا رہا تھا۔ اُس نے گھوڑے کی طرف دیکھ کر ٹھنڈی سانس لی "انا للہ وانا الیہ راجعون" اُس نے آہستہ سے کہا اور پھر آگ کی طرف روانہ ہو گیا۔

"کون ہو؟" لکڑی کے مکان کے سامنے پہنچنے پر ایک کرخت آواز سنائی دی۔

"مسافر!" محمد شفیع نے تھکی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"مسافر؟" آواز نے حیرت سے پوچھا۔۔۔ "اس موسم میں مسافر کبھی نہیں آیا۔ کدھر سے آرہے ہو؟"

"کشمیر سے" محمد شفیع خاں نے پیروں پر جمی ہوئی برف کو جھٹکتے ہوئے کہا۔

ایک لڑکی نے سامنے آکر محمد شفیع کو سر سے پاؤں تک دیکھا پھر کہا "اُسی طرف کا مسافر معلوم ہوتا ہے"

"بلا لے بیٹیا" مردانہ بھاری آواز آئی۔

لڑکی نے ہاتھ کے اشارے سے محمد شفیع خاں کو بلایا۔ وہ گھر کے اندر داخل ہوا۔

"خداوند ولدن تمہارا آنا مبارک کریں" بوڑھے نے اپنی سفید سفید آنکھیں اٹھا کر کہا۔

محمد شفیع خاں نے پوچھا۔۔۔ "ولدن کون ہے بڑے دادا"

"مہاتما بدھ کے ایک سیوک ویں اوتار خداوند۔ ولدن جو ہمارے راجہ بھی ہیں اور بھگوان بھی" بوڑھے نے اپنی بے نور آنکھیں اوپر اٹھا کر کہا۔۔۔ "میں اُن کی مورتی پر بھینٹ دینے آنکھیں چڑھا کے بیٹھا ہوں وہ میرے دل میں اُتر آئے۔ بلکہ آنکھوں کی روشنی لے لی" اُس نے اطمینان کے ساتھ کہا۔۔۔ "اچھا کیا۔ ان آنکھوں سے دیکھنے کے بعد اب کوئی چیز دیکھ کر کیا کرتا؟"

محمد شفیع خاں نے حیرت سے اُس کی آنکھوں کی طرف دیکھا۔

بوڑھے نے پوچھا —— "لیکن تم کیسے آدمی ہو جو بھگوان ولدآن کو نہیں جانتے؟"

محمد شفیع خاں نے جواب دیا —— "میں ایک خدا کی عبادت کرتا ہوں۔ اُسی نے یہ کائنات بنائی ہے۔ وہی حاضر و ناظر اور دانا و بینا ہے۔ میرا، تمہارا اور تمہارے راجہ کا خالق اکبر وہی ہے"

"ہم اُسے نہیں جانتے" بوڑھے نے کہا —— "بھگوان ہی خالق کائنات ہیں انھیں کے اوتار بھگوان ولدآن ہیں"

"مجھے کوئی گرم چیز پینے کو دو" محمد شفیع نے اس بحث کو ختم کرتے ہوئے کہا۔

"ابھی ہم نے کیسو کا عرق بنایا ہی تھا کہ تم آگئے" لڑکی نے مٹی کی ہانڈی سے بھر کے ایک پیالے میں دیتا ہی رنگ کا عرق انڈیلتے ہوئے کہا —— "پہلے تم پی لو، پھر ہم پئیں گے"

محمد شفیع خاں نے اُس کی لمبی اور نیلی آنکھوں کی طرف دیکھا اُسکی بھری بھری کلائیاں دیکھیں، گلابی ہونٹ دیکھے اور جب لڑکی نے پیالہ محمد شفیع خاں کو دیا تو اُس نے مسکرا کر پیالے کے ساتھ لڑکی کی ایک اُنگلی بھی پکڑ لی۔

اُس نے اُنگلی کھینچی اور آہستہ سے کہنے لگی —— "پیالہ گر پڑے گا سنبھال کر پیو"

محمد شفیع خاں کیسو کا عرق پینے لگا اور بوڑھا بھگوان ولدآن کی تعریف کے گیت گانے لگا۔

اُس زمانے میں ہندوستان اور کشمیر پر شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کی حکومت تھی۔ محمد شفیع خاں اُن چند لوگوں میں سے تھا جنھیں تبتی زبان کی تعلیم دے کر تبت بھیجا گیا تھا تاکہ وہ لوگ اُس ملک کے بارے میں پوری معلومات حاصل کریں۔ محمد شفیع پہلا آدمی تھا جو گمنام راستوں سے گذر کر تبت کے گاؤں میں داخل ہوا تھا۔ باقی سپاہی ابھی ہندوستان کی بلند چوٹیوں پر ہی بھٹک رہے تھے۔

آٹھویں دن —— دینا نے کہا —— "اب وہ محمد شفیع سے اچھی طرح مانوس ہو چکی تھی —— "ہمارے دیوتا کے درشن کرو گے؟"

محمد شفیع نے مسکرا کر کہا —— "جب تبت کی لوگوں کے درشن ہو گئے ہیں تو دیوتا کے درشن میں کیا حرج ہے؟"

ان کے ساتھ دیوی بھی ہوں گی" دینا نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن میری دیوی تو تم ہو" محمد شفیع نے اسکا ہاتھ تھام کر کہا

دینا نے مسکراتے دیکھا کہا "لیکن تم تو دیوی دیوتاؤں کو مانتے ہی نہیں ہو"

محمد شفیع نے اُس کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا "مگر جو سامنے ہے اُسے کیسے نہ مانوں۔

"میں دیوی نہیں ہوں" دینا نے شرما کر کہا —— "دیوی بھگوان ولدآن کے ساتھ ہیں"

شفیع نے اُس کا ہاتھ سہلاتے ہوئے کہا —— "دینا تم بھگوان نہ کہا کرو ایک آدمی کو بھگوان بنانا اچھی بات نہیں ہے"

دینا نے اس کی طرف دیکھ کر کہا —— "چپ رہو۔ ہوائیں ہمارے بھگوان کو خبر دیتی ہیں اور بھگوان خفا ہو گئے تو سلامتی کی چٹانیں ہمارے اُوپر پھٹ پڑیں گی" اور اُس کا چہرہ خوف سے پیلا پڑ گیا

محمد شفیع بھیس بدل کر دینا کے ساتھ روانہ ہو گیا راستے میں انھیں بہت سے زائر ملے جو بھگوان کے درشن کرنے جارہے تھے محمد شفیع ان کی عقیدت اور جہالت کی باتیں سنتا رہا پھر وہ ایک شہر میں پہنچے اور شہر کے بیچ میں ایک بڑے مندر کے چاروں طرف میدان میں ہزارہا عقیدت مندوں نے اپنے خیمے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔

مقررہ تاریخ پر مندر کا دروازہ کھولا گیا۔ عقیدت مند کھڑے ہو کر بھگوان کے باہر آنے کا انتظار کرنے لگے۔ محمد شفیع نے آہستہ سے پوچھا —— "دینا اب کیا ہوگا"

اُس نے کہا —— "بھگوان ولدآن اُس دروازے میں کھڑے ہو کر درشن دیں گے"

پھر طرح طرح کے باجے بجنے لگے اور عجیب و غریب آوازیں سنائی دیں اور کتنے ہی گولے مندر کے پیچھے چھوٹے اور جب زائرین بدحواس ہو چکے تو ایک سانولا آدمی دروازے میں نمودار ہوا۔ اُس کے جسم پر زرد ریشم کے کپڑے تھے سر پر لمبی اُونچی ٹوپی تھی اور چہرہ دبلا گھٹتا ہوا تھا

اُس کے دروازے میں آتے ہی زائرین سجدے میں جھک گئے اور کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو ولدآن کو دیکھ سکی ہو۔ بوڑھے

مجمع میں محمد شفیع ہی تھا جو خاموش کھڑا ہوا تھا۔ اُس کا دل دھڑک رہا تھا۔ لیکن پھر بھی اُس کے امکان میں نہ تھا کہ وہ ایک انسان کے لئے سجدے میں جھک جاتا۔

دینا نے اُس کا دامن پکڑ کر کھینچا بھی لیکن محمد شفیع کھڑا ہی رہا۔

دیر ہو گئی۔ سر اُٹھانے کے گھنٹے نہیں بجے یہاں تک کہ مندر کے پچھلے دروازے سے کئی پجاری نکلے۔ اور محمد شفیع کو پکڑ کر کھینچتے ہوئے مندر کے اندر لئے چلے گئے اور جب محمد شفیع گرفتار کر لیا گیا تو گھنٹے پھر بجے اور عبادت گزاروں نے سر اُٹھا کر اپنے بھگوان کی پشت کی زیارت کی اور بھگوان مندر کے اندر چلا گیا۔

دینا نے چاروں طرف دیکھا۔ محمد شفیع کہیں نہیں تھا۔ اُس کے باپ نے کہا — "چل دینا، کیا لوگ ابھی کھڑے ہوئے ہیں؟"

"نہیں دادا!" دینا نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا — "وہ کشمیری مہمان کہیں چلا گیا"

"کہاں چلا گیا؟" بوڑھے نے پوچھا — "لیکن بھگوان کے درشن تو ابھی ختم ہوئے ہیں"

"ہاں" دینا نے آنکھیں پونچھتے ہوئے جواب دیا — "میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو وہ نہیں تھا"

بوڑھے نے آہستہ سے کہا — "وہ گنہگار تھا، بھگوان کو نہیں مانتا تھا۔ ایسے لوگ اُٹھا لئے جاتے ہیں۔ چل جلدی کر کسی کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ ہمارے ساتھ آیا تھا" اور بوڑھے نے دینا کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

وہ دن گزر گیا۔ لیکن دوسرے دن ولدران کے پجاری دینا کو بھی پکڑ لے گئے۔

ایک آراستہ کمرے میں صرف ولدران، دینا اور محمد شفیع موجود ہیں۔ تبت کا روحانی پیشوا راجہ اُن سے جواب طلب کر رہا ہے۔

"تم خالقِ کائنات نہیں ہو" محمد شفیع نے کہا — "اگر ہو تو ہمارے مُلک ہندوستان اور ہمارے شہنشاہ عالمگیر کے بارے میں کیوں نہیں جانتے؟"

ولدران نے جواب میں کہا — "پھر لوگوں نے مجھے اوتار کیوں مان لیا۔ کیا اُن لوگوں کو بالکل عقل نہیں تھی؟"

"عقل تم میں بھی نہیں ہے راجہ" محمد شفیع نے جواب دیا۔ "خالقِ کائنات وہی ہے جو تبت کی بلند چوٹیوں کا حال بھی جانتا ہے۔ اور ہندوستان کے میدانوں میں جب کوئی تنکا اِدھر سے اُدھر جاتا ہے تو بھی اُس کے علم کے بغیر اپنی جگہ نہیں چھوڑتا"

"لیکن وہ کہاں ہے؟" ولدران نے سوال کیا۔

"ہر جگہ" محمد شفیع نے کہا — "لامحدود طور پر ساری کائنات پر چھایا ہوا۔ خالقِ اکبر ہمیں دکھائی نہیں دیتا، ہماری آنکھیں بہت چھوٹی ہیں۔ ہم صرف اُس کی قدرتوں ہی کو دیکھ سکتے ہیں۔ وہی پہاڑوں کی بھاری سلوں کے اندر سونا اور جواہرات پیدا کرتا ہے۔ اور اُسی کے حکم سے چٹانوں کو توڑ کر چشمے پھوٹ نکلتے ہیں۔ کیا یہ سب تمہارے حکم سے ہوتا ہے؟"

ولدران نے آہستہ سے کہا "تم نے ہمارے سامنے گردن نہ جھکا کر بہت بڑا گناہ کیا ہے"

"بھلا اُس قادرِ مطلق کے آگے سر جھکانے والا تمہارے سامنے سر کیسے جھکا سکتا ہے" محمد شفیع نے مضبوط لہجے میں کہا۔

ولدران خاموش بیٹھا رہا۔ پھر بولا — "ہم تمہیں رہا کرتے ہیں۔ تم ہندوستان بھیج دئے جاؤ گے۔ لیکن دینا گمراہی کی سزا لے گی"

محمد شفیع نے بے چینی کے ساتھ کہا — "لیکن دینا نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ اُسے بھی میرے ساتھ ہندوستان بھیج دو"

"یہ نہیں ہو سکتا" ولدران نے کہا — "ہم اپنا نظام نہیں بدل سکتے۔ تم غیر ملکی ہو لیکن دینا کو تبت کے قانون کے مطابق اپنی قربانی دے کر نجات حاصل کرنی ہوگی"

دینا بے چینی کے ساتھ چیخ اٹھی — "لیکن میں نے

بھی کشمیری مسافر کا دین قبول کیا ہے۔ میں بھی ایک خدا کے سوا کسی کی عبادت نہیں کروں گی۔"

دلدلن نے سخت لہجے میں کہا ـــ "خاموش رہ گنہگار لڑکی۔ ہماری اجازت کے بغیر تو حق کو بھی قبول نہیں کر سکتی مجھے یقین ہے کہ حق وہی ہے جو محمد شفیع نے بتایا ہے لیکن ہم تبت کی ہزاروں سال پرانی حکومت کو ختم نہیں کر سکتے ہمالیہ کی زمین پر لاما ڈالی کا غلبہ اُس وقت تک باقی رہے گا جب تک یہ پہاڑ سر اٹھائے کھڑے ہیں اور سورج پورب سے نکلتا ہے۔ اس آدمی کے کہنے کے مطابق اس زمین پر کہیں خدا باقی نہیں رہ گیا ہے۔ لیکن ہم یہ اعزاز کبھی نہیں چھوڑ سکتے میدان کے لوگوں کو بتا دینا کہ تبت پر آج بھی خدا موجود ہے جو اب تک بھی باقی ہے" اتنا کہہ کر دلدلن پردے کے پیچھے چلا گیا اور دینا محمد شفیع کے آغوش میں سر رکھ کر سسکیاں لینے لگی۔

پجاری آگئے اور دونوں کو لے کر کمرے کے باہر چلے گئے۔

پھر محمد شفیع نے وہ دردناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ دینا کو پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا کیا گیا۔ پھول اور مالائیں پہنائے گئے۔ ہاتھ اور پاؤں گلابی رنگ سے ـــ رنگ دیے گئے۔ اُس کے سامنے عجیب عجیب گیت گائے گئے اور پھر ایک اونچی چوٹی سے رسی کا ایک پھندا لٹکتا ہوا آہستہ آہستہ نیچے آیا۔ گیتوں اور باجوں کے شور میں وہ پھندا دینا کے گلے میں ڈال دیا گیا اور کسی ظالم نے رسی اُوپر کھینچ لیا۔

بے آواز دینا تڑپتی ہوئی اوپر کھنچ گئی۔ اور مقدس گیت جاری رہے۔ اور محمد شفیع کی آنکھیں خون کے آنسو بہاتی رہیں لیکن تبت کے خداوند ارضی کا حکم پورا ہو گیا۔ اور محمد شفیع نے دانت پیستے ہوئے آہستہ سے کہا ـــ "ان لوگوں پر خدا کی رحمت ہو جو تبت کی سرزمین سے انسانی خدا کے آخری نشان کو مٹانے کے لئے تلوار اٹھائیں گے۔"

محمد شفیع کو کشمیر کی سرحد سے ہندوستان بھیج دیا گیا تھا اور شہنشاہ عالمگیر نے تبت کے راجہ کی اس خونریزی کی تفصیل سُنی تو اُس نے زمین کے اِس خدا کو آسمان کے خدا کی طاقت کے سامنے جھکانے کے لئے محمد شفیع کی کمان میں ایک لشکر تبت روانہ کیا۔ محمد شفیع کشمیر کی راہ سے تبت میں داخل ہوا۔ اُس نے دلدلن کی بے قاعدہ فوج کو شکست دے کر صلح اور ماتحتی پر مجبور کیا۔ تبت ہندوستان کا ایک صوبہ بن گیا۔ اور دینا کی یاد میں محمد شفیع نے اُس پہاڑ کے نیچے ایک مسجد بنوائی جہاں دینا کو پھانسی کے پھندے میں لٹکایا گیا تھا۔

عالمگیر نے خداوند ارضی کو جھکنے پر مجبور کر دیا۔ لیکن اب اُس کی خدائی کا خاتمہ ہمارے دور کا ایک اہم ترین واقعہ بن گیا ہے۔ چنانچہ زمین پر انسانی خدائی کی آخری نشانی کو مٹتے ہوئے ہم دیکھ رہے ہیں۔ اب نہ تبت میں لاما باقی ہے اور نہ اُس کی خدائی بے دین چینیوں کا تبت پر قبضہ ہے۔



بیویوں کو گمراہ کرنے والے شوہر

کبھی کبھی غیر معمولی محبت بھی مضر ثابت ہوتی ہے

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

زبیدہ بہن کے مضامین کی خوبی یہ ہے کہ ان میں لفاظی کی بجائے زندگی کے حقائق اور نازک ترین پہلوؤں پر [illegible] خوبی سے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ چنانچہ ذیل کے مضمون میں انھوں نے ازدواجی زندگی کے ایک بالکل نئے پہلو سے زوجین کو روشناس کیا ہے۔

میری زندگی کا بیشتر حصہ ازدواجی مسائل پر غور کرتے ہوئے گزرا ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ میں ازدواجی زندگی کے اکثر و بیشتر پہلوؤں کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ لیکن یہ بات میرے کبھی ذہن میں بھی نہیں آئی تھی کہ بیوی کے ساتھ کسی شوہر کی غیر معمولی محبت کا کوئی پہلو ازدواجی زندگی کے لئے مضر بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ میں ایک بھائی کی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنے ایک خط کے ذریعہ مجھے اس نئے پہلو پر بھی غور کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔

یہ بھائی اپنے خط میں لکھتے ہیں "—— میں آپ کے مضامین بڑے غور سے پڑھتا ہوں۔ جن میں آپ شوہروں کو یہ ہدایت فرماتی رہتی ہیں کہ انھیں اپنی بیوی سے محبت کے اظہار میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔ اور میں خود اس بات کا قائل ہوں کہ شوہروں کو پوری طرح اپنی بیویوں کی دلداری کرنی چاہئے۔ اُن کی ضرورتوں کو اپنی ضرورتوں کی طرح اہمیت دینی چاہئے اور اُن کے احساسات اور جذبات کا پورا خیال رکھنا چاہئے۔ چنانچہ میں نے نہ صرف ہمیشہ اپنی بیوی کے آرام و راحت کا خیال رکھا ہے بلکہ بیوی سے روزِ اوّل ہی سے والہانہ طور پر محبت بھی کی ہے لیکن آپ یہ سن کر شاید حیران رہ جائیں گی کہ میری یہ محبت شناسی اور محبت ہی میرے لئے پریشانی کا باعث بن گئی ہے۔"

اس مضمون کی پڑھنے والی بہنیں اور بھائی اس مضمون کی اوپر کی دو سطروں کی عبارت پڑھنے کے بعد اس سوچ میں پڑ گئے ہوں گے کہ —— بھلا ایک شوہر کی اپنی بیوی سے محبت اور فرض شناسی کیونکر اُس کی پریشانی کا باعث بن سکتی ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی شوہر کی ضرورت سے زیادہ بڑھی ہوئی محبت بھی تکلیف دہ پہلو اختیار کر لیتی ہے جس کا اندازہ اِن بھائی کے خط کے مندرجہ ذیل حصہ سے ہو سکتا ہے۔ یہ لکھتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ ایک شوہر کی بیوی کے ساتھ والہانہ محبت صرف اُسی وقت خوشگوار نتائج پیدا کر سکتی ہے جبکہ اس غیر معمولی محبت سے بیوی کسی مغالطہ کا شکار نہ بن جائے۔ لیکن جب اِس محبت کا یہ غلط مطلب سمجھا جانے لگے کہ شوہر بیوی کا بندہ بے دام بن چکا ہے تو بعض بیویوں کو مغالطہ ہو جاتا ہے اور وہ شوہروں کو ناگوار طریقہ پر دبانے لگتی ہیں پھر جب شوہر کو یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ اُس کی غیر معمولی محبت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اُسے دبایا جا رہا ہے تو اس کی روش میں کھنچاؤ پیدا ہونے لگتا ہے اور اس طرح وہ ازدواجی زندگی جو محبت اور خلوص میں گزرنی چاہئے تھی نفرت اور [illegible] کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہے یہی صورت

میرے ساتھ [illegible] ہے چنانچہ اگر میں بیوی کی نخوت کا جواب نخوت سے دیتا ہوں تو گھر کا سارا سکون برباد ہو جاتا ہے۔ اور اگر بیوی کی نخوت کے جواب میں نرمی یا خاموشی اختیار کرتا ہوں تو اسے میری کمزوری پر محمول کیا جائے گا اور بیوی کی [illegible] اور نخوت اور بھی زیادہ بڑھ جائے گی مہربانی فرما کر مشورہ دیجئے کہ میں ایسی نازک صورت میں کس قسم کا طرز عمل اختیار کروں جس سے کہ میری موجودہ پریشانی میں کمی پیدا ہو سکے"

خط کی مندرجہ بالا عبارت کو پڑھنے کے بعد میری بہنوں اور بچیوں نے سمجھ لیا ہوگا کہ اصل معاملہ کیا ہے بات در اصل یہ ہے کہ بہت سی ایسی مثالیں پائی گئی ہیں کہ بعض کمزور دماغ اور کچی عقل کی لڑکیاں اپنے شوہر کی غیر معمولی محبت اور لگاؤ سے مغالطہ میں پڑ گئی ہیں اور یا انھوں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ ان کا شوہر [illegible] میں آگیا ہے اُسے اپنے اشاروں پر چلانے کی کوشش کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ اُسے اس کی ماں بہنوں اور بھائیوں تک سے چھڑانے کے لئے کوشاں رہتی ہیں مگر میرا مشاہدہ یہ ہے کہ لڑکیوں کی یہ غلط اور ناعاقبت اندیشانہ روش بالآخر اُن کے لئے مضر ثابت ہوتی ہے۔

محبت کا جواب ہمیشہ محبت ہی سے دینا چاہئے لہٰذا میں اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو بتانا چاہتی ہوں کہ انھیں اپنے شوہر کی غیر معمولی محبت یا حسنِ سلوک سے کسی مغالطہ میں نہیں پڑنا چاہئے۔ اور یا انھیں معلوم ہونا چاہئے کہ شوہر خواہ کتنا ہی محبت کرنے والا کیوں نہ ہو پھر بھی مرد ہے۔ اور جب اسے یہ احساس ہو جاتا ہے کہ اسے دبایا جا رہا ہے تو اس کی مردانہ [illegible] اور غیرت اُبھر آتی ہے۔ اور یہیں سے خطرناک موڑ ہے [illegible] سے میاں بیوی میں شکر رنجی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے

اب میں [illegible] معاشرہ کا دوسرا پہلو [illegible] سمجھتی ہوں [illegible] سامنے ایسی [illegible] لڑکیوں نے شادی کے بعد [illegible]

غیر معمولی محبت کرنے کے ساتھ [illegible] کے ساتھ خدمت بھی کی ہے شوہروں نے یہ [illegible] ہے کہ یہ تو ہر بیوی کا فرض ہے [illegible] خدمات کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اور جب [illegible] کی خدمات اور محبت کی قدر ہونے کی [illegible] کے ساتھ بے پروائی اور بے توجہی کا سلوک ہو رہا ہے تو اُن کے دلوں میں شوہروں کی طرف سے فرق پیدا ہونے لگتا ہے۔ اور پھر اس فرق کے پیدا ہوتے ہی شکر رنجی کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں ہی کو پورا پورا فرض شناس ہونا چاہئے۔ دونوں کو ایک دوسرے کے خلوص اور محبت کی قدر کرنی چاہئے تب ہی ازدواجی زندگی کی حقیقی مسرتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ اور بہ خصوصیت کے ساتھ لڑکیوں کو تو پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہئے۔ انھیں ہرگز شوہر کی محبت اور دلداری سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے بلکہ خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے انھیں ایک فرض شناس اور محبت کرنے والا شوہر عطا کیا ہے۔ میرا مشاہدہ یہ ہے کہ جب بھی کسی عورت نے شوہر کی محبت اور حسنِ سلوک کو پائے حقارت سے ٹھکرایا ہے تو اس کے نتائج نہایت ہی خطرناک برآمد ہوئے ہیں۔

اگر کوئی کمزور دماغ لڑکی شوہر کی محبت اور حسنِ سلوک سے مغالطہ میں مبتلا ہو گئی ہے تو شوہر کو چاہئے کہ اُسے تمام پہلو نرمی کے ساتھ سمجھا دے اور اسے وقتی معاملہ سمجھتے ہوئے اپنے حسن سلوک اور محبت میں کسی قسم کا فرق نہ آنے دے مجھے یقین ہے کہ شوہر کے اس شریفانہ رویہ کا کمزور دماغ لڑکی پر اچھا ہی اثر پڑے گا۔ اور وہ اگر فوراً نہیں تو کچھ مدت کے بعد مزاج میں پختگی آنے پر اپنی غلطی کو محسوس کرنے لگے گی اور [illegible] خط لکھنے والے بھائی کے لئے بھی یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ ازدواجی معاملات میں صبر اور برداشت نہایت ضروری چیز ہے۔ اور ایسے موقعوں پر [illegible] کے مقابلے میں زیادہ [illegible] کو اصلاح کا پورا پورا موقعہ دینا چاہئے۔

افسانہ



شاہین

جذبات میں ڈوبی ہوئی دردناک کہانی

از مہر پروین صاحبہ

اُس نے کہا: "میری زندگی کی شمع اب آخری سسکیاں لے رہی ہے۔ سو آج میں تمہیں اپنی پوری داستانِ غم سنا رہا ہوں۔"

"نہیں نہیں دوست۔" میں نے اُس کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا۔ "تم جلد ہی تندرست ہو جاؤ گے۔"

وہ کہنے لگا "میں خود ڈاکٹر ہوں۔ مجھے مستقل [illegible] بیمار رہے میری حس کے کانوں کو موت کے قدموں کی دھمک صاف سنائی دے رہی ہے۔ اب میں خود بھی زندہ نہیں رہنا چاہتا۔ اُس کے بغیر یہ دنیا میرے لئے تاریک ہو چکی ہے۔"

وہ رکا اور پھر کہنے لگا: "تم بارہا میرے دل کی جس خلش کے بارے میں پوچھتے رہے ہو۔ میں مرنے سے پہلے اپنے دل کی اِس بے چینی اور خلش کو تم پر ظاہر کر دینا چاہتا ہوں۔"

اُس کی آواز بھرا گئی وہ کہہ رہا تھا: "جس لڑکی کا میں نے تم سے ذکر کیا تھا اُس کا نام شاہین ہے۔ دوست تم سمجھ گئے ہو گے کہ وہ کون ہے۔ مجھے وہ دن اب بھی یاد ہیں جب بچپن میں ہم اُس کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ اکثر ہم دونوں برگد کے درخت کے نیچے بیٹھ جاتے تھے اور ایک دوسرے کو کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ آہ وہ معصوم محبت کے لمحات کیسے تھے۔ کاش وہ واپس آ سکتے۔"

اُس کی آواز میں کپکپاہٹ پیدا ہو گئی اور اُس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

"[illegible] معلوم ہے کہ [illegible] کیا انقلاب آ رہا ہے۔ ہم اُس زندگی [illegible] [illegible] شباب کا مہکتا ہوا شگفتہ پھول بن جاتا ہے۔ ہمیں اِس انقلاب کی کچھ خبر نہ تھی۔ [illegible] بن کر چھا رہے [illegible] بدن پر چھا گیا تھا۔ مگر میں اپنے احساس میں ایک خوشگوار تبدیلی ضرور محسوس کر رہی تھی۔ میں اپنے احساس [illegible] سے تو باخبر تھا مگر اُس کی بے چینی کا میں نے کبھی اندازہ نہ لگایا۔ آہ اُس کی کٹورا سی غزالی آنکھیں جو ہمیشہ [illegible] ایک طرفہ سکون کا مسکن بنی رہتی تھیں اب اُن کی نگاہیں اُس کے دل کی بے چین لہریں دکھائی دیتی تھیں۔ ہمارے درمیان کبھی ایک لفظ کا بھی تبادلہ نہیں ہوا۔ مگر دلوں کی ترجمانی کرنے والی آنکھیں ایک دوسرے سے سب کچھ کہہ دیتی ہیں۔ محبت کی زبان لفظوں سے بے نیاز ہوتی ہے۔"

"بہت چھوٹی عمر میں اُس کے باپ نے اُس کو ازدواجی زندگی کے جال میں جھونک دیا۔ جب اُس کی شادی ہو رہی تھی اُس روز — رات کو — پورا چاند اِس طرح [illegible] میں معصوم سا [illegible] دے رہا تھا گویا — اُس کے ٹوٹے ہوئے [illegible] ملول ہے۔

برگد کے گھنے درخت تلے اندھیرے [illegible] اور وہ جب آخری ملاقات کے لئے ہم نے ایک دوسرے [illegible] [illegible]

دفعتاً میں نے دیکھا [illegible] کی بڑی بڑی [illegible] سی آنکھوں میں سے آنسوؤں کے [illegible] بھرے اور اُس کے رُخساروں پر ڈھلک گئے۔

اُس کا باپ [illegible] جواری تھا۔ اُس کی شریک زندگی اپنی خوش قسمتی سے شادی کے بعد جلد ہی مر گئی تھی۔ وہ بھاری دولت کا مالک تھا مگر اُس دولت کو اُس نے خوب کے پیار [illegible] بازاری عورتوں کی نذر کر دیا اور جب گھر کی دولت ختم ہو گئی تو قرض لینے لگا۔ اُس کے بوڑھے دوست سیٹھ فدا علی نے جب یہ دیکھا کہ یہ ڈوب رہا ہے تو [illegible] ایک اصول رقم پر قبضہ کیا جا سکتا ہے تو اس نے قرضہ دیا اور پھر جب وہ قرضے میں گلے تک ڈوب چکا تو مطالبہ کیا کہ لڑکی کی شادی مجھ سے کر دو میں روپیہ واپس نہیں لوں گا۔"

میں نے بیتاب ہو کر پوچھا "کیا اُس نے لڑکی کی شادی کردی؟"

"ہاں!" وہ بولا "میں نے اِس سانحے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میرا جی چاہا کہ اِن دونوں نابکاروں کو قتل کر دوں۔ مگر [illegible] اس خوفناک ارادے کی باگیں مضبوطی سے تھامے رکھیں اور ایسے عمل کی راہ پر نہیں جانے دیا۔ اب سوچتا ہوں کہ اچھا ہوتا اگر میں کچھ کر گزرتا۔" شاہد [illegible] پسینے کے چھوٹے چھوٹے قطرے اُس کی زرد اور مُرجھائی ہوئی شکن زدہ پیشانی پر ابھر آئے تھے [illegible] کی لکیریں اپنا آخری رونا رو رہی تھیں۔ اُس نے ماتھے کا پسینہ پونچھا۔ اور پھر کہنے لگا۔

"وہ بوڑھے سیٹھ کی تیسری بیوی بن گئی۔ اِس سے پہلے دو کو بوڑھا سرمایہ دار اپنے مظالم کے ہاتھوں زندگی کی محفل سے نکال کر قبرستان میں پھینک آیا تھا۔ وہ میری شاہینہ کے دادا کی عمروں کا تھا۔ آہ شاہینہ کو کس طرح نشانۂ ستم بنایا گیا۔ اُس کی معصوم روح کو کس طرح دولت کی دار پر کھینچا گیا۔ مجھے اِس کا خیال کر کے بڑی وحشت محسوس ہونے

تھی ۔ سیٹھ ایک عالی شان محل میں رہتا تھا جو شہر کے مضافات میں واقع تھا ۔ اس عمارت کے بڑے بڑے خالی کمرے ۔ شکستہ اُمیدوں، مُردہ تمناؤں، پامال آرزوؤں اور غمدیدہ مسرتوں کے جھگڑوں سے آباد معلوم ہوتے تھے ۔ وہ سفید لباس میں اپنے بلوریں جسم کو ڈھانپے اس فضا میں اس طرح اُداسی اور بے دلی کا بار اٹھائے پھرتی تھی گویا ہر گوشے سے اس کو ایک تازہ آفت حملہ کرتی معلوم ہوتی تھی ۔ سیٹھ اس کو اذیت دینے کے لئے روز نت نئے ہتھکنڈے کرتا رہتا تھا ۔ اُس کے بوڑھے نوکر نے مجھے بتایا کہ یہ ظالم اپنی پہلی دو بیویوں کو بھی انہی طریقوں سے مار کر پار اُتار چکا ہے ۔ مگر شاہینہ کی زبان پر کبھی حرفِ شکایت نہ آیا ۔“

وہ دم لینے کے لیے رُک گیا ۔ پھر کہنے لگا : ”میری پریکٹس اُن دنوں اچھی چل رہی تھی ۔ سیٹھ پر فالج کا حملہ ہوا ۔ مجھ کو علاج کے لیے بلایا گیا ۔ اُس کے حکیم نے کہا کہ جب تک مریض کی حالت نازک ہے کم از کم اُس وقت تک کے لیے اس کو پورا وقت دیدوں ۔ یعنی اُس کے گھر میں مقیم رہوں تاکہ پوری نگرانی کر سکوں ۔ میں نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں دوسرے مریضوں کی حق تلفی نہیں کر سکتا ۔ حکیم نے مجھے ایک بھاری رقم کی پیش کش کی ۔ مگر میں پھر بھی آمادہ نہ ہوا ۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ سارے وقت وہاں رہوں اور شاہینہ سے بار بار میرا سامنا ہو مجھے اندیشہ تھا کہ محبت کی جو آگ سینے میں دبی ہوئی ہے وہ شعلہ بن کر بھڑک نہ اٹھے ۔ مگر جب خود شاہینہ مجھ سے درخواست کرنے آگئی تو مجھے اپنا انکار ترک کر دینا پڑا ۔ میں نے یہ بھی سوچا کہ شاید اس طرح کبھی کبھی شاہینہ کے مغموم دل کو تسکین دے سکوں ۔

میں ایک ہفتے وہاں رہا ۔ اس دوران میں ہم دونوں بارہا تنہائی میں ملے اور باتیں بھی کیں ۔ مگر ہماری زبان سے کبھی کوئی ایسا لفظ نہ نکلا جو خدا کے روبرو ہمیں شرمندہ کر سکے ۔ ایسے لمحات بھی آئے جب ہمارے دل بیتاب

پھر ہوتے مگر ہم نے اپنی متحدہ طاقت سے قدم جمائے رکھے اور جذبات کا سیلاب ہمارے پاؤں نہ اکھاڑ سکا۔

ایک دن میں نے اُسے بالاخانے کے ایک کمرے میں روتا ہوا پایا۔ میں دبے پاؤں اُس کے پاس پہنچا اور آہستہ سے پوچھا "کیا ہے شاہینہ؟" — اُس نے ایک خوفزدہ بچے کی طرح گردن پھیر کر مجھے دیکھا

"تم خود کو اتنی زیادہ سزا کیوں دیتی ہو۔ تم اذیت میں مبتلا کیوں ہو؟ تم خاموش آگ کی طرح کیوں جل رہی ہو۔ اُس کا کوئی علاج سوچو۔"

اُس نے میرا فقرہ پورا ہونے سے پہلے ہی کہا "رحم کیجئے مجھ پر رحم کیجئے۔" اُس کی آواز میں دل کو مجروح کر دینے والا درد تھا۔ وہ جانے لگی۔ مگر اس کی چال میں لرزش تھی۔ گویا وہ گر پڑے گی۔ میں نے اُس کو گرنے سے بچانے کیلئے اپنا ہاتھ بڑھایا مگر اُس نے آہستہ سے اس ہاتھ کو ہٹا دیا اور چلی گئی۔"

مجھے اُس کی داستان سنتے سنتے ایسا محسوس ہوا گویا اب اُس کا خاتمہ نزدیک ہے۔ میں اور بھی زیادہ توجہ کے ساتھ اُسکی باتیں سننے لگا۔

اُس نے کہا "سیٹھ میرے علاج سے رفتہ رفتہ تندرست ہونے لگا۔ اور ایک ہفتہ کے بعد وہ اتنا اچھا ہو گیا کہ مجھے وہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہ رہی۔ اب میں دن میں صرف ایک بار اُس کو دیکھنے کے لیے جانے لگا۔ مگر اس زندگی کے لالچی کو جینے کی ایسی ہوس تھی کہ وہ چاہتا تھا کہ دن میں کم از کم دو مرتبہ آیا کروں۔ ایک دن جب وہ قریب قریب پوری طرح تندرست ہو چکا تھا تو میں اُن سے ملنے گیا۔ میں نے گھر میں قدم رکھنے کے بعد سنا کہ وہ پوری قوت سے چلا رہا ہے۔ میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ جیسے وہ کہہ رہا ہے شاہینہ کسی آفت میں ہے۔ میں طوفان کی طرح جھپٹ کر زینے طے کرنے کے بعد اُوپر چڑھا۔ وہ شاہینہ پر چلا رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "تو آوارہ ہے، تو نے ڈاکٹر سے [illegible] —

وہ خاموش سر جھکائے کھڑی تھی۔ اُس کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔ دفعتاً اُس نے چلا کر کہا "تم جھوٹے ہو"

وہ اور بھی بھڑک اُٹھا "میں جھوٹا ہوں، اچھا!" اُس نے میز پر سے ڈاکٹر پیپر اُٹھایا اور پوری قوت سے شاہینہ کے کھینچ کر مارا۔ ڈاکٹر پیپر اُس کی پیشانی پر لگا۔ لگتے ہی خون بہنے لگا۔ اور تمام آنکھوں میں بھر گیا۔ شاہینہ نے ایک درد انگیز چیخ ماری اور فرش پر گر پڑی۔

"ایک لمحہ کے لئے میرا غصہ قابو سے باہر ہو گیا۔ ارادہ ہوا کہ اُسکو اسی وقت جان سے مار دوں، مگر مجھے خوشی ہے کہ میں نے اس ارادے کو دبا لیا اگر میں نے اُس وقت تشدد سے کام لیا ہوتا تو اُسکے اتہام کا ثبوت مہیا ہو جاتا اور شاہینہ کی آبرو ختم ہو جاتی۔ لوگ سمجھتے بڈھے کی بات سچ تھی جب ہی تو ڈاکٹر نے اُس کو مار ڈالا۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے اُس کو جان سے نہ مارا مگر میں نے اُس سے بھی زیادہ خوفناک جرم کا ارتکاب کیا۔ میں نے شاہینہ کو مار ڈالا!"

میں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا "کیا!! تم نے شاہینہ کو مار ڈالا"

"ہاں" اُس نے کہا "میں نے اُس کو ایک مہلک زہر دے کر اُسے زندگی کے عذاب سے چھڑا دیا — میں بہت بڑا گنہگار ہوں — مگر — میرا گناہ نیک نیتی پر مبنی تھا خدا مجھے معاف کرے۔"

وہ خاموش ہو گیا۔

بڑی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ گویا دل کا سارا خون آنسوؤں کی ندی بن کر آنکھوں کے راستے بہہ نکلنے پر تلا ہوا ہے اور وہ اُسے روک کر بولنے کی کوشش کر رہا ہے مگر ناکام ہے۔

بڑی مشکل سے اُس نے کہا "شاہینہ" مگر وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا کیونکہ وہ ہمیشہ کیلئے خاموش ہو چکا تھا۔

اب وہ دنیا میں نہیں ہے لیکن اُس کی داستان آج بھی زندہ اور باقی ہے۔ اور جب یہ درد بھری داستان مجھے یاد آتی ہے میں بے چین ہو جاتا ہوں۔

ہوشیار! موذی ملیریا گھات میں ہے

کیا آپ کے کنبے میں کسی کو بخار ہے؟ اسے معمولی نہ سمجھئے۔ ممکن ہے یہ ملیریا ہو، جو صحت مند انسان پر اچانک حملہ کرتا ہے اور نڈھال کر کے رکھ دیتا ہے۔ نیز ذہنی خلل تک بھی پیدا کر دیتا ہے اور اکثر یہ پورے کے پورے گاؤں، شہر یا علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

علامتیں:

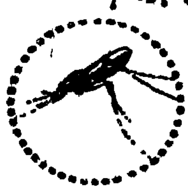
ملیریا کی علامتیں ہیں:

- اچانک لرزے اور کپکپی کے ساتھ بخار چڑھ جاتا ہے اور عام طور پر یہ حالت کچھ گھنٹوں تک جاری رہتی ہے۔
- جسم پھکنے لگتا ہے اور سر میں شدید درد ہوتا ہے۔
- آخر میں بہت زیادہ پسینہ آکر حرارت کم ہو جاتی ہے اور بے حد نقاہت محسوس ہوتی ہے۔

علاج:

بخار کے ہر کیس میں فوراً خون کی جانچ کروانا ضروری ہے اس کے بعد کلوروکوئین کی مقررہ مقدار کے ساتھ ابتدائی علاج کروا لیجئے۔ اگر خون کی جانچ سے ملیریا کی چھوت ظاہر ہو تو پانچ یوم تک باقاعدہ ملیریا دافع ادویات سے علاج کرائیے۔

بہت تیز بخار، بیہوشی یا ہذیان کی حالت طاری ہونے کی صورت میں مریض کو نزدیکی پرائمری ہیلتھ سینٹر، ڈسپنسری یا ہسپتال میں لے جائیے جہاں ہر ایک کو طبی مشورہ اور علاج مفت دستیاب ہوتا ہے۔





ملیریا سے بچاؤ کے لئے

- اپنے گھر میں یا آس پاس گندہ پانی جمع نہ ہونے دیجئے۔ اس سے مچھر پیدا ہوتے ہیں جو کہ ملیریا کی جڑ ہیں۔ اگر ایسا ناگزیر ہو تو پانی کی سطح پر مٹی کا تیل چھڑکئے۔
- گاہے گاہے کیڑے مارنے والی دواؤں کا چھڑکاؤ کرنے والی ٹیموں کی امداد کیجئے اور دوسروں سے بھی امداد کرنے کے لئے کہئے۔
- دھیان رکھئے کہ آپ کے گھر میں اچھی طرح چھڑکاؤ ہو جائے۔ باورچی خانہ، عبادت گاہ، اسٹور اور مویشی خانہ میں بھی چھڑکاؤ ضرور کروائیے۔
- چھڑکاؤ کے دوران کھانے پینے کی چیزیں اور مویشیوں کا چارہ ڈھانپ کر رکھئے۔

انسان اور مچھر کا تسلسل توڑ دیجئے

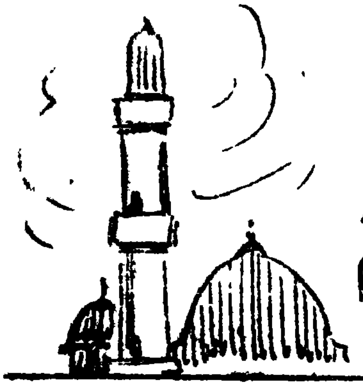
انسداد ملیریا کا قومی پروگرام

(وزارت صحت و خاندانی بہبود)

22، شام ناتھ مارگ، دہلی 110054

davp 88/438

دنیائے اسلام پر ایک نظر



روس کے خلاف جہاد کی اپیل

ایران کا صدر ملزموں کے کٹہرے میں سعودی عرب کے افغانستان سے تعلقات ختم

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

روس کے خلاف عالم اسلام سے جہاد کی اپیل

روس کے ہاتھوں افغانستان سے نکلے ہوئے تقریباً بیس لاکھ مہاجرین پاکستان کے کیمپوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہاں بڑی ہی صبر آزما زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اسلام آباد کی اطلاع ہے کہ حال ہی میں افغان مجاہد لیڈروں اور پاکستانی رہنماؤں کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا تھا اس جلسہ میں افغانستان سے روس کی جارحیت کے خاتمہ کے لئے پورے عالم اسلام سے روس کے خلاف جہاد کی اپیل کی گئی ہے۔

افغان مجاہدین کے لیڈروں نے اس جلسہ میں تقریریں کرتے ہوئے کہا ہے کہ "افغانستان پر روس کے حملے کے بعد جو دراصل اسلام پر حملہ ہے مسلمانانِ عالم پر جہاد فرض ہو گیا ہے اسی جلسہ میں مجاہدین کے ایک لیڈر صبغت اللہ مجددی نے اپنی تقریر کے ذریعہ وارننگ دی ہے کہ "اگر عالم اسلام نے روس کے جارحانہ عزائم کو نہیں سمجھا تو پورے عالم اسلام کا مستقبل مخدوش ہو جائے گا۔ کیونکہ روس کا یہ بڑھتا ہوا قدم دراصل اسلام پر یلغار کا عمل ہے۔" انھوں نے تمام دنیا کے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ "افغانستان میں کمیونسٹ مخالف تحریک کی ہر ممکن مدد کریں۔ انھوں نے متنبہ کیا ہے کہ "اگر مجاہدین افغانستان روسی حملہ آوروں کو روکنے میں کامیاب نہ ہو تو پورا عالم اسلام روسی توسیع پسندی کا شکار ہو جائے گا۔"

اسلام میں تو اس میں شک نہیں کہ یہ روس کا ایک ایسا جارحانہ اقدام ہے جس کے خلاف پوری دنیائے اسلام کو متحد ہو کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اور نہ صرف افغانستان کو روس کے حلق سے نکالا جائے بلکہ سمرقند۔ بخارا۔ اور روسی ترکستان کے ان علاقوں میں بھی روس کے خلاف تحریک چلانے کی ضرورت ہے جہاں آج بھی مسلمان اکثریت میں ہیں اور روس نے اپنی فوجی طاقت کی بنا پر انھیں غلام بنا رکھا ہے

ایران کا صدر ملزموں کے کٹہرے میں

ایران میں ایران کے صدر ابو الحسن اور ایران کے مختار مطلق علامہ خمینی میں کس حد تک اختلافات بڑھ چکے ہیں اس کا اندازہ حکومت ایران کے سرکاری وکیل ایت اللہ موسوی اردبیلی کے اس بیان سے ہو سکتا ہے جو حال ہی میں اخبارات میں شائع ہوا ہے۔

حکومت ایران کے اس سرکاری وکیل (پبلک پراسیکیوٹر) نے کہا ہے کہ "یہ بات عین ممکن ہے کہ ایران کے صدر ابو الحسن بنی صدر اور وزیر اعظم مسٹر محمد علی رجائی اور حکومت ایران کے ترجمان مسٹر بہزاد نبوی کو ملزموں کے کٹہرہ میں کھڑا ہونا پڑے اور سخت سزائیں دی جائیں۔" لیکن انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ ایران کے ان بڑے اور اہم رہنماؤں پر کن الزامات کے تحت مقدمات چلانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ یہ مقدمات یونیورسٹی علاقہ میں تشدد کے سلسلہ میں دائر کئے گئے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ گذشتہ پانچ مارچ کو تہران میں صدر ابو الحسن کے ایک جلسہ میں گڑبڑ ہوئی تھی

کے سلسلہ میں ۲۵۰ افراد زخمی ہوئے تھے اور اس واقعہ کے بعد میاں کے پیشواؤں کے درمیان آپس میں زبردست لفظی جنگ شروع ہو گئی تھی۔

سچ تو یہ ہے ایت اللہ خمینی اور دوسرے ایرانی علماء کے موجودہ دور میں کسی ایرانی رہنما کی عزت تو کیا جان تک محفوظ نہیں ہے اور انھیں جھوٹے مقدمات میں شروع ہی سے پھانسا جا رہا ہے۔ چنانچہ ایران کے چیف جسٹس علامہ ایت اللہ خلق علی جن کی تصویر دینی دنیا کی اسی اشاعت میں شائع کی گئی ہے وہ پورے ایران میں "قاتل جج" کے نام سے مشہور ہیں جو علامہ خمینی کے اشارہ پر اب تک ہزاروں ایرانیوں کو پھانسی کے پھندے پر لٹکا چکے ہیں۔ ایسی حالت میں اگر ایران کے موجودہ صدر ابو الحسن اور وزیر اعظم محمد علی رجائی کو بھی سخت سزا دے دی جائے تو اس پر حیران نہیں ہونا چاہئے۔

سعودی عرب کے افغانستان سے تعلقات ختم

رائٹر کی تازہ اطلاع ہے کہ سعودی عرب نے افغانستان سے سفارتی تعلقات توڑ لینے کا اعلان کر دیا ہے چنانچہ سعودی عرب کی سرکاری خبر ایجنسی نے وزارت خارجہ کے ایک بیان کے حوالے سے خبر دی ہے کہ افغانستان میں دسمبر ۱۹۷۹ء سے لگاتار روسی فوج کی موجودگی کی بنا پر سفارتی تعلقات کے توڑنے کے بارے میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔

سعودی حکومت کی جانب سے اس ضمن میں جو بیان جاری کیا گیا ہے، اُس میں کہا گیا ہے کہ "اقوام متحدہ اور ناوابستہ ممالک کی قراردادوں کے خلاف روس مسلم ملک افغانستان میں جو کچھ کر رہا ہے سعودی عرب ان واقعات کو تشویش کی نظر سے دیکھتا رہا ہے" بیان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ غیر ملکی اشارے اور بل بوتے پر قائم کی گئی ایک غیر قانونی حکومت کے ساتھ سعودی حکومت تعلقات منقطع کرنے پر مجبور ہو گئی ہے۔ اور افغانستان میں ایک ایسی کٹھ پتلی حکومت ان دنوں قائم ہے جسے اب تک افغان عوام نے بھی تسلیم نہیں کیا ہے۔ بیان میں مزید کہا گیا ہے کہ سعودی حکومت امید کرتی ہے کہ افغانستان کے عوام اسلامی اور دوسرے ملکوں کی مدد سے اس صورت حال کا مضبوطی سے مقابلہ کریں گے جو کہ کمیونسٹوں نے پیدا کر دی ہے۔

سعودی حکومت کا یہ اقدام بلا شبہ قابل تعریف اور جرأت مندانہ ہے۔ ضرورت ہے کہ دنیا کے سب ہی مسلم ممالک سعودی عرب کی تقلید کرتے ہوئے اس نام نہاد افغانستان کی کارمل حکومت سے تعلقات منقطع کر لیں، جو روس کی ایک کٹھ پتلی حکومت ہے اور جسے افغانستان پر ایک دن بھی حکومت کرنے کا جواز حاصل نہیں روسیوں کے ہاتھوں افغانستان کی اسلامی حکومت کی جو بیخ کنی ہوئی ہے وہ دنیائے اسلام کے لئے تو باعث تشویش ہے ہی لیکن روس کے اس طرز عمل نے اُسے ساری دنیا میں ذلیل کر کے غاصبوں کی صف میں لا کر کھڑا کر دیا ہے۔

ایران و عراق میں صلح کی کوشش ناکام

مسلم زعماء اور سربراہوں نے ایران و عراق کی جنگ کے خاتمہ کے لئے جو امن مشن قائم کیا تھا، اُسے ان دونوں ملکوں کے درمیان صلح کرانے میں ابھی تک کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے اس ضمن میں اسلامی امن مشن نے کچھ تجاویز بھی مرتب کی تھیں جنھیں تسلیم کرنے کے لئے عراق تو بڑی حد تک تیار ہو گیا تھا مگر ایرانی ملاؤں نے اسلامی امن مشن کی تجاویز کو مسترد کر دیا ہے

تہران کی تازہ ترین اطلاع ہے کہ ایران اسلامی مشن کی ان تجاویز کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے اس کے برخلاف اُس نے تین ایسی تجاویز پیش کر دی ہیں جو قطعی "ناقابل قبول" ہیں، اور جس کا مطلب یہ ہے کہ ایران کسی معقول تجویز کے ماننے کے لئے تیار نہیں ہے اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس وقت ایران میں اندرونی خلفشار اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ یہ عام خیال ہے کہ جیسے ہی عراق و ایران جنگ ختم ہو گی۔ ایرانی عوام اُس علامہ خمینی کی حکومت کا تختہ

سے جس نے کہ انھیں جنگ کی آگ میں جھونک کر تباہ کر دیا ہے۔ اسی لئے ملا خمینی اور ان کے حواری صلح کی جانب قدم بڑھانے سے کتراتے رہے ہیں۔

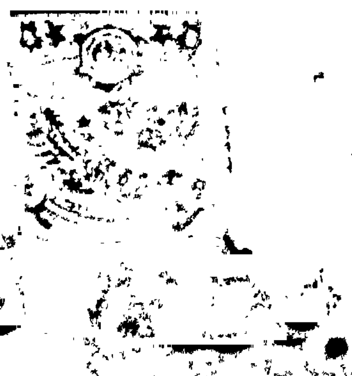
لیکن ایران کے ان ملاؤں کو یہ بات نہیں بھولنی چاہیئے کہ خواہ ایران و عراق جنگ جاری رہے یا ختم ہو جائے لیکن اب اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ ایرانی ملا زیادہ مدت تک ایران کی حکومت پر قابض رہ سکیں گے کیونکہ عراق و ایران کی جنگ کے دوران ہی ملاؤں کی حکومت کے خلاف اندرونی بغاوت شروع ہو گئی ہے اور اب ایرانی عوام کسی طرح بھی اس چیز کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ وہ زیادہ مدت تک ایرانی ملاؤں کے اقتدار کو برداشت کرتے رہیں۔

جدہ میں نئے ہوائی اڈے کا افتتاح

جدہ سے موصولہ تازہ ترین اطلاع سے پتہ چلا ہے کہ ۱۳ اپریل کو سعودی عرب کے شاہ خالد بن عبدالعزیز نے جدہ میں دنیا کے سب سے بڑے اور سب سے خوبصورت ہوائی اڈے کا افتتاح کیا ہے۔

اس ہوائی اڈے کا رقبہ ۱۰۵ مربع کلومیٹر ہے اس پر پانچ ارب ڈالر کی رقم صرف ہوئی ہے ۳۵ ملکوں کے دس ہزار مزدوروں نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا ہے کئی سال کے اندر اس کی تعمیر پایہ تکمیل کو پہنچی ہے۔ پانچ لاکھ افراد کو یہاں ایک ساتھ ہوائی سفر کی سہولت میسر آ سکے گی حج بیت اللہ کے موقع پر جبکہ ٹریفک بہت زیادہ ہو جاتا ہے اس اڈے سے مسافروں کو بڑی مدد ملے گی۔

اخبار نویسوں کی رائے ہے کہ جدہ کا یہ ہوائی اڈہ پوری دنیا میں آپ ہی اپنی مثال ہے اور یہ اس وسیع تعمیری پروگرام کا ایک حصہ ہے جو آجکل سعودی عرب میں نہایت ہی وسیع پیمانہ پر جاری ہے۔





دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ حریم دنیا)

فولاد کا انسان بولتا بھی ہے

پچھلے دنوں مغربی جرمنی کے شہر "ہیمبرگ" میں ایک نمائش منعقد ہوئی تھی جس میں کہ سب سے عجیب و غریب چیز فولاد کا بنا ہوا ایک انسان تھا جس کا قد دس فٹ اور وزن چھ من تھا۔ اس مشینی انسان کے جسم میں ڈھائی کلو میٹر فولادی تاروں کا جال اعصاب کی جگہ پڑا ہوا تھا اور بے شمار پرزے اعضائے جسمانی کا کام دے رہے تھے۔

یہ مشینی انسان سگریٹ پیتا ہے۔ شربت بھی پی لیتا ہے باجہ بجاتا ہے بندوق سے نشانہ بھی لگاتا ہے۔ حسب ضرورت آگے پیچھے ہٹ سکتا ہے۔ ہاتھ پاؤں ہلا سکتا ہے گھوم پھر سکتا ہے آنکھوں کو حرکت دے سکتا ہے اس کے کان بھی کام کرتے ہیں اور اگر اس سے کچھ پوچھا جائے تو صرف چند لفظوں میں جواب بھی دے سکتا ہے۔ غرضیکہ اس فولادی انسان میں بہت سی ایسی صفات پیدا کر دی گئی ہیں جو صرف زندہ انسان ہی میں پائی جاتی ہیں۔

ایک انوکھی دلہن

ہم آپ کا تعارف برازیل کی ایک ایسی انوکھی دلہن سے کرانا چاہتے ہیں جس کی عمر صرف ۷۱ سال ہے۔ اس نے حال ہی میں ۲۳ برس کے ایک نوجوان سے شادی کی ہے اس نئی نویلی دلہن کا نام ہے "روز بینا" جو اس کی تیسری شادی ہے جبکہ ۲۳ سالہ جس نوجوان سے اس نے شادی کی ہے وہ اب تک کنوارا تھا۔

۷۱ سالہ نئی نویلی دلہن کے سابق شوہروں سے نو بچے ہیں۔ اس کے سب سے چھوٹے بچے کی عمر ۲۳ سال ہے۔ یعنی وہ اس کے شوہر سے بھی بڑا ہے، ۲۴ نواسے نواسیاں ہیں ان نواسے نواسیوں کے بھی اولادیں ہیں۔ جب اخباری نمائندوں نے اس بوڑھی عورت سے شادی کرنے والے ۲۳ سالہ نوجوان سے اس انمل بے جوڑ شادی کے بارے میں سوالات کئے تو اس نے بتایا کہ اس سے زیادہ محبت کرنے والی عورت مجھے نہیں ملی مگر اصلیت یہ ہے کہ اس نوجوان نے محض دولت کی خاطر اس بوڑھی عورت سے شادی کی ہے۔

لڑکی کا اغوا شادی کیلئے ضروری

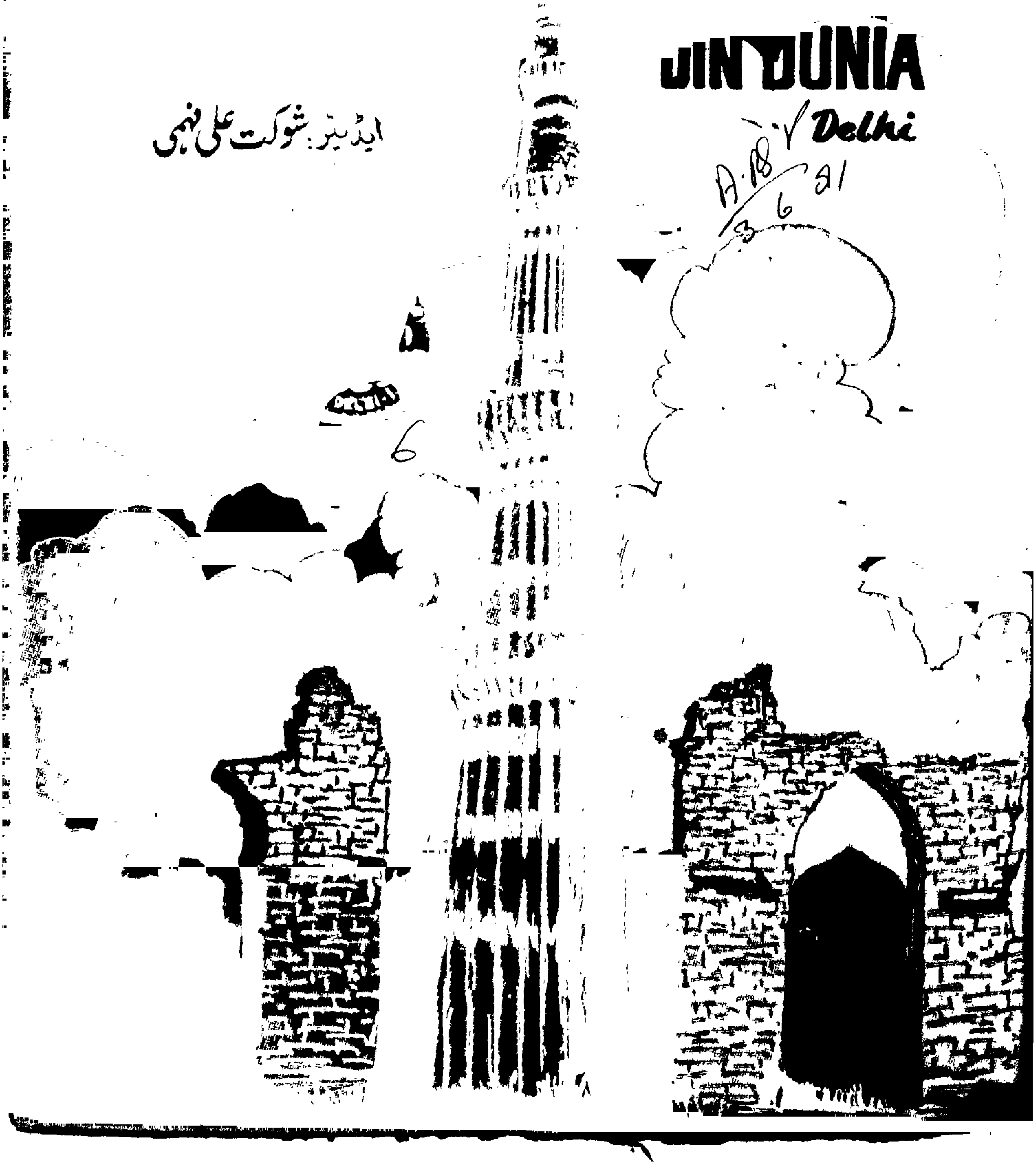
دنیا میں عجیب عجیب رسمیں جاری ہیں جن میں سے ایک رسم یہ بھی ہے کہ بعض قبائل میں ایک نوجوان صرف اسی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے جسے وہ اغوا کر کے بھگا لیجانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور یہ رسم کسی دور دراز ملک میں نہیں بلکہ ہمارے ہی ملک میں بستر (مدھیہ پردیش) کے بعض قبائل میں عام ہے اس علاقے میں لڑکے ہی نہیں بلکہ لڑکیاں بھی اپنے پسندیدہ نوجوانوں کو بھگا لیجاتی ہیں اور اس کے والدین کو اس لڑکی سے اپنے بیٹے کی شادی کرنی پڑتی ہے۔ مختصر یہ کہ ان قبائل میں لڑکے اور لڑکیوں کا اغوا لازمی اور ضروری ہے۔

Telephone :- 263450 MAY 1981 Regd. No. D (DN) 134
Registered with the Registrar of Newspapers at R. N. No. 782/57

Title and Pictures Printed at the Pilot Press Churiwalan, Delhi-110006

JIN DUNIA
Delhi

ایڈیٹر: شوکت علی فہمی





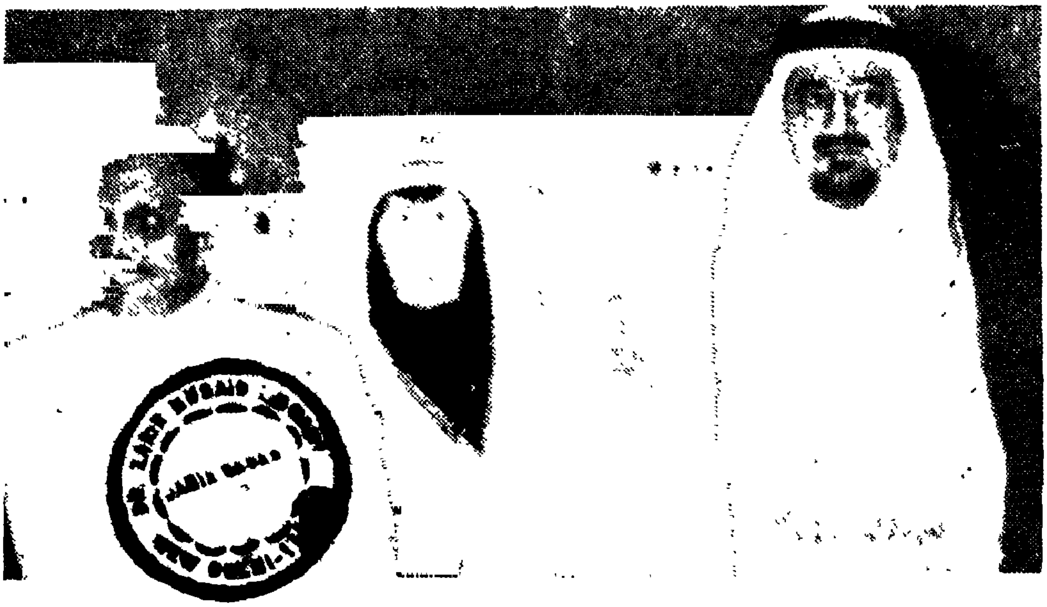
عراق کے یہودیوں کے دینی پیشوا "صدودی" بغداد کی پریس کانفرنس میں
عرب علاقوں میں اسرائیل کی جارحیت کی مذمت کر رہے ہیں



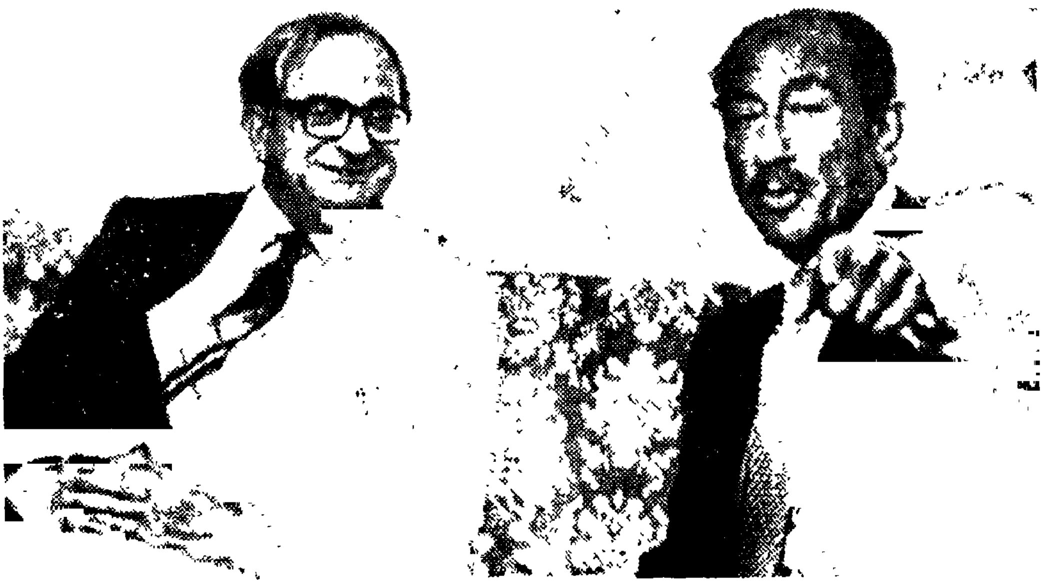


شام کے صدر "حافظ الاسد" نے کہا ہے کہ وہ
اسرائیل کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہیں

اسی طرح عراق کے صدر "صدام حسین" نے کہا ہے کہ
وہ بھی اسرائیل کے ساتھ جنگ کے لئے آمادہ ہیں



مالی امداد کے لالچ میں آجکل "جنرل ضیاء الحق" شاہ خالد کی خوشامد میں لگے ہوئے ہیں
اس تصویر میں وہ ریاض میں شاہ خالد کے ہمراہ ہیں



"انور سادات" کی محبت کی پینگیں اسرائیل سے بڑھتی ہی جا رہی ہیں
اوپر کی تصویر میں وہ اسرائیل کے صدر "نیوون" کے ساتھ دیکھے جا سکتے ہیں



ایران کے ''علامہ خمینی'' نے فرما دیا ہے ''خواہ ایران تباہ ہو جائے جنگ بند نہیں کروں گا''
اس تصویر میں چند ملا بھی ان کے ساتھ ہیں



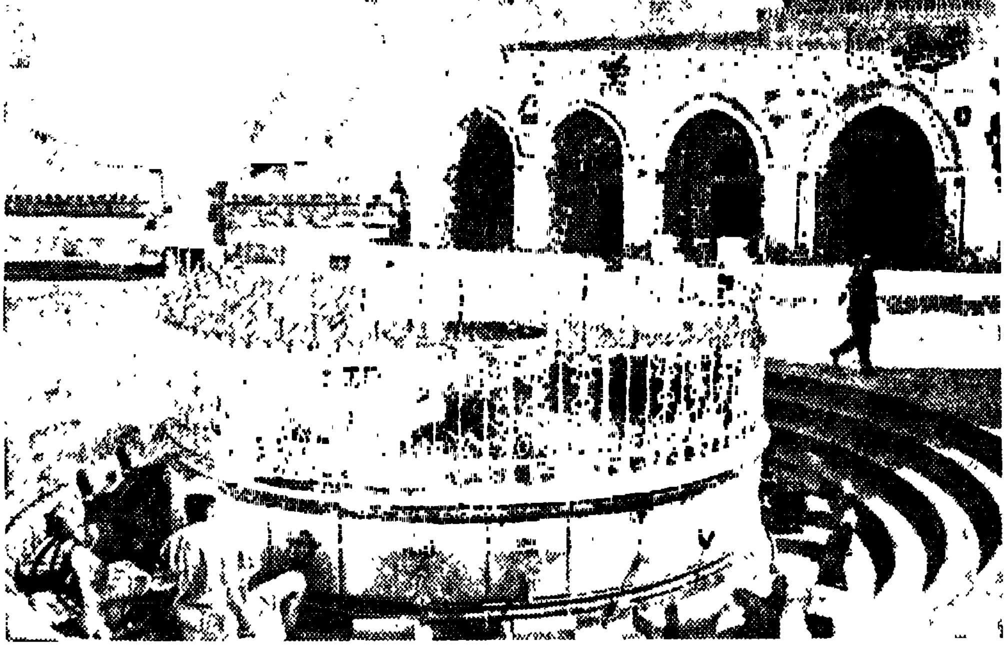
یو- این- او کے سیکریٹری جنرل ''والڈ ہائم'' افغانستان میں روسی جارحیت
کے خلاف پرزور تقریر کر رہے ہیں



مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں آگ لگی ہوئی ہے سید حامد جیسے نااہل وائس چانسلر کے
عہد میں پولس کے ہاتھوں پرامن طلباء کا بھی قتل عام شروع ہو گیا ہے



افغانستان کے فوجی افسر روسی نظام سے باغی ہوکر مجاہدین کے ساتھ مل گئے ہیں



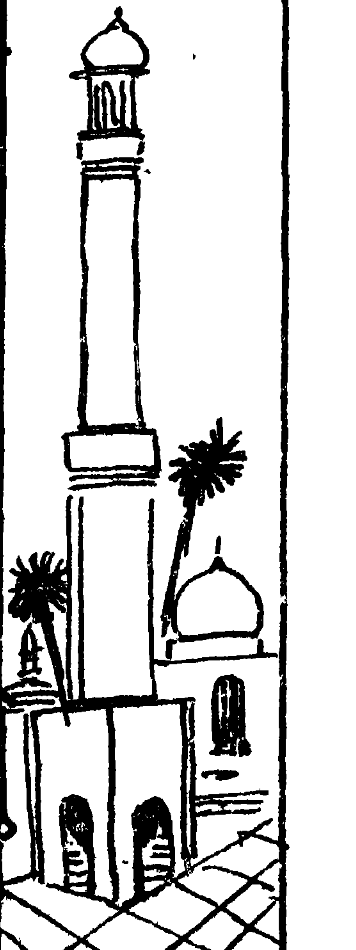
ان دنوں "مسجد اقصیٰ" بیت المقدس بالکل ویران ہے
اسرائیلی درندوں نے اسے اجاڑ کر رکھ دیا ہے

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور دینی جریدہ

ماہنامہ
دین دنیا
دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

نمبر ۶	جون ـــــ ۱۹۸۱ء	جلد ۱۶



قیمت فی پرچہ	ترسیلِ زر کا پتہ	قیمت سالانہ
دو روپے	دفتر ماہنامہ دین دنیا دہلی	اکیس روپے
پاکستان، بنگلہ دیش اور برما سے بجائے سو روپے فی ڈاک سے سو روپیہ سالانہ	دین دنیا ہاؤس .... متصل جامع مسجد دہلی [illegible]	ششماہی گیارہ روپے

[illegible] شوکت علی فہمی [illegible] دین دنیا [illegible] مسجد دہلی سے شائع کیا

رفتار زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

بہار شریف کا قتل عام

اقلیتوں کے خون کی یہ ارزانی کب تک؟

یوں تو ہمارا ملک پہلے ہی سے ساری دنیا میں فرقہ وارانہ فسادات کے لئے بدنام ہے۔ اس کے دامن پر ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں بے گناہوں کے خون کے دھبے لگے ہوئے ہیں۔ لیکن ان فسادات میں جیسی شدت اور درندگی پیدا ہوگئی ہے وہ اس سے قبل کبھی نہیں دیکھی گئی۔ اور اس شدت میں مراد آباد کے گذشتہ فسادات سے غیر معمولی اضافہ ہوگیا ہے۔ جبکہ پچاس ساٹھ ہزار نمازیوں پر خاص عید کے دن گولیاں برسائی گئی تھیں۔ نہ بچوں کو بخشا گیا تھا اور نہ بوڑھوں کو نہ عورتوں پر رحم کیا گیا۔ بس جو بھی سامنے آیا اُسے تہ تیغ کر دیا گیا اور یہی سب کچھ بہار شریف میں ہوا ہے۔ بہار شریف اور مراد آباد کے فساد میں صرف یہ فرق ہے کہ مراد آباد کا فساد تو صرف شہر تک محدود رہا۔ لیکن بہار شریف کا فساد شہر ہی تک محدود [illegible] کے تیس پینتیس ملحقہ دیہاتوں میں بھی پھیلا دیا گیا اور صرف [illegible] دن کے اندر اندر بہار شریف اور اس کے تمام ملحقہ دیہاتوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔

جو لوگ بہار شریف اور بہار شریف سے ملحقہ دیہاتوں میں [illegible] ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ بہار شریف میں درندگی اور بربریت کی انتہا ہوگئی ہے۔

مردوں اور عورتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے کم سن اور معصوم چھوٹے چھوٹے بچوں تک کو شہید کر دیا گیا ہے۔ بھرے پُرے گھروں کو آگ لگا دی گئی ہے اور گھر میں جتنے بھی آدمی تھے ان کو زندہ جلا دیا گیا ہے۔ عورتوں کی اجتماعی عصمت دری کی گئی ہے بسوں سے مسافروں کو کھینچ کھینچ کر ذبح کیا گیا ہے راہگیروں کو گلیوں میں گھسیٹ گھسیٹ کر لے گئے ہیں۔ اور وہاں لے جا کر انہیں ختم کر دیا گیا ہے۔ جمعہ کے روز نمازیوں پر حملہ کر کے مراد آباد کے سانحہ کو دہرایا گیا ہے مختصر یہ کہ بہار شریف میں بربریت اور درندگی کا ایک ایسا شرمناک نمونہ پیش کیا گیا ہے جسے دیکھ کر ہر غیرتمند ہندوستانی کی گردن شرم سے جھک جاتی ہے۔

ہندوستان کے مسلمان ہی نہیں بلکہ یہاں کے معقولیت پسند ہندو اور غیر مسلم طبقے بھی مدت دراز سے اس بات پر نالاں ہیں کہ ہمارے ملک کے ایڈمنسٹریشن۔ پولیس اور پی اے سی میں راشٹریہ سنگھی اور جن سنگھی عنصر کی بھرمار کی جا رہی ہے جو ہندوستان کے سیکولرزم کا بدترین دشمن ہے جو ہر غیر ہندو کو دوسرے درجہ کا شہری بنا دینا چاہتا یا اُسے ختم کر دینا ضروری سمجھتا ہے۔ چنانچہ ایک بہت گہری اور منظم سازش کے تحت اس سیکولر دشمن عنصر کو برابر ایڈمنسٹریشن اور پولیس میں ٹھونسا جا رہا ہے۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ جو فسادات ہوتے ہیں وہ فرقہ وارانہ فسادات نہیں ہوتے

[illegible] پولیس ایکشن اور قتل عام ہوتا ہے۔ فسادات مدتوں چلتے رہتے ہیں۔ شہروں سے گزر کر دیہاتوں تک میں پھیل جاتے ہیں اقلیتوں کا اندھادھند قتل عام ہوتا ہے۔ اُن کے کاروباری مرکز اور مکانات پھونک دیئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جو غریب جھونپڑیوں میں رہ رہے ہیں اُن کی جھونپڑیوں کو بھی جلا کر خاک کا ڈھیر کر دیا جاتا ہے۔

حد یہ ہے کہ اُن ہندوؤں کو بھی نہیں بخشا جاتا جو ازراہ ہمدردی اقلیتوں کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ یا جن کے چہرے پر داڑھی ہوتی ہے یعنی ان تنگ نظروں کو مسلمانوں کا تو ذکر ہی کیا ہے کسی شخص پر مسلمانوں کی مشابہت بھی گوارا نہیں چنانچہ کرنل سہائے کا اکلوتا بیٹا۔ محض داڑھی رکھنے کے جرم میں قتل کر دیا گیا ہے۔ تعصب اور تنگ نظری کی انتہا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کیونکہ ایڈمنسٹریشن اور پولیس میں بدترین فرقہ پرست عنصر داخل ہو چکا ہے۔ جو کھل کر شرپسند عناصر کی سرپرستی ہی نہیں کرتا بلکہ خود بدترین جرائم کا مرتکب ہو رہا ہے۔

ایڈمنسٹریشن اور پولیس میں اِس گندہ عنصر کے شامل ہونے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خود بہار کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر مشرا نے اس کا اعتراف کر لیا ہے۔ چنانچہ وزیر اعلیٰ نے ۸ مئی کو پٹنہ میں بیان دیتے ہوئے کہا ہے کہ "۸ مجسٹریٹ، ۹ پولیس افسران ایک بلاک افسر اور ایک سرکل افسر کو فرائض منصبی کی ادائیگی میں کوتاہی کے الزام پر معطل کیا جا چکا ہے" اور اپنے اسی بیان میں یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ "تین آٹھ مجسٹریٹوں کو معطل کیا گیا۔ ان میں سے دو کو فساد کی آگ بھڑکانے کے الزام میں گرفتار کئے جانے کا بھی حکم دے دیا گیا ہے" اس کے علاوہ مرکزی وزیر ریلوے مسٹر جعفر شریف نے بہار کے متاثرہ علاقہ کا دورہ کرنے کے بعد جو کچھ کہا ہے اُس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ بہار شریف کے فسادات میں ایڈمنسٹریشن کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ چنانچہ اُن کا کہنا ہے کہ "ملزم افسروں کے خلاف کارروائی کے بعد ہی حکومت بہار کا وقار بحال ہو سکتا ہے" گویا مرکزی وزیر مسٹر جعفر شریف نے بھی حالات کا جائزہ لے کر اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ بہار شریف پر جو تباہی آئی ہے۔ اس میں ایڈمنسٹریشن اور پولیس افسر برابر کے شریک ہیں۔

خدا خود فرمایئے کہ جب ہماری حکومت کا ایڈمنسٹریشن اس قدر ناقص ہو جائے کہ سرکاری کرسیوں پر ایسے فرقہ پرست جن سنگھی دکھائی دیتے ہیں۔ اور ہمارے سروں پر ایسے مجسٹریٹ اور پولیس افسروں کو مسلط کر دیا جائے جو عام غنڈوں جیسی حرکتیں کرنے لگیں۔ اور خود وزیر اعلیٰ بہار کو اِن کے خلاف زبان کھولنی پڑے تو پھر ایسی ناقص حکومت پر کیسے اعتماد ہو سکتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر سرکاری کرسیوں پر یہ ایک دن میں تو مسلط نہیں ہو گئے۔ یہ مدت دراز سے اِن کرسیوں پر قابض ہیں۔ اور حکومت انہیں کیونکر گوارہ کرتی رہی۔ اور حکومت کو ہوش آیا تو اُس وقت جب انھوں نے کھل کر بہار شریف میں تباہی مچا دی۔ اور اس علاقہ تک [illegible] اور سیکولرزم کو ذبح کر کے رکھ دیا۔

مرادآباد اور بہار شریف میں جو کچھ ہوتا رہا ہے اُسے دیکھتے ہوئے یہ محسوس ہو رہا ہے۔ کہ شاید اس ملک میں اقلیتوں کے خون کی کوئی قیمت ہی باقی نہیں رہی۔ راشٹریہ سنگھ ذہنیت کے مجسٹریٹوں اور پولیس افسروں کا تو ذکر ہی کیا ہے ہمارے ملک کے وزراء کو بھی مسلم اقلیت سے کوئی دلچسپی نہیں اور اس کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ چار پانچ روز تک منظم طریقہ پر بہار شریف میں اقلیتوں کا قتل عام ہوتا رہا اُن کے گھروں کو جلایا جاتا رہا یہاں تک کہ ملحقہ دیہاتوں کو بھی جلا کر ویران کر دیا گیا مگر وزیر اعلیٰ بہار مسٹر مشرا کو اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ وہ صرف چند گھنٹوں کے لئے بہار شریف تشریف لے جاتے اور جب اُن کے اس رویہ پر اعتراض کیا گیا تو یہ تاویل فرما دی کہ "چونکہ رگھبر دیال کمیشن نے سفارش کی ہے کہ فرقہ وارانہ فسادات سے نمٹنے کے لئے انتظامیہ کو آزاد چھوڑ دیا جائے۔ لہٰذا کمیشن کی اِس سفارش کی بنا پر میں نے انتظامیہ کو حالات پر قابو پانے کا موقعہ دیا تھا" اور انتظامیہ نے یہ کیا کہ پورے بہار شریف اور ملحقہ دیہاتوں کو تاراج کر دیا اور وزیر اعلیٰ بہار رگھبر دیال کمیشن کی سفارش کا سہارا لیکر اقلیتی طبقہ کی اس تباہی کو نہ صرف خاموشی کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھتے رہے بلکہ اس نازک وقت [illegible]

لگاتے رہے۔ اس کے بعد شری مشرا اگر بہار شریف گئے بھی تو مجبور ہو کر یعنی جب وزیر اعظم اندرا گاندھی بہار شریف جانے لگیں تو یہ بھی اُن کے ساتھ ہو لئے۔ گویا ان کے نزدیک بہار شریف میں اقلیتوں کا قتل عام اتنا معمولی سا واقعہ تھا۔ جس پر کہ وقت برباد کرنے کی مطلق ضرورت ہی نہیں تھی۔ یہ ہے اقلیتوں کی جانب سے ہمارے وزرا کی بے نیازی کا عالم۔

پھر مسز اندرا گاندھی بھی اگر بہار شریف گئیں تو اُس وقت جب پانچ دن کے اندر منظم پروگرام کے تحت بہار شریف کے پورے علاقے کو مع دیہاتوں کے تاراج کیا جا چکا تھا۔ مسز اندرا گاندھی نے اقلیتوں کی اِس تباہی کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ سڑکوں میں بھری ہوئی سڑی ہوئی لاشیں بھی انھوں نے دیکھی ہیں۔ مگر وہ صرف یہ دردناک نظارہ دیکھ کر چلی آئیں۔ چونکہ انہیں ایک غیر ملکی دورے پر جانا ضروری تھا۔ حالانکہ وزیر اعظم کا فرض تھا اگر وہ نہ بہا اعلیٰ ڈاکٹر مشرا سے کوتاہی ہوئی تھی تو اس کی تلافی کرتیں اور اس وقت تک بہار شریف سے باہر قدم نہ نکالتیں جب تک کہ بہار شریف میں کامل امن نہ قائم ہو جاتا۔ اور شرارت پسند دل کا قلع قمع نہ کر دیا جاتا۔ مگر اُن کے لئے تو بیرونی سفر ضروری تھا۔ کیسی عجیب بات ہے کہ اندرا جی کے گھر اور وطن میں آگ لگی ہوئی تھی اور تباہی مچی ہوئی تھی اقلیتی طبقہ کو بالکل تباہ کر کے رکھ دیا گیا تھا۔ مگر اس نازک وقت میں انھوں نے بیرونی ممالک سے رابطہ بڑھانے کو اپنے وطن کے مصیبت زدہ لوگوں کو سہارا دینے کے مقابلہ میں زیادہ ضروری سمجھا اور ان سب باتوں سے اگر مسلم اقلیت کے دل میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کی جانب سے بے نیازی اختیار کی جا رہی ہے۔ تو کون اُسے بیجا کہہ سکتا ہے۔

تھوڑی دیر کے لئے یہ بھی اگر مان لیا جائے کہ اس نازک موقع پر بھی غیر ملکی دورہ ضروری تھا۔ تو پھر اندرا جی سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ انھوں نے غیر ملکی دورے سے واپس آنے کے بعد بہار شریف کے مصیبت کے ماروں کی تسلی کے لئے وہاں جانے سے کیوں گریز کیا۔ اور ان ڈاکٹر مشرا سے کیا جواب طلب کیا جو اس [illegible] آخیر تک اپنا دامن بچاتے رہے۔ اور جن کی لاپرواہی نے نہ صرف بہار شریف کو بلکہ تیس سے زیادہ ملحقہ دیہاتوں کو بھی اجاڑ کر رکھ دیا۔ یہ بات یاد رہے کہ یہ علاقہ وہی ہے جس نے کہ جنرل انتخابات کے موقع پر کانگریس آئی کو اقتدار میں لانے میں بڑی مدد دی تھی۔ مگر اس علاقہ کی اقلیتوں کی بدقسمتی کہ اسی کانگریس آئی کے وزیر اعلیٰ نے اپنی ناقص ایڈمنسٹریشن کے ہاتھوں انہیں برباد کر کے رکھ دیا۔

مسلم مجلس مشاورت اور دوسری سیاسی جماعتوں کے وفود بہار شریف کے سلسلہ میں اندرا جی سے ملاقاتوں کے پروگرام بنانے میں مصروف ہیں لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے وزرا اقلیتوں کے معاملہ میں اتنے بے حس ہیں کہ کل ہی کوئی دوسرا علاقہ مرادآباد اور بہار شریف بنایا جا سکتا ہے۔

ضرورت اِس کی ہے کہ سب ہی مسلم جماعتیں ملک کی قوم پرست جماعتوں کو اعتماد میں اور ساتھ لیکر کوئی ایسا لائحہ عمل تیار کریں جس کے بعد اُس درندگی اور بربریت کو ختم کیا جا سکے جو مرادآباد کے فسادات سے ہمارے ملک میں شروع ہوئی ہے۔ اور بہار شریف کے فسادات میں عروج پر پہنچ گئی ہے اور ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ حالیہ فسادات میں جس درندگی کا مظاہرہ ہوا ہے اُسے انصاف پسند غیر مسلموں میں بھی اچھی نظر نہیں دیکھا جا رہا۔

بنگلہ دیش ہندوستان دشمنی میں سب سے آگے

بنگلہ دیش میں شیخ مجیب الرحمن کے زیر قیادت آزادی کی جو تحریک چل رہی تھی اُسے جنرل یحییٰ خاں نے فوج کے ذریعہ کچل کر رکھ دیا تھا۔ جنرل یحییٰ خاں کا پلان یہ تھا کہ بنگلہ دیش میں قتل عام کر کے وہاں کی بنگلہ آبادی کو اتنا گھٹا دیا جائے کہ پھر کبھی بنگلہ دیشی سر ہی نہ اٹھا سکے سب ہی کو معلوم ہے کہ اس نازک وقت میں جبکہ جنرل یحییٰ خاں کے اشارہ پر بنگلہ دیشیوں کا قتل عام جاری تھا۔ اور بنگلہ دیشیوں کو جنرل یحییٰ خاں کے دست تظلم سے بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی تو ہندوستان ہی نے اِس آڑے وقت میں بنگلہ دیشیوں کی مدد کی تھی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر ہندوستان نے بنگلہ دیش کے

حریت پسندوں کا ساتھ نہ دیا ہوتا تو آج بھی بنگلہ دیش پاکستان کا ایک غلام علاقہ ہوتا۔ لیکن اس کا صلہ ہندوستان کو یہ مل رہا ہے کہ آج بنگلہ دیش ہی ہندوستان کا بدترین دشمن بنا ہوا ہے۔

بنگلہ دیشیوں کی یہ انتہائی خوش قسمتی تھی کہ جنرل یحییٰ خان نے بے موقع اور بے وجہ اسی زمانہ میں ہندوستان پر حملہ کر کے انہیں بنگلہ دیشیوں کی امداد کا موقع دے دیا تھا۔ چنانچہ ہندوستانی نوجوانوں نے بنگلہ دیشیوں کی آزادی کے لئے جس بے جگری سے اپنا خون بہایا تھا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ہندوستان نے بنگلہ دیش کی خاطر صرف خون ہی نہیں بہایا بلکہ زبردست مالی امداد بھی دی اور اتنا غلہ بنگلہ دیش کو فراہم کیا کہ ہندوستان میں بھی غلہ کی کمی ہو گئی۔ اور پھر جب بنگلہ دیش کے مورچہ پر پاکستان کو شکست فاش ہو گئی اور ایک لاکھ کے قریب پاکستانی جوانوں نے ہتھیار ڈال دیے تو مدتوں ہندوستان ان ایک لاکھ جنگی قیدیوں کے اخراجات کا ناقابل برداشت بوجھ اٹھاتا رہا۔ مختصر یہ کہ آج دنیا کے نقشہ پر جو "آزاد بنگلہ دیش" دکھائی دے رہا ہے وہ ہندوستان کے طفیل اور صدقہ میں ہے۔

محسن کشی کی انتہا ہے کہ آج اسی ہندوستان کے خلاف بنگلہ دیش میں نہایت وسیع پیمانہ پر مظاہرے ہو رہے ہیں جس نے بنگلہ دیش کو آزادی دلائی تھی چنانچہ بنگلہ دیش کے صدر کھلے بندوں ہندوستان پر یہ الزام لگا رہے ہیں کہ ہندوستان بنگلہ دیش کی آزادی کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اور تو اور اس نیو مور جزیرہ کا بھی جھگڑا کھڑا کر دیا گیا ہے۔ جو خود بنگلہ دیش کی حکومت کے معاہدہ کے مطابق ہندوستان کی ملکیت تسلیم کیا جا چکا ہے ہندوستانیوں کو "لٹیرے" کہہ کر مخاطب کیا جا رہا ہے۔ اور شاید ہی کوئی بدتر سے بدتر الزام ایسا نہ ہوگا جو ہندوستانیوں پر نہ لگایا جا رہا ہو۔

بنگلہ دیشیوں کی اس محسن کشی کو دیکھتے ہوئے ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ہرگز اس قابل نہیں تھے کہ انہیں آزادی ملتی بلکہ اچھا یہی تھا کہ وہ ساری عمر پاکستانیوں کی ڈکٹیٹرشپ کا مزہ چکھتے رہتے اور شاید ہندوستان کے مدبرین کو بھی اس غلطی کا احساس ہو رہا ہو گا کہ انہوں نے محسن کشوں اور نااہلوں کو اقتدار کی کرسیوں پر بٹھا کر اپنے لئے الٹی ایک مصیبت مول لے لی ہے۔ ذرا غور فرمائیے کہ جو ملک ایسے ایسے ناحسان شناسوں اور غداروں سے بھرا ہوا ہو وہ کیا پھل پھول سکتا ہے۔ اور ترقی کر سکتا ہے۔

روضۂ نبوی کو شہید کئے جانے کا افسانہ

ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کے دل اخبارات میں شائع ہونے والی اس بے بنیاد اور دل ہلا دینے والی خبر سے لرز گئے تھے کہ حکومت سعودی عرب نے گنبد خضرا کو توڑنے کا منصوبہ بنایا ہے اور وہ روضۂ اقدس کو شہید کر دینا چاہتی ہے اور اس سلسلہ میں توڑ پھوڑ بھی شروع ہو گئی ہے۔

یہ دل آزار خبر پہلی مرتبہ اخبارات میں شائع نہیں ہوئی ہے بلکہ ہر دو تین سال کے بعد اخبارات میں اس بے بنیاد افواہ کو شائع کر کے ایک طرف تو سعودی حکومت کے خلاف مسلمانوں میں زہر پھیلایا جاتا ہے اور دوسری جانب اس قسم کی افواہوں سے مسلمانوں کے دلوں کو پاش پاش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن اس افواہ کی اصل حقیقت کیا ہے اس کا اندازہ الحاج عبدالکریم پاریکھ (ناگپور) کے اس حقیقت افروز بیان سے ہو سکتا ہے جو حال ہی میں اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ چنانچہ اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کی طرح جب جناب عبدالکریم پاریکھ نے یہ افواہ سنی تو بے چین ہو گئے دوڑے ہوئے دہلی گئے اور حکومت سعودی عرب کے سفیر سے ملنے کے بعد جب انہوں نے اس دلخراش افواہ کا تذکرہ کیا تو عبدالکریم صاحب کے بیان کے مطابق۔

"میری زبان سے سعودی عرب کے سفیر نے جب روضہ نبوی کا نام سنا تو درود شریف پڑھا اور بڑے ادب سے آنکھیں جھکا لیں اور اس کے بعد بتلایا کہ روضۂ اطہر کے آس پاس نمازیوں کے لئے جگہ بنائی جا

کے لئے مسجد سے متصل بہت سے مکانات بڑی بڑی منہ مانگی قیمتوں پر حاصل کر کے مسجد نبوی کے احاطے میں اب شامل کر لئے گئے ہیں تاکہ نمازیوں کو سہولت ہو اور ان ہی مکانات کو مسجد نبوی میں شامل کرنے کو نعوذ باللہ گنبد خضرا کے توڑنے کا افسانہ بنا لیا گیا ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ ہم اسے یہودی سازش سمجھیں یا نام کے مسلمانوں کی سادہ دلی کہیں کہ وہ ہر دشمن اسلام کے دام فریب میں پھنس کر خود ہی اپنے کردار کو داغدار بنا لیتے ہیں۔ مسجد نبوی کے اس حصہ میں جہاں روضہ مبارک واقع ہے جگہ کم ہونے سے سلام پڑھنے والوں کے بے پناہ ہجوم کو بے حد دقت ہوتی ہے۔ اسی لئے مسجد نبوی کا فرش بڑھا دیا گیا ہے۔ افسوس کہ اس نیک اقدام کو توڑ مروڑ کر گنبد خضرا کو نقصان پہنچانے کی دل آزار افواہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے آپ مجھے بتائیں کہ روضۂ مبارک توڑنے اور گنبد خضرا کو گرانے جیسی بے ادبی کوئی کمینہ سے کمینہ آدمی بھی کر سکتا ہے؟

ہمکو خوشی ہے کہ جناب عبدالکریم پاریکھ نے سعودی عرب کے سفیر سے ملاقات کر کے اس دل آزار اور بے بنیاد افواہ کی دھجیاں بکھیر دی ہیں جس سے کہ ہمارے ملک کے کروڑوں مسلمان مضطرب اور بے چین تھے ہمیں افسوس ہے کہ اس سلسلہ میں سعودی عرب کے سفیر کو اس سے بہت پہلے اپنا واضح بیان دیکر اس افواہ کو شروع ہی میں کچل دینا چاہئے تھا۔ تاکہ اس افواہ سے ہمارے ملک میں جو بے چینی پھیلی ہے وہ نہ پھیلنے پاتی اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ایک عرب دشمن لابی مستقل طور پر عربوں کے خلاف زہر پھیلا رہی ہے۔ اور وہ طرح طرح سے عربوں کو بدنام کر رہی ہے۔ اور یہ دل خراش افواہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ ہمارے ملک میں جو عرب سفرا موجود ہیں ان کو چاہئے کہ وہ اس اسرائیلی لابی پر گہری نظر رکھیں۔ تاکہ اس قسم کی دل خراش افواہیں پھیلنے ہی نہ پائیں۔

آہ مسلم یونیورسٹی کا شہید آفتاب احمد

زمانہ کا انقلاب دیکھئے کہ وہی مسلم یونیورسٹی جو کسی زمانہ میں مسلم نوجوانوں کو زیور علم سے آراستہ کیا کرتی تھی۔ سید حامد کے دور اقتدار میں اب اسی یونیورسٹی میں ہونہار مسلم طلبا کو کفن پہنایا جانے لگا ہے۔ ہمارے خیال میں مسلم یونیورسٹی کے دامن پر یہ بدترین داغ کہ سید حامد وائس چانسلر کے حفاظتی پولیس دستہ نے ۱۲ مئی کو یونیورسٹی کے طلبا پر اندھا دھند گولیاں برسائیں جس سے کہ متعدد طلبا بری طرح زخمی ہوئے اور مرحوم آفتاب احمد تو اس حادثہ میں وائس چانسلر کی رہائش گاہ کے قریب پیٹ میں گولی لگنے سے شہید ہو گئے تھے۔

مسلم یونیورسٹی کے طلبا کے خلاف اس ظالمانہ اور منتقمانہ سانحہ پر پورے ملک میں شدید مذمت اور ناگواری کا اظہار کیا جا رہا ہے لوک دل کے لیڈر جارج فرنانڈیز نے خود شہید آفتاب احمد کے مکان پر میرٹھ جا کر غمزدہ خاندان سے ہمدردی کا اظہار کیا اور مشورہ دیا کہ وائس چانسلر اور پولیس کے خلاف قانونی قدم اٹھایا جائے۔ سوشلسٹ لیڈر ستری راج نرائن نے اس افسوسناک واقعہ کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ آپ وائس چانسلر کو اپنے عہدہ پر برقرار رہنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہا۔ مولانا محمد یوسف امیر جماعت اسلامی نے صاف الفاظ میں کہا ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے طلبا پر پولیس فائرنگ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ طلبا کو ہلاک کرنے کے ارادہ سے کی گئی ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے نہ آنسو گیس چھوڑا گیا اور نہ ہوائی فائرنگ کی گئی بلکہ طلبا کو سیدھا نشانہ بنایا گیا ہے

اور سب سے زیادہ قابل مذمت بات یہ ہے کہ یہ المناک سانحہ سید حامد وائس چانسلر کی ناک کے نیچے اُن کی رہائش گاہ سے بالکل متصل ہوا ہے۔ لیکن انہیں اتنا بھی توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اپنی کوٹھی سے نکل کر یہ بھی دیکھتے کہ اُن کی حفاظتی پولیس یونیورسٹی کے ہونہار فرزندوں کو آخر کیوں گولی کا نشانہ بنا رہی ہے۔ ایک ایسا وائس چانسلر جس کے سینہ میں قلب کے بجائے پتھر رکھا ہوا ہو۔ جسکے دل میں طلبا کے لئے کوئی درد نہ ہو کیا اس قابل ہے کہ اُسے مسلم یونیورسٹی جیسی اہم یونیورسٹی کی ذمہ داری کا بوجھ دیا جائے

یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر تو وہ درد مند زعما ہوا کرتے ہیں جو طلبا کے لئے جان چھڑکتے ہیں۔ نہ یہ کہ وہ ایسے سخت دل ہوں کہ اگر اُن کی ہی یونیورسٹی کے طلبا کو پولیس گولیوں سے بھونتی ہے تو وہ اپنی کوٹھی سے نکل کر یہ بھی نہیں دیکھتے کہ طلبا کو کیوں خاک و خون میں تڑپایا جا رہا ہے۔

مفتی آفتاب احمد شہید کی میت کا جو جلوس میرٹھ میں نکلا تھا ہم خود اُس میں شریک تھے۔ اور یونیورسٹی کے وہ درد مند طلبا جو شہید آفتاب احمد کی لاش کے ساتھ آئے تھے انھوں نے ہمیں بتایا کہ جس وقت گولی چلائی گئی ہے۔ طلبا بالکل پر امن تھے۔ ہمارے پاس اِس کے ثبوت میں فضا و یہ موجود ہیں۔ اور نہ اُس وقت خشت باری ہو رہی تھی۔ جبکہ ایک مقامی پولیس افسر نے اچانک گولی چلادی۔ جس سے آفتاب احمد زخمی ہو کر گرے جب لڑکے اُن کی مدد کے لئے آگے آئے تو انہیں قتل کرنے کی دھمکی دے کر لاش کو گھسیٹ کر سوگر تک لے گئے۔ اور ٹرک میں ڈال کر شہر سے دو میل دور سول ہسپتال لے گئے جبکہ مسلم یونیورسٹی کا میڈیکل کالج قریب تھا۔ وہاں زخمی آفتاب احمد کو لے جایا جاسکتا تھا اور جلد طبی امداد دی گئی ہوتی تو یقینی طور پر شہید آفتاب احمد کی جان بچائی جاسکتی تھی۔ کیونکہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ میں موت کا سبب زیادہ خون کا بہہ جانا بتایا گیا ہے۔

اِن حقائق کے روشنی میں آنے کے بعد مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر سید حامد کا گناہ دوہرا ہو جاتا ہے۔ پہلا گناہ تو یہ ہے کہ اُنھوں نے اپنے لئے حفاظتی پولیس لگا کر طلبا پر گولیاں چلانے کا موقع فراہم کیا اور دوسرا ناقابل معافی گناہ یہ ہے کہ جب یہ بدترین حادثہ رونما ہو گیا تو وہ کوٹھی سے نکلے تک نہیں۔ حالانکہ اُن کا فرض تھا کہ وہ شہید آفتاب احمد کو زخمی ہونے پر اٹھوا کر یونیورسٹی کے میڈیکل کالج میں پہنچوا دیتے خون دلواتے اور اس طرح اِس ہونہار نوجوان کو پولیس کے ہاتھوں میں چھوڑ کر بے کسی کی موت نہ مرنے دیتے۔

ہمارے نزدیک مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر سید حامد کا یہ گناہ اتنا سنگین ہے کہ صرف اُن کا یونیورسٹی سے مستعفی ہو جانا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ ضرورت ہے کہ حکومت اُن کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کرے اور اُن سے جواب طلب کرے کہ وہ زخمی طلبا کی امداد کے لئے کوٹھی سے کیوں نہیں نکلے بحیثیت وائس چانسلر تو وہ گناہ گار ہیں ہی مگر ایک عام شہری کی حیثیت سے بھی قانون کی نظر میں یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ ایک زخمی اُن کی کوٹھی کے قریب تڑپتا رہا اور وہ کوٹھی سے نکلے تک نہیں۔ ہمارے نزدیک سید حامد کو ان کے کئے کی پوری پوری سزا ملنی چاہئے تاکہ دوسری یونیورسٹیوں کے سربراہ بھی اس سے عبرت حاصل کر سکیں۔

یہ یاد رہے کہ مفتی آفتاب احمد شہید کی قوم وملت کے لئے یہ قربانی میرٹھ کے خاندان مفتیان کی پہلی قربانی نہیں ہے۔ یہ میرٹھ کا وہی محب وطن خاندان ہے جس نے ۱۸۵۷ء کی سب سے پہلی جنگ آزادی میں بے اندازہ قربانیاں دی تھیں۔ آخیر میں ہم ادارہ دین دنیا کی جانب سے مفتی آفتاب احمد شہید کے والد محترم مفتی مظاہر صاحب۔ اُن کی غم زدہ ماں بھائی بہنوں اور سب ہی غم رسیدہ عزیزوں سے اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا اُنہیں اِس صدمہ عظیم کے برداشت کرنے کی طاقت دے۔ اور مسلم یونیورسٹی کے لئے مفتی آفتاب احمد شہید کی یہ بے مثال قربانی یونیورسٹی کے حق میں مسلمانوں میں نئی بیداری پیدا کرنے کا باعث ثابت ہو۔

گیسٹ ہاؤس یا عیاشی کے اڈے

دہلی کے ذمہ دار حلقوں میں اِس چیز پر بے حد تشویش کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ دہلی میونسپل کارپوریشن کی عنایت سے میونسپل بائی لاز کو پس پشت ڈالتے ہوئے اب دہلی کی تنگ گلیوں اور کوچوں تک میں پرانے رہائشی مکانوں کو بڑی تیزی کے ساتھ گیسٹ ہاؤسوں یعنی "عیاشی کے اڈوں" میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ مثال کے طور پر چھتہ شیخ منگلوں کے ایک رہائشی مکان نمبر ۸۹۹ کو ہوٹل گیسٹ ہاؤس کی عمارت میں دیکھتے دیکھتے تبدیل کیا جا چکا ہے۔ اور اِس کی تعمیر میں سراسر میونسپل بائی لاز کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ مثلاً بلڈنگ بائی لاز کی رو سے اس کی ہرگز اجازت نہیں کہ گلی کی چوڑائی سے تین گنی اونچی بلڈنگ

کی تعمیر کی اجازت دی جائے مگر ایسا ہوا ہے۔ پھر پرانی دلی کے علاقہ میں اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ ملحقہ مکانوں کے مالکان کی اجازت کے بغیر تہہ خانہ کی منظوری دے دی جائے مگر اس بلڈنگ کے لئے ایک بہت بڑے تہہ خانے کی بھی کارپوریشن نے اجازت دیدی ہے۔ اس کے علاوہ کورڈ اور ان کورڈ ایریا (COVERED + UNCOVERED AREA) کے تناسب کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ پھر یہ بلڈنگ اتنی اونچی بنائی گئی ہے کہ تمام ہی ملحقہ مکانوں کی بے پردگی ہوتی ہے اس کے علاوہ اس خطرہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ صرف چند فٹ کی گلی میں اگر اس ملٹی اسٹوری بلڈنگ میں آگ لگتی ہے یا یہ بلڈنگ کسی حادثہ کا شکار ہو جاتی ہے تو اس سے کتنی بڑی تباہی برپا ہو سکتی ہے اور صرف اسی ایک بلڈنگ پر کیا موقوف ہے اس علاقے میں متعدد رہائشی مکانات کو گیسٹ ہاؤسوں یا ہوٹلوں میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ کارپوریشن کے عملے سے ساز باز کے بعد ہی ہو سکتا ہے

ان گیسٹ ہاؤسوں اور ہوٹلوں کو دہلی میں کس طرح عیاشی کے اڈوں کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ماہ مئی کے پہلے ہفتہ میں جنوبی دلی کے ۵۸ گیسٹ ہاؤسوں پر چھاپہ مارا گیا تھا۔ کیونکہ پولیس کو یہ شکایتیں ملی تھیں کہ ان میں غیر قانونی طور پر عصمت فروشی کا دھندہ جاری ہے۔ پولیس نے اس چھاپہ میں جن دس افراد کو گرفتار کیا ہے ان میں گیسٹ ہاؤسوں کے دو منیجر بھی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ چھ لڑکیاں بھی گرفتار کی گئی ہیں جنکی گرفتاری عصمت فروشی ایکٹ کے تحت عمل میں آئی ہے۔ اس چھاپہ کے دوران یہ بھی پتہ چلا ہے کہ عام طور پر یہ گیسٹ ہاؤس بغیر لائسنس کے چلائے جا رہے ہیں۔ ان کا چالان کر دیا گیا ہے۔ اور عدالت سے درخواست کی گئی ہے کہ بغیر لائسنس کے چلنے والے تمام گیسٹ ہاؤس عدالتی حکم سے بند کر دئے جائیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ یہ گیسٹ ہاؤس آوارہ مزاج جوڑوں سے دو دو سو روپیہ یومیہ کمرہ کا کرایہ وصول کرتے ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان گیسٹ ہاؤسوں کو پنپنے ہی کیوں دیا جاتا ہے اور شروع ہی سے ان پر پابندی کیوں نہیں لگائی جاتی۔

ہماری وزارت داخلہ اور انتظامیہ اس بات سے ناواقف نہیں کہ ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤسوں کے دروازے بدچلنوں عیاشوں، اسمگلروں چوروں اور ہر قسم کے ناپسندیدہ لوگوں کے لئے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔ اور یہ جاننے کے باوجود آخر تنگ گلیوں اور شرفا کے مکانات سے متصل رہائشی علاقوں میں ان کی تعمیر کی کیوں اجازت دی جا رہی ہے۔ جبکہ خود ہی حکومت ہند کی یہ پالیسی رہی ہے کہ ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤسوں کو رہائشی علاقوں سے دور رکھا جائے۔ تاکہ ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤسوں کے زہریلے اثرات رہائشی علاقوں میں آباد شرفا کے گھروں پر نہ پڑیں۔ لیکن چند سال سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ حکومت کی پالیسی کو پس پشت ڈالتے ہوئے دلی کی ہر گلی اور ہر کوچہ میں نئے نئے ہوٹل اور گیسٹ ہاؤس کھل رہے ہیں۔ جس سے رہائشی علاقہ کے باشندوں کے لئے شدید مشکلات پیدا ہو گئی ہیں۔

دلی کے رہائشی علاقوں میں گیسٹ ہاؤس اور ہوٹل جیسے عیاشی کے اڈے کھلنا کوئی ایسا معمولی واقعہ نہیں ہے۔ جسے نظر انداز کیا جا سکے لہٰذا قومی انجمنوں کا فرض ہے کہ وہ اس کے خلاف ایجی ٹیشن کریں اور پارلیمنٹ کے ممبروں کا بھی فرض ہے کہ وہ اس اہم سوال کو پارلیمنٹ میں اٹھائیں اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں جب تک کہ رہائشی علاقوں میں یہ عیاشی کے اڈے قطعی طور پر بند نہیں ہو جاتے۔

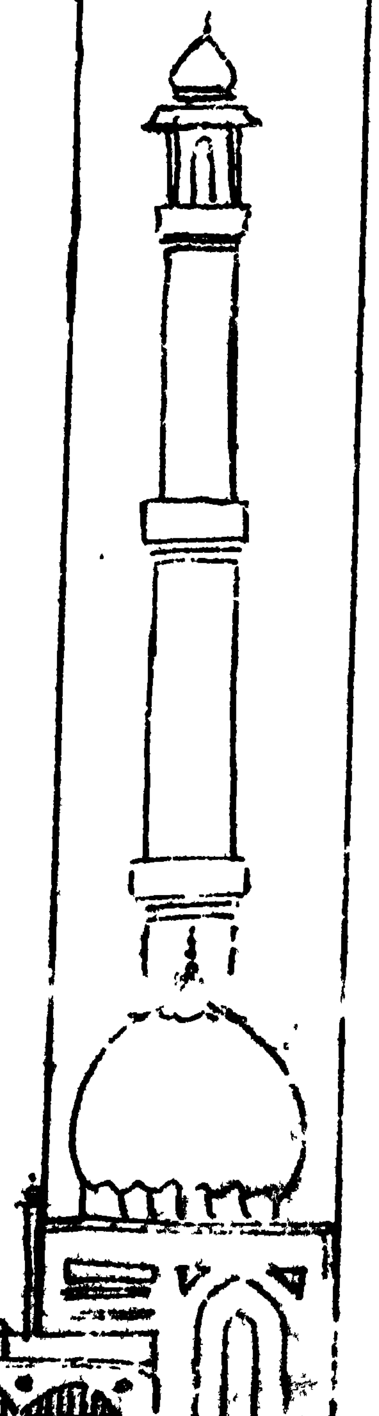
اس ضمن میں ہم ہندوستان کے لائق وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ اور ہوم سیکریٹری مسٹر مظفر برنی، نیز منسٹر ہاؤسنگ بھیشم نرائن سنگھ اور ڈپٹی ہاؤسنگ منسٹر مسٹر عثمان عارف کو خصوصی توجہ دلانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس سے قبل ہم اس سلسلہ میں دلی کے سابق لیفٹننٹ گورنر مسٹر جگ موہن اور پولیس کمشنر مسٹر بھنڈر کو بھی توجہ دلا چکے ہیں۔ اور اب آخر میں ہم دلی کے نئے لیفٹننٹ گورنر مسٹر سندر لال کھورانہ کو خصوصی توجہ دلاتے ہیں مسٹر کھورانہ سے دلی کے معززین کا ایک وفد بھی اس سلسلہ میں مل چکا ہے جو ان کو ناجائز تعمیرات کی جانب توجہ دلا چکا ہے [illegible] والا [illegible] ناجائز تعمیرات کا تازہ ترین نمونہ ہے

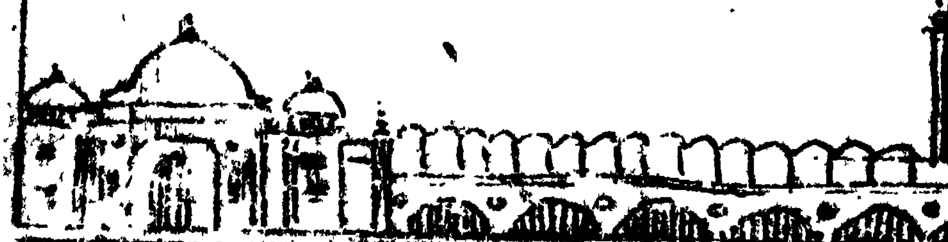
نورِ سحر تلاش کرو

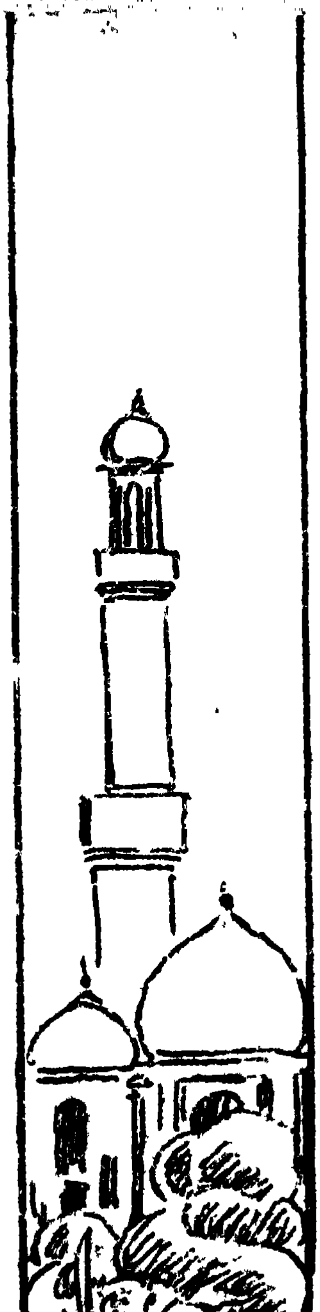
(از جناب شمسی ٹونکی)

سوادِ شام میں نورِ سحر تلاش کرو ❁ ہجومِ خار میں گل ہائے تر تلاش کرو
منافقِ بندگیٔ دورِ حاضرہ کی قسم ❁ جھکے نہ در پہ کسی کے وہ سر تلاش کرو
نظامِ چرخِ کہن ہے تمام وہم و فریب ❁ نیا تخیلِ شام و سحر تلاش کرو
جہاں میں آج پرستاریاں ہیں ظلمت کی ❁ اٹھو پئے شمس و قمر تلاش کرو
زمانہ جس کے زیر و بم سے ہو لبریز ❁ ربابِ حق کا وہ نغمہ گر تلاش کرو
فضا کے تیغ زدہ و زہر پیوستہ میں ❁ نوا پئے نغمۂ آتش اثر تلاش کرو
تمہارے بڑھ کے قدم لے گی منزلِ مقصود ❁ جنونِ پختۂ عزمِ سفر تلاش کرو
جبیں جھکاؤ نہ درگاہِ خضرِ منزل پر ❁ تم اپنے آپ میں شانِ خضر تلاش کرو
ترانہ ہائے رباب و ستار ہیں بیکار ❁ خروشِ تیغ و تفنگ و تبر تلاش کرو
فسانہ ہائے رخ و گیسوئے نگار فضول ❁ علاجِ گردشِ شام و سحر تلاش کرو
یمِ حیات کو طوفاں کنار کرنا ہے ❁ نفس میں موجۂ سیلاب اثر تلاش کرو
وہ بزمِ خاک جہاں بجھ چکے ہیں پروانے ❁ وہیں کوئی دلِ تابندہ تر تلاش کرو
ہوا اعتدالِ مزاجِ جنوں میں پیدا کیوں ❁ نفس میں گرمیٔ برق و شرر تلاش کرو
حرم میں تم جو تلاشِ خدا میں آئے ہو ❁ بشر میں بھی تو صفاتِ بشر تلاش کرو
جہاں سے اٹھ کے ہوا آشنا بندگانِ خاک ❁ ذرا زمینِ عرش پہ اب مستقر تلاش کرو

جمی ہوئی ہے دماغوں پہ برف اے شمسی
دلوں میں آتشِ برق و شرر تلاش کرو







جذبات عقیدت

از جناب سید محمد کامل ڈی۔ ایس۔ پی میرٹھ

وہ جن سے خود ہے خدا ہم کلام کیسے ہیں ٭ ہے جنکا عرش پہ تا بندہ نام کیسے ہیں
وہ جن پہ عرش سے آئے پیام کیسے ہیں ٭ وہ جن پہ بھیجے خدا خود سلام کیسے ہیں
جو انبیا کے کریم امام کیسے ہیں ٭ خدا کے بعد ہے جن کا مقام کیسے ہیں
وہ جنکے نور کو دیکھا کیا ہے رب برسوں ٭ رہا ہے عرش پہ جنکا قیام کیسے ہیں
وہ جنکا نور نہ ہوتا تو کچھ نہیں ہوتا ٭ ہیں جنکے صدقے میں یہ صبح و شام کیسے ہیں
کوئی ہے غوث، کوئی قطب ہے کوئی ابدال ٭ حضور آپ کے در کے غلام کیسے ہیں
دکھا دے مجھ کو بھی یا رب کہ میں بھی دیکھوں تو ٭ مرے حضور علیہ السلام کیسے ہیں

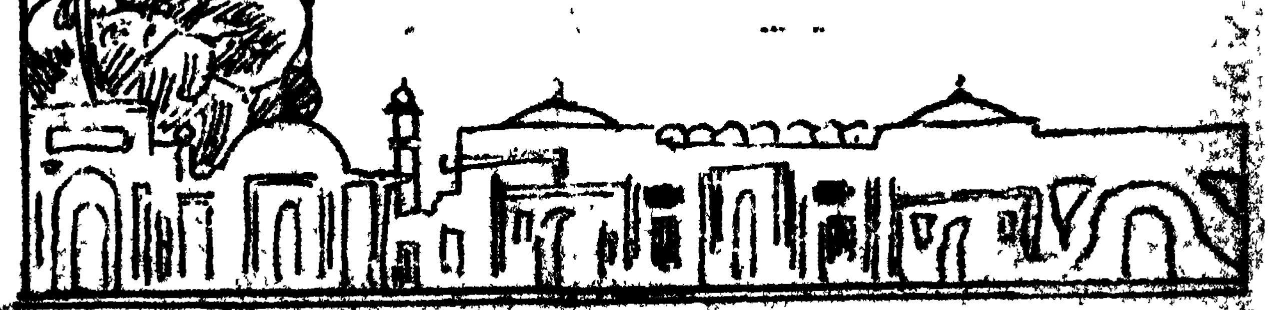
جو عاصیوں کی کریں گے شفاعت کامل
جو دیں گے حشر میں کوثر کا جام کیسے ہیں

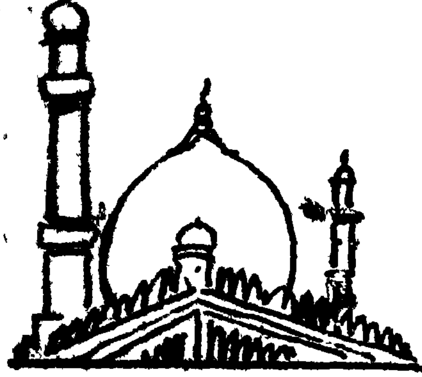
نفرت نہ کیجیے

(از جناب فخر داهری قنوج)

ضائع شعورِ علم کی امانت نہ کیجیے ٭ آلام روز گار سے نفرت نہ کیجیے
چاہے گلے پہ تیغ برہنہ ہی کیوں نہ ہو ٭ لیکن ستم گروں کی حمایت نہ کیجیے
ترکِ تعلقات کا شکوہ نہیں مگر ٭ رسوائے عام اپنی محبت نہ کیجیے
پر حق نفرتوں کی فضا جس سے عام ہو ٭ اس طرح ملک و قوم کی خدمت نہ کیجیے

اے فخر بزم شعر میں جدت کے نام پر
بربادِ فکر و فن کی لطافت نہ کیجیے۔





گذشتہ سے پیوستہ

تعلیم القرآن

چودھواں پارہ - ربما - سورۃ النحل

(از ادارہ دین دنیا)

دین دنیا کی زیر نظر اشاعت میں ہم قرآن پاک کے چودھویں پارہ کی تعلیمات کی دسویں قسط ذیل میں پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو برے کاموں سے بچنے کی ہدایت کی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ .... مَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

ترجمہ:- (اے لوگو) اللہ تمہیں عدل و نیکی اور قرابت داروں کو کچھ دینے کا حکم فرماتا ہے۔ نیز بے حیائی ناپسندیدہ حرکات اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔ تمہیں سمجھایا جاتا ہے شاید کہ تم یاد رکھو اور خدا کا عہد جب تم اس سے باندھ لو تو پورا کرو۔ اور پختہ قسمیں کھا کر انہیں نہ توڑو۔ جبکہ تم نے اپنی قسموں میں اپنے رب کو ضامن ٹھہرایا ہے۔ تم جو کچھ کرتے ہو اسے اللہ جانتا ہے۔ اور تم اس عورت کے مانند نہ ہو جس نے محنت کے بعد اپنا سوت ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان فساد کا ذریعہ نہ بناؤ محض اس لئے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھ جائے۔ اللہ تمہیں ان باتوں سے آزماتا ہے۔ اور جن چیزوں پر تم اختلاف کرتے رہے ہو۔ قیامت کے دن اللہ ان سب کو تمہارے سامنے ظاہر کر دیگا

تشریح:- اے لوگو! اللہ تم کو عدل وانصاف کرنے اور نیکی کی راہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ نیز اس کا حکم ہے کہ قرابت داروں کی کچھ مالی امداد ضرور کیا کرو اور اللہ کی جانب سے تمہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ ہمیشہ بے حیائی کے کاموں۔ ناشائستہ حرکتوں اور سرکشی سے اجتناب کرو۔ اور تمہیں نصیحت کی جاتی ہے کہ ان سب باتوں کا خیال رکھو۔ اور جب تم اللہ کے نام کو درمیان میں لا کر آپس میں کوئی عہد و پیمان کیا کرو تو اسے تکمیل کو پہنچایا کرو۔ اور جب تم کچھ قسمیں کھایا کرو تو انہیں پھر مت توڑو۔ کیونکہ تم اللہ کو اپنا ضامن بنا چکے ہو۔ یاد رکھو جو کچھ بھی تم کرتے ہو وہ سب اللہ کو معلوم ہے۔ اور اے لوگو! عہد شکنی اور قسموں کے توڑنے میں اس [illegible] عورت کی طرح نہ بنو جو پہلے تو محنت سے سوت کاتتی ہے اور پھر اسے توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی ہے۔ اس کے علاوہ تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد کا ذریعہ محض اس لئے نہ بناؤ کہ ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر فوقیت حاصل ہو جائے۔ یعنی گروہ بندی اور فتنہ و فساد سے پرہیز کرو۔ یاد رکھو ان ہی باتوں سے تمہارا رب تمہیں آزماتا ہے۔ اور اے لوگو! جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو۔ روز قیامت اللہ تعالیٰ ان باتوں کی اصل حقیقت سے تمہیں آگاہ کر دے گا۔

اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ .... عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

ترجمہ:- اللہ اگر چاہتا تو تم سب کو ایک ہی دین کا پیرو کر دیتا لیکن وہ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت عطا کرے اور تمہارے کاموں کی تمہیں سے باز پرس ہوگی۔ اور اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ ایسا نہ ہو کہ کسی کا قدم جمنے کے بعد تم نہ پھسل جاؤ۔ اور تم اللہ کی راہ سے روکنے کا باعث بن کر عذاب میں مبتلا ہو جاؤ اور تمہیں عظیم

عذاب سے واسطہ پڑ جائے۔

تشریح :- اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی دین اور مسلک کا پیرو بنا دیتا (یعنی سب ہی لوگ ایک مذہب کے پیرو بن جاتے آپس میں دینی معاملات میں کسی قسم کا بھی اختلاف نہ ہوتا۔ لیکن اُس نے کسی پر زبردستی اپنا دین نہیں ٹھونسا ہے۔ بلکہ سب کو عقل و فہم اور قوتِ عمل عطا کر کے آزاد چھوڑ دیا ہے تاکہ ہر شخص جو چاہے اپنی سوجھ بوجھ سے راہ اختیار کرے) لیکن اللہ جسے چاہتا ہے (اس کے مرتد کی بنا پر اُسے) گمراہ کر دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے۔ اور اس بات کو نہ بھولو کہ تم دنیا میں جو کچھ بھی کرتے رہے ہو اُن کے بارے میں تم سے ضرور باز پرس ہو گی۔ لہٰذا اپنی قسموں کو آپس کے فساد کا سبب نہ بناؤ اور اس بات کا خیال رکھو کہ تمہاری کسی غلط بات اور بدعہدی سے کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ اسلام سے بدظن ہو جائیں اور لوگوں کے قدم راہِ اسلام میں جمنے کے بعد لڑکھڑا جائیں۔ اور اس طرح تم اللہ کی راہ میں لوگوں کو روکنے کا باعث بن کر پھر وبال میں مبتلا ہو جاؤ اور تمہیں عذاب کی شدید تکلیف اٹھانی پڑ جائے۔

اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کرو

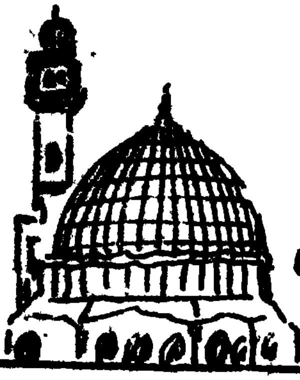
وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ...... وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝

ترجمہ :- اور تم لوگ عہدِ خداوندی کے مقابلے میں تھوڑے سے فائدے پر اطاعت نہ کرو۔ اگر تم (یہ بات) سمجھ سکو تو اللہ کے پاس جو چیز ہے وہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ تمہارے پاس سے جاتا رہے گا۔ اور جو اللہ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ اور جو لوگ کہ (راہِ حق میں) ثابت قدم رہے ہم اُنکو اُن کے نیک کاموں کے ضرور بدلے دیں گے۔ اور جو شخص بھی کوئی نیک کام کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحبِ ایمان ہو۔ ہم اُسے حیاتِ طیبہ عطا کریں گے اور اُن کے اچھے کاموں کا بہترین صلہ دیں گے۔ پس جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو۔ یقیناً شیطان کا قابو اُن لوگوں پر نہیں چلتا جو صاحبِ ایمان ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ ان کا قابو تو صرف اُن ہی لوگوں پر چلتا ہے جو شیطان کے دوست یا مشرک ہیں۔

تشریح :- اور اے لوگو! تم نے اللہ سے جو عہد کر رکھا ہے اُسے نظر انداز کر کے دنیا کے تھوڑے سے عارضی فائدہ کے لالچ میں مبتلا نہ ہو جانا۔ کیونکہ ایفائے عہد کا جو صلہ اللہ کے ہاں مقرر ہے یعنی آخرت کا اجر وہی تمہارے لئے بہتر ہے بشرطیکہ تم اس بات کو سمجھ سکو۔ اور یاد رکھو کہ جو مال و متاعِ دنیا میں تمہارے پاس ہے وہ تو ایک نہ ایک دن جاتا رہے گا۔ لیکن آخرت کا اجر جو اللہ کے پاس ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا اور اس بات کو بھی نہ بھولو کہ جو لوگ راہِ حق میں تکلیف اٹھانے کے باوجود ثابت قدم رہے۔ ہم آخرت میں اُنہیں اُن کے نیک کاموں کا نہایت ہی اچھا اجر دیں گے۔ چنانچہ جو شخص بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحبِ ایمان ہو تو ہم اُسے دنیا میں پاک صاف اور پرلطف زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے۔ اور آخرت میں ان کے نیک اعمال کا نہایت ہی اچھا صلہ دیں گے۔

اور اے لوگو! جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ حالانکہ جو لوگ صاحبِ ایمان ہیں اور اپنے پروردگار پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں۔ اُن پر شیطان کا کچھ قابو نہیں چلتا۔ اس کا قابو تو اُن ہی لوگوں پر چلتا ہے جو اُسے اپنا رفیق سمجھتے ہیں اور شرک کی لعنت میں مبتلا ہیں۔

تعلیم الحدیث مسلسل



آخری زمانہ فتنوں کا زمانہ ہوگا

ہر شخص حکمراں ہے۔ غیروں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت

(از شوکت علی فہمی)

احادیث کی مستند کتب سے ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قیمتی ارشادات دین و دنیا میں پابندی کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں یہ جو مسلمانوں کے لئے بہترین شمع ہدایت ہیں۔ کاش مسلمان ان سے استفادہ کر سکیں۔

آخری زمانہ فتنوں کا زمانہ ہوگا

ذیل میں ہم چند نہایت اہم احادیث پیش کر رہے ہیں جو عین زمانہ حاضرہ کے مطابق ہیں۔ رسول مقبول صلعم نے پیشگوئی فرمائی ہے کہ آخری زمانہ فتنوں کا زمانہ ہوگا اور مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اِن فتنوں سے ہوشیار رہیں چنانچہ اس بارے میں مستند حدیث ہے۔

"ابی عبیدہ رض اور معاذ بن جبل رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ۔ یہ دین ظاہر ہوا ہے نبوت اور رحمت کے ساتھ۔ پھر خلافت اور رحمت کا زمانہ ہوگا پھر ظالم بادشاہوں کا عہد ہوگا پھر اس کے بعد جو باتیں ہونے والی ہیں وہ یہ ہیں تکبر، قہر۔ غلبہ اور فساد فی الارض (یعنی زمین پر جا بجا قتل و خون اور فساد برپا ہوں گے) اس وقت لوگ ریشم کے کپڑوں کو حلال سمجھیں۔ عورتوں کی شرمگاہوں اور شراب کو جائز قرار دیں گے۔ لیکن اس کے باوجود انہیں رزق دیا جائے گا اور اُن کی مدد کی جائے گی یہاں تک کہ وہ خدا سے جا ملیں گے" (بیہقی)

اس مستند حدیث کا ایک ایک لفظ ہمارے لئے قابل غور ہے

اِس لئے کہ رسول محترم نے جس زمانہ کا ذکر فرمایا ہے اور پیشگوئی کی ہے۔ وہ اِس وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے خلافت راشدہ کا دور مدت ہوئی ختم ہو چکا ہے۔ اور بادشاہوں کی فرمانروائی کا زمانہ بھی جا چکا ہے اور حضور کے ارشاد کے مطابق اب وہ زمانہ آگیا ہے جس میں تکبر عام ہوگا۔ مخلوق خدا پر نئی نئی صورتوں میں قہر الٰہی نازل ہوگا۔ چنانچہ لبنان فلسطین۔ افغانستان، عراق و ایران اور دنیا کے مختلف گوشوں میں قتل و خون کے ہنگامے جاری ہیں۔ حلال اور حرام کی تمیز اٹھ چکی ہے۔ زناکاری کھلم کھلا ہو رہی ہے۔ شراب نوشی جزو زندگی بن چکی ہے۔ اور شاید کوئی خلاف شرع ایسی حرکت رہ گئی ہو جو لوگ نہ کر رہے ہوں۔ پھر اس ضمن میں رسول اللہ صلعم کی ایک دوسری حدیث بھی ہے۔

"عبد اللہ بن عمرو بن عاص رض کہتے ہیں۔ نبی صلعم نے مجھ سے فرمایا۔ عبد اللہ تو اُس وقت کیا کرے گا جبکہ تجھے ناکارہ اور گمراہ لوگوں میں چھوڑ دیا جائے گا۔ یہ عہد شکن اور خائن ہوں گے۔ عبد اللہ نے عرض کیا اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا اُس چیز کو اختیار کرنا جسے تو حق جانتا ہو۔ اور اُس چیز کو چھوڑ دینا جسے تو برا جانتا ہو اور اپنے

آپکو سنبھالے رکھنا" (ترمذی)
یقینی طور پر یہ وہی زمانہ ہے جس میں کہ اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن کا کردار نہایت پست ہے۔ جو اخلاق اور کردار کے اعتبار سے ناکارہ ہیں جو پہلے درجہ کے عہد شکن اور غیر دیانت دار ہیں اور ہر طرف معصیت کی تاریکی چھائی ہوئی ہے۔
موجودہ زمانے کے بارے میں مسلمانوں کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ وہ برائیوں سے اجتناب کریں اور اچھا مسلک اختیار کریں۔ لیکن جب چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی ہو تو مسلمانوں کا خدا ہی حافظ ہے۔ یہ دونوں اہم حدیثیں زمانہ حاضرہ کے مسلمانوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہیں۔

ہر شخص حکمراں ہے

اسلام نے ہر شخص کو اس کے دائرہ عمل میں اپنی جگہ ایک حکمراں قرار دیا ہے۔ اور اس پر اسلام نے کچھ ذمہ داریاں بھی عائد کی ہیں۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی بتا دیا ہے کہ آخرت میں ہر شخص کو اپنی ذمہ داریوں کے سلسلہ میں حق تعالیٰ کے روبرو جوابدہ ہونا ہوگا چنانچہ اس بارے میں صحیح حدیث ہے۔

"ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خبردار تم میں سے ہر شخص نگہبان اور حکمراں ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پس وہ حاکم جو لوگوں پر حکمراں اور نگہبان ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا اور عورت جو اپنے خاوند کے گھر اور بچوں کی حاکم ہے اور محافظ ہے اس سے ان کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ اور غلام (خادم) جو اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے اس سے اس کی بابت سوال ہوگا۔ یاد رکھو تم میں سے ہر شخص حکمراں ہے۔ اور ہر شخص سے اس کی رعیت کی بابت باز پرس ہوگی" (مسلم)

اس حدیث کے ذریعہ رسول محترم نے لوگوں کو اپنی ذمہ داریوں کے محسوس کرنے کا حکم دیا ہے۔ یعنی حکمراں سے لیکر ایک عام شخص تک اللہ تعالیٰ کی باز پرس سے محفوظ نہیں رہیگا۔ صاحب خانہ سے باز پرس ہوگی کہ اس نے اپنے متعلقین کی دینی اور اخلاقی تربیت میں کہاں تک حصہ لیا ہے۔ عورتوں سے گھر کی ذمہ داریوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اولاد سے باز پرس ہوگی کہ اس نے والدین کے حقوق کہاں تک ادا کیے۔ غرضکہ ہر شخص سے باز پرس ہوگی کہ اس کے دائرہ اختیار میں جو لوگ بھی اس کی ماتحتی میں تھے ان کو راہ راست پر چلانے میں اس نے کہاں تک حصہ لیا ہے غرضکہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا شخص بھی قیامت کے روز باز پرس سے محفوظ نہیں رہ سکیگا۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس حدیث سے عبرت اور نصیحت حاصل کریں۔

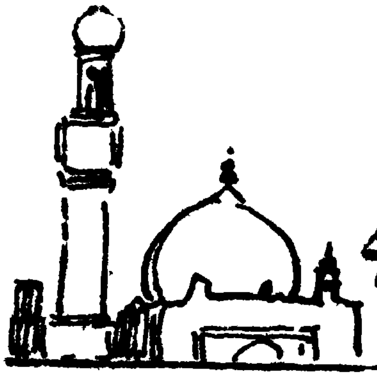
غیروں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ ایک طرف تو اپنوں کے ساتھ نہایت ہمدردی اور محبت کے ساتھ پیش آئیں اور دوسری جانب غیروں کے ساتھ بھی ہمیشہ نہایت ہی اچھا سلوک کریں چنانچہ محمد بن جعفر بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

"عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ میں بوقت عصر حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مہمانداری کی اور مسجد نبوی میں ان کے قیام کے لئے جگہ دی۔ یہاں تک کہ انہیں اپنے طریقہ پر مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی اجازت دیدی اور جب عام مسلمانوں نے انہیں عبادت سے روکنا چاہا تو آپ نے انہیں منع کردیا" (بیہقی)

اس حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ رسول محترم نے خود غیر مسلموں کے ساتھ ہمدردانہ سلوک فرماکر مسلمانوں کے لئے ایک مثال پیش فرمائی۔ ہے کہ انہیں دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کرنا چاہئے۔ صرف اس ایک حدیث سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے اسلام دیگر مذاہب کے ساتھ رواداری کا کسقدر حامی ہے۔

اسلامی افکار



اسلام نے جمہوریت سے آشنا کیا

اسلام سے قبل کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ جمہوریت کیا ہے

(از جناب اے۔ ایم محمد زبیرق سیلون)

اسلام نے نوعِ انسانی کو صرف روحانی دولت ہی سے مالا مال نہیں کیا ہے۔ بلکہ اسلام کی بدولت انسان کی تمدنی اور معاشرتی زندگی میں بھی ایک خوشگوار انقلاب آگیا ہے۔ چنانچہ آج دنیا میں آزادی اور جمہوریت کے جو نعرے بلند کیے جا رہے ہیں وہ اسلام ہی سے مستعار لیے گئے ہیں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اسلام سے قبل اس پوری دنیا میں کوئی یہ جانتا تک نہ تھا کہ آزادی اور جمہوریت کس چیز کا نام ہے یہ اسلام ہی ہے جس نے کہ دنیا کو آزادی اور جمہوریت کے مفہوم سے پہلی مرتبہ آشنا کیا۔ جناب محمد زبیرق صاحب سیلون کے مشہور اہل قلم ہیں۔ انھوں نے ذیل کے فاضلانہ مضمون میں اسلام کے اسی پہلو پر بحث کی ہے۔ ہم کو امید ہے کہ یہ مضمون پسند کیا جائے گا۔

اسلام دنیا میں آج سے چودہ سو سال پہلے اس وقت ظاہر ہوا تھا جبکہ قومی اور انفرادی آزادی اور جمہوریت کا اس دنیا میں کوئی تصور بھی موجود نہیں تھا۔ لیکن اسلام نے انسانوں کے درمیان عزتِ نفس، قومی ذمہ داریوں اور اظہارِ خیال کی آزادی کا جو شعور پیدا کیا تھا اور اس کی بدولت مسلمانوں میں آزادی اور جمہوریت کے جو رجحانات ظاہر ہوئے تھے وہ آج بھی آزادی اور جمہوریت کے ارتقاء کی تاریخ میں نمایاں اور ممتاز مقام رکھتے ہیں اور یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ اسلام نے انسان کو سب سے پہلے آزادی اور جمہوریت کا وہ سبق پڑھایا تھا۔ جس پر صحیح معنوں میں صرف مسلمانوں ہی کے عروج کے زمانہ میں عمل ہو سکا تھا۔ آج جبکہ دنیا چودہ سو سال آگے بڑھ چکی ہے تو انسان بدستور آزادی اور جمہوریت کی تلاش میں سرگرم ہے۔ لیکن چونکہ اس سلسلہ میں اس کے راستوں کو طویل اور پیچیدہ بنا دیا گیا ہے۔ اس لیے وہ اپنی منزل پر نہیں پہنچ سکا ہے۔

قومی آزادی اور جمہوریت کا تصور دراصل انفرادی آزادی کی بنیاد ہی پر قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے اسلام نے اپنے پورے مذہبی اور سماجی و سیاسی نظام میں اسی نقطہ کو مدِ نظر رکھا ہے اور اس کے اس طریق کار پر بحث کرتے ہوئے ایک مغربی مفکر نے لکھا ہے کہ "اسلام نے خدا تعالیٰ کے لیے جن صفات کو مخصوص کیا ہے۔ انہیں دیکھتے ہوئے یہ سمجھ لینا مشکل نہیں کہ اگرچہ ذاتِ الٰہی اپنی وحدانیت کے اقرار یا انکار سے بے نیاز ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسلام میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ جب تک کوئی شخص غیر اللہ کے خوف سے آزاد نہیں ہوتا اس وقت تک اس میں خیال اور عمل کی آزادی کا جذبہ بھی پیدا نہیں ہو سکتا اسی لیے اسلام نے انسان کو خدا تعالیٰ کی توحید کی دعوت دے کر اس کی عزتِ نفس کو بے جا خوف سے آزاد کیا تھا اور اس کی اس دعوت کے نتائج مسلمانوں کے سماجی اور سیاسی نظام میں واضح طور پر نظر آنے لگے

مذکورہ بالا سطور میں اسلام کی دعوت کے جن نتائج کا ذکر کیا گیا ہے بلاشبہ وہ اسلام کے سیاسی نظام میں واضح طور پر نظر آتے ہیں لیکن اسلام کے داخلی نظام میں اُن کی حیثیت مثال یا نشانِ راہ جیسی ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس دعوت کا اثر پوری دنیا پر پڑا ہے۔ اور آج دنیا میں قومی اور انفرادی آزادی نیز جمہوریت کا جو تصور موجود ہے وہ اسلام ہی کی دعوت کا نتیجہ ہے۔

انفرادی آزادی کا مفہوم اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص کی انفرادیت باقی رہے۔ اُسے اُس کے خیالات کے اظہار کی آزادی کا حق حاصل ہو۔ ریاست کی طرف سے اُس کی جان، آبرو اور جائداد کا کامل تحفظ کیا جائے اور وہ ایسے تمام کاموں کو انجام دینے میں آزاد ہو جن سے دوسرے افراد یا پورے سماج کو کوئی روحانی یا مادّی نقصان نہ پہنچے۔ چنانچہ اقوامِ متحدہ کے منظور کئے ہوئے حقوقِ انسانی کے چارٹر میں افراد کے اِن ہی حقوق کو متعین کیا گیا ہے لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے اُس وقت اِن حقوق کا اعلان اور نفاذ کیا تھا۔ جب اِن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس نے ہر انسان کی خواہ وہ کسی مذہب کے ساتھ کیوں نہ تعلق رکھتا ہو۔ کامل قانونی مساوات کو تسلیم کیا تھا۔ اُس نے اسلامی ریاست کے ہر شہری کو زندہ رہنے اور ترقی کرنے کے مواقع بہم پہنچائے تھے۔ اس نے ہر شخص کو نہ صرف اظہارِ خیال کی آزادی ہی دی تھی بلکہ اس آزادی کے استعمال نہ کرنے کو ایک مذہبی گناہ قرار دے کر اُس کے استعمال کرنے کے سلسلہ میں لوگوں کی ہمت افزائی بھی کی تھی اور ہر شخص کی جان اور جائداد نیز عزت اور آبرو کے تحفظ کی پوری طرح یقین دہانی کی تھی۔

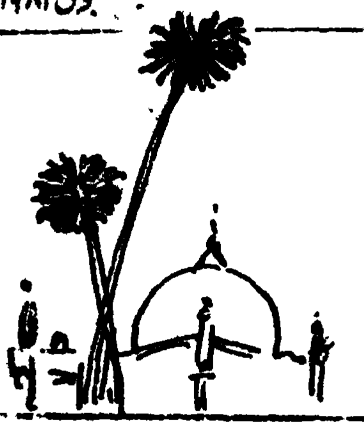
قومی آزادی کے سلسلہ میں اسلام کے رویہ کا اندازہ اِس تاریخی حقیقت سے کیا جاسکتا ہے کہ اس نے نیکی اور عمل کی پاکیزگی کے علاوہ انسان کے درمیان فرق اور امتیاز کے تمام پیمانے تصورات کو ختم کر دیا تھا اور اس بات کا اعلان کیا تھا کہ کسی قوم کو دوسری قوموں کے غلام بنانے کا حق نہیں پہنچتا اور مسلمان فاتحین نے مفتوحہ قوموں کی تہذیب اُن کے رسم و رواج، مذہب، زبان اور دوسری روایات اور خصوصیات کو برقرار رکھ کر اِس بات کا عملی ثبوت بہم پہنچایا تھا کہ اسلام قومی آزادی کے قیام اور استحکام کا سچے دل سے حامی ہے۔

جہاں تک جمہوریت کا تعلق ہے پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام کا مزاج ہی جمہوری واقع ہوا ہے اور اس دعوے کا ثبوت نبی کریمؐ کی مقدس زندگی سے لیکر اسلام کے پورے نظامِ حیات سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً آنحضرتؐ اپنے اصحاب کرام رضؓ کے ساتھ ہر معاملہ میں مساوات کے اصول کو مدِ نظر رکھا کرتے تھے اور حضور نے اپنے اصحابؓ کو عمومیت کے ساتھ یہ ہدایت فرمائی ہے کہ میں خدا تعالیٰ کا رسول ہونے کے ساتھ ساتھ اُس کا ایک بندہ اور انسان بھی ہوں۔ اس لئے ایک انسان کی حیثیت سے میری جو بات ناقابلِ فہم ہو اُس پر مجھے مطلع کر دینا چاہیے۔

اسلام میں سربراہ ریاست یا امیر المومنین کے انتخاب کا اصول اُس کے جمہوری مزاج کا دوسرا ثبوت ہے چنانچہ خود خلفائے راشدینؓ اپنے عمل سے اسلام کی جمہوریت پسندی کے جو ثبوت بہم پہنچاتے رہے ہیں وہ آج بھی تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں۔ اور اس زاویۂ نظر سے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے راشدینؓ عوام کو خود اپنے اعمال پر تنقید کی دعوت دیا کرتے تھے۔ اُن کے [illegible] کے جواب دیا کرتے [illegible]

جیسے اعمالِ حکام پر لوگوں کی طرف سے جو اعتراضات کئے جاتے تھے اگر وہ درست ثابت ہوتے تھے تو اِن عمال کو مناسب سزائیں دی جاتی تھیں اور اُس وقت سماجی اور معاشی حالات کے مطابق سربراہِ ریاست، حکام اور عوام تقریباً مساوی نوعیت کی زندگی بسر کرتے تھے اور ان کے دروازے عوام کی رسائی کے لئے ہر وقت کھلے رہتے تھے۔

آج چودہ سو سال کے بعد بھی انسان انفرادی اور قومی آزادی نیز جمہوریت کے جو تصورات قائم کر سکا ہے وہ بھی



تاریخ اسلام کا ایک ورق

شاہ ہنگری کا دردناک انجام

یورپ میں مسلمانوں کی مجاہدانہ سرگرمیوں کی سرگزشت

(از شوکت علی فہمی)

شاہ ہنگری "لوئی ثانی" کو اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا کیونکہ اُس کی سلطنت پورے یورپ میں صف اول کی سلطنت شمار کی جاتی تھی یہ طاقت کے زعم میں آپے سے باہر ہو گیا تھا۔ اور بے حد مغرور ہونے کے علاوہ ایسا گستاخ تھا کہ کھلم کھلا اسلام اور پیشوایان اسلام کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ آخر وہ دن بھی آگیا جب سلطنت عثمانیہ کے حکمران "سلیمان اعظم" نے اس کے سارے غرور کو ۹۳۲ھ ہجری میں خاک میں ملا دیا۔ تاریخ اسلا، کا یہی اہم واقعہ مختصر الفاظ میں ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

یوں تو یورپ کے سب ہی حکمراں اسلام کے دشمن تھے لیکن شاہ ہنگری "لوئی ثانی" اسلام اور مسلمانوں کا بدترین مخالف تھا۔ اُس کی یہ دلی خواہش تھی کہ یورپ کی سرزمین پر ایک مسلمان بھی باقی نہ رہے۔ اُس کا دلچسپ مشغلہ یہ تھا کہ یہ کھلے دربار میں اسلام اور پیشوایان اسلام کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ۔ "وہ دن دور نہیں ہے جب سلطنت عثمانیہ کے خاتمہ کے بعد یورپ سے مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹا دوں گا"

یہ اُس زمانہ کی بات ہے جب ہنگری سلطنت عثمانیہ کی ایک باجگذار ریاست تھی۔ اور شاہ ہنگری کو باقاعدہ سلاطین عثمانیہ کو خراج ادا کرنا پڑتا تھا۔ لیکن باجگذار ہونے کے باوجود بھی شاہ ہنگری برابر سلطنت عثمانیہ اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتا رہتا تھا۔ اور اسلام پر طرح طرح کے حملے کرنے میں اُسے خاص لطف آتا تھا۔

سلطنت عثمانیہ کے حکمراں "سلیمان اعظم" کو جب شاہ ہنگری کی گستاخیوں کا علم ہوا تو اُس نے شاہ ہنگری کو لکھا۔ "مجھکو تمھارے بارے میں متعدد شکایتیں وصول ہوئی اور مجھے یہ معلوم کر کے بے حد دکھ ہوا کہ تم اسلام اور بزرگان دین کے بارے میں برابر گستاخیاں کرتے رہتے ہو۔ لہٰذا تمہیں متنبہ کیا جاتا ہے کہ اپنے رویہ کو درست کر لو کیونکہ ہم اسے کسی طرح بھی گوارہ نہیں کر سکتے کہ ہمارا ہی ایک ماتحت حکمراں ہمارے ہی مذہب کے ساتھ گستاخانہ رویہ اختیار کرے۔ اگر تم نے اپنی روش نہ بدلی تو اس کا خمیازہ بھگتنا ہو گا۔ اِس کے علاوہ تم نے دو ڈھائی سال سے خراج بھی ادا نہیں کیا ہے۔ یہ خراج تمہیں فوراً ادا کر دینا چاہیئے"

بجائے اِس کے کہ لوئی ثانی سلیمان اعظم کے اس خط کا کوئی جواب دیتا۔ خط پڑھ کر وہ برہم ہو گیا اور اِس خط کے جواب میں اُس نے اُن عثمانی سفیروں کو قتل کرا دیا۔ جو سلطان کا پیغام لیکر گئے تھے۔ سلیمان اعظم کو جب سفیروں کے قتل کی اطلاع ملی تو وہ فوراً ایک لشکر عظیم لے کر شاہ ہنگری کی تادیب کے لئے روانہ ہو گیا۔ اُدھر شاہ ہنگری بھی مقابلہ پر آگیا۔ اصل بات یہ تھی کہ شاہ ہنگری خود ہی جنگ کا خواہاں تھا۔ وہ یورپ میں پھر ایک بار صلیبی جنگ کی آگ بھڑکا دینا چاہتا تھا چنانچہ اُس نے فوراً ہی آسٹریا۔ فرانس جرمنی اور یورپ کی متعدد مسیحی سلطنتوں سے مسلمانوں کے مقابلہ میں مدد کی درخواست

کی لیکن شاہ ہنگری کی بدقسمتی کہ کسی نے بھی اس کا ساتھ نہیں دیا۔ اور اسے تن تنہا ترکوں کے مقابلہ پر جنگ لڑنی پڑی۔

سلیمان اعظم نے سب سے پہلے ہنگری کے اُن قلعوں کی جانب رخ کیا جو پورے ملک میں کلیدی حیثیت رکھتے تھے۔ پھر یہاں قلعوں کی فتح کی مہم کو اپنے فوجی کمانڈروں کے حوالے کرکے بلغراد کی جانب روانہ ہو گئے۔ ابھی یہ بلغراد پہنچا بھی نہیں تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ اس کے کمانڈروں نے زیگس اور کئی اہم قلعے فتح کر لئے ہیں۔ ادھر سلیمان اعظم نے بلغراد پہنچ کر اس شہر کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ غرضکہ سات روز کی جنگ اور شدید گولہ باری کے بعد بلغراد فتح ہو گیا۔

بلغراد کی فتح کے بعد سلیمان اعظم نے وہاں کے سب سے بڑے گرجا میں نماز ادا کی۔ گرجا پر سے صلیب کو اتار دیا اور اسی گرجا کے قریب ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی جہاں صدیوں تک خدائے واحد کا نام گونجتا رہا۔ اس کے بعد سلطان نے بلغراد میں نئی فوج متعین کر دی اور قلعہ کو از سر نو مستحکم کر کے سلطان قسطنطنیہ واپس آ گیا۔ اور اس کے بعد بلغراد کے علاوہ سرحد کے دوسرے قلعوں پر بھی ترکوں نے قبضہ کر لیا۔ اور اس طرح ہنگری میں داخل ہونے کے تمام دروازے مسلمانوں کے لئے کھل گئے۔ سلیمان اعظم اب آسانی کے ساتھ ہنگری کے دارالسلطنت بوڈاپسٹ کی جانب بڑھ سکتا تھا۔ لیکن جزیرہ روڈس کی فتح اس کے نزدیک ضروری تھی۔ اس لئے اس نے فی الحال ہنگری کی جانب اپنی پیش قدمی روک دی۔

اب سلیمان اعظم یورپ کی دوسری فتوحات میں مصروف ہو گیا۔ چنانچہ دو سال کے اندر اندر اس نے نہ صرف جزیرہ روڈس کو فتح کر لیا بلکہ جمہوریہ وینس کو بھی خراج ادا کرنے پر مجبور کر دیا۔ ان فتوحات سے فارغ ہونے کے بعد سلطان دوبارہ اس شاہ ہنگری کی جانب متوجہ ہوا جو مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اور جسے اس دشمنی کی سزا دینا ضروری تھا۔ چنانچہ ایک لاکھ فوج اور تین سو توپوں کے ساتھ سلطان نے ہنگری کی جانب پیش قدمی شروع کر دی اور ہنگری کی سرحد پہنچنے کے ساتھ ہی ایک خوفناک جنگ چھڑ گئی۔

شاہ ہنگری جسے سنبھلنے کا کافی موقع مل گیا تھا۔ وہ بھی بڑی تیاریوں کے ساتھ میدان میں آ گیا۔ اس کے ہمراہ اس جنگ میں ہنگری کے تقریباً تمام بڑے بڑے امرا شامل تھے۔ اور پادریوں کا ایک جم غفیر بھی شاہ ہنگری کی پشت پناہی کر رہا تھا۔ یہ پادری اپنے ہاتھوں میں صلیبیں اٹھائے ہوئے تھے۔ اور عیسائی سپاہیوں کو جنت کی بشارت دے رہے تھے۔ غرضکہ شاہ ہنگری نے اس جنگ کو بھی ایک خالص مذہبی جنگ کا رنگ دے دیا تھا۔

ابھی اس جنگ کو دو ہی روز ہوئے تھے کہ عیسائیوں کے قدم میدان جنگ سے اکھڑنے لگے اور جلد ہی اس جنگ کا آخری فیصلہ ہو گیا۔ اب شاہ ہنگری کو شکست ہو چکی تھی اس کی بیشتر فوج ترکوں کے ہاتھوں کٹ چکی تھی جو باقی رہ گئے تھے وہ فرار ہونے پر مجبور ہو گئے۔ شاہ لوئی کے ساتھی آٹھ امرا اور بڑے بڑے جرنیل مارے گئے۔ اور شاہ لوئی نے دریا میں کود کر جان بچانی چاہی لیکن وہ دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ اور اس طرح ۹۳۲ ہجری میں مسلمانوں کو شاہ لوئی کے مقابلہ میں ایک ایسی عظیم الشان فتح حاصل ہوئی جو تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گی۔

سلیمان اعظم اس کے بعد ہنگری کے پایہ تخت بوڈاپسٹ کی جانب بڑھا۔ باشندگان شہر نے ہتھیار ڈال کر دروازے کھول دیے۔ ہنگری کے جو امرا زندہ رہ گئے تھے انھوں نے سلیمان اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر اطاعت قبول کر لی۔ اور اس طرح ہنگری پر ترکوں کا کامل تسلط ہو گیا۔ سلیمان اعظم اگر چاہتا تو آسانی سے ہنگری کو سلطنت عثمانیہ میں شامل کر سکتا تھا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ خراج ادا [illegible] کے وعدہ پر کاؤنٹ زپولیا کو ہنگری کے تخت پر بٹھایا اور اس طرح شاہ لوئی کو اس کے گناہ کی سزا دینے کے بعد سلطان قسطنطنیہ واپس آ گیا۔

سلیمان اعظم کے ہنگری سے واپس آنے کے بعد فوراً ہی ہنگری میں نئے سرے سے خانہ جنگی شروع ہو گئی [illegible]

تاریخ ہند



شاہان ہند کی وسیع النظری

انھوں نے ہندوستان کی بڑی خدمت انجام دی ہے

(از شری تاریوندر چوپڑا - ایم اے - ایل ایل بی)

ہندوستان کے فرقہ پرستوں کی جانب سے آج مسلم دور حکومت پر محض اس لئے کیچڑ ڈالے جارہے ہیں تاکہ شاہان ہند کے ظلم وستم کی فرضی داستانیں بیان کرکے اکثریت کے جذبات کو آسانی کے ساتھ مسلمانان ہند کے خلاف مشتعل کیا جاسکے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ شاہان ہند نے اس ملک پر جس معیار کے ساتھ حکومت کی ہے وہ آپ ہی اپنی مثال ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں ہندوستان کے نامور اہل قلم شری ریوندر چوپڑا کا ایک محققانہ مضمون شائع کر رہے ہیں۔ جس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس ملک میں شاہان ہند کا انداز حکومت کیا تھا۔ اور مسلم دور حکومت سے ہندوستان کو کتنا بڑا فائدہ پہنچا ہے۔؟ ہم کو توقع ہے کہ یہ مضمون بے حد پسند کیا جائے گا۔

مسلمانوں نے جس دور میں ہندوستان کو اپنی فاتحانہ سرگرمیوں کا مرکز بنایا تھا۔ تاریخ کے نئے تجزیہ کے مطابق اُسے جاگیرداری کا زمانہ قرار دیا گیا ہے۔ اس زمانہ میں بندمت اور جنگ جو افراد اپنے قبیلوں کو لے کر دوسرے علاقوں کی تسخیر کے لئے نکل پڑا کرتے تھے۔ اور کامیابی کی صورت میں وہاں اپنی سلطنت قائم کرلیتے تھے۔ لیکن اس دور میں جو سلطنتیں قائم ہوئی تھیں اُن کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں فاتح قومیں اور ان کے برسر حکومت افراد ہی ان حکومتوں سے فائدہ اٹھاتے تھے اور عوام کے حقوق اور مفادات کی حفاظت اور استحکام پر کوئی توجہ مبذول نہیں کی جاتی تھی۔ لیکن جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے چونکہ وہ زندگی کے ایک ایسے نظام پر یقین رکھتے تھے جو اسلام نے اُنہیں عطا کیا تھا۔ اس لئے وہ جس ملک میں بھی گئے وہاں اُنھوں نے اس عہد کی عام روایات کے برعکس ایسی روش اختیار کی جو بالکل نئی تعمیری اور ترقی پسند تھی چنانچہ ہندوستان کی تاریخ اُن کے طرز حکومت اور مقصد حکومت پر پوری طرح روشنی ڈالتی ہے۔

تاریخ کے نئے تجزیہ کے مطابق اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا عہد حکومت شخصی اور جاگیردارانہ حکومت کا دور تھا۔ لیکن اس ملک میں وہ تمام خصوصیتیں پیدا کردی تھیں جو ایک ترقی یافتہ اور خوشحال ملک میں ہونی چاہئیں۔

اُس زمانہ کی حکومتوں کا عام ڈھنگ یہ تھا کہ ملک کی آمدنی سے صرف حکمراں خاندان ہی فائدہ اٹھاتے تھے۔ بلکہ حکمراں خود اپنے ہم مذہب دوسرے طبقوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک نہیں کرتے تھے۔ لیکن مسلمانوں نے ہندوستان میں مذہبی رواداری کو اپنا اصول بنایا تھا اور اُس عہد کے علمائے اسلام نے ہندوستان کے باشندوں کو کم وبیش اہل کتاب کا درجہ دیکر اُنہیں وہ تمام حقوق دیدیئے تھے جو اسلام کی رُو سے مسلمانوں کی حکومت میں اہل کتاب کو حاصل ہیں۔ پھر مسلمان حکمرانوں نے

اس ملک کی دولت کو صرف اپنی ذات یا اپنے خاندان ہی کے لئے مخصوص نہیں رکھا تھا بلکہ اُن کے عہدِ حکومت میں عوام نے تہذیبی، اقتصادی اور تمدنی اعتبار سے بے حد ترقی کی تھی۔

آج سیاسی مزورتوں اور مذہبی تعصب کے ماتحت یہ کہدینا بہت آسان سی بات ہے کہ مسلمان حکمران ہندوستان کو اپنا وطن نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن مسلمانوں کے دورِ حکومت میں ہندوستان نے جو ترقی کی تھی اور اس ملک کے متعلق اُن کا جو رویہ رہا تھا۔ وہ بجائے خود اس الزام کی تردید کے لئے کافی ہے۔

مثال کے طور پر تاریخ کی اس نمایاں حقیقت کو جھٹلانا ممکن نہیں ہو سکتا کہ جس زمانہ میں مسلمانوں نے ہندوستان میں اپنی حکومت کی بنیاد قائم کی تھی ہندوستان بے شمار چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا۔ پورے ملک کی کوئی ایک متحدہ پالیسی نہیں تھی۔ ان بہت سی ریاستوں کے حکمرانوں کے اختلافات اور جھگڑوں کی بدولت آمد و رفت، اور نقل و حرکت کے ذرائع محدود تھے۔ جس کی وجہ سے ملک کی صنعت و حرفت اور تجارت بھی محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ لیکن مسلمانوں نے اس ملک کے مختلف حصوں کو فتح کر کے پورے ملک کو متحد کیا تھا۔ پورے ملک کی صنعت و حرفت اور تجارت کے لئے ایک پالیسی بنائی تھی اور شمال سے لیکر جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک آمد و رفت اور نقل و حمل کے ایسے وسائل مہیا کئے تھے جنھوں نے تجارت اور صنعت و حرفت کو ترقی کی انتہائی منزلوں پر پہنچا دیا تھا اور عوام کی خوشحالی میں اس حد تک اضافہ ہو گیا تھا کہ یورپ کی قومیں اس ملک پر رشک کی نظریں ڈالنے لگی تھیں۔

مسلمانوں کے دورِ حکومت میں ہندوستان کی ترقی اور تمدنی حالت جو قائم تھی۔ پہلے کے زمانہ میں اس کے متعلق یورپ والوں کی رائے یہ تھی ہے۔

"دنیا کی تمام قومیں اس ملک کی دولت سے فائدہ اٹھانے کی خواہش مند ہیں۔ ہندوستان میں ہیروں جواہرات اور سونے چاندی کے ڈھیر لگے رہتے تھے یہاں گلاب کا عطر پانی کی طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ اور یہاں کی مصنوعات ساری دنیا میں مقبول ہیں۔"

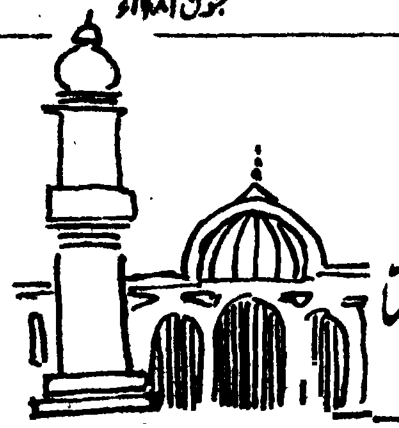
مسلمانوں کے دورِ حکومت میں ہندوستان اور اُس کے باشندوں نے جو ترقی کی تھی وہ صرف خوشحالی ہی تک محدود نہیں تھی بلکہ اس ترقی کو تہذیبی اور تمدنی ترقی کے لئے بھی استعمال کیا گیا تھا چنانچہ مسلمانوں نے اس ملک میں جو شہر آباد کئے ہیں اُن میں اُس دور کی ضرورتوں کے مطابق منصوبہ بندی کو مدِ نظر رکھا گیا تھا۔ عوام کی شہری اور تہذیبی ضرورتوں کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی تھی اور اس طرح مسلمانوں کے دورِ حکومت آباد ہونے والے شہر اُس عہد کے خوبصورت ترین شہر سمجھے جاتے تھے۔

لباس طعام اور رہائش وغیرہ کے سلسلہ میں بھی مسلمانوں نے اس ملک کے باشندوں کو نئی نئی اور ترقی یافتہ چیزوں سے متعارف کرایا تھا۔ اور اس طرح یہاں ایک مشترکہ تہذیب کو جنم دیا جو ہندوستان کی قومی تہذیب کہلاتی ہے۔ اور اگر اسمیں سے ان اصلاحات اور اضافوں کو نکال دیا جائے جو مسلمانوں کی بدولت ہوئے تھے۔ تو اس تہذیب میں کوئی جان اور کشش باقی نہیں رہ سکتی۔

تیرھویں صدی عیسوی میں مشہور سیاح "مارکوپولو" ہندوستان آیا تھا اس نے اپنے سفرنامہ میں ہندوستان کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ اُس سے اس وقت کے ہندوستان اور مسلمانوں کی حکومت کی حکمتِ عملی پر پوری طرح روشنی پڑتی ہے وہ لکھتا ہے کہ "ہندوستان ایک وسیع اور خوشحال ملک ہے یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ اتنا بڑا ملک ایک ہی بادشاہت میں بالکل متحد ہے۔ پورے ملک میں امن اور نظم و نسق کا حال یہ ہے کہ لوگ سونا اچھالتے ہوئے ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک چلے جاتے ہیں۔ لیکن کوئی اُن کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ عیسائی دُنیا کے برعکس ہندوستان میں مذہبی تعصب کا نام و نشان تک بھی نہیں ملتا ملک میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہے لیکن سلطنت کی ملازمتوں اور کاروبار کے دروازے سب کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ مسجدوں کے ساتھ ساتھ مندر اور گرجا بھی آباد ہیں اور اس ملک کے سب باشندے ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر زندگی بسر کرتے ہیں۔"

مارکوپولو نے مسلمانوں کے زمانہ کے (باقی صـ۲۹ پر)

اسلام اور غیر مسلم



اسلام پنڈت سندر لال کی نظر میں

اسلام کی خوبیوں کو کوئی شخص بھی نظر انداز نہیں کر سکتا

(پنڈت سندر لال کی چند تقریروں سے ماخوذ)

گاندھی جی کے پرانے ساتھی پنڈت سندر لال نہ صرف اس ملک کے مایہ ناز مورخ تھے بلکہ اسلامی تعلیمات پر بھی انہیں کافی عبور حاصل تھا۔ افسوس کہ گزشتہ ماہ وہ دہلی میں رحلت فرما گئے اور ملک ایک بہت بڑے مفکر سے محروم ہو گیا۔ ذیل میں ہم اُن کی تقریروں سے مرتب کیا ہوا اسلام کے بارے میں ایک مقالہ پیش کر رہے ہیں جس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں اسلام پر کس قدر عبور حاصل تھا۔

زمانہ کے ہر دور میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہے ہیں۔ جنھوں نے اپنی کسی نہ کسی اچھائی کے باعث تاریخ میں اپنے لئے ایک ممتاز اور مثالی جگہ حاصل کرلی ہے لیکن اگر اُن کی زندگیوں کا مطالعہ کسی قدر توجہ کے ساتھ کیا جائے تو یہ بات چھپی نہیں رہ سکتی کہ اُن کی یہ خوبیاں اُن کی ذات ہی تک محدود تھیں اور اُن کی ذات میں ان خوبیوں کو کسی بیرونی قوت یا مذہبی تعلیم نے پیدا نہیں کیا تھا بلکہ یہ انکا ذاتی جوہر تھا۔

لیکن جب ہم اسلامی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اُس میں ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جن سے انسان کے اخلاق اور کردار پر روشنی پڑتی ہے۔ اور ہمیں بے شمار ہستیاں ہمیں نظر آتی ہیں جو اعلیٰ اخلاق اور کردار کا بہترین نمونہ ہیں۔ اور ہمیں اس بات کو جان لینا پڑتا ہے کہ مسلمانوں میں عام طور پر انسانیت کے ان اعلیٰ محاسن کی موجودگی اُن کے ذاتی محاسن کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اُس اعلیٰ تعلیم کا نتیجہ ہے جو اسلام نے انسانوں کو دی ہے۔

اسلام کی تعلیمات اور تاریخ پر اگر غور کیا جائے تو یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کے ظہور کا بنیادی مقصد انسان کی زندگی کو مکمل بنا دینا تھا۔ اور یہ مقصد اُس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اِس مقصد کے علمبردار خود اپنی زندگیوں کو اعلیٰ اخلاق اور کردار کا نمونہ بنا کر پیش نہ کرتے۔

اسی لئے داعیٔ اسلام کی زندگی سے لے کر خلفائے راشدین۔ صحابہ، مسلم سلاطین اور فرمانرواؤں کی زندگی کے حالات میں ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جنہیں بجا طور پر قابل تقلید اور مثالی کہا جا سکتا ہے۔ اور ان واقعات کی نوعیتیں اتنی ہمہ گیر ہیں کہ انسانی زندگی کا کوئی پہلو بھی اِن سے خالی نظر نہیں آتا۔

ظہورِ اسلام کے وقت مذہبی تعصب پورے شباب پر تھا اور اسلام کے مقابلہ پر اُس زمانہ کے اُن تمام مذاہب نے جو عرب اور اُس کے آس پاس کے ملکوں میں رائج تھے۔ اسلام کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر لیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود چونکہ مسلمان مذہبی تعصب اور تنگ دلی کے مخالف تھے اس لئے وہ جوابی تعصب کے مظاہرہ کو درست نہیں سمجھتے تھے چنانچہ انھوں نے اسلام کے خلاف محاذ قائم کرنے والوں کا مقابلہ نفرت سے نہیں بلکہ محبت سے مقابلہ کیا۔ چنانچہ خود داعیٔ اسلام عیسائیوں اور یہودیوں کو اپنی مسجد میں آنے اور ٹھہرنے کی اجازت دے دیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک بار جب ایک مہمان یہودی نے مسجد نبوی کے ایک حصہ کو نشر اتنا ناپاک کر دیا تھا تو آپ نے اِس یہودی

مہمان سے ناراض ہونے کے بجائے نہ صرف دوسرے مسلمانوں کو بھی اُسے سزا دینے سے روک دیا تھا بلکہ خود اپنے مبارک ہاتھوں سے نجاست کو صاف کیا تھا اور مسجد کے فرش کو خود ہی دھویا تھا بظاہر یہ ایک چھوٹا سا واقعہ ہے لیکن اس سے حامیٔ اسلام کے قلب کی وسعت، خیالات کی بلندی اور مقصد کی عظمت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔

یہ اسلام ہی تھا جس نے عربوں کی منتشر قوم کو متحد کر کے انہیں حکومت، سلطنت اور دولت جیسی نعمتیں عطا کی تھیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ان میں حکمرانی کا غرور اور تمکنت جیسی برائیاں پیدا نہیں ہونے دی تھیں۔ اس کے برعکس اسلام نے اپنی معجزانہ قوت سے اُن کے اعلیٰ انسانی اوصاف کو اور بھی ابھار دیا تھا۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضؓ مسلمانوں کے پہلے امیر مقرر ہوئے تو اُن کے محلہ کی ایک چھوٹی سی لڑکی نے اس اندیشہ کا اظہار کیا تھا کہ امیرالمومنین منتخب ہونے سے پہلے وہ اُس کی بکریوں کا دودھ نکال دیا کرتے تھے اب وہ شاید یہ کام نہیں کریں گے۔ لیکن جب امیرالمومنین کو اس اندیشہ کا علم ہوا تو انھوں نے اس لڑکی کو اس بات کا اطمینان دلایا کہ وہ آیندہ بھی حسبِ دستور یہ خدمت انجام دیتے رہیں گے اور امیرالمومنین منتخب ہو جانے سے اُن میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوگی۔

مسلمانوں کے دوسرے امیر حضرت فاروق اعظم رضؓ سب سے زیادہ طاقتور خلیفہ تھے۔ اس کے علاوہ اُن کا دورِ خلافت بھی دوسرے خلفا کے مقابلہ میں طویل تھا لیکن اُن کے اخلاق اور کردار کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ اُن کی سادہ اور فقیرانہ زندگی کے باعث دوسرے ملکوں کے سفیر عام مسلمانوں اور اُن کے درمیان کوئی امتیاز نہیں کر سکتے تھے۔ خود فاروق اعظم اپنے غلاموں اور اپنے درمیان کامل مساوات کو مدنظر رکھتے تھے اور اُن کی زندگی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ ایک پکے اور سچے مسلمان ہونے کے باوجود اس بات کو گوارا نہیں کرتے تھے کہ دوسرے مذہب والوں پر اسلام کے کسی حکم کو بھی جبراً نافذ کیا جائے۔ حضرت فاروق اعظم رضؓ کی وسعتِ نظر اور اعلیٰ انسانی کردار کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن یہاں صرف اُس واقعہ کو بیان کر دینا کافی ہوگا جو بیت المقدس کے بڑے گرجا میں پیش آیا تھا۔

بیت المقدس کی فتح کے موقع پر حضرت عمرؓ وہاں گئے ہوئے تھے کہ وہاں کے بڑے گرجا میں عیسائی پادریوں سے گفتگو کرتے ہوئے نماز کا وقت آگیا تو پادریوں نے اُن سے گرجا میں نماز ادا کر لینے کو کہا۔ لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے صرف اس اندیشہ کے پیش نظر گرجا میں نماز نہیں ادا کی کہ کہیں اس واقعہ کی بنا پر آگے چل کر مسلمان اس گرجا کو مسجد نہ قرار دے دیں۔ چنانچہ گرجا میں نماز پڑھنے کی بجائے آپ نے گرجا کی سیڑھیوں پر نماز ادا کی۔ اور اسی وقت اس مضمون کا ایک فرمان لکھ کر پادریوں کو دیا کہ میرے یہاں نماز پڑھنے کی بنا پر کوئی مسلمان اس جگہ کو مسجد کے طور پر استعمال نہیں کر سکے گا۔

حضرت علی رضؓ مسلمانوں کے چوتھے امیر تھے۔ لیکن اس عہدہ پر پہنچنے سے پہلے ایک لڑائی میں انھوں نے اپنے دشمن کو زیر کر لیا تھا۔ چنانچہ جب وہ اس کا سر کاٹنے کے لئے اُس کے سینہ پر سوار تھے تو دشمن نے اُن کے منہ پر تھوک دیا۔ اس واقعہ کے پیش نظر عام حالات میں تو حضرت علی کا غصہ انتقام کی صورت میں تبدیل ہو جانا چاہئے تھا۔ لیکن حضرت علی نے اُسے ہلاک کرنے کے بجائے چھوڑ دیا۔ اور جب دشمن نے حیرت کے ساتھ اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا۔ "تمہارے ساتھ میری دشمنی صرف اللہ کے لئے تھی۔ لیکن جب تم نے میرے ساتھ گستاخی کی تو اس دشمنی میں میری ذاتی نفرت اور انتقام کی خواہش بھی شامل ہو گئی۔ اور میں ذاتی نفرت کی بنا پر کسی انسان کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے میں نے تمہیں ہلاک نہیں کیا۔"

حضرت علی کا یہ واقعہ اسلام کی تعلیم کی عظمت کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہب انسان کی ذاتی خواہشات اور اغراض سے نجات دلا کر اس سے دنیا کی اصلاح اور تعمیر کا مقصد پورا کرانا چاہتا ہے۔ اور اس نے مسلمانوں کی شکل میں انسانوں کا ایک ایسا گروہ پیدا کر دیا تھا جس کے افراد اکثر و بیشتر مواقع پر اپنے اعلیٰ کردار اور اخلاق کا حیرت انگیز نمونہ پیش کرتے رہے ہیں وہ سب ہی کے لئے قابل تقلید ہیں

اسلام نے جمہوریت سے آشنا کیا

(باقی مضمون صفحہ ۲۲ سے)

وہ تصورات اسلام کے قائم کردہ جمہوری نظام کے مقابلہ میں آج بھی کمزور اور خام ہیں۔ لیکن اس سلسلہ میں سب سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ آج کا انسان اپنے ان خام تصورات کے نصب العین کو بھی حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا ہے۔ اور جب تک وہ ان تصورات کی تکمیل کے لئے اسلام کی تاریخ سے رہنمائی حاصل نہیں کریگا اس کا منزل مقصود پر پہنچنا ممکن نہیں ہو سکتا یعنی اسلام کے نظام جمہوریت سے استفادہ کئے بغیر دنیا حقیقی جمہوریت سے کبھی بھی آشنا نہیں ہو سکتی۔

شاہ ہنگری کا دردناک انجام

(باقی مضمون صفحہ ۲۴ سے)

کیونکہ اب دربار، تخت کے کئی نئے دعویدار کھڑے ہو گئے تھے اور یہ آپس کی آویزش اتنی بڑھی کہ آخر سلیمان اعظم کو ایک مرتبہ پھر اس خانہ جنگی کو دبانے کے لیے ہنگری جانا پڑا۔ اور ۹۴۸ھ ہجری میں اس خانہ جنگی کو دبانے کے بعد سلیمان اعظم نے ہنگری کو سلطنت عثمانیہ کا ایک مقبوضہ قرار دیدیا اور وہاں ترکی عمال حکومت مقرر کر دے۔

ہنگری کی فتح کے بعد مسلمانوں نے ہنگری کے باشندوں سے کسی قسم کا کوئی انتقام نہیں لیا۔ دوران جنگ میں جن گرجاؤں کو نقصان پہنچا تھا مسلمانوں نے اپنے خرچ سے ان کی مرمت کرا دی پادریوں کے اعزاز کو بدستور برقرار رکھا۔ ان کے پاس جو بڑی بڑی جاگیریں تھیں وہ بھی ان ہی کے قبضہ میں رہنے دیں۔ غرضکہ اس انقلاب عظیم میں کسی ایک عیسائی شہری کو بھی کسی قسم کا جانی یا مالی نقصان نہیں پہنچا۔ عیسائیوں کے لیے علیحدہ مذہبی عدالتیں قائم ہو گئیں جن میں عیسائی جج اپنے پرسنل لا کے تحت عیسائیوں کے مقدمات فیصل کرتے تھے۔

صرف اس ایک واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دور اقتدار میں مقبوضہ اور باغی اقوام کے ساتھ کیسی نرمی اور فیاضی کا سلوک کیا ہے۔

شاہان ہند کی وسیع النظری

(باقی مضمون صفحہ ۱۹ سے)

زمانہ نے ہندوستان کا جو نقشہ کھینچا ہے اس کے پیش نظر اول تو اس الزام کی پوری طرح تردید ہو جاتی ہے کہ مسلمان اس ملک کو اپنا وطن نہیں سمجھتے تھے اور انھوں نے اسے ترقی دینے اور خوشحال بنانے کے لئے کچھ نہیں کیا تھا اور دوسرے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کو ترقی اور تعمیر کے جس راستہ پر چلنے کی دعوت دی تھی وہ ہندوستان میں اسی راستہ پر چلتے رہے تھے اور انھوں نے اس ملک میں رواداری کا ایک ایسا نمونہ پیش کیا تھا جو آپ ہی اپنی مثال ہے۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین

اور سینکڑوں شاہان اسلام کی فتوحات اور زندگیوں کے ولولہ انگیز حالات

مکمل تاریخ اسلام

عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ

(از مفتی شوکت علی فہمی)

یہ تاریخ نہیں ہے بلکہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ ایک ہزار صفحات کی یہ عظیم الشان تاریخ عربی، فارسی انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کے مستند تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ ہے اس عظیم الشان تاریخ کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کس طرح ساری دنیا پر چھا گیا رسول مقبول صلعم اور خلفائے راشدین اور شاہان اسلام نے مختصر سے عرصہ میں کافروں اور مشرکوں کی بڑی سے بڑی سلطنتوں کو فتح کر کے دنیا کے بیشتر حصہ میں کس طرح اسلامی حکومت قائم کر دی تھی۔

یہ عظیم الشان تاریخ چودہ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کا ہر باب اپنی جگہ پر ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر دور آخر تک کے تمام اسلامی حکومتوں کی یہ مکمل تاریخ چودہ ابواب میں یکجا طور پر پیش کر دی گئی ہے۔ چنانچہ اس میں حکومت اسلامیہ کے بانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح مبارک اور جنگی کارنامے موجود ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رض حضرت عمر فاروق رض حضرت عثمان غنی رض حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امام حسن رض یعنی خلفائے راشدین کے دور خلافت کے مکمل حالات درج ہیں اور خلفائے بنو عباس کی پوری تاریخ موجود ہے اس کے علاوہ ایران، عراق، شام، فلسطین، افریقہ، روم، ترکستان، اسپین اور دنیائے اسلام کے سینکڑوں حکومتوں کا تذکرہ موجود ہے یہاں تک کہ ہندوستان کے مسلم فرمانرواؤں کے بھی حالات درج ہیں۔

یہ تاریخ مندرجہ ذیل چودہ ابواب پر مشتمل ہے

پہلا باب:۔ حکومت اسلامیہ کے بانی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات

دوسرا باب:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی سرگرمیاں اور فتوحات۔

تیسرا باب:۔ حضرت ابوبکر صدیق رض کا عہد حکومت اور فتوحات

چوتھا باب:۔ حضرت عمر فاروق رض کا دور حکومت اور فتوحات

پانچواں باب:۔ حضرت عثمان غنی رض کا عہد حکومت اور فتوحات

چھٹا باب:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دور حکومت اور فتوحات

ساتواں باب:۔ امیر معاویہ اور خلفائے بنی امیہ کا عہد حکومت اور فتوحات

آٹھواں باب:۔ خلفائے بنو عباس کا طویل دور حکومت

نواں باب:۔ اسپین اور یورپ کی اسلامی حکومتیں

دسواں باب:۔ مراکش، تیونس، الجزائر اور افریقہ کی اسلامی حکومتیں

گیارھواں باب:۔ مصر و شام کی اسلامی حکومتیں، غازی صلاح الدین ایوبی

بارھواں باب:۔ ایران افغانستان اور ماوراء النہر کی اسلامی حکومتیں

تیرھواں باب:۔ شاہان سلجوق اور سلاطین ترکیہ کا دور حکومت

چودھواں باب:۔ ہندوستان کی خود مختار اسلامی سلطنتوں کی تاریخ

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک ایسی مکمل اور جامع تاریخ ہے جو اب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی تھی۔ انداز تحریر ناول کی طرح عام فہم اور نہایت دلنشین صفحات تقریباً ایک ہزار کاغذ سفید نہایت اعلیٰ رنگین ٹائیٹل اگر ناپسند ہو تو قیمت واپس منگا لیجئے جدید ایڈیشن حال ہی میں طبع ہوا ہے چودہ ابواب کی مکمل تاریخ مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف بیس روپے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی ۶



اسلام پوری دُنیا کا مذہب بن جائے گا

صرف یہی مذہب ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکتا ہے!

از پروفیسر طلعت مجید۔ ایم۔ اے۔

پروفیسر طلعت مجید اسلام کے نامور مفکر ہیں۔ انہوں نے اسلام کے بارے میں ایک نئے پہلو سے بحث کی ہے۔ امید ہے کہ اس فاضلانہ مضمون سے ناظرینِ دین دنیا کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔

انگلستان کے نامور مفکر جارج برنارڈ شا نے آج سے چالیس سال قبل مذاہب کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا:

"مذہب کا دور ختم ہو رہا ہے اور بہ ظاہر کسی مذہب میں بھی یہ صلاحیت موجود نہیں ہے کہ وہ موجودہ بے دینی کے سیلاب سے بچ سکے اور ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکے لیکن اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں کہ انسان کی مادی ضروریات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس لئے وہی بڑی حد تک ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب وہ زمانہ دور نہیں جب تمام دوسرے مذاہب ختم ہو جائیں گے۔ صرف اسلام ہی میں ایسی صلاحیت موجود ہے کہ وہ باقی رہ سکتا ہے اور کوئی تعجب نہیں کہ یہ مذہب آگے چل کر دنیا کے بیشتر حصے کا مذہب بن جائے"

جارج برنارڈ شا کے علاوہ دنیا کے بعض دوسرے مفکرین کی بھی یہی رائے ہے کہ موجودہ بے دینی کے دور میں کسی مذہب کا عملی طور پر برقرار رہنا مشکل ہے۔ لیکن اسلام میں کچھ ایسی خوبیاں موجود ہیں جن کی بناء پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ مذہب بدستور قائم رہے گا۔ اور کوئی تعجب نہیں کہ آگے چل کر یہ دنیا کی بیشتر آبادی کا مذہب بن جائے۔

اسلام کی خوبیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک غیر مسلم مفکر نے اسلام کی امتیازی خصوصیت اس بات کو قرار دیا ہے:

"یہ دنیا کا واحد متوازن مذہب ہے جو دنیاوی معاملات میں بھی لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے اور لوگوں کو ایسے مذاہب کی ضرورت ہمیشہ رہے گی جو دنیاوی کاموں میں انہیں سہارا دے سکے"

لیکن اس مفکر کے اس فلسفیانہ قول کے حقیقی منشا کو سمجھنے کے لئے ہمیں اسلامی تعلیمات پر بھی ایک سرسری نظر ڈالنی ہوگی۔

مذاہب کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام سے پہلے دنیا میں جتنے بھی مذاہب آتے رہے ہیں اُن سب نے تقریباً زندگی کے کسی ایک پہلو پر زور دیا ہے۔ ان میں سے کچھ مذاہب تو ترکِ دنیا پر زور دیتے رہے ہیں اور کچھ مذہبوں نے انسان کو محض دنیا ہی کی طرف متوجہ ہونے کی تعلیم دی ہے۔ اس طرح یہ مذاہب انسانی زندگی کے دونوں پہلوؤں یعنی روحانی اور مادی پہلوؤں کو مربوط کرنے میں ناکام رہے ہیں لیکن اسلام نے انسانی زندگی کے دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھا ہے۔ اسی لئے یہ مذہب نہ صرف عین فطرتِ انسانی کے مطابق ہے بلکہ یہ مذہب انسانی زندگی میں اعتدال اور توازن بھی پیدا کرتا ہے۔

اس غیر مسلم مفکر نے اسلام کی دوسری امتیازی خصوصیت یہ بتائی ہے:

"اسلام دیگر مذاہب کی طرح صرف نظریات ہی قائم نہیں کرتا بلکہ اپنے متبعین کو اس کے قائم کردہ نظریات اور عقائد پر عمل کی بھی دعوت دیتا ہے اور ساتھ ہی ان کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ اسلام کے بتائے ہوئے طریق زندگی کو اختیار کریں اور

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ متبعینِ اسلام اسلام کی ہدایتوں پر عمل بھی کرتے ہیں۔"

انسان کے بیشتر اعمال کا تعلق خود انسانوں ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لئے اسلام نے عمل پر زور دے کر اس جمود کو دور کر دیا ہے جو ہزاروں سال سے انسان کی زندگی کو معطل بنائے ہوئے تھا اور جسے دور کرنے پر اسلام سے پہلے کے مذاہب نے کوئی قابلِ ذکر توجہ مبذول نہیں کی تھی۔ اسی طرح اسلام نے انسانی زندگی کے مقاصد کی تکمیل کے لئے دین اور دنیا کو اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کر دیا ہے کہ دین کے راستے پر اُس کا اٹھایا ہوا ہر قدم اُس کے دنیاوی معاملات پر اثر انداز ہوتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو روحانی تعلیم کے ساتھ انسانوں کو دنیا میں رہنا اور دنیا کے لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ مثال کے طور پر اسلام کے عقیدۂ توحید ہی کو لے لیجئے۔ یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے جس کی رو سے ضروری ہے کہ ہر مسلمان خدائے تعالیٰ کی وحدانیت پر کامل یقین رکھے۔ یہ عقیدہ بظاہر خالص اسلامی عقیدہ ہے لیکن اس عقیدے نے دنیا میں مساواتِ انسانی کی بنیاد ڈالی ہے۔

یہ بات یاد رہے کہ اسلامی تعلیم کے مطابق اگر خدائے تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھنے والا کوئی بھی شخص بنی نوعِ انسان کی مساوات پر یقین نہ رکھے یا مختلف رنگوں اور نسلوں کے لوگوں کے درمیان امتیازات کو برقرار رکھتا ہے تو اُس کا عقیدۂ توحید ناقص قرار دیدیا جاتا ہے کیونکہ جو شخص خدائے تعالیٰ کو ایک مانتا ہے اُس کے لئے یہ بات ماننا بھی ضروری ہے کہ کل بنی نوعِ انسان خواہ وہ کسی بھی مذہب و ملت سے کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں سب خدائے واحد ہی کے بندے ہیں اور آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اس اعتبار سے عقیدہ توحید کے ماننے والے کو مختلف انسانوں کے درمیان کوئی امتیاز اور فرق نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اسی عقیدۂ توحید نے دنیا میں مساواتِ انسانی کے اصول کو فروغ دیا ہے۔

اسلام کا دوسرا اہم عقیدہ خدا کے بھیجے ہوئے تمام نبیوں پیغمبروں اور آسمانی صحیفوں کو برحق اور صحیح ماننا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص مسلمان ہونے اور اس عقیدے کا اعتراف کرنے کے باوجود دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے نفرت کرتا ہے اور دنیاوی سطح پر اپنے مقابلے میں انہیں پست سمجھتا ہے تو اسلامی تعلیمات سے انحراف کرتا ہے۔ چنانچہ اسی لئے مسلمانوں کو سختی سے ہدایت کی گئی ہے کہ وہ نہ صرف تمام پیغمبروں اور آسمانی کتابوں کو برحق ہی سمجھیں بلکہ تمام سابقہ مذاہب کے ماننے والوں کے حقوق کا خیال بھی رکھیں۔ چنانچہ اسلام کی اس ہدایت اور تعلیم نے اُن تمام سابقہ تفرقوں اور خانہ جنگیوں کو ختم کر دیا ہے جو ہزاروں برس سے مذہب کے نام پر جاری تھیں۔ گویا اسلام نے مختلف عقائد کے لوگوں کو متحد کرنے میں بڑا ہی اہم پارٹ ادا کیا ہے جس کی زمانۂ حال میں شدید ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔

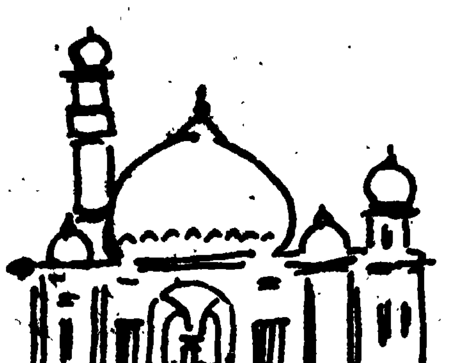
اسلام کی یہ ہدایات نہ صرف ہدایات ہی تک محدود نہیں ہیں بلکہ اُن پر سختی سے عمل بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ اسلام کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان اقتدار اور حکومت کے ہر دور میں غیر مسلموں کے مذہبی حقوق اور شہری آزادیوں کو نہ صرف بحال ہی رکھتے تھے بلکہ ان کی حفاظت بھی کرتے تھے اور اِس کی وجہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھی کہ وہ اپنے عقائد کو صرف زبان ہی تک محدود نہیں رکھتے تھے بلکہ ان پر عمل بھی کرتے تھے۔

خود یورپین مفکرین نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے عقائد کو صرف زبان ہی تک محدود نہیں رکھا ہے بلکہ ان پر عمل بھی کیا ہے۔ چنانچہ نامور مفکر جوزف سیل لکھتا ہے:

> "اسلام نے اپنے متبعین کو دیگر مذاہب اور بانیانِ مذاہب کے احترام کی جو ہدایت کی ہے اسے مسلمانوں نے سختی کے ساتھ عمل بھی کیا ہے۔ اور ان کے اِس عمل سے اُس مذہبی کشیدگی میں بے حد کمی پیدا ہو گئی ہے۔ جو دنیا میں ظہورِ اسلام سے قبل بھی ہوئی تھی اور اگر ہم یورپینوں نے جنگِ صلیبی بلا وجہ نہ شروع کی ہوتی تو شاید مذہبی کشیدگی کی لعنت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی۔"

مختصر یہ کہ اس زمانے میں صرف وہی مذہب زندہ اور برقرار رہ سکتا ہے جو ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکے۔ جو دیگر مذاہب اور بانیانِ مذاہب کا احترام کرے۔ جو مذہب کے نام پر تفریق پیدا نہ کرے بلکہ جملہ مذاہب کے لوگوں کو اُن کے عقائد اور نظریات پر اعتراض کیے بغیر اپنے آغوش میں لے سکے۔ اور یہ خصوصیت صرف اسلام ہی میں ہے اس لئے وہ زندہ اور برقرار رہے گا اور دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلتا رہے گا۔

(باقی صفحہ [illegible] پر ملاحظہ فرمائیں)



صحابہ کرامؓ کے سیاسی کارنامے

یہ عابد و زاہد بھی تھے اور صفِ اوّل کے سیاست داں بھی

از مولینا محمد سلیمان فرخ آبادی

صحابہ کرامؓ بزرگانِ اسلام کی وہ مقدس جماعت ہے جس نے کہ براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت حاصل کی تھی۔ مگر یہ صرف عابدوں اور زاہدوں کی جماعت نہیں تھی بلکہ یہ دنیا کے بہترین سیاسی مدبر بھی تھے چنانچہ انہوں نے جہاں شریعت اسلامیہ کی تکمیل کی وہاں سیاست اور جہانبانی کا ایک ایسا مکمل دستور دنیا کے سامنے پیش کیا ہے جو آپ ہی اپنی مثال ہے۔ ذیل کے فاضلانہ مقالہ مولینا محمد سلیمان فرخ آبادی نے صحابہ کرامؓ کی زندگی کے اسی پہلو پر بڑی قابلیت اور اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ محض عبادت گذار بزرگ تھے جو دن رات عبادت اور ریاضت میں مصروف رہتے تھے لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ عابد اور زاہد ہونے کے ساتھ دنیا کے بہترین سیاست داں اور مدبر بھی تھے اور اُن کی اعلیٰ سیاست دانی اور سوجھ بوجھ کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان بزرگوں نے حکمرانی کا ایک ایسا دستور دنیا کے سامنے بنا کر پیش کیا ہے جس کی مثال آج کی ترقی یافتہ دنیا میں بھی ناپید ہے۔

یہ صحابہ کرامؓ ہی تھے جنہوں نے حضورؐ کی رہنمائی میں بدر اور احد کے معرکے سر کیے تھے۔ یہودیوں کے سرکش قبیلوں سے نبرد آزما ہوئے اور یہودیوں کے متحدہ محاذ کا منہ موڑ دیا۔ پھر حدیبیہ کے میدان میں جن لوگوں نے حق کے لیے قربان ہونے کی بیعت کی تھی وہ صحابہ کرامؓ ہی تھے۔ خیبر کا معرکہ سر کرنے والے، مکہ فتح کرنے والے اور تبوک کی سرزمین کو روندنے والے اور جزیرۃ العرب کی تقریباً بارہ لاکھ مربع میل زمین پر اسلام کا سیاسی اقتدار قائم کرنے والے صحابہ کرام ہی تھے۔ پورے عرب پر حضور نبی کریم صلعم کے زمانۂ حیات میں اسلامی حکومت قائم ہو گئی تھی جس کے سربراہ اور صدر مملکت خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس زبردست سیاسی انقلاب کے کارناموں کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

۱۔ جمہوری دور کا آغاز ہوا۔ (۲) ایک متحدہ اسٹیٹ پورے قلمرو میں قائم کی گئی۔ (۳) اتنی عظیم سلطنت کے قیام میں اس قدر کم خون ریزی ہے تاریخ کا حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ (۴) تعمیری کاموں کے سلسلے میں سب سے پہلے نظامِ تعلیم اور سیاست کے سرچشمے اور مرکز کی ضرورت تھی، حکومت کے دربار اور دارالمشورہ کی ضرورت تھی، سرکاری مہمان خانے کی ضرورت تھی، جمہوری دارالعلوم کی ضرورت تھی، قومی لیکچر ہال کی ضرورت تھی۔ اور یہ سب کچھ دین کے لئے درکار تھا لہٰذا اس غرض سے عبادت گاہ سے زیادہ موزوں کوئی عمارت نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیے مسجد تعمیر کی گئی۔ صحابہ کرامؓ نے حضور صلعم کی معیت میں اپنے ہاتھوں سے یہ مسجد تعمیر کی۔ اس سے پہلے قبا میں بھی ایک مسجد کی تعمیر کی جا چکی تھی۔ قبا کی مسجد بھی صحابہ کرامؓ نے اپنے ہی ہاتھوں سے تعمیر کی تھی۔

پانچواں کارنامہ اس انقلاب کا یہ تھا کہ مدینہ اور مضافاتِ مدینہ کے تمام مسلم اور غیر مسلم معاشرے کو ایک سیاسی نظم میں پرو دیا گیا۔ اگرچہ اس سیاسی نظم میں یہودی وغیرہ غیر مسلم بھی شامل تھے۔ [illegible]

اس کی خصوصیت یہ تھی کہ خدا کی حاکمیت اور اس کے اقتدار کو سیاسی اہمیت حاصل تھی۔ سیاسی اور قانونی اور عدالتی لحاظ سے اختیاراتِ حضورؐ کو حاصل تھے۔ دفاعی لحاظ سے مدینہ اور مضافات مدینہ کی یہ اسلامی ریاست ایک مضبوط طاقت بن گئی تھی جس سے کام لے کر حضورؐ کی رہنمائی میں صحابۂ کرامؓ نے بعد کے معرکے سر کئے اور پورے عرب پر اسلامی نظام قائم کر دیا۔ دفاعی لحاظ سے بھی اختیاراتؐ اور جملہ اختیارات حضورؐ کے دستِ مبارک ہی میں تھے۔ ان تمام کامیابیوں میں روحِ رواں صرف اسلامی اخوت اتباعِ نبیؐ کا جذبہ اور خوشنودیٔ رب کی طلب تھی جس نے صحابۂ کرامؓ کو جسدِ واحد بنا دیا تھا۔

نبیٔ محترم کے مبارک عہد میں پورے جزیرہ نمائے عرب پر اسلامی پھریرہ اڑنے لگا تھا۔ سارے قبیلے بھی اسلامی حکومت کے مطیع ہو گئے تھے لیکن وہ تمام قبیلے اور علاقے جن کے دلوں میں ایمان نہیں اترا تھا انہوں نے صرف سیاسی اقتدار کے آگے سرِ اطاعت خم کیا تھا۔ حضور صلعم کی وفات کی خبر سنتے ہی ایک ایک کر کے باغی ہونے لگے۔ کسی نے کھلم کھلا ارتداد اختیار کیا۔ کوئی زکوٰۃ کا انکار کر بیٹھا، کسی کے دماغ میں جھوٹی نبوت کا کیڑا کلبلانے لگا۔ افراتفری کا ایک سیلاب تھا جو امڈا چلا آ رہا تھا لیکن صحابۂ کرامؓ نے صدیق اکبرؓ کی رہنمائی اور اطاعت میں اپنی بصیرت مومنانہ سے کام لے کر زبردست سیاسی اور فوجی کارنامہ انجام دیا کہ جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ گیارہ جھنڈے اور گیارہ فوجیں گیارہ سپہ سالاروں کی ماتحتی میں چاروں طرف روانہ ہوئیں اور پورا عرب پھر سے اسلامی پرچم کے زیرِ سایہ مسخر ہو گیا۔ اسلامی اقتدار کا تسلط مکمل طور پر مستحکم ہو گیا۔

یہ سیاسی سوجھ بوجھ ہی تھی اور اتباعِ نبویؐ کا سیاست میں بھی اہتمام تھا جس کے صدقے میں صحابۂ کرام کو یہ کامیابی نصیب ہوئی۔ جیشِ اسامہؓ جو خود جناب نبی کریمؐ نے سرحدِ شام پر بھیجنے کے لئے تیار کیا تھا اور اپنی وفات کی وجہ سے آپؐ اُسے روانہ نہ کر سکے تھے، ارتداد کی آندھیوں اور بغاوت کے طوفانوں کے باوجود صحابۂ کرامؓ نے اسے بھیجا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملکی باغیوں اور غیر ملکی دشمنوں سب پر دھاک بیٹھ گئی اور خود مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات جم گئی کہ سیاست میں بھی اتباعِ نبویؐ کس قدر اہم اور مفید ہے۔ ۔ ۔ ۔ صدیق اکبرؓ نے صاف فرما دیا تھا کہ میں اس جھنڈے کو نہیں کھول سکتا جس کو نبیؐ نے اپنے دستِ مبارک سے باندھا ہو۔ اس جیش کو نہیں روک سکتا جس کو روانہ فرمانے کا حضورؐ نے ارادہ فرمایا ہو۔ میں اس سردار کو معزول نہیں کر سکتا جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہو۔ یہ تھا وہ عزمِ صدیقی جس سے سیاست میں اتباعِ سنت کا اہتمام کھل کر سامنے آیا، اور صحابۂ کرامؓ کے سینے کھل گئے۔ نتیجے میں سیاسی طور پر اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک اسلامی اقتدار کی دھاک بیٹھ گئی۔

صحابۂ کرام کا یہ بھی کارنامہ ہے کہ انہوں نے حضورؐ کے بعد چاروں خلفاء کا انتخاب باہمی مشورے سے کیا اور اسلام کی جمہوری روح کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ اسے چار چاند لگائے۔ ان کا یہ بھی کارنامہ ہے کہ نظامِ خلافت کو باہمی مشورے اور تعاون سے بڑی خوبی کے ساتھ چلایا۔

چاروں خلفاء راشدین نے اپنے اپنے دور میں حکام اور آفیسران کی نگرانی کا پورا اہتمام کیا۔ بیت المال اور خزانے کو خدا اور خلق کی امانت سمجھا۔ اپنی زندگیوں میں اسلامی سادگی کو برقرار رکھا۔ تعزیرات اور حدود کے نفاذ میں شریعت سے سرِ مو انحراف نہیں کیا۔ کوئی غیر اسلامی ٹیکس نہیں لگایا۔ ذمیوں کے پورے پورے حقوق دیئے۔ فوجی نظام اچھے سے اچھا قائم کیا۔ نہ صرف عام پبلک بلکہ فوجیوں کی بھی اخلاقی تربیت کا اہتمام کیا۔ سامانِ جنگ کی فراہمی کی طرف سے بھی غفلت نہیں برتی، فوجی چھاؤنیوں کا معائنہ کیا اور ان کی دیکھ بھال کی طرف بھی پوری طرح مستعد رہے۔

اسلامی حکومت کی غرض صرف امن و امان، انصاف اور عدل قائم کرنا ہی نہیں ہے بلکہ اسلام کی اشاعت اور فروغِ حق اس کی اصل غرض و غایت ہے۔ صحابۂ کرامؓ نے اس سلسلے میں بھی بیداری کا ثبوت دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ انہوں نے اسلامی اقتدار کو دورِ صدیقی میں عراق و شام تک، دورِ فاروقی میں مصر و اسکندریہ تک اور وسطی ایران تک پھر دورِ عثمانی میں ایران و خراسان اور شمالی افریقہ تک وسیع کر دیا۔ اور وہ جہاں جہاں گئے وہاں وہاں انہوں نے وہی سیاسی، روحانی اور اخلاقی کارنامے انجام دیئے جو وہ ملکِ عرب میں انجام دے چکے تھے۔ صحابۂ کرام نے نہ صرف خشکی پر بلکہ سطحِ سمندر پر بھی اپنی سیاست اور جنگی کارناموں کے نقش ثبت فرما دیئے۔

محمود غزنوی کا انصاف



غزنی کی تاریخ کا ایک عجیب وغریب واقعہ

(ہمارے مورخ کے قلم سے)

سلطان محمود غزنوی جہاں ایک حوصلہ مند فاتح تھا وہاں عدل وانصاف کا بھی دلدادہ تھا چنانچہ اُس نے ہفتے میں دو دن ایسے مقرر کر رکھے تھے جب وہ بذات خود عوام کی شکایتیں سنتا تھا اور اُن کی تلافی کی ہر امکانی کوشش کرتا تھا چنانچہ ذیل کے واقعے سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ پیچیدہ مقدمات کو کیسی ہوش مندی سے فیصل کرتا تھا۔

سلطان محمود غزنوی کو یہ سن کر بڑی حیرت ہوئی کہ غزنیں کے قاضی نے ایک تاجر کے ساتھ بددیانتی کی ہے وہ ہمہ تن گوش بنا ہوا تاجر کی شکایت سن رہا تھا۔ تاجر کہہ رہا تھا:

"میں نے دو ہزار اشرفی کی بند تھیلی بطور امانت رکھنے کے لئے غزنین کے قاضی کو دی تھی اور اس سے کہا تھا کہ میں ایک دور دراز مقام کے سفر پر جا رہا ہوں۔ سفر سے واپس آکر لے لوں گا۔ میں نے تھیلی قاضی کے سپرد کردی اور سفر کے لئے روانہ ہو گیا۔ سفر سے واپس آنے کے بعد جب میں قاضی کے پاس گیا اور امانت طلب کی تو قاضی نے وہی تھیلی میرے سپرد کردی۔ لیکن جب میں نے اسے کھول کر دیکھا تو اشرفیوں کی بجائے اس میں تانبے کے سکے بھرے ہوئے تھے!"

محمود نے تاجر سے پوچھا: "کیا تم نے قاضی سے اس بات کی شکایت کی تھی؟"

"جہاں پناہ میں خود اس کے پاس گیا تھا اور اسے سارے واقعے سے آگاہ کردیا تھا مگر اُس نے جواب دیا کہ تم نے جس طرح سر بمہر تھیلی مجھے دی تھی اسی حالت میں میں نے تمہیں واپس کردی ہے اور تم نے خود ہی اپنی تھیلی شناخت کر کے مجھ سے لی تھی اور اس بات کا پورا اطمینان بھی کر لیا تھا کہ تھیلی صحیح حالت میں ہے۔"

محمود نے پھر پوچھا — "کیا تھیلی ٹھیک حالت میں تھی؟"

"جہاں پناہ تھیلی بالکل ٹھیک حالت میں تھی۔ کہیں سے کٹی پھٹی نہیں تھی۔"

محمود شش و پنج میں پڑ گیا اُس نے تاجر سے کہا — "اس تھیلی کو یہیں چھوڑ جاؤ، میں معاملے پر غور کروں گا۔ اور اگر یہ ثابت ہوا کہ تم نے ہمارے قاضی پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو تمہیں سخت سزا دوں گا۔"

تاجر چلا گیا۔ سلطان نے تھیلی کو چاروں طرف سے دیکھا وہ کہیں سے بھی کٹی ہوئی نہیں تھی۔ لیکن نہ جانے کیوں محمود کو شبہہ ہو گیا کہ تھیلی ضرور چاک کی گئی ہے۔ اس میں سے اشرفیاں نکال کر تانبے کے سکے بھرے گئے ہیں۔ اور پھر اسے اس طرح رفو کردیا گیا ہے کہ رفو کا پتہ ہی نہیں چل سکتا۔

سلطان سوچنے لگا۔ شہر میں ضرور کوئی ایسا باکمال رفوگر ہے جو اس طرح رفو کرتا ہے کہ اصل اور نقل کا فرق معلوم کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ سلطان جس وقت اس معاملے پر غور کر رہا تھا تو اس وقت ایک مسندِ زرنگار پر بیٹھا تھا۔ اُس نے فوراً کمر سے خنجر نکالا اور مسند کو خنجر سے چاک کر دیا۔ اور پھر اسی وقت زنان خانے میں چلا گیا اور دوسرے دن

شکار کے لیے روانہ ہوگیا۔

تھوڑی دیر کے بعد فراش سلطان کے کمرہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ شاہی مسند پھٹی ہوئی ہے۔ وہ گھبرا گیا۔ فوراً داروغہ محل کو اطلاع دی۔ شاہی مسند کا اس طرح چاک ہو جانا فراش اور محل کے منتظمین کی بہت بڑی کوتاہی تھی۔ فراش خوف سے کانپ رہا تھا۔ محل کا داروغہ بھی حیران و پریشان تھا۔ مگر محل کے ایک بوڑھے ملازم نے کہا گھبرائیے نہیں سب کام ٹھیک ہو جائے گا تم ابھی وقت احمد رفوگر کے پاس چلے جاؤ۔ اسے رفو کرنے میں کمال حاصل ہے وہ اس طرح رفو کردے گا کہ اگر سلطان سو مرتبہ بھی اسے بغور دیکھے تو شناخت کرنا ناممکن ہے۔ فراش نے بوڑھے کو ساتھ لیا مسند اٹھائی اور رفوگر کے پاس جا پہنچا۔

احمد رفوگر نے بغور مسند کو دیکھا اور کہا "بالکل اصل کے مطابق ہو جائے گی مگر تمہیں دو اشرفی اجرت دینی ہوگی۔ فراش نے جیب سے نکال کر چار اشرفیاں اس کے سامنے رکھ دیں اور کہا۔ دو کی بجائے چار اشرفیاں حاضر ہیں۔ بس رات ہی میں اسے تیار کردو تاکہ یہ صبح ہی تخت شاہی پر بچھ جائے۔ یہ سمجھ لو کہ یہ میری موت اور زندگی کا سوال ہے۔ اگر سلطان نے مسند کے عیب کو پہچان لیا تو نہ جانے میرا کیا حشر ہوگا؟"

رفوگر نے بڑے زعم کے ساتھ کہا "کیا مجال کہ میرے رفو کو کوئی شناخت کر سکے صبح ہی آکر لے جانا" احمد نے رات ہی رات میں مسند رفو کردی اور اس طرح تار کے ساتھ تار کو جوڑ دیا کہ پتہ ہی نہیں چلتا تھا۔ کہ کبھی یہ مسند پھٹی بھی تھی۔ دوسرے دن صبح ہی فراش نے یہ مرمت شدہ مسند لاکر تخت شاہی پر بچھا دی اور مطمئن ہوگیا۔

سلطان دو دن بعد جب شکار سے واپس آیا اور اپنے کمرہ میں گیا تو دیکھا مسند بچھی ہوئی ہے۔ اور اسے اس طرح رفو کردیا گیا ہے کہ گویا یہ کبھی پھٹی ہی نہیں تھی۔ سلطان نے ہر چند کوشش کی کہ وہ رفو شدہ حصے کو معلوم کرلے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اس نے فوراً فراش کو آواز دی وہ دوڑا ہوا آیا۔

سلطان نے فراش سے کہا کہ "یہ مسند پھٹی ہوئی تھی؟"

فراش نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا "حضور بالکل نہیں"

سلطان نے گرج کر کہا "کذاب تیرہ میں نے خود خنجر سے چاک کی تھی" اب فراش ڈر کے مارے کانپنے لگا۔

سلطان نے کہا "خیر درست ابھی جاکر اس رفوگر کو بلا لاؤ جس نے کہ اس کا رفو کیا ہو؟"

رفوگر کو فوراً دربار میں حاضر کیا گیا۔ سلطان نے رفوگر سے پوچھا "یہ مسند تم نے رفو کی ہے؟"

"جی حضور اسی خادم نے"

"تم اپنے فن میں بڑے باکمال معلوم ہوتے ہو۔ ذرا اس تھیلی کو بھی دیکھو۔ کیا تم ہی نے اسے رفو کیا تھا۔ سلطان نے رفوگر سے پوچھا۔

"جی حضور میں نے ہی اسے رفو کیا تھا۔ قاضی صاحب نے اسے رفو کرایا تھا" رفوگر نے جواب دیا۔

سلطان نے فوراً قاضی کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ قاضی حاضر ہوگیا۔ سلطان نے قاضی کو مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا۔ "تم ایک ذمہ دار عہدہ پر فائز ہو۔ قرآن اور حدیث کے عالم ہو میں نے تمہاری پیری کے فریب میں آکر تمہیں یہ عہدہ جلیلہ تفویض کیا تھا۔ اور تمہیں مخلوق خدا کی جان و مال کا محافظ بنایا تھا۔ مگر تم نے میرے اعتماد کو سخت دھکا لگایا ہے۔ جب تم جیسے ذمہ دار لوگ بھی امانت میں خیانت کرنے لگیں تو پھر اس حکومت کا خدا ہی حافظ ہے؟"

قاضی خوف سے کانپنے لگا۔ اور سب کچھ سمجھ گیا۔ اور ڈرتے ڈرتے کہا "جہاں پناہ میں خیانت کے الزام سے بالکل پاک ہوں میں نے سلطان کے اعتماد کو کبھی مجروح نہیں کیا میرے مخالفین نے میرے خلاف کوئی بہت بڑی سازش کی ہے"

"سازش کیا تم نے اس تھیلی میں اشرفیوں کے بجائے تانبے کے سکے نہیں بھرے" سلطان نے اسے تھیلی دکھاتے ہوئے پوچھا۔

"جہاں پناہ میں اس تھیلی کو پہلی مرتبہ دیکھ رہا ہوں بھلا میں اتنا بڑا گناہ کر سکتا ہوں" قاضی نے جواب دیا۔

سلطان نے حلوہ تاجر اور رفوگر کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ انہیں دیکھ کر قاضی خوف سے کانپنے لگا۔ اور سلطان کے قدموں پر گر پڑا۔

محمود غزنوی نے حکم دیا کہ بیت المال کو گرفتار کر کے جیل میں

ڈال دو۔ اس نے انصاف اور دیانت کا خون کیا ہے۔ اور عہدۂ قضا کی بہت بڑی توہین کی ہے۔ پھر اسی وقت حکم دیا کہ تاجر کو دو ہزار کے بجائے پانچ ہزار اشرفیاں دی جائیں۔ اس نے ایک ایسے بگلا بھگت کو بے نقاب کیا ہے جس نے کہ مدت سے مجھے فریب میں مبتلا کر رکھا تھا۔“

قاضی مدتوں جیل خانہ میں پڑا رہا۔ یہاں تک کہ قید ہی کی حالت میں اس کی موت واقع ہو گئی۔ اور اس طرح محمود غزنوی نے انتہائی سوجھ بوجھ اور تدبیر سے کام لے کر انصاف کی ایک ایسی مثال قائم کی ہے جو ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہے گی۔

دین دنیا کے ناظرین سے گزارش

دین دنیا کے سب ہی قارئین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ دین دنیا اپنی نوعیت کا واحد اسلامی جریدہ ہے جو بڑی دیانتداری کے ساتھ ملتِ اسلامیہ کی خدمت کر رہا ہے اور ایسا تاریخی اور اسلامی سواد فراہم کر رہا ہے جو کسی جریدہ میں نہیں مل سکتا۔ مگر یہ سب تسلیم کرنے کے باوجود قارئین توسیع اشاعت میں حصہ نہیں لے رہے ہیں۔ اس کی جانب بھی توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

غیر مسلموں کے ساتھ شاہانِ ہند کے فیاضانہ سلوک غیر فانی داستان

مغل بادشاہوں کا سکولر دورِ حکومت

مغلیہ حکومت کی ایک ایسی مکمل تاریخ جس میں سینکڑوں عجیب و غریب تاریخی واقعات ہیں

اگر آپ ایک ایسی تاریخ پڑھنا چاہتے ہیں جو ناول سے زیادہ دلچسپ ہو اور جس میں مغل بادشاہوں کو بدنام کرنے والے متعصب مورخوں کو دندان شکن جواب بھی دیا گیا ہو تو

ہندوستان پر مغلیہ حکومت
(از مفتی شوکت علی فہمی)

کا مطالعہ کیجئے اس تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں سکولر حکومت کے بانی مغل حکمراں تھے اور مغل بادشاہوں کا دورِ حکومت موجودہ زمانے کی اکثر و بیشتر جمہوری حکومتوں سے بھی بہتر تھا۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ شہنشاہ بابر، ہمایوں، اکبر، جہانگیر، شاہجہاں، اورنگزیب، عالمگیر اور تمام دوسرے مغل بادشاہوں کا سلوک غیر مسلموں کے ساتھ کس قدر فیاضانہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مغلیہ دورِ حکومت کی نہایت دلچسپ اور نہایت ہی مکمل تاریخ ہے۔

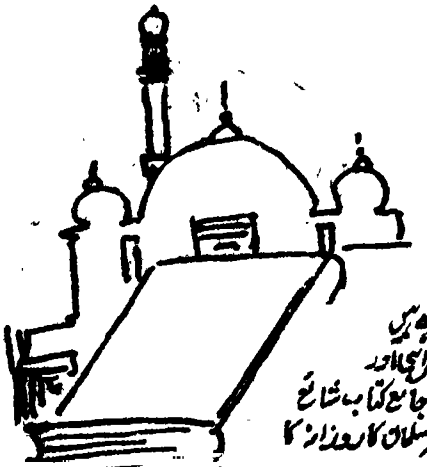
حیرت انگیز اور دلچسپ تاریخی واقعات کا نادر مجموعہ

اس تاریخ میں آپ کو ایسے دلچسپ اور عجیب و غریب واقعات ملیں گے جن کو پڑھ کر آپ حیران رہ جائیں گے۔ مثلاً شہنشاہ بابر ہندوستان کی بادشاہی سے خوش نہ تھا۔ بابر کو زہر دے دیا گیا۔ ہمایوں کو آرام طلبی کی بدولت سلطنت سے محروم ہونا پڑا تھا اکبر کو نئے سرے سے سارا ہندوستان فتح کرنا پڑا تھا۔ اکبر مسلمانوں کے مقابلہ میں ہندوؤں سے رشتہ داری رکھنا زیادہ پسند کرتا تھا۔ الحمد پہلے تو اپنے آپ کو دیوتا سمجھتا تھا پھر اس نے خدائی کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا تھا اکبر اسلام سے بالکل منحرف ہو گیا تھا اور سورج دیوتا کی پرستش کرنے لگا تھا۔ لیکن مرتے وقت اس نے توبہ کر لی تھی۔ جہانگیر نے ایک مرتبہ ملکہ نورجہاں کو قید کی سزا دی تھی، جہانگیر ایک فوجی سردار کے ہاتھوں قید ہو گیا تھا اور چھ مہینے قید میں رہا، شاہجہاں کو اپنی بیٹی جہاں آرا سے عشق تھا۔ اورنگزیب جسے ہندو کش کہا جاتا ہے۔ اس کی ایک بیوی ہندو تھی اور اس نے اپنے بیٹے کی شادی بھی ہندو راجکماری سے کی تھی۔ نیز اورنگ زیب نے بے شمار مندروں کی مرمت کرائی اور نئے مندروں کے لئے زمینیں دی تھیں۔ وہ مذہبی رواداری میں بے حد بلند تھا۔ غرضیکہ اس قسم کے سینکڑوں دلچسپ تاریخی واقعات آپ کو اس عجیب و غریب تاریخ میں ملیں گے کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ۔ قیمت۔ مجلد مع خوشنما دستی کور ۱۲/۰۰

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی ۶

ساٹھ نہایت مستند اسلامی کتابوں کی روح
ایک زبردست اور شاندار

اسلامی انسائیکلوپیڈیا



عربی تعلیم اور مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مسلمان دن بدن اسلام سے دور ہوتے جا رہے ہیں اور ناواقفیت کی بنا پر ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں جن کا کھلا ہوا شرک اور کفر ہوتا ہے مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی سے بچانے کے لئے ہم نے ہم نے حال ہی میں فقہ کی ساٹھ مستند کتابوں کی مدد سے ایک ایسی جامع کتاب شائع کی ہے جس میں دس ہزار سے زیادہ ایسے دینی اور دنیاوی معاملات پر بحث کی گئی ہے جن سے ہر مسلمان کا روزانہ کا واسطہ پڑتا رہتا ہے یہ مستند اور جامع کتاب حال ہی میں

فلاح دین دنیا (جدید اضافہ شدہ اڈیشن)

کے نام سے شائع کی گئی ہے اس جدید اڈیشن میں بہت سے نئے عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لئے کوئی ایسی دینی اور دنیاوی معلومات نہیں جو موجود نہ ہو اس کتاب میں اسلام کے فضائل اور عقائد کی تفصیل ہے اس میں عبادات اور اعمال و وظائف کا لاجواب ذخیرہ ہے۔ اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت کا درس موجود ہے۔ غرضکہ اس کتاب میں ایک مسلمان کی پیدائش سے لیکر موت تک کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اسلامی نقطہ نظر سے کھانے پینے اور رہائش کے اصول اور حفظان صحت تک کے اصول درج کر دیئے گئے ہیں۔ جس گھر میں یہ کتاب ہو گی اس گھر میں ایک زبردست عالم دین اور تجربہ کار دنیاوی مشیر ہر وقت موجود رہتا ہے۔ یہ کتاب نہیں ہے بلکہ ایک زبردست اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں پوری اسلامی لائبریری کے برابر مواد موجود ہے۔

اسمیں چودہ ابواب ہیں جن میں سے ہر باب اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔

باب اول: فضائل اسلام:۔ اسمیں اسلام کے فضائل اسلام کے دین فطرت ہونے کا ناقابل تردید ثبوت اور اسلام کے بارے میں غیر مسلم مشاہیر کے بلند و بالا خیالات

باب دوم: عقائد اہل سنت والجماعت:۔ اسمیں اسلامی عقائد کے بنیادی اصول اور یہ مضامین درج ہیں ذات و صفات الٰہی عرش و کرسی، لوح و قلم، فرشتے حضرت جبرئیل و میکائیل و اسرافیل، عزرائیل، نکیرین، کاتبین، علیین، قبر میں سوال نکیرین علامات قیامت ظہور امام مہدی، دجال اور حضرت عیسیٰ کا نزول، یاجوج ماجوج مغرب سے طلوع آفتاب قیامت صغریٰ، قیامت کبریٰ صور پھونکنے کا ذکر، میدان حشر حساب و کتاب، پلصراط، دوزخ جنت، رسول مقبول کی فضیلت آپ کی زندگی کے حالات، ازدواج مطہرات، خلفائے راشدین، اولیاء اللہ پیران طریقت موت و حیات وغیرہ

باب سوم: اسلامی عبادات:۔ اس میں عبادات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً وضو، غسل، تیمم، نماز پنجگانہ، نماز مسافر، نماز جمعہ نماز عیدین، نماز اشراق، نماز چاشت، جنازے کی نماز، اعتکاف، فضائل ماہ رمضان المبارک، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے مسائل درج ہیں۔

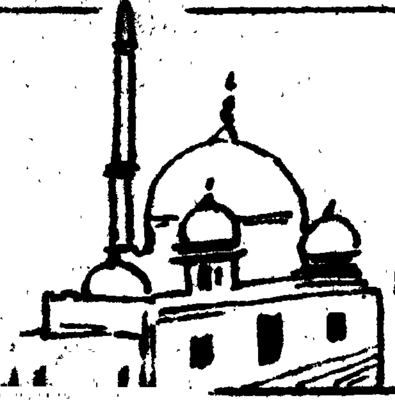
باب چہارم: اعمال و وظائف:۔ اس میں سال کے تین سو ساٹھ دن میں تاریخ وار پڑھنے کے لئے سو مستند اعمال و وظائف درج ہیں جو بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے معمول رہے ہیں۔ نیز بزرگان دین کی ولادت اور رحلت کی تاریخیں بھی درج کی گئی ہیں۔

باب پنجم: حرام و حلال جانوروں کا ذبح و شکار۔ اسمیں حلال و حرام جانور ذبح و شکار کے مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

باب ششم: اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق:۔ اس میں حقوق آنحضرت صلعم، حقوق صحابہ، حقوق اہلبیت، حقوق پیران طریقت والدین کے اور بیوی بچوں کے حقوق اعزہ و اقرباء کے حقوق، حقوق ملازم، غرضکہ ایک مسلمان پر جتنے حقوق عائد ہوتے ہیں وہ سب درج ہیں

دیگر ابواب: باقی ابواب میں علیحدہ علیحدہ باب میں اسلامی معاشرت پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً خورد و نوش اور لباس کے مسائل پیدائش عقیقہ شادی بیاہ نکاح و طلاق، تجہیز و تکفین، عدت، ماتم برسی وغیرہ کے بارے میں جملہ مسائل درج ہیں ایک علیحدہ باب میں میلاد شریف کا جواز اور حضور کی حالات کا مفصل بیان ہے جو مکمل میلاد نامے کا کام دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک علیحدہ باب میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور دیگر اولیائے کرام کی سوانح درج ہیں اور آخری باب میں ضروری دعائیں اور حفظان صحت کے اصول اتنا اہم بیان دیئے گئے ہیں غرضکہ اس کتاب میں وہ سب کچھ موجود ہے جو مسلم لائبریری میں ہو سکتا ہے۔ ضخامت تقریباً نو سو صفحات کاغذ سفید نہایت اعلیٰ کتابت چھپائی عمدہ خاص طور پر دین۔ منگانے کے بعد اگر کتاب ناپسند ہو تو واپس کر دیجئے قیمت مجلد سولہ روپے پچاس پیسے

دین دنیا بکڈپو جامع مسجد دہلی ۶



اسلام کی ایک جانباز بیٹی

دشمنان اسلام کے لشکر سے ٹکرانے والی خاتون

(از شوکت علی فہمی)

اسلام کی تاریخ دنیا کی تمام قوموں سے زیادہ شاندار ہے۔ یورپین مورخین کے نزدیک تو "اسلامی فتوحات" ایک معجزہ کی حیثیت رکھتی ہیں لیکن ان فتوحات کا امتیازی پہلو یہ ہے کہ انہیں مرد جانبازوں کے دوش بدوش خواتین کی ایک بڑی تعداد بھی دکھائی دیتی ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں اسلام کی ایک جانباز بیٹی "حضرت ام ورقہ رض" کے کچھ حالات پیش کر رہے ہیں جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے "خلافت اسلامیہ" کی تعمیر میں عورتوں کا کتنا بڑا ہاتھ تھا۔

حضرت ام ورقہ رض انصار کے قبیلہ سلیم کی وہ خوش نصیب خاتون ہیں جنھوں نے کہ متعدد معرکوں میں بے دریغ مقبول صحابہ کے ساتھ حصہ لیا ہے۔ یہ اسلام اور رسول اکرم کی سچی عاشق تھیں اور اس بات کی متمنی تھیں کہ عین جہاد کی حالت میں رسول مقبول صلعم کے قدموں میں ان کی زندگی کا خاتمہ ہو۔ اسی لئے جب بھی کوئی معرکہ گرم ہوتا تھا۔ یہ مجاہدین کی خدمت کے بجائے اس میں شامل ہو جاتی تھیں۔

فن سپہ گری ان کے خاندان کا آبائی پیشہ تھا۔ ان کے والد عبداللہ الغفار عرب کے بہت بڑے سردار تھے۔ اور انھوں نے ام ورقہ کی بیٹوں کی طرح تربیت کی تھی۔ ام ورقہ کو شہسواری میں کمال حاصل تھا۔ شمشیر زنی میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں اور تیر اندازی میں بھی انہیں خاص امتیاز حاصل تھا۔

انھوں نے عالم جوانی میں اسلام قبول کیا تھا اور اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کر دی تھی۔ رسول مقبول صلعم جس معرکہ میں بھی شریک ہوتے تھے آنحضرت کے ہمراہ سائے کی طرح لگی رہتی تھیں اور حضور کی حفاظت کیلئے ہمیشہ سینہ سپر دکھائی دیتی تھیں۔

جنگ بدر اور جنگ احد میں حضرت ام ورقہ نے نمایاں حصہ لیا ہے چنانچہ رزمگاہ احد میں جب رسول مقبول دشمنوں میں گھر گئے تھے تو جہاں دوسرے جاں نثاروں نے حضور اکرم کو بچانے میں جان کی بازی لگا دی تھی وہاں ام ورقہ بھی تنہا دس مشرکوں پر تیر برسا رہی تھیں۔ اور اس وقت تک تیر اندازی کرتی رہیں جب تک کہ حضور اکرم کی ذات گرامی خطرہ سے باہر نہیں ہو گئی۔ اس معرکہ میں حضرت ام ورقہ رض زخمی بھی ہو گئی تھیں۔

یوں تو حضرت ام ورقہ رض برابر طلوع اسلام کے بعد سے تقریباً ہر معرکہ میں حصہ لیتی رہی تھیں لیکن ان کی اعلیٰ جنگی استعداد اور فن سپہ گری کے کمال کا اندازہ ۱۴ ہجری میں نمارق کے میدان کارزار میں ہوا جبکہ ایرانیوں نے چاروں طرف سے حملہ کر کے مسلمانوں کو گھیر لیا تھا اور اسلامی فوج میں ابتری سی پھیل گئی تھی۔ اور یہ سمجھا جانے لگا تھا کہ اس معرکہ میں مسلمانوں کو بری طرح سے شکست کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

اس وقت ام ورقہ رض میدان کارزار سے تقریباً ڈیڑھ دو میل دور ان خیموں میں تھیں جہاں زخمیوں کی دیکھ بھال اور سپاہیوں کے کھانے پینے کا انتظام کیا جا رہا تھا۔ حضرت ام ورقہ

تو جب معلوم ہوا کہ اسلامی فوج دشمنوں میں گھر گئی ہے اور فوری طور پر مزید فوج کا کوئی انتظام نہیں ہو سکتا تو انھوں نے فوراً پچاس ساٹھ ایسے سپاہیوں کو جمع کیا جو تیر اندازی سے بخوبی واقف تھے۔ ان سپاہیوں کو تین ٹکڑیوں میں تقسیم کر کے تین جانب سے اس ایرانی لشکر پر تیر برسانے شروع کر دئے جو مسلمانوں کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے تھا۔

پس دشمن کے لشکر پر پیچھے کی جانب سے تیر برسنے شروع ہوئے اور دشمن کے سپاہی تیروں سے زخمی ہو ہو کر گرنے لگے تو دشمن کو یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کی مدد کے لئے تازہ کمک آگئی ہے اور اس طرح دشمن کے لشکر میں گھبراہٹ پیدا ہوئی ادھر گھرے ہوئے مسلمانوں نے جب یہ محسوس کیا کہ دشمن کے لشکر میں انتشار پیدا ہو گیا ہے تو انھوں نے اور بھی پامردی سے مقابلہ شروع کیا اور اس طرح مسلمانوں کو حضرت امّ ورقہ کی بدولت نہ صرف سنبھلنے کا موقعہ مل گیا بلکہ انھوں نے بڑھ بڑھ کر دشمنوں پر حملے شروع کر دیئے ادھر حضرت امّ ورقہ بھی اپنی ٹکڑی کو لئے ہوئے دشمنوں کے سروں پر ٹوٹ پڑیں اور انھوں نے اس نازک موقعہ پر ایسی جانبازی کا مظاہرہ کیا جو شاید مردوں میں بھی مفقود تھا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن کے قدم اکھڑ گئے اور اس طرح محض حضرت امّ ورقہ کی موقعہ شناسی اور حوصلہ مندی نے ہارا ہوا میدان جیت لیا۔ اس معرکہ کی انتہائی خصوصیت یہ ہے کہ ایرانی فوج کا سپہ سالار ہرمز حضرت امّ ورقہ رضی کی شمشیر خارا شگاف کا مقابلہ نہ کر سکا اور مارا گیا تھا۔

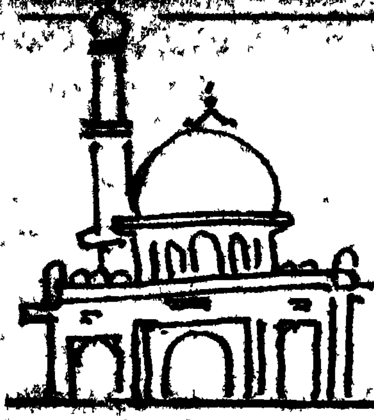
قادسیہ کے اس تاریخی معرکہ کے بعد ۱۴ھ ہجری میں جبکہ رومیوں کے مقابلہ میں طبریہ کا معرکہ پیش آیا تو حضرت امّ ورقہ [illegible] کو ایک اسلامی دستہ کی سرداری کے فرائض انجام دینے پڑے تھیں۔ حضرت امّ ورقہ کو اس بات کی خوشی تھی کہ وہ میدان کارزار میں شہید ہوں اور ان کے [illegible] میں غیر معمولی ہمت اور جرأت پیدا کر دی تھی۔ حضرت امّ ورقہ کے علاوہ اور بھی کئی مسلم سردار اپنے دستوں کی رہنمائی کر رہے تھے۔ لیکن امّ ورقہ بہت زیادہ [illegible]

تھیں۔ وہ جدھر بھی جاتی تھیں دشمن کی صفوں کو الٹ کر رکھ دیتی تھیں۔

طبریہ کا یہ معرکہ تقریباً تین روز تک گرم رہا۔ رومی بھی بڑی تیاریوں کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ پر آئے تھے۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ انھوں نے بڑی ہمت اور جرأت کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کیا تھا۔ لیکن اس پورے معرکہ میں حضرت امّ ورقہ نے جیسی سرفروشی اور جانبازی کا نمونہ پیش کیا ہے وہ ہمیشہ تاریخ میں بطور یادگار قائم رہے گا۔ حضرت ام ورقہ اور ان کا دستہ دوسرے تمام دستوں سے آگے تھا اور انکے پے در پے حملوں نے رومیوں کے پورے لشکر میں ہلچل پیدا کر دی تھی۔ آخر اس معرکہ میں بھی مسلمانوں کو شاندار فتح حاصل ہوئی اور رومی اپنے ہزاروں سپاہی کٹوانے کے بعد میدان کارزار سے فرار ہونے پر مجبور ہو گئے۔ حضرت امّ ورقہ اس معرکہ میں اس بری طرح سے زخمی ہوئی تھیں کہ وہ تقریباً ایک سال تک کسی جنگ میں حصہ نہ لے سکیں

اس کے بعد ۱۵ھ ہجری میں حضرت ام ورقہ رضی نے جالنثہ کے معرکہ میں بھی نمایاں حصہ لیا تھا۔ وہ ایک بہادر جرنیل کی طرح مردانہ لباس میں گھوڑے پر سوار ہو کر لڑنے کی عادی تھیں۔ اور خدا نے ان کو ایسی چابکدستی اور ہمت عطا کی تھی کہ وہ جدھر بھی جاتی تھیں ایک تہلکہ برپا کر دیتی تھیں۔ میدان کارزار میں اپنی ہی صفوں میں کھڑے ہو کر لڑنا تو آسان ہے لیکن دشمنوں کی صف میں گھس کر دشمن پر حملہ کرنا موت کو دعوت دینے کے ہم معنی ہے لیکن امّ ورقہ کا طریق جنگ ہی یہ تھا کہ وہ اپنے فوجی دستہ کا ایک حلقہ بنا کر دشمن کی صفوں میں گھس جاتی تھیں اور ایسی جانبازی سے لڑتی تھیں کہ دشمن کے پورے لشکر میں انتشار پیدا ہو جاتا تھا۔ چنانچہ جالنثہ کے معرکہ میں بھی انھوں نے یہی طریق جنگ اختیار کیا تھا۔ اور انہیں شاندار فتح حاصل ہوئی تھی۔

حضرت ام ورقہ خود بھی ایک بہادر سپاہی تھیں۔ ان میں وہ تمام صفات موجود تھیں جو ایک بہادر سپاہی میں ہو سکتی ہیں۔ اسلام کے ساتھ [illegible] کی ہمت اور جرأت کو [illegible]



مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا ہونا ہوگا

اُس دن سے ڈرو جس روز تم سے جواب طلب کیا جائے گا

(دین دنیا کے مفکر کے قلم سے)

اس بات کو نہ بھولو کہ ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے۔ جب تمہیں مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا ہونا ہوگا۔ اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہوگا چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے "ازالۃ الخفاء" میں حضرت فاروق اعظم رض کا ایک قول محاسبہ نفس کے بارے میں نقل کیا ہے جو یہ ہے۔

"اس سے پہلے کہ قیامت میں تمہارا حساب کیا جائے تمہیں چاہئے کہ تم خود ہی اپنے نفس سے محاسبہ کر لو اور اس سے پہلے کہ میزان حشر میں تمہارے اعمال تولے جائیں ضرورت ہے کہ یہاں دنیا ہی میں تم خود اپنے اعمال کو تول لو اور اللہ کے سامنے بڑی پیشی کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لو اور اس بات کو نہ بھولو کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے تو تمہاری کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہے گی"

خود حضرت فاروق اعظم کا بھی معمول تھا کہ وہ رات کے وقت اپنے تمام اعمال کا جائزہ لیتے تھے اور گھنٹوں بارگاہ الٰہی میں عتاب کے خوف سے سجدے میں پڑے رہتے تھے۔

اور حضرت ابو بکر صدیق کی کیفیت تو یہ تھی کہ وہ رات کے وقت اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے کے لیے اس قدر روتے تھے کہ بعض اوقات غشی طاری ہو جاتی تھی یہی حضرت عثمان غنی کی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کیفیت تھی یہ بزرگ ہر وقت خوف الٰہی سے لرزاں و ترساں رہتے تھے۔

بعض صحیح حدیثوں سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ عہد رسالت میں [illegible] کوتاہیوں کا کفارہ بطور خود ادا کیا گیا ہے۔

یہ کفارہ مالی بھی ہوتا تھا۔ اور بدنی بھی۔ مالی کفارہ کے معنی یہ ہیں کہ اپنا مال خیرات کر کے کوتاہیوں کی تلافی کی جائے اور بدنی کفارہ کے معنی یہ ہیں کہ تنبیہ کے لئے خود اپنے بدن ہی کو کوئی سزا دی جائے جو حدود شرع کے اندر ہو مثلاً مسلسل روزے رکھنا یا بطور تلافی کوئی مزید بدنی عبادت و طاعت اپنے اوپر لازم کر لینا چنانچہ صحابہ کرام اور دوسرے بزرگوں کی سوانح حیات میں اس طرح کے کفاروں کا ذکر ملتا ہے۔

ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ جن محبوب دنیاوی اشیا اور چیزوں نے ہمارے بزرگوں کی توجہ کو اللہ کی جانب سے ہٹایا ہے انھوں نے ایک سرے ہی سے انہیں ختم کر دیا ہے۔ مثلاً ایک دن حضرت ابو طلحہ رض اپنے ایک باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ کی نظر ایک پرندہ پر پڑی کہ وہ باغ میں اڑتا پھر رہا ہے۔ لیکن اسے باغ سے باہر نکلنے کی جگہ نہیں مل رہی ہے کیونکہ یہ باغ اس قدر گنجان تھا کہ پیڑوں کی شاخیں ایک دوسرے سے پیوست ہو گئی تھیں حضرت ابو طلحہ کو اس پرندے کا اس طرح اڑتے پھرنا بہت اچھا لگا اور وہ تھوڑی دیر تک پرندے کو ادھر ادھر پرواز کرتے دیکھتے رہے۔ مگر پھر جب وہ اپنی نماز کی جانب متوجہ ہوئے تو یہ بھول چکے تھے کہ انھوں نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ اب انہیں احساس ہوا کہ وہ اپنے باغ کی دلفریبی کی وجہ سے ایک فتنے میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ نماز سے فارغ ہو کر وہ فوراً نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ کہہ سنایا اور عرض کیا یا رسول اللہ اس باغ نے مجھے نماز سے غافل کر دیا تھا۔ لہٰذا یہ باغ میں اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں

آپ جہاں بھی چاہیں اس کو آسانی سے صرف کر دیں۔

بالکل اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ سیرت و سوانح کی کتب میں درج ہے۔ مدینہ کی وادیوں میں سے ایک وادی "وادی قف" ہے۔ اس میں قبیلہ انصار کے ایک شخص کا کھجور کا باغ تھا۔ کھجور کے درختوں میں پھل آنے کا زمانہ تھا۔ ایک دن اس باغ کا مالک باغ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی نظر کھجور کے درختوں پر پڑی۔ درخت خوشوں سے لدے ہوئے تھے۔ اور ایسا نظر آ رہا تھا کہ ان درختوں کو پھلوں کا زیور پہنا دیا گیا ہے۔ اس منظر سے باغ کے مالک کا دل بہت خوش ہوا۔ اب جب وہ نماز کی طرف متوجہ ہوا تو رکعتیں بھول چکا تھا۔ اس نے دل میں کہا کہ میرے اس باغ نے مجھے فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس کی وجہ سے میری نماز میں فرق آنے لگا ہے لہٰذا وہ حضرت عثمان غنی کے پاس گیا۔ جو اس زمانہ میں خلیفہ تھے۔ انہیں پورا واقعہ سنا کر عرض کیا کہ میں اس باغ کو صدقہ کرتا ہوں۔ آپ اسے فروخت کر کے اس کی رقم کو نیک کاموں میں صرف فرمائیں۔ خود حضرت عثمان غنی نے اس باغ کو پچاس ہزار میں خرید لیا تھا۔

ایک اور مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عمر فاروق نماز باجماعت کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ عصر کی جماعت فوت ہو گئی تو آپ کو بہت افسوس ہوا اور اس کے کفارہ میں آپ نے اپنی ایک بہت قیمتی زمین کفارہ میں صدقہ کر دی اور پھر بھی یہ اندیشہ لاحق رہا کہ کہیں عاقبت میں اس کوتاہی کا جواب نہ طلب کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر بھی عاقبت کی بازپرس کے خیال سے بڑی پابندی کے ساتھ نماز باجماعت ادا فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ نماز عشاء جماعت سے نہ پڑھ سکے تو عاقبت کے خوف سے رات بھر عبادت میں مصروف رہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ نماز مغرب کی ادائیگی میں تاخیر ہو گئی تو اس کے کفارے میں دو غلام آزاد کیے۔

[illegible] کہتے ہیں کہ [illegible] مرتبہ ہم جہاد میں شامل تھے [illegible] دشمن کی فوج سامنے آئی تو مقابلہ کا اعلان کیا گیا

ایک شخص مجاہدین میں سے آگے بڑھا اور با آواز بلند کہا کہ میں نے پچھلے غزوہ میں کوتاہی کی تھی آج مجھے اس کا کفارہ ادا کرنا ہے؟ یہاں تک کہ اس نے لڑتے لڑتے اپنی جان قربان کر دی اور شہید ہو گیا۔

حضرت تمیم داری کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بار ان کی تہجد کی نماز قضا ہو گئی تو وہ سال بھر تک زیادہ [illegible] نماز ادا کرتے رہے۔

صحابہ کرام اپنی زبان سے کبھی کسی شخص کو کوئی سخت بات نہیں کہتے تھے۔ اور اگر غلطی سے ایسا ہو جاتا تھا تو نہ صرف اس سے معافی طلب کرتے تھے بلکہ اس کا کفارہ [illegible] اور صدقہ دے کر ادا کرتے تھے۔

ان کا خیال تھا کہ اگر ہم دنیا میں کسی شخص کی دل آزاری کریں گے یا ہماری ذات سے کسی کے ساتھ ناانصافی ہو گی تو اسے خدا بھی معاف نہیں کرے گا ہمیں قیامت کے روز اس کے روبرو نادم ہونا پڑے گا۔ اور اپنی نیکیاں اسے دینی پڑیں گی

اسی طرح لین دین کے معاملات میں بھی صحابہ کرام اس بات کا پورا خیال رکھتے تھے کہ ان کے ذمہ کسی کا ایک پیسہ بھی باقی نہ رہے کیونکہ اگر ایسا ہو گیا تو ہمیں روز قیامت اپنی نیکیوں سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

مختصر یہ کہ صحابہ کرام اور قرون اولیٰ کے مسلمان عاقبت کے خوف سے ہمیشہ خوفزدہ رہتے تھے۔ وہ دنیا کے معاملات کو دنیا ہی میں نمٹا دینا چاہتے تھے۔ اپنا کوئی معاملہ بھی عاقبت پر اٹھا کر نہیں رکھتے تھے۔ اور اس بات سے خوفزدہ رہتے تھے۔ کہ کہیں عاقبت میں انہیں اللہ کے روبرو مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے ہونے کی ذلت نہ برداشت کرنی پڑے

لیکن آج حالت یہ ہے کہ ہم عاقبت کو بھولے ہوئے ہیں۔ ہمیں اس بات کا خیال اور تصور تک نہیں کہ عاقبت میں ہمارے ساتھ کیا ذلت آمیز سلوک ہونے والا ہے اور اگر اس بات کا خیال ہو تو ہمیں اور ہر مسلمان کو روزانہ رات کے وقت اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے تاکہ عاقبت میں ہمیں ذلیل نہ ہونا پڑے۔



شہزادے کی محبوبہ

خلجی دورِ حکومت سے متعلق ایک دردناک کہانی

(از محترمہ الف واؤ صاحبہ)

تاریخ بتاتی ہے کہ جب بھی کسی ملک میں حکومت کا انقلاب ہوا ہے تو یہ اپنے ساتھ تباہیاں لے کر آیا ہے چنانچہ ذیل کے افسانہ خلجی دورِ حکومت کے اُس انقلاب سے متعلق ہے جب علاؤ الدین خلجی نے اپنے چچا جلال الدین خلجی کو قتل کرکے دہلی کے تخت پر قبضہ جما لیا تھا۔

...خوبصورت مینا کا دل آج صبح ہی سے کسی نامعلوم اضطراب سے بے چین تھا۔ وہ بڑی بے چینی کے ساتھ شوہر کا انتظار...

...شہزادہ جب محل میں داخل ہوا تو اُس کے چہرہ پر ہوائیاں... اُس نے محل میں قدم رکھتے ہی آواز دی "مینا"
...اپنے شوہر کی حالت دیکھی اور گھبرا کر کہا:۔
"...تو ہے کیا ہوا؟"
"...کیا؟ علاؤ الدین نے میرے باپ کو دھوکے سے قتل...

...مگر - بابا کا خون ہو گیا اور علاؤ الدین کے ہاتھوں؟
...نے اپنے بچوں کی طرح پالا تھا"
"ہاں مینا"
"اب کیا ہوگا؟"
"...ہوگا؟ میرے ظالم چچیرے بھائی علاؤ الدین نے میری ...کا حکم دے دیا ہے اب وہ کوئی دم میں تخت پر قبضہ ...کرنے آنے والا ہے"
"...پوچھتی ہوں کہ اب تم کیا کرو گے؟"
"...ہوگا؟ وہ میرا سر قلم کرنے والی تلوار کسی جلاد کے ...پر رہی ہے۔ علاؤ الدین کا ظلم مشہور ہے وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا"

"جب تمہیں جان دینا ہے تو مردوں کی طرح جان دو علاؤ الدین سے اپنے بے گناہ باپ کے خون کا انتقام لو"

"مینا! میں کس طرح انتقام لوں؟ رعایا اپنے شفیق سلطان جلال الدین خلجی کو بھول گئی۔ فوج علاؤ الدین کا دم بھر رہی ہے۔ ملک اب علاؤ الدین کا ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں"

"تم کیوں نہیں کر سکتے؟ دنیا سے انصاف ابھی نہیں اٹھ گیا۔ تم تاج و تخت کے مستحق ہو۔ بابا کے کچھ جان نثار تمہارا ساتھ ضرور دیں گے"

"ایسی حالت میں جبکہ کامیابی کی کوئی اُمید نہیں اپنے مٹھی بھر رفیقوں کے سر کٹانے سے کیا فائدہ؟"

مینا دیوی کا نے راجپوتی آن سے اپنے پریشان حال شوہر کی طرف دیکھ کر کہا "تو یہ کہو کہ تم مرنے سے ڈرتے ہو"

آتاث سلطان نے قبضۂ شمشیر پر ہاتھ ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ "مینا! میں موت سے نہیں ڈرتا۔ موت تو میرے سر پر منڈلا رہی ہے"

"علاؤ الدین کے ظلم سے ڈرتے ہو؟"

"نہیں"

"پھر کس سے ڈرتے ہو؟"

"مینا! میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ تم سے کیا کہوں؟"

"تم کوئی بہانے تراش رہے ہو۔"

"نہیں مینا! میں بہانے نہیں تراش رہا۔ بات یہ ہے کہ میں ہر کام کے انجام پر غور کرتا ہوں۔ میں علاؤالدین سے اپنے بے گناہ باپ کے خون کا انتقام ضرور لیتا۔ لیکن ایسی حالت میں جب کہ مجھے کامیابی کی ذرا بھی امید نہیں اور ساری فوج میرے غدار چچیرے بھائی کے قبضے میں ہے تو میں اپنے باقی ماندہ جانثاروں کا خون بہانا نہیں چاہتا۔ جب مقدر میں ناکامی اور موت لکھی ہے تو میں تنہا اپنی جان دوں گا۔ اپنی آگ میں دوسروں کو جھونکنا نہیں چاہتا۔"

مینادیوی کچھ دیر تک سوچتی رہی۔ اُس کے بعد بولی "اچھا تم علاؤالدین کے خلاف بغاوت نہ کرو۔ محل سے چلے جاؤ۔ اور موقعہ پاکر اپنا خنجر اس کے سینہ میں پیوست کر دو اگر تم اپنے دوستوں کا خون بہانے کی بجائے موت کو تنہا ڈھونڈنا چاہتے ہو تو علاؤالدین کو موت کے گھاٹ اتار کر جان دو۔"

مینادیوی اپنے شوہر سے ابھی یہ باتیں کر ہی رہی تھی کہ شہر میں شور و غل بلند ہوا۔ معلوم ہوا کہ علاؤالدین خلجی دہلی میں داخل ہو گیا ہے۔ اور اس کے سپاہی شہزادہ آقات سلطان کو گرفتار کرنے کے لئے محل کی طرف چلے آ رہے ہیں۔

مینا نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا "میرے آقا! خدا حافظ تم فوراً چلے جاؤ۔ اگر تم گرفتار کر لئے گئے تو علاؤالدین سے انتقام لینے کی کوئی صورت باقی نہ رہے گی۔"

شہزادے نے پوچھا "اور تم؟ کیا میرے ساتھ نہیں چلو گی؟"

"نہیں۔ مجھے ساتھ لے چلنے میں تمہاری دشواریاں اور بڑھ جائیں گی۔"

"بے رحم علاؤالدین تمہیں ستائے گا۔"

"مجھے اس کی ذرہ برابر پرواہ نہیں۔ مجھے اپنی جان سے زیادہ بابا جلال الدین کا انتقام پیارا ہے۔ میں اگر تمہارے ساتھ گئی تو علاؤالدین کے سپاہی آسانی تمہیں گرفتار کر لیں گے۔ اور تم بابا کے خون کا بدلہ نہیں لے سکو گے۔"

دہلی کے تخت پہ بٹھانے گئے۔ بادشاہ بیٹھے اور چلے گئے۔ دہلی کتنی مرتبہ اجڑی اور بسی لیکن لوگوں کو ان باتوں کی زیادہ فکر نہ تھی جو بادشاہ چلا گیا اسے بھول گئے۔

علاؤالدین خلجی اپنے محسن چچا کو قتل کرکے اطمینان سے دہلی پر حکومت کر رہا تھا۔ اگر اسے کوئی فکر تھی تو صرف یہ کہ اپنی آنکھوں سے اپنے بے گناہ چچیرے بھائی کا سر بھی خاک و خون میں تڑپتا دیکھے اُسے اندیشہ تھا کہ اگر جلال الدین خلجی کا فرزند زندہ رہ گیا۔ تو کبھی نہ کبھی وقت اُس کے خلاف بغاوت ضرور بلند کرے گا۔

رات کا وقت تھا علائی الدین خلجی اپنی خوابگاہ میں داخل ہوا خوبصورت بینا دیوی کی تصویر اُس کی نگاہوں میں پھر رہی تھی۔ بینا دیوی اب نہ بادشاہ کی بہو تھی۔ اور نہ ولی عہد سلطنت کی بیوی۔ اُس کی حیثیت نئے تاجدار کے محل میں ایک معمولی کنیز سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن اُس کا حسن علاؤالدین خلجی کے دل پر حکومت کر رہا تھا۔ اور علاؤالدین اُس کی محبت حاصل کرنے کے لیے سلطنت قربان کر دینے پر تیار رہتا۔

علاؤالدین نے مینا کو اشارے سے بلایا۔ مینا جانتی تھی کہ علاؤالدین کیا کہے گا۔ لیکن دل پر پتھر رکھ کر آگے بڑھی

علائی الدین نے کہا" مینا"

اُس نے سر جھکا کر جواب دیا" فرمایئے"

"تم نہیں مانو گی"

"کیا"

"جان بوجھ کر نا سمجھ بنتی ہو"

"مگر یہ آپ کو معلوم ہے کہ میں آپ کے چچیرے بھائی کے نکاح میں ہوں"

"ہاں میں جانتا ہوں کہ تم نمک حرام آقات کے نکاح میں تھیں"

مینا نے حیرت سے سوال کیا" تھی یا اب بھی ہوں؟"

"تھیں۔ مگر اب نہیں ہو۔ آقات ہے کہاں؟"

"وہ ہے کہاں" کہیں روپوش ہوں گے آپ ہی نے تو ان کے قتل کا حکم دیا تھا"

"مینا! تمہارا خیال غلط ہے۔ مجھے اپنے چچا سے تو رنج تھا۔ لیکن اپنے چچیرے بھائی سے محبت تھی۔ وہ بے وقوف ڈر کے مارے کہیں بھاگ گیا۔ ورنہ میں تو اُس سے کچھ نہ کہتا مگر اس کے سر پر تو قضا منڈلا رہی تھی"

"قضا منڈلا رہی تھی، آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا آپ انہیں واپس نہیں بلا سکتے؟ اگر آپ کو ان سے در اصل محبت ہے تو کیا آپ اُن کے ساتھ انصاف کا برتاؤ نہیں کر سکتے؟"

"مینا! میں آقات کو واپس بھی بلا سکتا تھا۔ اور اس کے ساتھ انصاف بھی کر سکتا تھا۔ تمہیں کیا خبر؟ کہ میں چچا کو قتل کرکے اس کا تخت و تاج تمہارے شوہر ہی کو سونپنا چاہتا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ میں مجبور ہوں"

"آخر معلوم تو ہو کیا مجبوری حائل ہے؟"

"تمہارا شوہر اس دنیا میں نہیں ہے"

"یا خدا! میرے کان کیا سن رہے ہیں؟ کیا میرا سہاگ درحقیقت اجڑ گیا؟"

"ہاں مینا، مجھے اطلاع ملی ہے کہ گجرات کے ایک راجپوت نے اُسے قتل کر ڈالا"

مینا دیوی کے دل پر بجلی گر پڑی۔ دنیا نظروں میں تاریک تھی چاہتی تھی کہ چیخیں مار کر روئے مگر ذرا دیر کے بعد اس نے اپنا تمتمایا ہوا سرخ چہرہ اوپر اُٹھا کر علاؤالدین کو قہر آلود نگاہوں سے دیکھا اور بولی" میں اس خبر پر یقین نہیں کر سکتی"

علائی الدین نے حیرت سے پوچھا" کیوں"؟

"وہ بات یہ ہے کہ میرے شوہر نے مجھے زبان دی تھی کہ میں تنہا نہیں مروں گا"

"وہ کیا موت تمہارے بدنصیب شوہر کے ہاتھ میں تھی جس مقام پر پیغام اجل پہنچا وہ مارا گیا۔ اب تو اس بے چارے کی لاش بھی گل گئی ہو گی"

"اچھا اگر وہ مارے ہی گئے، تو میں ایک شوہر پرست بیوی کی حیثیت سے اپنی جان دے دوں گی"

"مینا یہ شوہر پرستی قائم نہیں رہ سکتی"

"قائم رہے گی اور ضرور قائم رہے گی"

"تو دیوانی ہوئی ہے۔ مرنے کے غم میں زندگی سے کیوں دشمنی کر رہی ہے۔ کیا اب میرے ساتھ شادی کر کے ہندوستان کی ملکہ کیوں نہیں بنتی؟ کیا تو نہیں جانتی کہ ہندوستان کا تاج و تخت تیرے قدموں پر نثار ہونے کے لئے تیار ہے۔"

"لیکن ہندوستان کے بادشاہ کو کیا اتنا معلوم نہیں کہ شریف عورت ایک شوہر کا منہ دیکھنے کے بعد دوسرے شوہر کا منہ نہیں دیکھتی۔ کیا میں ہندوستان کے اس تاج و تخت کے لئے جو ایک دن چھٹ جائے گا اپنے دامن پر نہ مٹنے والا داغ لگا لوں۔"

علاؤ الدین خلجی جھلا کر بولا "تو جانتی ہے کہ اس وقت تو کس سے گفتگو کر رہی ہے؟"

"ہاں علاؤ الدین خلجی سے۔ جس نے اپنے محسن چچا کو دغا اور فریب سے موت کے گھاٹ اتارا اور میرے بے گناہ شوہر کو قتل کر کے میرا سہاگ اجاڑا۔"

بادشاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ قبضۂ شمشیر پر ہاتھ ڈالا کر بولا "میں تجھے پانچ منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ خوب سوچ کر جواب دے ورنہ تیرا سر ابھی خاک و خون میں تڑپتا نظر آئے گا۔"

مینا نے مسکرا کر جواب دیا "آپ مجھے پانچ منٹ کی مہلت کیوں دیتے ہیں؟ میں تو اسی وقت مرنے کے لئے تیار ہوں۔"

یہ کہہ کر مینا دیوی نے گردن جھکا دی۔ بادشاہ نے بھی غصہ میں تلوار کھینچی۔ مگر قبل اس کے کہ اس کا ہاتھ بلند ہو۔ اس کے منہ سے چیخ نکلی۔ مینا نے دیکھا سامنے اس کا شوہر اقبال سلطان کھڑا مسکرا رہا ہے۔ اور اس کا خنجر بادشاہ کی پیٹھ میں پیوست ہے۔

ذرا دیر میں شاہی ملازموں نے دونوں کو گرفتار کر لیا۔ عرصہ دراز کے بعد مینا اور شہزادے کو یکجائی نصیب ہوئی۔ مگر قید خانہ کی خوفناک کوٹھری میں۔

علاؤ الدین خلجی کے زخم تو گہرا آیا تھا مگر چند روز میں صحت یاب ہو گیا۔ اب شاہی دربار میں دونوں کی پیشی تھی۔ دونوں کے سروں پر موت منڈلا رہی تھی مگر انہیں پرواہ نہ تھی۔ دونوں کے چہروں پر تبسم تھا اور ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔

شہزادہ نے کہا "مینا"

اس نے مسکرا کر جواب دیا "میرے مالک"

"آج ہم سے ملاقات بھی ہوئی تو کس حال میں؟"

"اس کی فکر کیا ہے؟ دنیا میں انقلاب ہوتے ہی رہتے ہیں۔ میں خوش ہوں کہ مرنے کے وقت تمہارے درشن ہو گئے۔"

"لیکن مینا! مجھے تو صدمہ ہے۔"

"صدمہ کس بات کا؟"

"تم محض میری وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہوئیں۔"

"تمہاری وجہ سے کیوں مبتلا ہوئی؟"

"اگر تم اس ظالم کے سامنے سر جھکا دیتیں تو آج تم قید خانہ میں موت کی تیاری نہ کرتیں بلکہ ہندوستان کا تخت تمہارے قدموں پر قربان ہوتا۔"

"اچھا تو کیا میں ملکہ بیگم بننے کے لئے اپنی عزت قربان کر دیتی؟ اگر میری قسمت میں ہندوستان کا تخت ہوتا تو بابا اس بے کسی کے ساتھ اس ظالم کے ہاتھوں کیوں قتل کئے جاتے؟ اور ان کا تاج غیروں کے سر پر کیوں ہوتا؟ خدا کے لئے تم مجھ سے یہ باتیں نہ کرو۔"

"اچھا تمہیں یاد ہے کہ ہم دونوں نے ایک ساتھ مرنے کا وعدہ کیا تھا۔"

"ہمارا عہد پورا ہو رہا ہے۔"

"ہاں یہی تو مجھے سب سے بڑی خوشی ہے۔"

"فراق کی مصیبت کٹ گئی۔"

"کل قید خانہ کی مصیبت بھی کٹ جائے گی۔"

"پھر ہم تم ظالموں کی گرفت سے آزاد ہو جائیں گے۔"

"ہاں پیارے! اور پھر ہماری روحیں ایک دوسرے سے بغلگیر ہو کر مسکراتی ہوئی عالم جاودانی کی راہ لیں گی۔"

اسلام کی ایک جانباز بیٹی

زیادہ مضمون ... سے

اندازہ فرمائیے کہ جس قوم میں حضرت ام ورقہ جیسی مجاہدہ بیٹیاں اور مائیں موجود ہوں وہ قوم دنیا میں کیا کچھ نہیں کر سکتی۔



عورتوں کے لئے

شوہروں کی چند روزہ محبت
"انکی گرمجوشی میں کیوں کمی آجاتی ہے؟"

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

یوں تو ازدواجی زندگی کے مسائل کے بارے میں میرے پاس بے شمار خطوط آتے رہتے ہیں لیکن ان خطوط میں بعض خط ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں عجیب کام کی باتیں پائی جاتی ہیں چنانچہ مجھے حال ہی میں ایک بہن کا خط ملا ہے جس میں وہ لکھتی ہیں۔

"یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ شادی کے شروع دنوں میں تو عام طور پر شوہر جس گرمجوشی اور محبت کا اظہار کرتے ہیں وہ گرمجوشی صرف چند روزہ کیوں ثابت ہوتی ہے میرے سامنے ایسے درجنوں واقعات ہیں کہ شروع میں تو میاں بیوی کا میل ملاپ عشق کے درجہ پر پہنچا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن چند روز بعد ہی دونوں کچھ الگ الگ اور پژمردہ سے دکھائی دینے لگے آخر یہ کیا بات ہے آپ ماہر نفسیات ہیں اس تبدیلی کے راز سے ضرور واقف ہوں گی۔ اس پر روشنی ڈالئے۔"

میری ان بہن نے اپنے خط میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ بڑی حد تک درست ہے۔ واقعی شروع شروع میں تو میاں بیوی میں اس قدر گہرا لگاؤ اور تعلق رہتا ہے کہ دونوں ہر وقت ایک دوسرے کے پاس گھسے رہنا چاہتے ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ اس میں کمی آجاتی ہے۔ اور حالت یہ ہو جاتی ہے کہ میاں بیوی اگر سامنے بھی ہیں تو میاں الگ بیٹھے ہوئے اخبار پڑھ رہے ہیں اور بیوی خالی ہیں تو سینا پرونا لے کر بیٹھ جاتی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے دل ایک دوسرے سے بھر چکے ہیں۔ اور بعض گھرانوں میں تو میاں بیوی میں تکرار بلکہ تک شروع ہو جاتی ہے۔

میں اس معاملہ پر اپنی رائے ظاہر کرنے سے قبل یہ ضروری سمجھتی ہوں کہ اس بارے میں مشہور انگریز مصنفہ ڈاکٹر میری اسٹوپس کے نظریات درج کردوں۔ ڈاکٹر میری اسٹوپس عورت و مرد کے موضوع پر بہت بڑی ماہر تسلیم کی جاتی ہیں۔ چنانچہ یہ زوجین کے تعلقات پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے اپنی کتاب "میریڈ لائف" میں لکھتی ہیں۔

"ازدواجی زندگی کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ عام طور پر شادی شدہ نوجوان اور لڑکیاں غلطی سے شادی کو بھی عشق و عاشقی کا ایک تعلق تصور کرنے لگتی ہیں اور اس سے میاں بیوی میں زیادہ تر غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ بات یاد رکھئے۔ ازدواجی زندگی کا عشق و عاشقی سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ازدواجی رشتہ دراصل ایک خالص معاشرتی رشتہ ہوتا ہے۔ جو عشق کرنے کے لئے یا نفس کی آگ بجھانے کے لئے نہیں قائم کیا جاتا۔ بلکہ یہ اہم رشتہ زندگی کی گاڑی چلانے کے لئے قائم کیا جاتا ہے۔ اس رشتے کے قیام کے بعد مرد کی فطری خواہش یہ ہوتی ہے کہ اُسے گھر کا پورا سکھ اور آرام حاصل ہو اور اُس کی گاڑھی کمائی کو سلیقے کے ساتھ خرچ کیا جائے۔ اور عورت چاہتی ہے کہ اُسے ایک اچھی زندگی گزارنے کے لئے ایک حوصلہ مند اور شریف ساتھی مل جائے۔ جو اُس کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئے تاکہ وہ اطمینان اور سکون کے ساتھ زندگی بسر کر سکے۔ دونوں میں سے کسی کا بھی بنیادی منشا عشق بازی نہیں ہوتا۔ اور نہ ہونا چاہئے۔ بس ایک کو دوسرے کا سچا دوست اور ہمدرد بن جانا چاہئے اور یہی شادی شدہ زندگی کی معراج ہے۔"

مگر ڈاکٹر میری اسٹوپس کے نزدیک میاں بیوی کے درمیان ایک عرصے کے بعد عشق و عاشقی کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ انہیں ایک دوسرے کا دوست اور ہمدرد بن کر زندگی گزارنی چاہئے یعنی مرد کی یہ کوشش ہونی چاہئے کہ وہ بیوی کی آسائش اور ضروریات کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھے اور بیوی کا فرض یہ ہے کہ وہ شوہر کے سکھ آرام اور گھریلو زندگی کو زیادہ سے زیادہ خوشگوار بنانے کا پورا پورا اہتمام کرے۔ مگر پھر بھی اس بات کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ دونوں عشق کی حد تک نہیں تو کم از کم کسی حد تک ایک دوسرے سے محبت ضرور کریں۔ کیونکہ محبت کے بغیر نہ زندگی میں کوئی کیف پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ہمدردی کے جذبات ابھرتے ہیں۔

یہ درست ہے کہ شادی کے شروع دنوں میں جانبین کی جانب سے جس جوش و خروش کا اظہار کیا جاتا ہے اس میں قدرتی طور پر آگے چل کر کمی آ جاتی ہے۔ لیکن۔ اس وقتی جوش کے بعد بھی دونوں میں ہمدردی اور محبت ضرور قائم رہ سکتی ہے۔ لیکن اس کے لئے دونوں ہی کو سوچ سمجھ کر عملی زندگی میں قدم بڑھانے کی ضرورت ہے چنانچہ جہاں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ عموماً شادی کے چند روز بعد ہی میاں بیوی میں زیادہ لگاؤ باقی نہیں رہتا وہاں میرے سامنے ایسی بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ میاں بیوی آخر وقت تک ایک دوسرے کے لئے قربانیاں کرتے رہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ قربانیاں محبت کے بغیر نہیں کی جا سکتیں

اس اہم معاملہ میں میری رائے یہ ہے کہ ابتدائی جوش تو سب ہی میاں بیویوں میں فطری طور پر کم ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر میاں بیوی ابتدائی زمانے سے احتیاط سے کام لیں تو آخر وقت تک دونوں میں محبت ضرور برقرار رہ سکتی ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ شوہر بیوی کی کمزوریوں پر نہیں بلکہ اس کی خوبیوں پر نظر رکھے۔ اور جو راحت اسے بیوی سے پہنچ رہی ہے اس کا اظہار زبان سے بھی کرتا رہے تاکہ بیوی کو یہ محسوس ہو کہ اس کی خدمات اور سلیقہ مندی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ اور کبھی کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالے جس سے کہ بیوی کی دل آزاری ہوتی ہو۔ ایسے قدر شناس شوہروں کی بیویاں ہمیشہ ان کی گرویدہ رہتی ہیں۔

اسی طرح بیویوں کے بھی کچھ فرائض ہیں جو شوہروں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ ہی ہیں۔ ایک بیوی کے لئے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ وہ شوہر کی مزاج داں ہو اور اس کے مزاج کے مطابق اپنے آپ کو سانچے میں ڈھال لے۔ تحمل اور برداشت اپنے اندر پیدا کرے۔ اگر شوہر کی کوئی بات اس کی مرضی کے خلاف ہو تو حرف شکایت زبان پر لانا تو درکنار تیوری پر بھی نہ آنے دے۔ اور کبھی بھولے سے بھی کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے کہ شوہر کے دل کو ٹھیس لگے۔ ہمیشہ ایک اطاعت گزار بیوی بن کر رہے۔ اس کی راحت کے لئے اپنے آرام تک کو قربان کر دے۔ اور ایسی سلیقہ مندی سے گھر چلائے کہ شوہر اس کے بغیر رہ ہی نہ سکے۔ یہ خوبیاں ایسی ہیں جو شوہروں کے دلوں میں یقینی طور پر گھر کر سکتی ہیں اور یہی خصوصیات اگر جانبین میں پیدا ہو جائیں تو میری قطعی رائے ہے کہ دونوں ہی کے دلوں میں ایسی سچی اور دیرپا محبت جاگزیں ہو سکتی ہے جس کے مقابلہ میں ہزار عشق بازیاں بھی ماند پڑ جائیں گی۔

اسلام پوری دنیا کا مذہب بن جائے گا

(باقی مضمون صفحہ ۴ پر)

پھر اسلام کی تازہ رفتار اشاعت دیکھتے ہوئے اس بات کے امکانات روشن ہیں کہ اسلام شاید دنیا کا واحد مذہب بن جائے لیکن اس کے فروغ میں سب سے بڑی رکاوٹ اس بات سے پیدا ہو رہی ہے کہ زمانہ حاضرہ کے مسلمان قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح اسلامی تعلیمات پر عمل نہیں کر رہے ہیں۔ اور ان کی کمزوریوں کی وجہ سے اسلام کی وہ خوبیاں پوری طرح اجاگر نہیں ہو رہی ہیں۔ جن میں کہ پوری دنیا کو گرویدہ بنانے کی صلاحیت موجود ہے۔ کاش مسلمان سچے مسلمان بن جائیں تو پھر اسلام ہی دنیا کا واحد مذہب نظر آئے گا۔

دین دنیا ریلوے بک اسٹال پر

دین دنیا ہندوستان کے سب ہی ریلوے بک اسٹالوں پر ملتا ہے دوران سفر میں بھی آپ اسے حاصل کر سکتے ہیں۔

افسانہ



نیا آدمی

جذبات میں ڈوبی ہوئی کہانی

(ابواللیث جاوید - بی کام)

کبھی کبھی زندگی کے حادثات انسانی زندگی میں کیسے کیسے انقلابات پیدا کر دیتے ہیں ذیل کے افسانہ میں اسی چیز کو لائق فسانہ نگار نے پیش کیا ہے۔

ارچنا اپنے نئے پڑوسی کو دیکھ کر حیرت میں رہ گئی۔

وہ اُس کا دیرینہ محبوب گوتم تھا۔ وہی چھریرا بدن، کتابی چہرہ، گندمی رنگت اور ذہین آنکھیں۔ اُسے دیکھتے ہی ارچنا کا دل دھک دھک کرنے لگا اور اُس کے ہاتھ سے گلاس گر کر چکنا چور ہو گیا۔ فرش پر شیشے کی ساری کرچیاں بکھر گئیں۔ گوتم سامنے والے مکان کی سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا اور ارچنا اپنی بالکنی سے اُسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ اُس پر ایک لرزہ طاری تھا۔ وہ بالکنی میں دھیرے دھیرے ٹہلتی ہوئی اپنی حالت پر قابو پانے کی کوشش کرتی ہی رہی۔ آہستہ آہستہ آسمان پر اندھیرا گھٹتا جا رہا تھا اور آسمان کی صاف و شفاف چادر پر کالک کے دھبے جیسا لگتا جا رہا تھا۔ ارچنا اپنے آپ میں پیچ و تاب بھی کھاتی رہی۔ وہ گوتم کو دس برسوں کے بعد دیکھ رہی تھی۔ اُس کے ذہن کے تالاب کی پُرسکون سطح پر گوتم کی آمد کی کنکری نے ہچکولے پیدا کر دئے تھے۔ اُس کی ننھی سی جان کے لئے باعث پریشانی تھا۔ اُسے کالج کے گزرے ہوئے اچھے دن یاد آتے رہے۔

ابھی کالج میں وہ نئی نئی تھی۔ اُس کی سہیلیوں میں گوتم کا نام بہت محبت سے لیا جاتا تھا۔ زاہدہ، ماہ لقا، رضیہ اور شکیلہ سے گوتم کی تعریفیں سن سن کر اُس کا بھی دل چاہا کہ اُس سے کبھی باتیں کرے۔ لیکن اُس نے اپنے دل کی اس خواہش کا اظہار کسی سے بھی نہ کیا۔ نہ جانے کیوں گوتم کی باتیں کیسے عام کرنے میں اسے اتنی جھجک ہوتی تھی۔ لیکن دل کے اندر ایک کھلبلی سی ضرور ہوتی تھی۔ اس ابھرتی ہوئی خواہش کی تکمیل کے لئے اُس نے نئی راہیں نکالیں۔ وہ لائبریری میں اُسے اکثر تلاش کرتی رہتی۔ اُس نے سنا تھا کہ گوتم وقفوں میں صرف لائبریری ہی میں وقت گزارتا ہے۔ کئی دنوں کی کوششوں کے بعد ایک دن وہ ایک گوشہ میں کتابوں کی دنیا میں غرق نظر آیا۔ وہ اُس کے پاس کتابیں ڈھونڈنے کے بہانے پہنچ گئی لیکن گوتم نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ ارچنا اُس کے پاس ہی کھڑی اُسے پلکیں جھپکائے بغیر دیکھتی رہی۔ جب گوتم نے اُس کی طرف دیکھا تو ارچنا مسکرائی۔ گوتم نے کوئی بات محسوس نہ کی لیکن جب ارچنا اس کے قریب آ رہی تھی تو گوتم نے یکایک پوچھ لیا —— "کون سی کتاب چاہئے آپ کو؟"

"Beloved" ارچنا کو کھلاہٹ میں کہہ گئی۔

"جی —— !؟"

"جی ہاں! یہی تو نام ہے اس ناول کا جسے میں ڈھونڈ رہی ہوں"

"آپ کتابیں بہت پڑھتی ہیں؟"

"کتابیں پڑھتی ہوں۔ لیکن بہت نہیں۔"

"کتابیں پڑھنا ایک اچھی عادت ہے۔"

"آپ کی اچھائی اپنانے کی کوشش کروں گی۔"

گوتم پہلی بار مسکرایا اور یہ ملاقات معمول بن گئی۔

گوتم دھیرے دھیرے رگ جان سے بھی قریب تر ہو گیا اور دونوں کا تعلق گہرا ہو گیا۔ آسمان پر جھلملاتے روشن ستارے کا گئی

زندگی کی تاریک راہوں میں روشنیاں بکھیرنے لگے اور ہر صبح کی لالی اوشا کی مانگ کا مقدس سیندور بننے پہ آمادہ ہو گئی۔ ہر شام کا مخملی اندھیرا گوتم کے محبتوں کے جگنو سمیٹے اس اوشا کی تنہائیاں بجایا کرتا اور ایسے میں دونوں ایک دوسرے میں سما جانا چاہتے۔

—— اوشا نے اس حسین وادی میں اپنی زندگی کی شام کر دینے کے خواب دیکھے۔ خیالوں میں اس کی اپنی دنیا بھی۔ گھر گرہستی کا حسین کارواں سجا اور ننھے منے پروان چڑھے۔ انہیں ستاروں کی چھاؤں میں اس کا سارا وجود ایک لطیف سی لرزش محسوس کرتے کرتے سونے لگتا اور پھر زندگی کی سب سے بڑی حقیقت تسکین اسے نصیب ہونے لگتی۔ لیکن کبھی کبھی اس کے دل میں ایک وسوسہ سا پیدا ہوتا کہ شاید گوتم کسی اور کو نہ اپنا لے۔ یہ ایسا منحوس خیال تھا جس کے ذہن میں آتے ہی اس کی روح تڑپ اٹھتی۔

ایک رات ——

گوتم کے خیالوں کی نرم دماغ کے چمن زار میں پھولوں کی خوشبو کی طرح سمیٹے وہ بہت آرام سے سوئی رہی، کھوئی رہی۔ صبح کی لالی آسمان کے مشرقی کناروں پر پھیلنے لگی تھی کہ کسی نے دروازہ پہ دستک دی وہ سمجھی گوتم اسے ڈولی میں بٹھا کر اپنے دل کی رانی بنا کر لے جانے کے لئے تو نہیں آیا۔ وہ لجاتی شرماتی ہوئی بڑھی اور دھڑکتے دل سے دروازہ کھولا۔ ایک ننھا فرشتہ ہاتھوں میں تیر کمان تانے اس کی طرف نشانہ بنائے کھڑا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر سہم گئی۔ ننھے خوبصورت کیوپڈ نے بہت تیزی سے تیر چھوڑ دیا اور وہ سیدھا اس کے دل میں پیوست ہو گیا۔ یہ اس کے جگر سے پار ہو کر پشت سے گزر گیا۔ وہ دیکھتی رہ گئی اور تیر کی نوک پر اس کا دل اٹکا ہوا سات سمندروں پار جا گرا۔

اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ رات کے اندھیرے میں اسے خواب کے اس منظر سے بہت ڈر معلوم ہوا۔ اس کے آس پاس کہیں کوئی بھی تو نہ تھا۔ وہ بہت دیر تک جاگتی کروٹیں بدلتی رہی

کالج گرمیوں کے لئے بند ہو گیا اور ارچنا اپنے پاپا، ممی اور چھوٹے راجو کے ساتھ گرمیاں گزارنے کشمیر چلی گئی۔ کشمیر کی وادی میں موسم گل تھا۔ ہری بھری وادیوں میں قدرت کی صناعی دیکھتی رہی۔ ڈل جھیل کے صاف و شفاف پانی میں زندگی کی لہریں ملیں نشاط باغ میں کیف و نشاط کے پھولوں کا انبار اور امرناتھ کی گپھا میں امن و شانتی کا پیامبر ملا۔ جھیل کے شفاف پانیوں پر جب شکارہ آہستہ آہستہ سبک خرامی کرتا تو وہ ایسا محسوس کرتی کہ ساری دشائیں اس کی ہمسفر ہیں اور چاند تارے اس کی رہنمائی کر رہے ہیں۔

ایک صبح وہ یونہی ٹہلتی ہوئی کچھ دور نکل گئی۔ پہاڑوں کی ڈھلوان سے سرکتے ہوئے اور پھر بلندیوں پر دوڑ کر چڑھتے، بھیڑوں کے غول میں گھس کر ننھے ننھے میمنوں کو اٹھا کر گود میں دبوچ لینے سے اسے بہت لطف آ رہا تھا۔ فضاؤں میں رچی بسی مدھر موسیقیت سے اسے بہت ہی کیف مل رہا تھا۔ وہ یوں ہی کھیل میں مگن تھی کہ ایک ڈھلوان پر وہ پھسل گئی اور گرتی چلی گئی۔ قریب تھا کہ وہ کھڈ میں گر جاتی کہ کسی نے ہولے سے اسے تھام لیا۔ اس نے اپنے مہربان کی طرف دیکھا تو وہ ایک خوبرو نوجوان تھا۔ جو اسے اپنی بانہوں میں لئے اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ ارچنا اپنے کو ایک نوجوان کی گرفت میں دیکھ کر پریشان ہوئی۔ وہ نوجوان مسکرایا——

"آپ کو چوٹ تو میں نے نہیں آنے دی ہے۔!"

"جی —— بہت بہت شکریہ —— !!"

"ویسے راستے کو چھوڑ کر چلنے کا انجام شاید یہی ہوتا ہے"

وہ خالی نظروں سے اس کے سامنے کھڑی دیکھتی رہی۔

"اور پھر یہ کہ آپ نے دشوار راہوں پر ابھی چلنا بھی تو نہیں سیکھا ہے"

وہ پھر بھی خاموش رہی۔

"مجھے انیل کہتے ہیں۔ شکارہ ڈریم لینڈ میں ہوں۔ ویسے آپ کا نام کیا پوچھ......؟"

"جی —— میرا نام ارچنا ہے۔ ہم لوگ میرین لینڈ میں ہیں"

"بہت خوب صورت نام ہے۔ بہت خوشی ہوئی۔ کبھی میرے ڈریم میں آیئے"

"جی —— !!؟"

"جی —— !"

اور وہ مسکرا کر چلتا بنا۔ ارچنا بہت دیر تک اس کی گفتگو کے جادو میں کھوئی رہی۔ اور واقعی وہ دوسری شام ڈریم لینڈ میں انیل کے ماں باپ سے مل رہی تھی۔ یہ لوگ دہلی سے گھومنے کے لئے کشمیر آئے تھے۔ انیل نے اسی سال انگریزی ادب میں بی اے فرسٹ کلاس میں کیا تھا۔ اور وہ بہت جلد انگلینڈ جانے والا تھا وہ امیر ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا ان کے یہاں دنیا کی ہر چیز کی بہتات تھی اس لئے اس کی ہر خواہش بہت فراخدلی سے پوری کی جاتی تھی انیل کے گھر کے لوگوں سے ارچنا بہت متاثر ہوئی۔ آتے آتے ان لوگوں کے درمیان اجنبیت کا احساس قطعی نہیں رہا۔ اب ارچنا کی بیشتر شامیں انیل کے ساتھ بسر ہوتیں۔ گوتم کا خیال آتے ہی ارچنا اپنے دل میں چھپے چور سے شرما جاتی۔ لیکن نہ جانے کیوں اب انیل کا خیال زیادہ رہنے لگا تھا۔ ممکن تھا اس مادہ پرست دنیا کے اصولوں کے تحت اس نے انیل کی دولت اور اس کے روشن مستقبل کو گوتم کے خلوص پر ترجیح دے دی ہو۔ اور پھر کا خیال بے جانے اسے بے وفائی کے غار کے دہانے پر لا کھڑا کر دیا اور دو مہینوں کے بعد جب یہ لکھنؤ لوٹی تو انیل کا خیال اس کی دل کی دھڑکن بن چکا تھا۔

گوتم جب اتنی مدت بعد اس سے ملا تو اس نے بھی اس کے رویہ میں سرد مہری محسوس کی اور اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتا رہا۔ ارچنا اس سے کھنچی کھنچی رہنے لگی اور ایک دن وہ آیا جب اس کی شادی انیل سے ہو گئی۔

وہ شام گوتم کے لئے قیامت تھی! لیکن مجبور انسان ہر غم برداشت کر کے بھی مسکراتا ہوا زندہ رہتا ہے اس نے بھی اس زہر کو پی لیا اور لبوں پر تلخ ہنسی بکھیرتا رہا۔ وہ اندر ہی اندر سلگتا رہا۔ اس نے اپنی زندگی کا مقصد صرف مطالعہ کرنا بنا لیا اور دنیا اور دنیا کے تمام علوم و فنون کی کتابوں کا ذخیرہ اپنے ذہن میں اتارتا رہا۔ ارچنا شادی کے بعد انیل کے ساتھ انگلینڈ چلی گئی۔ گوتم کے لئے ساری باتیں زہر بنتی رہیں۔ اس کی زندگی کا سورج طلوع ہوئے بغیر ہی خلاؤں کے غار میں ڈوب گیا۔

دس برسوں کے بعد جب وہ دہلی واپس ہوئی تو ناگاہ گوتم کو دیکھ کر حیران ہوتی رہی۔ ان دس برسوں کی مدت میں انیل نہایت بلند [illegible] اور قابل رشک شوہر ثابت ہوا تھا۔ ارچنا نے انیل کے مزاج کی [illegible] اور خیالات کی وسعت دیکھ کر ہی اپنی پچھلی زندگی کی کتاب اُس کے سامنے کھول کر رکھ دی تھی۔ اُسے گوتم سے ہمدردی سی ہو گئی تھی۔ اُس نے گوتم سے ملنے کی بھی خواہش ظاہر کی تھی۔ ارچنا سوچتی رہی کہ گوتم سے انیل کا ملنا کہیں کوئی گل نہ کھلا دے اور پھر اُسے اپنی پرسکون زندگی کی صبح و شام میں کوئی گرم سا جھونکا بھی قبول نہ تھا۔ لیکن اُس نے گوتم سے ملنے کا فیصلہ کر لیا۔ انیل جب شام کو لوٹا تو اُس نے گوتم کے متعلق اُسے بتایا۔ تھوڑی ہی دیر میں دونوں گوتم کے ڈرائنگ روم میں تھے۔

"میں آپ کا پڑوسی انیل اور یہ میری دھرم پتنی ارچنا ۔۔۔"

"بہت خوشی ہوئی۔ مجھے پرکاش کہتے ہیں۔ آپ کے شہر میں حال ہی میں آیا ہوں"

"پرکاش ۔۔۔!!" انیل اور ارچنا ایک دوسرے کو [illegible]

"جی ہاں ۔۔۔! پرکاش ۔۔۔!! پرکاش مہرہ!!"

پرکاش بولتا رہا: "میں ایک تھکا ہوا آدمی ہوں۔ کبھی فرصت میں آپ کو تفصیل سے بتاؤں گا۔ پہلے آپ یہ بتائیے ٹھنڈا لیں گے [illegible] ۔۔۔"

"جی ۔۔۔ شکریہ ۔۔۔!!"

انیل اور ارچنا ذہنی طور پر اُلجھے رہے۔ پرکاش ایک سنجیدہ آدمی تھا۔ [illegible] ڈرائنگ روم کی سجاوٹ ہی سے اُس کی [illegible] ظاہر ہو رہا تھا۔ پہلی ملاقات میں تو انہیں [illegible] سی ہوئی۔ لیکن اکثر ملتے رہنے کے باعث پرکاش نے اُن کے دل میں ایک مقام پیدا کر لیا۔ پرکاش نے اپنی زندگی کی [illegible] کا بھی ذکر نہ کیا۔ ارچنا بہت کشمکش میں مبتلا رہی [illegible] بالکل گوتم ہے۔ لیکن وہ اس طرح اجنبیت کا لبادہ [illegible] ہے؟ شاید وہ اپنے غم کو اس بناوٹی رنگ [illegible] چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ارچنا اندر ہی اندر سلگتی رہی۔

ایک شام جب انیل اور ارچنا پرکاش [illegible] تو وہ بے حد مغموم تھا۔ پرکاش نے بتایا کہ وہ پانچ برسوں تک ملٹری میں رہ چکا تھا۔ اور دشمنی حملہ آوروں کا مقابلہ کرتے ہوئے بری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ جب وہ ملٹری ہوسپٹل سے طویل مدت کے بعد نکلا تو اُسے بتایا گیا کہ اُس کے گھر کے لوگ اُسے لینے آئے ہیں۔ جن لوگوں کو اُس کے والدین اور بھائی بہنیں بتایا گیا وہ لوگ قطعی اجنبی تھے۔ پرکاش نے ان لوگوں کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ وہ لوگ اسے زبردستی پکڑ کر اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے۔ لیکن وہ بھاگ کھڑا ہوا۔

پرکاش جہاں جاتا اپنے پرائے سبھی اُس کے لئے بالکل اجنبی ہو جاتے۔ آخرکار دنیا سے تنگ آ کر اُس نے شہر در شہر گھوم کر اپنی زندگی کے بچے کھچے دن گزارنے کا تہیہ کیا تھا۔ اُس نے ایک نئی شخصیت کے ساتھ نئی زندگی شروع کر دی تھی۔

پرکاش کی زندگی بے حد الم انگیز تھی مگر ارچنا یہ ماننے کو تیار نہ تھی کہ وہ گوتم نہیں ہے۔ وہ اُس راز کو جاننے کے لئے بے چین تھی۔ ایک دن پرکاش کی غیر موجودگی میں اُس کے نوکر ارجن سے اُس کے متعلق دریافت کیا۔ ارجن پہلے تو خاموش رہا۔ لیکن ارچنا کے اصرار پر وہ کہنے لگا ۔۔۔"

"جی بی جی ۔۔۔ کیا بتاؤں میرے صاحب کی داستان بڑی غمناک ہے۔ وہ ایک بار بیمار پڑے اور جب اچھے ہوئے تو اپنے کو پرکاش کہنے لگے۔ اور اپنے تمام لوگوں کو پہچاننے سے بھی انکار کر دیا۔ میں ان کے ساتھ اس لئے ہوں کہ اُن کی [illegible] گھر والوں کو [illegible] بیماری، ہے بی بی جی مجھے پتہ نہیں، سنتا ہوں کہ کسی لڑکی نے ان سے بے وفائی کی تھی جس کے غم میں یہ پاگل [illegible] ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ان کے دماغ کا آپریشن ہوا تھا۔ اُس علاج نے ہم سے میرے صاحب کو چھین لیا۔ بی بی جی یہ میرے صاحب نہیں رہ گئے۔ جسم اور چہرہ تو اُن کا ضرور ہے لیکن روح اور دماغ بدل گیا ہے۔"

ارجن روتا رہا۔

ارچنا نے بے تابی سے پوچھا ۔۔۔ "ارجن تمہارے صاحب کا نام کیا ہے؟" "بی بی پہلے اُن کا نام گوتم تھا اور اب پرکاش ہے۔" اور ارچنا چیخ مار کر فرش پر گر کر بے ہوش ہو گئی ۔۔۔

دلکش افسانوں سچی کہانیوں اور سنسنی خیز واقعات کا مرقع

دل میں اتر جانے والی منظومات سے آراستہ باتصویر ماہنامہ

شادمان

(ایڈیٹر: آصف فہمی)



ایک نظر اپنے ایجنٹ سے لیکر ضرور دیکھ لیجئے یہ
ایسا ماہنامہ ہے جس کی مثال اردو رسائل میں ناپید ہے

مایہ ناز ادیبوں کی رائے

ڈاکٹر اظہار الحسن ایم۔ اے پی ایچ ڈی
مایہ ناز شاعر کریمی الاحسانی۔ جناب اخلاق سہوانی
عزیز مراد آبادی۔ ایم۔ ایچ خان سہارنپوری اور
سیکڑوں افسانہ نگاروں۔ شاعروں اور
ادیبوں کی رائے ہے کہ یہ اردو ادب میں شاہکار ہے

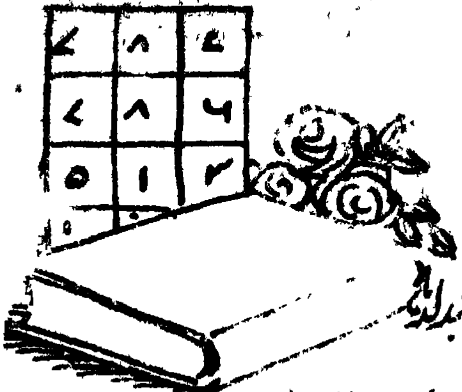
آج ہی حاصل کر لیجئے

ہندوستان کے تمام بک اسٹالوں پر جون کا
شمارہ پہنچ گیا ہے۔ جلد حاصل کرنے کی کوشش
کیجئے کیونکہ تین چار روز ہی میں ختم ہو جاتا ہے
دین دنیا کے سب ہی ایجنٹوں کے پاس ملتا ہے
اگر نہ ملے تو دو روپے کے ٹکٹ بھیج کر نمونہ منگائیے

قیمت دو روپے ۷۵ پیسے

ماہنامہ شادمان دین دنیا، دہلی

مفلسی، مصیبت، بیماری اور پریشانی کا مجرب علاج



اعمال و وظائف کی بے پناہ طاقت

اولیائے کرام کے وہ پانچسو مجرب اعمال و نقوش جنہوں نے ہزاروں لاکھوں کی قسمتوں کو بدل دیا

یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدا نے اعمال و وظائف یعنی اللہ کے کلام میں وہ بے پناہ طاقت پوشیدہ رکھی ہے کہ اعمال کو اگر صحیح طریقہ پر پڑھا جائے یا نقوش کو صحیح اوقات میں لکھا جائے تو ان سے لوگوں کی قسمتیں بدل جاتی ہیں۔ بیماری اور مفلسی سے حیرت انگیز طریقہ پر نجات مل جاتی ہے۔ بگڑے ہوئے کام آن کی آن میں درست ہو جاتے ہیں اور اعمال کے پڑھنے والے نہ صرف مالا مال ہو جاتے ہیں بلکہ محبوب خلائق بھی بن جاتے ہیں لیکن اعمال و وظائف کی پوشیدہ طاقت صرف اسی حالت میں اپنا کرشمہ دکھاتی ہے جبکہ اعمال و وظائف کو اولیائے کرام کے بتائے ہوئے صحیح طریقہ پر پڑھا جائے اور نقوش کو صحیح اوقات میں بزرگان دین کے مقرر کردہ طریقوں پر لکھا جائے لہذا جو حضرات اعمال و وظائف کا زندہ کرشمہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ آج ہی اس نایاب مستند کتاب "عملیات" کو منگا لیں جس کو ایک زبردست عالم دین نے پچاس سال کی محنت کے بعد مرتب کیا ہے۔

عملیات

(مرتبہ مولانا سید ظہور اللہ رضا بجنوری)

فی الحقیقت اعمال و وظائف اور نقوش و تعویذ پر یہ سب سے مستند کتاب ہے جس میں اعمال و وظائف کے بارے میں مکمل معلومات ہے بروج اور سیاروں کی پوری تفصیل ہے ہر شخص کا طالع جاننے کے طریقے درج ہیں سیاروں کو مسخر کرنے کے اعمال درج ہیں۔ اور اعمال حسنہ پر مکمل بحث ہے بے شمار بحث کے اعمال حب محبت لاتعداد عداوت کے اعمال درج ہیں۔ کشائش رزق، تسخیر محبوب اور چوری کی شناخت کامیابی مقدمات اور مختلف امراض کے لئے اولیائے کرام کے بتائے ہوئے سیکڑوں اعمال و نقوش درج ہیں۔

کتاب عملیات کے خاص خاص ابواب یہ ہیں

- باب اول :- ابتدائی معلومات۔ اس میں حروف تہجی کے اعداد و شمار بروجوں کے رنگ و زائچے، سیاروں کی رفتار اور مقامات کی تفصیل درج ہے۔
- باب دوم :- اعمال حسنہ۔ اس میں اسمائے حسنہ کے موکلوں کے اعداد و خواص اسمائے جلالی و جمالی نیز ان کے نقوش و اعمال درج ہیں۔
- باب سوم :- اعمال محبت۔ اس باب میں محبت کے عمل، عمل اسم الٰہی، سر محبت، نقش محبت کا عمل بے شمار اعمال اور نقوش درج ہیں۔
- باب چہارم :- عملیات عداوت :- اس میں دشمن کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے اور اس پر غالب ہونے کے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔
- باب پنجم :- کشائش رزق۔ اس میں مفلسی اور بیکاری کو دور کرنے کے لئے اور خوشحالی بننے کے لئے لاتعداد تیر بہدف اعمال و نقوش درج ہیں۔
- باب ششم :- تسخیر خلائق۔ اس میں مخلوق خدا میں ہر دلعزیز بننے کے لئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔
- باب ہفتم :- تسخیر حکام۔ اس میں حکام کی تسخیر کے لئے اور کامیابی مقدمات کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔
- باب ہشتم :- چوری کی شناخت۔ اس میں چور کی شناخت اور مال مسروقہ کی بازیافت کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں۔
- باب نہم :- گمشدہ کی واپسی۔ اس میں گمشدہ کی واپسی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جن سے گمشدہ یقینی طور پر واپس آ جاتا ہے۔
- باب دہم :- مختلف امراض کے لئے۔ اس میں ایسے مایوس العلاج مریضوں کی صحتیابی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جنہیں حکیم و ڈاکٹر جواب دے چکے تھے۔
- باب یازدہم :- اولاد کے لئے۔ اس میں بزرگان دین کے وہ مجرب اعمال و نقوش درج ہیں جن کے طفیل میں بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں۔
- باب دوازدہم :- حل مشکلات۔ اس میں پریشانی اور مشکلات سے نجات حاصل کرنے کیلئے نہایت مجرب اور آزمودہ اعمال و نقوش درج ہیں۔
- باب سیزدہم :- خاتمہ۔ غوث الاعظم اور حضرت خضر علیہ السلام کی فال نکالی جا سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعمال و وظائف اور نقوش و تعویذ کے فن پر یہ سب سے پہلی کتاب ہے جس کو بڑی تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے اور جس میں اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اور بزرگان دین کے سیکڑوں نہایت مجرب اعمال و نقوش درج ہیں۔ قیمت مجلد مع خوشنما گرد پوش کے صفحات تقریباً ۔۔۔

دینی دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی ۶

دنیائے اسلام پر ایک نظر

عرب ممالک پر امریکہ کی للچائی ہوئی نظریں



شام پر اسرائیلی حملہ کا پلان ـ روس کا افغانستان چھوڑنے سے انکار

(از ادارہ دین دنیا)

عرب ملکوں پر امریکہ کی نظریں

یوں تو تیل پیدا کرنے والے عرب ممالک پر شروع ہی سے امریکہ کی للچائی ہوئی نظریں پڑ رہی ہیں۔ اور سب ہی جانتے ہیں کہ اسی ناپاک مقصد کے لئے اُس نے اپنے اسرائیلی پٹھو کو مسلح کر کے عربوں پر مسلط کر رکھا ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے نئے صدر مسٹر ریگن اس معاملہ میں سابق صدر وں سے بھی کچھ آگے ہیں اور آجکل وہ طاقت کے بل پر عرب ممالک کو غلام بنانے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ چنانچہ عرب ممالک کے گرد امریکہ کے فوجی اڈوں کا پھیلاؤ اور وہاں فوجی سرگرمیاں اس بات کا پتہ دے رہی ہیں کہ ان دنوں سب ہی عرب ممالک شدید خطرے سے دوچار ہیں۔

اسی خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے لیبیا کے صدر معمر قذافی نے اٹلی کے ایک اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ "عرب ملکوں اور دوسرے ملکوں میں عرب ممالک سے متعلق امریکہ کے بڑھتے ہوئے فوجی اڈے عرب ممالک کی آزادی اور سلامتی کے لئے شدید خطرہ ہیں۔ عربوں کو اس سلسلہ میں کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہئے۔ اور اگر ممکن ہو تو امریکہ کے ان فوجی اڈوں کے خلاف حملہ کیا جائے۔ کیونکہ ایسا کرنا ہمارے لئے اپنی سلامتی کے لئے ضروری ہے"

امریکی میگزین نیوز ویک نے اپنی ایک تازہ اشاعت میں ایشیا اور افریقہ کے عرب اور اسلامی ملکوں کا ایک نقشہ شائع کیا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ عرب اور اسلامی ملک میں فوجی اڈے موجود ہیں اور ان اسلامی ملکوں میں فوجی اڈوں کے قیام کی کوشش [illegible] امریکی

نظم و نسق سب ہی خلیجی ممالک کے گرد ایک نہایت مضبوط حصار قائم کر دینا چاہتا ہے۔

یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے اور کس لئے ہو رہا ہے سب پر روشن ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مصر کو خرید لینے کے بعد امریکہ کے حوصلے بڑھ گئے ہیں۔ وہ تیزی کے ساتھ عرب ممالک کے خلاف اپنا گھیرا مضبوط کر رہا ہے۔ تاکہ خلیجی ممالک کو دبا کر رکھ سکے۔ اور اگر خلیجی ممالک سر اٹھائیں تو انہیں طاقت کے بل پر کچل دیا جائے۔

امریکہ کی اس ابن الوقتی کا علاج اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ عرب ممالک اپنے آپ کو فوجی اعتبار سے زیادہ سے زیادہ مضبوط بنانے کی کوشش کریں۔ اور کم از کم عرب اور اسلامی ممالک میں تو امریکی فوجی اڈوں کا خاتمہ کر دیں۔ اگر وہ بروقت قدم نہ اٹھا سکے تو نہیں کہا جا سکتا کہ عرب ممالک کا انجام کیا ہو کر رہے گا۔

شام پر حملہ کا اسرائیلی امریکی پلان

آزادیٔ فلسطین کی تنظیم کے سربراہ یاسر عرفات نے لبنان میں عربوں کی نسل کشی کے سلسلہ میں جو اسرائیل اور امریکہ کے حملوں کے باعث جاری ہے بند کرنے کی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے ممبروں سے اور عرب لیگ۔ اسلامی کانفرنس تنظیم اور ناوابستہ تحریک سے اپیل کی ہے کہ اس [illegible] کو روکا جائے

یاسر عرفات کی اس اپیل سے ظاہر ہوتا ہے [illegible] اور اس کی پشت پناہ امریکہ [illegible]
[illegible]

دوسرے عرب ممالک اور خصوصیت کے ساتھ شام کے لئے ہے ہم
اسرائیل کی کمیونسٹ پارٹی کے ایک اخبار نے خبر دی ہے کہ امریکہ اور اسرائیل نے شام پر بھی حملہ کرنے کا پلان بنایا ہے اور اسی لئے وہ لبنان میں جنگ کے شعلے بھڑکا رہے ہیں۔ اور اس سازش میں لبنان کی فاشسٹ فلانجسٹ پارٹی بھی شامل ہے۔ جبکہ رجعت پسند عیسائی جنرل حداد کی بھی پوری معاونت حاصل ہے یاد رہے کہ جنرل حداد امریکہ اور اسرائیل کے اشارے پر لبنان کی مسلم بستیوں پر حملے کرکے وہاں جنگ کی آگ کو بھڑکا رہا ہے۔

اور لبنان میں قتل و غارت گری کا بازار گرم رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ شام کو جس کی فوج "لبنان عرب امن فوج" کا بڑا حصہ ہے اس بات کے لئے مجبور کر دیا جائے کہ وہ لبنان میں فلسطین کے عربوں کو اسرائیل کے رحم و کرم پہ چھوڑ دینے اور شام کو بھی مصر کی طرح اسرائیل اور امریکہ کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا جائے۔

یہ بات یاد رہے کہ اگر اسرائیل اور امریکہ کے پلان کے مطابق شام کے ساتھ کوئی جنگ چھڑ گئی تو وہ شام ہی تک محدود نہیں رہے گی بلکہ دوسرے عرب ممالک بھی اس کی لپیٹ میں آجائیں گے۔ اور یہی امریکہ اور اسرائیل کا منشا بھی ہے۔ بہرحال اگر امریکہ اور اسرائیل کا شام پر حملہ کا پلان کامیاب ہوگیا تو سب ہی عرب ممالک جنگ کی لپیٹ میں آجائیں گے۔ اسلئے پہلے ہی سے اس فتنہ کو دبانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

روس کا افغانستان چھوڑنے سے انکار

پچھلے دنوں اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل ڈاکٹر والڈہائم محض اسلئے ماسکو گئے تھے تاکہ روسی سربراہوں کو افغانستان سے اپنی فوجیں نکالنے پر آمادہ کر سکیں۔ جب یہ اطلاع ہمیں موصول ہوئی تھی تو ہم نے اسی وقت سمجھ لیا تھا کہ اقوام متحدہ کو قطعی ناکامی ہوگی۔ کیونکہ اقوام متحدہ ایک بےجان باڈی ہے۔ اس کے پاس کوئی طاقت ہے نہیں۔ اور روس کو کوئی طاقت ہی جھکا سکتی ہے اور ایسی حالت میں جبکہ ببرک کارمل جیسے افغان غداروں نے خود ہی روس کی خوشامد میں افغانستان کو روس کی جھولی میں ڈالدیا ہو تو اس غریب ملک کو کمیونسٹ جارحیت سے کون بچا سکتا ہے۔

اب اقوام متحدہ کے جنرل سیکریٹری والڈہائم کا اپنی اس ناکامی کے سلسلہ میں بیان شائع ہوا ہے جس میں کہ انھوں نے بتایا ہے کہ۔ "روس نے افغانستان سے اپنی فوج کی واپسی کی یقین دہانی کرانے سے انکار کر دیا ہے۔ حالانکہ روسی لیڈروں کو اس بات کا علم ہے کہ عالمی رائے عامہ افغانستان میں اُن کی مداخلت کے سخت خلاف ہے"

مگر روسی جارحیت پسندوں کو اس سے کیا غرض کہ دنیا انہیں ڈاکو اور لٹیرا کہہ رہی ہے۔ انہیں تو صرف اس سے غرض ہے کہ اُن کے قدم کسی طرح افغانستان میں جم جائیں اور وہ بعد میں افغانستان کو کمیونزم کا اڈا بنا کر پورے ایشیا کو متاثر کر سکیں۔

لیکن روسی سربراہ اس بات کو بھول گئے ہیں کہ افغانستان روسی ترکستان نہیں ہے کہ وہاں کے مسلمان روسی ترکستان کے مسلمانوں کی طرح روسی جارحیت کے سامنے گردن جھکا دیں گے

بلکہ روسیوں کو آخر تک افغانستان کے مذہب پرست مجاہدین کا مقابلہ کرنا ہوگا اور اس کی رسوائی دنیا میں دن بدن بڑھتی ہی چلی جائے گی۔

تازہ اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ افغان مجاہدین کی سرگرمیاں دن بدن بڑھ رہی ہیں۔ روسیوں کو جا بجا شدید جانی نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔ اور اب روس اس پوزیشن میں ہے کہ نہ تو افغانستان میں من مانی کر سکتا ہے اور نہ پیچھے ہی قدم ہٹا سکتا ہے بہر حال روس بھی بری طرح افغانستان میں پھنس گیا ہے ممکن ہے کہ یہ اس کے لیے دوسرا ویتنام ثابت ہو۔

فلپائن میں مسلمانوں کا قتل عام

فلپائن میں مسلمانوں کا جس بے دردی کے ساتھ قتل عام ہو رہا ہے وہ بربریت کا بدترین نمونہ ہے۔ جنوبی فلپائن جو غالب مسلم اکثریت کا علاقہ ہے وہاں نہتے مسلمانوں پر فوجیں چڑھا دی گئی ہیں۔ مسلمانوں پر کمیونسٹ ہونے کا جھوٹا الزام لگا کر مسلم بستیوں کو لوٹا جا رہا ہے۔ اور نہایت وسیع پیمانہ پر مسلمان عورتوں بچوں بوڑھوں تک کو چن چن کر ختم کیا جا رہا ہے۔

جنوبی فلپائن خالص مسلم اکثریت کا علاقہ ہے جہاں صدیوں تک مسلمان اپنی خود مختار حکومت چلاتے رہے ہیں۔ لیکن فلپائن کے عیسائی حکومت نے طاقت کے بل پر اسے زیر کر لیا ہے۔ اور اب جبکہ مسلمان مکمل آزادی کا نہیں بلکہ محض اندرونی خود مختاری کا مطالبہ کر رہے ہیں تو ان کے ساتھ انتہائی درندگی کا برتاؤ کیا جا رہا ہے حالانکہ بارہا مارکوس کی فلپائنی حکومت خود اس بات کا اقرار کر چکی ہے کہ جنوبی فلپائن میں مسلمانوں کو جائز طور پر خود مختاری کا حق حاصل ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں لیبیا کے سربراہ معمر قذافی کی معیت میں جنوبی فلپائن کے مسلمانوں کو داخلی خود مختاری کی بات ہو چکی ہے اور فلپائنی حکومت نے معمر قذافی سے داخلی خود مختاری دینے کا وعدہ بھی کر لیا تھا صرف وقت اور تاریخ کا تعین باقی تھا لیکن مارکوس کی ظالم اور بد عہد حکومت اپنے وعدہ سے مکر گئی اور اب نہ صرف جنوبی فلپائن میں مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے بلکہ وہاں عیسائیوں کی آبادی بڑھا کر ایک سرے ہی سے مسلمانان فلپائن کے حقوق کی پامالی کا ظالمانہ پلان پوری شدت کے ساتھ جاری ہے۔

فلپائن کے مسلمانوں پر ظلم و زیادتی کی انتہا ہو چکی ہے۔ ضرورت ہے کہ سب ہی مسلم ممالک اور خصوصیت کے ساتھ عرب ممالک اس ضمن میں کوئی مضبوط قدم اٹھائیں یا تو فلپائن کی ظالم حکومت کو جھکانے کی کوشش کریں۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو جنوبی فلپائن کے مسلمانوں کو ہتھیار اور مالی امداد دیکر اس قابل بنادیں کہ وہ خود ہی مارکوس کی ظالم حکومت سے سلٹ لیں۔

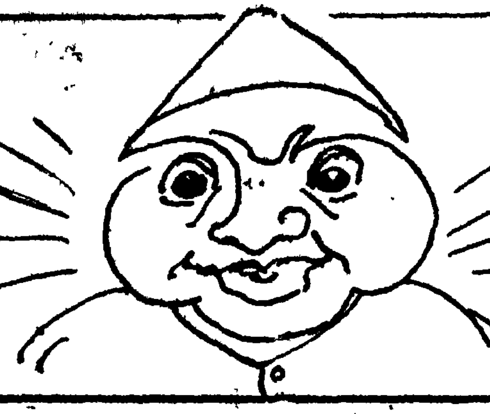
فلسطینی مجاہدین کی حوصلہ مندی

فلسطینی مجاہدین جن کو اسرائیلی درندوں نے اور امریکی ابن الوقتوں نے وطن سے نکال دیا ہے۔ اور تقریباً تیس بتیس سال سے جو جلا وطنی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ آج بھی ان کے حوصلے نہایت بلند ہیں چنانچہ پچھلے دنوں ان فلسطینی مجاہدین نے راکٹوں سے اسرائیل پر جو حملہ کیا ہے ساری دنیا ان کی حوصلہ مندی پر حیران ہے۔

اس سلسلہ میں تل ابیب کی اطلاع ہے کہ لبنان کے علاقہ سے فلسطینی مجاہدین نے اسرائیلی مورچوں پر راکٹوں سے ایک نہایت ہی کامیاب حملہ کیا ہے۔ یہ راکٹ اسرائیلی علاقے میں گھروں پر جا کر گرے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں اسرائیل کے سرحدی علاقوں کے لوگ گھروں کو چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں۔

بات یہ ہے کہ لبنان کے علاقہ میں اسرائیلی ہوائی جہازوں نے جو تباہی مچا رکھی ہے اس سے مشتعل ہو کر مجاہدین فلسطین نے راکٹوں سے براہ راست تل ابیب پر حملہ کر دیا ہے۔ جس سے کہ اسرائیلی علاقوں پر بڑی گھبراہٹ پھیل گئی ہے۔

اسرائیلی علاقہ پر مجاہدین کا یہ حملہ ظاہر ہے کہ ان کی جلا وطنی اور پریشانی کو تو ختم نہیں کر سکتا لیکن اس حملہ سے یہ بات ضرور واضح ہو جاتی ہے کہ امریکہ اور اسرائیل کی متحدہ طاقت کے مقابلہ میں بھی فلسطینی مجاہدین کے حوصلے بے حد بڑھے ہوئے ہیں۔ جس قوم میں ایسے حوصلہ مند نوجوان موجود ہوں اسے زیادہ مدت تک غلام نہیں رکھا جا سکتا۔



دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(ادارہ دین دنیا)

عیاشی کی تربیت دینے والا اسکول

کرسٹائن کیلر کے نام سے اخبار بین طبقہ ناواقف نہیں یہ وہی انگلستان کی سب سے زیادہ بدنام "کال گرل" ہے جس کے دام محبت میں گرفتار ہونے کی بنا پر انگلستان کے وزیر جنگ پروفیومو کو اپنے عہدہ سے مستعفی ہونا پڑا تھا۔ پارلیمنٹ میں جب پروفیومو پر سوالات کی بوچھار ہوئی تو شروع میں تو وہ انکار کرتا رہا لیکن جب قابل اعتراض نیم عریاں تصاویر پیش کی گئیں تو اس کے لئے اسکے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ پروفیومو مستعفی ہو جائے۔ کرسٹائن کیلر ایک ایسی آوارہ عورت ہے جو دنیا کے بڑے بڑے لوگوں کو دام محبت میں گرفتار کرتی رہی ہے۔ اور آوارگی کے جرم میں سزا یافتہ بھی ہے۔

اب وہ بوڑھی ہو چکی ہے مگر اب بھی اپنی عیاشانہ فطرت سے مجبور ہے چنانچہ اس نے ایک اخباری نمائندہ کو بتایا کہ اب وہ ایک ایسا اسکول چلانا چاہتی ہے۔ جس میں کہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو عیاشی کی تربیت دی جائے۔ اس کا خیال ہے کہ عیاشی بھی ایک مستقل فن ہے جس سے زندگی میں [illegible] پیدا ہو جاتا ہے یہ ہیں تہذیب جدید کی کرشمہ سازیاں۔

باغوں کے محافظ اور منتظم بندر

ہمارے ملک میں تو [illegible] کا کام [illegible] باغ میں بھی گھس جاتے ہیں [illegible]

ملائیشیا، تھائی لینڈ اور سماترہ کے بندر بڑی مستعدی سے باغبانی کا کام کرتے ہیں۔ انہیں ان ممالک میں باغبانی کی تربیت دی جاتی ہے۔ اور ایسے تربیت یافتہ بندر بڑی بڑی قیمتوں میں فروخت ہوتے ہیں۔

ان ممالک میں بندر نہ صرف پھل دار باغوں کی حفاظت کرتے ہیں بلکہ اونچے پھلدار درختوں سے پھل توڑنے کی انہیں تربیت دی جاتی ہے۔ ان بندروں کو کچے اور پکے پھلوں میں پورا پورا امتیاز ہوتا ہے۔ یہ اچھلتے کودتے پھل توڑتے رہتے ہیں۔ اور پکے پھلوں کا ڈھیر لگا دیتے ہیں۔ خصوصیت سے ناریل کے توڑنے میں انہیں کمال حاصل ہوتا ہے۔ ایک بندر چار انسانوں کے برابر کام کرتا ہے یہ صرف پھل توڑنے ہی کا کام نہیں کرتے بلکہ باغوں کی حفاظت کیلئے بڑی خوبی سے کام کرتے ہیں کیا مجال کہ ان کے ہوتے ہوئے کوئی باہر کا شخص ایک پھل بھی توڑ لے۔

کنواری ماؤں کی کثرت

دوسرے یورپین ممالک کی طرح انگلستان میں حرامی بچوں کی کثرت [illegible] اضافہ ایک ایسا مسئلہ بن گیا ہے جس نے حکومت کے [illegible] کو پریشان کر دیا [illegible] کہ اب انگلستان میں [illegible] سال کی [illegible] [illegible]

Registered with the Registrar of Newspapers at R. N. No. 784/57

THE DIN DUNIA DELHI



ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مستند احادیث کا بے مثال ذخیرہ

صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ
اور احادیث کی تمام مستند کتب کی روح

اردو حدیث

(مفتی [illegible] کی بہترین مایۂ ناز تالیف)

قرآن پاک کے بعد حدیث ہی وہ مقدس کتاب ہے جس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد قائم ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال نیز ارشادات و احکامات کا وہ قیمتی ذخیرہ ہے جو مسلمانوں کی قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ اس وقت تک کوئی ایسی اردو مستند حدیث موجود نہیں تھی جو مسلمانوں کو بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دے خدا کا شکر ہے کہ اردو حدیث کی اشاعت کے بعد یہ کمی پوری ہوگئی۔ اس تالیف نے مسلمانوں کو عربی زبان کی بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اس میں صحیح بخاری صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ اور حدیث کی تمام مستند کتب سے وہ تمام احادیث جمع کر دی گئی ہیں جن کی روزانہ زندگی میں ہر مسلمان کو ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس پاکیزہ تالیف کی بڑی خوبی یہ ہے اس کے بیس ابواب قائم کر کے تمام احادیث کو علیحدہ علیحدہ عنوانات کے ماتحت اس طرح تقسیم کر دیا گیا ہے کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں فوراً نکل آئیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ایک معمولی اردو داں بھی علما کی طرح احادیث سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے گا یہ اردو زبان کی وہ نایاب حدیث ہے جسے مفتی شوکت علی فہمی نے سالہا سال کی شب و روز کی محنت کے بعد مرتب کیا ہے۔

"اردو حدیث" مندرجہ ذیل بیس ابواب پر مشتمل ہے

ا۔ صاحب حدیث رسول اللہ صلعم کی سوانح مبارک	۵۔ حکمرانی جہاد اور شرعی سزاؤں سے متعلق احادیث	۱۱۔ اسلامی تمدن اور معاشرت کے بارے میں احادیث	۱۶۔ موت اور حیات بعد الموت کے بارے میں احادیث
ب۔ علم الحدیث اور اس کی مکمل تاریخ	۶۔ اخلاق اور اصلاح کے بارے میں احادیث	۱۲۔ والدین اعزا اور متعلقین کے بارے میں احادیث	۱۷۔ انبیاء اور علامات قیامت کے بارے میں احادیث
۱۔ ایمان اور اسلام کے بارے میں احادیث	۷۔ تحمل نرمی اور فیاضی کے بارے میں احادیث	۱۳۔ زن و شوہر کے تعلقات اور نکاح و طلاق کے بارے میں احادیث	۱۸۔ جنت اور دوزخ کے بارے میں احادیث
۲۔ عبادات الٰہی روزہ نماز حج زکوٰۃ کے بارے میں احادیث	۸۔ حسد ظلم اور افعال ممنوعہ کے بارے میں احادیث		۱۹۔ رسول اللہ صلعم کے معجزات اور پیشینگوئیوں کے بارے میں احادیث
۳۔ ذکر الٰہی خوف خدا اور دعا سے متعلق احادیث	۹۔ محبت اور اخوت کے بارے میں احادیث	۱۴۔ عورت اور پردے کے بارے میں احادیث	
۴۔ پرہیزگاری اور توکل کے بارے میں احادیث	۱۰۔ غریبی قناعت اور انکساری کے بارے میں احادیث	۱۵۔ تجارت معاملات اور لین دین کے بارے میں احادیث	۲۰۔ نہایت مفید اور کارآمد منتخب احادیث

گذشتہ پچاس برس میں حدیث کی ایسی جامع کتاب شائع نہیں ہوئی!

مندرجہ بالا عنوانات کے تحت ڈیڑھ ہزار سے زیادہ احادیث ایسی عمدہ ترتیب کے ساتھ درج کی گئی ہیں کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں ایک منٹ میں آسانی کے ساتھ نکل آئیں۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ گذشتہ پچاس برس میں حدیث کے موضوع پر ایسی مستند کتاب اردو میں شائع نہیں ہوئی۔ ہر حدیث کے بعد حدیث کی مستند کتب کا حوالہ موجود ہے۔ زبان ایسی شستہ اور عام فہم کہ مرد عورتیں اور بچے بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں ضخامت تقریباً پانچسو صفحات۔ کتابت و طباعت اعلیٰ ٹائیٹل کئی رنگ میں چھپا ہوا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی رنگین تصویر موجود ہے۔ ڈسٹ کور نہایت خوشنما اور رنگین۔

پورے بیس ابواب کی مکمل اور مجلد کتاب کا ہدیہ صرف Rs. 12/50

دین دنیا دہلی

ایڈیٹر۔ شوکت علی فہمی



فاتح اسلام مُسلم بن عبدالملک

شہزادہ مسلم بن عبدالملک اسلام کا وہ مایۂ ناز فرزند ہے جس نے اپنی جان کی بازی لگا کر ایشیا کے کفرستان میں اسلام کی روشنی پھیلائی۔ اور یہی وہ مردِ مجاہد ہے جس نے قسطنطنیہ پر حملہ کرکے فاتحان اسلام کے لئے یورپ کی فتح کا دروازہ کھولا۔ یہ مردِ مومن اسلام کے لئے زندہ رہا اور اسلام پر قربان ہو [illegible]

RUPEES
2.00



وزیراعظم اندرا گاندھی کانگریس آئی کے ایک انتخابی جلسہ میں تقریر کر رہی ہیں



مسز اندرا گاندھی نے کہا ہے "راجیو گاندھی" کا مستقبل ان کی صلاحیتوں اور کارکردگی پر موقوف ہے



"راجیو گاندھی اگرچہ سیاست کو ناپسند کرتے" تھے مگر پھر بھی سیاست کے دلدل میں پھنس گئے



متحدہ عرب امارات کے صدر ''شیخ زائد بن سلطان'' برطانیہ کے ساتھ
ایک تجارتی معاہدہ پر دستخط کر رہے ہیں



سعودی عرب کے ''شہزادہ سعود الفیصل اور دیگر عرب ممالک کے وزرائے خارجہ
''ابوظہبی'' میں وزرائے خارجہ کی ایک کانفرنس کے بعد



"وگیان بھون دہلی" میں پچھلے دنوں قرأت کا بین الاقوامی مقابلہ ہوا تھا
جس میں کئی مسلم خواتین نے بھی حصہ لیا تھا



"ظاہر شاہ" سابق شاہ افغانستان افغانی
مجاہدین کی قیادت کے لئے آمادہ ہو گئے ہیں



بنگلہ دیش کے مقتول صدر "ضیاءالرحمن"
اپنی بیوی کے ہمراہ



"مسز دہوگلا اور مسٹر بہوگنا" اپنے پرانے ساتھی کملا پتی ترپاٹھی کے ہمراہ



ایران کے صدر "ابوالحسن بنی صدر" (درمیان میں) اچانک ایران سے
فرار ہو کر کسی دوسرے ملک کو ہجرت کر گئے ہیں



نئی ممبر پارلیمنٹ "بیگم عابدہ احمد" کی فخرالدین علی احمد اور اندرا جی کے ساتھ ایک یادگار تصویر۔ امید ہے کہ انہیں مرکزی کیبنٹ میں شامل کیا جائیگا۔

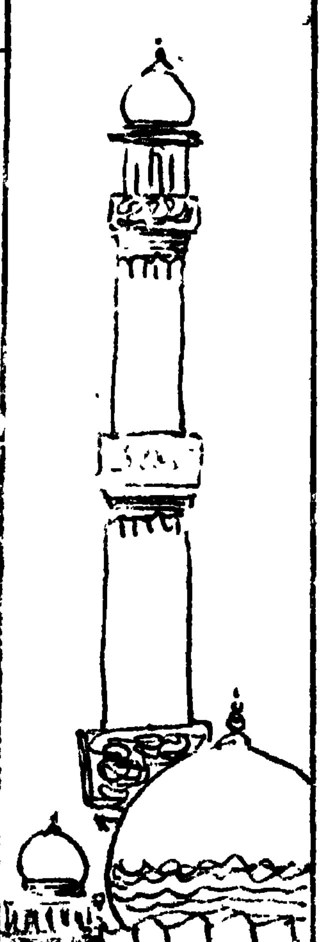
ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور دینی جریدہ

ماہنامہ دین دنیا دہلی

دین دنیا

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ١٦ | جولائی —— ١٩٨١ء | نمبر ٧



قیمت سالانہ
اکیس روپے
ششماہی گیارہ روپے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا ہاؤس .... متصل جامع مسجد دہلی
وی پی منگانے میں تین روپے زائد کا خرچ ہے اس لئے منی آرڈر بھیجئے

قیمت فی پرچہ
دو روپے
پاکستان، بنگلہ دیش اور برما سے پچاس
غیر ممالک سے سو روپیہ سالانہ

مفتی شوکت علی فہمی:۔ ایڈیٹر پرنٹر پبلشر و پروپرائٹر نے اپنے خواجہ پریس میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا



رفتارِ زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

اقلیتوں پر نظرِ کرم

ملازمتوں میں ریزرویشن کی سفارش

پچھلے دنوں مرکزی حکومت نے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور اُن کے مطالبات کا جائزہ لینے کی غرض سے جب ایک "اقلیتی کمیشن" قائم کیا تھا تو اس کمیشن کے قیام کے بعد مسلمانوں کو خصوصاً اور دیگر اقلیتوں کو عموماً یہ امید پیدا ہو گئی تھی کہ اب شائد اقلیتوں کے اُن دیرینہ الجھے ہوئے مسائل کے حل ہونے کا وقت قریب آگیا ہے۔ جو زمانہ دراز سے الجھے پڑے ہیں۔ لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کچھ بھی نہ ہو سکا۔

اور اب جبکہ اس [illegible] اور لب دم "اقلیتی کمیشن" کا چیرمین جسٹس حمید اللہ بیگ جیسے ایک ایسے شخص کو مقرر کر دیا گیا ہے جن کے نظریات شروع ہی سے اس ملک کی سب سے بڑی اقلیت یعنی مسلمانوں کے نظریات سے بالکل مختلف ہیں تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ اقلیتی کمیشن جو سالہا سال کے مسلسل مطالبات کے بعد جنتا دور حکومت میں قائم ہوا تھا۔ اب اندرا حکومت میں ہمیشہ کے لئے دفن ہو چکا ہے۔

اس اقلیتی کمیشن کی موت کے بعد قدرتی طور پر اس ملک کی اقلیتوں کی نظریں مرکزی حکومت کے قائم کردہ اس "اعلیٰ اختیاری اقلیتی پینل" کی جانب اٹھ رہی ہیں جس کے چیرمین ڈاکٹر گوپال سنگھ ہیں اور جس کے بارے میں ہماری مرکزی حکومت کا دعویٰ ہے کہ اس نے یہ اقلیتی پینل اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور مسائل کے حل کے لئے قائم کیا ہے

یہ بات یاد رہے کہ ہماری مرکزی حکومت نے تقریباً ڈیڑھ سال ہوا مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کی تعلیمی اور معاشی حالات کا جائزہ لینے اور اُن کا مستقل حل تلاش کرنے کی غرض سے جو اعلیٰ اختیاری اقلیتی پینل قائم کیا ہے اُس کی عبوری رپورٹ پینل کے چیرمین ڈاکٹر گوپال سنگھ اب سے چھ ماہ قبل وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کو پیش کر چکے ہیں۔ تاکہ وہ اور وزارت داخلہ اس پر غور کرنے کے بعد اس رپورٹ کے مطابق اقلیتوں کے مسائل کا کوئی مناسب حل تلاش کر سکیں۔

اس اقلیتی پینل کی سرکاری رپورٹ کی جو تفصیلات اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں وہ نہایت ہی مایوس کن ہیں ان تفصیلات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آزادی کے گذشتہ ۳۴ سال میں ہماری حکومت مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکی ہے۔ چنانچہ اِن بدبختوں کی جو پست حالت ۳۴ سال قبل تھی وہی آج بھی ہے اور اِس ملک کی دیگر اقلیتیں عموماً اور مسلمان خصوصاً آزادی کی نعمت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے ہیں۔ حکومت نے نہ اُنکی تعلیمی حالت سدھارنے کے لئے کچھ کیا ہے۔ اور نہ سرکاری ملازمتوں ہی میں اِن کو موقع دیا گیا ہے۔ اِس کے علاوہ نہ معاشی

اقلیتوں کی دو بارہ حالت کو سنبھالنے کے لئے انہیں بھر کار قرضے بھی دئے گئے ہیں۔ یعنی آزادی کی نعمتوں سے انہیں اس طرح محروم رکھا گیا ہے گویا کہ وہ اس ملک کے باشندے ہی نہیں ہیں

اور اب اسی اقلیتی پینل کے چیرمین ڈاکٹر گوپال سنگھ کا ایک انٹرویو "انڈین ایکسپریس" میں شائع ہوا ہے جس سے کہ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر گوپال سنگھ نے اس ملک کی اقلیتوں کی حالت سدھارنے کے لئے جو سفارشات حکومت کو پیش کی ہیں وہ کیا ہیں۔ انٹرویو کے مطابق ڈاکٹر گوپال سنگھ نے اپنی عارضی رپورٹ میں جو ۳۱ جنوری ۱۹۸۱ء کو وزیر اعظم کو پیش کی ہے اس میں سفارش کی ہے کہ درجہ سوم اور درجہ چہارم کی ملازمتوں میں نیز میڈیکل اور انجینیرنگ کالجوں وغیرہ کے داخلہ کے سلسلہ میں تناسب آبادی کے لحاظ سے اقلیتوں کے واسطے کوٹا مقرر کیا جائے۔ نیز ڈاکٹر گوپال سنگھ نے پولیس فورس میں بھی اقلیتوں کے لئے تناسب آبادی کے مطابق انہیں بھرتی کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ تاکہ ایک طرف تو پولیس میں اقلیتوں کے ساتھ ناانصافی دور ہو اور دوسرے فسادات پر بھی قابو پانے میں اقلیتوں کی وجہ سے آسانی پیدا ہو اور حکومت پر سے اقلیتوں کا متزلزل اعتماد بحال ہو سکے۔ البتہ فوج میں بھرتی استحقاق کی بنیاد پر کرنے کی انھوں نے سفارش کی ہے۔ لیکن یہ کچھ نہیں بتایا ہے کہ استحقاق سے اُن کا منشا کیا ہے۔

ڈاکٹر گوپال سنگھ نے ایک سفارش یہ بھی کی ہے کہ اعلی افسران میں سے ایک تہائی تعداد اقلیتوں میں سے لی جائے پینل نے اقلیتوں میں مسلمانوں۔ عیسائیوں۔ سکھوں۔ پارسیوں اور بودھوں کو شامل کیا ہے۔ چار سو صفحات کی اس رپورٹ میں کہا گیا ہے بجٹ کا چالیس فیصد حصہ اقلیتوں اور کمزور طبقات پر صرف ہونا چاہئے اور اس میں سے دس ارب روپے ایسے مستحق امیدواروں کے لئے منظور کئے جائیں جن کے والدین کی آمدنی بارہ ہزار روپیہ سالانہ سے کم ہے۔ میڈیکل اور انجینیرنگ کے کالجوں میں اقلیتوں کے لئے نشستیں محفوظ ہونی چاہئیں۔ آئی۔ اے۔ ایس اور دیگر مقابلہ کے امتحانات میں اقلیتوں کے جو امیدوار ساٹھ فیصد نمبر حاصل کر لیتے ہیں انہیں منتخب قرار دیا جائے خواہ وہ انٹرویو میں فیل ہی کیوں نہ ہو جائیں ڈاکٹر گوپال سنگھ نے اپنے انٹرویو میں یہ بھی کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ان سفارشات پر عمل درآمد کرنے میں حکومت کو کچھ دشواریاں پیش آئیں۔ مگر اقلیتوں کے اندر پھیلی ہوئی موجودہ بے چینی دور کرنے کے لئے اب ہمیں اقلیتوں کیلئے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا چنانچہ انھوں نے حکومت کو اپنی سفارشات پر عمل درآمد کیلئے چار سال کی مدت مقرر کی ہے۔ تاکہ حکومت ۱۹۸۵ء تک ان سفارشات کو عملی جامہ پہنا سکے اور ۱۹۸۵ء کے انتخابات میں سرکار اقلیتوں کے ووٹوں سے الیکشن جیت سکے۔

اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ ڈاکٹر گوپال سنگھ کا اصل منشا اقلیتوں کی مشکلات کو دور کرنا نہیں ہے بلکہ اُن کے سامنے بڑا مسئلہ آنے والے انتخابات میں سرکار کی کامیابی کے لئے راستہ ہموار کرنا ہے۔ پھر اگر اس سب کو بھی نظر انداز کر دیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر آئینی طور پر اس اقلیتی پینل کو اختیار کیا حاصل ہے۔ یہ تو محض سفارش کر سکتی ہے۔ وزارت داخلہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اقلیتی پینل کی سفارشات کو منظور کرے یا نہ کرے یعنی یا تو سب ہی سفارشات کو رد کر دے یا چند سفارشات کو قبول کرنے اور باقی کو صندوق سرد خانے میں ڈال دے۔

ہم ڈاکٹر گوپال سنگھ کے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے بحیثیت اقلیتی پینل کے چیرمین اقلیتوں کے بارے میں کچھ ایسی سفارشات کی ہیں جن پر اگر عمل کیا جائے تو اقلیتوں کو ضرور تھوڑا بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ لیکن شروع ہی سے ہماری یہ رائے رہی ہے اور ہم بار بار اپنی اس رائے کو دہراتے رہے ہیں کہ حکومت کا قائم کردہ کوئی "اقلیتی پینل یا اقلیتی کمیشن" اقلیتوں کے لئے کبھی مفید ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس سے وقتی طور پر اقلیتوں کے جذبات کو تسکین تو ہو سکتی ہے۔ لیکن اقلیتوں کا کوئی مسئلہ مشکل ہی سے اس کے ذریعہ حل ہو سکتا ہے۔

یاد رکھئے کہ اقلیتی مسائل کے حل کی واحد صورت اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے کہ ملک کی تمام اقلیتیں متحد ہو کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوں اور پوری طاقت کے ساتھ اپنے مطالبات کو پیش کریں اقلیتوں کو یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ اُن کی

اس ملک میں بہت بڑی طاقت ہے یعنی پورے ہندوستان میں دس بارہ کروڑ کی تعداد میں مسلمان آباد ہیں۔ سولہ کروڑ ہریجن اور آدی باسی ہیں۔ اور چھ سات کروڑ کے قریب عیسائی سکھ اور دوسری اقلیتیں ہیں جنکی مجموعی تعداد کسی صورت میں بھی ۳۴ کروڑ سے کم نہیں ہے۔ اگر یہ سب متحد ہو جائیں تو ذرا غور کیجئے کہ وہ کیا کچھ نہیں کر سکتے وہ جس پارٹی کو بھی چاہے برسر اقتدار لا سکتے ہیں اور اپنے مسائل ہی نہیں بلکہ ملک و وطن کے دوسرے اہم مسائل کو بھی اپنی متحدہ طاقت سے عملی جامہ پہنا سکتے ہیں۔

ہندوستان میں یوں تو بہت سی اقلیتیں موجود ہیں۔ لیکن جہاں تک مسلم اقلیت کا تعلق ہے۔ وہ بہت بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اور اُس کا فرض ہے کہ وہ اقلیتوں کے اتحاد کے لئے سب سے پہلے قدم اٹھائے اور خاص طور سے مسلم زعما کا فرض ہے کہ وہ اِس ضمن میں قائدانہ رول ادا کریں لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ملک کی مسلم جماعتیں اور مسلم زعما آج تک اِس اہم فرض سے غافل ہیں۔ حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلم اقلیت کا کوئی مسئلہ بھی اُس وقت تک حل نہیں ہو سکے گا۔ جب تک ہم دوسری اقلیتوں کو اپنے ساتھ ملا کر آگے نہیں بڑھیں گے۔ ہم بستور سرکاری کمیشنوں اور سرکاری پینلوں کے نظر کرم کے محتاج رہیں گے۔ اور ایسی حالت میں جبکہ ہریجن اور دوسری اقلیتوں کی جانب سے بھی اقلیتوں کے اتحاد کی تحریک شروع ہو گئی ہے تو یہ کام دشوار بھی نہیں ہے۔

مسلم یونیورسٹی کو تباہ کرنے کی سازش

مسلم یونیورسٹی ہندوستان کے مسلمانوں کا سب سے بڑا اور قیمتی سرمایہ ہے اُسے تباہ کرنے کے لئے گذشتہ بیس پچیس سال سے جو کچھ ہو رہا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ایک طرف تو بلراج مدھوک جیسے خیالات کے لوگ اس یونیورسٹی کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور یونیورسٹی کو بند کرانے کے لئے ایسے فسادات بھڑکائے جا رہے ہیں جو مہینوں جاری رہتے ہیں۔ اور دوسری جانب ہمارا نام نہاد قومی پریس اسے فرقہ پرستوں کا گڑھ بنا کر اس کے وقار کو زبردست دھکا لگا رہا ہے۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر مسلم یونیورسٹی پر اندر سے جو تازہ حملے شروع ہو گئے ہیں وہ کہیں زیادہ خطرناک اور تباہ کن ہیں۔

یونیورسٹی پر اندر سے حملوں سے ہمارا منشا یہ ہے کہ خود یونیورسٹی کے اندر یونیورسٹی کو بدنام کرنے والی ایک لابی پیدا ہو گئی ہے جو یونیورسٹی کے اندر رہتے ہوئے یونیورسٹی کی بنیادوں کو کھود رہی ہے۔ مثلاً مسلم یونیورسٹی ہی کا ایک پروفیسر عرفان حبیب اخبارات میں یہ پروپگنڈا کر رہا ہے کہ "یونیورسٹی کا ہوسٹل جرائم پیشہ لوگوں کا اڈا بنا ہوا ہے۔ جہاں جرائم پیشہ لوگوں کو پناہ دی جاتی ہے" یہ زہریلا پروپگنڈا صرف عرفان حبیب ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ مسلم یونیورسٹی کے ایک فرزند ڈاکٹر گپتا جنھوں نے کہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری مسلم یونیورسٹی سے حاصل کی ہے اور آجکل ڈی۔ ایس کالج کے پرنسپل ہیں انھوں نے مسلم یونیورسٹی کے خلاف زہر میں ڈوبی ہوئی ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ یونیورسٹی کے سو فیصدی مسلم طلبا نالائق ہیں۔ مسلم یونیورسٹی میں خویش پروری عام ہے۔ یونیورسٹی کیمپس میں جرائم کی بھرمار ہے یہ دس نمبری بدمعاشوں کی پناہ گاہ ہے"

اُدھر ہمارا نام نہاد قومی پریس نہ صرف اس زہر کو پھیلا رہا ہے بلکہ عرفان حبیب جیسے یونیورسٹی کو بدنام کرنے والوں کی پشت پناہی بھی کر رہا ہے۔ اور اب تو یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ ہندوستان سے باہر کی یونیورسٹیوں کے اساتذہ کے بیانات بھی عرفان حبیب جیسے یونیورسٹی کو بدنام کرنے والوں کے حق میں اخبارات میں شائع ہونے لگے ہیں۔

اور سب سے زیادہ قابل افسوس بات یہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے بدنام زمانہ وائس چانسلر سید حامد یونیورسٹی کو بدنام کرنے والی لابی کے سرپرست بنے ہوئے ہیں۔ اور اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ یونیورسٹی کے طلبا کے تمام ہی جائز مطالبات کو کچل دیا جائے اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ انھوں نے یونیورسٹی کی یونین کو خلاف قانون قرار دے کر طلبا کا گلا تک گھونٹ دیا ہے اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ اب تو یونیورسٹی کے

طلبا کو پولیس کی گولیوں سے بھی بھونا جانے لگا ہے۔

ان سب باتوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ خود یونیورسٹی کے اندر ایک ایسی یونیورسٹی مخالف لابی کام کر رہی ہے جس کا منشا اور مقصد یہ ہے کہ خود مسلم یونیورسٹی کے اندر ایسے جھگڑے کھڑے کر دئے جائیں تاکہ "یونیورسٹی کے اقلیتی کردار" کا اہم ترین مسئلہ کھٹائی میں پڑ جائے اور یونیورسٹی کو اندر سے ڈائنامیٹ کر کے تباہ کر دینا چاہتی ہے اور اس کے سب سے بڑے معاون خود یونیورسٹی کے موجودہ وائس چانسلر سید حامد ہیں۔ ہمارے ملک کے جو زعما سید حامد کی کوتاہیوں کو طویل فہرست کے باوجود انہیں برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ بہت بڑی غلطی پر ہیں۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ اس نا اہل وائس چانسلر کو نہ صرف چلتا کیا جائے بلکہ یہ بھی معلوم کیا جائے کہ یونیورسٹی کو اندر سے ڈائنامیٹ کرنے کی ڈوریاں کہاں سے ہلائی جا رہی ہیں۔ اور ایسے کون لوگ ہیں جو یونیورسٹی کے مخالفین کے ہاتھوں بک چکے ہیں۔ اور یونیورسٹی میں رہتے ہوئے پانچویں کالم کا کام انجام دے رہے ہیں۔

ہند اور پاکستان کی نرالی دوستی

ہم پاکستان کے استحکام اور سالمیت کے سچے دل سے حامی ہیں ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان نہ صرف مستحکم ہو بلکہ خوب پھولے پھلے اور ترقی کرے۔ اور سب سے زیادہ ہم اس بات کے خواہش مند ہیں کہ اس پڑوسی ملک کو بھی جمہوریت کی وہ نعمت میسر آسکے جس سے کہ بدنصیب پاکستان روز اول ہی سے محروم ہے۔ اسی لئے ہم جنرل ضیا جیسے اُن فوجی ڈکٹیٹروں کے شدید مخالف ہیں جنھوں نے کہ فوجی طاقت کے بل پر پاکستانی عوام کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ہم اس بات کے بہت بڑے حامی ہیں کہ ہند اور پاکستان جو ایک ہی ملک کے دو ٹکڑے ہیں ان میں زیادہ سے زیادہ دوستانہ تعلقات پیدا ہوں

پچھلے دنوں میں ہمارے وزیر خارجہ شری نرسمہا راؤ پاکستان کے دورے پر گئے تھے۔ اور اُنھوں نے یہ خوشخبری سنائی تھی کہ "اب ہند اور پاکستان کے درمیان نئی دوستی کی بنیاد پڑ گئی ہے اور یہ دوستی شاید ایسی پائیدار اور مستحکم ثابت ہوگی کہ آئندہ ان دونوں ملکوں کے لئے ویزا کی بھی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔" تو یہ خوشخبری سن کر ہمیں بے اندازہ مسرت ہوئی تھی۔ اور ہمیں یہ توقع ہو گئی تھی کہ واقعی اب ہند اور پاکستان میں یکجہتی اور محبت کا نیا دور شروع ہونے والا ہے۔

مگر ہمیں افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری یہ مسرت بالکل عارضی ثابت ہوئی۔ کیونکہ ایک ہفتہ کے بعد ہی ہم نے یہ سن لیا کہ امریکہ اور پاکستان کے مابین ہند مخالف ایک فوجی معاہدہ ہو گیا ہے۔ جس کی رو سے پاکستان نے یہاں تک منظور کر لیا ہے کہ وہ ضرورت پڑنے پر امن کے دشمن نمبر اول امریکہ کو اپنے فوجی اڈے تک دیدے گا چنانچہ کسی دوسرے کا نہیں بلکہ خود پاکستان کے صدر جنرل ضیا کا بیان ہے "میری سرکار پاکستان میں امریکی فوجوں کے لیے اڈے اور بندرگاہ کی سہولیات دینے پر غور کر رہی ہے" یہ بیان سب ہی اخبارات میں شائع ہوا ہے اور اس کے معاوضہ میں امریکہ پاکستان کو ایک زبردست فوجی طاقت بنانے پر تل گیا ہے۔ پاکستان کی مدد کے لیے نہیں بلکہ اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے پاکستان کو جدید ترین ہوائی جہاز طیارے توپیں طیارہ شکن میزائیل اور ہیلی کاپٹر دئے جائیں گے جس کی قیمت تقریباً تین ارب ڈالر ہوگی۔ اور جو خطرناک بمبار طیارے پاکستان کو جلد سے جلد دئے جائیں گے۔ ان میں ۱۵ ایف ۱۶ وہ بمبار ہوائی طیارے بھی شامل ہیں جن کے ذریعہ اسرائیل نے اسلامی دنیا کے واحد عراقی ایٹمی ری ایکٹر کو حال ہی میں تباہ کیا ہے۔ اور اس سب کا مطلب یہ ہے کہ اب پاکستان امریکہ کا فوجی مستقر بن چکا ہے۔ اور اس فوجی مستقر کے ذریعہ وہ ہندوستان اور مغربی ایشیا کے دوسرے ممالک میں جو تباہی برپا کرنی چاہے گا وہ آسانی سے کر سکے گا۔

کہا یہ جا رہا ہے کہ امریکہ روس کا مقابلہ کرنے کے لیے پاکستان کو جدید ہتھیاروں سے لیس کر رہا ہے۔ مگر سب ہی اس بات کو جانتے ہیں کہ روس اتنی بڑی فوجی طاقت ہے

کہ امریکہ بھی اُس سے ڈرتا ہے۔ ایسی حالت میں امریکہ دنیا بھر کے ہتھیاروں کا بھی پاکستان میں ڈھیر لگا دے تب بھی پاکستان وہ تنہا بھی روس سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پھر پاکستان کا روس سے کوئی جھگڑا بھی نہیں ہے۔ اُس کا جھگڑا صرف افغانستان تک محدود ہے۔ اس کے علاوہ خود پاکستان روس سے تعلقات بہتر بنانے کی فکر میں ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ یہ سب کچھ روس کے مقابلہ کے لئے ہو رہا ہے سراسر فراڈ ہے۔ اب رہا چین تو وہ پاکستان کا پرانا دوست ہے۔ ان ممالک کے علاوہ کسی دوسرے ملک سے پاکستان کا کوئی جھگڑا نہیں پھر آخر پاکستان کو کس دشمن کے مقابلہ کے لئے بے طرح مسلح کیا جا رہا ہے۔ اور اس کے لئے خصوصیت کے ساتھ وہ ۱۶ ایف بم بار طیارے فراہم کئے جا رہے ہیں جو دنیا کے سب سے بڑے اور نہایت ہی خطرناک طیارے شمار کئے جاتے ہیں۔

یہ یاد رہے کہ ایک ایف ۱۶ بم بار طیارے کی قیمت تقریباً ۱۰ کروڑ ڈالر ہوتی ہے۔ اس طیارے میں ۷۹ء۶ ٹن وزن کے بم رکھے جاتے ہیں جن سے کہ آسانی کے ساتھ ایک پورے شہر کو مکمل طور پر تباہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ طیارے کافی اونچے اڑتے ہیں بہت تیزی سے آگے بڑھتے ہیں اور ایک مرتبہ تیل لے کر بہت دور کی مسافت طے کرتے ہیں یہ امریکہ کا سب سے خطرناک اور تباہ کن طیارہ ہے۔ جو اس نے یا تو اپنے یار وفادار اسرائیل کو دیا ہے۔ اور اب اسرائیل کے بعد یہی خطرناک طیارے اپنے دوسرے وفادار جنرل ضیا کو دے رہا ہے کیا اس لئے کہ ہندوستان کے ایٹمی ری ایکٹر کو تباہ کرنا مقصود ہے کیونکہ روس سے تو پاکستان ٹکرانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ بالکل اسرائیل کی طرح امریکہ پاکستان کو کیوں مسلح کر رہا ہے۔

امریکہ کے نئے صدر ریگن کے بارے میں سب ہی کو معلوم ہے کہ وہ کوئی اچھے آدمی نہیں ہیں۔ وہ جنگ خونریزی اور تباہی کے بہت بڑے شائق ہیں۔ مشرق وسطی میں وہ جس طرح جوڑ توڑ کر رہے ہیں اور گل کھلا رہے ہیں اس سے سب ہی واقف ہیں۔ اور اب ان کا ایک دوسرے بے اصول اور خود غرض انسان جنرل ضیا سے یارانہ نہ جانے کیا گل کھلائے گا۔ ان کی دوستی اور دشمنی دونوں ہی خطرناک ہے۔ مغربی ایشیا کے ممالک تو خطرہ میں پڑ ہی گئے ہیں مگر کوئی تعجب نہیں کہ یہ دوستی پاکستان کے لئے بھی نہایت ہی مہنگی ثابت ہو ع ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

پاکستان اگر اپنی حفاظت کے لئے موزوں اور مناسب ہتھیار فراہم کرتا تو کسی کو بھی کوئی اعتراض نہ ہوتا لیکن۔ آج اگر پاکستان مغربی ایشیا میں اسرائیل کی طرح ایک دوسرا امریکہ کا فوجی اڈا بن جاتا ہے۔ تو اس سے ہندوستان ہی کو نہیں بلکہ مغربی ایشیا کے سب ہی ممالک کے لئے ایک زبردست خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور خود پاکستان بھی امریکہ کا غلام بن کر رہ جاتا ہے اور اس خطرہ کا بڑا باعث پاکستان کا خود غرض ڈکٹیٹر جنرل ضیا ہے۔ جس نے کہ اپنی ڈکٹیٹری کو برقرار رکھنے کے لئے پاکستان کو امریکہ کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے یقین جانئے کہ اگر پاکستان میں آج جمہوریت ہوتی تو امریکہ پاکستان کے گلے میں امریکی غلامی کا پٹہ ڈالنے میں ہرگز کامیاب نہ ہوتا۔

"آزاد خالستان" کا ابھرتا فتنہ

آزاد خالصتان کا فتنہ ہمارے ملک میں جس تیزی کے ساتھ ابھر رہا ہے اُسے دیکھتے ہوئے نہیں کہا جا سکتا کہ ہمارے ملک کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ یہ چیز بڑی افسوسناک ہے کہ ملک میں ایسے عناصر مرکزی حکومت کی کمزوری کی وجہ سے نہایت تیزی کے ساتھ ابھر رہے ہیں جو شاید اس وسیع ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہتے ہیں۔

آسام میں علیحدگی پسندی کا رجحان برابر بڑھ رہا ہے اور آسام کے باغی عناصر کو غیر ملکوں میں تربیت دی جا رہی ہے۔ ناگالینڈ اور میزورم میں علیحدگی پسند برابر ابھر رہے ہیں۔ چنانچہ اس علاقہ کے عیسائیوں نے علیحدگی پسندی کا نعرہ لگا رکھا ہے پست اقوام کی جانب سے دلستان کا مطالبہ پچھلے دو سال سے

کیا جارہا ہے۔ چنانچہ بمبئی کے چار سو دولت افراد نے ہندوستانی شہریت کے چھوڑنے کے اعلان کے ساتھ ایک علیحدہ دلستان کے قیام پر زور دینا شروع کر دیا ہے اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ پچھلے سال ۱۵ اگست کو اور اس سال یوم جمہوریہ کے موقع پر دلت باشندوں نے قومی تقریبات کو یوم سیاہ کے طور پر منایا ہے۔ اور ایک علیحدہ دلستان کے قیام کا مطالبہ دہرایا ہے۔

اور اب سکھوں نے تو نہ صرف آزاد خالصتان کا اعلان کر دیا ہے بلکہ یہ بھی فرما دیا ہے کہ سکھوں کا ہندوستانی قومیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور سکھ ایک جداگانہ مستقل قوم ہے چنانچہ ایک اطلاع یہ بھی ہے کہ بیساکھی کے موقعہ پر سکھوں کا جو جتھا گوردوارہ پنجہ صاحب کی یاترا کے لئے گیا تھا۔ اس کے بعض ممبروں نے اپنی ویزا کی درخواستوں میں اپنی قومیت ہندوستانی کی بجائے سکھ لکھوائی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ "شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی" نے جو سکھوں کی سب سے بڑی دھارمک جماعت ہے اور ہندوستان کے تمام گوردواروں کو کنٹرول کرتی ہے۔ ایک ریزولیشن پاس کر کے سکھوں کو ہندوستانیوں سے الگ ایک قوم قرار دیدیا ہے۔ اور اس سے پہلے بھی چیف خالصہ دیوان کے زیر اہتمام منعقدہ "سکھ ایجوکیشنل کانفرنس" میں سکھوں کو ایک الگ قوم قرار دیا جا چکا ہے۔ مختصر یہ کہ سکھوں کی ان دونوں نمائندہ اور ذمہ دار جماعتوں نے جو رویہ اختیار کر رکھا ہے وہ ہندوستان کی سالمیت کے خلاف ایک کھلی بغاوت ہے۔

یہ بات یاد رہے کہ سکھوں کی علیحدگی پسندی کی یہ تحریک کوئی نئی تحریک نہیں ہے۔ بلکہ پاکستان بننے کے وقت بھی انھوں نے اپنی علیحدگی کا ماسٹر جناح سے سودا کرنا چاہا تھا جو ہو نہ سکا تھا اس کے علاوہ ڈاکٹر جگجیت سنگھ اور بعض دوسرے سرپھرے۔ اکالیوں نے آج سے دس بارہ سال قبل لندن اور واشنگٹن سے آزاد خالصتان کی تحریک غیر ملکیوں کے اشارہ پر شروع کی تھی جسے پاکستان کی پوری پوری حمایت حاصل تھی۔ چنانچہ ۱۹۷۱ء کی ہند پاک جنگ کے دوران بی بی سی لندن۔ اور ریڈیو پاکستان سے ان ہی ڈاکٹر جگجیت سنگھ نے ہندوستان کے خلاف اور پاکستان کے حق میں غدارانہ تقریریں کی تھیں ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ ڈاکٹر جگجیت سنگھ جیسے ہندوستانی غدار کا پاسپورٹ منسوخ کر کے ہمیشہ کے لئے ہندوستان کا دروازہ بند کر دیا جاتا۔ لیکن ہوا یہ کہ جب یہ شخص ہندوستان پہنچا تو سکھوں نے اس کا ایک قومی ہیرو کی طرح استقبال کیا اور صرف یہی نہیں بلکہ اس کی سابقہ غداریوں کے صلہ میں اسے پنجاب کی اکالی گورنمنٹ میں وزیر بنا دیا گیا۔ اور ہماری حکومت یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود چشم پوشی سے کام لیتی رہی حالانکہ اصولاً اور ملک کے مفاد کے پیش نظر اس شخص کو کسی حالت میں بھی معاف نہیں کیا جانا چاہیئے تھا اور اس کے ساتھ وہی سلوک ہونا چاہئے تھا جو ملک کے غداروں کے ساتھ ہوا کرتا ہے

اور اب بھی جبکہ سکھ لیڈر پوری دیدہ دلیری کے ساتھ علیحدہ قومیت اور آزاد خالصتان کے نعرے لگا رہے ہیں۔ تو ان کے ساتھ بڑی نرمی کا سلوک کیا جارہا ہے یہاں تک کہ وزیر داخلہ نے یہ بھی یقین دلا دیا ہے کہ انہیں گرفتار نہیں کیا جائیگا جب علیحدگی پسندوں اور غداروں کے ساتھ ہماری حکومت کی یہ نرم پالیسی ہے تو کوئی معجزہ ہی ہندوستان کو مزید تقسیم ہونے سے بچا سکتا ہے۔

"مسلمان ہندوستان پر قبضہ کی فکر میں"

معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں مسلم مخالف اور عرب مخالف لابی کا زور کچھ زیادہ ہی بڑھتا چلا جارہا ہے۔ اور اس لابی کے ترجمان اخبارات ایک طرف تو یہاں کے مسلمانوں سے اور دوسری جانب عرب ممالک سے اس ملک کی اکثریت کو بدظن کرنے کے لئے آئے دن زہر افشانی کرتے رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر ۲۷ مئی کے پرتاب میں "یہ جبر کا نہیں لالچ کا" کے عنوان سے ایک شذرہ لکھا گیا ہے جسکے ذریعہ ایک طرف تو مسلمانان ہند پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ وہ دیدہ و دانستہ "ہندوستان" پر قبضہ جمانے کے لئے اپنی آبادی بڑھا رہے ہیں اور دوسری جانب عربوں کو مطعون کیا گیا ہے کہ وہ اس ملک

کے غریب ہریجنوں کو روپیہ کے بل پر مسلمان بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ یہ اخبار لکھتا ہے

"پردھان منتری شریمتی اندرا گاندھی نے ایک کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ پچھلے دس سال میں۔ آبادی کے اضافہ کے آنکڑوں کو دیکھ کر آپ کو شاک لگا ہے آپ کے اس اعلان کو پڑھ کر ہم آپ سے سوال پوچھنے پر مجبور ہوں کہ آپ کس دنیا میں رہ رہی ہیں۔ کہ آپ کو آبادی کے اس اضافہ پر شاک لگا ہے۔ حق یہ ہے کہ سوائے ہندوؤں کے پریوار نیوجن کی نیتی کو کوئی سویکار نہیں کر رہا ہے۔ ہندوستان کا مسلمان اور عیسائی ایک خاص مقصد سے اپنی آبادی میں اضافہ کر رہا ہے۔ سات آٹھ کروڑ مسلمانوں میں آدھی درجن سے زیادہ آپ کو ایسے نہ ملیں گے جو یہ مانتے ہیں کہ آبادی میں کمی ہو۔ لیکن جن لوگوں کے دماغ میں ہندوستان پر (کثرت آبادی کے ذریعہ) ادھیکار کرنا ہے اُن کا دماغ اور طریقے پر سوچ رہا ہے۔ انہیں بھوک ننگوں کی پلٹنوں سے پریشانی نہیں ہے بلکہ اُنہیں تو یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ اتنے زیادہ مسلمان اس دیش میں پیدا ہو رہے ہیں۔ رہ گیا سوال ان کی روٹی اور پرورش کا۔ اس کی انہیں چنتا نہیں۔ عرب دیش ہیں ہی اس کا انتظام کرنے کے لئے۔ جب ان عرب دیشوں کو تیل کی فروخت سے اربوں ڈالر حاصل ہو رہے ہیں تو کچھ ارب ڈالر ان غریب اور مفلس ہندوستانیوں کے سامنے ناموس اسلام کے نام پر پھینک دئے تو کیا ہوا۔ آج عرب سربراہوں کو اپنے عوام کی مجبوری کا اتنا احساس نہیں جتنا ہندوستان کے غریب ہریجنوں کو مسلمان بنانے کا ہے۔ اس کے لئے روپیہ عرب سرکاریں دے رہی ہیں عرب دیشوں کے سربراہوں کی کانفرنس میں کئی بار اس مسئلہ پر بحث ہو چکی ہے اور ان سربراہوں نے مانا ہے کہ اس کار ثواب کے لئے جتنا ضروری ہے ملتا رہے گا امر واقعہ یہ ہے کہ آج لازمی نسبندی کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہا۔ اب لالچ وغیرہ کچھ کام نہیں کریں گے کیونکہ عربوں کی طرف سے جو روپیہ آ رہا ہے اس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک لازمی پابندی نہیں ہوگی سمسیا کا حل نہیں ہو سکتا۔ اندرا

کی مشکل یہ ہے کہ جن لوگوں کے ووٹوں پر وہ بھروسہ کرتی ہیں۔ وہ دو درجن بچوں میں وشواس رکھتے ہیں کیونکہ اس طرح وہ ہندوستان کو پاکستان بنا سکتے ہیں"

یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ ہمارے ملک میں پچاس یا پچپن کروڑ کی تعداد میں ہندو آباد ہیں۔ اور ملک کی مجموعی آبادی میں ان کا تناسب ۸۵ فیصد ہے جبکہ مسلمانوں کا تناسب آبادی ۱۵ فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔ کوئی احمق ہی اس نوعیت کا بے بنیاد اندیشہ کر سکتا ہے کہ ۱۵ فیصد مسلمان اچانک بڑھ کر ۸۵ فیصد بن جائیں گے۔ اور ہندو صرف ۱۵ یا ۲۰ فیصد رہ جائیں گے خود ایڈیٹر پرتاپ بھی یہ جانتا ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا مگر وہاں تو منشا یہ ہے کہ اس ملک کے ہندوؤں کے دلوں میں کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کے خلاف منافرت کے جذبات بھڑکائے جائیں۔

اب رہا عرب ممالک کا معاملہ تو اُن کے بارے میں یہ سراسر بہتان ہے کہ عرب ممالک میں ہندوستان کے ہریجنوں کے مسلمان بنانے کے لئے کانفرنس ہو رہی ہیں۔ یا اس مقصد کے لئے اس ملک میں عرب ممالک سے روپیہ آ رہا ہے۔ عرب ممالک میں کروڑوں عیسائی آباد ہیں جب انھوں نے اُن کے تبدیل مذہب کے لئے کچھ نہ کیا تو ان کو ہندوستان کے ہریجنوں سے کیا واسطہ ہو سکتا ہے۔

ہم حیران ہیں کہ حکومت ہند جس کے سب ہی عرب ممالک سے دوستانہ تعلقات ہیں وہ عرب ممالک اور ہندوستان کے تعلقات بگاڑنے والے ان بے بنیاد الزامات کو کیسے برداشت کر رہی ہے حکومت ہند کو یہ سوچنا چاہئے کہ اس کے گرانقدر تجارتی مفادات عرب ممالک سے وابستہ ہیں اور تقریباً بیس لاکھ ہندوستانی مختلف عرب ممالک میں روزگار سے لگے ہوئے ہیں جن سے دو کروڑ روپیہ کا زرمبادلہ ہندوستان کو حاصل ہو رہا ہے کیا حکومت ہند یہ چاہتی ہے کہ عرب ممالک کے خلاف اس زہریلے پروپیگنڈے کی بنا پر ہندوستان کے قومی مفادات خطرہ میں پڑ جائیں۔ اور اگر حکومت ایسا نہیں چاہتی تو اسے عرب ممالک سے تعلقات بگاڑنے والے اس غلط پروپیگنڈے کو بند کرنا ہوگا

ہجوم بہار لے کے چلو

(ایس مقبول حسن، مقبول نصیر آبادی)

شباب غنچہ و گل کا نکھار لے کے چلو
قدم قدم پہ ہجوم بہار لے کے چلو

جلو میں گردش لیل و نہار لے کے چلو
ہر اک رنگِ رخِ روزگار لے کے چلو

سکون لے کے چلو اور قرار لے کے چلو
تم اپنے دل میں زمانے کا پیار لے کے چلو

بساط الٹتے ہوئے تم ہر ایک طوفاں کی
سفینہ اپنا بہر طور پار لے کے چلو

مئے خلوص و محبت کا امن و راحت کا
تم اپنی آنکھوں میں دلکش خمار لے کے چلو

مقام پانے کو اقوامِ زندہ کی صف میں
جہاں میں زندگی کا نگار لے کے چلو

نہ سرد و گرم جہاں سے ٹھٹک کے رہ جاؤ
نہ دل میں وسوسۂ نوکِ خار لے کے چلو

دکھا دو پھر سے زمانے کو شانِ منصوری
کہ حق کے واسطے سر سوئے دار لے کے چلو

عجب نہیں کہ پکارے تمہیں کو خود منزل
جو دل میں جذبۂ بے اختیار لے کے چلو

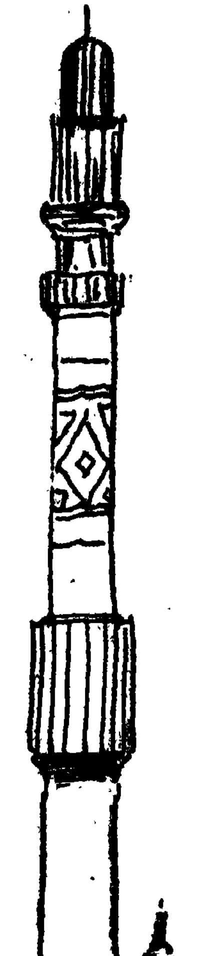
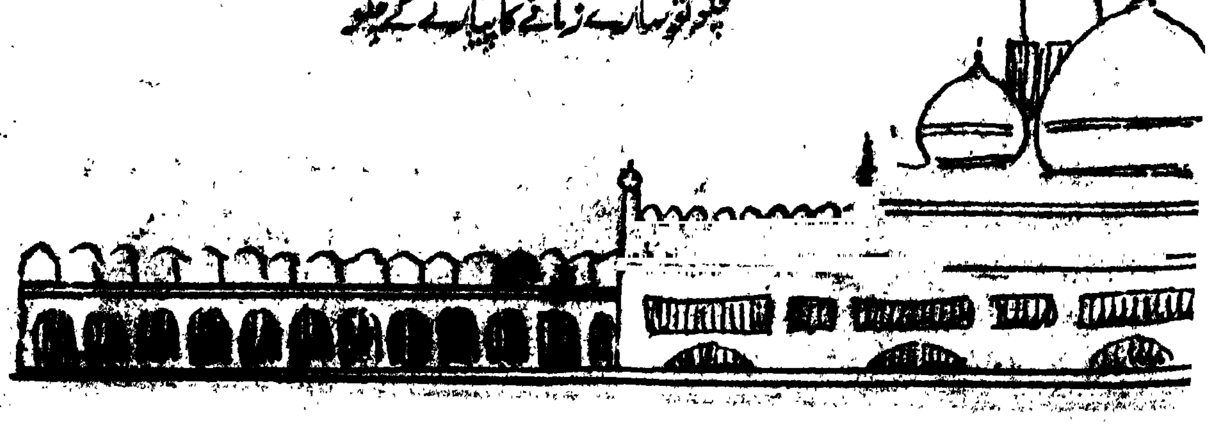
سبک خرام بنو موجِ بوئے گل کی طرح
نہ زندگی کا سرِ دوش بار لے کے چلو

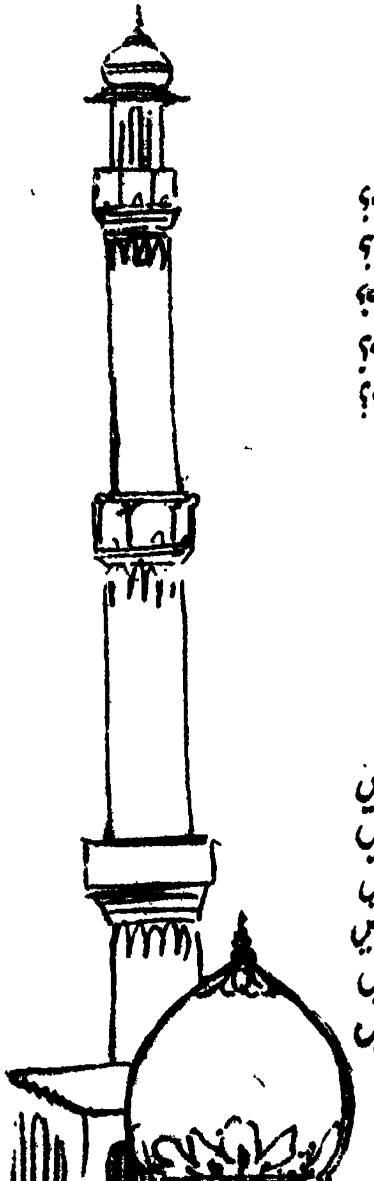
طلسم خانۂ باطل کو جو پھونک سکے
نگاہِ حق میں وہ برق و شرار لے کے چلو

رہِ حیات میں ہر موڑ کو ضیا بخشو
چراغِ سعی و عمل در کنار لے کے چلو

ہوئے ہیں پھر باطل علی کے دیار الغرض
تم اپنے ہاتھ میں پھر ذوالفقار لے کے چلو

رہو تو بن کے رہو اک جہاں کے تم مقبول
چلو تو سارے زمانے کا پیار لے کے چلو



یہ شہر جل گیا کیسے

(کریمی الاحسانی)

یہ رشکِ خلد جہنم میں ڈھل گیا کیسے — سوال یہ ہے کہ یہ شہر جل گیا کیسے؟
ابھی تھا رشکِ بہاراں ابھی ہے دار کا ڈھیر — چمن کا آج یہ نقشہ بدل گیا کیسے؟
وہ جس کو دعویٔ انسانیت رہا یارو — وہ خود نفاق کے سانچے میں ڈھل گیا کیسے؟
ہمارے سینوں پہ نفرت کی کوئی ابلیس — غضب تو یہ ہے کہ پھر مونگ دل گیا کیسے؟
ہے قتل خون کی ہر سمت گرم بازاری — تمام شہر پہ جادو یہ چل گیا کیسے؟

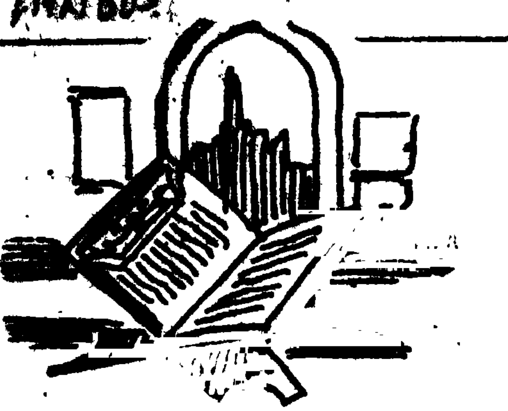
کیا ستم ہے کریمی بنام حق گوئی
ہمارا کا بھی رخ بدل گیا کیسے

کوئی گلہ نہیں

(از۔ جناب معنوم کلکتوی بی۔اے)

اتنے ہیں داغ دل میں جگہ نہیں — پھر بھی مجھے جہان سے کوئی گلہ نہیں
دنیا سنا رہی ہے یوں مجبو جان کے — سب کا خدا ہے جیسے ہمارا خدا نہیں
ظالم کو ہم نے مان لیا ہو خدا غلط — مانا کہ اس کے ظلم کا شکوہ کیا نہیں
ہمارا پیام سنا پہلے شوق کو — پھر دیکھ، تیرے بس میں ہے کیا اور کیا نہیں
اہلِ دل سے بے رخی کی شکایت غلط نہیں — تو بھی کسی کے زخم کا مرہم بنا نہیں
جھوٹی اگر ہو بات تو جنت تھا بھی گناہ — حق بات دار پر بھی کہیں تو خطا نہیں

ارباب سیم و زر کو کریں سجدہ اے ہم
معنوم ہیچ ہے ہم سے یہ ہرگز ہوا نہیں



گزشتہ سے پیوستہ

تعلیم القرآن

چودھواں پارہ ۔ رُبما ۔ سورۃ النحل

(ادارہ دین دنیا)

دین دنیا کی ان پیش نظر اشاعت میں ہم قرآن پاک کے چودھویں پارہ کی تعلیمات کی گیارہویں قسط پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں منکرین قرآن کی غلط بیانیوں کا انکشاف فرمایا ہے وہاں اپنے بندوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ حلال و حرام میں تمیز پیدا کریں۔

وَاِذَا بَدَّلْنَا آیَۃً .... وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

ترجمہ :۔ اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدل کر نازل کرتے ہیں حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ جو وہ نازل کر رہا ہے (درست ہے) مگر وہ کہتے ہیں کہ تم تو مفتری ہو جبکہ اُن میں سے اکثر لوگ جاہل ہیں۔ تم کہہ دو کہ روح القدس تمہارے رب کی جانب سے حق کے ساتھ لاتے ہیں۔ تاکہ (یہ حق بات) ایمانداروں کو ثابت قدم رکھے اور یہ مسلمانوں کے لئے ہدایت اور بشارت ثابت ہو۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ (اہل مکہ) کہتے ہیں کہ محمد کو ایک آدمی سکھلاتا ہے۔ حالانکہ یہ جس کی طرف اشارہ کرتے ہیں اُس کی زبان عجمی ہے۔ جبکہ یہ قرآن فصیح عربی زبان میں ہے۔ پس جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔ اللہ بھی انہیں ہدایت عطا نہیں کرتا۔ اور اُن پر دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔

تشریح :۔ اور اے رسول جب ہم کسی آیت کو منسوخ کر کے اُس کی جگہ دوسری آیت نازل کرتے ہیں یعنی حالات و واقعات کے پیش نظر احکامات الٰہی میں ضروری تبدیلی کرتے ہیں تو منکرین اعتراض کرتے ہیں حالانکہ اللہ جو حکم بھی نازل کرتا ہے اُس کی مصلحتوں کو وہی خوب جانتا ہے۔ مگر کافر کہتے ہیں کہ تم افترا پردازی سے کام لے رہے ہو۔ (کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ) جبکہ حالت یہ ہے کہ ان معترضین میں سے اکثر و بیشتر ناسمجھ اور نقلی

جاہل ہیں جو کسی بات کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔

اے رسول ان لوگوں سے کہہ دو کہ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ اِس قرآن کو روح القدس یعنی جبرئیل تمہارے پروردگار کی طرف سے سچائی کے ساتھ تمہارے لئے لائے ہیں۔ تاکہ یہ قرآن اپنی تعلیمات سے مومنوں کو ثابت قدم رکھے۔ اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور بشارت کا بہترین ذریعہ ثابت ہو۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ مشرکین مکہ قرآن کے بارے میں یہ کہتے پھرتے ہیں کہ محمد کو ایک آدمی سکھا کر قرآن لکھواتا ہے۔ حالانکہ جس شخص کی طرف اِن کا اشارہ ہے اُس کی زبان تو عجمی ہے جبکہ قرآن نہایت فصیح عربی میں نازل ہوا ہے (جس عجمی کا سہارا لے کر وہ یہ بات کہتے ہیں وہ ایک غلام رومی نصرانی تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکثر آ بیٹھتا تھا اور اللہ کا کلام سننے کا بڑا شائق تھا مگر اس کی زبان عجمی تھی عربی نہیں) پس جو لوگ اس قسم کی جھوٹی باتیں پھیلاتے ہیں۔ اور اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ بھی اُنہیں ہدایت عطا نہیں کرتا۔ اور اُن کیلئے بہت برا عذاب ہے۔

منکرین کے دلوں پر مہر لگادی گئی

اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ .... لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

ترجمہ :- اور جو لوگ کہ اللہ کی آیتوں کو نہیں مانتے وہی جھوٹی باتیں بناتے ہیں اور وہی جھوٹے ہیں۔ اور جو کوئی ایمان لائے پیچھے منکر ہوا۔ نہ وہ جس نے کہ مجبوراً ایسا کیا حالانکہ اس کا دل ایمان سے لبریز تھا۔ بلکہ وہ شخص جو کھلے دل کے ساتھ منکر ہوا تو ان پر اللہ کا غضب نازل ہوگا اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ اس لئے کہ انھوں نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کیا۔ اور خدا کافروں کو ہدایت نہیں کرتا۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر۔ کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے۔ یہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ بلاشبہ آخرت میں نقصان اٹھائیں گے۔ اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ ایسے لوگوں کے لئے جنھوں نے فتنہ میں پڑنے کے بعد ہجرت کی۔ جہاد کیا اور صبر و ضبط سے کام لیا۔ ان نیک کاموں کے باعث تمہارا رب ان کے لئے بڑی مغفرت کرنے والا اور بڑی رحمت کرنے والا ہے۔

تشریح :- اس بات کو یاد رکھو کہ کذب و افترا وہی لوگ کیا کرتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے یہ دوسروں پر تو افترا پردازی کا الزام لگاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ خود ہی بڑے جھوٹے اور افترا پرداز ہیں اور جو شخص کہ دل سے نہیں بلکہ جبراً کفر اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے مگر اس کا دل مطمئن اور ایمان کی نعمت سے لبریز ہو اس سے کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ لیکن جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر میں مبتلا ہو جائے اور دل سے کفر کرے ایسے لوگوں پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا۔ اور انہیں سخت عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا محض اس لئے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں عزیز سمجھا۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ ان لوگوں کو جو کفر میں مبتلا ہیں ہدایت نہیں دیا کرتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر جن کے کانوں پر اور جن کی آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور یہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آخرت میں یہ نقصان اٹھائیں گے۔

اس کے برخلاف جو لوگ کافر سے مسلمان ہوئے پھر ہجرت اور جہاد کیا اور سخت ترین حالات میں بھی ثابت قدم رہے تو تمہارا رب بلاشبہ اُن کے نیک اعمال کے صلہ میں انہیں بخش دے گا اور ان کے لئے بڑا ہی مہربان ثابت ہوگا۔

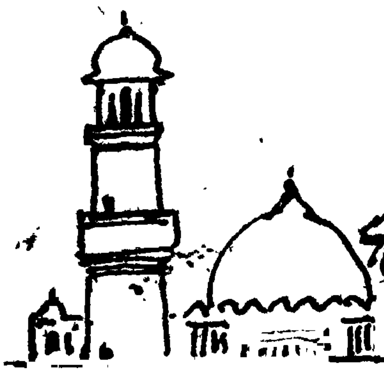
حلال و حرام کی تمیز پیدا کرو

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ .... لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۵

ترجمہ :- اے مسلمانو! تم اللہ کا دیا ہوا حلال اور پاک رزق کھاؤ۔ اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اگر واقعی تم اُس کے پرستار ہو۔ اللہ نے تم پر صرف مردار حرام کیا ہے (اس کے علاوہ) خون اور سور کا گوشت بھی یا وہ جسے ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ پھر جو شخص کہ (اُس کے کھانے پر) مجبور ہو جائے بشرطیکہ وہ طالب لذت اور حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو۔ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور محض جھوٹ اور دروغ بیانی کے لئے یہ نہ کہو کہ یہ چیز حلال ہے یا اور یہ حرام ہے اس طرح اللہ پر جھوٹ نہ باندھو اللہ پر جو جھوٹ باندھتے ہیں انہیں کبھی فلاح نصیب نہیں ہوگی۔ ان کے لئے اس وقت تھوڑا فائدہ ہے پھر ان پر دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔ اور یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کر دی تھیں جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ ان پر ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر زیادتی کرتے تھے تمہارے رب کی تو یہ صفت ہے کہ جن لوگوں نے نادانی کے عالم میں برائی کی اور بعد میں اُس سے تائب ہو گئے اور اپنی اصلاح کر لی تو توبہ کے بعد تمہارا رب اُن کے لئے بھی بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

تشریح :- اے مسلمانو! اللہ نے جو تمہیں حلال روزی دی ہے اسے کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ اگر واقعی تم اُس کے سچے پرستار ہو اور اس بات کو سمجھ لو کہ اللہ نے تمہارے لئے مردار جانوروں کو حرام قرار دے دیا ہے۔ اسی طرح خون اور سور کا گوشت بھی حرام ہے نیز ان جانوروں کا گوشت بھی حرام ہے جن پر ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ ہاں اگر کوئی شخص لاچار اور بھوک سے بے قرار ہو جائے (اور حلال چیز نہ ملنے کی صورت میں مجبوری کے عالم میں کوئی حرام چیز کھا لے) باقی صفحہ ۲۹ پر

تعلیم الحدیث



حکومت اور سرداری لعنت ہے

مسلمان صبر و ضبط سے کام لیں گناہ کی زیادتی تباہی لیکر آتی ہے

(از شوکت علی فہمی)

آقائے دو جہاں محمد صلعم کے ارشادات نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ ساری دنیا کے بہترین درس ہدایت ہیں چنانچہ ذیل میں سرورِ دو عالم کے بعض قیمتی ارشادات مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے درج کئے جا رہے ہیں

حکومت اور سرداری لعنت ہے

اسلام نے حکومت کو اللہ کی امانت قرار دیا ہے اور ہر حکمران پر یہ فرض عائد کیا ہے کہ وہ ایک امین کی طرح حکومت کرے اور خزانہ شاہی کی ایک ایک پائی کو مخلوق خدا پر صرف کیا جائے۔ چونکہ دنیا میں بہت کم ایسے لوگ ہیں۔ جو حکمرانی کی ان شرائط کو پورا کر سکتے ہیں۔ اس لئے رسول مقبول صلعم نے حکومت کو بہت بڑی مصیبت اور لعنت قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں صحیح حدیث ہے:۔

"غالب قطان رض روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سرداری اور چودھرات (حکومت) اگرچہ حق ہے اور لوگوں کے لئے چودھری یعنی حاکموں کا ہونا ضروری ہے لیکن اکثر چودھری دوزخی ہوں گے"

(ابو داؤد)

یعنی حضور اکرم کا ارشاد ہے کہ حکومت اگرچہ ضروری ہے لیکن اس فرض کی انجام دہی بے حد دشوار ہے اسی لئے بیشتر حکمران دوزخ کا ایندھن بنیں گے اور ایک دوسری حدیث ہے:۔

"مقدام کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے میرے مونڈھوں کو تھپک کر فرمایا۔ اے مقدام تو نے فلاح پائی اگر اس حال میں مرا کہ تو حاکم نہ بنا منشی نہ بنا اور کسی قسم کا چودھری مقرر نہ ہوا"

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ خلفائے راشدین کے علاوہ شاید ہی کوئی ایسا حکمران ہو جس نے کہ حکومت کو اللہ کی امانت سمجھا ہو۔ اور جس نے کہ حکمران بننے کے بعد صحیح طور پر مخلوق خدا کی خدمت کی ہو اس لئے رسول اکرم نے حکومت اور ریاست کو بہت بڑی لعنت قرار دیا ہے۔ لیکن آج دنیا اس لعنت کے پیچھے دیوانہ وار دوڑ رہی ہے۔ چنانچہ حکومت اور ریاست کی کرسیوں کے لئے بدترین سے بدترین افعال کا ارتکاب ہو رہا ہے اور عیاری کا کوئی ایسا حربہ نہیں ہے جو حصول اقتدار کے لئے کام میں نہ لایا جا رہا ہو غرضکہ ان حکومت پسندوں کی وجہ سے دنیا بری طرح سے پریشانی اور مصیبت کا شکار ہے۔

مسلمان صبر و ضبط سے کام لیں

رسول مقبول صلعم نے مسلمانوں کو سختی کے ساتھ ہدایت فرمائی ہے کہ جب کوئی خلاف طبیعت واقعہ پیش آئے تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ انتہائی صبر و ضبط سے کام لیں۔ چنانچہ اس ضمن میں ایک مشہور حدیث ہے:۔

"ابوہریرہ رض کہتے ہیں کہ نبی صلعم تشریف فرما تھے کہ

ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو برا کہا۔ آپ اس کے برا کہنے کو سنتے رہے اور مسکراتے رہے۔ لیکن جب اس شخص نے زیادہ برا کہا تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اس کی بعض باتوں کا جواب دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے جواب دینے پر نبی صلعم کو غصہ آگیا۔ اور آپ اٹھ کھڑے ہوئے، تو حضرت ابوبکر بھی پیچھے پیچھے گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ شخص مجھے برا کہہ رہا تھا۔ لیکن جب میں نے بعض باتوں کا جواب دیا تو آپ غضبناک ہو گئے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے فرمایا تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو اُسے جواب دے رہا تھا۔ لیکن جب تم نے جواب دینا شروع کیا تو شیطان درمیان میں کود پڑا۔ اِس کے بعد آپ نے فرمایا ابوبکر یہ تین باتیں حق ہیں۔ ایک تو یہ کہ جس بندہ پر ظلم کیا جائے اور وہ محض خدا تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے خاموش رہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی زبردست مدد کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جو شخص اپنی بخشش کے ذریعہ قرابتداروں اور مسکینوں کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اُس کے مال کو زیادہ کرتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جس شخص نے سوال کے ذریعہ اپنی معاش کو بڑھانا چاہا تو خداوند تعالیٰ اس کے مال کو اور کم کر دیتا ہے (بیہقی)

اس حدیث کے ذریعہ حضور اکرم نے مسلمانوں کو اخلاق و انسانیت کا بہترین درس دیا۔ آپ نے ہدایت فرمائی ہے کہ مسلمان کو چاہئے کہ خواہ اُس کے خلاف کیسی ہی معاندانہ روش کیوں نہ اختیار کی جائے وہ انتہائی صبر و ضبط سے کام لے اور تحمل کا دامن کسی حالت میں بھی ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ اس کے علاوہ صاحب حیثیت مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی دولت میں اقرباء اور مسکینوں کو برابر کا شریک سمجھیں۔ اور اگر افلاس کی نوبت آجائے تو ہرگز کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث اخلاق اور انسانیت کا نہایت ہی زریں سبق ہے۔

گناہ کی زیادتی تباہی لیکر آتی ہے

حضورِ اکرم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کسی قوم یا ملک میں گناہوں کی زیادتی ہو جاتی ہے تو خدا اُسے تباہ کر دیتا ہے چنانچہ اس ضمن صحیح حدیث ہے:-

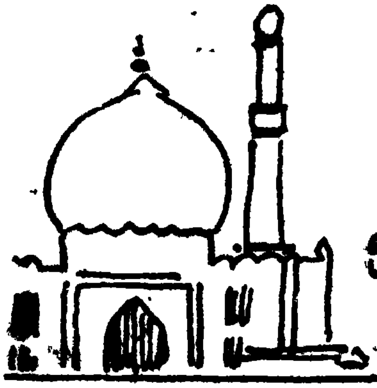
"جابر رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ وہ فلاں شہر کو اس کے باشندوں سمیت الٹ دے جبرئیل نے عرض کیا کہ اے پروردگار اس شہر کے باشندوں میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے ایک لمحہ کیلئے بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ اُس پر اور سارے باشندوں پر شہر کو الٹ دے کیوں کہ اُس شخص کا چہرہ گناہگاروں کے گناہوں کو دیکھ کر میری خوشنودی کے لئے کبھی متغیر نہیں ہوا" (مشکوٰۃ)

گویا جب کسی شہر میں گناہوں کی زیادتی ہو جاتی ہے اور اُس شہر کے نیک باشندے اُن گناہوں کو روکنے کی کوشش نہیں کرتے تو اُن کا شمار بھی گناہگاروں ہی میں ہوتا ہے۔ اور ایسے گناہوں کے مرکز اللہ کے حکم سے تباہ کر دئے جاتے ہیں۔

زمانۂ حاضرہ میں دُنیا کے ہر حصہ میں عصیاں اور تمرد کی جو کثرت ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بجا نہ ہوگا اب گناہ جزو زندگی بن چکا ہے اور وہ وقت قریب آگیا ہے کہ گناہ کے مرکز تباہ کر دئے جائیں گے۔

گناہ کے اِن مرکزوں کو تباہ کرنے کے لئے اب فرشتوں کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ دنیا کے گنہگار انسانوں کے دماغوں سے نکلی ہوئی ایٹم۔ اور ہائیڈروجن بم کی ایجادیں ہی شہر کے شہر اُلٹ دیں گی اور ملک کے ملک تباہ کروائیں گی۔ چنانچہ عام اندیشہ ہے کہ اگر [illegible] کی تباہکن ایجادوں میں اسی رفتار سے اضافہ ہوتا رہا تو یہ ایک دن دنیا کو تباہ کر کے رکھ دیں گی۔

اسلامی افکار



اسلام غیر مسلموں کیلئے رحمت

اسلام مسلمانوں ہی کا نہیں بلکہ پوری دنیا کا مذہب ہے

(از جناب سمیع الدین - ایم - اے)

جناب سمیع الدین ملایا میں مقیم ایک ہندوستانی اسکالر ہیں - انھوں نے ذیل کے فاضلانہ مضمون میں اسلام پر ایک بالکل نئے زاویہ سے روشنی ڈالتے ہوئے بتایا ہے کہ اسلام دنیا میں صرف مسلمانوں ہی کی رہنمائی کے لئے نہیں آیا ہے بلکہ یہ ساری دنیا کے لئے رحمت بن کر آیا ہے - ہم ناظرین دین دنیا کی دلچسپی کے لئے ذیل میں یہ مقالہ پیش کر رہے ہیں

اسلام دنیا کا پہلا اور آخری مذہب ہے جو ساری دنیا کے لئے رحمت بن کر آیا ہے - اس لئے اسلام سے مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ غیر مسلموں کو بھی بڑا فائدہ پہنچ رہا ہے - اور اس کی یہ فائدہ رسانی کا سلسلہ انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا - لیکن جس طرح زمین کے مختلف خطے اپنی صلاحیت کے مطابق بارش سے فائدہ اٹھاتے ہیں - بالکل اسی طرح اسلام کے فیض عام سے بھی فائدہ اٹھانے کے لئے صلاحیت درکار ہے چنانچہ جو لوگ اسے ایک مذہب کی حیثیت سے مانتے ہیں وہ سعادت اور مادی دونوں صورتوں میں اس سے فیض حاصل کرلیتے ہیں - لیکن جو لوگ اسے مذہب کی حیثیت سے نہیں بلکہ زندگی کے ایک نظام کی حیثیت سے مانتے ہیں - وہ بھی اس سے بے انتہا فوائد حاصل کر رہے ہیں،

اسلام کی فیض رسانی کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ ایک طرف تو اس مذہب نے اپنی فائدہ رسانی تعلیمات پر عمل در آمد کو کسی ایک ہی گروہ یعنی صرف مسلمانوں کے لئے محدود نہیں کیا ہے دوسری طرف اسلام نے مسلمانوں کو اس بات کا پابند بنایا ہے کہ وہ بھی اپنی جگہ ان تمام برکتوں اور رحمتوں کو عام بنادیں جو اسلام کی بدولت انہیں حاصل ہوئی ہے - اور تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے عروج کے کسی دور میں بھی اپنے دشمنوں اور اسلام کے منکروں کو اپنی صلاحیتوں اپنے علم وفن اور اپنی دوسری قابلیتوں سے فائدہ پہنچانے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا -

اسلام نے مسلمانوں ہی پر نہیں بلکہ پوری نوع انسانی پر جو گرانقدر احسانات کئے ہیں ان کا اعتراف کرتے ہوئے ایک مغربی مفکر جان رسل نے لکھا ہے کہ "دنیا اپنی تنگ نظری کی بنا پر خواہ ان احسانات سے انکار ہی کیوں نہ کرے جو اسلام نے بنی نوع انسان پر کئے ہیں - لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں اسلامی برکتوں اور احسانات کی جھلک نہ نظر آئے"

اس مفکر نے اپنی مذکورہ بالا رائے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ "توحید خداوندی کی تعلیم اسلام کا ایک بنیادی اور مذہبی عقیدہ ہے - لیکن شائد بہت سے مسلمان بھی اس گہری حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ اسلام کے اسی عقیدہ نے پوری نوع انسانی کو جس میں کہ منکرین اسلام بھی شامل ہیں اپنی برکتوں کے دائرہ میں لے لیا ہے - مثلاً توحید خداوندی پر ایمان لانے والے اس بات کو ماننے پر مجبور ہیں کہ خدا نے تمام

پیدا کئے ہوئے جتنے بندے ہیں ان کو بھی دنیا کی نعمتوں کا یکساں حق حاصل ہے اس لئے ان کے حقوق میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اسلام کے اسی عقیدہ اور مسلمانوں کے اسی نظریہ نے انسان کی عام مساوات کے نظریہ کو جنم دیا ہے اور انسانی مساوات کے اس جذبہ سے ظہور اسلام کے بعد سے لے کر اس وقت تک پوری نوع انسانی کو جن میں اکثریت غیر مسلموں کی ہے برابر فائدہ پہنچتا رہا ہے۔"

پھر توحید خداوندی کے اس عقیدہ کی بدولت مسلمانوں کو غیر اللہ کے خوف اور طرح طرح کے توہمات سے نجات ملی تھی۔ اور سارے ہی منکرین اسلام بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ چنانچہ عیسائیوں میں پروٹسٹنٹ فرقہ کا ظہور اسلام کے اسی اثر کا نتیجہ ہے۔ یہ طبقہ دوسرے عیسائیوں کی طرح کئی خداؤں کا قائل نہیں ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اسلام کے دائرہ سے باہر بھی اسلام نے اصلاحات کا بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اسلام نے اپنی تعلیمات کی بدولت غیر مسلموں کو بھی ذہنی پستی سے نکالنے میں بڑی مدد دی ہے۔ اور اسلام کے دیکھا دیکھی بہت سے ایسے نئے مذہب پیدا ہو گئے ہیں جو مسلمانوں کی طرح آج توحید باری کے قائل نظر آتے ہیں۔

بہرکیف عقائد سے قطع نظر اسلام نے اخلاق اور معاملات کے سلسلہ میں جو رویہ اختیار کی تھی وہ بھی نوع انسان کے لئے رحمت اور برکت کی راہ ثابت ہوئی ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ مذہب، رنگ، نسل اور دوست دشمن کے امتیازات سے بالاتر ہو کر مسلمانوں کو اپنے اخلاق کی اعلیٰ قدروں کا مظاہرہ کرنا چاہئے چنانچہ اسلام جس طرح ایک صاحب استطاعت مسلمان کو حاجتمند مسلمان کی امداد کی ترغیب دیتا ہے اسی طرح وہ اسے غیر مسلم ضرورت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی بھی ہدایت کرتا ہے۔ اور جس طرح اسلام نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان ہمسایہ کے حقوق لازم کئے ہیں۔ اسی طرح اس نے ایک مسلمان کو غیر مسلم پڑوسی کے حقوق کی ادائیگی کا پابند بھی بنایا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کی ان اخلاقی تعلیمات کی بدولت انسانی معاشرہ کے مختلف گروہوں کے درمیان مفاہمت اور محبت پیدا ہوئی ہے۔ مختلف مذاہب کے لوگوں کے درمیان اچھے تعلقات قائم ہوئے ہیں۔ اور اس طرح اسلام کی بدولت ہی نوع انسان کو آپس میں متحد اور یک جہت ہونے کا موقع ملا ہے۔ اسلام کے ظہور سے قبل نوع انسانی جس تفریق کا شکار بنی ہوئی تھی اگر اسلام انسان کو مذکورہ بالا قسم کی اخلاقی تعلیم نہ دیتا تو اس تفریق کا مٹنا ناممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اگر انسانی اتحاد اور یکجہتی کے قیام کو انسان کے لئے رحمت اور برکت قرار دیا جا سکتا ہے تو اس کے لئے ہمیں سچے دل سے اسلام کا ممنون احسان ہونا پڑے گا۔

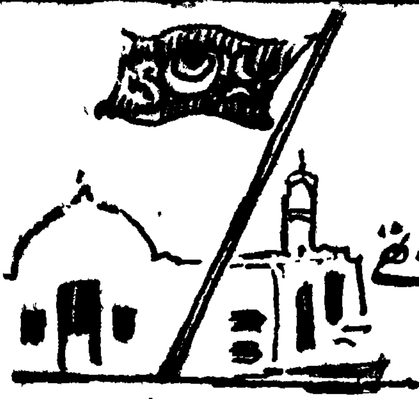
اسلام نے زناکاری، شراب نوشی، بدمعاملگی، نقب زنی، سودخوری، دروغ بیانی جیسی اخلاقی برائیوں کو دور کرنے کے لئے جو سخت قوانین اور ضابطے مقرر کئے ہیں ان سے مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ پوری نوع انسانی کو بہت بڑا فائدہ پہنچا ہے۔ اور یہ وہ برائیاں ہیں جو مسلمانوں ہی میں نہیں بلکہ غیر مسلموں میں بھی ناپسندیدہ سمجھی جاتی ہیں اور ان برائیوں کو دور کرنے کے لئے مسلمانوں نے جو جد و جہد کی تھی اس سے مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ پوری نوع انسانی کو بے حد فائدہ پہنچا ہے۔

اسلام نے معاملات کا جو معیار قائم کیا ہے اس کی افادیت اور بلندی سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اسلام نے لین دین حقوق و فرائض اور عدل و انصاف جیسی تمام باتوں کو معاملات میں شامل کیا ہے۔ اور انہیں انسان کے بنیادی حقوق قرار دے کر انہیں کسی کے ساتھ امتیاز برتنے کی ممانعت کی ہے۔ چنانچہ معاملات کے اس پاکیزہ اور بلند معیار نے عمومیت کے ساتھ انسان کے اخلاق اور کردار پر نہایت ہی صحت مند اثر ڈالا ہے۔ اور ان تمام تلخیوں کو ختم کر دیا ہے جو بدمعاملگی سے پیدا ہوتی ہیں۔

مسلمانوں کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ایک طرف مسلم حکمرانوں نے عوام کے اخلاق کی اصلاح پر گہری نظر رکھی ہے اور دوسری جانب

(باقی صفحہ ۲۷ پر)

تاریخ اسلام کا ایک ورق



فاتح اسلام مسلم بن عبدالملک

اِس مردِ مومن کا نام سن کر یورپ کے شہنشاہ کانپ جاتے تھے

(از شوکت علی فہمی)

شہزادہ مسلم بن عبدالملک؟ اسلام کا وہ روشن ستارہ ہے جو آسمان شہرت پر قیامت تک درخشاں رہیگا اِس مردِ مومن نے اگرچہ سلاطین بنی اُمیہ کے ایوان شاہی میں آنکھ کھولی تھی۔ لیکن پھر بھی شاہانہ عشرت پسندی کی سنہری بیڑیاں اُس کے مجاہدانہ عزائم میں حائل نہ ہوسکیں۔ یہ سپاہی پیدا ہوا تھا۔ اور مرتے دم تک اسلام کا ایک سرفروش سپاہی بنا رہا۔ ہم ذیل میں اِس مردِ مومن کی زندگی کے چند اہم واقعات پیش کر رہے ہیں۔

خواہ امیر ہو یا غریب۔ بادشاہ ہو یا فقیر جب اسلام کی تڑپ کسی کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ تو وہ دنیا کے بڑے سے بڑے عیش کو ٹھکرا کر اسلام کی خاطر سرفروشی کے لئے میدان میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔ وہ زندہ رہتا ہے تو اسلام کے لئے اور مرتا ہے تو اسلام کے لیے۔ یہی کیفیت شہزادہ مسلم بن عبدالملک کی بھی تھی

مسلم بن عبدالملک اموی خاندان کے باعظمت خلیفہ عبدالملک بن مروان کا لختِ جگر اور خلیفہ ولید بن عبدالملک کا چھوٹا بھائی تھا۔ جب اُس نے ایوان شاہی میں آنکھ کھولی تو اُس کے چاروں طرف عشرت پسندی کے لوازمات پھیلے ہوئے تھے اور جب جوان ہوا تو شاہی محلسرا حسین کنیزوں اور مہجبینوں سے رنگ ارم بنا ہوا تھا۔

لیکن وہ سپاہی تھا اسلام کا سچا سپاہی شاہی حرم سرا کی گمراہ کن دلچسپیاں اور شاہی کنیزوں کی ایمان شکن ادائیں اُسے مسحور نہ کر سکیں۔ لہٰذا وہ اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے جنت ارضی کو ٹھکرا کر میدان کارزار میں جان کی بازی لگانے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ اور اُس نے بے دھڑک آرمینیا کی اُس سنگلاخ سرزمین پر حملہ کر دیا۔ جو اُس زمانہ میں کفر و شرک کا مرکز بنی ہوئی تھی۔

آرمینیا کا بادشاہ "تیمانوس" جو ایک ستارہ پرست حکمراں تھا۔ اسلام کا سب سے بڑا دشمن اور مخالف تھا۔ اُسے جب بھی موقع ملتا تھا وہ اسلامی علاقوں پر حملہ کر کے اُنہیں تاراج کر ڈالتا تھا دوسرے مشرک اور ستارہ پرست حکمرانوں کو اپنے ساتھ ملا کر وہ خلافت اسلامیہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینا چاہتا تھا۔ اُس کی جارحانہ سرگرمیوں نے اسلامی علاقوں میں بڑی بے چینی برپا کر رکھی تھی۔ خلافت اسلامیہ اگرچہ اُسے بار بار تنبیہ کر چکی تھی۔ مگر اُس کی دست درازیاں بدستور جاری تھیں۔

اسی دشمن اسلام کی سرکوبی کے لئے "مسلم بن عبدالملک" اپنے گھر سے نکلا تھا۔ اور اُس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اِس کوہستان کے مرکز میں یا تو اسلام کا پرچم سربلند کرے گا۔ یا اپنی جان عزیز اسلام پر قربان کر دے گا چنانچہ مسلم بن عبدالملک نے جوں ہی آرمینیا کے علاقہ میں قدم رکھا مشرک یلغار کر کے اُس پر ٹوٹ پڑے۔ مگر یہ مردِ مجاہد فولاد کی چٹان بنا ہوا اُن کا مقابلہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ تین ہفتوں کے اندر اس مردِ مجاہد نے

آرمینیا پر اسلام کا پرچم لہرا دیا۔ اس فتح کے بعد وہ بارگاہ الٰہی میں جھک گیا۔ اور اس نے دعا کی کہ اے خداوند! مجھے طاقت دے کہ میں دنیا کے دور دراز گوشوں تک تیرا نام بلند کر سکوں اور مجھے توفیق دے کہ میں اسلام کے لئے زندہ رہوں اور اسلام ہی پر قربان ہو جاؤں۔ غرضیکہ مسلم بن عبدالملک جب تک زندہ رہے صرف اسلام کے لئے زندہ رہے۔ اور یہاں تک اسلام پر قربان ہو گیا۔

مسلم بن عبدالملک کے اسلامی جوش کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے جسم کا کوئی ایسا حصہ باقی نہیں تھا جس پر تیروں اور تلواروں کے زخموں کے نشانات موجود نہ ہوں وہ دنیا کے سب سے بڑے شہنشاہ کا [illegible] اور دنیا کے سب سے بڑے حکمراں کا بھائی تھا۔ وہ اگر چاہتا تو عیش و عشرت کی زندگی محلوں میں بسر کر سکتا تھا لیکن اسلام کی پکار نے اس سے کہ اس نے بادشاہوں اور شہزادوں کی اس ناکارہ جماعت کو بھی اسلام کا سپاہی بنا دیا تھا۔ جو جماعت کہ عشرت پسندی اور عیش پرستی ہی کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد سمجھتی ہے۔

مسلم بن عبدالملک میں اسلام کے لئے جاں نثاری کا جذبہ بچپن ہی کے زمانہ سے موجود تھا۔ چنانچہ کم عمری کے زمانہ ہی میں جب وہ قسطنطنیہ کے عیسائی سلاطین کی دست درازیوں کے واقعات سنتا تھا تو انتقام کی آگ اس کے سینہ میں بھڑکنے لگتی تھی۔ مگر وہ کم عمر تھا۔ دل کو مسوس کر رہ جاتا تھا۔ مسلم بن عبدالملک کی عمر چودہ یا پندرہ سال تھی کہ اچانک عیسائیوں نے خلافت اسلامیہ پر ایک نہایت ہی خوفناک حملہ کر کے مصیصہ پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کو بری طرح تہ تیغ کیا۔ یہ وقت بڑا ہی نازک تھا کہ کسی طرح دشمنان اسلام کو اپنے وطن سے نکال دے۔ مگر وہ مجبور تھا کیونکہ اس کے باپ عبدالملک نے [illegible] دے کر عیسائیوں سے صلح کر لی تھی۔

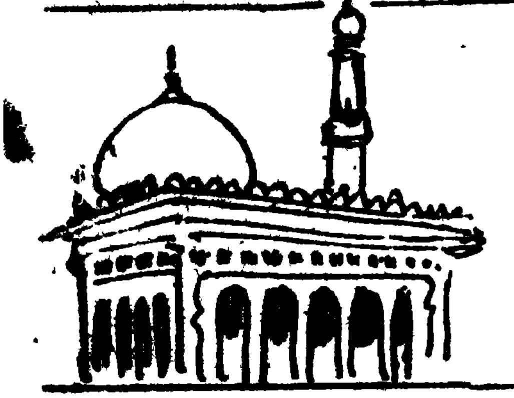
[illegible] عبدالملک کے مرنے کے بعد اس کا بھائی ولید بن عبدالملک ۸۶ھ ہجری میں دمشق میں تخت نشین ہوا [illegible] مسلم بن عبدالملک ایک ہیکل نوجوان بن چکا تھا۔ اس نے اپنے بھائی ولید سے التجا کی کہ اسے بھی دشمنان اسلام سے جہاد کرنے کا موقع دیا جائے۔ ولید خود بھی ایک حوصلہ مند حکمراں تھا لہٰذا اس نے بھائی کے جذبہ کی قدر کرتے ہوئے ایک بہت بڑی فوج کی کمان مسلم بن عبدالملک کے سپرد کر دی اور سلطنت اسلامیہ کو وسعت دینے کی اجازت دے دی۔ اس اجازت کے ملتے ہی مسلم بن عبدالملک ان علاقوں کی جانب روانہ ہو گیا جن علاقوں میں رومیوں نے زمانہ دراز سے غارتگری مچا رکھی تھی۔ اور اس طرح رومی عیسائیوں سے مسلم بن عبدالملک کی ایک بہت بڑی جنگ چھڑ گئی۔

اس معرکہ میں مسلم بن عبدالملک کا دست راست اس کا بھتیجہ عباس بن ولید بھی تھا جو اپنے چچا کی طرح جوش اسلامی سے سرشار تھا۔ ان دونوں چچا بھتیجوں نے سب سے پہلے تو ان چھوٹے چھوٹے علاقوں کو فتح کیا جو جنگی نقطہ نظر سے بے حد اہم تھے۔ اور اس کے بعد ان دونوں نے مل کر مصیصہ کے اس علاقہ پر قبضہ کر لیا جس پر رومی عیسائی کئی سال سے غاصبانہ قبضہ کئے ہوئے تھے۔

مصیصہ کے مورچہ پر اگرچہ رومیوں نے بڑی پامردی کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن پھر بھی ۸۷ھ ہجری میں مسلم بن عبدالملک نے دوبارہ مصیصہ پر اسلام کا پرچم لہرا دیا۔ مصیصہ کے بعد مسلمانوں نے جب خاص رومی علاقوں پر یورش شروع کی تو قیصر کو یہ دکھائی دینے لگا کہ اب وہ وقت دور نہیں ہے جب مجاہدین اسلام کا لشکر قسطنطنیہ کی سرزمین کو بھی اپنے گھوڑوں کے قدموں سے پامال کر کے رکھ دے گا۔ غرضیکہ مسلم بن عبدالملک نے مختصر سے عرصہ میں حصن بولق کو زیر کر لیا۔ حصن اخرم میں نعرۂ توحید بلند کر دیا اور حصن بولس پر بھی اسلامی پرچم لہرایا۔ مسلمان جدھر بڑھتے تھے ایک سیلاب کی طرح بڑھتے تھے۔ اور جس خطہ میں پہنچ جاتے وہاں کی سرزمین ان کے قدم چومتی تھی۔

اس کے بعد ۸۹ھ ہجری میں اس شیر دل مجاہد نے حصن عمودیہ، آذربائیجان کے اکثر علاقے اور سوریہ کے تمام علاقے فتح کر لئے یہاں تک کہ ۹۲ھ ہجری میں پورے ایشیائے کوچک اور آرمینیا کو فتح کر کے اس پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا۔ (باقی صفحہ ۲۹ پر)

تاریخ ہند



مسلم دور میں ہندو مسلم تعلقات

تاریخ کی روشنی میں مسلم دورِ حکومت پر ایک نظر

(از شری کا کے - بی - ویاس)

ماڈرن ریویو کلکتہ کے نامور مقالہ نگار دیو شری - کے - بی - ویاس ؟ کا ذیل کا مقالہ ہندوستان کے اُن فرقہ پرستوں کے لئے دندان شکن جواب ہے جو زمانہ دراز سے شاہانِ ہند کو بدنام کر رہے ہیں - اور جنھیں ہندوستان کے مسلم دورِ حکومت میں برائیوں کے سوا کچھ نہیں دکھائی دیتا -

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمان ہندوستان میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے لیکن ہندوستان میں آنے سے پہلے مسلمان نہ صرف اِس ملک میں آتے جاتے رہتے تھے - بلکہ وہ گجرات اور مالابار کے ساحلی علاقوں میں آباد بھی ہو گئے تھے " تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اِن دونوں زمانوں میں اس ملک کے باشندوں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات نہایت خوشگوار رہے ہیں - اور گذشتہ نصف صدی سے ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات میں جو کشیدگی نظر آتی ہے وہ کسی زمانہ میں بھی پیدا نہیں ہوئی

اِس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان تعلقات کو خوشگوار اور استوار رکھنے میں دونوں ہی فرقوں کی کوششوں کو دخل حاصل رہا تھا - اِس کے ساتھ ہی اُس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ جس زمانہ میں عرب کے مسلمان تاجر اِس ملک میں آیا کرتے تھے اور بہت سے مسلمان ہندوستان کے مغربی ساحل کے شہروں میں آباد ہو گئے تھے اُس وقت اُن کے حسنِ اخلاق ہی کی بنا پر اُن کے ساتھ ہندو عوام اور ہندو راجہ عزت اور احترام کا سلوک کرتے تھے - اور اس کے بعد جب وہ کئی صدی کے بعد ہندوستان میں فاتح کی حیثیت سے آئے اور یہاں آباد ہوئے تو اُن کی بے تعصبی اور انصاف پسندی ہی نے انہیں مقبول اور کامیاب بنایا تھا - ان حقائق سے یہ نتیجہ اخذ کر لینا کچھ دشوار نہیں کہ دونوں زمانوں میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات کو خوشگوار رکھنے کا سہرا مسلمانوں ہی کے سر رہا ہے -

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مسلم دورِ حکومت میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات کو خوشگوار بنانے کا کام شہنشاہ اکبر نے شروع کیا تھا - اور چونکہ وہ ذاتی طور پر ہندوؤں سے متاثر تھا - اِس لئے اُس نے ہندوؤں کی تاریخی اور دوسری ممتاز کتابوں کا ترجمہ فارسی زبان میں کرایا تھا - اور یہ بات بھی مشہور ہے - کہ فیضی پہلا مسلمان صاحب علم تھا جس نے سنسکرت میں عالمانہ عبور حاصل کیا تھا - لیکن عہدِ اکبری میں فیضی کے علاوہ عبدالقادر، نقیب خاں ملا شاہ محمد - ملا شیری - سلطان حاجی اور حاجی ابراہیم ایسے اربابِ علم و فضل نے بھی سنسکرت کی کتابوں کے فارسی ترجمے کئے تھے - چنانچہ عبدالقادر نے رامائن کا ترجمہ کیا تھا اور نقیب خاں یا فیضی نے مہابھارت کو فارسی زبان کا جامہ پہنایا تھا اور اتھروید کو حاجی ابراہیم سرہندی نے فارسی میں منتقل کیا تھا - اور صرف اسی قدر نہیں بلکہ خلفائے عباسیہ ہی کے دورِ حکومت میں ہندوستانی علم نجوم اور علم ہندسہ وغیرہ پر سنسکرت زبان کی متعدد کتابوں کے تراجم عربی زبان میں شائع ہو چکے تھے - علامہ البیرونی نے ہندوستان آکر سنسکرت زبان سیکھی تھی اور اس میں اس درجہ مہارت حاصل کر لی تھی کہ وہ دوسری زبانوں سے سنسکرت

تھا اور سنسکرت سے دوسری زبانوں میں بے تکان ترجمہ کرلیتا تھا

میں نے یہاں علم اور زبان کا تذکرہ خصوصیت سے اس لئے کیا ہے کہ دنیا کے تمام بڑے بڑے فاتحین اور حکمران جب کسی ملک کو فتح کرتے ہیں تو مفتوحین کو دبانے کے لئے ہمیشہ اُن کی زبان اور علم کو مٹانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ لیکن چونکہ مسلمان فاتحین اور حکمرانوں کا مقصد کسی قوم کو دبانا نہیں تھا اس لئے وہ جس ملک میں جاتے تھے وہاں کی زبان۔ علم۔ اور روایات کو نہ صرف باقی رکھتے تھے بلکہ ترقی بھی دیتے تھے۔ اور عموماً مفتوح قوموں کے بہت سے رواجات کو خود بھی اختیار کرلیتے تھے۔

پھر جہاں تک دوسرے مذہبوں کی عبادت گاہوں کا تعلق ہے مسلمان اُن کے معاملہ میں بنیادی طور پر قطعاً بے تعصب واقع ہوئے تھے۔ اس سلسلہ میں خلفائے راشدین اور خصوصاً خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کے زمانہ کے روشن واقعات سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر عام مسلم سلاطین اور بادشاہوں کے حالات پر بھی نظر ڈالی جائے تو اسلام اور مسلمانوں کی بے تعصبی اور وسیع دلی بالکل واضح ہوجاتی ہے۔

اس سلسلہ میں مسلم مورخوں ہی نے نہیں بلکہ ہندو مورخوں نے بھی جن میں کہ ایشوری پرشاد بھی شامل ہیں ہندوستان کے فاتح اول محمد بن قاسم کے بارے میں لکھا ہے کہ جب محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کیا تو اُس نے سندھ میں واقع بودھوں کے عظیم الشان مندر کو منہدم نہیں کیا اور ملتان پر عربوں کے قبضے کے دوران وہاں کے مندروں پر کسی قسم کی دست درازی نہیں کی گئی۔ اس کے برعکس عرب سیاح نہایت محبت اور شوق کے ساتھ ہندوستان کے مندروں کو دیکھنے کے لئے آیا کرتے تھے۔

فاتح قوموں کی ہمیشہ یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ تمام خوبیوں کو اپنی ہی ذات کے ساتھ منسوب کرلیتی ہیں اور دوسروں کی خوبیوں کو چھپاتی ہیں۔ لیکن مسلمانوں نے ہمیشہ اس کے خلاف عمل کیا ہے۔ چنانچہ مفتوح قوموں کی خوبیوں کو سراہنے میں مسلمانوں نے کبھی تعصب سے کام نہیں لیا۔ ہندوستان کے باشندوں کے متعلق بھی اِن کا یہی طرز عمل رہا ہے اور انھوں نے اپنی تحریروں میں یہاں کے باشندوں کے متعلق ہمیشہ اچھے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً عرب مورخ ادریسی جس کا زمانہ گیارہویں صدی عیسوی کا آخری حصہ ہے لکھتا ہے کہ ہندوستانی طبعاً انصاف پسند واقع ہوئے ہیں۔ دنیا میں اُن کی نیکی ایمانداری اور معاملات کی صفائی غیر ملکیوں کو بتعداد کثیر اُن کے ملک میں آنے اور اُن سے معاملات کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اور اس طرح ملک کی نیک نامی اور خوشحالی میں اضافہ ہوتا ہے۔

اسلام کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ سب ہی مذاہب اور بانیان مذاہب کا احترام کرو۔ کوئی شخص اُس وقت تک پکا مسلمان قرار ہی نہیں دیا جاسکتا جب تک کہ وہ دیگر مذاہب اور بانیانِ مذاہب کا احترام نہ کرے۔ مسلمان فاتح کی حیثیت سے جس ملک میں بھی گئے انھوں نے دیگر مذاہب کے احترام کے حکم پر پورا پورا عمل کیا ہے۔ خود ہندوستان میں وہ جملہ مذاہب کا پورا پورا احترام کرتے تھے۔ اور اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ مسلم دورِ حکومت میں ہندو مسلمانوں کے تعلقات بے حد خوشگوار تھے۔ مسلم دورِ حکومت میں مذہبی تفریق کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ اور مغل دور میں تو یہ نوبت پہنچ گئی تھی کہ ہولی اور دیوالی کے تہوار مسلمان خود اپنے تہواروں کی طرح مناتے تھے۔ یہانتک کہ شاہی محل میں بھی بڑے تزک و احتشام کے ساتھ ہندو تہوار منائے جاتے تھے۔ اور ان تہواروں کے موقع پر ہندو امرا اور علما کو خوب نوازا جاتا تھا۔ مختصر یہ کہ مسلم دورِ حکومت میں جیسا ہندو مسلم اتحاد دیکھنے میں آیا ہے وہ اس ملک میں کبھی نہیں دیکھا گیا۔

ہندوستان کے مسلم بادشاہوں کے متعلق یہ الزام کہ انھوں نے ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا اور اپنے مذہب کو تلوار سے پھیلایا اول تو اسلئے بے بنیاد ہے کہ اسلام میں بالجبر مسلمان بنانا ایک سرے ہی سے ناجائز ہے دوسرے یہ کہ اسلامی دورِ حکومت میں اشاعت اسلام کا ایک سرے ہی سے کوئی شعبہ نہ تھا چنانچہ پروپگنڈے کے ذریعہ بھی مسلم حکمرانوں نے اشاعت اسلام کی کوئی کوشش نہیں کی تو کون اس بات کا یقین کرسکتا ہے کہ انھوں نے اشاعت اسلام کے لئے "تلوار اٹھائی ہوگی۔ پھر ہندوستان میں خصوصاً دہلی۔ آگرہ۔ اودھ اور دکن میں (باقی صفحہ ۲۹ پر)

اسلام اور غیر مسلم



اسلام پوری دنیا کیلئے قابلِ قبول

امریکن مفکر جارج ایمرسن کی اسلام کے بارے میں رائے

(جارج ایمرسن کے ایک مقالہ سے ماخوذ)

دین دنیا میں نہایت پابندی کے ساتھ اسلام کے بارے میں غیر مسلموں کے تاثرات درج کئے جاتے ہیں۔ یہ مضمون بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جارج ایمرسن جو ایک مشہور امریکی اہل قلم ہیں اور اسلامی تعلیمات سے بے حد متاثر ہیں انھوں نے پچھلے دنوں اسلام کے بارے میں ایک طویل مقالہ سپرد قلم کیا تھا۔ جسے ہم "دین دنیا" کے ناظرین کی معلومات کی غرض سے ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

سالہا سال تک مختلف مذاہب کے مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو موجودہ ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکتا ہے۔ اسلام کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی تعلیمات صرف مسلمانوں ہی تک محدود نہیں ہیں بلکہ ان سے غیر مسلم بھی پورا پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اسلام کے ظہور سے پہلے دنیا میں جو مذاہب بھی آتے رہے ہیں ان میں سے بعض کو آج بھی کروڑوں انسان مانتے ہیں اور ان کے احکام کی پابندی بھی کرتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی مذہب بھی پوری دنیا کے لئے قابل قبول نہیں ہے صرف اسلام ہی کو یہ خصوصی شرف حاصل ہے کہ ایک طرف تو وہ پوری دنیا کے لئے قابل قبول ہے اور دوسری طرف ان لوگوں کی رہنمائی بھی کرتا ہے۔ جو اسے قبول نہیں کرتے

اسلام کی اس خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ اس نے مذہب کے اس پرانے تصور کو بالکل بدل دیا ہے جس کے ماتحت انسان مذہب کو محض روحانی ترقی اور خالقِ کائنات کی رضامندی کے حصول کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ اس کے برعکس اسلام کے مذہبی تصور میں انسانی زندگی کا پورا انتظام شامل ہے اور اس نے انسان کو اس بات کا یقین دلایا ہے کہ جو شخص بھی اس نظام زندگی پر عمل کرے گا وہ مادی فوائد حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ خالقِ کائنات کی خوشنودی بھی حاصل کر سکے گا۔ پھر اسلام نے اس بات کو بھی واضح کر دیا ہے کہ جو شخص اس نظامِ زندگی کے جتنے حصہ کو اپنائے گا اسے اسی حصہ کے تناسب سے فائدہ بھی پہنچے گا اور اسلام کے مذکورہ اعلان کے اس آخری حصہ نے اس کی برکتوں کا دروازہ ہر انسان کے لئے کھول دیا ہے۔

اسلام اور دوسرے مذاہب کے اس بنیادی فرق کو سمجھ لینا کچھ مشکل کام نہیں بلکہ اسے علمی اور عملی زاویہ نظر سے بہت آسانی کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے مثلاً جہاں تک علمی طور پر اسلام کے اس مخصوص کردار کو سمجھنے کا معاملہ ہے ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ حالات کے معمولی سے فرق اور اختلاف کی بدولت بنی نوع انسان کی روحانی اور مادی ضرورتوں میں جو فرق اور اختلاف پائے جاتے ہیں ان کی نوعیت نہایت معمولی ہے۔ بلکہ انسان کی روحانی اور مادی ضرورتیں تقریباً ایک ہی جیسی ہیں اور چونکہ اسلام نے اپنے پیش کئے ہوئے نظام زندگی میں کسی ایک قوم یا ملک ہی کا خیال نہیں رکھا ہے بلکہ اس کی ترتیب میں صرف انسانی فطرت کے تقاضوں کو ملحوظ

رکھتا ہے۔ اسلئے یہ مذہب تمام دنیا کیلئے قابل قبول ہے اور ان لوگوں کے لئے بھی شمع ہدایت کی حیثیت رکھتا ہے جو اسلام کے پیرو نہیں ہیں اور یہ کہنا بالکل ہی درست ہوگا کہ اسلام ہی دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جس کا نظام زندگی غیر محسوس طریقہ پر پوری بنی نوع انسان کو اپنے دائرہ میں لئے ہوئے ہے اور اسے فائدہ بھی پہنچا رہا ہے۔

عملی طور پر اسلام کے ہمہ گیر صحت مند اثرات کو سمجھنے کیلئے ہمیں اس زمانہ کی سماجی اور سیاسی زندگی کا نقشہ سامنے رکھنا چاہیئے۔ جب اسلام کا ظہور ہوا تھا۔ اس زمانہ میں انسان، انسانی اتحاد کے تصور سے بھی آشنا نہیں تھا۔ نسل اور رنگ کے امتیاز نے قوموں کو ایک دوسرے سے الگ کر رکھا تھا۔ مذہب کے اختلافات کی بنیاد پر انسانوں کے درمیان نفرت اور دشمنی پھیلی ہوئی تھی۔ غلامی کے رواج اور عورتوں کو ان کے حقوق نہ دئے جانے کے باعث سماج کا ایک بڑا عنصر بیکار ہو کر رہ گیا تھا۔ اور ان تمام اسباب کی بنا پر دنیا کی ترقی یکسر رک گئی تھی۔

اسلام نے اس وقت کی پوری دنیا کے رجحانات اور عمل کے برعکس محض انسانیت کی بنیاد پر بنی نوع انسان کو کامل اتحاد کی دعوت دی تھی۔ اور ان تمام اسباب کو دور کر دیا تھا جو اس اتحاد کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ اسلام کے معاشرے میں ہمیں رنگ و نسل کے امتیاز کا نشان تک نہیں ملتا۔ اور ہم اسلام کی اس تعلیم سے انکار نہیں کر سکتے جو اس نے مذہبی تعصب اور تنگ دلی دور کرنے کے لئے مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ ہر انسان کو دی ہے چنانچہ اس نے غلامی کی رسم کو بہت ہی محدود اور مشروط بنا کر نیز عورتوں کے حقوق کو متعین کر کے انسانوں کے ایک عنصر کو جس طرح کارآمد بنایا ہے وہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے۔

پھر اسلام کے اس کردار کو مختصر الفاظ میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ یہ پوری بنی نوع انسان کو محبت کے رشتہ میں منسلک کر کے دنیا کی ترقی کے مقصد کو پورا کرنے کے راستہ پر اس کی رہنمائی کا ایک عملی اقدام ہے اور چونکہ یہ مقصد اور اسے بروئے کار لانے کا طریقہ انسانوں کے کسی گروہ کے لئے بھی قابل اعتراض نہیں اسلئے یہ مذہب ہر زمانہ کے انسان کے لئے قابل قبول بنا رہا ہے۔ اور آج تک اس کی یہ خصوصیت اپنی جگہ برقرار ہے۔

پھر اسلام کے نظام زندگی کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ جو لوگ اسلام کی صداقت کو نہیں مانتے وہ بھی اس کے نظام زندگی کے دائرہ سے نہیں نکل سکے اور انہیں بھی اسلام کی ہدایات اور رہنمائی سے فائدہ پہنچا ہے۔

اس سلسلہ میں رنگ اور نسل کے امتیاز ہی کو لے لیجئے نسل اور رنگ کے امتیاز کی مخالفت کا احساس اسلام کی تعلیمات کی بدولت پیدا ہوا تھا۔ اور اسلامی سماج نسل اور رنگ کے امتیاز سے ہمیشہ پاک رہا ہے۔ اس طرح آج دنیا کی مختلف قوموں میں نسلی امتیاز کی عملی مخالفت کا جو جذبہ پیدا ہو رہا ہے وہ دراصل اسلام کی اس تعلیم ہی کا نتیجہ ہے جو وہ اپنے ظہور کے پہلے ہی دن سے دیتا رہا ہے اور چونکہ عالمگیر اسلامی سماج عملی طور پر اس برائی سے پاک ہے اس لئے یہی اسلامی سماج غیر شعوری طور پر رنگ و نسل کے امتیاز کے خلاف جدوجہد کرنے والوں کے لئے تقویت کا باعث ثابت ہوتا ہے۔

ابھی چند سال پہلے تک دنیا کے بیشتر بڑے بڑے سماجوں میں باپ کے ترکہ میں سے لڑکی کو کوئی حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ بیوہ عورتوں کی دوسری شادیوں کو قابل ملامت و مذمت سمجھا جاتا تھا اور عورتوں کے لئے ایسے مردوں سے نجات حاصل کرنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی جن کے ساتھ ان کا نباہ نہ ہو سکتا تھا۔

اسلام نے اپنے نظام زندگی میں لڑکیوں کو بھی ترکہ میں حصہ دار قرار دیا ہے۔ اس نے بیواؤں کو دوسری شادی کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور طلاق لینے کے حق کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ آج دنیا کے مختلف ملکوں میں قوانین بنا کر اسلام کے ان سماجی اصول کو رائج کیا جا رہا ہے۔ اور ان چند مثالوں سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ دنیا غیر ارادی اور غیر شعوری طور پر کس طرح اسلامی نظام زندگی کو قبول اور اختیار کرتی چلی جا رہی ہے۔

فاتح اسلام مسلم بن عبدالملک

(باقی ص۲۲ سے)

مسلم بن عبدالملک کی فاتحانہ جوش کا یہ عالم تھا کہ وہ ایک طوفان اور سیلاب کی طرح برابر آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اور اس کی ہیبت قدموں سے مشرق و مغرب کے تمام ہی مشرک حکمران لرزاٹھے لیکن ۹۶ھ ہجری میں اچانک اُس کے محبوب اور حوصلہ مند بھائی خلیفہ ولید بن عبدالملک کی اچانک انتقال کی وجہ سے پوری سلطنت اسلامیہ میں ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ نئے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے حکم سے خلیفہ ولید کے زمانہ کے تقریباً تمام ممتاز سپہ سالار یا تو قتل کر دیے گئے یا انہیں جیل خانہ میں ڈال دیا گیا

تعلیم القرآن

(باقی مضمون ص۱۸ سے)

بشرطیکہ وہ طالب لذت نہ ہو یا وہ شرعی حدود کا توڑنے والا نہ ہو تو اللہ اسکے لئے بھی بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اے لوگو بغیر سوچے سمجھے دروغ بیانی سے کام لیتے ہوئے یہ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ چیز حرام ہے۔ جو حرام ہے وہ حرام ہے اور جو حلال ہے وہ حلال ہے۔ تمہاری اس قسم کی لغو باتوں کا کہیں یہ نتیجہ نہ ہو کہ تم اللہ پر جھوٹ اور بہتان باندھنے والوں میں شامل سمجھے جاؤ۔ اور اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینا۔ یہ ایک قسم کا اللہ پر بہتان ہے۔ اور جو لوگ کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں انہیں کہیں فلاح نہیں حاصل ہوتی ممکن ہے کہ اُس وقت تو وہ اس سے تھوڑا سا فائدہ اٹھالیں مگر آگے چل کر عذاب الیم برداشت کرنا ہوگا۔

اور اے رسول یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کر دی تھیں جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ بعض حلال چیزوں کو اُن پر حرام کر کے ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی تھی بلکہ انھوں نے خود ہی بعض حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔

تمہارے رب کی تو یہ بندہ نوازی ہے کہ جن لوگوں نے نادانی اور جہالت کی بنا پر برے اعمال کئے تھے لیکن پھر اس کے بعد اعمالِ بد سے توبہ کر کے نیکوکار بن گئے تھے۔ تو توبہ کے بعد تمہارا رب ان کے لئے بھی بخشش کرنے والا اور مہربان بن گیا ہے۔ اپنے بندوں پر اس کا بڑا ہی کرم ہے۔

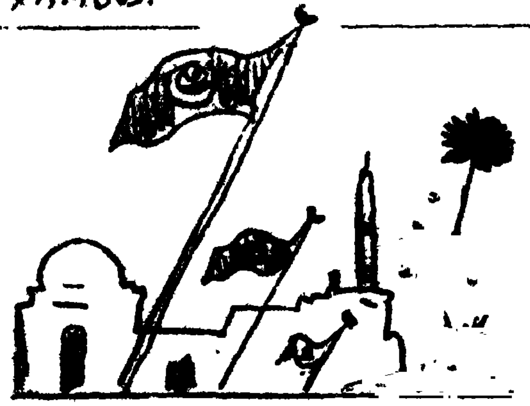
مسلم دور میں ہندو مسلم تعلقات

(باقی ص۲۲ سے)

جو اسلامی حکومت کے مرکز تھے وہاں مسلمان ہمیشہ اقلیت میں رہے ہیں۔ اگر مسلم حکمرانوں نے اسلام کی اشاعت میں تلوار سے کام لیا ہوتا تو شاید ان اسلامی مرکزوں میں کوئی ایک ہندو بھی نہ دکھائی دیتا۔

پھر تاریخ کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں نے کسی زمانہ میں بھی اس ملک میں تعصب اور تنگ نظری سے کام نہیں لیا۔ اور وہ ایسا کر بھی نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کرتے تو اتنی طویل مدت تک اس ملک میں اقلیت ہونے کے باوجود اس ملک کی ایک موجود اکثریت پر کیونکر حکومت کر سکتے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ انھوں نے اپنی حکومت کو خالص ہندوستانی حکومت کے رنگ میں رنگ دیا تھا۔ جس کی وجہ سے ہمیشہ اس ملک کی اکثریت نے مسلمانوں کی بیشتر حکومتوں کو اور خصوصیت کے ساتھ مغلوں کی حکومت کو خود اپنی ہی حکومت سمجھا ہے اور اسے مضبوط بنانے کے لئے ہندوؤں نے اپنا خون تک دیا ہے یہ ہیں وہ حقائق جن کی بنا پر مسلم دور حکومت میں ہمیشہ ہی ہندو مسلمانوں کے تعلقات نہایت خوشگوار رہے ہیں۔

دین دنیا ریلوے بک اسٹال پر



قیدی کا جہاد

تاریخ اسلام کا ایک گداز واقعہ

(از شوکت علی فہمی)

یوں تو تاریخ اسلام اول سے لیکر آخیر تک مسلم جانبازوں کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ لیکن ذیل میں ہم ایک ایسے جانباز کا واقعہ بیان کر رہے ہیں جس نے کہ قید خانے سے فرار ہو کر جہاد میں حصہ لیا اور دشمن پر فتح حاصل کر کے پھر خود ہی قید میں جا کر بیڑیاں پہن لی تھیں۔

اسلام کا یہ کھلا ہوا معجزہ ہے کہ وہی لوگ جو طلوع اسلام کے وقت اسلام اور مسلمانوں کے جانی دشمن تھے جب انھوں نے اسلام قبول کر لیا تو یہ اسلام کے سب سے بڑے پشت پناہ اور معاون بن گئے۔ اور انھوں نے اپنے خون سے ایک ایسی مضبوط اسلامی سلطنت تعمیر کر لی جو دنیا بھر کے مشرکوں سے ٹکر لیتی رہی۔

ابتدائی دور کے ان ہی جانبازوں اور اسلامی سرفروشوں میں سے "حضرت ابو محجن ثقفی" بھی ہیں۔ یہ اسلام قبول کرنے سے قبل مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے۔ اِن کے ہاتھوں مسلمانوں نے سخت سے سخت مظالم برداشت کئے ہیں۔ لیکن جب ۹ سنہ ہجری میں انھوں نے اسلام قبول کر لیا تو یہ اسلام کے ایسے گرویدہ بن گئے کہ انھوں نے اسلام کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا یہاں تک کہ یہ اسلام کے لئے اپنی جان قربان کرنے کے لئے ہر وقت آمادہ اور تیار رہتے تھے۔

حضرت ابو محجن اگرچہ سرزمین عرب کے ایک لائق سپہ سالار تھے مگر آپ نے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے آخری دور میں اسلام قبول کیا تھا اس لئے آپ کو نبی محترم کی زندگی میں کوئی قابل ذکر جنگی کارنامہ دکھانے کا موقع نہیں مل سکا پھر صدیق اکبر کے دور خلافت میں بھی آپ کا نام کسی خاص معرکہ میں نظر نہیں آتا۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضؓ کے عہد خلافت میں آپ نے بڑے بڑے معرکوں میں حصہ لیا ہے۔ اور اسی زمانہ میں آپ کی شہرت کا ستارہ بلند ہونا شروع ہوا۔

یہ اُس زمانہ کی بات ہے کہ جب ایران پر فوج کشی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ حضرت فاروق اعظم کی ہدایت پر سرفروشان اسلام جوق در جوق اسلام کے جھنڈے کے نیچے آکر جمع ہونے شروع ہو گئے تھے۔ حضرت ابو محجن جو اسلامی معرکوں میں ہمیشہ پیش پیش رہے تھے۔ بھلا کب خاموش رہ سکتے تھے چنانچہ آپ نے بھی لشکر اسلام میں شامل ہونے کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ لیکن حضرت فاروق اعظم آپ کی کسی لغزش پر ناراض تھے اس لئے آپ کو جنگ میں حصہ لینے سے روک دیا۔ اور جب زیادہ ضد کی تو آپ کو نظر بند کر دیا

مجاہدین اسلام کے لشکر ایران پر اسلامی جھنڈا لہرانے کے لئے مدینہ کے سرکوں پر بڑے جوش و خروش سے آگے بڑھ رہے تھے۔ اور حضرت ابو محجن نظر بندی کے عالم میں جہاد میں حصہ لینے کے لئے تڑپ رہے تھے۔ اور اِس بات کے لئے بے چین تھے کہ کسی نہ کسی طرح ایران پہنچ جائیں۔ ویسے انھوں نے بہت ضبط کیا لیکن جب یارا ئے ضبط نہ رہا تو ایک دن موقع پا کر نظر بندی سے نکل بھاگے اور ایران جا پہنچے۔

حضرت عمر فاروق رضؓ کو جب معلوم ہوا کہ ابو محجن نظر بندی سے نکل کر ایران چلے گئے ہیں اور مجاہدین اسلام کے لشکر میں شامل ہو گئے ہیں

تو آپ نے لشکر اسلام کے سپہ سالار حضرت سعد بن ابی وقاص کے نام حکم بھیجا۔ "ابومحجن نے حکم عدولی کی ہے لہٰذا جہاں بھی ملیں انھیں گرفتار کر لیا جائے۔ اور قید میں ڈال دیا جائے"۔ چنانچہ حضرت ابومحجن کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور اس اندیشہ کے پیش نظر کہ کہیں دوبارہ فرار نہ ہو جائیں پیروں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں۔ قادسیہ کے مورچہ پر غزوا اسلام کی جنگ پورے زور شور سے جاری تھی ایران کا نامور سپہ سالار رستم ایرانی آتش پرستوں کے لشکر عظیم کی قیادت کر رہا تھا۔ اس کا لشکر بے پناہ تھا جو بہترین آلات حرب سے آراستہ تھا۔ اس کے برخلاف مسلمان سپاہیوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ جن کے پاس پورے ہتھیار بھی نہیں تھے۔ لیکن اس کے باوجود مسلمان جان توڑ کر لڑ رہے تھے۔ لیکن پھر بھی انہیں ایران کے لشکر عظیم کے مقابلہ میں کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ اور ایرانیوں کا غلبہ برابر بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

حضرت ابومحجن ثقفی قیدخانہ میں لڑائی کے حالات سنتے تھے اور اپنا سر دھن کر رہ جاتے تھے اور اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح قید خانہ سے نکل کر میدان جنگ میں پہنچ جائیں اور دشمن کے خلاف اپنی شمشیر خارا شگاف کے جوہر دکھائیں مگر بیچارے کیا کرتے بیڑیاں پیر میں تھیں اور قید خانہ کی چہار دیواری کے اندر بند تھے۔

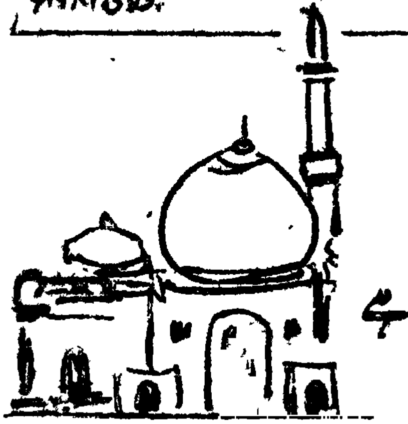
جب تاب ضبط باقی نہ رہی تو آپ نے سپہ سالار اسلام حضرت سعد بن وقاص کی اہلیہ جناب سلمٰی کو بلا کر کہا "آپ ایک مجاہد اسلام کی بیوی ہیں اور خود بھی اسلام کے لئے سرکٹانا باعث فخر سمجھتی ہیں۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے پیر کی بیڑیاں کٹوا دیجئے اور مجھے جہاد میں حصہ لینے کا موقع دیجئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں اسی سرفروشی کے جذبہ کی بنا پر نظربندی سے فرار ہو کر یہاں تک آیا ہوں اور قید و بند کی تکلیفیں اٹھا رہا ہوں۔ میرے اس جذبہ کو پامال نہ کیجئے۔ مجھے صرف چند گھنٹوں کے لئے آزاد کر دیجئے۔ اور ایک گھوڑا اور چند ہتھیار دیدیجئے تاکہ میں اس جنگ میں شرکت کی سعادت حاصل کر سکوں۔ اگر زندہ بچا تو شام کو واپس آکر خود بیڑیاں پہن لوں گا۔ اور اگر راہ خدا میں مارا گیا تو یہ میری سب سے بڑی خوش قسمتی ہو گی"۔

جناب سلمٰی نے جواب دیا "میں آپ کے جذبہ کی قدر کرتی ہوں۔ لیکن آپ دربار خلافت کے قیدی ہیں اس لئے میں مجبور ہوں"۔ حضرت ابومحجن اس جواب سے مایوس ہو گئے لیکن ان کا جوش اور بے تابی بڑھتی گئی اور ان کی حالت دیوانوں جیسی ہو گئی۔ جب جناب سلمٰی کو ان کی اس حالت کا علم ہوا تو وہ دوبارہ قید خانہ میں آئیں اور حضرت ابومحجن کی بیڑیاں اپنے ہاتھوں سے کاٹ کر کہا "آپ جیسے سچے اور پرجوش مجاہد حق کی امداد میں اپنا مذہبی فرض سمجھتی ہوں۔ اس جرم میں خواہ مجھ پر کتنی ہی بڑی مصیبت کیوں نہ آ جائے میں اسے برداشت کر لوں گی۔ جائیے آپ آزاد ہیں اور آپ کے لئے اسلحہ اور گھوڑا بھی موجود ہے"۔

حضرت ابومحجن ثقفی کی دلی مراد پوری ہو گئی وہ فرط مسرت سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے میدان جنگ میں جا پہنچے۔ چہرہ پر نقاب پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے جاتے ہی ایرانیوں پر پے در پے حملے شروع کر دئے طرفین حیران رہ گئے اور آپ نے انتہائی جرأت سے کام لے کر ایران کے منتخب سرداروں کو چن چن کر موت کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا۔

حضرت سعد بن وقاص ایک بلند مقام پر کھڑے ہوئے مجاہدین کو ہدایتیں دے رہے تھے۔ حضرت ابومحجن ثقفی کی شمشیر زنی اور غیر معمولی شجاعت کو وہ بھی بڑی حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ "یہ طریقہ جنگ تو ابومحجن جیسا ہے۔ اور اس نقاب پوش مجاہد کا گھوڑا بھی بالکل میرا جیسا گھوڑا ہے۔ لیکن ابومحجن تو قید خانہ میں بند ہیں"۔ ادھر حضرت ابومحجن نے اپنی غیر معمولی دلیری اور اعلیٰ جنگی قابلیت سے جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا۔ وہی مسلمان جو ایرانیوں پر غالب نہ آ سکتے تھے اب ایرانیوں پر حضرت ابومحجن کی بدولت چھا چکے تھے۔ شام کو جب جنگ ختم ہوئی تو ابومحجن تیزی سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے قیدخانے جا پہنچے اسلحہ اتار کر جناب سلمٰی کے حوالے کئے گھوڑا باندھ دیا۔ اور دوبارہ بیڑیاں پہن کر قید خانہ میں بیٹھ گئے۔

تھوڑی دیر بعد حضرت سعد بن وقاص واپس آئے تو اپنی بیوی کو جنگ کے حالات سناتے ہوئے کہا کہ (باقی سے پھر)



ہندوستان میں حضرت آدم کا نزول

اسلامی نقطۂ نظر سے ہندوستان پیغمبروں کی سرزمین ہے

(از سید محمود حسن قیصر امروہوی)

ہمارے ملک میں فرقہ پرستوں کا ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے جو اِس ملک کے مسلمانوں کے خلاف ہندو اکثریت میں یہ پروپیگنڈہ کرتا رہتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا چونکہ ہندوستان سے کوئی دینی تعلق نہیں ہے اِس لئے وہ ہندوستان کے وفادار ہو ہی نہیں سکتے "بس وہ تو مکہ اور مدینہ کے وفادار ہیں" لیکن شائد اِس تنگ نظر طبقہ کو اِس بات کا علم نہیں کہ نہ صرف ہندوستان کے مسلمان بلکہ ساری دنیا کے مسلمان اِس ملک کو عرب کی طرح مقدس اور پیغمبروں کی سرزمین سمجھتے ہیں کیونکہ اسلامی نقطہ نظر سے ہندوستان ہی وہ پہلا ملک ہے جہاں مسلمانوں کے سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کا نزول ہوا تھا۔ یعنی حضرت آدم جنت سے اِسی ملک میں تشریف لائے تھے۔ چنانچہ ذیل کے محققانہ مقالہ میں جناب سید محمود حسن نے مستند تاریخی حوالوں کے ذریعہ اِس حقیقت پر بڑی قابلیت سے روشنی ڈالی ہے۔

مسلمانان عالم میں ہندوستان کو بڑے ہی احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اور ہندوستان کا شمار دنیا کے اُن چند ممالک میں کیا جاتا ہے جہاں سب سے پہلے انسانی آبادی کے آثار ملتے ہیں۔ اور جو اپنی قدیم روایات اور ثقافت کے لحاظ سے دنیا کے ممالک میں نہایت بلند مقام رکھتا ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے ہندوستان پیغمبروں کی سرزمین ہے کیوں کہ دنیا کے سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کا نزول باتفاق مورخین جزیرہ سرندیپ میں ہوا ہے جو ہندوستان کا ایک مشہور اور قدیم جزیرہ ہے۔ اور اسی جزیرہ سے نسل انسانی دنیا کے دوسرے ممالک میں پھیلنا شروع ہوئی۔ اور اس سلسلہ میں مشاہیر اسلام کے وہ بیانات جو مستند اسلامی کتب میں موجود ہیں بہت بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک مرتبہ ایک شامی نے سوال کیا کہ روئے زمین پر سب سے زیادہ مقدس اور محترم وادی کونسی ہے تو آپ نے فرمایا "وہ وادی ہے جسے سرندیپ کہتے ہیں جہاں حضرت آدم آسمان سے اترے، آدم کا ہبوط مشرق ہند کے ایک پہاڑ پر ہوا جسکا نام باسم ہے (صدوق عیون اخبار الرضا صفحہ ۱۳۵)

اسی طرح امام بن علی الباقر متوفی ۱۱۴ھ ہجری ارشاد فرماتے ہیں "بیشک آدم علیہ السلام جب ہندوستان میں اترے تو اللہ نے اُن کے لئے ایک گھر کی بنیاد رکھی اور حکم دیا کہ وہ وہاں جاکر سات مرتبہ اُس کا طواف کریں اور جس طرح اللہ نے حکم دیا تھا وہ اپنے مناسک کو ادا کرتے تھے۔ حکم الٰہی ملنے پر آپ ہندوستان سے چل پڑے جہاں جہاں آپ کا پاؤں پڑا وہاں آبادی ہوئی اور دونوں قدموں کے درمیان جو فاصلے چھوٹے وہ جنگل قرار پائے پھر آپ البیت کی طرف آئے اور سات مرتبہ اُس کا طواف کیا اور مناسک بجالائے جس طرح کہ اللہ نے حکم دیا تھا۔

(قصص الانبیا - نعمانی)

حضرت امام جعفر صادق متوفی ۱۴۸ھ ہجری تحریر فرماتے ہیں ۔

"بے شک آدم جب نیچے اتارے گئے تو سرزمین ہند پر آئے اس کے بعد حجر اسود ان کی طرف پھینکا گیا جو صحن عرش میں ایک سرخ یاقوت تھا" (قصص الانبیا محار)

مندرجہ بالا روایات وہ ہیں جو اپنے راویوں کے اعتبار سے بجائے خود مستند ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں کیونکہ یہ تینوں معتمد حضرات قرآن پاک کے زبردست عالم تھے ۔ بلکہ دیگر آسمانی کتب پر بھی ان کو بصیرت تامہ حاصل تھی ۔ خاص طور پر نزول آدم کے سلسلہ میں جتنی روایات ہیں اُن کا اولین ماخذ یہی کتابیں ہیں ۔

سید ابن طاؤس متوفی ۶۶۴ھ ہجری نے اس روایت کو "صحف ادریس" کے حوالے سے نقل کیا ہے جیسا کہ علامہ باقر مجلسی لکھتے ہیں "نیز سید (ابن طاؤس) نے اپنی کتاب "سعد السعود" میں بیان کیا ہے کہ میں نے "صحف ادریس" میں دیکھا ہے کہ حضرت آدم جنت سے نکلنے کے بعد سرزمین ہند میں باسم نامی پہاڑ پر جو وادی نہیل میں واقع ہے آئے ۔ اور حوا جدہ میں اتریں"

اسی طرح ابن الفقیہ الہمدانی متوفی ۲۹۰ھ ہجری تحریر فرماتے ہیں "حدیث میں ہے کہ آدم ہند میں "سرندیپ" پہاڑ پر اتارے گئے اور حوا "جدہ" میں اور ابلیس لعین "میسان" میں اور سانپ "اصبہان" میں ۔ (کتاب البلدان)

مسعودی کی وفات ۳۴۶ھ ہجری میں ہوئی تھی ۔ اُن کا بیان ہے "جب اللہ نے آدم کو جزیرہ سرندیپ کے پہاڑ پر اتارا جب جنت کی وہ پتیاں بھی تھیں جن سے کہ انھوں نے اپنے جسم کو چھپا رکھا تھا ۔ یہ پتیاں جب سوکھ گئیں تو ہوا نے انھیں اڑا دیا جو ہندوستان کے مختلف شہروں میں پھیل گئیں"

(مروج الذہب)

متوسطین کے دور میں "ابن خلدون" نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے ۔ بلکہ اُس نے اس سے بھی آگے بڑھ کر جزیرہ سرندیپ میں "مسجد آدم" کی بھی نشاندہی کی ہے ۔ اُن کا بیان ہے کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ ہمیں اور کسی مسجد کا علم نہیں سوائے اس کے کہ ہند کے جزیرہ سرندیپ میں مسجد آدم کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے" (ابن خلدون)

مذکورہ بالا روایات سے کم ازکم یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ تاریخ جس وقت کرہ ارض پر نسل انسانی کی نشاندہی کرتی ہے تو اُسی وقت سے ہندوستان کا بھی وجود ہے ۔ اور حضرت آدم کی تاریخ کے ساتھ ہندوستان کی بھی تاریخ شروع ہوتی ہے

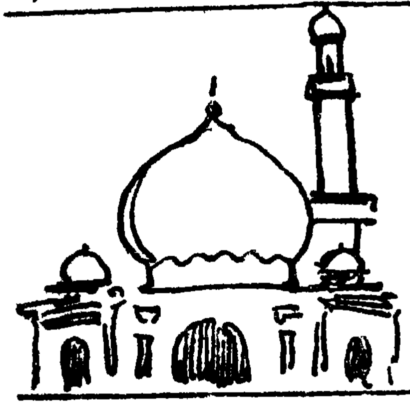
اس کے بعد مورخین کا بیان ہے کہ جزیرہ سرندیپ سے حضرت آدم کو بیت المقدس جانے کا حکم ہوا جہاں پہنچ کر بحکم الٰہی آپ نے خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی اور یہیں سے آپ کی اولاد بابل، یمامہ طائف، بحرین ۔ یمن اور عمان وغیرہ کی طرف منتقل ہونی شروع ہوئی ۔

حضرت آدم کے بعد اولاد آدم کی قیادت آپ کے فرزند حضرت شیث کو ملی اُس عہد میں ہندوستان کے بارے میں اگرچہ تاریخ خاموش ہے ۔ پھر بھی مسعودی کے بیان سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت ہندوستان میں اُن کی اولاد موجود تھی ۔ مسعودی لکھتے ہیں "حضرت شیث کی اولاد اور دوسرے لوگوں میں جو قابیل کی نسل سے تھے جنگ شروع ہو گئی اور اس قسم کے واقعات زیادہ تر ہند کی سرزمین پر رونما ہوئے"

حضرت شیث کے بعد اُن کے بیٹے ۔ انوش ۔ پھر قینان ۔ میلائیل ۔ لودی ، ادریس پیغمبر ، متوشلخ بن خنوخ اور لمک یکے بعد دیگرے جانشین ہوئے اور حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سندھ آئے تھے ۔

حضرت ادریس کی چند نسلوں کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نبی کی حیثیت سے دنیا کے سامنے آئے ۔ اِن ہی کے زمانہ میں قیامت خیز طوفان آیا جس نے پوری نسل انسانی کو غرق کر دیا اور اس طوفان کے بعد صرف حضرت نوح اور اُن کے معدود سے چند ساتھی جو کشتی میں سوار تھے بچ گئے ۔

مسعودی کے بیان کے مطابق ۔ طوفان کے بعد حضرت نوح پانچ سو سال اور دیگر مورخین کی روایات کے مطابق تین سو پچاس سال زندہ رہے ۔ لیکن ستر آدمی جو اُن کے ہمراہ تھے سب کے سب لاولد مرے صرف حضرت نوح کے تین بیٹوں سام حام ، اور یافث کی اولاد سے حضرت آدم کی نسل چلی (باقی صفحہ ۳۷ پر)



یورپ نے کیمیا کا فن مسلمانوں سے سیکھا

موجودہ سائنس کی ترقی میں مسلمانوں کا حصہ

(از مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب پھلواروی)

آج یورپ کو سائنس اور علم کیمیا کے بارے میں بڑا ناز ہے۔ لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ یورپ نے یہ فن مسلمانوں سے سیکھا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب نے ذیل کے محققانہ مضمون میں تاریخی حوالوں سے یہ بتایا ہے کہ مسلمانوں نے کس طرح کیمیا کے فن میں نہ صرف یورپ بلکہ ساری دنیا کی رہنمائی کی ہے۔

مسلمانوں کے متعلق صرف یہی معلوم ہے کہ یہ ایک جانباز اور بہادر قوم ہے جس نے کہ نصف صدی کے اندر دنیائے معلومہ کا بیشتر حصہ فتح کر لیا تھا لیکن مسلمانوں کی فتوحات سے کہیں زیادہ مسلمانوں کے وہ عظیم الشان علمی اور فنی کارنامے قابل فخر ہیں جو موجودہ سائنس اور تہذیب کی اصل بنیاد ہیں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اگر مسلمانوں نے آج سے ایک ہزار سال قبل مختلف علوم و فنون کی ترقی میں حصہ لیا ہوتا تو شاید اس دنیا کو ترقی کے مدارج طے کرنے میں ابھی کئی صدیاں درکار ہوتیں۔

آج یورپ کو اپنی سائنس اور فنی ترقیوں پر بڑا ناز ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یورپ نے اس میدان میں عربوں سے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ چنانچہ پروفیسر فلپ کے ہٹی کا بیان ہے کہ "مخزن المادیہ اور ریاضیات کے بعد عربوں نے علم کیمیا پر سب سے زیادہ عظیم الشان اور سائنٹفک تحقیقات کی تھیں۔ یہ عرب ہی تھے جنھوں نے کیمیا اور دوسرے طبعی علوم کے مطالعہ اور تحقیق کے بعد اصول قائم کئے۔ اور یونانیوں کے موہوم قیاسات کی بڑی حد تک اصلاح کی۔" (عرب اور اسلام ص۱۱۴)

اسی طرح ڈاکٹر لیبان کی رائے ہے کہ "عملی علوم میں جن کا دارومدار تجربہ پر ہے نئی نئی ایجادوں کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے۔" (معرکۂ مذہب و سائنس ص۱۴۹) اور ڈاکٹر جوزف ہیل کے بیان کے مطابق علم کیمیا میں عربوں کا یہ نمایاں کارنامہ ہے کہ ان کی بدولت کیمیاوی مصنوعات کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔" (عربوں کا تمدن ص۱۲۱)

عیسائی مورخ جرجی زیدان لکھتا ہے کہ "دوا سازی میں عربوں کی ترقی ان کے فن کیمسٹری اور نباتات کی تحقیقات کے ماتحت تھی اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ نئی کیمسٹری کے اصول کی بنیاد پہلے پہل مسلمان عربوں ہی نے اپنی معلومات اور تجربوں پر رکھی تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے جس شخص نے کیمسٹری کے فن کو عربی زبان میں منتقل کیا وہ خالد بن یزید تھا جس نے اس فن کو اسکندریہ کی طبی درسگاہ سے اخذ کیا تھا اس سے حضرت امام جعفر صادق رض نے کیمسٹری کا فن حاصل کیا پھر جابر بن حیان بعد ازاں کندی ابوبکر رازی اور دوسرے لوگوں نے فن کیمسٹری کی معلومات حاصل کیں اور اس کے بعد بڑی کثرت سے کیمیاوی مرکبات تیار کی گئیں جن پر جدید کیمسٹری کی بنیاد رکھی گئی۔" (تاریخ لغت عربیہ)

پروفیسر فلپ کے ہٹی کا بیان ہے کہ "جابر بن حیان کو جسے یورپ والے جیبر (GEBER) کہتے ہیں۔ عرب الکیمیا کا موجد سمجھا جاتا ہے اور جن تصنیفوں کو اس کے نام سے نسبت دی جاتی ہے وہ چودہویں صدی عیسوی کے بعد کے زمانہ میں یورپ اور ایشیا دونوں جگہ کیمیاوی معلومات کے سرچشمہ کا درجہ رکھتی ہیں۔"

(عرب اور اسلام ص۱۱۲) جابر بن حیان دنیا کا بہت بڑا کیمیا ساز ہے۔ جس نے دواؤں کی تلاش میں دور دراز ممالک کا سفر کیا اور فن کیمیا کی تحقیقات کے لئے اصول مرتب کئے اور اس فن پر بہت سی کتابیں لکھیں چنانچہ اس لائق محقق کی بہت سی کتابیں لاطینی اور انگریزی زبانوں میں ترجمہ کی گئی ہیں۔ اور ان کتابوں سے یورپ نے بہت کچھ سیکھا ہے۔

زکریا رازی (متوفی ۳۸۳ھ) علم کیمیا کا بہت بڑا ماہر تھا یہی پہلا کیمیا داں ہے جس نے کیمیاوی مادہ کے تجزیہ کی کوشش کی بقول غلیب کے شیخ اس نے فن کیمیا پر نہایت ہی عظیم الشان کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک مشہور کتاب "کتاب الاسرار" ہے جس سے چودہویں عیسوی تک ساری دنیا استفادہ کرتی رہی ہے۔

نامور فرانسیسی مورخ موسیو سیدیو لکھتا ہے کہ "عربوں نے میدان تمدن میں قدم رکھتے ہی علم کیمیا کے فن کو بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور ایسے اصول دریافت کئے جن کے ذریعہ اشیا کی تحلیل اور ترکیب کی جا سکے۔ اس قسم کی بہت سی کیمیاوی باتوں کا پتہ ابو موسیٰ جعفر کوفی کی تالیفات سے چلا جو آٹھویں صدی عیسوی میں مشہور عالم ہوا ہے" (تاریخ عرب ص۲۱۹)

مورخ گبن لکھتا ہے کہ "علم کیمیا اپنے ارتقا اور اصلیت کے لئے اہل عرب کی سعی و کوشش کا رہین منت ہے انہوں ہی نے سب سے پہلے تقطیر کے آلات ایجاد کئے۔ اور مادّوں کا تجزیہ کیا۔ الکحل اور تیزاب کے تناسب اور امتیاز کو معلوم کیا۔ اور معدنیات سمیہ کو نہایت مفید ادویات میں تبدیل کر دیا" (رومن امپائر ج ۵ ص۱۵۱)

جرمن سیاح الگزنڈر ہمبولڈ لکھتا ہے کہ "جدید علم کیمیا بلا شبہ مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ اس شعبہ میں انہوں نے جو کمال حاصل کیا ہے وہ قابل رشک ہے۔ سب سے پہلے مسلمانوں ہی نے عرق کشی کو بخارات میں تبدیل کرنے کا طریقہ دریافت کیا اور اس فن میں وہ ایجادیں کیں جس سے آج یورپ فائدہ حاصل کر رہا ہے" سائنٹفک تحقیقات میں تیزابوں کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے ڈاکٹر ڈریپر لکھتا ہے کہ "یہ عرب کے مسلمان ہی تھے جنہوں نے تیزاب ایجاد کئے اور سائنٹفک نقطۂ نظر سے اُن کو استعمال کیا اور علم کیمیا کی صحیح بنیاد ڈالی"

ای۔ پی۔ اسکاٹ لکھتا ہے کہ "عملی طور پر زمانۂ حال کی کیمیا اور دوا سازی کے اصل موجد مسلمان ہیں ان ہی کے طفیل میں دنیا کو الکحل اور تیزاب، نوشادر۔ پوٹاس۔ بائیکلورائیڈ آف مرکری چاندی کا پانی اور فاسفورس کا علم ہوا۔ نیز یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مسلمان ہائیڈروجن کے وجود اور خواص سے بھی باخبر تھے۔ اس کے علاوہ گیسوں کے پیدا کرنے کی ترکیبوں اور نسخوں کو سب سے پہلے جابر نے دریافت کیا" (اخبار الاندلس جلد ۳ ص۵۲۸)

پروفیسر ایڈورڈ جی براؤن لکھتا ہے کہ "برتھی لوٹ نے اپنی تصنیف تاریخ الکیمیا میں لکھا ہے کہ اگرچہ یہ امر مدت سے تسلیم شدہ ہے کہ زمانہ قدیم کے ماہرین علم کیمیا کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ اس علم کے ذریعہ سنگ پارس اور اکسیر تیار کریں لیکن اس کے باوجود عربوں نے علم کیمیا میں کثیر التعداد اور بیش قیمت اضافے کئے اور اس فن کو بنی نوع انسان کے لئے مفید بنایا۔ چنانچہ عربوں کی ایجاد کردہ طریقے اور اصطلاحات آج بھی زمانۂ قدیم کی طرح رائج ہیں (طب العرب ص۲۶)

عربوں کو فن کیمیا اور دیگر ایجادات میں اس لئے اور بھی کامیابی ہوئی کیونکہ عرب امراء دل کھول کر ماہرین فن کی سرپرستی کرتے تھے۔ نئی نئی ایجادات کے لئے اُن کو گرانقدر وظائف دئے جاتے تھے۔ چنانچہ بغداد اور قرطبہ زمانہ دراز تک علوم و فنون کے بہت بڑے مرکز بنے رہے ہیں علوم و فنون کی ترقی میں اس سے بھی فائدہ ہوا کہ قرطبہ اور بغداد کے حکمرانوں کے درمیان علمی اور فنی میدان میں ایک مقابلہ کی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ اور یہ دونوں حکومتیں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں برابر لگی رہتی تھیں۔

مندرجہ بالا تاریخی حقائق سے یہ بات صاف طور پر عیاں ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں نے صرف فتوحات کے میدان ہی میں نہیں بلکہ علوم و فنون کی ترقی میں بھی کس قدر نمایاں حصہ لیا ہے۔ چنانچہ یورپ کے نیک دل مورخ اب اس بات کو تسلیم کرنے لگے ہیں کہ آج یورپ سائنس کے فن میں جو سرگرمیاں دکھا رہا ہے اُس کے اصل محرک مسلمان ہی تھے۔

اسلام غیر مسلموں کے لئے رحمت

(باقی صفحہ ۲۲ سے)

انہوں نے اپنے تمام علمی اور فنی سرمایہ نیز اپنی دینی اور علمی صلاحیتوں کو پوری دنیا کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ چنانچہ انھوں نے جو علمی فنی اور تہذیبی ترقیاں کی تھیں انھوں نے ان سے دوسروں کو فائدہ پہنچانے اور انہیں حصہ دار بنانے میں کبھی بھی بخل سے کام نہیں لیا۔ حتی کہ انھوں نے اپنے مخالفوں اور دشمنوں کے لئے بھی فائدہ اٹھانے کے دروازے کھول رکھے تھے۔

جنگ وجدل ایک ایسی بری چیز ہے جو انسان کے اخلاق کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہے۔ لڑنے والی فوجیں عموماً ایک دوسرے کے ساتھ بربریت کے ساتھ پیش آتی ہیں لیکن اسلام نے جنگ وجدل میں بھی اخلاق انسانی کو برقرار رکھنے کی ہدایت کی ہے بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور گوشہ نشین عابدوں پر حملہ کرنے کی ممانعت کی ہے۔ اسی طرح دیگر مذاہب کے معابد کو مسمار کرنے سے منع کیا ہے۔ ہرے بھرے کھیتوں اور سبز درختوں کو نقصان پہنچانے سے منع کیا ہے۔ اور بے ضرورت جانوروں کے ذبح پر پابندی لگادی ہے۔ اور ان باتوں سے سب ہی کو فائدہ پہنچا ہے۔ اسی لئے اسلام سب ہی کے لئے رحمت بن کر آیا ہے

قیدی کا جہاد

(باقی صفحہ ۲۳ سے)

"سلمی آج خداوند کریم نے مسلمانوں کی مدد کے لیے ایک عجیب وغریب نقاب پوش سپاہی کو میدان جنگ میں بھیج دیا تھا اس نے دشمنوں کے کشتوں کے پشتے لگا دئے اور ایرانی سرداروں کو چن چن کر قتل کر دیا مگر اس کا طریقہ جنگ بالکل ابو محجن سے ملتا جلتا تھا لیکن جنگ کے بعد اس کا پتہ نہ چل سکا کہ وہ کہاں چلا گیا۔

جناب سلمیٰ پہلے تو خاموش رہیں پھر آپ نے سارا واقعہ شوہر کو سنا دیا۔ یہ سن کر حضرت سعد بن ابی وقاص بے حد متاثر ہوئے۔ اسی وقت قید خانے پہنچے اور حضرت ابو محجن

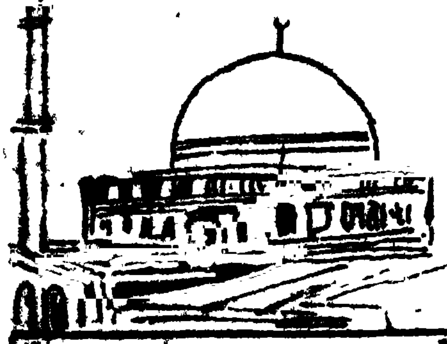
کو رہا کرتے ہوئے کہا: "جس کے سینہ میں جذبہ شہادت کی آگ اس طرح روشن ہو۔ اُسے میں قید خانہ میں نہیں رکھ سکتا۔ آپ رہا ہیں میں بارگاہ خلافت کو مطلع کر دوں گا"

صرف اس ایک واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے کیسے کیسے ایثار پیشہ سرفروش پیدا کئے ہیں ایسے ہی سرفروشوں اور جانبازوں نے مختصر سے عرصہ میں دنیا کے بیشتر حصہ پر اسلام کا پرچم لہرا دیا تھا۔

ہندستان میں حضرت آدم کا نزول

(باقی مضمون صفحہ ۱۷ سے)

مختصر یہ کہ اس وقت ساری دنیا میں جو نسل انسانی پھیلی ہوئی ہے اُس کی ابتدا ہندوستان ہی سے ہوئی ہے۔ اور اسلامی نقطہ نظر سے ہندوستان مسلمانوں کے پیغمبر اول حضرت آدم علیہ السلام کی جائے نزول ہے۔ اس لئے یہ مسلمانوں کے لئے بے حد قابل احترام ہے۔ بلکہ مسلمانوں کے نقطہ نظر سے یہ پیغمبروں کی سرزمین ہے۔



مشاہیر عالم کا آخری وقت

مرتے وقت انسان پر کیا گزرتی ہے

(از شوکت علی فہمی)

انسان کی زندگی میں سب سے کٹھن وقت اُس کا آخری وقت ہوتا ہے۔ ذیل میں مشاہیر اسلام کے وہ قیمتی اور عبرت انگیز ارشادات درج کیے جا رہے ہیں۔ جن کا انہوں نے مرتے وقت اظہار کیا تھا۔ یہ ارشادات ہمارے لیے اور سب ہی دنیا والوں کے لئے باعث عبرت ہیں۔

حضرت ابو عبیدہ اسلام کے ایک ایسے مجاہد تھے جن کی ساری عمر خدمت اسلام میں گزری ہے۔ شام، عراق، فلسطین اور ایران کی عظیم الشان فتوحات ان ہی کی شمشیر خارا شگاف کی ممنون منت ہیں لیکن جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور آخری وقت آیا تو زار و قطار رونے لگے۔ آپ کے فرزند عامر قریب ہی بیٹھے تھے۔ انھوں نے باپ کو روتے ہوئے دیکھ کر کہا: ”والد محترم آپ کو کس بات کا غم ہے آپ کی ساری عمر خدمت اسلام میں گزری ہے۔“

اس کے جواب میں حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا: ”یہ سب کچھ درست ہے لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ میری دینی خدمت قبول ہوئی اور کون سی رائیگاں گئی۔ میں عاقبت کے خوف سے ڈر رہا ہوں معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔“

پھر آپ نے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: ”بیٹا دنیا کی عظمت ہیچ ہے۔ دنیا کا اونچا سے اونچا مرتبہ بھی بیکار ہے۔ میری نصیحت ہے کہ ہمیشہ عاقبت کا خیال رکھنا۔ دنیاوی آرام کی بجائے ابدی راحت کو ترجیح دینا۔ میری عمر ۲۷ سال کی ہے لیکن مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میں دنیا میں ۲۷ دن بھی نہیں رہا۔ انسان کی زندگی پلک جھپکتے گزر جاتی ہے۔ اگر وہ زندگی کی قدر نہیں کرتا تو اسے پچھتانا پڑتا ہے۔ آج میں اپنی کوتاہیوں پر پشیمان ہوں۔ کوشش کرنا کہ تمہیں میری طرح پشیمان نہ ہونا پڑے میرے بیٹے یہ اقتدار اور دولت سب دھوکہ ہے۔ زندگی میں یہ چیزیں بڑی خوشگوار معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن جب آخری وقت آتا ہے تو یہ بے حقیقت معلوم ہونے لگتی ہیں۔“ یہ کہتے ہوئے آپ بے اختیار رونے لگے اور اس کے بعد آپ کی زبان ہمیشہ کے لئے بند ہو گئی۔

سلیمان بن عبدالملک خاندان بنی امیہ کا ایک باعظمت حکمران ہوا ہے۔ اس کی حکومت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اسکی سطوت اور دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے حکمران اس کے سامنے دم نہیں مار سکتے تھے۔ لیکن اُسے جیتے جی چین میسر نہ آسکا۔ رجا بن حیات جو سلیمان بن عبدالملک کا سب سے بڑا معتمد تھا بیان کرتا ہے کہ جب سلیمان پر موت کی کیفیت طاری ہوئی تو وہ بے حد سراسیمہ اور بے چین تھا۔ اور اس بے چینی کے عالم میں اس نے مجھ سے کہا۔

”رجا میں دنیا سے ناکام اور نامراد جا رہا ہوں میں ہمیشہ اس تمنا اور آرزو میں رہا کہ مجھے زندگی میں کبھی اطمینان اور سکون حاصل ہو سکے اور سکون کے بعد اپنی زندگی یاد الٰہی میں گزار سکوں مگر مجھے اپنی زندگی کا ایک دن بھی ایسا یاد نہیں کہ میں سکون سے رہ سکا ہوں

میں بے اطمینانی کی موت مر رہا ہوں لیکن مجھے مسرت ہے کہ آخری وقت میں ایک نیک کام کرکے جا رہا ہوں۔ وہ یہ کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کر دیا ہے۔ مگر پھر بھی ڈر رہا ہوں کہ عاقبت میں نہ جانے میرا کیا انجام ہوگا۔"

سلیمان بن عبدالملک کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز مسند خلافت پر بیٹھے۔ یہ حکمران نہیں تھے بلکہ ولی صفت بزرگ تھے جن کے سر پر حکومت کا تاج رکھ دیا گیا تھا۔ یہ اگرچہ ایک بہت بڑی سلطنت کے تاجدار اور حکمران تھے۔ لیکن غریبوں جیسی زندگی بسر کرتے تھے۔ انھوں نے دو برس اور پانچ مہینے حکومت کی اور اپنے دورِ حکومت میں ایک دن کے لئے بھی عوام کی خدمت سے غافل نہیں رہے۔ مگر پھر بھی مرتے وقت وہ بے حد ترسیدہ تھے فادہ کہتے ہیں کہ مرنے سے قبل پہلے آپ نے اپنے جانشین یزید بن عبدالملک کو ایک رقعہ بھیجا جس میں لکھا تھا۔

"میں یہ خط تمہیں موت کی بے چینی کے عالم میں لکھ رہا ہوں۔ ڈرتا ہوں کہ مجھ سے میرے عہد حکومت کے بارے میں باز پرس ہونے والی ہے۔ اور باز پرس کرنے والا دنیا اور آخرت کا مالک ہے۔ اگر وہ مجھ سے راضی ہو گیا تو میری نجات ہو گی ورنہ میں تباہ ہو جاؤں گا۔ اب حکومت کی ذمہ داریاں تم پر ہیں۔ تمہیں لازم ہے کہ خدا سے ڈرو۔ اور رعیت کے ساتھ محبت کرو۔ کیونکہ میرے بعد تم بھی زیادہ مدت تک دنیا میں نہیں رہو گے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیز بہت بڑے عابد اور زاہد تھے اور اس کے ساتھ ہی نہایت انصاف پسند حکمران تھے لیکن اس کے باوجود آپ پر عاقبت کا خوف کس قدر غالب تھا اس کا اندازہ آپ کے خط کے الفاظ سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔

عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے باپ خلیفہ مہدی بغداد سے جرجان جا رہے تھے۔ ہارون الرشید بھی ان کے ساتھ تھے۔ جب ماسبذان پہنچے تو یکایک ان کی حالت بگڑ گئی اور مہدی کا آخری وقت آ گیا اسی حالت میں انھوں نے ہارون الرشید سے کہا "بیٹا لوگ سمجھتے ہیں کہ میں نے بادشاہت کی ہے مگر انھیں کیا معلوم کہ میں نے بڑی پریشانی اور الجھن میں زندگی گزاری ہے اگر انسان کی زندگی کا مقصد اسی قسم کی بے اطمینانی ہے تو اس زندگی سے موت ہزار درجہ بہتر ہے۔ میں خوش ہوں کہ بے اطمینانی کی زندگی سے مجھے نجات مل رہی ہے۔ جہاں تک ممکن ہوا میں نے رعایا کی خدمت کی ہے۔ مگر اب سوچتا ہوں کہ میں نے کچھ نہیں کیا اور میری زندگی رائیگاں گئی۔"

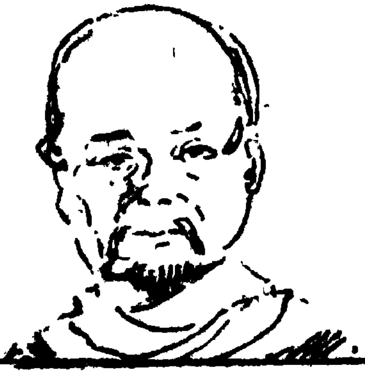
مہدی جیسے حکمران کے یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ دنیاوی اقتدار ایک بے حقیقت چیز ہے۔ حقیقی راحت صرف عاقبت کا سامان ہے جس سے ہم سب ہی غافل رہتے ہیں۔

خلیفہ مامون الرشید جب روم کے سفر سے واپس آ رہا تھا تو راستہ میں اسے بخار ہو گیا۔ اور دوران سفر ہی میں اس کا انتقال ہو گیا۔ مامون نے مرنے سے پہلے علما اور فقہا کو بلا کر اپنے سامنے کہا۔

"میرے مرنے کے بعد زیادہ رونا دھونا نہیں۔ کیونکہ ہر انسان جو دنیا میں آیا ہے اسے مرنا ہے۔ تمہیں اگر اندازہ ہو کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں تو تم رونے کی بجائے میری موت پر اطمینان کا اظہار کرو۔ مجھے افسوس ہے کہ میں زندگی میں نہ تو اطاعت الٰہی کر سکا اور نہ خدمت خلق۔ میں چاہتا تھا کہ زندگی میں کسی طرح سکون میسر آ جائے مگر معلوم ہوا کہ یہ ناممکن ہے۔"

دربار ایوبی کا مشہور مورخ رافع بن مسلم اپنی گرانقدر تصنیف "میزان الادیان" میں فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی کے آخری وقت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ جب اس مجاہد اعظم کا آخری وقت آیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"اب میں ایک ایسی جگہ جا رہا ہوں۔ جہاں مجھے اپنے ہر عمل کا جواب دینا ہوگا۔ میں ایک وسیع سلطنت کا مالک تھا مگر اس سے میں کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکا۔ حکومت اور دولت بیحد فریب ہے یہ چیزیں دوسروں کو اچھی معلوم ہوتی ہیں لیکن جس کے پاس ہوتی ہیں اس کی تکلیفوں کو بس وہی جانتا ہے (باقی ...)



میں نے اسلام کیوں قبول کیا

فلپائن کے ایک نومسلم کی آپ بیتی

(حبیب اللہ جیملون کے انگریزی مقالہ سے ماخوذ)

مسٹر ایچ جیملون جنھوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا اسلامی نام حبیب اللہ جیملون رکھ لیا ہے فلپائن کے ایک نومسلم ہیں جنھوں نے پچھلے دنوں اپنا آبائی عیسائی مذہب ترک کرکے اسلام قبول کرلیا تھا۔ ذیل کے مقالہ میں انھوں نے بتایا ہے کہ وہ کون سے محرکات تھے جن کی بنا پر وہ اسلام کی جانب راغب ہوئے۔

میں ایک قدیم عیسائی گھرانے کا فرد ہوں۔ میرے خاندان کے تقریباً سب ہی لوگ کیتھولک عیسائی ہیں لیکن جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں لامذہب بن گیا تھا۔ اور مذہب سے میرا عقیدہ ختم ہوگیا تھا۔ کیونکہ میرے دل میں اپنے آبائی مذہب کے بارے میں طرح طرح کے شکوک پیدا ہوگئے تھے اور ان شکوک ہی نے مجھے بے دینی کی طرف دھکیل دیا تھا

میں آج بھی یہ بات نہیں بتا سکتا کہ میرے ذہن میں اپنے آبائی مذہب کے متعلق شکوک و شبہات کیوں پیدا ہوئے تھے۔ لیکن مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ آہستہ آہستہ یہ شکوک اتنے قوی ہوگئے کہ میں ایک سرے سے مذہب ہی سے منکر ہوگیا۔

شاید بعض لوگوں میں قدرتی طور پر ایک ایسی حس موجود ہے جو انہیں غیر شعوری طور پر زندگی کی عام صداقتوں کو سمجھنے کی طرف متوجہ کرتی رہتی ہے۔ میرے اندر لڑکپن ہی سے یہ حس موجود تھی اور اس کی وجہ سے سب سے پہلے میرے ذہن میں عیسائیت کی اس بنیادی تعلیم کی صحت کے بارے میں شبہ پیدا ہوا تھا کہ حضرت عیسیٰ (نعوذ باللہ) خدا کے بیٹے ہیں، جنھیں خدا نے انہیں بنی نوع انسان کے گناہوں کا کفارہ بنانے کے لئے دنیا میں بھیج کر انہیں سولی پر چڑھا دیا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے عیسائیت کے اس عقیدہ نے بھی اس مذہب کے متعلق شک و شبہ میں مبتلا کردیا تھا کہ انسان ازلی

اور ابدی طور پر گنہگار ہے اور انسان اپنے اعمال کی بدولت نہیں بلکہ اس کفارہ کی بدولت نجات حاصل کرسکتا ہے جو حضرت عیسیٰ نے اپنی جان دے کر ادا کیا ہے۔

اپنے ان شکوک کے بارے میں جب میں اپنے کسی بزرگ یا مذہبی رہنما سے کوئی سوال کرتا تھا تو مجھے کوئی تشفی بخش جواب نہیں ملتا تھا اور بات کو ٹالنے کے لئے یہ کہہ دیا جاتا تھا کہ مذہب کے معاملہ میں عقل سے کام نہیں لینا چاہئے۔ کیونکہ مذہب ایک ایسی چیز ہے جو عقل سے بالاتر ہے اور جو لوگ کہ مذہب کے معاملہ میں عقل سے کام لیتے ہیں وہ عموماً گمراہ ہوجاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے جوابات مجھے مطمئن نہیں کرسکتے تھے۔ اور اس طرح میں ایک سرے ہی سے اپنے آبائی مذہب سے بیزار ہوگیا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی میرے دل میں یہ خیال بھی ابھرنے لگا کہ اگر واقعی مذہب ایک بیکار چیز ہے تو دنیا کے کروڑوں انسان کیوں اس سے چمٹے ہوئے ہیں اور اس خیال کے آنے کے بعد میں نے سوچا کہ مجھے دوسرے مذاہب کا بھی مطالعہ کرنا چاہئے شاید کہ دوسرے مذاہب میری رہنمائی کرسکیں۔

عیسائی حلقوں میں رہتے ہوئے میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ سب سے بڑے مخالف ہیں چنانچہ عیسائیت سے منکر ہونے کے بعد میں دوسرے مذاہب کے مطالعہ کی جانب متوجہ ہوا تو سب

پہلے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھے اسلام کا مزید مطالعہ کرنا چاہئے اور اسلام کے مطالعہ کے سلسلہ میں ایک سہولت یہ بھی تھی کہ انگریزی زبان میں بے شمار کتابیں اسلام کے بارے میں شائع ہو چکی ہیں اسلئے دیگر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کے مطالعہ میں کافی سہولت تھی

اسلام کے مطالعہ کے آغاز ہی میں دو باتیں مجھ پر بالکل ہی واضح ہو گئیں اول تو اسلام اخلاق دوستی اور انسانی یگانگت کی تعلیم دینے والا مذہب ہے دوسرے یہ کہ اسلام دنیا کے کسی مذہب کا بھی مخالف نہیں ہے بلکہ اسکی تعلیمات صرف اس بات پر مبنی ہیں کہ جس طرح آج کے انسان کی ضروریات ہزاروں سال پہلے کے انسان سے مختلف ہیں۔ اسی طرح ہزاروں سال پہلے کی مذہبی تعلیمات بھی موجودہ زمانہ کے انسان کی روحانی اور مادی ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتیں اور اسی لئے اللہ تعالیٰ مختلف زمانوں میں دنیا کے ہر گوشہ میں اور ہر قوم میں اپنے ہادی اور پیغمبر بھیجتا رہا ہے۔ اور ان ہی پیغمبروں میں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں آپ کا لایا ہوا مذہب انسان کو آنکھیں بند کر کے کسی عقیدہ کو قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اسلام کی دعوت یہ ہے کہ انسان کو [illegible] کی طرح سوچ سمجھ کر کوئی مذہب قبول کرنا چاہئے۔ اور اسلام [illegible] خصوصیات سے میں کافی متاثر ہوا

اسلام اپنے پیغمبر ہی کی عظمت کا قائل نہیں ہے بلکہ وہ تمام سابق انبیا کا احترام کرتا ہے اور ان سابق انبیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں پھر مجھے اسلام کے مطالعہ کے دوران یہ بات سمجھنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اولاد جیسی آلودگیوں سے قطعاً پاک و صاف ہے اس لئے حضرت عیسیٰ اس کے عظیم پیغمبر تو ضرور تھے لیکن ان کے اللہ کے فرزند ہونے کا دعویٰ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ بس وہ اسی [illegible] اللہ کے بندے اور پیغمبر تھے جسطرح کہ دوسرے انبیاء۔ اسلام [illegible] عقیدہ ان نے اللہ کی [illegible] ہوتا چلا گیا کیونکہ حضرت [illegible] زندگی بھر تا کید کے ساتھ یہ بات ذہن نشین کراتے رہے کہ اللہ ہی [illegible] کی طرح ایک انسان اور اسکے بندے ہیں بس فرق ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول اور پیغمبر بنا دیا ہے

پھر اسلام کے مطالعہ کے بعد یہ بات بھی اچھی طرح سے میرے ذہن نشین ہو گئی کہ حضرت عیسیٰ کے کفارہ کی بدولت سب ہی عیسائیوں کی نجات ایک بے معنی عقیدہ ہے جس سے کہ عیسائیوں کو کھلم کھلا گناہ کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔ جس سے کہ سماج میں گناہ کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہے کیونکہ جب لوگوں کو یہ یقین ہو جائے گا کہ حضرت عیسیٰ سولی پر چڑھ کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ادا کر چکے ہیں تو پھر وہ اپنے آپ کو گناہ سے کیوں روکیں گے۔ پھر عیسائیت میں انسان کے ازلی گنہگار رہنے کا عقیدہ بھی بالکل غلط ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان معصوم پیدا ہوتا ہے اور اسکے بعد وہ اچھے اور برے کام کر کے اپنے اعمال سے اپنی عاقبت بناتا یا بگاڑتا ہے۔

پھر اسلام میں میں نے ایک بڑی خوبی یہ بھی پائی کہ یہ مذہب بنی نوع انسان کو صرف روحانی تعلیم ہی نہیں دیتا بلکہ مادی اور دنیاوی معاملات میں بھی قدم قدم پر نوع انسانی کی رہنمائی کرتا ہے۔ یعنی یہ مذہب مذہب کے ساتھ ایک مکمل نظام حیات بھی ہے جو بنی نوع انسان کو نہایت پاکیزہ اور دیانتدارانہ دنیاوی زندگی گزارنے کی تعلیم دیتا ہے۔ گویا اس مذہب کے ذریعہ جہاں روحانی سکون حاصل ہوتا ہے وہاں دنیاوی طمانیت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور ان تمام حقائق پر غور کرنے کے بعد میرے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہیں رہا کہ میں اس سچے مذہب کو قبول کر کے اس لا مذہب کی دلدل سے نکل آؤں جس میں کہ مجھے عیسائیت کی ناقابل فہم باتوں نے مبتلا کر دیا تھا۔

مشاہیر عالم کا آخری وقت

(باقی صفحہ ۔۔ سے)

ڈرتا ہوں کہ روز قیامت اتنی بڑی سلطنت اور اس کے کروڑوں باشندوں کے بارے میں اپنے پروردگار کو کیونکر جواب دے سکوں گا؟

یہ کہہ کر صلاح الدین بے اختیار رونے لگا۔ یہ اس مجاہد اعظم کی کیفیت تھی جس کی ساری عمر اسلام کی خاطر مشرکوں سے جہاد کرتے ہوئے گزری تھی۔ مشاہیر اسلام کے آخری وقت کی کیفیات سے ہمیں عبرت اور نصیحت حاصل کرنی چاہئے

تاریخی افسانہ



رنگین راتیں

سلطان ابراہیم لودھی کے آخری دور کی کہانی

(ہمارے افسانہ نگار کے قلم سے)

رقص و سرور اور راگ و رنگ نے شاہی محلوں میں داخل ہونے کے بعد کیسے کیسے انقلابات برپا کئے ہیں اس کا اندازہ ذیل کے تاریخی افسانہ سے ہو سکتا ہے، یہ تاریخی افسانہ خاندان لودھی کے آخری بادشاہ ابراہیم لودھی کی زندگی کا ایک نہایت ہی عبرت انگیز واقعہ ہے۔

شعلہ لپک رہا تھا ــــــ!

شاہی رقاصہ دبیز مخملی قالین کے گل بوٹوں پر نہیں بلکہ دلوں پر ناچ رہی تھی۔ دل کی دھڑکنیں بند تھیں اور ساری شاہی محفل حسین رقاصہ کے سنہرے پائل کی جھنکار میں کھو چکی تھی۔ خمار آگیں ماحول کو دیکھ کر خود وقت نے بھی سانس لی تھی!

رقاصہ کبھی پائل کی لے دھیما کرتے کرتے فضا میں تحلیل کر دیتی تھی اُس وقت دل ڈوب جاتے اور آنکھیں بند ہو جاتی تھیں کبھی وہ ہر سوئے ہوئے کو بیدار کر دیتی۔ آہستہ آہستہ فضا میں تحلیل شدہ جھنکاروں کو سمیٹتی اور ایوان شاہی میں ایسی گونج پیدا کر دیتی جو سب کو جگاتی چلی جاتی۔

دلوں سے خاموش صدائیں نکلتیں "بس کر۔ رحم کر دلربا رحم کر۔" لیکن خود حسین رقاصہ ناگن کی طرح بل کھاتی۔ اشارے کنائے کرتی اور زیر لب کوندتی ہوئی بجلی کی طرح مسکرا کر لپکتی تھرکتی مچلتی شعلہ بن جاتی ہے

"نازک ہے کمر، لچکا ہے، تنگ قبا ہے"

رقاصہ رقص کر رہی تھی۔ دلوں میں آگ دہکا رہی تھی سیمیں بدن رقاصہ شاہی ایوان کو بری طرح زیر و زبر کر رہی تھی۔ اچانک رقاصہ نے پائل سے طوفان بپا کیا اور پھر اُسے روک بھی دیا۔ رقص تمام ہوا فوراً ہی شہنشاہ ہند نے سونے کا جام اُٹھایا اور ایک ہی سانس میں پی گیا۔ خمار آلود آنکھوں میں ہندوستان کی رفعتیں و عظمتیں روشن کرتے ہوئے کہنے لگا "مرحبا! نگینہ مرحبا"

ستائش شاہی پر نگینہ شاہی آداب بجا لائی اور دلربایانہ انداز سے قدمبوسی کے لئے بڑھی اس وقت مرحبا کی گھٹی ہوئی صدائیں محل کے ہر کونے میں گونجنے لگیں کیونکہ عمائدین سلطنت و اراکین سلطنت اُس وقت تک داد بھی نہیں دے سکتے تھے جب تک شہنشاہ کی داد نہ ہو جائے۔

نگینہ دلربایانہ انداز سے لچکتی بل کھاتی اور مسکراتی شہنشاہ کے قریب پہنچی۔ دوزانوں ہو کر قدمبوسی کے لئے بڑھی شہنشاہ نے دونوں ہاتھوں سے نگینہ کا چہرہ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ عمائدین سلطنت کے دل دھڑک اٹھے ــــ وہی ہوا جو دھڑکنوں کا باعث بنا تھا یعنی شہنشاہ جو نشے میں چور تھا اُس نے سر محفل رقاصہ کو سینے سے لگا لیا۔ نگینہ کی سانس گھٹ گئی اور شہنشاہ نے موتیوں سے لبریز تھال نگینہ کی گود میں انڈیل دیا اور ساتھ ہی کہا:

"نگینہ یہ ہندوستان کی دولت تمہارا ہے"

نگینہ تڑپ کر پلٹی تو بجلی بن گئی ــــ وہ پھر ناچ رہی تھی۔ عمائدین و اراکین دل تھام چکے تھے۔

محفل پر خود گی طاری ہونے لگی۔ نگینہ کی سیمیں بدن سے پھوٹتی ہوئی بجلیوں نے کوند کوند کر پھر دلوں پر بجلیاں گرانا شروع

کردیں۔ ماحول شراب میں نہا چکا تھا۔ اُس وقت نگینہ نے خوش گلوئی سے یہ غزل گانا شروع کردیا ۔

"اے بادشہ خوباں داد از غم تنہائی"

رات بھیگ چکی تھی پچھلا پہر تھا اور نگینہ کی سریلی آواز —— ستاروں کو بھی نیند آنے لگی! —— شہنشاہ کا یہ حال تھا کہ جام پر جام خالی کر رہا تھا۔ جھومتا جاتا تھا۔ سر اٹھتا نہیں تھا۔ لیکن لہو و لعب کی ہوس تھی کہ کسی طرح بجھتی ہی نہیں تھی۔ نگینہ بھی شہنشاہ کی حالت تاڑ چکی تھی لیکن پھر بھی رقصاں تھی۔ مسرور تھی کہ اُس کا رقص شہنشاہ کو محوِ خواب ہو جانے پر مجبور کر رہا تھا —— وہ خود بھی اب محفل کا اختتام چاہتی تھی کیونکہ ناچتے ناچتے اُس کا انگ انگ تھک چکا تھا۔ اراکین سلطنت "نگاہوں سے پیتے پیتے" بدمست ہو چکے تھے چونکہ شہنشاہ کے حضور میں تھے اِس لئے جھپک بھی نہیں سکتے تھے

۱۵۲۵ء کی یہ ایک رنگیلی رات تھی۔

ج سے'

خاندان لودھی کی عظمت کا پرچم پیشانی ہند پر لہرا رہا تھا۔ سب سے پہلے بہلول لودھی بانئے سلطنت کا پھر تاجدار ملک شہنشاہ سکندر لودھی کا ہندوستان میں طوطی بول رہا تھا۔ زمین و آسمان ان کے زیر نگین تھے۔ ہندوستان کا ذرہ ذرہ ان کا مطیع تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب ابراہیم لودھی نے ہندوستان میں اپنا کوئی مقابل نہ پایا تو ابراہیم لودھی نہ صرف مغرور اور ظالم بن چکا تھا بلکہ انتظام سلطنت سے بھی لاپرواہ ہو کر دن رات عیش و عشرت میں گزار رہا تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر آسمان چپ تھا۔ اور زمین خاموش —— لیکن خود ابراہیم لودھی خاموش نہیں تھا۔

وہ کیوں خاموش ہوتا؟ شہنشاہ جو تھا —— شمالی ہندوستان کا مطلق العنان شہنشاہ جس کی دہشت سے آسمان

تک کا بیٹا تھا۔ جس کے قبضے میں زمین و آسمان کے خزانے تھے۔ عظیم افواج تھیں اور جو ہندوستان کی قسمت مٹھی میں لے چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بیداری میں بھی سو رہا تھا۔ اور سوتے میں بھی جاگ کر نگینہ کے جسم کے پیچ و خم دیکھ کر شراب پئے جا رہا تھا۔!

شاہی ایوان پر مستی چھائی ہوئی تھی ــــ جبکہ ایوان شاہی سے قدرے ہٹ کر اور کسی قدر تنہائی میں ابراہیم لودھی شہنشاہ ہند کا ضعیف چچا عالم خاں لودھی تلوار کے قبضے پر ایک ہاتھ رکھے آہستہ آہستہ ٹہل کر آسمان کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی اندرونی بے چینی اس کے قدموں سے واضح تھی۔ وہ اگر مضطرب نہ ہوتا تو اس وقت شاہی محفل میں ہوتا جہاں وہ تھوڑی دیر قبل تک موجود تھا۔ لیکن اپنے بھتیجے ابراہیم لودھی کی ناشائستہ حرکت پر جب اس نے سر محفل نگینہ کو سینے سے لگایا تو وہاں سے چلا آیا تھا۔

اچانک ایوانِ شاہی سے نگینہ کی آواز آئی اور عالم خاں لودھی نے مضطرب ہو کر آسمان کی طرف دیکھا اور زیر لب کہنے لگا

”اے خالقِ کون و مکاں! اے خاندانِ لودھی کو عزت و مرتبہ بخشنے والے آقا! ابراہیم کی آنکھیں کھول دے رقص و سرود سے اسے محفوظ رکھ، لہو و لعب سے اسے بچا، نگینہ کے جادو سے اسے امان دے۔

کیونکہ لہو و لعب میں ڈوب کر بادشاہ حکومت نہیں کر سکتے عیش و نشاط کے ذریعہ سلطنت نہیں کی جا سکتی۔ بہلول کی قائم کردہ سلطنت کو جسے سکندر نے اپنے تدبر سے محفوظ رکھا تھا۔ وہ سلطنت ابراہیم کے ذوق رقص میں ڈوب کر خطرہ میں پڑ چکی ہے۔“

عالم خاں لودھی نے ٹھنڈی سانس لی۔ ستارے لرز اٹھے اور ٹھیک اسی وقت ایوانِ شاہی میں بھڑکتا ہوا شعلہ بھی بجھ گیا۔ رقص ختم ہوا۔ شہنشاہ ہند نے جب گاؤ تکیہ پر سر رکھ دیا تو شاہی محفل کا رقص و سرود ختم ہو گیا ــــ پورے آداب شاہی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے عمائدین سلطنت و اراکین سلطنت ایوان سے ایک ایک کر کے رخصت ہونے لگے۔ عالم خاں لودھی کو وقتی طور پر اطمینان ہوا لیکن وہ تو دائمی اطمینان کا خواہش مند تھا۔!

سب سے آخر میں ایوان شاہی سے شہنشاہ ہند کا سالارِ اعظم محمود خاں لودھی کچھ اس انداز سے برآمد ہوا کہ جیسے وہ مطمئن ہے۔ اتفاق سے عالم خاں لودھی سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ محمود خاں لودھی نے پہل کرتے ہوئے کہا۔

”جناب عالی کیا محفلِ شاہی میں تشریف نہیں رکھتے تھے؟“

”تھا!“ عالم خاں لودھی نے آہستہ سے کہا: ”لیکن چلا آیا تھا!“

محمود خاں لودھی نے کہا: ”عالی جناب ظلِ سبحانی کو سمجھاتے کیوں نہیں کہ ــــ!“

اچانک محمود خاں لودھی کے ہونٹوں پر عالم خاں لودھی نے ہاتھ رکھ دیا اور کہا۔

”آؤ ادھر آ جاؤ محمود خاں!“

آڑ میں ہوتے ہوئے عالم خاں لودھی نے کہا۔

”محمود خاں! میں نے ابراہیم کو بہتیرا سمجھایا لیکن وہ سُنی اَن سُنی کر دیتا ہے۔ میں محسوس کرنے لگا ہوں کہ ابراہیم مجھے ناپسند کرنے لگا ہے ....؟“

”وہ کیوں؟“

”میرے نصائح اُسے پسند نہیں؟“

”تعجب ہے!“ محمود خاں نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا۔ ”آپ نیک مشورہ دیتے ہیں ــــ ظلِ سبحانی کو معلوم نہیں کیا ہو گیا ہے کہ سلطنت کی جانب سے اس قدر غافل ہیں اور ــــ!؟“

عالم خاں لودھی نے بات کاٹتے ہوئے کہا

”ظلم بڑھتا جا رہا ہے۔ غرور کا کوئی ٹھکانا نہیں اور طرہ یہ کہ لہو و لعب ــــ میں حیران ہوں کہ کروں تو کیا کروں؟“

”بار بار سمجھایئے۔ آخر آپ چچا ہیں آپ کی بات ضرور مانیں گے!؟“

”کہاں تک سمجھاؤں؟“

چند لمحے رک کر محمود خاں لودھی نے کہا

”اراکین و عمائدین سلطنت بھی مضطرب سے ہیں ــــ!“

”کیوں؟“

”بھرے دربار میں بڑے بڑے امراء و سرداروں کی پگڑیاں اچھال دی جاتی ہیں۔ رعایا کا اعتماد اٹھتا جاتا ہے۔ دشمن تاک میں ہے ــــ جناب کو یقیناً علم ہو گا۔ کہ رانا سانگا اپنی طاقت

میں اضافہ کر رہا ہے اور اس کے پیش نظر تخت دہلی ہے جس کے ارد گرد آگ لگی ہوئی ہے۔ ایسے موقع پر شہنشاہ کی یہ محفلیں زیب نہیں دیتیں۔"

"مجھے احساس ہے!" عالم خان لودھی نے کہا۔ "لیکن میرے احساس سے کیا ہوتا ہے۔ خدائے برتر ابراہیم کو توفیق دے!"

اچانک محمود خان لودھی نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ایک بات تو ذہن سے نکل ہی گئی تھی۔"

"وہ کیا؟"

"ظلِ سبحانی کو آمادہ کیجئے اور صوبیدار فرہ (کڑہ) کی جاں بخشی کرائیے وہ بے قصور ہے۔"

"تمہاری مراد الغ خاں سے ہے جو آج ہی پابجولاں لایا گیا ہے؟"

"جی ہاں۔"

"قصور کیا ہے؟"

"کچھ نہیں!" محمود خاں نے کہا۔ "آجکل صوبیدار معتوب ہیں معلوم نہیں کیوں۔ حالانکہ الغ خاں جانثار ہے۔"

"پھر بھی شاہی الزام کیا ہے؟"

"راجپوتوں سے ساز باز کا الزام ہے۔"

عالم خان لودھی نے داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا

"کتنا لغو الزام ہے۔ الغ خاں نے سلطنت لودھی کے لیے خون بہایا ہے۔ وہ ہر معرکہ میں پیش پیش رہا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کسی دشمن نے کان بھر دیے ہیں۔"

"یقیناً"

"ابراہیم کے ارد گرد بزدل خوشامدیوں کا حلقہ بنا ہوا ہے۔"

"جناب ظلِ سبحانی سے مل کر الغ خاں پر رحم کی درخواست کریں۔"

"انشاء اللہ میں کوشش کروں گا لیکن حتمی وعدہ نہیں کر سکتا۔"

"میں آپ کی کامیابی کے لئے دعا کروں گا کیونکہ الغ خاں اگر عتاب شاہی کا شکار ہوا تو سلطنت میں بے چینی پھیل جانے کا خدشہ ہے۔"

"اللہ مالک ہے محمود خاں!"

یہ کہہ کر عالم خاں لودھی نے آسمان کی طرف دیکھا۔ شب اختتام پر آچکی تھی۔ تارے جھلملانے لگے تھے۔ جب وہ اپنے قصر کی طرف بڑھا تو اُسے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے نگینہ اب بھی رقصاں ہے —— اور شہنشاہ ہند کو نچا رہی ہے —— ہندوستان کو نچا رہی ہے حالانکہ رقص ختم ہو چکا تھا ——!!

اس کے بعد بھی رنگین راتیں اسی طرح آتی رہیں۔ نگینہ کے پائل کی جھنکار بدستور شاہی محل میں گونجتی رہی اور سلطان ابراہیم لودھی کی مستی اور مدہوشی میں برابر اضافہ کرتی رہی۔ اور ادھر بابر جیسا مضبوط دشمن لودھی سرداروں کی تحریک پر آندھی کی طرح ابراہیم لودھی کی محفل عیش کو درہم برہم کرنے کے لئے برابر بڑھتا چلا آ رہا تھا۔

یہ سب کچھ ہو رہا تھا مگر ابراہیم لودھی بدستور رقص و نغمہ کی مستی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اچانک اُسے اطلاع ملی کہ بابر پشاور کو روندتا ہوا سرہند تک آ پہنچا ہے۔ اب ابراہیم لودھی کی آنکھ کھلی لیکن بابر کا سیلاب طوفان کی طرح تیز تھا۔ اُس نے کرنال تک کا علاقہ فتح کر لیا۔ پھر اس کے بعد پانی پت کے میدان میں ایک عظیم معرکہ برپا ہوا جسے کہ ہندوستان کی قسمت کا آخری فیصلہ ہونا تھا۔ اور اس معرکہ میں ابراہیم لودھی کو نہ صرف شکست ہوئی بلکہ وہ اس جنگ میں مارا بھی گیا۔ اور اس طرح ۱۵۲۶ء میں اُس شاہی محل میں جہاں پائل کی جھنکار گونجا کرتی تھی۔ مغلوں کی تلوار کی جھنکار سنائی دینے لگی۔

اب نہ عیش میں ڈوبا ہوا ابراہیم لودھی رہا۔ اور نہ نگینہ کے پائل کی جھنکار۔ نہ عیش و طرب میں ڈوبی ہوئی راتیں۔ پھر اس کے بعد صدیوں تک مغلوں کی تلوار کی جھنکار ہندوستان میں سنائی دیتی رہی۔ اور اس تلوار کے سامنے اس ملک کی بڑی سے بڑی طاقتیں سرنگوں ہو گئیں۔ کتنا فرق ہے پائل کی جھنکار اور تلوار کی جھنکار میں۔

نگینہ کے پائل کی جھنکار اگرچہ معدوم ہو چکی تھی۔ لیکن پھر بھی کبھی کبھی یہ سبق دیتی تھی کہ حکومتیں صرف بہادروں کی تلواروں کی جھنکار ہی سے بنتی ہیں اور قائم رہتی ہیں۔



عورتوں کیلئے

ایک لڑکی کا شکوہ
اُس کا شوہر اُس کی جانب کوئی توجہ نہیں دیتا

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

ہمارے ملک میں ایسی ہزاروں لڑکیاں ہیں جو بے حد حسین ہونے کے باوجود اپنے شوہروں کی بے توجہی کا شکار بنی ہوئی ہیں زبیدہ بہن نے اس مضمون میں ایک ایسی ہی لڑکی کی پریشانی پر روشنی ڈالی ہے۔

ایک شادی شدہ لڑکی نے اپنے ایک طویل خط کے ذریعہ مجھے اپنی ایک الجھن سے آگاہ کیا ہے۔ اور اُس کا حل دریافت کیا ہے۔ یہ لڑکی لکھتی ہے۔

"اس بات کا مجھے بے حد ملال ہے کہ میرے شوہر مجھ سے کھنچے کھنچے رہتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اُنہیں میری ذات سے کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے یہ بتا دینا بھی میں ضروری سمجھتی ہوں کہ میں کوئی جاہل یا بدشکل لڑکی نہیں ہوں میری سہیلیوں کی تو یہ رائے ہے کہ میں سو دو سو میں ایک ہوں اُنہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے میں نے ہر ممکن کوشش کی اچھے سے اچھا لباس پہنا زیادہ سے زیادہ میک اپ کیا مگر وہ میری جانب توجہ ہی نہیں کرتے؟

لڑکی کے خط کی یہ عبارت پڑھنے کے بعد یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جو مرد ایسی خوبصورت لڑکی کی جانب توجہ نہیں کرتا وہ یا تو کسی دوسری لڑکی کی جانب مائل ہے یا کسی ذہنی یا جسمانی مرض میں مبتلا ہے۔ مگر یہ بات بھی نہیں ہے چنانچہ لڑکی آگے چل کر اپنے اسی خط میں لکھتی ہے۔

"آپ کو شائد یہ شبہ ہو کہ میرے شوہر کسی دوسری عورت کے دام محبت میں گرفتار ہیں یہ بات بھی نہیں ہے۔ وہ بڑے نیک اور سادہ مزاج نوجوان ہیں اُن کی صحت بھی نہایت اچھی ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ سے کیوں کھنچے کھنچے رہتے ہیں۔ مجھ سے کہیں زیادہ تو اُنہیں کتابوں سے محبت ہے۔ اُن کا بیشتر وقت مطالعہ میں گزرتا ہے۔ اگر اُن کے دل بہلانے کے لئے کتابیں ہی کافی تھیں تو پھر مجھ سے شادی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

اس خط میں اس لڑکی نے اور بھی بہت سی باتیں لکھی ہیں جن سے کہ میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ اس لڑکی کی ازدواجی زندگی میں بدمزگی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کا مزاج نہیں ملتا شوہر علم دوست ہے اس کا زیادہ وقت مطالعہ میں صرف ہوتا ہے اور اُس کے لئے ایک ایسی شریک حیات کی ضرورت ہے جو خود بھی علم دوست ہوتی۔ لیکن اُسے جو بیوی ملی ہے وہ علم دوست ہونے کی بجائے سب کچھ حسن و خوبصورتی ہی کو سمجھتی ہے۔ وہ اپنے حسن سے شوہر کو گرویدہ بنانا چاہتی ہے۔ مگر شوہر کو شائد یہ بناوٹی خوبصورتی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ پسند نہیں اُسے تو بس ایسی لڑکی مطمئن کر سکتی ہے جو علم جوہر سے آراستہ ہو خواہ معمولی شکل و صورت ہی کی کیوں نہ ہو اور اُس میں ظاہری حسن کے بجائے باطنی خوبیاں زیادہ ہوں۔

آجکل کی لڑکیوں نے اپنی کم عقلی کی بنا پر یہ سمجھ رکھا ہے کہ

اگر وہ حسین اور خوبصورت ہیں تو اُن کی یہ صفت شوہر کے دل میں گھر کرنے کے لئے کافی ہے۔ اور اس مغالطے میں مبتلا ہیں کہ وہ بڑی آسانی سے اپنے حسن و جمال اور میک اپ سے اپنے شوہروں کے دل کو موہ لینگی۔ لیکن تجربہ اور مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ عورت میں ظاہری حسن کے ساتھ باطنی خوبیوں کا ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ باطنی خوبیوں کے بغیر شوہر اور سسرال والوں کے دلوں میں گنجائش پیدا کرنا ناممکن ہو جاتا ہے

میرے سامنے ایک دو نہیں بلکہ کئی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ حسین لڑکیوں میں باطنی جوہر تو نہیں ہیں لیکن وہ بے حد خوبصورت ہیں تاہم انہیں ان کے شوہروں نے نظروں سے گرا رکھا ہے۔ لیکن اس کے برخلاف معمولی شکل و صورت کی لڑکیاں جو باطنی خوبیوں سے آراستہ ہیں اگرچہ خوبصورت نہیں ہیں لیکن اُن کے شوہر اُن پر جان چھڑکتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ عورت کی خوبصورتی اور بناؤ سنگھار شروع دنوں میں تو شوہروں کو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب جوانی کا جوش کم ہو جاتا ہے تو پھر باطنی خوبیاں ہی شوہروں کے دلوں میں جگہ پیدا کر سکتی ہیں۔ میری قطعی رائے ہے کہ اس خط لکھنے والی لڑکی میں ضرور کوئی کمی ہے۔ جس کی بنا پر خوبصورت ہونے کے باوجود یہ شوہر کو اپنی جانب متوجہ نہیں کر سکی۔ یہی لڑکی اگر اپنی اس کمزوری کو دور کر لے تو شوہر کی بے توجہی خود بخود دور ہو جائے گی

ڈاکٹر میری اسٹوپس جنکو ازدواجی تعلقات کا ماہر خیال کیا جاتا ہے۔ میاں بیوی کے تعلق پر بحث کرتے ہوئے لکھتی ہیں

"صرف وہی عورتیں مردوں پر قابو رکھ سکتی ہیں جو مزاج داں ہوتی ہیں اور اپنے شوہروں کی فطرت اور طبیعت کا جنہیں پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ خیال غلط ہے کہ مرد صرف خوبصورت عورتوں کو پسند کرتے ہیں۔ حالانکہ انہیں صرف وہ عورتیں پسند ہوتی ہیں جو اعلیٰ درجہ کی نبض شناس ہوتی ہیں۔ چنانچہ اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ بہت سی خوبصورت عورتوں کے شوہروں پر ایسی غیر عورتوں نے قبضہ جما لیا ہے جو فطرت شناس تھیں اگرچہ وہ خوبصورت نہیں تھیں"

ڈاکٹر میری اسٹوپس نے جو کچھ کہا ہے وہ بڑی حد تک درست ہے ایک عورت کا اصلی جوہر اُس کی خوبصورتی نہیں ہے بلکہ فطرت شناسی ہے چنانچہ جو عورتیں اپنے شوہروں کے مزاج کو سمجھتی ہیں اور اپنے آپ کو انکی پسند اور مزاج کے مطابق بنا لیتی ہیں اُن کی ازدواجی زندگی نہایت ہی خوشگوار ثابت ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف جو عورتیں اپنے شوہر کی فطرت اور مزاج کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتیں اُن کے تعلقات ہمیشہ اپنے شوہروں سے کشیدہ رہتے ہیں اور اکثر اوقات تو طلاق تک نوبت پہنچ جاتی

جس لڑکی نے مجھے خط لکھا ہے اور شوہر کی بے اعتنائی کی شکایت کی ہے میرا اُس کو اور اُس جیسی دوسری لڑکیوں کو مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ اپنے شوہروں کی فطرت اور مزاج کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اگر شوہر علم دوست ہے تو لڑکی بھی تھوڑا سا وقت نکال کر اپنے علم میں اضافہ کر کے اپنے آپ کو شوہر کے معیار کے مطابق بنا لے۔ اگر شوہر نفاست پسند ہے تو بیوی کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر بھی نفاست پسندی پیدا کرے۔ غرض تجربہ بتاتا ہے کہ وہی بیویاں سب سے زیادہ کامیاب ثابت ہوتی ہیں جو اپنے آپ کو شوہر کے رنگ میں رنگ لیتی ہیں

افسانہ



محبت ایک کھیل

ایک نہایت دلچسپ معاشرتی کہانی

(از کیپٹن شفیق الرحمٰن)

طاہرہ۔ بھولا بھولا۔ گورا گورا مکھڑا پتلے پتلے گلابی ہونٹ ذہانت کی نشانی چمکیلی بڑی بڑی کالی پتلیوں والی آنکھیں۔

میں نے دل سے پوچھا۔ پسند ہے؟ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے دل نے کہا اور وہ عزیزہ بھی تو ہے۔

ہاں میں نے کہا عزیزہ بھرے بھرے جسم والی شوخی اور شرارت کی پتلی میٹھی رسیلی آواز شربتی آنکھیں پلک جھپکنے میں اظہار محبت کر جانے والی وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے۔

دونوں میں سے کسی کو انتخاب کرنا ہے۔ دونوں میری زندگی میں شریک ہو جانا چاہتی ہیں۔ میں گھبرا کر سوچتا۔ کیا کروں کیا فیصلہ کروں۔ گزشتہ واقعات تصویروں کی طرح آنکھوں کے آگے سے گزرنے لگے۔

ٹینس کا میچ جیتا تھا کلب میں چاروں طرف میری تعریفیں ہو رہی تھیں۔ لڑکیاں مجھے گھیرے بیٹھی تھیں۔

"دیکھو بھئی تم لوگ میری اتنی تعریف مت کیا کرو مجھے اپنے بارے میں سخت غلط فہمی ہو جاتی ہے اور کئی دن تک رہتی ہے۔" میں نے کہا۔

طاہرہ نے مسکرا کر کہا "آپ کی تعریف کون کر رہا ہے ہم تو آپ کی دلچسپ باتوں۔ آپ کی لاپرواہی اور آپ کے کھیل کی تعریف کر رہے ہیں۔ اس میں آپ کی تو کوئی خوبی نہیں۔ بس۔"

"لاحول ولاقوۃ۔ آپ پھر جھوٹ موٹ کی تعریف کر کے مجھے مغالطے میں ڈال رہی ہیں اگر آپ ساتھ ہی میری برائیاں بھی کریں تو شاید مجھ میں اپنی کمتری کا احساس پیدا ہو سکے۔"

"کمتری کا احساس اور آپ کے دل میں" طاہرہ نے کہا۔

عزیزہ بولی جی ہاں آپ کو اپنی بڑائی کا جو یقین ہو گیا ہے، یہ بھلا کس طرح کم ہو سکتا ہے۔ آپ کو اپنے سوا کوئی دوسرا اچھا ہی نہیں آپ ہر وقت اپنے ہی بارے میں سوچتے رہتے ہیں۔ اچھے لباس کی فکر، اپنے بالوں کی فکر، اپنی ظاہری شان کی فکر کبھی آپ نے کسی اور کے بارے میں سوچا ہے؟"

اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں کم سے کم میرے بارے میں تو کبھی سوچ لیا کرو۔ جو تم سے محبت کا اظہار ہر وقت اپنی باتوں اور گھاتوں کے ذریعہ کرتی رہتی ہے۔

طاہرہ مسکرا دی "بھئی سچ پوچھو تو مجھے ایسے انسان پسند ہیں جو اپنے ہی بارے میں ہر وقت سوچتے رہتے ہیں جنہیں کسی کی پرواہ نہ ہو۔"

مجھے غصہ آ گیا بڑی بدتمیز ہیں یہ لڑکیاں ابھی کچھ کہہ رہی تھیں ابھی کچھ کہنے لگیں۔ بگڑ کر بولا۔

"آخر کیوں ہو ہمیں کسی کی پرواہ کیوں نہ ہو اپنی شان کا خیال۔ بھلا ہم کسی سے کم ہیں۔ اگر کسی کو ضرورت ہو تو آ کے تیرہ چار بار سلام کرے۔ اور ہمارا دوست بن جائے۔ نہیں تو جائے بھاڑ میں"

"آ گئے نا اپنی اصلیت پر" عزیزہ شرارت بھری مسکراہٹ کے ساتھ بولی "دیکھ لیا نا۔ بس یہی چیز ہمیں پسند نہیں ہم تو کہہ رہے ہیں کہ آپ بڑے اچھے ہیں اور آپ میں یہی عیب ہے۔"

"اور یہ عمر کا بوڑھوں کی محفل" میں نے کہا

"اسے سفید بال، آپ کے سر میں۔" عزیزہ نے میرے سر پر ایک جگہ انگلی رکھی "یہ توڑ لوں؟"

"یہ جھوٹ۔ بالکل جھوٹ"

"یہاں سے بالکل سفید ہے۔"

"توڑ لو۔"

"نہیں توڑ لیا۔ تو اس جگہ سات سفید بال اور نکلیں گے۔"

"مجھے یقین نہیں آتا۔"

عزیزہ نے بال کھینچ کر سامنے رکھ دیا۔ بالکل سفید تھا۔ "اب آپ بوڑھے ہوتے جا رہے ہیں۔" وہ بولی

"اصل میں خوشبودار تیل سر میں لگاتا ہوں۔"

"جی نہیں عمر کی وجہ سے۔"

"آج کیا تاریخ ہے؟" میں نے کلنڈر کی طرف دیکھا۔ "چند دن کے بعد میں تیئیس سال کا ہو جاؤں گا۔ اگر تیئیس سال سے بڑھاپا شروع ہو جاتا ہے تو یہ اور بات ہے۔"

"اگلے ہفتے آپ کی سالگرہ ہے۔ آپ نے بتایا کیوں نہیں؟" طاہرہ نے کہا۔

"کون سی نئی بات ہے۔" میں بولا "ہر سال آتی ہی رہتی ہے۔"

"بھئی ہم ایک پارٹی لیں گے آپ سے۔" عزیزہ نے کہا "کلب میں ایک شاندار پارٹی ہوگی۔"

"پارٹی وارٹی کی بات غلط ہے میں یونہی فضول خرچیوں میں مبتلا ہوں۔ بس سنبھالے چلوں گا آپ لوگوں کو۔"

"اعوذ۔" ترملا نے ہنس کر کہا "اس قدر دریا دلی۔ تم کی گور پہ لات مارنے کا ارادہ کر لیا ہے۔"

"اچھا چلئے پارٹی نہ سہی۔ ایک چھوٹا سا پکنک سہی اتوار کے دن۔" نسیم بولی۔

"لیکن بھئی یہ بے حد فضول خرچ۔"

"یہ کیا فضول خرچ فضول خرچ کی رٹ لگا رکھی ہے۔ اچھا نکالئے اپنا بٹوہ۔۔۔ دیکھیں اس وقت کتنا مال ہے آپ کے پاس۔" عزیزہ نے یہ کہتے ہوئے میری جیب سے بٹوہ نکال لیا "ایک دو نہیں۔۔۔ پورے پانچ سو روپے ہیں۔"

"پچھلے مہینے کی تنخواہ میں سے بچ گئے ہیں۔" میں نے کہا۔

"اتنے روپے اپنے ساتھ کیوں لئے پھرتے ہیں بینک میں کیوں نہیں جمع کرا دیتے۔"

"کسی بینک میں میرا حساب نہیں ہے"

"حساب نہیں ہے تو کیا آپ روپے جمع نہیں کرتے"

"نہیں سب خرچ کر ڈالتا ہوں"

ہر لڑکی کی آنکھوں میں حیرت اور پسندیدگی تھی جیسے وہ کہہ رہی ہوں۔ تب تو آپ بہت ہی اچھے شوہر ثابت ہوں گے۔ آپ سے تو ضرور محبت کرنی چاہئے مگر عزیزہ اور طاہرہ۔ وہ دونوں تو جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں مجھے چھین لینا چاہتی تھیں۔

ایک اور واقعہ یاد آیا۔

مسز ورما نے ایک دن کہا کہ عزیزہ اور طاہرہ نے مجھے ایک خاص خدمت پر مامور کیا ہے۔ وہ خدمت یہ ہے کہ میں تم سے مل کر یہ معلوم کروں کہ تم اُن میں سے کس کو پسند کرتے ہو۔ مگر یہ تاکید کردی ہے کہ تم پر یہ راز نہ کھلے کہ ان دونوں نے پوچھوایا ہے

مسز ورما نے کہا "تو بھئی بتاؤ تم ان دونوں میں سے کس کو پسند کرتے ہو"

"ایک کو بھی نہیں"

"جھوٹ مت بولو"

"بالکل سچ کہہ رہا ہوں"

"کیوں۔ آخر۔؟"

میں خاموش رہا۔

"اچھا تو پھر میں اُن کو کیا جواب دوں وہ دونوں تو میری جان کھا جائیں گی۔" مسز ورما بولیں۔

"کہہ دیجئے گا کہ ذکر ہی نہیں چھیڑا"

"تب وہ اور تنگ کریں گی۔ بھئی تم کوئی نہ کوئی جواب ضرور دو"

"اچھا تو لیجئے جواب۔ یہ رہی پنسل۔ کسی کاغذ پہ لکھ لیجئے عزیزہ سے کہئے۔

"آپ نے مجھ کو انتخاب کیا آپ کے انتخاب کے صدقے"

اور طاہرہ سے کہئے .... ہاں کہئے کہ۔

"کچھ لٹی ہمت سوال میں عمر۔ کچھ امید جواب میں گزری"

"ان شعروں کا مطلب۔"

"مطلب تو مجھے بھی معلوم نہیں"

"اچھا اگر وہ ناراض ہو جائیں تو"

"ہو جائیں"

"واہ۔ اکتنا گھمنڈی لڑکا ہے۔ تجھے کوئی پسند بھی ہے"

میں نے ہنس کر بات ٹال دی

رات کے دس بج چکے تھے۔ ذرا سی دیر میں کلب خالی ہو گیا مسز ورما بھی چلی گئیں۔ میں دیر سے واپس آتا ہوں۔ اتنے بڑے مکان میں اکیلے میرا جی گھبراتا ہے۔ رات کو گیارہ بجے لوٹا۔ راستے میں سوچتا رہا۔ مجھے یہ لڑکیاں کس کس طرح لبھاتی ہیں۔ ہر روز کیسے کیسے لالچ دئے جاتے ہیں۔ روز رات کو عزیزہ اصرار کرتی ہے کہ میں اُسے اُس کے گھر تک چھوڑ آؤں نسیم کا خاندان باہر گیا ہوا ہے اور وہ کالج کی وجہ سے یہاں رہ رہی ہے۔ روز مجھے گھر آنے کی دعوت دیتی ہے۔ اور وہ ڈیزی صاحبہ بینک کے علاوہ دوسری بات ہی نہیں کرتیں لیکن میں کسی کے یہاں نہیں جاتا۔ یہ نہیں کہ میرا دل ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ میرا دل بھی چاہتا ہے کہ ان چاندنی راتوں کے سناٹے میں کسی کو سامنے بٹھا کر سب کچھ کہہ ڈالوں۔ لیکن اس خزانے کو میں لٹانا نہیں چاہتا جو کچھ میرے دل میں ہے وہ میں ہر ایک سے کہنے کو تیار نہیں ہوں۔ جب اتنا انتظار کیا ہے تو اُس کی قیمت بھی وصول کروں گا یہ سب باتیں میں کسی سے کہوں گا ضرور۔ لیکن اُس سے جو میری ہو۔ صرف میری۔ میری زندگی کی شریک۔ میری آرام جاں۔

میں نے گذشتہ زندگی کے اِن واقعات کا تصور کرتے ہوئے اپنی آنکھوں کے آگے سے اُس کے بعد کے واقعات کا نقشہ سا گزرتا ہوا محسوس ہوا۔

ایک دن عزیزہ خود بخود میرے گھر آگئی۔ اس نے میرے پاؤں پکڑ لیے اور اپنے آنسوؤں سے انھیں تر کرنے لگی میں حیران کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ عزیزہ نے کہا "میں صرف تمہاری ہو کر زندگی بسر کرنی چاہتی ہوں میں تمہارے لئے ساری دنیا کو چھوڑ دوں گی"

مجھ پر عزیزہ کی اس محبت کا بڑا اثر ہوا۔

مگر دوسرے دن طاہرہ آن دھمکی اُس نے روتے ہوئے اپنا سر میرے سینہ پر رکھ دیا اور سسکیاں لے لے کر کہا "میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ میں صرف تمہاری ہوں"

خبر نہیں میں کب تک اپنے کمرے میں ٹہلتا رہا اور ان گزشتہ واقعات کو اپنے ذہن میں دھراتا رہا۔ میں اب کیا کروں یہ دونوں لڑکیاں مجھ سے

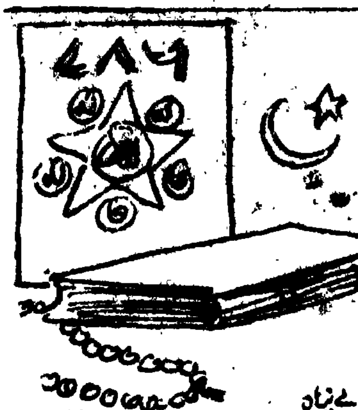
محبت کرتی ہیں اور دیوانہ وار محبت کرتی ہیں"

دروازے پر کسی نے دستک دی "عباس صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں" نوکر نے کہا۔

"اوہ! عباس اچھا آرہا ہوں" میں نے جلدی جلدی کپڑے پہننے شروع کئے۔ عباس بڑا کامیاب نوجوان ہے۔ بیرسٹری کرکے آیا ہے بڑا ذہین ہے۔ والدین اس کے بہت آسودہ ہیں۔

"یار سنو تو" عباس نے چھوٹتے ہی کہا "ایک بات تو بتاؤ تمہارے کلب میں دو لڑکیاں ہیں طاہرہ اور عزیزہ (ذرا شرماتے ہوئے) ان سے میری کچھ دن سے ملاقات ہے۔ وہ دونوں ہی مجھ پر مرتی ہیں ہر ایک کہتی ہے کہ اگر تم نے شادی مجھ سے نہ کی تو جان دے دوں گی"

میں قہقہہ نہ روک سکا عباس حیران ہو کر دیکھنے لگا۔ مگر میری حالت ہی اس قابل کہاں تھی کہ اسے کچھ بتاتا۔ میں تو بس قہقہہ لگائے جا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اس زمانہ کی کافرادا لڑکیوں کی محبت بھی اک تجارت ہے۔



مفلسی، مصیبت، بیماری اور پریشانی کا مجرب علاج

اعمال و وظائف کی بے پناہ طاقت

اولیائے کرام کے وہ پانچسو مجرب اعمال و نقوش جنھوں نے ہزاروں مایوسوں کی قسمتوں کو بدل دیا

یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدا کے اعمال و وظائف یعنی اللہ کے کلام میں وہ بے پناہ طاقت پوشیدہ رکھی ہے کہ اعمال کو اگر صحیح طریقہ پر پڑھا جائے یا نقوش کو صحیح اوقات میں لکھا جائے تو ان سے لوگوں کی قسمتیں بدل جاتی ہیں بیماری اور مفلسی سے حیرت انگیز طریقہ پر نجات مل جاتی ہے۔ بگڑے ہوئے کام آن کی آن میں درست ہو جاتے ہیں اور اعمال کے پڑھنے والے نہ صرف مالا مال ہو جاتے ہیں بلکہ محبوب خلائق بھی بن جاتے ہیں۔ لیکن اعمال و وظائف کی پوشیدہ طاقت صرف اسی حالت میں اپنا کرشمہ دکھاتی ہے جبکہ اعمال و وظائف کو اولیائے کرام کے بتائے ہوئے صحیح طریقہ پر پڑھا جائے اور نقوش کو صحیح اوقات میں بزرگان دین کے مقرر کردہ طریقوں پر لکھا جائے لہٰذا جو حضرات اعمال و وظائف کا زندہ کرشمہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ آج ہی اس فن پر سب سے مستند کتاب "عملیات" منگا لیں۔ جس کو ایک زبردست عالم دین نے پچاس سال کی جستجو کے بعد مرتب کیا ہے

عملیات

(مرتبہ مولانا سید ظہور احمد شاہجہانپوری)

فی الحقیقت اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر سب سے مستند کتاب ہے جس میں اعمال و وظائف کے بارے میں مکمل معلومات ہیں برجوں اور سیاروں کی پوری تفصیل ہے ہر شخص کا طالع جاننے کے طریقے درج ہیں۔ سیاروں کو مسخر کرنے کے اعمال درج ہیں اور اعمال حسنہ پر مکمل بحث ہے۔ بے شمار محبت کے اعمال درج ہیں لا تعداد عداوت کے اعمال درج ہیں۔ کشائش رزق تسخیر محبوب اور چور کی شناخت کامیابی مقدمات اور مختلف امراض کیلئے اولیائے کرام کے بتائے ہوئے سینکڑوں اعمال و نقوش درج ہیں

کتاب عملیات کے خاص خاص ابواب یہ ہیں

باب اول:۔ ابتدائی معلومات:۔ اس میں حروف تہجی کے اعداد و شمار برجوں کے رنگ و زائچے، سیاروں کی رفتار اور مقامات کی تفصیل درج ہے۔

باب دوم:۔ اعمال حسنہ:۔ اس میں اسمائے حسنہ کے موکلوں کے اعداد و اقسام اور اسمائے جلالی و جمالی نیز ان کے نقوش و اعمال درج ہیں۔

باب سوم:۔ اعمال محبت:۔ اس میں محبوب کو قابو میں کرنے کیلئے اسم یا ودود کا عمل، عمل اسم الٰہی، سحر محبت، النقوش محبوب کا عمل، قرآنی اعمال اور بے شمار محبت کے نقوش درج ہیں

باب چہارم:۔ عملیات عداوت:۔ اسمیں دشمن کے شر اور فساد سے بچنے کیلئے اور اس پر جوابی حملہ کرنے کے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب پنجم:۔ کشائش رزق:۔ اس میں مفلسی اور بیکاری کو دور کرنے کیلئے اور خوشحال بننے کے لئے لا تعداد بہترین اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ششم:۔ تسخیر خلائق:۔ اسمیں مخلوق خدا میں ہر دلعزیز بننے کیلئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہفتم:۔ تسخیر حکام:۔ اس میں حکام کی تسخیر کیلئے اور کامیابی مقدمات کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہشتم:۔ چور کی شناخت:۔ اس میں چور کی شناخت اور مال مسروقہ کی بازیافت کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب نہم:۔ گمشدہ کی واپسی:۔ اس میں گمشدہ کی واپسی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جن سے گمشدہ یقینی طور پر واپس آ جاتا ہے۔

باب دہم:۔ مختلف امراض کے لئے:۔ اس میں ایسے مایوس العلاج مریضوں کی صحتیابی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جنکو حکیم و ڈاکٹر جواب دے چکے ہوں

باب یازدہم:۔ اولاد کے لئے:۔ اس میں بزرگان دین کے وہ مجرب اعمال و نقوش درج ہیں جن کے طفیل میں بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں۔

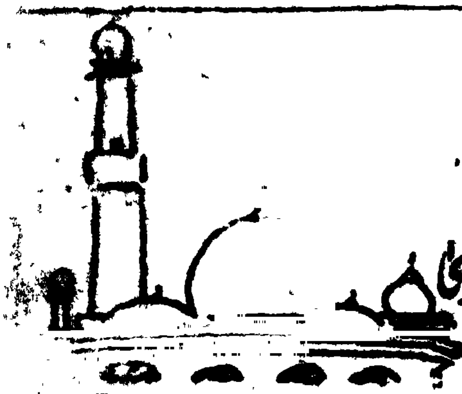
باب دوازدہم:۔ حل مشکلات:۔ اس میں پریشانی اور مشکلات سے نجات حاصل کرنے کیلئے نہایت مجرب اور آزمودہ اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب سیزدہم:۔ فالنامہ غوث الاعظم:۔ اس فالنامہ کے ذریعہ بھی فال نکالی جا سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر یہ اردو کی پہلی کتاب ہے جس کو بڑی تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے۔ اور جس میں اولیائے کرام اور بزرگان دین کے سینکڑوں نہایت مجرب اعمال و نقوش درج ہیں۔ قیمت:۔ مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف آٹھ روپے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی - جامع مسجد دہلی

دنیائے اسلام پر ایک نظر



ایران کے صدر کو سزائے موت

عالم اسلام کا دشمن امریکہ :- روس کے خلاف علماء کا جہاد کا فتوی

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

ایران کے صدر کو سزائے موت

ایران کے پہلے منتخب صدر "ابوالحسن بنی صدر" جو ملاؤں کی شدید رکاوٹوں اور مخالفتوں کے باوجود ایران کے صدر منتخب ہوئے تھے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ ایرانی پارلیمنٹ کی غالب اکثریت سے انہیں صدر کے عہدہ کا نااہل قرار دیدیا ہے نیز ملاؤں نے طے کر دیا ہے کہ انہیں پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔

"ابوالحسن بنی صدر" کے خلاف اس فیصلے کے بعد ملاؤں کے لئے راستہ صاف ہو گیا ہے۔ چنانچہ علامہ خمینی اور ابوالحسن کے حامیوں میں طہران کی سڑکوں پر جنگ جاری ہے۔ اور طہران میں بری طرح خونریزی برپا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ملاؤں کی کونسل نے بنی صدر کے پندرہ حامیوں کو گرفتار کر کے پھانسی پر لٹکا دیا ہے۔

"ابوالحسن بنی صدر" کے بارے میں متضاد خبریں موصول ہو رہی ہیں۔ بعض ذرائع کا تو یہ کہنا ہے کہ بنی صدر ایران سے فرار ہو کر مصر پہنچ گئے ہیں جہاں انہیں پناہ دیدی گئی ہے لیکن بعض ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ابوالحسن بنی صدر بدستور ایران میں ہیں۔ اور وہ ملاؤں سے مقابلہ کے لئے اپنی جماعت کو منظم کر رہے ہیں۔ ایران کے سابق وزیر اعظم مہندی بازرگان نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ "ایران میں بدترین ڈکٹیٹر شپ جاری ہے" اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ ایران زمانہ دراز سے علامہ خمینی اور دوسرے ملاؤں کی ڈکٹیٹر شپ کا شکار ہے۔ اور اس ڈکٹیٹر شپ سے ایران جیسے اسلامی ملک کو جو کسی زمانہ میں فوجی اعتبار سے صف اول کا مسلم ملک تھا، شدید نقصان پہنچا ہے۔

عالم اسلام کا سب سے بڑا دشمن امریکہ

عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کی تباہی سے متاثر ہو کر فلسطین کے رہنما یاسر عرفات نے جو بیان دیا ہے۔ وہ بلاشبہ اس قابل ہے کہ نہ صرف عرب ممالک بلکہ پوری دنیا اس پر سنجیدگی سے غور کرے۔ یاسر عرفات نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ۔

"عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کی تباہی سے عربوں اور مسلمانوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں اس کا مطلب ہے کہ اب ہمارے لئے سائنس کی ترقی کی جانب قدم بڑھانے کے سلسلہ میں روک لگا دی گئی ہے۔ یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کے بارے میں جاسوسی امریکی ذرائع سے کی گئی ہے۔ اور امریکی بمبار جہازوں نے اس کی تباہی میں حصہ لیا ہے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ناشائستہ حرکت اسرائیل کی ہے مگر اس میں پورا پورا ہاتھ امریکہ کا ہے۔ چنانچہ اب امریکہ ہی صرف ایک ایسا ملک ہے جو اسرائیل کی اس معاملہ میں حمایت کر رہا ہے اور حمایت ہی نہیں کر رہا ہے بلکہ پشت پناہ بنا ہوا ہے"

آگے چل کر اپنے بیان میں یاسر عرفات نے کہا ہے کہ "اسرائیل تو صرف امریکہ کا آلۂ کار ہے۔ اصل دشمن عالم اسلام کا امریکہ ہے یہ عربوں ہی کا مخالف نہیں ہے بلکہ یہ پوری دنیائے اسلام کا مخالف ہے ایسی حالت میں مسلمانوں کو سنجیدگی کے ساتھ امریکہ کے بارے میں غور کرنا ہوگا۔ اور ایک ایسا لائحہ عمل تیار کرنا ہوگا جس کی روشنی

میں ہم امریکی جارحیت کو روک سکیں۔ اسرائیل ایک بے حقیقت ملک ہے اگر اسے امریکہ کی حمایت حاصل نہ ہوتی تو چھوٹے سے چھوٹا عرب ملک بھی اسے کچل کر رکھ سکتا ہے۔

یاسر عرفات نے جو کچھ کہا ہے اس کی حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ دنیا میں امریکہ سے بڑھ کر کوئی مسلمانوں کا دشمن نہیں ہے۔

روس کے خلاف علما کا فتویٰ

حال ہی میں کابل کی دیواروں پر علمائے افغانستان کا روس کے خلاف ایک فتویٰ پوسٹر کی شکل میں دیکھا گیا ہے۔ اس فتوے سے افغانستان پر مسلط روسیوں میں بڑی گھبراہٹ پیدا ہوگئی ہے۔ اس فتوے میں کہا گیا ہے کہ "روس ایک دشمنِ اسلام غاصب ملک ہے جس کا تسلط ہو چکا ہے۔ افغانستان کے ہر بالغ مرد اور عورت پر فرض ہے کہ جان و مال سے اس کافر ملک کے خلاف جہاد میں حصہ لے اور اس جہاد پر اپنا سب کچھ قربان کر دے۔"

یہ بات یاد رہے کہ یہ روسیوں کے خلاف علمائے افغانستان کا پہلا فتویٰ نہیں ہے بلکہ اس سے قبل بھی اسی قسم کے کئی فتوے شائع ہو چکے ہیں جن کے شائع ہونے کے بعد افغانستان کے عوام میں روسیوں کے خلاف جہاد کا جذبہ پیدا ہوگیا ہے۔ چنانچہ جب بھی کسی افغان کو موقع ملتا ہے تو وہ روسیوں کے خلاف کارروائی کرنا اپنا مذہبی فرض تصور کرتا ہے۔ یہ بات تو سب پر روشن ہے کہ روس دنیا کی صف اول کی طاقت ہے اور اسے محض شرعی فتووں سے زیر نہیں کیا جا سکتا لیکن پھر بھی اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ افغانی عوام اور افغانی مجاہدین جیسی دلیری کے ساتھ اس صف اول کی طاقت سے مقابلہ کر رہے ہیں اس میں اُن کے مذہبی جذبات کو بہت زیادہ دخل حاصل ہے۔

افغانی مجاہدین اور افغانی عوام کی یہ قطعی رائے ہے کہ جلد یا بدیر روسی یہ دشمن کو اپنے ملک سے نکال کر رہیں گے اور یہ امر واقعہ ہے کہ روسیوں کے لئے افغان مجاہدین نے بڑی پریشانیاں کھڑی کر دی ہیں۔ افغانستان پر روس کا کامل تسلط ہی حاصل کر سکتا ہے اور نہ اس ملک کو چھوڑ کر واپس ہی جا سکتا ہے۔

اسرائیل کو ڈاکہ زنی پر فخر

بین الاقوامی ڈاکو "اسرائیل" کے وزیر اعظم بیگن نے جو ایک دہشت پسند لیڈر ہیں۔ کہا ہے کہ "بغداد کے نزدیک عراق کے ری ایکٹر پر حملہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کے لئے اسرائیل شرمندہ ہو۔ یہ ایٹمی ری ایکٹر ہیروشیما پر گرائے گئے ایٹم بم کے برابر کئی ایٹم بم بنانے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اور اس کے ہر ایٹم بم سے دو لاکھ افراد ہلاک یا زخمی ہو سکتے تھے۔ اسرائیل نے عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کو تباہ کر کے لاکھوں انسانوں کو تباہی سے بچا لیا ہے۔

لیکن اسرائیل کے وزیر اعظم بیگن سے پوچھا جا سکتا ہے کہ خود تمہارے آقائے ولی نعمت امریکہ نے اپنے ہاں ایٹم بموں اور ہائیڈروجن بموں کا جو انبار لگا رکھا ہے کیا وہ سب بے ضرر ہیں اگر اسرائیل کو ایسا ہی انسان دوستی کا احساس ہے تو اسے سب سے پہلے امریکہ کے ایٹمی اسلحہ کو برباد کرنا چاہئے تھا۔

اور ایسی حالت میں جبکہ خود اسرائیل ایٹم بم بنا رہا ہے۔ اور اس کا ایٹمی ری ایکٹر کئی سال سے کام کر رہا ہے تو اسے کسی دوسرے پر اعتراض کرنے کا حق کیونکر پہنچ سکتا ہے۔ اور پھر ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اسرائیل نے عراق کے اس ایٹمی ری ایکٹر کو تباہ کیا ہے جو ایٹمی کمیشن کے بیان کے مطابق ایٹم بم نہیں بنا رہا تھا بلکہ ایٹمی طاقت کو مفید کاموں میں استعمال کرنے کی کوشش میں تھا۔

دنیا کی اخلاقی حالت کتنی گر گئی ہے۔ کہ لوگ جرم کرتے ہیں اور پھر فخر کے ساتھ اپنے جرائم کے حق میں لغو اور تاویلیں پیش کرتے ہوئے ذرا بھی نہیں شرماتے۔ ذرا غور فرمایئے کہ جس ملک کے سربراہ بیگن جیسے بدذات لوگ ہوں ان کا وجود اگر دنیا کے لئے لعنت نہیں تو اور کیا ہے۔

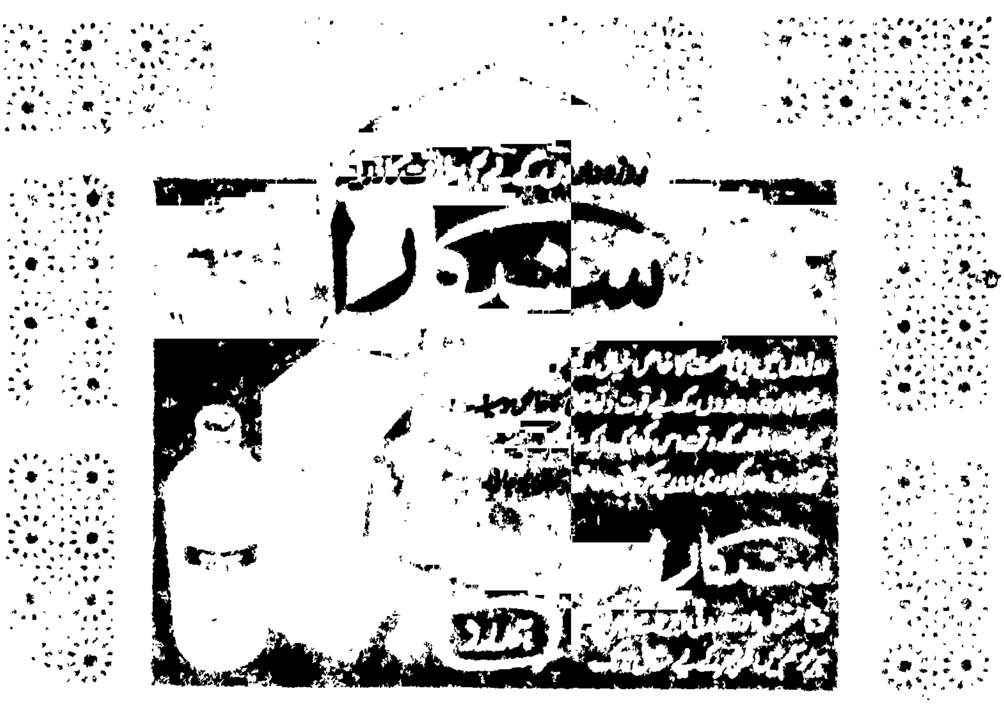
شاہ خالد کے قتل کا منصوبہ

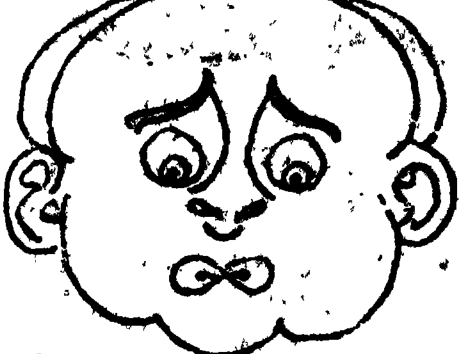
سعودی عرب کے بادشاہ شاہ خالد حال ہی میں چار روز کے دورے پر برطانیہ گئے تھے۔ اُن کی حفاظت کے بڑے پیمانہ پر انتظامات کیے گئے تھے۔ کیونکہ یہ اطلاع ملی تھی کہ بعض انتہا پسندوں نے اُن کے قتل کا منصوبہ تیار کر رکھا تھا چنانچہ جب شاہ خالد لندن پہنچے تو وکٹوریہ ریلوے روڈ پر [illegible] بہت بڑی تعداد میں تعینات تھے۔

کہا یہ جا رہا ہے کہ مقامی حکام کو یہ اطلاعات موصول ہوئی تھیں کہ بعض انقلاب پسند فلسطینی لندن میں شاہ سعود کے قتل کے در پے ہیں۔ لیکن عام خیال یہ ہے کہ یہ اسرائیلی دہشت پسندوں کی کارروائی ہو سکتی ہے کیونکہ ابھی شاہ خالد اسرائیل کے خلاف بے حد برہم ہیں۔ اور بار بار کہہ رہے ہیں کہ اسرائیل نے عراق میں جو کچھ کیا ہے اس کا اسے جلد ہی خمیازہ بھگتنا ہوگا۔
اسرائیل اور عرب مخالف گروہ شاہ خالد کے خلاف جو کچھ بھی کر گزریں اس پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ عرب دشمن گروہ شاہ فیصل کو قتل کرا چکا ہے۔ یہ واقعات جب ہمارے سامنے ہیں تو ہم سوچنے لگتے ہیں کہ موجودہ دنیا کی سیاست کس قدر گندہ ہو چکی ہے۔ اور دنیا کے حکمرانوں کا اخلاق اور کردار کس قدر گر چکا ہے۔

اندلس کے عوام کی اسلام سے دلچسپی

اندلس یعنی اسپین جہاں آٹھ سو برس تک مسلمان حکمران رہے ہیں۔ ایک مرتبہ پھر اسلام کی طرف لوٹ رہا ہے چنانچہ گزشتہ پانچ سال سے میڈرڈ۔ قرطبہ، اشبیلیہ، اور تمام بڑے بڑے شہروں میں لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ اور اسپین کے عوام میں یہ تاثر بڑھ رہا ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو عصر حاضر کے انسانوں کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہے۔





دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

([illegible] ملتان)

مُردوں کو زندہ کرنے کی کوشش

حقیقی موت سے مرنے والوں کو تو ابھی تک زندہ نہیں کیا جا سکا ہے۔ لیکن بعض ایسے سینکڑوں انسانوں کو زندہ کیا جا چکا ہے جو کسی حادثہ میں اچانک ہلاک ہو گئے تھے۔ چنانچہ امریکہ کا ایک مشہور ڈاکٹر [illegible] میں پارسل اب تک [illegible] مردہ انسانوں کو زندہ کر چکا ہے اس ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص اچانک کسی حادثہ میں ہلاک ہو جائے اور اس کی لاش آدھ گھنٹے کے اندر اندر اس کے کلینک تک پہنچا دی جائے [illegible] تو یقینی طور پر [illegible] زندہ کر سکتا ہے اس ڈاکٹر نے اپنے [illegible] اور دوسرے [illegible] حادثہ میں [illegible] جا سکے۔

خاوند بدلنا زندگی کا مقصد

امریکہ کی ایک فلم ایکٹریس [illegible] کی فلمی زندگی اگرچہ ختم ہو چکی ہے۔ لیکن اسے خاوند بدلنے کا بے حد شوق ہے۔ یہ اب تک [illegible] خاوند بدل چکی ہے۔ جب اخبار [illegible] نے اس سے خاوند بدلنے کے بارے میں سوال کیا تو اس نے جواب دیا۔

"اگر میں [illegible] خاوند [illegible] تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے جس طرح ایک [illegible] لباس [illegible] جاتا ہے [illegible] تک ایک مرد کے ساتھ زندگی گزارنے سے اکتا جاتی ہوں اور نیا خاوند تبدیل کرتی ہوں۔ ہر شخص کا شوق جدا جدا ہوتا ہے میرا شوق یہی ہے کہ میں خاوند تبدیل کرتی رہوں۔"

ملاحظہ فرمایئے کہ تہذیب جدید نے عیاشی کے لئے کیسے کیسے نئے ڈھنگ نکال لئے ہیں۔ یہ خاوند کی تبدیلی نہیں ہے بلکہ کھلی ہوئی عیاشی ہے۔

پلاسٹک کا خوبصورت لباس

اب تو ہمارے ملک میں بھی پلاسٹک کا کثرت سے استعمال ہونے لگا ہے۔ چنانچہ پلاسٹک کی برساتیاں، جوتے اور دوسرا بہت سا سامان استعمال ہو رہا ہے۔ لیکن لندن میں پلاسٹک کا کے مردانہ اور زنانہ سوٹ بھی تیار ہونے لگے ہیں۔ جو کم خرچ بھی ہیں۔ اور جن پر نہ برف باری کا اثر ہوتا ہے اور نہ بارش کا

آجکل لندن کی بہت سی فرمیں پلاسٹک سوٹوں کا کاروبار کر رہی ہیں اور انھوں نے ایسا پلاسٹک کا استعمال کرنا شروع کر دیا ہے جو اونی اور سوتی کپڑے کی طرح جسم کی گرمی بھی پکڑ سکتا ہے۔

ان فرموں کی رائے ہے کہ مستقبل قریب میں پلاسٹک کے کپڑے عام ہو جائیں گے کیونکہ یہ [illegible] دھلوانے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اس کے ساتھ ہی نہایت خوشنما بھی ہیں۔



Telephone :- 263450 JULY 1981 Regd. No. D (DN) 134
Registered with the Registrar of Newspapers at R. N. No. 782'57

THE DIN DUNIA DELHI



ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مستند احادیث کا بے مثال ذخیرہ
صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ
اور احادیث کی تمام مستند کتب کی روح

اُردُو حَدیث

(مفتی شوکت علی فہمی کی جدید ترین مایۂ ناز تالیف)

قرآن پاک کے بعد حدیث ہی وہ مقدس کتاب ہے جس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد قائم ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال نیز ارشادات و احکامات کا وہ قیمتی ذخیرہ ہے جو مسلمانوں کی قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ اس وقت تک کوئی ایسی اُردو مستند حدیث موجود نہیں تھی جو مسلمانوں کو بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دے خدا کا شکر ہے کہ اردو حدیث کی اشاعت کے بعد یہ کمی پوری ہو گئی۔ اس تالیف نے مسلمانوں کو عربی زبان کی بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ اور حدیث کی تمام مستند کتب سے وہ تمام احادیث جمع کر دی گئی ہیں جن کی روزانہ زندگی میں ہر مسلمان کو ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس پاکیزہ تالیف کی بڑی خوبی یہ ہے اس کے بیس ابواب قائم کر کے تمام احادیث کو علیحدہ علیحدہ عنوانات کے ماتحت اس طرح تقسیم کر دیا گیا ہے کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں فوراً نکل آئیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ایک معمولی اردو داں بھی علما کی طرح احادیث سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے گا۔ یہ اُردو زبان کی وہ نایاب حدیث ہے جسے مفتی شوکت علی فہمی نے سالہا سال کی شب و روز کی محنت کے بعد مرتب کیا ہے۔

"اُردو حدیث" مندرجۂ ذیل بیس ابواب پر مشتمل ہے

- د۔ صاحب حدیث رسول اللہ صلعم کی سوانح مبارک
- ب۔ علم الحدیث اور اس کی مکمل تاریخ
- ۱۔ ایمان اور اسلام کے بارے میں احادیث
- ۲۔ عبادات الٰہی روزہ نماز حج زکوٰۃ کے بارے میں احادیث
- ۳۔ ذکر الٰہی خوف خدا اور دعا سے متعلق احادیث
- ۴۔ پرہیزگاری اور توکل کے بارے میں احادیث
- ۵۔ حکمرانی جہاد اور شرعی سزاؤں سے متعلق احادیث
- ۶۔ اخلاق اور اصلاح کے بارے میں احادیث
- ۷۔ تحمل نرمی اور فیاضی کے بارے میں احادیث
- ۸۔ حسد ظلم اور افعال ممنوعہ کے بارے میں احادیث
- ۹۔ محبت اور اخوت کے بارے میں احادیث
- ۱۰۔ غریبی قناعت اور انکساری کے بارے میں احادیث
- ۱۱۔ اسلامی تمدن و معاشرت کے بارے میں احادیث
- ۱۲۔ والدین اعزا اور متعلقین کے بارے میں احادیث
- ۱۳۔ زن و شوہر کے تعلقات اور نکاح و طلاق کے بارے میں احادیث
- ۱۴۔ عورت اور پردے کے بارے میں احادیث
- ۱۵۔ تجارت معاملات اور لین دین کے بارے میں احادیث
- ۱۶۔ نزع اور حیات بعد الموت کے بارے میں احادیث
- ۱۷۔ قیامت اور علامات قیامت کے بارے میں احادیث
- ۱۸۔ جنت اور دوزخ کے بارے میں احادیث
- ۱۹۔ رسول اللہ صلعم کے معجزات اور پیشینگوئیوں کے بارے میں احادیث
- ۲۰۔ نہایت مفید اور کارآمد منتخب احادیث

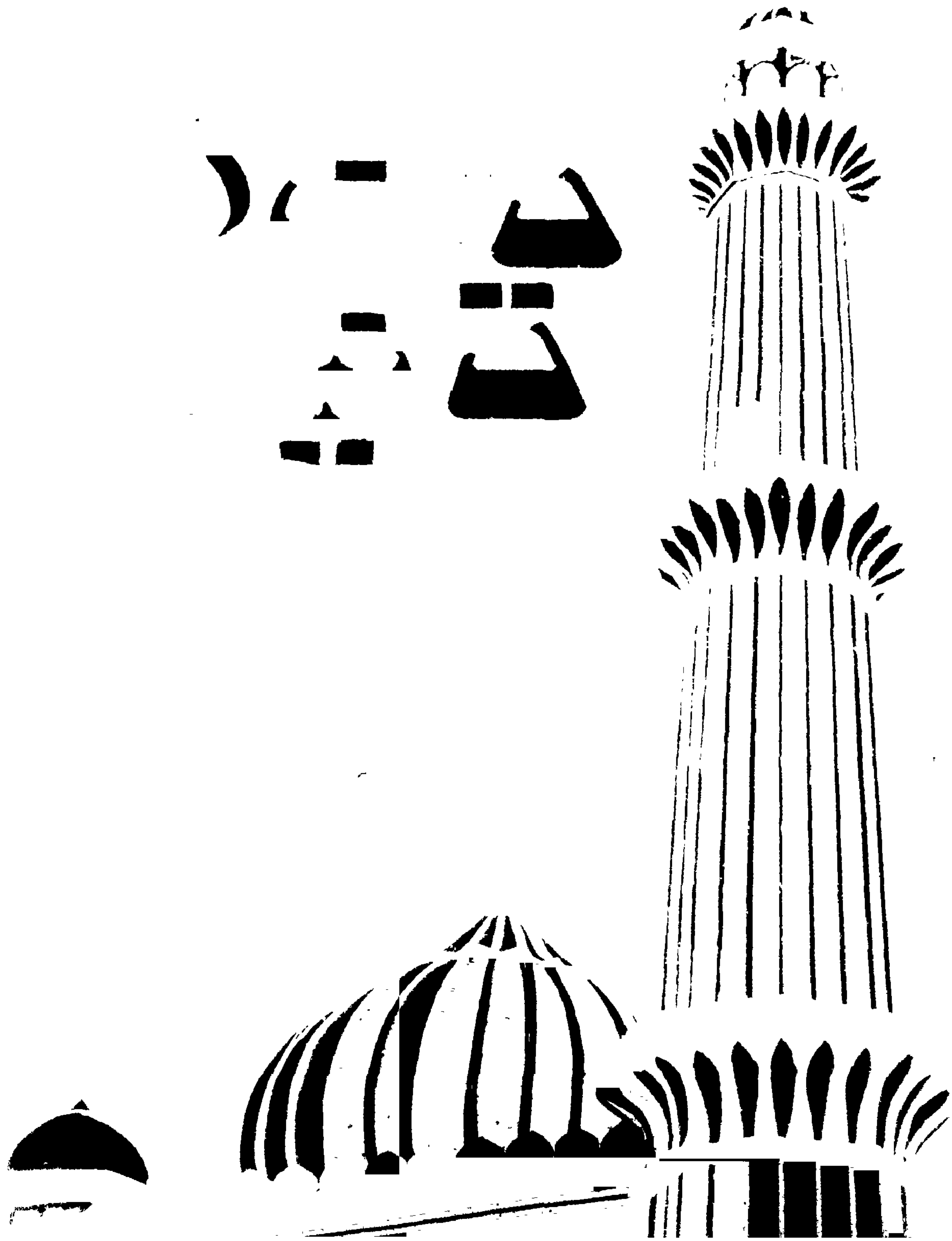
گذشتہ پچاس برس میں حدیث کی ایسی جامع کتاب شائع نہیں ہوئی!

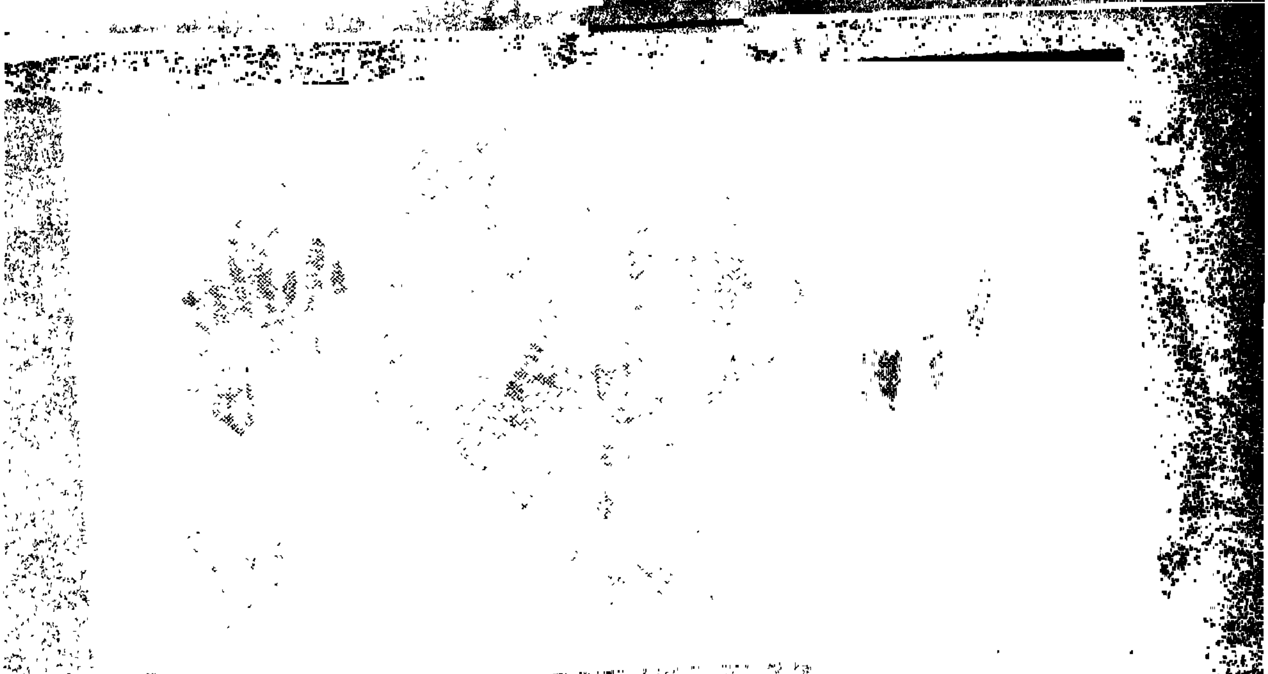
مندرجہ بالا عنوانات کے تحت ڈیڑھ ہزار سے زیادہ احادیث ایسی عمدہ ترتیب کے ساتھ درج کی گئی ہیں کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں ایک منٹ میں آسانی کے ساتھ نکل آئیں۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ گذشتہ پچاس برس میں حدیث کے موضوع پر ایسی مستند کتاب اردو میں شائع نہیں ہوئی۔ ہر حدیث کے بعد حدیث کی مستند کتب کا حوالہ موجود ہے۔ زبان ایسی شستہ اور عام فہم کہ مرد عورتیں اور بچے بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ ضخامت تقریباً پانچ سو صفحات۔ کتابت و طباعت اعلیٰ۔ ٹائیٹل کئی رنگ میں چھپا ہوا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی رنگین تصویر موجود ہے۔ ڈسٹ کور نہایت خوشنما اور رنگین۔

پورے بیس ابواب کی مکمل اور مجلد کتاب کا ہدیہ صرف Rs. 12/50

DIN DUNIA PUBLISHING CO. JAMAMASJID DELIH

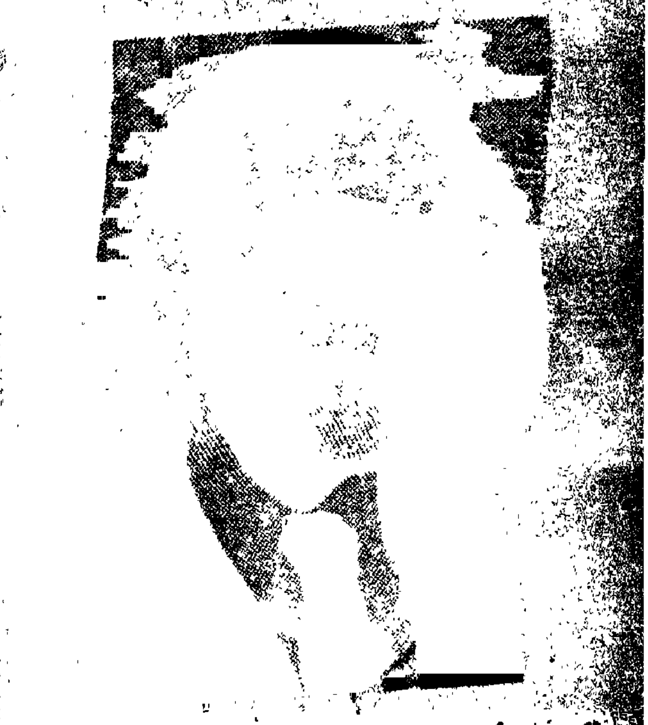
Title and Pictures Printed at the Pilot Press Churiwalan, Delhi-110006





وزیراعظم ''اندرا گاندھی'' ایک [illegible] سے تبادلۂ خیال کر رہی ہیں





پاکستان کے وزیر خارجہ ''آغا شاہی'' ہمارے خلاف جنگ کی تیاریاں بھی کر رہے ہیں اور تسلیاں بھی دے رہے ہیں

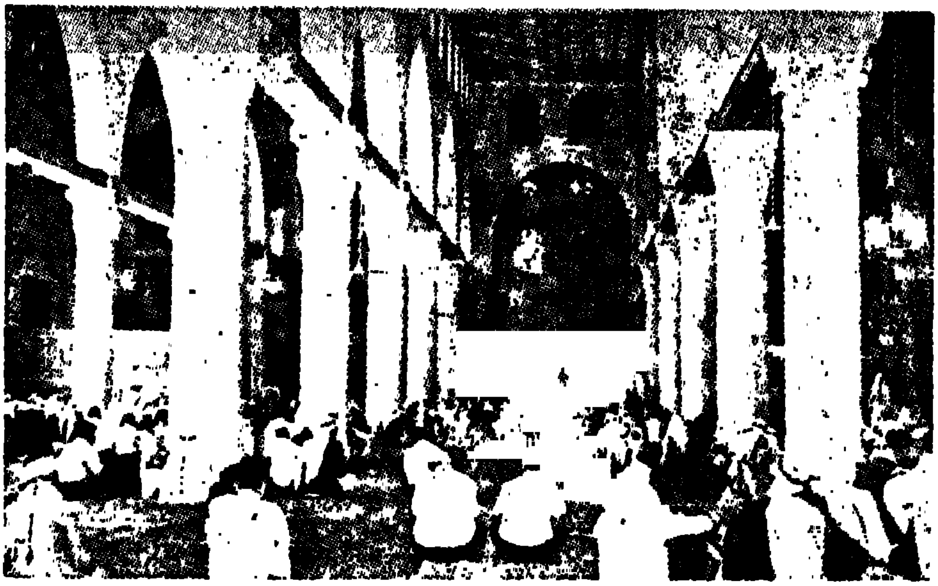
اور پاکستان [illegible]



سعودی عرب کے بادشاہ ''شاہ خالد'' عمان کے حکمران ''سلطان قابوس'' کے ہمراہ



پاکستان کے خود ساختہ صدر ''جنرل ضیا'' کی زندگی آجکل خطرہ میں ہے
جہاں بھی جاتے ہیں فوجی پہرے میں جاتے ہیں

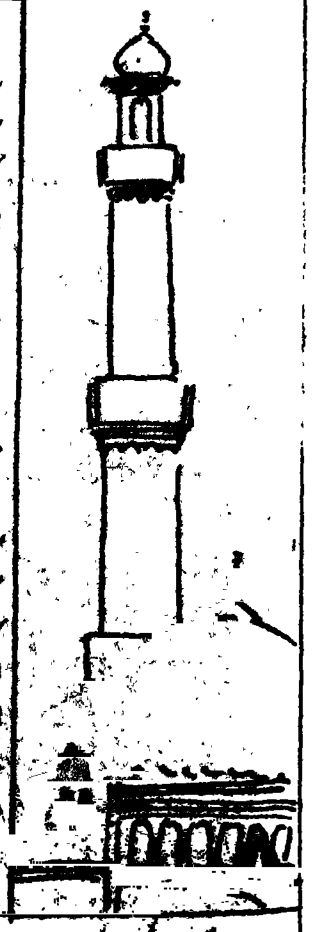


مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کا اندرونی حصہ اس کعبہ اول پر آجکل اسرائیل کا قبضہ ہے

دین دنیا دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۶۱	اگست ۱۹۸۱ء	نمبر ۸



قیمت سالانہ
اکیس روپے
ششماہی [illegible]

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
[illegible]

قیمت فی پرچہ
دو روپے
پاکستان، بنگلہ دیش اور [illegible]
[illegible]

[illegible] پرنٹر و پبلشر [illegible] پریس [illegible] دفتر دین دنیا [illegible] شائع کیا

رفتارِ زمانہ

ہند اور پاکستان
دونوں کیلئے جنرل ضیا کا وجود خطرناک

یہ محض ہنسی آرائی نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے کہ ہند اور پاکستان ابھی تک نہ تو کسی جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ پاکستانی عوام ہمارے بھائی ہیں جنگ کے خواہاں ہیں۔ اور اس لئے بھی نہیں کہ ہندوستانی عوام یا ہندوستان کی حکومت پاکستان پر جارحانہ حملہ کا کوئی ارادہ رکھتی ہو۔ چنانچہ اس سے قبل بھی ہند اور پاکستان کے درمیان جو جنگیں ہو چکی ہیں ان کی وجہ [illegible] پاکستانی عوام کی خواہش نہیں بلکہ جنرل ضیا جیسے پاکستانی ڈکٹیٹروں کی طرف سے ہوئی ہے۔

آج کل [illegible] وقت [illegible] رہا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح [illegible] خلیجی ممالک [illegible] [illegible]

جہاں تک سات آٹھ کروڑ پاکستانی عوام کا تعلق ہے وہ باشبہ ہندوستان سے دوستانہ تعلقات رکھنا چاہتے ہیں۔ ان کی دلی خواہش ہے کہ ہند اور پاکستان کے درمیان منافرت کی سب دیواریں گرا دی جائیں اور وہ بے دھڑک جب چاہیں اپنے عزیزوں رشتہ داروں اور ہندوستانی بھائیوں سے ملنے کے لئے ہندوستان آ سکیں۔ لیکن جہاں تک پاکستان کے موجودہ ڈکٹیٹر جنرل ضیا کا تعلق ہے انہیں نہ پاکستان سے ہمدردی ہے اور نہ پاکستانی عوام سے ان کا [illegible] [illegible]

حاصل کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے جو کبھی پاکستان کے تحفظ
کے منافی ہے اور خصوصیت کے ساتھ روس سے تعلقات
خراب ہو رہے ہیں۔ [illegible] پاکستان [illegible]
لیکن جنرل ضیاء ایک فوجی آمر ہونے کی حیثیت سے [illegible]
[illegible]
جہاں تک امریکہ سے حاصل کئے ہوئے جدید ترین ٹینک اور میزائل
اس کے کھلونوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ اور جنرل ضیاء اس
بات کو بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ امریکہ کے زیادہ سے زیادہ فوجی
سامان کی امداد کے باوجود اگر روس سے جنرل ضیاء کی جنگ ہوئی تو
جنرل ضیاء کی فوج دو دن بھی روس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ اور اس
جنگ میں پورا پاکستان کھنڈر بن جائے گا۔

پھر خصوصیت کے ساتھ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ خطرہ تو روس
سے بتایا جا رہا ہے اور فوج لگائی جا رہی ہے ہندوستان کی سرحد
پر یعنی جنرل ضیاء نے اپنی فوج کے بیس ڈویژنوں میں سے صرف چار کو
روس کے مقابلہ پر کھڑا کرنے کے لئے لگا رکھا ہے۔ اور
باقی تمام فوج ہندوستان کی سرحد پر لگا دی ہے۔ [illegible]
بات سے جنرل ضیاء اور ان کے آقا امریکہ کی نیت
[illegible] اصل حقیقت یہ ہے کہ [illegible] پاکستان کو
کبھی یہ خطرہ ہو سکتا ہے کہ روس حملہ کرے گا اور امریکہ [illegible]
اپنے آپ کو روس کے ساتھ کسی جنگ میں الجھانے کے لئے تیار ہے۔
[illegible] ہند اور پاکستان کے درمیان کسی طرح جنگ
کی آگ بھڑکا دی جائے گی [illegible] ہند اور پاکستان دونوں ہی کو شدید
نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان دونوں ہی ملکوں کو
تباہ کر کے صرف امریکہ ہی کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

[illegible] ہند اور پاکستان دونوں ملکوں [illegible]
[illegible] ہندوستان [illegible] دشمن [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

اور جب جنرل ضیاء جیسے لوگ [illegible] تو اس کے علاوہ [illegible]
دشوار نہیں ہے۔

پاکستان کے جو متعدد حضرات ہندوستان آئے ہیں ان
میں سے بعض اس وقت بھی ہندوستان میں موجود ہیں۔ ان سے
تبادلہ خیال کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جہاں تک پاکستانی عوام
کا تعلق ہے وہ ہند اور پاکستان کے درمیان جنگ کے شدید مخالف
ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ پچھلی دو تین لڑائیوں سے ہندوستان سے بھی
زیادہ پاکستان کو نقصان پہنچا ہے۔ بلکہ آخری لڑائی نے تو پاکستان
کے دو ٹکڑے کر دئے ہیں اور ان کی رائے ہے کہ ہندوستان جیسے
بڑے ملک سے پاکستان کا ٹکرانا خودکشی کے مترادف ہے۔ ادھر
ہندوستانی عوام بھی جنگ کے شدید مخالف ہیں۔ [illegible] آج [illegible]
باشندے جس ناقابل برداشت گرانی سے پریشان ہیں وہ پچھلی لڑائیوں
ہی کا نتیجہ ہے ادھر پاکستان میں [illegible] گرانی سے [illegible]
وہ بھی گزشتہ لڑائیوں کی بدولت ہے۔

اور یہ بات بھی سب ہی کو معلوم ہے کہ گزشتہ [illegible]
سازشیں ان دونوں ملکوں کے سر تھوپی رہی ہیں۔ اور یہ بات ہند
اور پاکستان دونوں ہی ملکوں کے لئے بے حد تشویشناک ہے کہ
پھر وہ سب کچھ ہو رہا ہے جو اس سے قبل ہوتا رہا ہے یعنی امریکہ کے
اشارہ پر اور صرف امریکی مفاد کے پیش نظر جنرل ضیاء کو آلہ کار بنا کر
ہند اور پاکستان کے درمیان جنگ کرانے کے لئے سیاسی [illegible]
شروع ہو چکی ہیں۔ اور روس کی آڑ لے کر پاکستان کو [illegible]
دوسرا اسرائیل بنایا جا رہا ہے۔ [illegible]
اور جنرل ضیاء کو موت کے پنجے سے نکالنے کی خاطر [illegible] سنجیدگی کے
ساتھ غور کیا جائے تو یہ صرف ہندوستان [illegible]
بدترین قسم کی پاکستان دشمنی بھی ہے۔

جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے وہ اس قابل ہے کہ [illegible]
[illegible] کا آسانی سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ لیکن [illegible]
[illegible] پاکستان کا کیا حشر ہوگا۔ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] ہیں کہ اگر پاکستان یا ہندوستان دوسرے ملک کی [illegible] کا مقصد تو پورا ہو سکتا ہے [illegible] ہندوستان کو نقصان پہنچا ہے یا پاکستان بالکل تباہ ہو جاتا ہے۔

ہماری ایمانداری کے ساتھ یہ رائے ہے کہ اگر پاکستان میں بھی ہندوستان کی طرح جمہوریت قائم ہوتی تو ان دونوں ملکوں میں شاید ایک بھی جنگ نہ ہوتی۔ کیونکہ ہر جنگ کی ابتدا پاکستانی ڈکٹیٹروں کی جانب سے اپنی ڈکٹیٹرشپ کو بچانے کی غرض سے کی گئی ہے جنرل ایوب کے دور میں ہوا ہے یا یحییٰ خان کے دور میں ہوا ہے اور یہی سب کچھ جنرل ضیا اپنی ڈکٹیٹرشپ کو برقرار رکھنے کے لئے کر رہے ہیں۔ اُن کی بلا سے اگر پاکستان تباہ ہوتا ہے تو ہو جائے حکمران کی ڈکٹیٹرشپ برقرار رہے۔

ہماری قطعی رائے ہے کہ ہندوستانی عوام کی طرح پاکستانی عوام کو جنگ سے کوئی دلچسپی نہیں بلکہ وہ تو جنگ سے بیزار ہیں لیکن بیچارے اُن کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ وہ نہ جانے کیوں اب تک ڈکٹیٹروں کی لعنت کو گوارا کرتے رہے ہیں۔ ہمیں کامل یقین ہے کہ اگر آج بھی پاکستانی عوام جنرل ضیا کی حکومت کا تختہ الٹ کر پاکستان میں جمہوریت قائم کر دیں تو پھر ہند اور پاکستان میں جنگ کے خطرات ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے بلکہ آپس میں ایسے دوستانہ تعلقات قائم ہو جائیں گے کہ یہ محسوس ہی نہیں ہوگا کہ یہ ملک تقسیم بھی ہوا ہے۔

عرب امریکہ سے بھی ٹکر لینے کیلئے آمادہ

سعودی عرب کے ولیعہد اور وزیر خارجہ شہزادہ فہد بن عبدالعزیز کے اس بیان کو بہت اہمیت دی جا رہی ہے جو [illegible] عراق [illegible] اور [illegible] اسلامی جنگ [illegible] اسرائیل کے [illegible] ہو رہا ہے۔ انہوں نے [illegible] کہا ہے کہ اگر اسرائیل [illegible] کے سلسلہ [illegible] عرب ممالک امریکہ کے خلاف [illegible] گے۔

عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کی تباہی امریکہ اور اسرائیل کی بربریت کا بدترین نمونہ ہے جس سے کہ دنیائے عرب کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ لیکن اس سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوا ہے کہ اس سانحہ نے عربوں کی آنکھیں کھول دی ہیں۔ اور وہ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اگر انہیں اس دنیا میں زندہ رہنا ہے اور عرب ممالک کی آزادی کو برقرار رکھنا ہے تو اینٹ کا جواب پتھر سے دینا ہوگا۔

یہ تو سب ہی کو معلوم ہے کہ عربوں کی سرزمین اور عربوں کے تیل پر زمانہ دراز سے امریکہ اور اُس کے پٹھو اسرائیل کی نظر ہے۔ اسی لئے وہ چاہتے ہیں کہ کسی بھی عرب ملک کی طاقت نہ بڑھنے پائے تاکہ جب بھی موقع ملے وہ کسی نہ کسی عرب ملک کو دبوچ لیں۔ اسی مقصد کے تحت اُنہوں نے عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کو تباہ کر دیا ہے حالانکہ خود ایٹمی کمیشن کی یہ رائے ہے کہ یہ ایٹمی ری ایکٹر صرف پرامن مقاصد کے لئے کام کر رہا تھا۔ مگر امریکہ اور اسرائیل کو یہ اندیشہ تھا کہ کبھی وقت ضرورت اس ری ایکٹر کے ذریعہ بم نہ تیار کئے جانے لگیں۔ اور عرب ممالک کے تیل اور زمین پر قبضہ جمانے کا امریکہ اور اسرائیل کا منصوبہ خاک میں نہ مل جائے۔

عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کی تباہی واقعی عربوں کے لئے ایک بہت بڑا سانحہ ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ اگر عرب ممالک چاہیں تو ایسے دس ایٹمی ری ایکٹر قائم کر سکتے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کی تباہی نے عربوں میں ایک نیا عزم اور حوصلہ پیدا کر دیا ہے چنانچہ عراق کے صدر صدام حسین کی اپیل پر یہ طے کیا گیا ہے کہ نہ صرف عراق میں پہلے سے بھی زیادہ طاقتور ایٹمی ری ایکٹر قائم کیا جائے گا بلکہ دوسرے عرب ممالک بھی اپنے یہاں ایٹمی ری ایکٹر قائم کر کے امریکہ اور اسرائیل کی بربریت کا دندان شکن جواب دیں گے۔

اس کے علاوہ یہ بھی طے کیا گیا ہے کہ مختلف عرب ممالک [illegible] اسلحہ کے کارخانے [illegible] تاکہ عرب [illegible] زیادہ اسلحہ کے معاملہ میں خود کفیل ہو سکیں [illegible] عظیم الشان اسلحہ سازی کے کارخانے کا قیام [illegible] اسرائیل کو چیلنج [illegible] ہے۔ [illegible]

نیز بھاری ٹینک اور آمرڈ کاریں بھی اس کارخانہ میں تیار کی جائیں گی — یہ یاد رہے کہ مصر اس سے قبل بھی ایک اسلحہ ساز کارخانے کی داغ بیل بھی ڈال چکے ہیں۔ لیکن معلوم ہو نکہ اسرائیل اور امریکہ سے سودا ہو گیا اس لئے مصر نے عربوں کے اسلحہ ساز کارخانہ کی اسکیم پوری نہ ہو سکی۔

عربوں کو خدا نے بے اندازہ دولت دی ہے اور اس دولت کے بل بوتہ دنیا کی بڑی سے بڑی فوجی طاقت بن سکتے ہیں۔ اور ہم کو توقع ہے کہ عربوں کی موجودہ بیداری کے نتائج عرب ممالک اور پوری اسلامی دنیا کے لئے فال نیک ثابت ہوں گے

اسلام کے خلاف زہریلا پروپگنڈا

ہمارے ملک کی بدقسمتی سے یہاں ایک ایسا تنگ نظر اور متعصب طبقہ موجود ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتا اور برابر اس ملک کی ہندو اکثریت کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا رہتا ہے۔ چنانچہ یہی سب کچھ میناکشی پورم میں ہری جنوں کے تبدیل مذہب کے بعد سے ہو رہا ہے اور بجائے اس کے کہ یہ طبقہ ہریجنوں کے تبدیل مذہب کے واقعے سے عبرت حاصل کرتا اور ہندو سماج کی کمزوریوں کو دور کرنے کی جانب متوجہ ہوتا الٹا مسلمانوں ہی پر برس رہا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ دیکھ کر اطمینان ہوتا ہے کہ ابھی ہندو سماج میں ایسے حق پسند لیڈر موجود ہیں جو کھلے الفاظ میں اُن لوگوں کی مذمت کر رہے ہیں جو میناکشی پورم کے واقعہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگل رہے ہیں۔ مثال کے طور پر جنتا پارٹی کے لیڈر اور ممبر پارلیمنٹ ڈاکٹر سبرامنیم سوامی جو حال ہی میں میناکشی پورم کا دورا کرکے واپس آئے ہیں انھوں نے میناکشی پورم کے نام پر اسلام اور مسلمانوں اور عربوں کو بدنام کرنے والوں کو آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے کہا ہے کہ

"میں حال ہی میں میناکشی پورم سے واپس آیا ہوں۔ میں حلقہ اسلام لانے والے ہریجنوں کے بارے میں بچشم خود حالات معلوم کرنے کے لئے گیا تھا۔ میناکشی پورم کا واقعہ ہندو سماج کے قابل مذمت نظام کو منہدم کرنے کا موجب ثابت ہوگا [illegible] بڑا اکام ہوگا۔ مگر بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ اس واقعہ پر جو واویلا [illegible] صرف اسلام اور عربوں کے خلاف نفرت پیدا کرنے کی غرض سے ہو رہا ہے اور اس شور و غل سے ہندو سماج میں اسلام کی جانب سے نفرت پیدا کی جا رہی ہے۔ میں نے میناکشی پورم میں اپنے قیام کے دوران اس کی کوئی شہادت نہیں پائی کہ کسی عرب یا مسلم تنظیم نے ہندوؤں کو تبدیلی مذہب کے لئے رشوت دی ہو۔ یا جبر کیا ہو یہ تبدیلی مذہب بغیر کسی جبر کے قطعی طور پر رضاکارانہ تھی۔ میرا خیال ہے کہ اگر ذات پات کے نظام کو ختم نہیں کیا گیا تو ہریجنوں کو اجتماعی طور پر اسلام قبول کرنے میں کچھ زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ ہمیں اس تائم ہم سے سبق لینا چاہیے"

جنتا لیڈر سبرامنیم سوامی کا یہ بیان کسی مزید تشریح کا محتاج نہیں ہے۔ ہم ممنون ہیں کہ انھوں نے اپنے بیان کے ذریعہ اس نفرت انگیز پروپگنڈے پر کاری ضرب لگائی ہے۔ جو میناکشی پورم کے واقعہ کا سہارا لے کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان دنوں زور و شور سے جاری ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ جنوبی ہند کے ہریجنوں میں تبدیل مذہب کا یہ واقعہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے جیسا کہ خود تامل ناڈو کے وزیر اعلیٰ مسٹر راجچندرن نے اپنے ایک تازہ بیان کے ذریعہ یہ بات واضح کر دی ہے کہ یہ سلسلہ زمانہ دراز سے جاری ہے اور ہندو سماج میں ذات پات کی تفریق کا نتیجہ ہے لیکن ہندوستان کا رجعت پسند طبقہ اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمارے ملک میں اسلام مسلمانوں اور عربوں کے خلاف برابر زہر اگل رہا ہے جسے اگر نہ روکا جائے تو اس کے نتائج نہایت ہی پریشان کن ثابت ہو سکتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ صدیوں سے ہریجنوں کے ساتھ جو ذلت آمیز سلوک ہوتا رہا ہے اس سے وہ بری طرح بھڑک گئے ہیں چنانچہ ہندوستان میں جابجا ہریجنوں کے تبدیل مذہب کے واقعات ہو رہے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں کانپور کے ۲۵ ہزار ہریجنوں نے تبدیل مذہب پر آمادگی کا اعلان کر دیا ہے۔ ادھر جنوب میں لاکھوں ہریجن اسلام میں داخل ہونے کے لئے تیار ہیں محض اس لئے کہ وہ مسلمانوں کی رواداری اور برابری کے سلوک سے بے حد متاثر ہیں۔

"راج کرے گا خالصہ"

یہ تو سب ہی کو معلوم ہے کہ سکھوں نے نہ صرف آزاد خالصتان کا اعلان کر دیا ہے بلکہ یہ بھی فرما دیا ہے کہ سکھوں کا ہندوستانی قومیت سے کوئی تعلق نہیں ہے سکھ ایک جداگانہ مستقل قوم ہے۔ چنانچہ "شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی" جو سکھوں کی سب سے بڑی دھارمک جماعت ہے۔ اور ہندوستان کے تمام گوردواروں کو کنٹرول کرتی ہے۔ اس نے بھی سکھوں کے اس مطالبہ کی تصدیق کرتے ہوئے ایک ریزولیشن پاس کر کے سکھوں کو ہندوستانیوں سے الگ ایک قوم قرار دیدیا ہے۔ اور اب سکھوں نے دو قدم اور آگے بڑھتے ہوئے حکومت ہند کو الٹی میٹم دیدیا ہے کہ حکومت ۳۱ اگست تک سکھوں کے تمام مطالبات مان لے یا سکھوں کے ایجی ٹیشن کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے۔ چنانچہ ۲۶ جولائی کو امرتسر میں ایک عالمی سکھ کنونشن میں اکالی دل کے پردھان جتھے دار ہرچند سنگھ لونگووال نے کہا ہے

"مرکزی سرکار ۳۱ اگست تک سکھوں کے مطالبات مان لے یا ایجی ٹیشن کا سامنا کرے اگر مرکزی سرکار نے مطالبات نہ مانے تو ۷ ستمبر کو سکھ دہلی میں ایک جلوس نکالیں گے اب سکھ جیلیں بھرنے میں یقین نہیں رکھتے۔ وہ اپنے مطالبات منوانے کے لئے دوسرے طریقے اختیار کریں گے۔ اور ہم ڈائرکٹ ایکشن کریں گے سکھوں کی لڑائی اپنے ہندو یا مسلمان بھائیوں سے نہیں ہے بلکہ حکومت کے خلاف ہے جس نے ہمیشہ سکھوں کے ساتھ امتیازی سلوک کیا ہے۔ سکھوں کی یہ لڑائی اس وقت تک جاری رہے گی جب تک وہ اپنے شاندار ماضی کی اس عظمت کو حاصل نہیں کر لیں گے جو ان الفاظ میں پوشیدہ ہے ــــ راج کرے گا خالصہ۔

اگرچہ اس عالمی سکھ کنونشن میں "آزاد خالصتان" کے مطالبہ کا اعادہ نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی "راج کرے گا خالصہ" کے نعرے کا مطلب یہی ہے کہ خالصہ کو راج کرنے کے لئے اور اپنا آزاد حکومت قائم کرنے کے لئے ایک علیحدہ خطہ درکار ہے۔ اور پھر ان کا یہ کہنا بہت ہی معنی خیز ہے کہ "اب سکھ جیلیں بھرنے میں یقین نہیں رکھتے بلکہ اپنے مطالبات کو منوانے کے لئے دوسرے طریقے اختیار کریں گے"۔

وہ دوسرے طریقے کیا ہوں گے اسکی وضاحت نہیں کی گئی ہے مگر شائد اس سے ان کا منشا ملک و وطن کے ساتھ وہی غداری ہے جس کا بار بار مظاہرہ سکھوں کے علیحدگی پسند طبقہ کی جانب سے ہوتا رہا ہے یعنی یہ برطانیہ، امریکہ اور پاکستان کے ساتھ آزاد خالصتان کی خاطر برابر سازشیں کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ سب ہی کو معلوم ہے کہ ڈاکٹر جگجیت سنگھ اور بعض دوسرے سرپھرے اکالی لیڈر آج سے دس بارہ سال قبل لندن واشنگٹن اور پاکستان سے آزاد خالصتان کے نعرے بلند کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۷۱ء کی ہند اور پاکستان کی جنگ کے دوران بی۔ بی سی لندن اور ریڈیو پاکستان سے یہی ڈاکٹر جگجیت سنگھ ہندوستان کے خلاف اور پاکستان کے حق میں دو مضمون غدارانہ تقریریں کرتے رہے ہیں۔ اور شائد اب بھی ان کا دوسرے طریقے اختیار کرنے سے یہی منشا ہے کہ وہ ہند دشمن ممالک سے سازباز کر کے ہمارے لئے نئی پریشانیاں کھڑی کر دیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ حکومت ہند اس سارے معاملہ کی چھان بین کرے اور پتہ چلائے کہ آزاد خالصتان کی تحریک کی ڈوریاں کہاں سے ہلائی جاتی ہیں اور "راج کرے گا خالصہ" کا نعرہ کن ہند دشمن ممالک کے اشارہ پر بلند کیا جا رہا ہے۔

قرآن مجید میں علامہ خمینی کی تصویر

ایران کی بدقسمتی ہے آجکل ایران پر ایک ایسے ملا برسر اقتدار ہیں جو اپنے آپ کو امام وقت بھی کہتے ہیں۔ اور یہ ہیں علامہ آیت اللہ خمینی غنیمت ہے کہ انھوں نے اس وقت تک صرف امامت کے منصب ہی پر اکتفا کیا ہے لیکن کوئی تعجب نہیں کہ وہ آگے چل کر اپنی نبوت کا بھی اعلان کر دیں۔

ان علامہ خمینی کا تازہ ترین "دینی کارنامہ" یہ ہے کہ انھوں نے عراق کے محاذ جنگ پر لڑنے والی ایرانی فوجوں میں قرآن مجید کے جو نسخے تقسیم کئے ہیں ان میں ابتدا ہی میں علامہ خمینی کا فوٹو چھپا ہے جس کی تصویر ہندوستانی اخبارات میں بھی شائع ہوئی ہے۔ اور غالباً اس سے علامہ خمینی کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ قرآن مجید کی تلاوت

کریں وہ خدا اور رسول کے ساتھ علامہ خمینی کو بھی شریک کرلیں - اور صرف اس ایک واقعہ ہی سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان ملاؤں کے دور میں اسلام کے ساتھ کس طرح مذاق کیا جا رہا ہے - حد ہے کہ انھوں نے ذاتی پروپگنڈے کے لئے قرآن پاک میں بھی تصاویر ٹھونسنی شروع کر دی ہیں ۔

ایرانی ملاؤں کا خانہ ساز اسلام کس قدر عجیب و غریب ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس زمانہ میں سابق شاہ ایران امریکہ میں بستر مرگ پڑے تھے تو ان ملاؤں نے امریکہ میں مقیم ایرانیوں کو خفیہ ہدایات بھیجی تھیں کہ وہ ہسپتال میں گھس کر بیمار شاہ ایران کو قتل کر دیں حالانکہ اسلام اس نوعیت کی بربریت کا شدید مخالف ہے - پھر ان ہی ملاؤں نے بیمار شاہ ایران کی ملکہ فرحا دیبا کے پاس ایک خفیہ پیغام بھیجا تھا کہ تم اگر اپنی اور اپنے بچوں کی سلامتی چاہتی ہو تو خود ہی کسی نہ کسی طرح شاہ ایران کو ختم کر دو یہ کام تم آسانی سے کر سکتی ہو - کیونکہ تم شاہ کے بہت قریب ہو - ذرا غور کیجئے کہ یہ ملا وفا شعار بیویوں کو شوہر کے قتل کی ترغیب دینا بھی خدمت اسلام تصور کرتے ہیں - حالانکہ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے اس نے تو بیویوں کے لئے شوہروں کی خدمت کو بمنزلہ عبادت قرار قرار دیا ہے ۔

اسلام پر زمانہ دراز سے یہ الزام لگایا جا رہا ہے کہ یہ قانون خونیں اور جنگ بازوں کا مذہب ہے - اور مسلمانوں کو برابر گزشتہ چودہ سو سال سے اس الزام کی تردید کرنی پڑ رہی ہے - لیکن ان ملاؤں نے اسلام کے نام پر برسر اقتدار آنے کے بعد قتل و خون کا جو بازار گرم کر رکھا ہے اس سے اس فرسودہ اور بہانے الزام پر مہر تصدیق ثبت ہو گئی ہے - اور اسلام بری طرح سے ساری دنیا میں ان ایرانی ملاؤں کی وجہ سے بدنام اور رسوا ہو رہا ہے

اور اب تو انھوں نے قرآن مجید میں اپنے فوٹو شامل کر کے حد ہی کر دی ہے - بہر حال واقعہ یہ ہے کہ ان ایرانی ملاؤں کی وجہ سے بری طرح اسلام کی رسوائی ہو رہی ہے - ہماری دعا ہے کہ خدا جلد ایران جیسے اسلامی ملک کو چودہ رسوا کن ملا ازم سے نجات دے - تاکہ ان کی حرکتوں سے اسلام کی مزید رسوائی نہ ہو سکے -

---

مسلم یونیورسٹی اب پولیس کیمپ

مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر سید حامد نے اپنے گزشتہ ایک سال کے دور میں جو عظیم کارنامے انجام دئیے ہیں، ان میں سے تازہ ترین کارنامہ یہ ہے کہ اب آپ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس تعلیمی ادارہ میں یونیورسٹی کے خرچ پر ایک سیکورٹی فورس قائم کی جائے یعنی مسلم یونیورسٹی کے کیمپس کو پولیس کیمپ بنا دیا جائے تاکہ آئندہ انہیں طلبا کو ڈرانے یا دھمکانے کے لئے یا اپنی حفاظت کے لئے باہر سے پولیس نہ بلانی پڑے بلکہ خود یونیورسٹی ہی کی ذاتی پولیس سے طلبا کو ڈرانے اور دھمکانے کا کام لیا جا سکے ۔

سید حامد کے اس جدید پروگرام کے تحت ایک اچھی خاصی بڑی پولیس فورس مسلم یونیورسٹی میں قائم کی جا رہی ہے - جس میں کہ ایک سکیورٹی افسر یعنی سپرنٹنڈنٹ پولیس ہوگا - دو نائب سکیورٹی افسر ہوں گے اور سو ڈیڑھ سو کے قریب سب انسپکٹر ہیڈ کانسٹیبل کانسٹبل اور گارڈ شامل ہوں گے علاوہ ازیں گیارہ افراد پر مشتمل ایک اور ریزرو فورس بھی ہوگی جسے ہنگامی حالات میں استعمال کیا جائے گا - اس پولیس فورس کی اپنی گاڑیاں اپنے ڈرائیور وغیرہ بھی ہوں گے - افسروں کو ریوالور فراہم کئے جائیں گے مگر کانسٹبلوں کو ڈنڈوں اور لاٹھیوں سے مسلح کیا جائے گا - نیز ایسے تھیلے بھی مہیا کئے جائیں گے جن میں کہ اینٹ اور پتھر ہوں گے - تاکہ حسب ضرورت اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جا سکے -

اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے موجودہ وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی کے معاملات کو افہام اور تفہیم سے سلجھانے کی بجائے ڈنڈے کے زور پر طے کرنے میں زیادہ عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی لئے وہ یونیورسٹی کے طلبا کے مقابلے کے لئے پولیس فورس کا انتظام کر رہے ہیں جس سے کہ حالات کے سلجھنے کی بجائے اور زیادہ بگڑ جانے کی توقع ہے کیونکہ لاٹھی اور ڈنڈے کے زور پر جب حکومت بھی ابھرتی ہوئی تحریکوں کو دبانے میں ناکام رہی ہے تو یہ غلط طریقہ کار نوجوان اور پرجوش طلبا کو دبانے میں کیونکر کامیاب ثابت ہو سکتا ہے -

کسی یونیورسٹی کا وائس چانسلر اس یونیورسٹی میں تعلیم پانے والے

طلبا کا باپ ہوا کرتا ہے۔ ایک ایسا باپ جو اولاد کی خامیوں کے باوجود نرمی اور محبت سے انہیں راہ راست پر لانے کی ہمیشہ کوشش کیا کرتا ہے لیکن مسلم یونیورسٹی کی بدقسمتی ہے اسے ایک ایسا وائس چانسلر ملا ہے جو اقتدار کے نشہ میں سرشار ہے اور جو طاقت کے بل پر نوجوان طلبا کو دبانے کا عزم رکھتا ہے اور اسی لئے اس نے یونیورسٹی کیمپس میں اپنی ذاتی پولیس فورس قائم کرنے کا ایک نہایت ہی مذموم اور اشتعال انگیز قدم اٹھانے کا ارادہ رکھتا ہے

حقیقت یہ ہے کہ سید حامد کا دور مسلم یونیورسٹی کی پوری تاریخ میں ایک نہایت ہی مایوس کن دور ہے۔ پہلے تو انھوں نے عرفان حبیب جیسے مسلم یونیورسٹی کو بدنام کرنے والے پروفیسروں کی پشت پناہی کی اور جب اس سے یونیورسٹی کے طلبا میں اشتعال بڑھا تو یونیورسٹی کے طلبا کا گلا گھونٹنے کے لئے اسٹوڈنٹ یونین تک کو توڑ دیا۔ اور معاملہ یہاں تک بڑھا کہ مسلم یونیورسٹی میں گولیاں تک چلنے کی نوبت آگئی جس سے کہ ایک ہونہار طالب علم آفتاب احمد صدیقی شہید ہوگیا اور متعدد طلبا اور یونیورسٹی کے کارکن بری طرح زخمی ہوئے۔

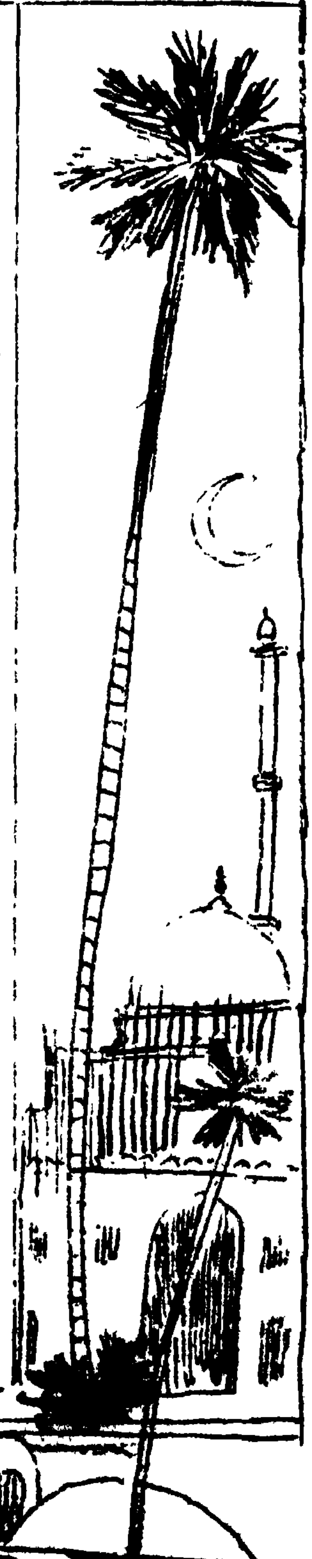
ہندوستان کے وہ زعما اور مدبرین جو سید حامد کے ان غلط اقدامات کے باوجود انہیں یونیورسٹی پر مسلط رکھنا چاہتے ہیں۔ ان سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا ایسا وائس چانسلر کبھی مسلم یونیورسٹی کے حالات کو سنبھال سکتا ہے جسے اس کے سوا اور کچھ نہیں آتا کہ یونیورسٹی کے ایک ناپسندیدہ گروہ کے ہاتھوں میں کھیلتا رہے اور روزانہ یونیورسٹی کے دروازے بند کرکے طلبا کو ہوسٹل سے نکال کر سڑکوں پر کھڑا کردے اور جس کے محافظ پولیس دستے کے ہاتھ طلبا کے خون میں رنگے ہوئے ہوں۔

اقلیتی کمیشن کے چیرمین کہاں ہیں؟

بہار شریف میں پچھلے دنوں اور حال ہی میں حیدرآباد میں فرقہ وارانہ فساد نہیں بلکہ اقلیتوں کا جو قتل عام ہوا ہے وہ بے حد دل آزار اور لرزہ خیز ہے۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کی گردن کاٹتا رہا ہے اپنے ہی بھائیوں کے گھروں اور کاروبار کو جلایا جاتا رہا ہے۔ عورتوں کی عصمت سر راہ لوٹی گئی ہے۔ معصوم بچوں کو بھی نہیں بخشا گیا ہے۔ جب یہ سب کچھ ایک اقلیت کے ساتھ ہو رہا تھا تو ہمیں اقلیتی کمیشن کے وہ نئے چیرمین جسٹس حمید اللہ بیگ بہت یاد آرہے تھے جو یکجہتی اور اتحاد کے بہت بڑے حامی ہیں اور جنھوں نے اقلیتی کمیشن کے چیرمین کا عہدہ سنبھالتے ہی ہندوستان ٹائمز کے نمائندہ کو جو پہلا انٹرویو دیا تھا اس میں قومی یکجہتی کے لئے یہ نسخہ تجویز کیا تھا کہ "سب ہی فرقوں کے لئے ایک ہی سیول کوڈ ہونا چاہئے اس سے قومی یکجہتی میں بڑی مدد ملے گی"۔

قومی یکجہتی واقعی ہمارے ملک کے لئے نہایت ضروری ہے اُسے حاصل کرنا ہی چاہئے اور بدنصیب مسلم اقلیت کے لئے تو یہ اور بھی ضروری ہے ہمیں پوری توقع تھی کہ جو حمید اللہ بیگ قومی یکجہتی کے اتنے بڑے حامی ہیں کہ انھوں نے سیول کوڈ کا مشورہ دیتے ہوئے قرآن اور حدیث کو بھی الگ اٹھا کر رکھ دیا تھا۔ وہ ضرور قومی یکجہتی کی غرض سے بہار شریف اور حیدرآباد تشریف لے جائیں گے اور ان دونوں مقامات کی درندگی کو دور کرنے کے لئے "قومی یکجہتی" کا کوئی نیا نسخہ تجویز کرکے یکجہتی میں بدل دیں گے لیکن کچھ پتہ نہیں کہ قوم کا یہ مسیحا صفت طبیب کہاں ہے کہ ابھی تک اُسے فساد زدہ علاقوں میں جانے کی توفیق تک نہیں ہوئی

اس بات کو سب ہی جانتے ہیں کہ جسٹس حمید اللہ بیگ کو اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے اقلیتی کمیشن کا چیرمین بنایا گیا ہے۔ لیکن ان فساد زدہ علاقوں میں مسلم اقلیت کے حقوق کے تحفظ کا تو ذکر ہی کیا ہے ان کی جانوں پر بن آئی ہے۔ لیکن چیرمین صاحب نے وہاں جانے کی تکلیف تک گوارہ نہیں فرمائی خود جانا تو در کنار اقلیتی کمیشن کے کسی نمایندہ کو بھی نہیں بھیجا گیا۔ ان کے صرف اس تازہ اقدام سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ وہ اقلیتی کمیشن کے چیرمین بننے کے لئے کہاں تک موزوں ہیں اور انہیں اس ملک کی اقلیتوں سے کہاں تک ہمدردی ہے۔ اگر انہیں اقلیتوں سے ذرا بھی ہمدردی ہوتی تو کم از کم فساد زدہ علاقوں میں سابق چیرمین جسٹس انصاری کی طرح جا کر ان کی دلجوئی تو کرتے۔



پیام بیداری

—— (ایس مقبول حسن مقبول نصیرآبادی) ——

حمیت پر تری حملہ سر بازار ہوتا ہے ؛ جہانِ کفر سے پھر آمادہ پیکار ہوتا ہے
مٹانے کو تجھے پھر منصوبہ اشرار ہوتا ہے ؛ ترے ناموس دیں پر دیکھ اد چھا وار ہوتا ہے

تو ہی تو ہے کہ جس نے پنجہ نخوت مروڑا ہے ؛ تو ہی تو ہے کہ جس نے ساغرِ بیداد توڑا ہے
تو ہی تو ہے کہ اک نالے میں جس نے سب کو جوڑا ہے ؛ تو ہی تو ہے کہ سیلِ کفر کا رخ جس نے موڑا ہے

سکھایا ہے رواداری کا دنیا کو چلن تو نے ؛ ہے امن و آشتی کے خون سے سینچا چمن تو نے
بجھائے آبِ رحمت سے شرار پر فتن تو نے ؛ ہے کھولا ابرِ ظالم پر در بزم و فن تو نے

کتابِ خلق ہے افسانہ انس و محبت ہے ؛ ترو تازہ تجھی سے گلشنِ زہد و عبادت ہے
تو ہی تو ہے دلوں پر آج بھی جس کی حکومت ہے ؛ شہیدِ حسنِ وحدت، محرمِ رازِ حقیقت ہے

دلوں کے باغ مہکا دے بہارِ جانفزا بن کر ؛ فضائے شش جہت پہ چھا محبت کی گھٹا بن کر
رہِ ہستی میں جلوہ بار ہو نورِ خدا بن کر ؛ مصائب میں پھر آ اک بار تو مشکل کشا بن کر

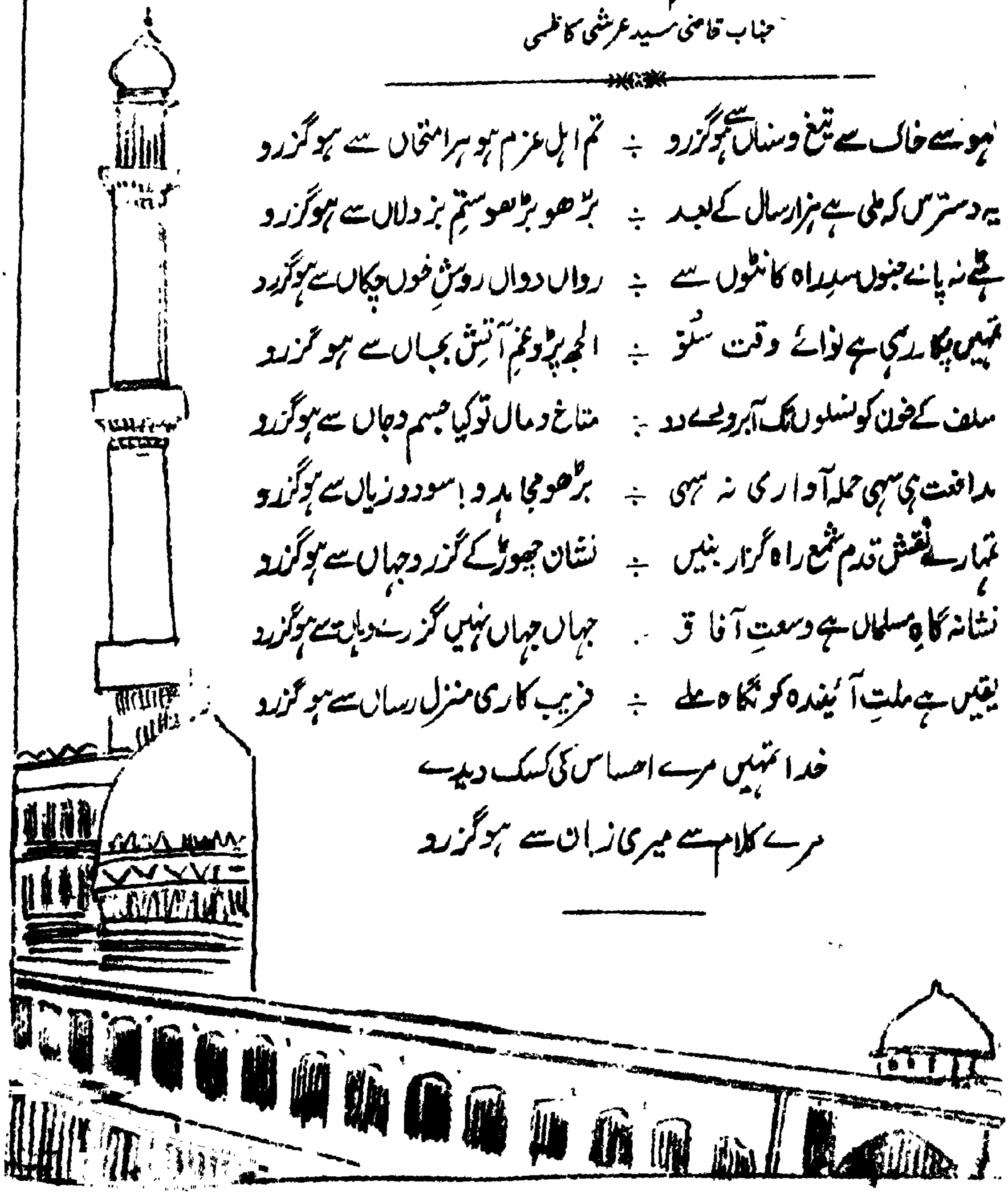


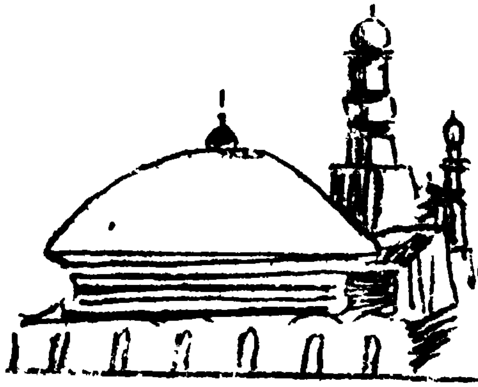
"عزم و عمل"

جناب قاضی سید عرشی کاظمی

ہو سے خاک سے تیغ و سناں سے ہو گزرو ÷ تم اہلِ عزم ہو ہر امتحاں سے ہو گزرو
یہ دسترس کہ ملی ہے ہزار سال کے بعد ÷ بڑھو بڑھو ستمِ بزدلاں سے ہو گزرو
کٹے نہ پائے جنوں سدِ راہ کانٹوں سے ÷ رواں دواں روشِ خوں چکاں سے ہو گزرو
تمہیں پکار رہی ہے نوائے وقت سنو ÷ الجھ پڑو غمِ آتش بجاں سے ہو گزرو
سلف کے خون کو نسلوں تک آبروئے دو ÷ متاع و مال تو کیا جسم و جاں سے ہو گزرو
مدافعت ہی سہی حملہ آوری نہ سہی ÷ بڑھو مجاہدو! سود و زیاں سے ہو گزرو
تمہارے نقشِ قدم شمعِ راہ گزار بنیں ÷ نشان چھوڑ کے گزرو جہاں سے ہو گزرو
نشانہ گاہِ مسلماں ہے وسعتِ آفاق ÷ جہاں جہاں نہیں گزرے وہاں سے ہو گزرو
یقیں ہے ملتِ آئندہ کو نگاہ ملے ÷ فریب کاریٔ منزل رساں سے ہو گزرو

خدا تمہیں مرے احساس کی کسک دیدے
مرے کلام سے میری زباں سے ہو گزرو





گذشتہ سے پیوستہ

تعلیم القرآن

پندرہواں پارہ — اسبحٰن الذی۔ سورہ بنی اسرائیل

(ادارہ دین دنیا)

دین دنیا کی زیر نظر اشاعت سے ہم قرآن پاک کے پندرہویں پارے "سبحٰن الذی" کی تعلیمات کا سلسلہ شروع کر رہے ہیں۔ جس میں کہ اللہ جل شانہ نے جہاں شب معراج کا تذکرہ فرمایا ہے وہاں بنی اسرائیل کی گمراہیوں سے بھی اپنے بندوں کو باخبر کیا ہے۔

شب معراج کا واقعہ

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ .... السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۵

ترجمہ:- پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ (محمد) کو راتوں رات مسجد الحرام کعبہ سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) لے گیا۔ جس کے چاروں طرف ہم نے برکتیں نازل کر رکھی تھیں۔ تاکہ ہم انہیں بعض عجائبات قدرت دکھائیں۔ بے شک وہ بڑا سننے والا اور صاحب بصیرت ہے۔

تشریح:- پاک ہے وہ ذات بزرگ جو اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو راتوں رات مسجد کعبہ سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ وہ مسجد اقصیٰ جس کے چاروں طرف ہم نے برکتیں نازل کر رکھی تھیں اور ہم اپنے بندہ محمد کو اس لئے لے گئے تاکہ ان کو کچھ عجائبات قدرت دکھائیں اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ بڑا ہی سننے والا اور صاحب بصیرت ہے۔

اس آیت میں واقعہ معراج کی جانب اشارہ کیا گیا ہے — احادیث نبوی میں معراج کا واقعہ بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہجرت سے ایک سال قبل ماہ رجب کی چھبیسویں تاریخ کو رات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چچازاد بہن ام ہانی کے ہاں آرام فرما تھے۔ ام ہانی کا مکان صحن حرم میں تھا۔ کہ یکایک حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور رسول محترم کو بیدار کر کے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آج کی رات حق تعالیٰ نے آپ کو طلب فرمایا ہے۔ اس لئے آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں۔

حضور اکرم فوراً اٹھ بیٹھے اور مسجد الحرام میں تشریف لائے اس کے بعد وہاں سے براق پر سوار ہو کر مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے وہاں سب انبیا موجود تھے۔ انھوں نے نبی محترم کے پیچھے نماز ادا کی پھر مسجد اقصیٰ سے نبی محترم آسمانوں پر تشریف لے گئے اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور وہاں آپ نے دیدار الٰہی اور عجائبات قدرت کا مشاہدہ کیا اور اسی موقع پر آپ کی امت پر پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوئیں۔ پھر اسی رات کو حضور اکرم واپس آگئے۔

ہم نے موسیٰ پر توراۃ نازل کی

وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ .... عَبْدًا شَکُوْرًا ۵

ترجمہ:- اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور انہیں بنی اسرائیل کے لئے ہادی قرار دیا (اور ہدایت کی) کہ میرے سوا تم کسی کو کارساز نہ ٹھہراؤ۔ (اور اے) ان لوگوں کی اولاد جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا۔ (یاد رکھو کہ) نوح بڑا شکر گزار بندہ تھا۔

تشریح:- اور ہم نے موسیٰ کو کتاب یعنی توراۃ عطا فرمائی اور ہم نے انہیں قوم بنی اسرائیل کے لئے ہادی بنا کر بھیجا اور ان کے ذریعہ

بنی اسرائیل کو پیغام دیا کہ اے لوگو! تم میرے سوا کسی دوسرے کو اپنا کارساز نہ قرار دینا۔ اور اے بنی اسرائیل کہ تم اُن لوگوں کی اولاد میں سے ہو جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا اور طوفان نوح سے بچایا تھا۔ اس بات کو نہ بھولنا کہ نوح بڑے ہی شکر گزار بندے تھے۔ لہٰذا تم کو بھی اُن کی تقلید کرنی چاہیے۔

بنی اسرائیل فسادی ہیں

وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ .... لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ۵

ترجمہ: - اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات بتادی تھی کہ تم زمین میں دوبارہ فساد کروگے۔ اور نہایت ہی سرکش ثابت ہوگے۔ پھر جب ان دو فسادوں میں سے پہلے فساد کا وقت آیا تو ہم نے بڑے سخت جنگجو بندے تمہارے مقابلہ پر بھیجے۔ جو تمہارے گھروں میں گھس گئے۔ اور خدا کا وعدہ (پورا) ہونا تھا۔ پھر ہم نے ان پر تمہیں غلبہ دیا اور مال اور اولاد کے معاملہ میں تمہاری مدد کی اور تمہارا لشکر بڑھا دیا اگر تم بھلائی کروگے تو اپنے لئے کروگے اور اگر برائی کروگے تو وہ بھی اپنے لئے ہی کروگے۔ اور پھر جب پچھلا وعدہ (قریب) آیا تو ہم نے اپنے دوسرے بندے بھیجے تاکہ وہ تمہارا حلیہ بگاڑ دیں اور مسجد میں داخل ہوں۔ جس طرح کہ پہلی بار داخل ہوئے تھے۔ اور جس پر غالب آئیں اسے پوری طرح برباد کردیں۔ اب در حقیقت نزدیک ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے۔ اور اگر تم ویسی کروگے (جو کرتے رہے ہو) تو ہم بھی پھر ویسا کریں گے۔ اور ہم نے کافروں کے لئے جہنم کا جیل خانہ بنا رکھا ہے۔

تشریح: - اور ہم نے توراۃ کے ذریعہ بنی اسرائیل کو آگاہ کردیا تھا کہ تم سر زمین شام میں دو مرتبہ فساد برپا کروگے اور تکبر کے ساتھ لوگوں پر ظلم کروگے۔

غرضکہ ان دو فسادوں میں سے جب پہلے فساد کا وقت آیا تو تم نے پورے ملک میں تباہی پھیلا دی یہاں تک کہ ذکریا پیغمبر کو بھی تم نے قتل کردیا جب [illegible] دیکھی تو تم پر ہم نے ایسے بندے مسلط کردئے جو بڑے ہی جنگجو تھے۔ چنانچہ وہ تمہارے گھروں میں گھس گئے اور انھوں نے اچھی طرح سے تمہاری سرکوبی کی لیکن جب تم نے توبہ کرلی اور شرارت سے باز آگئے، تو پھر ہم نے تمہیں اُن پر غلبہ دے دیا۔ تم غالب آگئے، اور وہ مغلوب ہوگئے۔

اس کے بعد ہم نے تمہارے مال اور اولاد نرینہ میں خوب اضافہ کیا اور تمہاری جماعت اور لشکر کو بھی خوب بڑھایا اور تمہیں ہدایت کردی کہ اگر آئندہ تم نیک کام کرتے رہوگے تو یہ تمہارے ہی لئے بہتر ہے اور اگر برے کام کروگے تو اس کی سزا بھگتنی پڑے گی جب پھر تم نے دوبارہ فساد کیا اور اس فساد میں پیغمبر یحییٰ کو قتل کردیا تو پھر ہم نے بخت نصر شاہ بابل کو تم پر مسلط کردیا۔ اور تمہارے مقابلہ کے لئے اپنے ایسے بندے بھیجے جو تمہاری شکلیں بگاڑ دیں۔ اور اسی طرح مسجد اقصیٰ میں گھس پڑیں جس طرح کہ پہلی دفعہ گھس آئے تھے۔ اور جس پر بھی ان کا قابو چلے اسے برباد کر ڈالیں۔

اس قصہ کے بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو یہ بتا دینا چاہتا ہے کہ جو قوم سرکش ہو جاتی ہے اور خدا کے انعامات کو ٹھکرانے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم پر ظالموں کو مسلط کردیتا ہے

قرآن سیدھا راستہ دکھاتا ہے

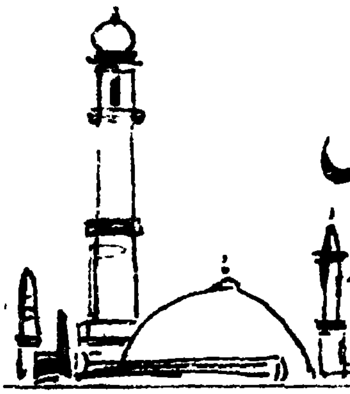
إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ .... عَذَابًا أَلِيمًا ۵

ترجمہ: - قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بہت سیدھی ہے۔ اور نیک عمل کرنے والے مومنوں کو بشارت دیتا ہے۔ اور جو آخرت کو نہیں مانتے اُن کے لئے دکھ دینے والا عذاب تجویز کیا گیا ہے۔

تشریح: - بلاشبہ یہ قرآن ایک ایسے مسلک کی جانب رہنمائی کرتا ہے جو ایک سیدھا سچا راستہ ہے اور وہ مومن جو نیک کام کرتے ہیں انہیں یہ قرآن بشارت دیتا ہے کہ آخرت میں اُن کے لئے ثواب عظیم ہے اور یہ بھی بتاتا ہے کہ جو لوگ آخرت کے منکر ہیں ان کے لئے دکھ دینے والا شدید عذاب تجویز کیا گیا ہے۔

ڈکشنری مضامین القرآن

تعلیم الحدیث مسلسل



وہ حکمراں جو تمہارے لئے مصیبت ہیں

نئے نئے فتنے برپا ہوں گے۔ اخلاق سوز حرکتوں سے بچو

(از شوکت علی فہمی)

ذیل میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جا رہے ہیں جو ہمارے لئے بہترین شمع ہدایت ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ مسلمان ان جواہر پاروں سے استفادہ کریں گے۔

وہ حکمراں جو تمہارے لئے مصیبت ہیں

جب کسی ملک کے حکمراں گمراہ ہو جاتے ہیں تو اس ملک کے باشندے بری طرح مصیبت کا شکار بن جاتے ہیں۔ اور انہیں طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں صحیح حدیث ہے۔

* حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس وقت تمہارے امیر یعنی حاکم صالح اور نیک ہوں اور تمہارے دولتمند سخی ہوں۔ اور تمہارے امور آپس کے مشورہ سے انجام پائیں تو زمین کی پشت تمہارے لئے بہتر ہے (یعنی تمہارا دنیا میں زندہ رہنا بہتر ہے) اور جس وقت تمہارے امیر بدکار، فاسق اور ظالم ہوں اور تمہارے دولت مند بخیل ہو جائیں۔ اور ان لوگوں میں خدمت خلق۔ اخوت اور حسن سلوک کے جذبات معدوم ہو جائیں تو پھر زمین کا پیٹ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ (ترمذی)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب وہی زمانہ آگیا ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلعم نے پیشین گوئی فرمائی ہے۔ کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ [illegible] اور حکام کی بیشتر تعداد [illegible] فاسق ہے [illegible] کے علاوہ خوشحال طبقہ بھی [illegible] سے خود [illegible] بخیل [illegible] اور [illegible] ایک [illegible] حدیث میں مسلمانوں کو [illegible] کی گئی ہے کہ [illegible] اور ظالم حکمرانوں سے کوئی غرض نہ رکھیں [illegible]

* رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن عجزہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اے کعب بن عجزہ رضی اللہ عنہ ان (ظالم) امیروں یعنی حکمرانوں سے جو میرے بعد ہوں گے۔ میں تمہارے لئے پناہ مانگتا ہوں۔ جو شخص ان کے دروازے پر جائے گا اور ان کی جھوٹ کی تصدیق اور ان کے ظلم کی تائید کریگا وہ میری جماعت سے نہیں ہے اور نہ میں اس سے واسطہ رکھتا ہوں۔ اور وہ حوض کوثر پر نہیں آنے پائے گا۔ (ترمذی و نسائی)

اوپر کی حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ رسول مقبول صلعم غیر ذمہ دار حکمرانوں کے کتنے بڑے مخالف تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ چاہتے تھے کہ حکمراں حقیقۃً مخلوق خدا کا سچا ہمدرد ثابت ہو۔ چنانچہ آپ نے صحابہ نے دنیا کے سامنے حکمرانی کا جو نمونہ پیش کیا ہے وہ آج بھی آپ ہی اپنی مثال ہے۔

نئے نئے فتنے برپا ہوں گے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو برس قبل پیشنگوئی فرمائی تھی کہ ایک زمانہ [illegible] دنیا میں ہر طرح فتنے اور [illegible] کھڑے ہو جائیں گے۔ اور [illegible] برپا ہوں گے چنانچہ اس بارے میں صحیح حدیث ہے

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا- آئندہ زمانہ میں ایسے فتنے اٹھ کھڑے ہوں گے کہ ان فتنوں کے زمانہ میں (گوشہ میں) بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہوئے سے بہتر ہوگا۔ اور کھڑا ہوا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور جو شخص ان فتنوں کی جانب رخ کرے گا وہ اُس کی جانب رخ کریں گے۔ (یعنی اپنی لپیٹ میں لے لیں گے) اُس زمانہ میں جسے کوئی پناہ مل جائے وہاں پناہ حاصل کرے۔"
(بخاری مسلم)

اس پیشگوئی کی روشنی میں جب ہم دنیا پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ حضور اکرم نے فتنہ و فساد کے جس زمانہ کے بارے میں پیشگوئی فرمائی ہے تھی وہ یہی زمانہ ہے۔

اس وقت فلسطین، لبنان، ایران، اور عراق اور دنیا کے مختلف حصوں میں جو تباہ کاری جاری ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس کے علاوہ ایٹم بم کی ایجاد اور دوسری تباہ کن ایجادوں نے پوری دنیا کی سلامتی کو خطرہ میں ڈال دیا ہے- اور یہ سمجھا جا رہا ہے کہ اگر خدا نخواستہ ایٹمی جنگ چھڑ گئی تو آدھی سے زیادہ دنیا بالکل تباہ ہو جائے گی۔ بس خدا نوع انسانی کو بربادی سے محفوظ رکھے۔

اخلاق سوز باتوں سے بچو

زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلعم کی واضح ہدایتیں موجود نہ ہوں۔ سب کو معلوم ہے کہ بدبختی سے کسی دوسرے کے گھر میں جھانکنا یا خفیہ طور پر کسی کی باتیں سننا کس قدر معیوب بات ہے۔ لیکن بہت سے لوگوں کو معلوم نہیں کہ حضور نے ایسی باتوں کو کتنا بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ دوسرے کے گھر میں جھانکنے والوں کے بارے میں رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے "جو شخص کسی کے گھر میں اجازت کے بغیر جھانکے اُس گھر والوں کے لئے جائز ہے کہ جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دیں" (مسلم)۔

اس حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور اکرم اس اخلاق سوز حرکت کو کس قدر ناپسند فرماتے تھے۔

اسی طرح خفیہ باتوں کے سننے والے کے بارے میں ارشاد ہے "جو شخص خفیہ طور پر کان لگا کر کسی کی بات سنے اور اس کا یہ فعل دوسرے کو ناگوار گزرے تو ایسے شخص کے دونوں کانوں میں قیامت کے دن پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا" (بخاری)

اور اسی طرح غیبت اور دوسری بداخلاقیوں سے دور رہنے کے لئے مسلمانوں کو بڑی سختی کے ساتھ ہدایت کی گئی ہے خدا مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ حضور کی بتائی ہوئی اخلاقی تعلیمات پر عمل کر سکیں۔

علم جنت کی راہ دکھاتا ہے

اسلام نے اپنے متبعین کو ہدایت کی ہے کہ وہ علم حاصل کریں خواہ اس کے لئے اُنہیں کتنی ہی تکلیف کیوں نہ برداشت کرنی پڑے رسول اللہ صلعم کے نزدیک صاحب علم کا درجہ رات دن عبادت کرنے والوں سے بھی زیادہ بلند ہے چنانچہ اس بارے میں حدیث ہے

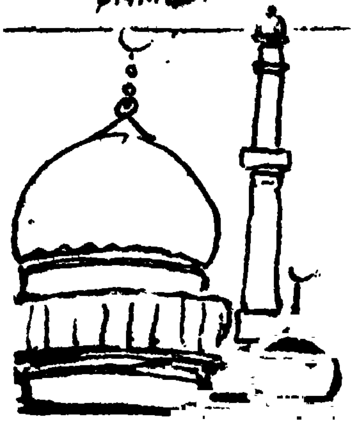
"حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی نازل فرمائی ہے کہ جو شخص علم کی تلاش میں چلتا ہے میں اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہوں- اور علم کی زیادتی عبادت کی زیادتی سے بہتر ہے" (مشکوۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل علم کو ستاروں سے تشبیہ دی ہے چنانچہ صحیح حدیث ہے۔

"حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا زمین پر عالم کی مثال ستاروں کی مانند ہے جن سے خشکی اور تری میں راستہ ملتا ہے- جب ستارے ڈوب جائیں گے تو ان سے رہنمائی حاصل کرنے والوں کا گمراہ ہو جانا ممکن ہے" (احمد)

ایک دوسری حدیث میں حضور اکرم نے فرمایا ہے کہ "ایک گھڑی علم حاصل کرنا ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے" کاش مسلمان حضور کی ہدایتوں پر عمل کر سکے۔

اسلامی افکار



اسلام کی مقبولیت کا راز کیا ہے

یہ دین کے ساتھ دنیاوی معاملات میں بھی رہنمائی کرتا ہے

(از جناب احمد رضی الدین ایم۔اے)

جناب احمد رضی الدین جو تاریخ کے پروفیسر ہیں۔ انھوں نے ذیل کے فاضلانہ مضمون میں اسلام پر ایک نئے پہلو سے روشنی ڈالی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اسلام نے صرف مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ کل نوع انسانی کی رہنمائی کی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ فاضلانہ مضمون دین دنیا کے ناظرین کے حلقہ میں پسند کیا جائے گا۔

دنیا کے جملہ مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے کہ دینی معاملات کے ساتھ دنیاوی معاملات میں بھی اپنے مقلدوں کی صحیح رہنمائی کی ہے اور اسی لیے اسے دین فطرت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اسلام کے علاوہ دنیا میں جتنے مذاہب بھی موجود ہیں یا تاریخ سے جن مذہبوں کے وجود کا پتہ چلتا ہے ان سب نے یا تو زندگی کے کسی ایک ہی گوشہ کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے۔ یعنی وہ یا تو محض دین کی جانب جھک گئے ہیں یا دنیا ہی کی جانب ان کا رجحان نظر آتا ہے۔ اور یہ مشکل ہی سے نوع انسانی کی صحیح رہنمائی کر سکے ہیں۔

اسلام کے ظہور کے وقت دنیا میں عیسائیت۔ یہودیت ہندو دھرم، بودھ مت اور زرتشتی مذاہب کو امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ لیکن ان میں سے کسی ایک مذہب کی تعلیمات میں بھی اعتدال اور توازن موجود نہیں تھا۔ لیکن اس کے برخلاف اسلام میں پوری طرح توازن موجود تھا اس مذہب میں جہاں روحانی سکون کا سامان تھا وہاں مادی ترقی کی بھی راہیں دکھائی گئی ہیں اور اسی لئے یہ مذہب چونکہ فطرت انسانی کے عین مطابق تھا۔ بس دیکھتے ہی دیکھتے یہ دنیا میں پھیلتا چلا گیا۔

ہمیں دنیا کے دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کے متعدل کردار کو سمجھنے کے لئے دوسرے مذاہب کے نام پر بھی تو

پر بھی ایک نظر ڈالنی چاہیئے۔ اور غور کرنا چاہئے کہ اسلام اور دیگر مذاہب میں کیا فرق ہے۔ دنیا کے تقریباً سب ہی مذاہب دوسرے مذاہب کو تسلیم نہیں کرتے جبکہ اسلام نے اس بات کو عقیدہ کا درجہ دیا ہے۔ کہ اس سے پہلے دنیا میں بہت سے ہادی اور مذاہب آتے رہے ہیں۔ اسلام نے ان میں سے بعض ہادیوں اور مذاہب کے نام بھی لئے ہیں لیکن ساتھ ہی مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ سب ہی بانیان مذاہب۔ اور مذہبوں کا پورا پورا احترام کریں۔ اور اسلام کی یہ تعلیم مذہبی اعتدال کی ایک ایسی مثال ہے جو دنیا کا کوئی دوسرا مذہب پیش نہیں کر سکتا ہے۔ ہندو دھرم کو بھی دنیا کا ایک قدیم مذہب تسلیم کیا گیا ہے لیکن یہ مذہب صرف ہندوستان کی حد ہی تک محدود رہا ہے۔ خود اس نے بھی اپنے عالمگیر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ پھر اس دور کی ہند و تہذیب کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انسان نے ہندو دھرم کو توہم پرستی کا آئینہ دار بنا لیا تھا۔ اور اس مذہب نے دنیاوی ترقی کو بالکل خارج کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ اس مذہب کے نام پر انسانوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے بعض گروہوں کو اس قدر پست بنا دیا تھا کہ اس کے افراد تمدنی اور تہذیبی ترقی سے بالکل ہی محروم ہو گئے تھے۔

مغرب میں یہودیت کے رہنما بھی ایسا ہی جامد کردار ادا

کرتے رہتے تھے چنانچہ انھوں نے دنیا کی طرف توجہ مبذول کرنے کو ایک گناہ قرار دے رکھا تھا۔ اور انھوں نے صرف بنی اسرائیل کو خدا کی مخصوص اور محبوب قوم قرار دے کر نسلی امتیاز کو فروغ دیا تھا۔ اور بودھ مت نے جو تعلیم دی تھی اس کی بدولت لوگوں کی توجہ دنیا کی طرف مرکوز ہو کر رہ گئی تھی۔ انھوں نے یقین کر لیا تھا کہ نجات حاصل کرنے کے لیے انھیں بار بار دنیا میں آنا اور موت کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ اور ان کے مقابلہ میں عیسائیت نے ترکِ دنیا کی تعلیم دے کر لوگوں کو ایک ایسی غیر فطری زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا تھا جس نے سماج کو بہت سی برائیوں اور غلط کاریوں کا گہوارہ بنا دیا تھا۔

دیگر مذاہب کی ان تعلیمات کے مقابلہ میں اسلام نے بنی نوع انسان کو بتایا کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا بس خدائے واحد ہے۔ اور اس نے دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز کو انسان ہی کے فائدہ کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس لئے ترکِ دنیا کی تعلیم منشائے الٰہی کے خلاف ہے۔ بلکہ انسان کو چاہئے کہ وہ خدا کی پیدا کردہ تمام اشیاء سے اعتدال کے ساتھ پورا پورا فائدہ اٹھائے غرضکہ اس طرح اسلام نے دین اور دنیا کے متعلق انسان کے تمام پرانے تصورات کو بدل کر ایک ایسا نیا تصور پیش کیا تھا جس سے انسان کی ذہنی اور عملی قوتوں میں انقلاب پیدا ہو گیا تھا۔

اسلام کے اسی انقلابی کردار کے متعلق ایک مغربی مفکر نے لکھا ہے کہ "دیگر مذاہب اور اسلام کی تعلیمات میں جو واضح اور نمایاں فرق نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے مذاہب انسان کی زندگی کو تنگ اور محدود دائروں تک پہنچانا کافی سمجھتے تھے جبکہ اسلام نے بنی نوع انسان کو صاف الفاظ میں بتایا ہے کہ جس طرح گاڑی دو پہیوں کے بغیر نہیں چل سکتی اسی طرح دین اور دنیا دونوں کو مدِ نظر رکھے بغیر اور دونوں کے حصول کی کوشش کئے بغیر انسان اور پوری کائنات کی تخلیق کا مقصد ہی پورا نہیں ہو سکتا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کی اس دعوت کے آغاز کے بعد انسان کے خیالات میں وسعت پیدا ہوئی۔ اور آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے اسلام کی بتائی ہوئی جس راہ پر مسلمانوں نے چلنا شروع کیا تھا۔ اس راہ پر چل کر مسلمانوں نے صرف دینی ہی نہیں بلکہ دنیاوی میدان میں بھی عظیم الشان کارنامے انجام دیے ہیں۔"

اسلام کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ صرف دینی یا دنیاوی ترقی کا حامی نہیں ہے بلکہ دین اور دنیا دونوں کو لازم و ملزوم قرار دیتا ہے۔ اسلام کے نزدیک دنیا عاقبت کی کھیتی ہے۔ یعنی ان ہی لوگوں کی عاقبت درست ہو سکتی ہے جو اس دنیا میں پاکیزہ اور متوازن زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسلام نے جہاں بنی نوع انسان کو عبادت اور ریاضت کی تعلیم دی ہے وہاں اسے یہ بھی ہدایت کی ہے کہ وہ دوسروں کو نقصان پہنچائے بغیر پوری طرح دنیاوی جد و جہد میں حصہ لے اپنے اہل و عیال کی پرورش اور عزیز و اقارب کی امداد و اعانت کو بھی ضروری سمجھے نیز اپنے مال میں غریبوں اور محتاجوں کو بھی حصہ دار قرار دے۔ گویا اسلام میں دین اور دنیا دو جداگانہ چیزیں نہیں ہیں بلکہ اسلام کے نزدیک دنیاوی جد و جہد کے بغیر دینی سعادت حاصل کرنا ناممکن ہے۔ یعنی اسلام نے ایک انسان کے لئے اپنی دنیا کو سنوارنے کو بھی بہت بڑی دینی سعادت قرار دیا ہے

اسلام درحقیقت ایک ایسا مذہب ہے جو عین فطرتِ انسانی کے مطابق ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ اسلامی تعلیمات صرف مسلمانوں ہی کے لئے مفید نہیں ہے بلکہ اسلام کے اصلاحی اور انقلابی پروگرام سے غیر مسلم بھی پورا پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام نے صرف مسلمانوں ہی پر نہیں بلکہ پورے انسانی معاشرہ پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے۔ چنانچہ آج دنیا میں انسانی مساوات، اقتصادی برابری اور مذہبی وسیع نظری کی جو تحریکیں جاری ہیں وہ سب کی سب اسلامی تعلیمات ہی سے متاثر ہیں۔ اور اسلام کی ان ہی خصوصیات میں اس کی مقبولیت کا راز پوشیدہ ہے۔

مختصر یہ کہ اسلام دنیا کا پہلا اور واحد مذہب ہے جو دینی فرائض کی ادائیگی کے ساتھ دنیاوی جد و جہد کو بھی لازمی قرار دیتا ہے اور اسلام کی اسی تعلیم کا یہ نتیجہ تھا کہ مسلمان مختصر سے عرصہ میں دنیا کے بیشتر علاقے کے حکمراں بن گئے تھے۔



تاریخ اسلام کا ایک ورق

مجاہد اسلام "محمد بن ابی عامر"

وہ مرد مجاہد جسکی تلوار نے یورپ میں تہلکہ برپا کردیا تھا

(از شوکت علی فہمی)

"محمد بن ابی عامر" اسپین کا وہ مرد مجاہد ہے جس نے کہ اپنے مجاہدانہ کارناموں سے پورے یورپ میں تہلکہ برپا کردیا تھا۔ محمد بن عامر نے نازک ترین حالات میں اسپین کی سرزمین پہ کیسے عظیم الشان کارنامے انجام دیے ہیں اس کا اندازہ اس مقالہ سے ہوسکتا ہے۔

پورا اسلامی اسپین دشمنوں کے نرغہ میں آچکا تھا۔ کیونکہ شمالی اسپین کی تین عیسائی ریاستوں نے متحد ہوکر اسپین پر حملہ کردیا تھا۔ یعنی لیون، نوار، اور قشتالہ کا مشترکہ دشمنِ اسلام لشکر جسے فرانس جرمنی اور دوسرے یوروپین ممالک کی پوری امداد حاصل تھی۔ تیزی کے ساتھ اسلام کو مٹانے کے لئے اسپین کی جانب بڑھ رہا تھا یہ ۳۶۸ھ ہجری کی بات ہے۔

ادھر مجاہد اسلام "محمد بن ابی عامر" فوجی لباس پہنے ہوئے جب حرم سرا میں داخل ہوا تو اُس کی محبوب بیوی سلمٰی کی آنکھوں میں آنسو جھلک آئے۔ اور اس نے غمزدہ لہجہ میں کہا دو سال سے آپ نے ہمیں بھلا دیا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ اسلام اور وطن کی حفاظت کی ذمہ داریاں آپ کے سر ہیں لیکن یہ نہ بھولیے کہ کچھ ہماری بھی ذمہ داریاں اور حقوق ہیں"

"سلمٰی تم سچ کہتی ہو۔ لیکن جب وطن اور اسلام نرغہ میں مبتلا ہوجائے اور وطن کے فرزند ہی اسلام اور وطن کے ساتھ غداری کرنے لگیں اور دشمنوں سے ساز باز کریں۔ تو ہماری تمہاری اور سب کی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنا سب کچھ اسلام پہ قربان کردیں میں تمہیں خدا کے سپرد کررہا ہوں"

اور پھر خدا حافظ کہتے ہوئے اسپین کا مرد مجاہد ابن عامر میدان کارزار کی جانب روانہ ہوگیا۔ ابن عامر ان دنوں اسپین کا مختار مطلق بنا ہوا تھا۔ خلیفہ ہشام ثانی تو صرف نام کا خلیفہ تھا۔ پوری حکومت ابن عامر کے ہاتھ میں تھی۔ وہی وزیر اعظم تھا۔ اور وہی سپہ سالار بھی تھا۔ اُس نے تمام غدار عمالِ حکومت کو یا تو تہ تیغ کردیا تھا۔ یا عیسائی ریاستوں میں پناہ لینے پر مجبور کردیا تھا۔ جو عیسائی حکمرانوں سے ساز باز کئے ہوئے تھے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ اگر غدار عمالِ حکومت کی سازش کامیاب ہوگئی ہوتی تو شائد اسپین کی سرزمین پر کوئی ایک بھی خدائے واحد کا نام لینے والا زندہ نہ دکھائی دیتا۔ اور اسپین کی اسلامی سلطنت شائد چوتھی صدی ہجری ہی میں ختم ہوگئی ہوتی مختصر یہ کہ انہی فتنہ پردازوں کی سازشوں سے شمالی اسپین کی عیسائی ریاستوں کو پھر ایک بار اسلامی اسپین پر حملہ کرنے کا موقعہ ہاتھ آگیا تھا۔

جب زمیورا کے میدان میں معرکہ گرم ہوا تو عیسائیوں کی فوج لاتعداد تھی۔ اور جن قلعوں سے مسلمانوں کو ٹکرانا تھا وہ سب ہی نہایت مضبوط اور فولادی قلعے تھے۔ لیکن اللہ کی طاقت کے سامنے نہ کوئی قلعہ باقی رہ سکتا ہے اور نہ فوج ہی ٹھہر سکتی ہے۔ ابن عامر کی فوج اگرچہ مختصر تھی مگر وہ اسپین کی سرزمین پر اللہ کے نام کے تحفظ کے لئے میدان میں آگئی تھی۔ اس لئے اس کے سامنے بڑی سے بڑی مادی طاقت کی بھی کوئی حقیقت نہیں تھی۔ دشمن سمجھ

مسلمانوں کی جرأت اور پیش قدمی پر ششدر رہے تھے وہ یہ بات سمجھ ہی نہیں سکتے تھے کہ یہ مختصر سی فوج اتنے بڑے لشکرِ جرار سے کس طرح لڑ سکتی ہے۔ لیکن ایک ہی دن کی جنگ نے دشمنانِ اسلام کی آنکھیں کھول دیں۔ نہ فولادی قلعے مجاہدینِ اسلام کے سیلاب کو روک سکے اور نہ یورپ کا لشکرِ عظیم ہی ان سرفروشوں کے مقابلہ پر ٹھہر سکا چنانچہ دو دن کے بعد دنیا نے دیکھا کہ مسلمانوں کی فتح کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ تمام بڑے بڑے قلعے سرنگوں ہو گئے تھے۔ اور میدان کارزار عیسائیوں کی لاشوں سے پٹا پڑا تھا۔ اور اس فتح کے بعد جب ابن عامر قرطبہ میں داخل ہوا تو بادشاہوں کی طرح اس کا استقبال کیا گیا۔

لیکن یہ معرکہ ابن عامر کا آخری معرکہ نہیں تھا بلکہ اسے آئے دن اسی قسم کے معرکوں سے واسطہ پڑتا رہتا تھا۔ ایک ۔۔ کہ سے فارغ ہوتا تھا کہ عیسائی کوئی دوسرا معرکہ کھڑا کر دیتے تھے۔ کیونکہ ان کا منشا یہی تھا کہ اسپین میں برابر اضطراب اور بے چینی پیدا کرتے رہیں تاکہ مسلسل معرکوں سے مسلمانوں کو تھکا دیں۔ لیکن ابن عامر تھکنے والا انسان نہیں تھا۔ اسے شاید خدا نے پیدا ہی اسی لئے کیا تھا کہ وہ اسپین کے دشمنِ اسلام عناصر کو کچلتا رہے چنانچہ جب بھی اسے یہ اطلاع ملی کہ فلاں علاقہ میں مسیحی فوجوں نے ہلہ بول دیا ہے تو یہ دیوانہ وار پیش قدمی کرتے ہوئے وہاں پہنچ جاتا اور اسے جان کی بازی لگانے میں ایک خاص لطف بھی آتا تھا اور کچھ ایسا اتفاق ہے کہ وہ ہمیشہ ہی دشمنوں پر فتحیاب ہونے کے بعد قرطبہ واپس آتا تھا۔

ابن عامر کی اس غیر معمولی ہمت اور ثابت قدمی نے پورے یورپ میں گھبراہٹ پیدا کر دی تھی۔ اب یورپ کے ہر گھر میں اس مرد مجاہد کے چرچے ہونے لگے تھے۔ اور یورپین حکمرانوں کے سب ہی حلقوں میں ابن عامر کی جنگی صلاحیت کو تشویش کی نظر سے دیکھا جانے لگا تھا اور یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ اگر اسپین کی اسلامی حکومت ابن عامر کی سرکردگی میں اسی طرح ابھرتی رہی اور اسے پے در پے فتوحات حاصل ہوتی رہیں تو یہ ملک آگے چل کر یورپ کے لئے ایک زبردست خطرہ بن جائے گا۔

اسی خطرہ کے پیش نظر قتلونیہ کے عیسائی سلطان نے فرانس جرمنی اور دوسرے یورپین ممالک کو لکھا کہ اگر ابن ابو عامر کی طاقت کو جلد ہی نہ توڑا گیا تو یہ شخص پوری مسیحی دنیا کے لئے ایک مستقل خطرہ بن جائے گا۔ قتلونیہ کا سلطان اسپین کی اسلامی سلطنت کا باجگذار تھا۔ یہ باقاعدہ مسلمانوں کو خراج دیتا تھا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی وہ پورے اسپین کا حکمران بننے کا خواب بھی دیکھ رہا تھا اس لئے اس نے اکثر و بیشتر یورپین ممالک کو اپنی پشت پناہی کے لئے آمادہ کر لیا تھا اور مسلمانوں کے مقابلہ پر بغاوت کے لئے آمادہ ہو گیا تھا۔

قتلونہ کے سلطان کی حیثیت ہی کیا تھی کہ وہ اسپین کی اسلامی سلطنت کے مقابلہ پر کھڑا ہو سکتا۔ لیکن اصل بات تو یہ تھی کہ پورا یورپ اس کی پشت پر تھا۔ ادھر ابن عامر بھی اس نئے فتنہ کو دبانے کے لئے شمالی اسپین کی جانب روانہ ہو گیا۔ لیکن اسلامی اسپین کی سرحدوں کے قریب اس نے دیکھا کہ اس کے مقابلہ کے لئے بے اندازہ فوج جمع ہے اتنی بڑی فوج جو کسی بڑی سے بڑی سلطنت سے لڑ سکتی ہے۔

ابن عامر نے حالت کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے فوراً ہی قرطبہ سے مزید فوج طلب کر لی اور قتلونہ کا معرکہ گرم ہو گیا

قتلونہ کے لشکر میں صرف شمالی اسپین ہی کے عیسائی نہیں تھے بلکہ فرانس اور جرمنی کے بھی ہزاروں رضاکار جان کی بازی لگانے کے لئے میدان کارزار میں موجود تھے جن کو پادری وعظ و پند کے ذریعہ برابر اسلام کے خلاف ابھار رہے تھے مختصر یہ کہ میدان کارزار میں تلواروں کے ساتھ صلیبیں بھی بلند ہو گئیں اور شرک و اسلام کے اس تاریخی معرکہ میں غیر معمولی گرمی پیدا ہو گئی۔

مگر قتلونہ کے حکمران کاونٹ بوریل کو جلد ہی معلوم ہو گیا کہ ابن عامر کے اسلامی جوش میں سرشار سپاہی نہ صلیب سے مرعوب ہونے والے ہیں اور نہ فوجوں کی کثرت سے چنانچہ چند گھنٹوں کی جنگ کے بعد وہی پادری جو صلیبیں بلند کئے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے بدحواس ہو کر میدان کارزار سے بھاگ رہے تھے۔ ادھر عیسائی رضاکاروں نے جب دیکھا کہ ان کے مذہبی رہنما جو جنت کی بشارت دے رہے تھے خود ہی بھاگ رہے ہیں تو ان کے قدم بھی اکھڑ گئے۔ اور اس طرح مسیحی فوج میں ایک بھاگڑ سی مچ گئی۔

ادھر مجاہدِ اسلام ابن عامر نے جب یہ رنگ دیکھا تو وہ دیوانہ وار مسیحی لشکر میں گھس گیا اور بھاگتے ہوئے سپاہیوں کا (باقی ص ۴۹ پر)



تاریخ ہند

سیکولر حکومت کا بے مثال نمونہ

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت سدا سیکولر تھی

(از شری شام سندرلال)

شری شیام سندر لال جنوبی ہند کے ایک ممتاز ہریجن لیڈر رہیں۔ اُن کا ذیل کا مقالہ اُن فرقہ پرستوں کی آنکھیں کھول دینے کے لیے بالکل کافی ہے جنھیں شاہان ہند کے دورِ حکومت میں اپنی تنگ نظری کی بنا پر کوئی خوبی ہی نظر نہیں آتی

اگر دیانت داری کے ساتھ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ سیکولرزم جو زمانہ حال کی ایک نئی اصطلاح ہے۔ اُس کے بانی مبانی مسلمان ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں ہی نے سب سے پہلے اُس سیکولر طرزِ حکومت سے دنیا کو آشنا کیا ہے۔ جو مذہبی تفریق اور جانب داری سے بالکل پاک ہے۔ اِس سیکولر دورِ حکومت کے بانی وہ خلفائے راشدین ہیں جنھوں نے پیغمبرِ اسلام کی وفات کے بعد حکومت سنبھالی تھی۔

سیکولر نظام حکومت کا مطلب یہ ہے کہ حکومت بحیثیت حکومت کے کسی خاص مذہب کے افراد کے ساتھ امتیازی سلوک نہ کرے اور مذہب کے اختلاف کی بنیاد پر کسی فرقہ کے افراد پر کسب معاش اور ترقی کے راستے بند نہ کئے جائیں اور ہر شہری کو اس کے مذہب پر عمل کرنے کی کامل آزادی حاصل ہو۔ اور سیکولرزم کی اس تعریف کی روشنی میں جب ہم طلوعِ اسلام کے بعد مسلمانوں کی حکومتوں کا جائزہ لیتے ہیں۔ تو ہمیں یہ حکومتیں سیکولرزم کی اعلیٰ قدروں سے بھرپور نظر آتی ہے۔

یہاں ہم نہ تو خلافت راشدہ کے طرز حکومت کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں اور نہ مسلمانوں کی اُس پہلی ہندوستانی مسلم حکومت کے طرزِ عمل کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں جو محمد بن قاسم نے سندھ میں قائم کی تھی۔ کیونکہ سندھ کی اِس سب سے پہلی مسلم حکومت کے بارے میں تمام ہندو اور عیسائی مورخ اِس بات پر متفق الرائے ہیں کہ وہ اِس ملک میں مذہبی رواداری اور عوامی فلاح و بہبود کے زاویہ نظر سے بے مثال حکومت تھی۔ لیکن ہندوستان میں اس پہلی مسلم حکومت کو نظر انداز کر دینے کے بعد بھی اس ملک میں مسلم حکومتوں کا کردار ہمیشہ سیکولر ہی رہا ہے۔ اور اُس دور کے ہندوستان کی پوری تاریخ مسلمانوں کے حکومت کے سیکولر کردار پر گواہی دے رہی ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا دور تقریباً ایک ہزار سال تک قائم رہا ہے۔ اس مدت میں بہت سے مسلم خاندان اور ان خاندانوں کے بہت سے افراد اس ملک پر حکومت کرتے رہے ہیں۔ لیکن اس ملک میں مسلمانوں کی ایک زبردست سلطنت کی بنیاد ظہیر الدین بابر نے قائم کی تھی جو مغلیہ حکومت کے نام سے مشہور ہے۔ اور اگر ہم صرف اس مغلیہ حکومت کا جائزہ لیں تو مسلمانوں کی حکومتوں کے سیکولر کردار کے نقش و نگار ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ہمارے سامنے شہنشاہ بابر کا وہ ہدایت نامہ ہے جو اس نے اپنے فرزند نصیر الدین ہمایوں کے لئے لکھا تھا۔ جس میں بیٹے کو نصیحت کی گئی ہے کہ "ہمیشہ اپنے دل و دماغ کو مذہبی تعصب سے پاک صاف رکھنا۔ ہر فرقہ کے مذہبی

جذبات کا پورا پورا احترام کرنا اور بلا امتیاز مذہب و ملت سب کے ساتھ انصاف کرنا۔ اور اسی نیابت نامہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ کسی فرقے کے عبادت گاہوں کو مذہبی اختلاف کی بنا پر توڑنے سے باز رہنا چاہئے۔ اور شہنشاہ بابر کی یہ ہدایات ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے سیکولر ذہن کی عکاسی کرتی ہیں اور تاریخ بتاتی ہے کہ مغل حکمراں اپنے جد اعلیٰ کی اس وصیت اور ہدایت پر بڑی سختی سے عمل کرتے رہے ہیں۔

تاریخ شہنشاہ ہمایوں کی زندگی کے اس واقعہ کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی جبکہ شہنشاہ ہمایوں نے گجرات کے سلطان سلطان بہادر شاہ پر صرف اس لئے لشکر کشی کی تھی کیونکہ بہادر شاہ کی نظر بد اس چتوڑ پر تھی جس کی رانی کرناوتی شہنشاہ ہند کی راکھی بند بہن بن گئی تھی۔ اور رانی نے سلطان کے حملہ کے وقت اپنی مدد کے لئے ہمایوں کو بلایا تھا۔

پھر شہنشاہ جلال الدین اکبر کی مذہبی رواداری تو تاریخ میں بے مثال ہے۔ جس کے سب ہی مورخ معترف ہیں۔ یہ درست ہے کہ شہنشاہ اکبر نے اس ملک میں حکومت کا جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ نیا نہیں تھا۔ لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے اس طریقہ میں چار چاند ضرور لگائے تھے۔ اس کے دربار میں ہندو مسلم کا کوئی امتیاز نہیں تھا وہ مسلم علما کی طرح ہندو پنڈتوں کی بھی عزت کرتا تھا۔ اس کے عہد میں ہندوؤں کے لئے فوجی مالی اور انتظامی محکموں میں ملازمتوں کے دروازے صرف کھلے ہی نہیں تھے۔ بلکہ فراخ بھی ہو گئے تھے۔ جس سیکولرزم کا اس بادشاہ نے مظاہرہ کیا ہے وہ ہندوستان کی پوری تاریخ میں ناپید ہے۔

جہانگیر بھی اپنی حکومت کو سیکولر رکھنے میں اپنے اجداد سے پیچھے نہیں تھا۔ اس کا دور حکومت بھی مذہبی رواداری، انصاف پسندی، اور غیر مسلموں کے مذہبی سماجی اور شہری حقوق کے تحفظ کا ضامن رہا ہے۔ حتیٰ کہ اس نے اپنے ایک ممتاز درباری سید کبیر کو اس لئے موت کی سزا دی تھی کیونکہ اس کا ایک ہندو راجپوت کے قتل میں ہاتھ تھا۔

مغل فرمانرواؤں میں شہنشاہ محی الدین اورنگزیب کو متعصب اور عدم رواداری قرار دے کر بدنام کیا جاتا ہے لیکن اس کی حکومت بھی سیکولرزم ہی کی بنیاد پر قائم تھی چنانچہ اس کے متعدد مکتوبات اور فرامین سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی حکومت کے سیکولر کردار کو قائم رکھنے کے معاملہ میں اپنے پیشرو مغل بادشاہوں سے کسی طرح بھی پیچھے نہیں تھا۔

ہندوستان کے تقریباً ہر حصہ میں آج بھی ایسے بہت سے ہندو مندر اور ہندو خاندان موجود ہیں جنکو شہنشاہ اورنگزیب نے بڑی بڑی جاگیریں عطا کی تھیں۔ چنانچہ اس کے جاری کردہ فرامین آج بھی محفوظ ہیں اور ان میں سے بعض کے متعلق ہندوستان کے سابق صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد نے اپنی کتاب "انڈیا ڈیوائڈیڈ" میں ان کے حوالے بھی دیے ہیں۔ اس کے علاوہ شہنشاہ اورنگزیب کے فوجی مالی اور انتظامی محکموں میں ہندو حکام کی تعداد پیشرو حکمرانوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ دکھائی دیتی ہے۔ جس سے اورنگزیب کی سیکولر پالیسی بالکل عیاں ہے۔

یوں تو اسلامی تعلیمات کی بنا پر دوسرے حکمرانوں کا دور حکومت بھی سیکولر ہی رہا ہے۔ لیکن ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت سیکولرزم کا ایک نمونہ تھا۔ اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہندوستان میں مسلم حکمرانوں کا کردار اگر خالص قومی اور سیکولر نہ ہوتا تو یہ ممکن ہی نہ تھا کہ مٹھی بھر مسلمان اس ملک کی غیر مسلم اکثریت پر اس طرح زمانہ دراز تک حکومت کر سکے۔

شاہان ہند کی اس سیکولر پالیسی پر روشنی ڈالتے ہوئے ہندوستان کے نامور مورخ لالہ ایشوری پرشاد تحریر فرماتے ہیں: "اگر مسلمان تنگ نظری اور فرقہ پرستی سے کام لیتے تو وہ اتنی طویل مدت تک ہندوستان پر ہرگز حکومت نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ یہ ناممکن تھا کہ مسلم اقلیت ہندو اکثریت پر ظلم و زیادتی کرتی اور اس ملک کی ہندو اکثریت اسے صدیوں تک برداشت کرتی رہتی بلکہ شاید چند سال کے اندر ہی ان کی حکومت کا تختہ الٹ دیتی۔" تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اس ملک کے مسلم بادشاہوں نے ہمیشہ ہی اس ملک کے غیر مسلم باشندوں کی زیادہ سے زیادہ ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اور خصوصیت کے ساتھ مغل حکمرانوں نے تو غیر مسلموں سے ساتھ رواداری کی ایک غیر فانی مثال قائم کی ہے۔ یہاں تک کہ ان پٹھانوں نے کفر کے فتوے تک لگا دیے تھے۔



اسلام کناڈا کے مفکر کی نظر میں

اسلام کے بارے میں ڈاکٹر ایڈمنڈ مارلے کے احساسات

(ڈاکٹر ایڈمنڈ مارلے کے انگریزی مقالہ سے ماخوذ)

ڈاکٹر ایڈمنڈ مارلے کناڈا کے ایک مفکر ہیں جو زمانہ دراز سے دنیا کے مختلف مذاہب کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ اسی مطالعہ کے نتیجہ میں انہوں نے اسلام پر ایک طویل مقالہ لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ ہم ناظرین دین دنیا کی دلچسپی کیلئے ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

میں مذہباً عیسائی ہوں۔ لیکن اسکے باوجود مجھے دنیا کے تقریباً تمام مذاہب سے گہری دلچسپی ہے میں مذاہب کا مطالعہ اس لئے نہیں کرتا کہ اس کے روحانی پہلوؤں پر غور کروں بلکہ میں دیکھنا یہ چاہتا ہوں کہ دنیا کے کس مذہب نے ہماری مادی اور دنیاوی زندگی میں مناسب رہنمائی کی ہے۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ موجودہ مادی دور میں وہی مذہب عوام کے لئے قابل قبول ہو سکتا ہے جو عوام کی مادی زندگی میں صحیح رہنمائی کر سکتا ہے میری رائے ہے کہ اس کسوٹی پر جو مذہب سب سے زیادہ صحیح اور عوام کیلئے قابل قبول ہو سکتا ہے وہ اسلام ہی ہے۔ کیونکہ اسلام نے انسان کی روحانی قدروں کو ابھارنے کے مقابلہ میں مادی پہلوؤں پر کہیں زیادہ زور دیا ہے اور اسی لئے عیسائی ہونے کے باوجود میں اسلام کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔

یہ درست ہے کہ یہ مذہب کا دور نہیں ہے لیکن مذہب سے عام بے پرواہی کے موجودہ دور میں کبھی بنی نوع انسان پر مذہب کا بہت ہی گہرا اثر ہے۔ اسی لئے مغربی ملکوں میں مختلف زاویوں سے مذہبوں کی تحقیقات کے کام نے ایک مستقل حیثیت اختیار کر لی ہے اور تحقیقات کرنے والے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اگرچہ بدھ مت، عیسائیت اور اسلام تبلیغی اور عالمگیر مذاہب ہیں۔ لیکن پہلے دو مذاہب اپنے اندر بعض عالمگیر خصوصیات رکھنے کے باوجود مذہب کے اس وسیع مفہوم کے حامل نہیں ہیں جو موجودہ دور کا انسان ایک مذہب میں دیکھنا چاہتا ہے۔ اسی لئے آج انسان مذہب سے بے پرواہ ہوتا جا رہا ہے

مذہب کی تحقیقات کرنے والے علماء اور مفکرین جہاں مذکورہ بالا نتیجہ پر پہنچے ہیں وہاں وہ اس بات پر بھی متفق الرائے ہوتے جا رہے ہیں کہ اسلام مذہب کے اس مفہوم کو جو آج کے انسان کے پیش نظر ہے صرف پورا ہی نہیں کرتا بلکہ اس مذہب نے انسان کو اس مفہوم سے متعارف اور آشنا بھی کرایا ہے، اس لئے اگر موجودہ دور کا انسان اپنی بے پایاں اور گوناگوں مشکلات سے نجات پانا چاہتا ہے اور دینے مستقبل کو تابناک اور پائدار اور پر امن زندگی سے محفوظ بنانا چاہتا ہے تو اسے اس مذہب کی تعلیمات پر ضرور غور کرنا چاہئے۔

انسان کسی مذہب کے اندر موجودہ زمانہ میں جن خصوصیات کو دیکھنا چاہتا ہے اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ انسان کو صرف اس کی روحانی قوتوں کو بلند کرنے ہی کی دعوت نہ دیتا ہو بلکہ اُسے مادی ترقی کی راہیں بھی دکھانا چاہتا ہو۔ انسانی معاشرہ میں ایسی فضا بھی پیدا کرتا ہو جس میں سماج کے تمام عناصر اپنی اپنی خصوصیات کو برقرار رکھتے ہوئے بھی ایک دوسرے کے ساتھ مکمل تعاون کر سکیں۔ اور محققین کا فیصلہ ہے کہ اسلام انہی خصوصیات کا حامل مذہب ہے۔

اسلام میں یہ خصوصیات اس [illegible] جاتی ہیں کیونکہ اس نے مذہب کے اس قدیم تصور کو بالکل بدل دیا ہے کہ جس کے ماتحت انسان

صرف اُسے روحانی ارتقا اور خالقِ کائنات کی رضامندی کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ اس کے برعکس اِس مذہب میں انسانی زندگی کا پورا نظام شامل ہے اور اِس نے انسان کو اِس بات کا یقین دلایا ہے کہ جو شخص بھی اس نظامِ زندگی پر عمل کریگا وہ اُس سے پہنچنے والے تمام فوائد بھی حاصل کرسکیگا، ایک انسان اسلام کو ایک مذہب کی حیثیت سے تسلیم کئے بغیر بھی اُس کے بتائے ہوئے نظامِ زندگی کو اختیار کرکے فائدہ حاصل کرسکتا ہے۔ لیکن اسلام پر ایمان لانے کی صورت میں وہ مادی اور روحانی دونوں قسم کے فوائد حاصل کرنے کا مستحق بن سکتا ہے۔

ظہورِ اسلام سے قبل ایک جانب تو پوری بنی نوعِ انسان کے درمیان ربط و تعلق کے وسائل محدود تھے اور دوسری طرف انسانی آبادی کی کمی کے باعث اُس کی ضرورتیں بھی کم تھیں اس لئے اسلام سے پہلے کے مذاہب نے اپنی تعلیمات کو جس حد تک محدود رکھا تھا اُس دور کے انسان کو اسے قبول کرنے میں کوئی تامل محسوس نہیں ہوسکتا تھا۔ لیکن آج کی وسیع دنیا اور کثیر آبادی کیلئے صرف اسلام ہی ایک مکمل مذہب ثابت ہوسکتا ہے۔ اور یہ مذہب چودہ سو سال سے اپنی اس خصوصیت کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔

موجودہ دور کے انسان کی زندگی میں اسلام جو کردار ادا کر رہا ہے اس پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان نے غیر شعوری طور پر اُسے اپنا مذہب مان لیا ہے۔ اور اگرچہ انسانوں کی اکثریت نے زبان سے اس کی حقانیت کا اقرار نہیں کیا مگر پھر بھی اکثریت اسلام ہی کے راستہ پر چل رہی ہے۔

مثال کے طور پر آج دنیا کی تمام قومیں نسل اور رنگ کے امتیازات کو ختم کر دینے پر متفق الرائے ہوتی جارہی ہیں لیکن اسلام نے اپنی دعوت کے آغاز ہی میں نسل اور رنگ کے امتیاز کی مخالفت کی تھی۔ موجودہ دور کا انسان سوشلزم کے نام پر اقتصادی اور معاشی برابری کے قیام کا خواہشمند ہے۔ لیکن اسلام نے اس شعبہ میں اُس وقت برابری پیدا کرنے کا دعویٰ کیا تھا جب لوگ کسی قسم کی مساوات کے مفہوم سے بھی آشنا نہ تھے۔ اور آج کا انسان اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ قانون کی نظر میں تمام انسانوں کو مساوی درجہ دیا جائے لیکن اسلام نے چودہ سو سال پہلے ہی ایسا نظامِ عدل قائم کیا تھا۔

آج کا انسان اپنے اس دعوے کے باوجود کہ وہ مذہب کی بنیاد پر ایک دوسرے کے ساتھ کوئی امتیازی رویہ اختیار کرنے کا مخالف ہے۔ عمل سے اپنے اس دعوے کی تصدیق نہیں کرسکا۔ لیکن اسلام نے دین کے معاملے میں جبر و تشدد کی مخالفت کو بنیادی اور قانونی اہمیت دی ہے۔ اور مذہب کے اختلاف کی بنیاد پر دوسروں سے نفرت کرنے اور انہیں ظلم و تشدد کا نشانہ بنانے کو ایک بہت ہی بڑا گناہ قرار دیا ہے۔

موجودہ دور کے انسان کے یہ چند بڑے بڑے مسائل ہیں جن میں مذہب کی حیثیت سے صرف اسلام نے اس کی صحیح رہنمائی کی ہے لیکن اُس کا دائرہ صرف بڑے بڑے مسائل ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ اُن مسائل پر بھی حاوی ہے جنہیں بظاہر چھوٹا سمجھا جاتا ہے اور جو انسان کے اُس اعلیٰ کردار کی تعمیر میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں جس پر پوری انسانی زندگی کی بنیاد قائم ہے۔

مثال کے طور پر اسلام کے نظامِ حیات میں ایمانداری، وعدوں کی پابندی اور حقوق کی ادائیگی پر جو زور دیا گیا ہے اُس نے اُسے ایک مثالی نظام بنا دیا ہے۔ اسلام ایسے معاملات کی اجازت نہیں دیتا جس میں دانستہ طور پر کسی کو نقصان پہنچا کر خود نفع اٹھانا مقصود ہو، یعنی اسلام ناجائز نفع اندوزی کا بھی شدید مخالف ہے اور اس نے اس بات کی تعلیم دی ہے کہ انسان پر دوسروں کے جو حقوق ہیں وہ انہیں ادا کرے۔ مسلمانوں پر ان ہدایات اور تعلیمات کی پابندی اس لئے ضروری ہے کہ وہ اسے مذہب کی حیثیت سے مانتے ہیں۔ لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ ان تعلیمات پر عمل کئے بغیر معاشرے کے توازن اور اعتدال کو برقرار نہیں رکھا جاسکتا اور جو لوگ اسلام کو مذہب کی حیثیت سے نہیں مانتے وہ بھی معاملات اور تعلقات کی صحتمند قدروں کو برقرار رکھنے کیلئے اِن تعلیمات پر عمل کرسکتے ہیں۔ درحقیقت اسلام ایک فطری مذہب اور مکمل نظامِ زندگی ہے اور اسلام کی یہ ایسی امتیازی خصوصیات ہیں جن سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کرسکتا۔

یہ ہیں اسلام کی وہ خصوصیات جنہوں نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ اسلام کے دینی عقائد کیا ہیں اِس سے مجھے کچھ غرض نہیں لیکن جب میں بنیادی اور مادی فوائد کے اعتبار سے اسلام پر نظر ڈالتا ہوں تو یہ محسوس کرتا ہوں کہ وہ پوری دنیا کی رہنمائی کر رہا ہے۔ اور مسلم و غیر مسلم سب کے لئے یکساں مفید ہے۔

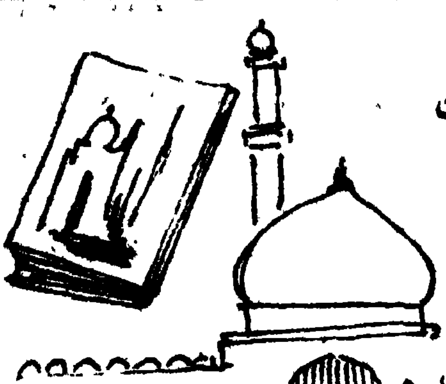
مجاہدِ اسلام محمد بن ابی عامر

(باقی مضمون کا ... سے)

قتل عام ایسی چابکدستی سے شروع کیا کہ چند گھنٹوں میں ایک بھی مسیحی سپاہی میدان کارزار میں باقی نہ رہا اور قتلونہ کا سلطان بے شمار عیسائیوں کو کٹوانے کے بعد میدان کارزار سے فرار ہونے کے بعد قتلونہ کے قلعہ میں محصور ہو گیا۔ لیکن جب قلعہ پر بھی ابن عامر نے قبضہ کر لیا تو اس معرکہ میں قتلونہ کا سلطان ہلاک ہو گیا اور یہ معرکہ مسلمانوں کی فتح عظیم کی صورت میں ختم ہو گیا۔

ابن عامر اس بات کو سمجھ چکا تھا کہ جب تک کہ شمالی اسپین کی عیسائی ریاستوں کو ختم نہیں کیا جائے گا اسلامی اسپین دشمنوں کی دستبرد سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اسلئے شمالی اسپین کے خلاف اسکی مجاہدانہ سرگرمیاں برابر جاری رہیں۔ اس نے ... بیشتر شمالی اسپین کی مسیحی ریاستوں کو فتح کرکے اسپین کی اسلامی حکومت میں شامل کر لیا تھا۔ ابن عامر مسلسل ۲۷ سال تک دشمنان اسلام سے جنگ کرتا رہا۔ اس نے اپنی زندگی میں ۵۶ جہاد کئے تھے اور ایک بار پھر حضرت خالد بن ولید اور ابو عبیدہ جراح کے مجاہدانہ کارناموں کی یاد تازہ کر دی تھی۔ یہ اسلام کے لئے زندہ رہا اور اسلام ہی کے لئے جنگ کرتا ہوا ۳۹۲ھ ہجری میں وفات پا گیا۔ اسلامی تاریخ اس مجاہد کے کارناموں کو قیامت تک فراموش نہیں کر سکتی۔ اس نے نہ صرف اسپین میں نئے سرے سے اسلامی حکومت کو مستحکم کیا تھا بلکہ یورپ میں مسلم فتوحات کے لئے نئی راہیں کھول دی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین
اور سینکڑوں شاہانِ اسلام کی فتوحات اور زندگیوں کے ولولہ انگیز حالات



مکمل تاریخ اسلام

عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ

(از شوکت علی فہمی)

یہ تاریخ نہیں ہے بلکہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے ایک ہزار صفحات کی یہ عظیم الشان تاریخ عربی فارسی انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کے مستند تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ ہے اس عظیم الشان تاریخ کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کس طرح ساری دنیا پر چھا گیا رسول مقبول صلعم اور خلفائے راشدین اور شاہانِ اسلام نے مختصر سے عرصہ میں کافروں اور مشرکوں کی بڑی سے بڑی سلطنتوں کو فتح کر کے دنیا کے بیشتر حصہ پر کس طرح اسلامی حکومت قائم کر دی تھی یہ عظیم الشان تاریخ چودہ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کا ہر باب اپنی جگہ پر ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لیکر عہد حاضر تک کی تمام اسلامی حکومتوں کی یہ مکمل تاریخ چودہ ابواب میں یکجا طور پر پیش کر دی گئی ہے۔ چنانچہ اس میں حکومت اسلامیہ کے بانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات اور جنگی کارنامے موجود ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی حضرت عمر فاروق رضی حضرت عثمان غنی رضی حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت امام حسن رضی یعنی خلفائے راشدین کے دورِ خلافت کے مکمل حالات درج ہیں اور خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنو عباس کی پوری تاریخ موجود ہے۔ اس کے علاوہ عرب، ایران، عراق، شام، فلسطین، افریقہ، روم، ترکستان، اسپین اور دنیائے اسلام کی سینکڑوں حکومتوں کا تذکرہ موجود ہے یہاں تک کہ ہندوستان کے مسلم فرمانرواؤں کے بھی حالات درج ہیں۔

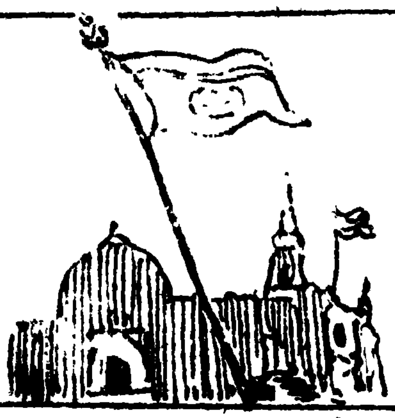
یہ تاریخ مندرجہ ذیل چودہ ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلا باب: حکومت اسلامیہ کے بانی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات
دوسرا باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی سرگرمیاں اور فتوحات
تیسرا باب: حضرت ابوبکر صدیق رض کا عہد حکومت اور فتوحات
چوتھا باب: حضرت عمر فاروق رض کا عہد حکومت اور فتوحات
پانچواں باب: حضرت عثمان غنی رض کا عہد حکومت اور فتوحات
چھٹا باب: حضرت علی کرم اللہ وجہ کا دورِ حکومت اور فتوحات
ساتواں باب: امیر معاویہ اور خلفائے بنی امیہ کا عہد حکومت اور فتوحات
آٹھواں باب: خلفائے بنو عباس کا طویل دورِ حکومت
نواں باب: اسپین اور یورپ کی اسلامی حکومتیں
دسواں باب: مراکش، ٹیونس، الجزائر اور افریقہ کی اسلامی حکومتیں
گیارہواں باب: مصر و شام کی اسلامی حکومتیں، غازی صلاح الدین ایوبی [illegible]
بارہواں باب: ایران افغانستان اور ماوراء النہر کی اسلامی حکومتیں
تیرھواں باب: شاہانِ سلجوق اور سلاطین ترکیہ کا دورِ حکومت
چودھواں باب: ہندوستان کی خود مختار اسلامی سلطنتوں کی تاریخ۔

[illegible] ایسی مکمل اور جامع تاریخ ہے جو اب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی تھی انداز تحریر ناولوں کی طرح عام فہم اور دلکش صفحات تقریباً ایک ہزار کاغذ سفید نہایت اعلیٰ رنگین ٹائٹل اگر ناپسند ہو تو قیمت واپس منگالیں۔ جدید ایڈیشن حال ہی میں طبع ہوا ہے۔

چودہ ابواب کی مکمل تاریخ مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف بیس روپے۔

دین دنیا پبلشنگ کمپنی ——— جامع مسجد دہلی ۶



جب قسطنطنیہ فتح ہوا
یورپ میں فاتحین اسلام کی پیش قدمی

(از شوکت علی فہمی)

تاریخ کا یہ عظیم الشان واقعہ ہے کہ جب مسلمانوں نے ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ کو فتح کیا تو انھوں نے ان عیسائیوں کے ساتھ انتہائی رواداری کا سلوک کیا جو مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ چنانچہ ہم ذیل میں قسطنطنیہ کے تاریخی معرکہ سے متعلق ایک نہایت ہی اہم مقالہ درج کرتے ہیں۔

قسطنطنیہ کی عیسائی سلطنت روز اول ہی سے مسلمانوں کی سب سے بڑی دشمن تھی۔ اسی لئے قسطنطنیہ کے سب ہی عیسائی حکمران برابر اس کوشش میں لگے رہے ہیں کہ وہ اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالیں اور قسطنطنیہ کے حکمرانوں کی اس مسلم دشمنی سے ہمیشہ ہی مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچتا رہا ہے۔ لیکن ۱۴۵۱ء میں جب قسطنطین دوازدہم نے سلطان محمد خاں ثانی کے خلاف سازشیں کر کے سلطنت عثمانیہ ترکیہ کے لئے شدید مشکلات پیدا کر دیں تو سلطان محمد خاں ثانی کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ خواہ کچھ بھی ہو لیکن قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے اس فتنہ کا سد باب کر دیا جائے۔ جو صدیوں سے ترکوں کے لئے درد سر بنا ہوا ہے۔ لہٰذا مناسب تیاریوں کے بعد سلطان محمد خاں ثانی نے ۱۴۵۳ء میں اللہ کا نام لے کر قسطنطنیہ پر حملہ کر دیا۔

قیصر روم والئ قسطنطنیہ ایک نہایت ہی عیار اور چالاک حکمران تھا۔ جوں ہی اس کو یہ معلوم ہوا کہ اب قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا حملہ ہونے والا ہے۔ تو اسنے اپنی امداد اور پشت پناہی کے لئے تقریباً یورپ کی تمام عیسائی سلطنتوں کو آمادہ کر لیا۔ اور عیسائی سلطنتوں کی لاتعداد فوجیں قسطنطنیہ کی حفاظت کے لئے قیصر کی مدد کے لئے پہنچ گئیں اب ایک طرف تو تن تنہا سلطان محمد خاں ثانی اور اس کا مختصر سا لشکر تھا۔ اور دوسری جانب پورا یورپ اس کے مقابلہ پر آیا تھا مگر اس کے باوجود بھی سلطانی فوجیں تقریباً دو ماہ تک قسطنطنیہ کا محاصرہ کئے رہیں۔ لیکن مخالف طاقتیں چونکہ بے حد مضبوط تھیں اس لئے کوئی نتیجہ نہیں نکلا اور محصورین نے قلعہ بند ہو کر ایسی سختی سے مقابلہ کیا کہ مسلمانوں کے حوصلے پست ہونے لگے

ترکوں نے اس بات کی انتہائی کوشش کی کہ وہ کسی طرح شہر میں داخل ہو جائیں۔ چنانچہ ہزاروں سرفروش ترکوں نے فصیل پر چڑھ کر اور جان پر کھیل کر شہر میں اترنا چاہا مگر سب کی جانیں ضائع ہو گئیں۔ آخر مسلمانوں نے قسطنطنیہ کی فتح کے لئے اپنی پوری بری اور بحری فوج لگا دی۔ اور پوری قوت سے حملہ کر دیا۔ اور اس حملے کے دوران قدرت خداوندی سے جب شہر کی فصیل کا ایک حصہ خود ہی گر گیا تو اسلامی فوجیں موقع سے فائدہ اٹھا کر سیلاب کی طرح شہر میں داخل ہو گئیں۔

اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ اس موقعہ پر عیسائیوں نے بھی بڑی جرات اور بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ لیکن چند ہی گھنٹوں کے بعد ان کے قدم اکھڑ گئے اور سلطان محمد خاں ثانی گھوڑے کو دوڑاتا ہوا سیدھا ایا صوفیہ کے گرجا کی طرف جا پہنچا اور گرجا میں داخل ہو کر سب سے پہلے اذان دی۔ اللہ اکبر کی یہ پہلی صدا تھی جو طلوع اسلام کے بعد قسطنطنیہ میں بلند ہوئی۔ اذان کے بعد سلطان نے مع فوج کے ایا صوفیہ کی گرجا کے سامنے وسیع میدان میں نماز ظہر ادا کی۔ اور اس کے بعد قسطنطنیہ کے قلعہ پر اسلامی جھنڈا لہرا دیا گیا۔

قسطنطنیہ کی فتح کے بعد وہاں کے عیسائی باشندے یہ سمجھ رہے تھے

کہ شاید اب اُن میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔ لیکن وہ سلطان کے نرم سلوک کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ سلطان نے فتح قسطنطنیہ کے بعد اعلان کیا۔

"مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور قسطنطنیہ کے سب باشندوں کو امان دی جاتی ہے۔ نہ کسی کی جان لی جائے گی نہ مال و جائیداد سے کسی کو محروم کیا جائے گا۔ اور وہ تمام عیسائی جو قسطنطنیہ سے بھاگ گئے ہیں اُنہیں واپس آنے کی دعوت اور پناہ دی جاتی ہے۔ سلطنت عثمانیہ اور مسلمان اُن کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کی ذمہ دار ہے۔ وہ اپنے گھروں میں آکر آباد ہو سکتے ہیں۔ اپنی زمینوں پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ اپنے پرانے پیشے اور کاروبار کو اختیار کر سکتے ہیں اُنہیں اور سب عیسائیوں کو کامل مذہبی آزادی دی جاتی ہے۔ ان کے گرجا محفوظ رہیں گے۔ مذہب کے معاملہ میں اُن پر کسی قسم کا جبر نہیں ہوگا۔ اور اُن کے شہری حقوق وہی ہونگے جو مسلمانوں کے ہوں گے۔"

مذہبی آزادی۔ اور تمام معافی کے اس اعلان کے بعد سلطان محمد خان ثانی نے یونانی کلیسا کے بشپ اعظم کو از سر نو اُس کے عہدہ پر سرفراز کیا۔ اور کلیسا کی سرپرستی خود قبول کی۔ ایا صوفیہ کے گرجا کے علاوہ عیسائیوں کے تمام گرجاؤں اور خانقاہوں کو جوں کا توں قائم رکھا۔ اور بشپ اعظم اور تمام پادریوں کے اختیارات بدستور برقرار رکھے۔ اس کے علاوہ گرجوں کے مصارف کے لیے بڑی بڑی جاگیریں عطا کیں۔ جنگی قیدیوں کا فدیہ سلطان نے خود ادا کر کے اُنہیں رہا کیا۔ اور سلطان کے اس حسن سلوک کا نتیجہ یہ نکلا کہ قسطنطنیہ کی عیسائی آبادی کی ایک بڑی تعداد نے خود ہی بخوشی اسلام قبول کر لیا۔

سلطان محمد خان ثانی کی رواداری اور وسیع نظری کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے نہ صرف کلیسا کے عہدہ داروں اور پادریوں کو تمام ٹیکسوں سے مستثنیٰ قرار دیا بلکہ ایک شاہی فرمان کے ذریعہ سلطان نے اُنہیں اس امر کی بھی اجازت دیدی کہ وہ اپنے مذہبی اور پرسنل لا کے مقدمات اپنی عیسائی عدالتوں ہی میں طے کر لیا کریں اور ان عدالتوں کا صدر کلیسا کے بڑے پادری جامعہ گناد یس کو مقرر کیا۔ سلطان نے عیسائیوں کے قانون نکاح و طلاق اور قانون وراثت کو بدستور قائم رکھا۔

پروفیسر آرنلڈ اپنی مشہور کتاب "دعوت اسلام" میں سلطان محمد خان ثانی کی اس رواداری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "سلطان محمد خان ثانی نے قسطنطنیہ کی فتح کے بعد جیسی وسیع نظری اور رواداری کا ثبوت دیا ہے وہ آپ ہی اپنی مثال ہے۔ ہمیں سلطان کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اس نے عیسائیوں پر کسی قسم کی بھی زیادتی کرنے کو جرم قرار دے دیا تھا۔ اور ایک فرمان جاری کیا جس کی رو سے قسطنطنیہ کے نئے بڑے پادری اور اُس کے ماتحتوں کو سابقہ عیسائی حکومت سے بھی زیادہ اختیارات دیدئے۔ اور جن قواعد اور قوانین سے وہ مستثنیٰ تھے انہیں مستثنیٰ قرار دے دیا۔ ترکوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ کلیسا کے بڑے پادری کا وہی اعزاز برقرار رکھا جو سابقہ رومی حکومت میں اُسے حاصل تھا۔ بلکہ مذہبی عدالتوں کی سربراہی کے اختیارات بھی اُسے عطا کر دیئے چنانچہ قسطنطنیہ کی عیسائی عدالتیں ایسے مقدمات کو جن میں کہ فریقین عیسائی ہوتے تھے خود فیصل کرتی تھیں۔ انہیں جرمانہ کرتے۔ مجرموں کو سزائے قید دیتے اور خاص صورتوں میں سزائے موت تک دینے کے اختیارات بھی عیسائی عدالتوں کو حاصل تھے۔ اس کے علاوہ اگر مسلمانوں کی جانب سے عیسائیوں کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی یا ناانصافی ہوتی تھی تو بڑے پادری کا یہ فرض تھا کہ وہ اس زیادتی کو حکومت کے علم میں لائے اور عیسائیوں کے لئے انصاف حاصل کرے"

یہ ہیں پروفیسر آرنلڈ کے محسوسات اور لارڈ ایورسلے سلطان محمد خان ثانی کی حکومت کے بارے میں لکھتا ہے کہ "یہ حکومت عیسائیوں کے لئے عیسائی حکومت سے بہتر تھی۔ اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ ترکوں کی مسلم حکومت میں جیسا امن اور سکون عیسائیوں کو حاصل ہوا ہے وہ خود انہیں اپنی حکومت میں بھی حاصل نہیں تھا۔"

پروفیسر ٹسے ہر اپنی کتاب "لیبس اون اسلام" میں لکھتا ہے کہ عیسائی جو روز اول ہی سے اسلام کے مخالف چلے آ رہے ہیں ان کے ساتھ سلطنت عثمانیہ کی غیر معمولی مراعات مسلمانوں کی [illegible] رواداری اور مذہبی وسیع [illegible] ہمیں ان کا شکر گزار ہونا چاہیے۔



غیر مسلموں کے ساتھ رواداری

یہ سیاسی ڈپلومیسی نہیں بلکہ اسلامی تعلیم کے اثرات تھے

(از ڈاکٹر ایم عبداللہ۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ ڈی)

خلفائے اسلام اور شاہان اسلام نے تاریخ کے تقریباً ہر دور میں غیر مسلموں کے ساتھ رواداری کا جو سلوک کیا ہے اسے یورپین مورخوں نے سیاسی ڈپلومیسی قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ سیاست نہیں تھی بلکہ اسلامی تعلیمات کے اثرات تھے۔ ذیل کے مقالہ میں ڈاکٹر عبداللہ نے اسی پہلو پر بحث کی ہے۔

جن حضرات نے اسلام کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے وہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ اسلام نے اپنے متبعین کو سختی کے ساتھ ہدایت کی ہے کہ وہ رنگ نسل اور مذہب کی بنیاد پر کسی کے ساتھ کوئی امتیاز نہ کریں بلکہ ہمیشہ غیر مسلموں کے ساتھ فیاضی سے پیش آئیں اور کسی حالت میں بھی اُن کے ساتھ ناانصافی نہ کریں۔ نیز مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ کسی شخص کو بھی تبدیل مذہب کے لئے مجبور نہ کریں۔ اسلام کی اسی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ مسلمانوں نے دنیا کے جس حصہ میں بھی حکومت کی ہے۔ انھوں نے کبھی غیر مسلموں کے ساتھ کوئی زیادتی یا ناانصافی نہیں کی بلکہ اُن کے ساتھ بڑی ہی رواداری کا سلوک کیا ہے۔

بعض یورپین مورخ جو شائد اسلام کی رواداری کی تعلیم سے ناواقف ہیں۔ انھوں نے مسلم حکمرانوں کے اس اسلامی طرز عمل کو سیاسی ڈپلومیسی قرار دیا ہے۔ چنانچہ مشہور یورپین مورخ لین پول غازی صلاح الدین کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"صلاح الدین اپنے وقت کا بہت بڑا ڈپلومیٹ یعنی سیاستدان تھا وہ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی ایسا اچھا سلوک کرتا تھا کہ وہ بھی اُس کے گرویدہ بن جاتے تھے۔ چنانچہ کرک کے محاصرہ کے دوران جب یروشلم کے بادشاہ کی بہن ازابلا کی شادی کی تقریب منعقد ہوئی تو صلاح الدین نے جنگ روک دی اور شاہ رینی نالڈ سے شدید دشمنی کے باوجود اُس کے پاس شادی کا کھانا بھجوایا۔ یہ صلاح الدین کی بہت بڑی ڈپلومیسی تھی اسی طرح اس سلطان نے بیت المقدس کی فتح کے بعد عیسائیوں کے ساتھ بڑی دریا دلی کا ثبوت دیا جس کا عیسائیوں پر بہت اچھا اثر پڑا۔ ان واقعات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ صلاح الدین اپنے زمانہ کا بہت بڑا سیاست دان تھا۔"

لیکن لین پول جس بات کو سیاست سے تعبیر کر رہا ہے وہ سیاست نہیں ہے۔ بلکہ اسلامی تعلیمات کے وہ اثرات تھے جنھوں نے کہ مسلم حکمرانوں کے دل و دماغ میں بے تعصبی اور رواداری کے غیر فانی نقوش قائم کر دیے تھے۔

خلفائے راشدین کے عہد حکومت سے لیکر ہندوستان کی مغلیہ حکومت کے خاتمہ تک جتنے بھی مسلم حکمران ہوئے ہیں اُن سب ہی میں کم و بیش مذہبی رواداری کے جذبات موجود تھے اور تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب پہلی صدی ہجری کے اواخر میں طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر نے اسپین کی عیسائی حکومت کا خاتمہ کر کے وہاں اسلامی حکومت قائم کی تھی تو اسپین کی اس اسلامی حکومت نے نہ صرف عیسائی شاہی خاندان کے ساتھ بڑی فیاضی کا سلوک کیا تھا بلکہ اسپین کے سابق حکمران خاندان جو کہ گاتھ خاندان کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے افراد کو بھی خوب نوازا تھا۔ اور یہ سب کچھ اُسی اسلامی تعلیم کا نتیجہ تھا جس کے ذریعہ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ غیر مسلموں کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کریں۔

کون نہیں جانتا کہ طلوعِ اسلام کے بعد مسلمان نہایت سرعت کے ساتھ چندہی دہائیوں کی مدت میں ایشیا - افریقہ اور یورپ میں برسرِ حکومت ہو گئے تھے - اور چین سے لیکر مراکش و اسپین تک جو حکومتیں قائم ہوئی تھیں - اُن میں ہر مذہب کے ماننے والے اور ہر نسل رنگ اور تہذیبی گروہ سے تعلق رکھنے والے لوگ موجود تھے - لیکن اسلام کے بدترین مخالف اور مسلمانوں کے بڑے سے بڑے دشمن بھی تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے کہ مسلمانوں نے مذہبی اور دیگر اختلافات کی بنا پر مفتوح قوموں کے ساتھ ناانصافی اور عدم رواداری کا سلوک کیا تھا - یا انھیں اُن کے مذہبی سماجی اور شہری حقوق سے محروم رکھا تھا -

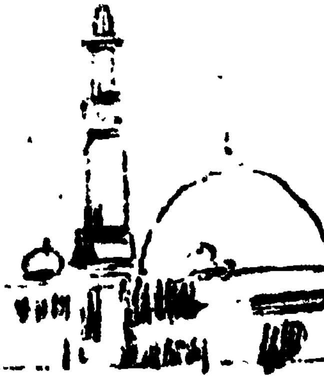
آج بھی مصر، شام، عراق، انڈونیشیا اور ملیشیا نیز ایشیا اور افریقہ کے دوسرے عرب ملکوں میں جن میں کہ مسلم طور پر مسلمانوں کی زبردست اکثریت موجود ہے - اور جہاں مسلمان ہی برسرِ حکومت ہیں لاکھوں - عیسائی یہودی - اور دوسرے مذہبوں کے ماننے والے آباد ہیں - لیکن وہاں کی اِن اقلیتوں کو کبھی بھی مسلم اکثریت سے کوئی معمولی سی شکایت بھی پیدا نہیں ہوئی - اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اسلام نے مذہب رنگ اور نسل کی بنیاد پر انسانوں کے درمیان امتیاز اور نفرت کی کبھی اجازت نہیں دی - بلکہ ہمیشہ ہی مسلمانوں نے انسانی مساوات اور اُن کے حقوق کے تحفظ کو مسلم حکومتوں کا ایک فرض تصور کیا ہے - اور اس بات کی صداقت کی آزمائش کے لیے ہندوستان کی سرزمین ایک کسوٹی کی حیثیت رکھتی ہے -

ہندوستان میں مسلمانوں کی پہلی حکومت تیرھویں صدی عیسوی میں نوجوان محمد بن قاسم کے ہاتھوں سندھ کی فتح کے بعد قائم ہوئی تھی - مسلمانوں نے سندھ کو اپنی توسیعِ حکومت کے مقصد سے فتح نہیں کیا تھا بلکہ اُن کا مقصد اُن مظالم کو ختم کرنا تھا جو سندھ کے حکمراں ایک طرف تو عرب مسلم تاجروں پر برپا کرتے رہتے تھے - اور دوسری جانب وہ مسلمانوں کے دشمنوں کی امداد کرتے رہتے تھے - اس لئے اگر کسی زمانہ کے حالات کے مطابق مسلمان سندھ کی فتح کے بعد وہاں کے باشندوں کے خلاف انتقامی کارروائی کرتے تب بھی اُنہیں موردِ الزام قرار نہیں دیا جا سکتا تھا - لیکن یہ دیکھ کر نہ صرف تعجب ہی ہوتا ہے بلکہ اسلامی تعلیمات کی قوت اور اثرپذیری کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے بدترین دشمنوں سے بھی کسی قسم کا انتقام لینے کی بجائے نہ صرف عام معافی کا اعلان کر دیا تھا - بلکہ سندھ کے باشندوں کو کامل مذہبی، سماجی اور شہری آزادی بھی دیدی تھی - اور اس آزادی اور ان کے حقوق کے تحفظ کا خود ذمہ لے لیا تھا -

سندھ کی اسلامی حکومت کے قیام اور خاتمہ کے بعد اگرچہ اس ملک میں مسلمانوں کی متعدد حکومتیں قائم ہوتی رہی ہیں لیکن ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک نہایت اہم حکومت کی بنیاد سولہویں صدی عیسوی میں ظہیر الدین بابر نے رکھی تھی - شہنشاہ بابر افغانستان جیسے کٹر اسلامی ملک افغانستان سے پہلی بار ہندوستان آیا تھا - اور اُسے اپنی زندگی میں پہلی بار ہندوؤں سے واسطہ پڑا تھا - لیکن اُس نے نہ صرف اپنے ہی دورِ حکومت میں اس ملک کے غیر مسلم باشندوں کے ساتھ رواداری اور مساوات کو روا رکھا تھا - بلکہ اپنی آئندہ نسلوں کے لئے بھی ایک ایسا فرمان اور دستور العمل مرتب کیا تھا - جس کے ذریعہ اُنہیں اس ملک کے باشندوں کے مذہبی، سماجی، اور تہذیبی حقوق کے احترام اور تحفظ کی سختی کے ساتھ ہدایت کی تھی -

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اس ملک میں مغل شہنشاہوں نے بابر کی ہدایت پر بڑی سختی سے عمل کیا تھا - اور مغلوں سے پہلے بھی اس ملک کے مختلف حصوں میں جو متعدد مسلم حکومتیں قائم ہوئیں ان کے حکمراں بھی ہمیشہ مذہبی مساوات اور رواداری کے مسلک پر عامل رہے ہیں حتیٰ کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کے آغاز میں علمائے اسلام نے بھی یہ فتویٰ دیدیا تھا کہ اس ملک کے باشندوں کے ساتھ وہی سلوک کیا جانا چاہئے جو اہلِ کتاب کے لئے مخصوص ہے - مختصر یہ کہ ہندوستان اور دنیا کے مختلف حصوں میں جتنی بھی مسلم حکومتیں قائم تھیں یا آج قائم ہیں - وہاں کے غیر مسلم باشندوں کے ساتھ ہمیشہ ہی مسلمانوں کا سلوک روادارانہ رہا ہے - اور یہ مسلمانوں کی کسی قسم کی سیاسی ڈپلومیسی نہ تھی اور نہ ہے - بلکہ یہ اسلامی تعلیمات کی برکتیں اور اثرات ہے -

مغرب کے وہ مفکرین جو خلفائے اسلام یا سلاطینِ اسلام کی بے تعصبی کو سیاسی ڈپلومیسی قرار دے رہے ہیں وہ غلطی پر ہیں - اگر انھوں نے اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا ہوتا تو وہ شاید ایسی غلط بات مسلم حکمرانوں کے بارے میں ہرگز نہ کہتے -



بے دینی کے فتنہ کو اسلام ہی روک سکتا ہے

ایک عیسائی پادری "ریورنڈ پال" کے احساسات

(از ریورنڈ پال)

ریورنڈ پال ایک غیر متعصب عیسائی پادری ہیں جو زمانہ حاضرہ کی بڑھتی ہوئی بے دینی سے پریشان ہیں۔ اُن کی رائے ہے کہ موجودہ بے دینی کے فتنہ کو یا تو اسلام روک سکتا ہے۔ یا وہ عیسائیت جس میں کہ زمانہ حاضرہ کے مطابق اسلام کی طرح عیسائیت کو بھی عوام کا دل پسند مذہب بنا دیا جائے۔

دنیا میں الحاد اور بے دینی کی لعنت بڑھتی جا رہی ہے۔ اور یہ بے دینی چونکہ انسانی معاشرہ کے لئے بے حد مضر ہے۔ اس لئے مغرب کے سنجیدہ حلقوں میں بھی اس سوال پر غور شروع ہوگیا ہے۔ کہ اس دور کا انسان کس لئے مذہب سے بیزار ہے۔ اور موجودہ نسل دن بدن مذہب کی طرف کیوں بے توجہی اختیار کرتی چلی جا رہی ہے۔

یوں تو روز اول ہی سے انسان کا فطری رجحان مذہب کی جانب رہا ہے یہاں تک کہ اسی مذہبی جذبہ کے تحت انسان نے لایعنی چیزوں تک کی پرستش شروع کر دی تھی۔ لیکن آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ انسان مذہب سے بیزار ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اور اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ زمانہ کے ساتھ ساتھ جب انسان کا شعور بیدار ہوتا گیا اور وہ یہ محسوس کرنے لگا کہ اُس کا مذہب صرف عاقبت کے وعدوں ہی تک محدود نہیں رہنا چاہئے بلکہ اسے اُس کی تمدنی اور معاشرتی معاملات میں بھی معاون بننا چاہئے۔ مگر جب اس نے یہ دیکھا کہ اُس کا مذہب اُس کی تمدنی اور معاشرتی الجھنوں کو دور کرنے میں ناکام رہا ہے تو مذہب کی جانب سے انسان کی بے توجہی کا سلسلہ پیدا ہونا شروع ہوگیا ہے۔ اور یہی بات الحاد اور بے دینی کی بنیاد ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ موجودہ زمانہ کا انسان اپنے شعور کی بیداری میں اپنے آباؤ اجداد سے بہت زیادہ آگے بڑھ گیا ہے۔ وہ صرف عاقبت کے وعدوں پر بھروسہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہے بلکہ وہ دنیا کی زندگی میں بھی مذہب کی معاونت چاہتا ہے۔ لیکن جب وہ مذہب کو اپنی زندگی کی ضروریات پوری کرنے میں ناکام پاتا ہے تو مذہب کی جانب سے اس کی بے توجہی بڑھتی چلی جاتی ہے۔

اس نتیجہ پر پہنچنے کے بعد اب اس بات کی تحقیقات کی جا رہی ہے کہ دنیا کا وہ کونسا مذہب ہے جو موجودہ دور کے انسان کی تمام ضروریات کو پورا کرتے ہوئے اُن کی روحانی اور اخلاقی قدروں کو بھی برقرار رکھ سکتا ہے۔ اور اگرچہ ابھی ان تحقیقات کرنے والوں نے صاف الفاظ میں اس بات کا اعتراف نہیں کیا ہے کہ "اسلام ہی آج کے شعور یافتہ انسان کا واحد فطری مذہب ہے" لیکن پھر بھی اس وقت تک اس تحقیقات کے جو نتائج سامنے آئے ہیں۔ اُن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تحقیقات کرنے والے آج نہیں تو کل اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ کہ اسلام نہ صرف انسان کی تمام آزادیوں کی ہی حفاظت کرتا ہے بلکہ اُسے آزادی اور عمل کے نئے نئے راستے بھی دکھاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اُس کی اخلاقی اور روحانی قدروں کو بھی مستحکم کرتا ہے۔

مثال کے طور پر ایک محقق نے موجودہ زمانہ کے پیش منظر میں اسلام کے متعلق اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ "اسلام نے جس طرح اپنے ظہور کے ابتدائی زمانہ میں انسان کی فکر اور عمل کی اُن تمام راہوں کو کھول دیا تھا جنہیں اُس دور کے عیسائی علماء نے صدیوں سے بند کر رکھا

تھا۔ اسی طرح آج بھی یہی مذہب اُن تمام سوالات کو حل کر سکتا ہے جو پوری کی پوری نوعِ انسان کو درپیش ہیں۔ حتیٰ کہ اس مذہب میں اُن مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت بھی موجود ہے۔ جنہیں ناقابلِ حل تصور کیا جاتا ہے۔

مثلاً جب ہمارے مشنری (عیسائی مبلغ) ایسے ملکوں اور علاقوں میں تبلیغ کے لئے جاتے ہیں جہاں کے باشندے بہت سی ایسی رسموں کے پابند ہیں جنہیں ان کی قومی خصوصیت کہنا چاہیئے تو ہمارے مشنری اپنے مذہبی عقیدہ کی بنا پر اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ ان لوگوں کو عیسائی بنانے کے ساتھ ساتھ ان کی تمام قومی روایات بھی ترک کرا دیں مگر اُن کی اس کوشش کے نتیجہ میں اُنہیں اُن کی تبلیغی کوششوں میں ناکامی ہوتی ہے۔ محض اسلئے کہ وہ انسانی فطرت سے ناواقف ہیں۔

اس کے برخلاف اسلام لوگوں میں صرف توحید باری اور محمد صلعم کی رسالت کی تبلیغ کرتا ہے۔ وہ اُن کی قومی روایات کو ترک کرنے پر زور نہیں دیتا۔ لیکن اُن میں ایسی بصیرت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ خود بخود ایسے تمام کاموں کو ترک کر دیتے ہیں جو غیر ضروری اور نقصان رساں ہوتے ہیں۔ اسلام انسانی معاملات کو فرشتوں کی نظر سے نہیں بلکہ انسانوں کی نظر سے دیکھتا اور حل کرتا ہے۔ وہ قدم قدم پر معاملات میں لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ اسی لئے انسان اسلامی تعلیمات کو آسانی سے قبول کر لیتا ہے۔ ہمیں افریقہ میں یہی تجربہ ہوا ہے

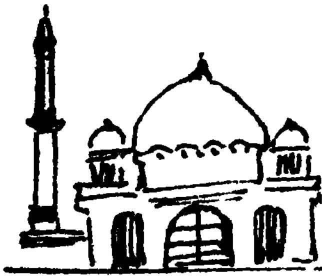
یہ بات تو سب ہی کو معلوم ہے کہ اسلام کو اپنی تبلیغ یا ترقی کی راہوں میں دنیا کے تمام مذاہب سے زیادہ مخالفت اور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن اس کے باوجود یہ مذہب نہ صرف اپنے ابتدائی دور ہی میں دنیا کے بیشتر حصوں میں پھیل گیا تھا۔ بلکہ اس کی تدریجی ترقی کی رفتار بھی قائم ہے۔ اور اگر دنیا کے گذشتہ مردم شماریوں کے اعداد و شمار پر ایک نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت بالکل واضح ہو جائے گی کہ دنیا میں مسلمانوں کی تعداد تیزی سے بڑھتی چلی جا رہی ہے یہاں تک کہ اب انکی مجموعی آبادی کا ایک ربع تک پہنچ گئی ہے۔ اور بخصوص حضور صلعم کے ساتھ یہ بات بھی تمام اسلامی ممالک عیسائیوں کی طرح مسلمان بے دینی کی جانب رجحان نہیں رکھتے۔ بلکہ بے دینی کو گناہ تصور کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اسلام میں لوگوں کے لئے کشش کی کون سی چیز موجود ہے اُس کا صاف اور سہل جواب یہ ہے کہ یہ مذہب صرف روحانی سکون کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ مادی زندگی میں بھی انسان کا بہت بڑا معاون ہے یہ مذہب لوگوں کو ایسے عقیدوں کے ماننے کی دعوت نہیں دیتا جو سمجھ میں نہ آئیں۔ پھر اسلام کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ انسان کو دنیاوی اور مادی ترقیوں سے نہیں ہٹاتا بلکہ انہیں ترقی کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ وہ لوگوں کی ذہنی فکری اور عملی صلاحیتوں کو سر بلند ہی نہیں رکھتا بلکہ ان صلاحیتوں کو کام میں لانے پر زور دیتا ہے۔

دنیا کے تمام مذاہب کے ماننے والوں میں سے صرف مسلمان ہی وہ لوگ ہیں جو اس الحاد اور بے دینی کی لعنت سے پاک ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مذہب کے ماننے والے اپنے مذہب سے مایوس نہیں ہیں لہٰذا اگر ہمیں بھی عیسائیت کے مقلدوں کو بے دینی سے بچانا ہے تو عیسائیت میں وہ خصوصیات پیدا کرنی ہونگی جو اسلام میں موجود ہیں ورنہ ہم اپنے مذہب کے مقلدوں کو بے دینی کے سیلاب میں بہہ جانے سے ہرگز نہ روک سکیں گے۔

اسلام کی اس ہمہ گیری اور خصوصیات کو دیکھتے ہوئے غیر متعصب مفکرین اس نتیجہ پر پہنچتے جا رہے ہیں کہ مستقبل میں دیگر مذاہب کا انجام خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو لیکن اسلام ہر دور میں اور ہر زمانہ میں اپنی رہنمائی کی صلاحیتوں کی بنا پر نہ صرف اپنی جگہ برقرار ہی رہے گا۔ بلکہ ترقی بھی کرتا رہے گا۔ اور بے دینی کے سیلاب سے بھی بچتا رہے گا۔ اور اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا مذہب بھی عوام کا مقبول پسند مذہب بن جائے تو ہمیں اپنے مذہب میں اسلام جیسی تعلیمات کو داخل کرنے کی شدید ضرورت ہے۔

مختصر یہ کہ بے دینی کی وبا کے بڑھنے کا بڑا باعث یہ ہے کہ بجز اسلام کے دنیا میں کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جو اس کے مقلدوں کو مطمئن کر سکے۔ اس لئے صرف اسی مذہب میں بے دینی سے مقابلہ کی طاقت موجود ہے۔



کیا مذہب کو سیاست سے الگ رکھنا چاہئے

مگر اسلام کے نزدیک سیاست بھی مذہب کا ایک جزء ہے

(از ابو محمد محسن الاشمادی)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مذہب کے نام پر دنیا میں جو مظالم ہوتے رہے ہیں اُن کی بنا پر ایک طبقہ کی رائے ہے کہ مذہب کو سیاست سے الگ رکھنا چاہیئے۔ لیکن اسلام جو امن اور سلامتی کا داعی ہے اُس کی رائے ہے کہ اگر انسان کا کردار پختہ ہو جائے تو پھر مذہب کو سیاست سے الگ رکھنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ ذیل کے مقالہ میں اسی پہلو پر بحث کی گئی ہے۔

آج دنیا میں جمہوریت اور سیکولرزم کے نام پر جو رجحانات ترقی کر رہے ہیں اُن کی بنا پر یہ رائے قائم کر لی گئی ہے کہ مذہب اور سیاست کو ایک دوسرے سے الگ رکھا جانا چاہئے۔ اور اس میں شک نہیں کہ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ سیاست پر مذہب کے اثر کی بدولت عموماً دنیا کو مشکلات اور ناانصافیوں کا مقابلہ کرنا پڑا ہے۔

جو لوگ کہ مذہب اور سیاست کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھنے کے حامی ہیں وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں یہ بات پیش کرتے ہیں کہ ہندوستان میں سیاست پر مذہب ہی کے غلبہ کی بدولت بدھ مت کے ماننے والوں کو سخت ترین مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس کے علاوہ یہاں مذہب کے نام پر اعلیٰ اور ادنیٰ ذاتوں کا جو امتیاز قائم ہے اُس کا مطلب بھی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ اس ملک کے قدیم باشندوں کو اچھوت قرار دے کر اُن کے سیاسی اور سماجی حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔

اور یہی لوگ یورپ اور ایشیا میں عیسائیت کے انتہائی فروغ کے زمانہ کا حوالہ دے کر یہ بھی کہتے ہیں کہ عیسائی سیاست پر مذہب ہی کے غلبہ کی بنا پر عیسائی حکومتیں یہودیوں سے غیر انسانی سلوک کرتے رہے ہیں۔ اور اسی اثر کی وجہ سے عیسائی علماء نے قدیم یونانی علوم کے مطالعہ کو بدترین جرم قرار دیا ہے۔ اور اس پابندی کی وجہ سے تنہا سر نو تک ترقی کرنے سے محروم رہی تھی۔

ان دلیلوں پر جب غور کیا جاتا ہے تو ان میں بڑی حد تک وزن محسوس ہوتا ہے اور ان کا دعویٰ صحیح معلوم ہونے لگتا ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو مذہب کا مفہوم سمجھنے میں بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔ جن باتوں کو یہ لوگ مذہب کہتے ہیں اُن کا کسی سچے مذہب سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو جن غلط اقدامات کی بنا پر مذہب کے بارے میں غلط رائے قائم کر لی گئی ہے وہ اقدامات ہرگز مذہبی نہیں تھے بلکہ سرتاپا غیر مذہبی تھے جس کو مذہب کا جامہ پہنا کر لوگوں کے سروں پر مسلط کر دیا گیا تھا۔

دنیا کا کوئی بھی سچا مذہب ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ کہ مذہب کا غلط سہارا لے کر طاقتور قومیں کمزور قوموں کا قتل عام شروع کر دیں اور ان کی املاک اور جائیداد پر قبضہ جما لیں۔ اور دنیا کا کوئی سچا مذہب بھی اس بات کو گوارا نہیں کر سکتا کہ خانہ ساز مذہبی عقائد کی بنا پر خدا کے بندوں کے ایک بڑے گروہ کو برابری کے حقوق تک سے محروم کر دیا جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگوں نے بدمذہبی کو مذہب سمجھ لیا ہے اور اسی لئے وہ مذہب کو سیاست سے الگ کر دینا چاہتے ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ انسان نے دور وسطیٰ تک مذہب اور مذہب کی روح کو سمجھا ہی نہیں اور زمانہ دراز تک بدمذہبی میں مبتلا رہے ہیں

اسلام انسان کو اسی مذہبی بحران سے نکالنے کے لئے آیا تھا — اور اسلام ہی نے دنیا کو یہ بتایا تھا کہ دنیا میں نہ کوئی چھوٹا ہے اور نہ بڑا سب ایک ہی خدا کے بندے ہیں۔ اور اسلام ہی نے یہ سبق بھی دیا تھا کہ محض رنگ اور نسل کی بنا پر منافرت گناہ عظیم ہے۔ اور جتنے فتنے بھی مذہب رنگ اور نسل کی بنا پر دنیا میں اٹھتے رہتے ہیں وہ سب شیطانی فتنے ہیں اور ان کا مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اصل میں بدمذہبی کو مذہب سمجھ لیا گیا ہے۔ اور اسی بنا پر یہ کہا جانے لگا ہے کہ مذہب کو سیاست سے الگ کر دینا چاہئے۔

ریاست اور مذہب کو الگ الگ رکھنے کے حامی اس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ ریاست میں کسی ایک مذہب کے ماننے والوں ہی سے کام نہیں پڑتا اور کسی خاص مذہب کے احکام چونکہ اس مذہب کے ماننے والوں کے لئے مخصوص ہوتے ہیں۔ اس لئے ان احکام کے ماتحت دوسرے مذہب والوں کے ساتھ انصاف نہیں ہو سکتا اور اس بنا پر مذہب کو سیاست سے الگ ہی رہنا چاہئے۔ لیکن اسلام نے اس نظریہ کو باطل قرار دیا ہے۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو صرف روحانی تربیت کا حامی نہیں ہے بلکہ وہ انسانی معاشرہ کی اصلاح کا بہت بڑا مؤید ہے۔ اور وہ سیاست کو بھی انسانی معاشرہ کا ایک جزو سمجھتا ہے۔ اسی لئے اس نے رواداری، انصاف، مساوات اور حسن معاملت کو بھی مذہب ہی کے بنیادی اجزا قرار دیئے ہیں۔ اس نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ دنیا میں مذہب یا عقیدہ کے اختلاف کی وجہ سے کسی کے ساتھ ظلم اور ناانصافی نہیں کرنی چاہئے۔ اور اسلام نے مذہب کے نام پر سیاسی یا شہری حقوق غصب کرنے کو گناہ قرار دیا ہے۔

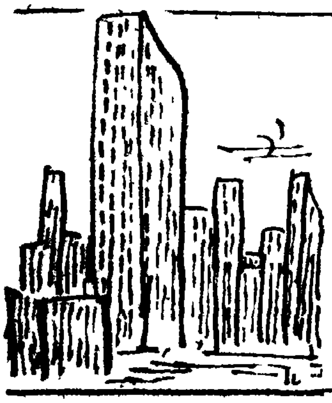
اسلام کی اسی بنیادی تعلیم کی بنا پر اسلامی حکومتوں کی سیاست غیر اسلامی حکومتوں کی سیاست سے بالکل مختلف اور منصفانہ تھی۔ چنانچہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اسلامی حکومتوں میں غیر مسلموں کو تمام [illegible] مذہبی آزادی حاصل رہی ہے۔ اور اس طرح اسلامی [illegible] نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ کم از کم اسلام میں مذہب [illegible] کو سیاست [illegible] سے الگ رکھنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

ہم اس بات کے معترف ہیں کہ واقعی عیسائی علما نے ظہور اسلام سے قبل قدیم علوم و فنون کو مردود قرار دے کر انسان پر غور و فکر اور ترقی کے دروازے ضرور بند کر دیے تھے۔ لیکن ان دروازوں کو بھی جس نے کھولا تھا وہ مذہب ہی تھا۔ اور اس مذہب کا نام اسلام ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ وہ ہر قیمت پر علم حاصل کریں۔

پھر مسلمانوں کی حصول علم کی جدوجہد صرف دینی علوم ہی تک محدود نہیں رہی بلکہ غیر اسلامی علوم و فنون کے سیکھنے میں بھی مسلمانوں نے جس سرگرمی کا اظہار کیا تھا اس کی مثال دنیا کی کسی قوم کی تاریخ میں بھی نہیں ملتی اور یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ اگر اسلام مسلمانوں کو ترقی کے راستہ پر چلنے کی دعوت نہ دیتا تو ابھی دنیا ترقی کے راستہ پر بہت پیچھے ہوتی۔ ترقی کے یہ تمام اقدامات اسلامی حکومت کی سرپرستی ہی میں ہوئے تھے۔ اور اس زاویہ نظر سے اسلام کو ریاست اور سیاست سے علیحدہ کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

مذہب اور سیاست کو الگ الگ رکھنے کی ضرورت پر زور دینے والے لوگوں کا خیال یہ بھی ہے کہ دنیا میں مذہب کے نام پر جتنی خونریزیاں ہوئی ہیں اس قدر خونریزیاں کسی اور وجہ سے نہیں ہوئیں۔ مگر ہم سمجھتے ہیں کہ یہ خونریزیاں مذہب کے نام پر نہیں بلکہ بدمذہبی کے زیر اثر ہوئی ہیں۔ کیونکہ کوئی بھی سچا مذہب خونریزی اور قتل و خون کا حامی نہیں ہے۔ یہ سراسر غلط فہمی ہے کہ مذہب کے نام پر خونریزیاں ہوتی رہی ہیں۔

اسلام نے انسان کی اس غلط فہمی کو دور کرنے میں بھی ایک نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس نے مذہب کی تبلیغ اور اشاعت تک کے لئے جنگ کی اجازت نہیں دی۔ اسلام سے گزشتہ مذہبی دنیا کے کسی مذہب نے انسانی خون کا احترام کیا ہو۔ قرآن کا کھلا حکم یہ ہے کہ جس نے بلا وجہ کسی ایک انسان کا بھی خون کیا تو گویا اس نے پوری مخلوق کو قتل کر دیا۔ قرآن پاک کے اس حکم سے ظاہر ہے کہ اسلام خونریزی کا کتنا بڑا مخالف ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ اسلام نے مسلمانوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کے سلسلہ میں جس قدر سختی کے ساتھ ہدایت کی ہے اسی قدر غیر مسلموں کو مذہبی معاملہ میں آزادی بھی دی ہے۔ اس لئے اسلام کے متعلق یہ رائے قائم کر لینا کہ جنگ اور خونریزی کے روکنے کیلئے (باقی صفحہ [illegible])



وسائل و ترقی و کامیابی

کامیابی کسی کی میراث نہیں ہے

ہر شخص ہمت اور حوصلہ سے کام لے کر کامیاب ہو سکتا ہے

(ہمارے مفکر کے قلم سے)

دین دنیا میں ترقی اور کامیابی کے وسائل بتانے والے مضامین کا سلسلہ زمانہ دراز تک جاری رہا ہے اب اس مفید سلسلہ کو ناظرین دین دنیا کی فرمائش پر دوبارہ شروع کیا جا رہا ہے ۔ ہمکو امید ہے کہ حوصلہ مندانہ مضامین کا یہ سلسلہ مفید ثابت ہوگا ۔

دولتمندی، ترقی اور کامیابی کسی خاص قوم یا کسی خاص شخص یا چند افراد کی میراث نہیں ہے۔ اگر دنیا میں ایک شخص ترقی اور کامیابی حاصل کر سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ دوسرا شخص بھی ترقی نہ حاصل کر سکے۔ یہ سمجھ لینا سراسر غلطی اور کمزوری ہے کہ قسمت ہی ترقی کا راستہ دکھاتی ہے ۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان خود ہی اپنی قسمت کو بناتا اور بگاڑتا ہے۔

اس بات کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ قدرت ناانصاف نہیں ہے ۔ اس نے سب ہی کو کم و بیش دماغی صلاحیتیں عطا کی ہیں ۔ لیکن کامیابی صرف وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جو قدرت کی دی ہوئی دماغی صلاحیتوں سے کام لیتے ہیں ۔ اور اپنے اندر چھپی ہوئی قوتوں کو حرکت میں لانا جانتے ہیں۔

امریکہ کا ایک غریب مزدور کارنگی ابتدا میں نہایت ہی غربت کی زندگی گزارتا تھا۔ لیکن اس میں حوصلہ اور ہمت تھی۔ وہ ناکامی اور غریبی گوارہ کر لینا ایک گناہ تصور کرتا تھا ۔ اسی لئے وہ مسلسل کئی سال تک غریبی کے خلاف جنگ کرتا رہا۔ اسے اگرچہ قدم قدم پر رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن وہ ایک دن بھی مشکلات سے نہیں گھبرایا۔ بلکہ جب بھی اسے کسی کام یا مقصد میں ناکامی ہوتی تھی تو وہ اور بھی زیادہ مستعد ہو جاتا تھا اس کا عقیدہ اور ایمان تھا کہ وہ ضرور کامیاب ہو کر رہے گا اور اس کی اس حوصلہ مندی کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ مزدور سے ایک معمولی کارخانہ دار بنا اور کارخانہ دار سے اتنا بڑا سرمایہ دار بن گیا کہ اس کا شمار دنیا کے بڑے دولتمندوں میں ہونے لگا۔ مسٹر اینڈریو کارنگی نے کامیابی کے بارے میں جو خیالات اپنی سوانح حیات میں قلمبند کئے ہیں اُن کا خلاصہ یہ ہے ۔

"میرے نزدیک کامیابی کے چند راز ہیں جن میں سب سے مقدم خدا پر کامل بھروسہ ہے۔ اس کے بعد دوسرا راز ثابت خیالات میں پختگی اور استقلال ہے۔ جو لوگ کہ زندگی میں کامیاب بننا چاہتے ہیں۔ اُن کو یار و مددگار کی تلاش نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ خدا اور قوت بازو پر بھروسہ رکھنا چاہیے جب کوئی کام شروع کیا جائے تو اچھی طرح سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا جائے اور جب قدم آگے بڑھا لیا جائے تو ہرگز پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے ۔ کیسی ہی رکاوٹیں سامنے آئیں ذرا بھی نہ گھبراؤ۔ یاد رکھو کامیابی کی منزل کی طرف جو راستہ جاتا ہے وہ ناکامیوں کے ناہموار گڑھوں میں سے ہو کر گزرتا ہے۔ بے خوف ہو کر آگے بڑھتے رہو ۔ کامیابی کی منزل قریب ہے۔ خود میں نے بھی اسی طرح کامیابی حاصل کی ہے ۔"

یہ ایک ایسے کروڑپتی کے تجربات کا نچوڑ ہے جو مزدور سے ترقی کرتے کرتے بہت بڑا سرمایہ دار بن گیا تھا ۔ یہ حقیقت ہے کہ مستحکم ارادے اور استقلال میں ایسی قوتیں پوشیدہ ہیں جو انسان کو کامیابی اور خوشحالی سے ہمکنار کر دیتی ہیں ۔

کانگی کا ایک خیال یہ بھی ہے کہ " دنیا میں زیادہ تر وہی لوگ نمایاں پوزیشن اور کامیابی حاصل کرتے ہیں جنھوں نے کہ ابتدائی زندگی میں غریبی اور مشکلات کی تکلیفیں برداشت کی ہیں۔

غریبی تکلیف دہ ضرور ہے لیکن یہ انسان کو کندن بھی بنا دیتی ہے غریبی انسان میں برداشت کا مادہ پیدا کر دیتی ہے۔ چنانچہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ دنیا کے بہت سے بڑے بڑے فاتح۔ ابتدا میں مفلس اور غریب تھے۔ حوصلے اور ہمت نے انہیں کچھ سے کچھ بنا دیا تھا۔ اور یہ چیز بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ دنیا کے اکثر و بیشتر بڑے بڑے صناع اور کاروباری لوگ ابتدا میں نہایت مفلوک الحال تھے چونکہ ان کے اندر غریبی نے مشکلات کے مقابلہ کی طاقت پیدا کر دی تھی۔ اسلئے جب وہ میدان عمل میں آئے تو مردانہ وار بڑھتے ہی چلے گئے۔ ناکامی اور نامرادی اُن کے حوصلوں کو پست نہ کر سکی۔

اسی طرح ایک مغربی مفکر کامیابی اور ناکامی کے سوال پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے " دنیا میں زیادہ تر لوگ ایسے ہیں جو ذرا سی مشکل پر گھبرا جاتے ہیں لیکن باہمت انسان مشکلات سے کبھی نہیں گھبراتا وہ ناموافق حالات کا مقابلہ کرکے اُنہیں موافق بنا لیتا ہے" یہ ایک حقیقت ہے کہ جن لوگوں میں استقلال اور حوصلہ ہوتا ہے وہ بدترین حالات میں بھی پریشان نہیں ہوتے بلکہ حوصلہ مندی سے مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے لئے کامیابی کی راہیں نکال لیتے ہیں

ذیل میں ہم علامہ اقبال کے صرف تین اشعار درج کر رہے ہیں۔ جن کے ذریعہ انھوں نے بڑی خوبی کے ساتھ کامیابی اور ناکامی کے فلسفے پر روشنی ڈالی ہے ؎

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے
کیوں گرفتارِ طلسمِ ہیچ مقداری ہے تو
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکتِ طوفاں بھی ہے
اپنی اصلیت سے ہو آگاہ غافل ! کہ تو
قطرہ ہے لیکن مثالِ بحرِ بے پایاں بھی ہے

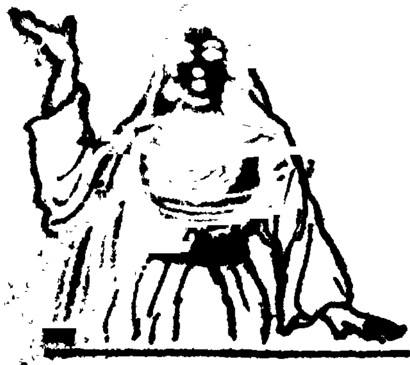
واقعی ایک حوصلہ مند انسان کے لئے قناعت گناہ عظیم ہے اور کائنات میں جو کچھ بھی ہے وہ انسان ہی کے لئے ہے مگر ایک ایسے انسان کے لئے جو خدا کی عطا کی ہوئی اپنی پوشیدہ قوتوں کو کام میں لائے

کیا مذہب کو سیاست سے الگ رکھنا چاہیئے

(باقی مضمون ص ۴ سے)

اسلام کو بھی سیاست سے علیحدہ رکھا جائے کسی طرح بھی درست نہیں کیونکہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے کہ جنگ ہی نہیں بلکہ معمولی فتنہ و فساد کو بھی مذموم قرار دیا ہے۔

لیکن اگر کوئی مذہب اپنے ماننے والوں کو رجعت پسندی کی تعلیم دیتا ہے۔ اُن میں نفرت اور درندگی کے جذبات پیدا کرتا ہے اُنہیں تخریبی راستہ پر چلنے کی دعوت دیتا ہے۔ تو اُسے ضرور سیاست سے الگ رکھنا چاہیئے۔ لیکن جہاں تک اسلام کا تعلق ہے۔ اس کا نام ہی امن اور سلامتی کا ضامن ہے۔ اسلئے اُسے سیاسی اور سماجی زندگی سے علیحدہ رکھنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا بلکہ اگر دیکھا جائے تو اسلام کے نزدیک سیاست بھی مذہب ہی کا ایک جز ہے۔ اور جب وہ مذہب کا جزو بن گئی تو اُسے بھی مذہب کی طرح پاکیزہ اور بے ضرر ہونا چاہیئے۔



تاریخی افسانہ

سلمیٰ

خلافتِ فاروقی کا ایک واقعہ

(از جناب مائل ملیح آبادی)

ذیل کا افسانہ ایک ایسے واقعہ سے تعلق رکھتا ہے جو حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں پیش آیا تھا۔ جناب مائل ملیح آبادی نے اپنے مخصوص انداز میں اسی تاریخی واقعہ کو بڑی خوبی کے ساتھ افسانوی شکل میں پیش کیا ہے۔ ہم کو توقع ہے کہ یہ افسانہ پسند کیا جائے گا۔

سرخ ریشم کے خیمے کا پردہ اٹھا اور بنو غسان کا آخری تاجدار جبلہ بن ایہم اپنی حسین و جمیل مغنیہ سلمیٰ کے ساتھ باہر آیا۔

"کیا خبر ہے؟" اُس نے ایک سپاہی سے پوچھا۔

"خطرناک اور عجیب خبر" سپاہی نے کہا "عرب پورے شام میں پھیل چکے ہیں۔ ہرقل کی فوجیں امیر المومنین عمرؓ کی فوجوں کے سامنے فرار ہو رہی ہیں۔ خالد اور ابو عبیدہ نے رومیوں کو ہر محاذ پر شکست دے دی ہے۔ اور ہرقل شام سے فرار ہونے والے ہیں۔"

"واقعی عجیب خبر ہے" جبلہ نے کہا "کیا کوئی یہ بھی سوچ سکتا تھا کہ عرب، روم کو شکست دے سکیں گے"

"کوئی نہیں" سپاہی نے کہا "لیکن اب شام میں صرف مسلم عربوں کا پرچم لہرائے گا، روم کے عیسائی کا نہیں"

"شاندار" جبلہ نے آہستہ سے کہا "پھر سلمیٰ کا ہاتھ پکڑ کر خیمے میں داخل ہو گیا۔

"کچھ سناؤ سلمیٰ" اُس نے بستر پر گرتے ہوئے کہا

سلمیٰ نے مسکرا کر کچھ اشعار چھیڑ دیئے جن کا مفہوم یہ تھا۔ "اللہ اللہ وقت پہلے وہ ایک دن مقام جِلّق میں خوش باشوں کی محفل آرائی کرتا تھا اُس کی اولاد ستاروں کی طرح اپنی اُس وادی کے محل میں پھیلی ہوئی تھی جس کا نام صاحبِ جود و فضل ماریہ تھا۔ جس کا کوئی مدمقابل نہ تھا پھر رات کی سیاہ چادر پھیل گئی۔ کتنے ہو گئے تھے لیکن انہیں بڑھتی ہوئی تاریکی کا خیال نہ تھا۔ اُن کی پیشانیاں چمک رہی تھیں اور چہرے کی صباحت (نعمانِ جبلہ کی) خاندانی فضیلت اور نانا کی بلندی اُن کی پیشانی عظمت کی نشاندہی کر رہی تھی"

جبلہ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "یہ اشعار شاعر حسان بن ثابت نے میری ہی تعریف میں کہے تھے۔ لیکن اب وہ عظمت کہاں، مسلمانوں نے ملک کی حکومت چھین لی اور اُس کی تلوار کند ہو گئی۔ افسوس"

سلمیٰ نے اُس کی طرف دیکھ کر کہا "تم امیر المومنین سے صلح کیوں نہیں کر لیتے؟"

جبلہ نے کہا "میں عرب کے چھوٹا ہوں، خالد اور ابو عبیدہ کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دے سکتا"

"لیکن امیر المومنین عمرؓ تو ایران اور شام کے مالک ہیں" سلمیٰ نے کہا "اُن سے صلح کر لو۔ مدینہ چلو"

"نہیں یہ ناممکن ہے" جبلہ نے کہا "مدینہ میں [illegible] کا موقع نہیں ہے"

"تو کوئی صورت نکل آئے گی" سلمیٰ نے کہا "جب شام فتح ہو جائے گا تو صلح کا وقت نہیں رہے گا۔ ابھی وقت ہے۔ عظمت کو برقرار رکھنا ہے تو ابھی سے امیر المومنین کی اطاعت کر لو"

جبلہ نے بھی سوچا کہ دوسرا کوئی راستہ نہیں رہ گیا ہے لہٰذا اُس نے

مدینہ جانے کا اعلان کر رہا ہے۔ اپنے غرور کی بنا پر خالد بن ولید اور ابوعبیدہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کے لئے بھی تیار نہیں تھا۔ قبیلۂ غسان کا وہ بادشاہ جو تھا۔

جبلہ مدینہ آ رہا ہے۔ حضرت عمر نے اہل مدینہ کو اُس کے استقبال کا حکم دیا ہے۔ اور مدینہ کے باشندے غسان کے بادشاہ کو دیکھنے کے لئے آبادی سے باہر نکل آئے ہیں۔ اُنھیں بادشاہ دیکھنے کی بڑی خواہش ہے۔ کیونکہ اُنھوں نے صرف انسان دیکھے ہیں بادشاہ نہیں۔

جبلہ نے دو سو اہل خاندان کو ہتھیاروں سے سجنے اور ریشمی لباس پہننے کا حکم دیا۔ وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے جن کی دموں میں گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ گلوں میں سونے چاندی کے طوق پڑے تھے۔ خود جبلہ نے اپنا زرنگار تاج پہنا۔ جس میں اُس کی دادی ماریہ کے کان کی بالیاں لگی ہوئی تھیں۔

مدینہ کے لوگوں نے اُسے دیکھا۔ وہ حیرت سے دیکھتے رہ گئے۔ عرب کے سادہ انسان، ریشم، تاج، سونے اور چاندی کو کیا جانیں۔

جبلہ مسجد نبوی میں داخل ہوا۔

"ادھر میرے قریب آؤ" امیرالمومنین نے کہا۔ اور جبلہ اُن کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

"آپ صاحب عظمت ہیں" جبلہ نے کہا "اسی لئے دوسرے صاحب عظمت کا احترام کرنا جانتے ہیں"

امیرالمومنین نے جواب دیا "عظمت اور بزرگی صرف اللہ کے لئے ہے۔ ہم ایک مہمان کی عزت کر رہے ہیں جو شام سے آیا ہے۔ اور ہمارا بھائی ہے"

جبلہ نے کہا میں نے آپ کی تعریف سنی ہے۔ اسی لئے سیدھا آپ کے پاس چلا آیا۔ میں اسلام قبول کرتا ہوں"

"الحمدللہ" امیرالمومنین نے مسرت سے کہا "تم میرے ساتھ اللہ کے گھر کی زیارت کے لئے چلو"

جبلہ نے خوش ہو کر کہا "میں بھی کعبہ کے حج کا مشتاق ہوں، ضرور چلئے"

جبلہ نے اسلام قبول کر لیا اور حضرت عمر کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہو گیا مگر افتخار و عظمت کی چھوٹی چیزیں ــــ سونا چاندی، ریشم

اور غرور کی باتیں چھوڑ نہیں سکا تھا۔

کعبہ اللہ کا گھر ہوگیا تھا۔ جھوٹے غرور میں مبتلا صرف شرفا ہی اب حج کے لئے نہیں آتے تھے۔ بلکہ اللہ کے سب ہی بندے حاجی تھے۔ اور اللہ کی نگاہ میں سب برابر تھے۔

جب طواف کے لئے مسلمان چل رہے تھے تو جبلہ کا ریشمی تہہ بند جو فرش پر گھسٹ رہا تھا ایک دیہاتی مسلمان کے پاؤں کے نیچے آگیا تہہ بند کھل گیا جبلہ نے تہہ بند سنبھال کر غضبناک نگاہوں سے دیہاتی کی طرف دیکھا اور پھر اُس کا طمانچہ مسلمان کے منہ پر پڑا دیہاتی مسلمان کا ہاتھ اٹھا لیکن اپنے خود کو سنبھال کر کہا "میں اللہ کے گھر میں ہوں میرا تیرا فیصلہ اللہ کرے گا"

جبلہ نے غصے کے ساتھ جواب دیا "میں غسان کا بادشاہ ہوں۔ اس گستاخی کی سزا تجھے اور ملے گی"

مسلمان نے اتنا ہی کہا "اللہ نے خانۂ کعبہ میں کافروں کا داخلہ روک دیا ہے۔ تو کیسے آگیا؟" اور یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔

ایک خاص مرحلہ آگیا تھا۔ دیہاتی مسلمان نے حضرت عمرؓ سے شکایت کردی تھی اور حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ جبلہ مسلم حکومت کا وفادار بن کر شام واپس جائے۔ رومی فوجوں کے مقابلہ میں اسلامی لشکر کو شام میں جبلہ کی ضرورت تھی۔ انھوں نے جبلہ سے پوچھا "کیا تم نے اس کے طمانچہ مارا ہے؟"

"ہاں امیرالمومنین" جبلہ نے جواب دیا "اس نے میرے ساتھ گستاخی کی تھی"

ایک لمحہ ٹھہر کر امیرالمومنین نے کہا "چونکہ تم نے اپنے جرم کا اقرار کرلیا ہے، اس لئے یا تو اس مسلمان کو مطمئن کردیا سزا کے لئے تیار ہوجاؤ"

جبلہ نے حیرت سے امیرالمومنین کی طرف دیکھ کر کہا "لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ ایک معمولی دیہاتی اور میں بادشاہ۔ میرا اور اُس کا مقابلہ ہی کیا"

امیرالمومنین نے جواب دیا "اسلام نے تمہیں اور اُسے ایک جگہ جمع کردیا ہے۔ پرہیزگاری اور سلامتی کے سوا تم کسی چیز میں اُس پر فضیلت نہیں پاسکتے"

جبلہ نے کہا "امیرالمومنین، میں تو سمجھتا تھا کہ اسلام میں مجھے جاہلیت سے زیادہ عزت دی جائے گی"

امیرالمومنین نے جواب دیا "اسلام ناانصافی کو پسند نہیں کرتا وہ عدل قائم کرنا چاہتا ہے اور تمہارے معاملے میں بھی عدل ہی سے کام لیا جائے گا"

جبلہ کا چہرہ اُتر گیا اُس نے کہا "اچھا میں آج رات اس بات پر غور کروں گا"

اندر یہ بات چیت ہو رہی تھی، لیکن باہر بہت سے مسلمان جمع ہوگئے تھے۔ کسی نے کہا "یہ امیرالمومنین کی غیر ضروری شدت ہے۔ جبلہ کو معاف کردینا چاہئے تھا"

ایک مسلمان بولا "امیرالمومنین نے صحیح فیصلہ کیا ہے۔ اسلام میں سب برابر ہیں۔ جبلہ اسلام لایا ہے تو شاہانہ تکبر کو بھی چھوڑنا پڑے گا"

"اس سے شامی فوجوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے" کسی نے کہا۔

کسی نے رائے دی "جس اللہ نے رومیوں پر فتح عطا کی ہے وہی شام والوں کو بھی مغلوب کرے گا"

جبلہ اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ اُس کی محبوبہ نے پوچھا "حج ختم ہوگیا؟"

"میں ایسے دین میں نہیں رہ سکتا" اُس نے غصے کے ساتھ کہا "شاہ و گدا کو یہ لوگ ایک ہی صف میں کھڑا کردینا چاہتے ہیں۔ یہ فطرت کے خلاف ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا"

"کیا ہوا؟" سلمیٰ نے پوچھا۔

جبلہ بولا "میں نے ایک اعرابی کے طمانچہ مار دیا عمر کہتے ہیں میں اُس گنوار سے معافی مانگوں۔ عمر کو بھی سلام اور اُن کے دین کو بھی سلام میں یہ ذلت نہیں گوارا کرسکتا"

سلمیٰ نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھ کر پوچھا "کیا اسلام کو ترک کردوگے؟"

"ہاں" جبلہ نے کہا "میں پھر عیسائیت قبول کروں گا وہاں بادشاہ بادشاہ ہے اور گنوار گنوار ہے۔ آج رات ہم لوگ یہاں سے فرار ہوجائیں گے"

"ہم لوگ کون؟" سلمیٰ نے پوچھا

"ہم سب لوگ" جبلہ نے کہا۔

"لیکن میں نہیں جاؤں گی" سلمیٰ نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں؟" جبلہ نے حیرت سے پوچھا۔

"اس لئے کہ" سلمیٰ نے کہا "عیسائیت نفس کا فریب ہے میں جنت کے دروازے پر پہنچ کر دوزخ کی جانب واپس نہیں جاسکتی۔ پھر

جن کے دل یادِ خدا سے معمور ہیں، جو آپس میں رحیم و شفیق ہیں اور مسافروں کے لئے راحت و آرام کا سرچشمہ ہیں۔ جن کے منہ سے میں نے آج تک کوئی بری بات نہیں سنی — خدا کی قسم، یہ جنت کے راہ رو ہیں۔ انہیں چھوڑ کر نفس کی آواز پر لبیک نہ کہو جبلہ!"

جبلہ حیرت سے سلمیٰ کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر بولا "آج یہ ہوا ہے کل اس سے بھی زیادہ ذلت کا سامنا کرنا ہوگا۔ میں اپنے وقار کو نہیں کھونا چاہتا۔"

"جھوٹا وقار ہے" سلمیٰ نے کہا "اس جھوٹے وقار کو چھوڑ کر بلال حبشی اور صہیب رومی کا وقار حاصل کرنے کی کوشش کرو۔"

جبلہ تھوڑی دیر خاموش رہا۔ پھر بولا "نہیں یہ سب میری برداشت سے باہر ہے۔"

اور اسی رات جبلہ نے اپنے سب خیمے اکھاڑ دئے۔ صرف سلمیٰ کا خیمہ باقی رہ گیا۔ وہ شام کے لئے فرار ہو رہا تھا۔

"آؤ! ایک مرتبہ پھر مل لیں سلمیٰ" یہ کہہ کر جبلہ نے آغوش کھول دی۔ سلمیٰ نے آس کے گلے سے لگتے ہوئے کہا "میں نے تم سے ایسی محبت کی ہے جیسی شاید کسی عرب عورت نے نہ کی ہوگی۔"

"پھر یہ بےوفائی کیسی؟" جبلہ نے پوچھا۔

"یہ قلب کی بات ہے" سلمیٰ نے آنسوؤں کے ساتھ کہا "تمہاری یاد ہمیشہ باقی رہے گی۔ لیکن مدینہ میں جو راستہ ملا ہے وہ چھوڑا نہیں جا سکتا جبلہ —— خدا حافظ۔"

سویرے لوگوں نے جبلہ کی قیام گاہ پر صرف ایک ہی خیمہ دیکھا۔ سلمیٰ نے حضرت عمرؓ سے کہا —— "امیر المومنین، جنہیں دنیا کی عظمت پسند تھی وہ ہرقل کے پاس چلے گئے مجھے آخرت پسند تھی، اس لئے دیارِ رسول کو نہ چھوڑ سکی" اور سلمیٰ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

عورتوں کے لیے



شوہروں کو گرویدہ بنانے کا فن

جس سے عام طور پر عورتیں بہت کم واقف ہیں

(از۔ زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

زبیدہ بہن کے یوں تو سب ہی مضامین بے حد کار آمد ہوتے ہیں۔ لیکن ذیل کا مضمون بے حد اہم ہے۔ جس میں کہ اُنھوں نے معاشرتی زندگی کے ایک نہایت ہی اہم پہلو پر بڑی خوبی کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ امید ہے کہ یہ مضمون خواتین کے حلقہ میں پسند کیا جائے گا۔

ہر شادی شدہ لڑکی یہ چاہتی ہے کہ اُس کا شوہر اُس سے خوش رہے چنانچہ یورپ میں تو بے شمار ایسے انسٹی ٹیوٹ کھل گئے ہیں جہاں لڑکیوں کو اپنے شوہروں کے دلوں پر قبضہ جمانے کی باقاعدہ تعلیم اور تربیت دی جاتی ہے۔ اور اُنہیں بتایا جاتا ہے کہ وہ کیونکر اور کس طرح اپنے شوہروں کو خوش رکھ سکتی ہیں۔

ماہرین نفسیات کی رائے ہے کہ شوہروں کو خوش رکھنا بھی ایک مستقل فن ہے۔ اور اس فن سے جو لڑکیاں واقف ہوتی ہیں وہ اپنی ازدواجی زندگی کو آسانی سے خوشگوار بنالیتی ہیں۔

میرے پاس اس سلسلہ میں اکثر نئی شادی شدہ لڑکیوں کے خطوط آتے رہتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں ایک شادی شدہ لڑکی کا خط مجھے ملا تھا۔ اِس خط میں اس لڑکی نے شکایت کی ہے کہ اس کا شوہر اُس سے خوش نہیں ہے۔ چنانچہ یہ لڑکی لکھتی ہے۔

”میری شادی کو مشکل سے دو برس ہوئے ہیں۔ لیکن مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میرے شوہر مجھ سے خوش نہیں ہیں میں اُن کی دلداری اور خوش رکھنے کی پوری کوشش کرتی ہوں۔ میں خود تو اپنی تعریف نہیں کرتی لیکن میری سہیلیوں کا کہنا ہے کہ میں شکل و صورت کے اعتبار سے بھی دس میں ایک ہوں مگر اس کے باوجود یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ میرے شوہر مجھ سے کیوں کھنچے کھنچے رہتے ہیں“

اس قسم کی یہ پہلی شکایت نہیں ہے بلکہ ایسے خطوط برابر مجھے ملتے رہتے ہیں اور اس کی بنیادی وجہ وہی ہے جس کا میں اوپر ذکر کر چکی ہوں۔ یعنی شوہروں کو خوش رکھنا ایک مستقل فن ہے۔ جس سے کہ بہت کم لڑکیاں واقف ہیں مگر پھر بھی ہر لڑکی اپنی دانست میں یہی سمجھتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کو خوش رکھنے کے فن سے خوب واقف ہے حالانکہ شوہروں کو خوش رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

زمانہ قدیم میں تو عورتیں اپنے شوہروں کی صرف دل سے خدمت کر کے اُن کے دلوں کو موہ لیا کرتی تھیں۔ لیکن آجکل کی لڑکیاں ایسی نہیں ہیں بلکہ زمانہ حاضرہ کی لڑکیوں نے تو یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ محض میک اپ اور بناؤ سنگھار کر کے اپنے شوہروں کو رجھالیں گی یا میٹھی میٹھی باتیں کر کے اُن کے دلوں کو موہ لیں گی۔ حالانکہ شوہروں کے دلوں پر قبضہ جمانے کے لئے ظاہری حسن سے کہیں زیادہ حسن اخلاق اور باطنی خوبیاں بہت ضروری ہیں۔ چنانچہ جن لڑکیوں میں باطنی خوبیاں ہوتی ہیں وہ اپنے شوہروں کے دلوں میں ضرور گھر کر لیتی ہیں۔

ازدواجی تعلقات کے ماہرین کی یہ رائے ہے کہ ہر وہ لڑکی جو یہ چاہتی ہے کہ اپنے شوہر کو اپنا گرویدہ بنائے اس کے لئے سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عادت اور مزاج کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کرے اور اس چیز کو اچھی طرح معلوم کرے کہ اس کے شوہر کو کن چیزوں اور کن باتوں سے رغبت ہے اور کن

چیزوں کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ چنانچہ شوہر کے مزاج کا مطالعہ کرنے کے بعد جو لڑکیاں شوہر کے مزاج کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیتی ہیں اُن کے شوہر ہمیشہ اُن سے خوش رہتے ہیں۔ خواہ وہ خوبصورت ہوں یا نہ ہوں۔

پھر ایک ہوشمند اور فرض شناس بیوی کا فرض یہ بھی ہے کہ وہ اپنے شوہر کی تمام چھوٹی بڑی ضرورتوں سے پوری طرح باخبر رہے۔ کھانے پینے کے معاملہ میں شوہر کی پسند اور شوق کا خیال رکھے۔ شوہر کی تمام ضروریات کا کہے بغیر خود ہی اہتمام کرے۔ اور شوہر کو اتنا سکھ پہنچائے کہ اُس کا چھوٹا سا گھر جنت معلوم ہونے لگے۔ ایسی بیویوں کی شوہر بڑی قدر کرتے ہیں۔

ایک اچھی بیوی کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خوش مزاج اور خوش گفتار بھی ہو۔ اور ہر وقت ہشاش بشاش رہے تاکہ جب شوہر تھکا ماندہ گھر میں آئے تو اُس کا دل بیوی کے شگفتہ اور بشاش چہرہ کو دیکھ کر باغ باغ ہو جائے اور وہ اپنی تمام پریشانیوں کو اور کلفتوں کو بھول جائے۔ اِس کے علاوہ بیوی کا طرز گفتگو بھی دلکش ہونا چاہیئے جس میں کہ ایک قسم کی کشش اور جاذبیت ہو۔ مزید یہ کہ جب شوہر تھکا ماندہ گھر میں آئے تو اُس کے آتے ہی گھریلو جھگڑے نہ چھیڑے جائیں۔ بلکہ گھریلو الجھنوں کو کسی مناسب وقت کے لئے اٹھا کر رکھ دیا جائے۔

مردوں کی یہ فطرت ہے کہ وہ خواہ خود کتنے ہی تند مزاج کیوں نہ ہوں لیکن ہنس مکھ اور شگفتہ مزاج بیویوں کو بے حد پسند کرتے ہیں۔ میرے علم میں ایسے متعدد گھرانے ہیں جو محض عورتوں کی تیز مزاجی اور تلخ گفتاری کی وجہ سے برباد ہو گئے ہیں۔ اس لئے تیز مزاجی سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہئے۔ سچ تو یہ ہے کہ عورت کی خوش گفتاری ایک ایسا جادو ہے جو بدمزاج سے بدمزاج شوہروں کو بھی بیویوں کا گرویدہ بنا دیتا ہے۔

عورتوں میں مردوں سے کہیں زیادہ نکتہ چینی کا مرض ہوتا ہے چنانچہ انہیں شوہروں اور شوہروں کے رشتہ داروں پر نکتہ چینی کرنے میں خاص لطف آتا ہے یہاں تک کہ وہ شوہروں کی معمولی فروگذاشتوں پر بھی نکتہ چینی کرنے سے باز نہیں آتیں جس سے بعض اوقات بڑے بڑے ہنگامے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہوشیار اور سمجھدار بیویاں کبھی شوہروں پر نکتہ چینی نہیں کرتیں۔ اگر شوہر کی کوئی بات اُنہیں ناگوار بھی معلوم ہوتی ہے تو وہ موقعہ اور محل دیکھ کر شوہر کو جتا دیتی ہیں۔ لیکن ایسے نرم انداز میں کہ شوہر کو محسوس تک نہیں ہوتا۔

ایک اچھی بیوی کے لئے یہ بات بھی نہایت ضروری ہے کہ وہ انتہا درجہ کی متحمل مزاج ہو۔ اگر شوہر کی کوئی بات اُس کی مرضی کے خلاف بھی ہو تو اُسے برداشت سے کام لینا چاہیے۔ نہ یہ کہ وہ شوہر کے ساتھ ہنگامہ آرائی کے لئے آمادہ ہو جائے۔ تحمل سے زیادہ عورت کے لئے کوئی چیز ضروری نہیں۔ چنانچہ جن عورتوں میں تحمل کا مادہ ہوتا ہے اُن کے گھروں میں کبھی بھی کسی قسم کے جھگڑے نہیں ہوتے۔

مندرجہ بالا حقائق پر روشنی ڈالنے کے بعد اب میں اُس لڑکی سے کچھ کہنا چاہتی ہوں جس نے کہ مجھے خط لکھا ہے۔ بیٹی اگر تمہارے شوہر تم سے کبیدہ خاطر ہیں تو تلاش کرو کہ کہیں تم میں کوئی کمزوری تو نہیں ہے۔ اور اگر کوئی کمزوری ہے تو اُسے دور کرنے کی کوشش کرو اور میری مندرجہ بالا ہدایتوں پر عمل کرو۔ انشاء اللہ تمہیں آئندہ شوہر کی بے اعتنائی کی کبھی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔

میرا خیال ہے کہ زیادہ تر اُن ہی لڑکیوں کو شوہروں سے شکایت پیدا ہوتی ہے۔ جو شوہروں کی مزاج دانی کے فن سے ناواقف ہوتی ہیں لیکن جن لڑکیوں میں اپنے شوہروں کے مزاج کے سمجھنے کا سلیقہ ہوتا ہے۔ اُن سے ہمیشہ ہی اُن کے شوہر خوش رہتے ہیں اسلئے لڑکیوں کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہروں کے مزاج اور فطرت کو سمجھنے کی پوری کوشش کریں۔ انشاء اللہ ان کی زندگی بڑے لطف کے ساتھ گزرے گی

مجھے امید ہے کہ میری بہنیں اور بیٹیاں ان ہدایتوں پر ضرور عمل کریں گی جو میں نے اوپر درج کی ہیں اور اُن خامیوں سے گریز کریں گی جن سے کہ بے ضرورت زندگی میں تلخی اور دوری پیدا ہوتی ہے۔

افسانے



عورت کا دل

جذبات میں ڈوبی ہوئی معاشرتی کہانی

(از ڈاکٹر کیول دھیر)

کئی برس پہلے —— شاید دس برس پہلے ۔ انجنا کو کیلاش نے صرف دو دن میں دیکھا تھا جب وہ اپنے ایک دوست کی بہن کی شادی میں شریک ہوا تھا۔ اس کی شوخ فطرت نے سب کو اپنی جانب متوجہ کر لیا تھا۔ انجنا بھی اس سے متاثر ہوئی تھی۔ اس کی فطرت میں بھی شوخی و شرارت رچی ہوئی تھی۔ اس لئے بہت سے مہمانوں کے درمیان ان میں اجنبیت کا احساس فوراً ہی ختم ہو گیا تھا۔ لیکن یہ رسمی جان پہچان شادی کی تقریب کے ساتھ ہی ختم ہو گئی تھی۔ برات کی رخصتی کے فوراً بعد ہی کیلاش لکھنؤ لوٹ آیا تھا۔ چند ماہ بعد جب اس کے ڈیڈی ٹرانسفر ہو کر لکھنؤ سے دہلی آئے تو اس نے دہلی یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا تھا۔ تب وہ سائنس کا متعلم تھا۔ اور یہ اس کی زندگی کا آخری سال تھا۔ پہلے ہی دن جب اس نے یونیورسٹی میں قدم رکھا تو اچانک ہی انجنا سے ملاقات ہو گئی۔ کیلاش کو یہاں دیکھ کر انجنا کو حیرت ہوئی تھی۔ لیکن حیرت خوشی میں بدل گئی جب اسے پتہ چلا کہ کیلاش نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا ہے۔ دہرہ دون میں ہونے والا [illegible] اور کیلاش اس سے زیادہ کچھ بھی نہ جانتا تھا کہ اس کا نام انجنا ہے۔ جب اس پر یہ راز کھلا کہ انجنا بھی یونیورسٹی میں ہی [illegible] تو ساتھ رہنے کے تصور نے اُسے [illegible]۔

کیلاش اور انجنا کے تعلقات اب محض رسمی نہ رہے تھے، بلکہ وہ ایک دوسرے کے کافی قریب آ گئے تھے۔ تب کیلاش نے پہلی بار انجنا کے بارے میں سوچا تھا۔ انجنا صرف خوش مزاج ہی لڑکی نہ تھی اُس کی شخصیت [illegible] تھی۔ شبنم سے دھلے گلاب کی طرح نکھرا ہوا [illegible] کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹ، گھنی پلکوں کی اوٹ میں رقصاں شوخ و شرربار نگاہیں، فراخ پیشانی، متناسب جسم کے تیکھے نقوش، شانوں تک لہراتی ہوئی مشکبار ریشمی زلفیں، آواز کا نرم و شیریں ترنم —— سراپا تھا مت تھی وہ ابھرتے ہوئے شباب کی آغوش میں سمٹا ہوا اُس کا وجود دریاؤں کی مچلتی ہوئی الھڑ لہروں کی روانی جیسا بے پرواہ تھا جسے تیز رو آبشاروں کی سی نزاکت نے سجایا سنوارا تھا۔ کیلاش کے حساس جذبات کو انجنا کی پیاری پیاری شخصیت نے شبنم سی ٹھنڈک بخشی تھی۔ اور انجنا کی چاہت کے ان مسرور کن جذبوں نے اُسے مدہوش سا بنا ڈالا تھا۔ انجنا ایک نشہ بن کر اس کے وجود پر چھاتی چلی گئی تھی۔

کیلاش کی پروقار شخصیت، فطرت کی شوخی انجنا کو بھی بھا گئی تھی اور اپنے دل میں وہ کیلاش کے لئے چاہ محسوس کرنے لگی تھی۔ یونیورسٹی میں فرصت کا ہر لمحہ ایک ساتھ گزارنے کی بیقراری روز بروز بڑھتی ہی گئی۔ آخر دونوں کے دل ایک دوسرے کے لئے دھڑکنے لگے تھے۔ کسی نے بھی محبت کا اظہار نہ کیا تھا لیکن دونوں ہی پر ایک دوسرے کی خاموش محبت کا راز کھل چکا تھا۔

"کیلاش، خواہش، تمنا، آرزو، چاہت —— یہ سب کیا ہے؟" ایک دن انجنا نے کیلاش کے الجھے ہوئے بالوں میں اپنی نازک انگلیاں الجھاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"انہیں سب کا نام تو زندگی ہے انجنا!"

"کہتے ہیں تمنا بر نہیں آتی۔ خواہش، آرزو اور چاہت کبھی پوری نہیں ہوتی؟"

"کہتے ہوں گے۔ لیکن میرا وشواس ہے کہ انسان اگر صدق دل سے دل کی گہرائی سے خواہش کرتا ہے۔ تو یقیناً پوری ہوتی ہے۔ دعا بھی

تو خواہش [illegible] ایک جذبہ ہو۔ کسی مفکر نے کہا ہے: "دعا وہی اثر کرتی ہے جو دل کی تڑپ سے پیدا ہوتی ہے۔ آرزو ہو یا چاہت ہر جذبے کی تکمیل کے لئے دل کی تڑپ چاہئے۔"

"محبت بھی تو ایک جذبہ ہے ——— ایک خواہش ہے؟"

"ہاں!"

"کیا تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہے؟" انجنا کے چہرے کی گلابی رنگت دمک اٹھی تھی۔ کیلاش نے مدہوش نظروں سے اُسے دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"ہاں!"

"کس سے؟"

"اپنے دل سے پوچھ لو!" اور انجنا شرما گئی تھی۔ اُس کے عارضوں کے گلاب کھل اٹھے تھے۔ نگاہوں میں کلیوں کی سی حیا اُمڈ آئی تھی اور تھرتھراتے عنابی ہونٹ مسکان سے بھر گئے تھے۔ کیلاش نے اس کی گرم سانسوں کی مہک محسوس کی تھی۔ اس کے احساس کے بربط پر نغمے گونجنے لگے تھے۔

"محبت اپنے دامن سے جھٹک نہ دینا انجنا!" انجنا کے مچلتے دل پر اُس نے جیسے قابو پالیا تھا۔

"ہر حال میں میرا پیار زندہ رہے گا کیلاش! مچلتے ہوئے جانے کے جذبے بیدار ہوا تھے۔ آرزوئیں انگڑائیاں لینے لگی تھیں اور دونوں ایک ٹک سرسبز پر خاموش نگاہوں سے کھیلتے رہے

یونیورسٹی چھوڑ کر زندگی کی نئی راہوں پر قدم [illegible] سے پہلے کیلاش نے انجنا سے کہا تھا۔

"مستقبل کے بارے میں تم نے کچھ سوچا؟"

"تم جو فیصلہ کرو گے وہی میرا فیصلہ ہوگا۔"

"ریسرچ کے لئے برطانیہ جانا چاہتا ہوں لوٹنے میں شاید تین چار برس لگ جائیں گے۔"

"تمہارے لوٹ آنے تک میں منتظر رہوں گی۔"

اور جب کیلاش برطانیہ کے لئے روانہ ہو رہا تھا تو انجنا نے اپنے آپ پر جیسے جبر کرتے ہوئے کہا تھا "——— میری محبت کو وہاں کی رنگینیوں میں دفن نہ کر دینا کیلاش!" کیلاش نے پیار سے انجنا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا تھا "میرا ہر لمحہ تمہاری یاد کے جھونکوں سے معطر رہے گا۔"

برطانیہ میں اپنے قیام کے دوران ہر دن، ہر لمحہ کیلاش نے انجنا کو یاد کیا تھا۔ اس کی یادوں ہی کے سہارے وہ آگے بڑھتے سے آگے بڑھا تھا اور معینہ وقت سے پہلے ہی اُس نے اپنے سبجیکٹ پر تھیسس لکھ دیا تھا۔ اُس کی زندگی کی بڑی کامیابی تھی وہ محسوس کرتا تھا کہ اس کامیابی کا راز انجنا ہے۔ اُس کا پیار ہے، اس کی حسین یادیں ہیں۔

تین برس بعد کیلاش نے وطن آکر جب یہ سنا کہ انجنا کسی اور کی ہو چکی ہے۔ تو وہ تڑپ اٹھا۔

"انجنا نے ڈاکٹر سدھیر سے شادی کر لی" منورما نے اسے بتایا تھا ——— "تمہارے جانے کے بعد انجنا سیر و تفریح کی غرض سے دارجلنگ گئی تھی وہیں ڈاکٹر سدھیر سے ملاقات ہوگئی اور پھر شادی کر لی!"

کیلاش اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ اور منورما واقعات بیان کر رہی تھی۔ اُس نے بتایا کہ میں نے انجنا سے پوچھا

"کیلاش میں آخر کمی کیا ہے! اور پھر تم نے اُس سے محبت بھی کی ہے"

"ہاں منورما! میں نے کیلاش سے محبت کی تھی۔ شادی ——— شادی نہیں!"

"شادی کا وعدہ تو کیا تھا۔ اُس کے وطن لوٹنے تک انتظار کرنے کا بھی تو وعدہ کیا تھا؟"

"وعدہ تھا۔ تب میں نے شادی کے مسئلے پر کبھی سنجیدگی سے غور نہیں کیا تھا ——— اور تب سدھیر سے ملاقات [illegible] لیکن [illegible] کے بارے میں سنجیدگی سے غور کیا تو میرے ذہن نے کیلاش کی بات [illegible] سدھیر ڈاکٹر ہے سماج میں [illegible] کا فرد اور کیلاش ——— وہ آئندہ [illegible] اس کی زندگی [illegible] تجربوں کی [illegible] اور [illegible] کبھی رنگ، یہ کیا ہوا؟"

"[illegible] محبت [illegible]
[illegible] اپنے ارمان [illegible]
"محبت ——— [illegible]

کا احساس ہو جانے کے بعد بھلا کون پاگل بننا پسند کرے گا!"

منور ماں نے کیلاش سے وہ ساری باتیں بیان کی تھیں جو اس نے انجنا سے کہی تھیں۔ کیلاش خاموشی سے سنتا رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں انگارے رقص کرنے لگے تھے۔ زخمی جذبات کا سلسلہ دہکتی ہوئی آگ جیسا بن گیا تھا لیکن وہ بت کی طرح خاموش بیٹھا رہا تھا۔ اپنے پیار کے جس چمن کو آرزوؤں کی نوخیز کلیوں سے اُس نے سجایا سنوارا تھا، وہ چمن اب لٹ چکا تھا ــــ اجڑ چکا تھا۔ شکست خوردہ تمنائیں اس کے دل و دماغ میں تناؤ پیدا کر رہی تھیں۔ چاہت کی بکھری آگ جو کبھی اُس کے جذبات کو پیار کی آگ دینے کا باعث ہوئی تھیں، آج شعلے بن کر بھڑک اٹھی تھی اور وہ محسوس کر رہا تھا، اس کا وجود اسی آگ میں جل کر راکھ ہو جائے گا۔ آنسوؤں کے موٹے قطرے اُس کی آنکھوں سے بہہ کر رخساروں پر لکیریں بناتے ہوئے نیچے لڑھک کر گر رہے تھے۔ ایک طویل سرد آہ بھرتے ہوئے وہ بڑبڑایا تھا ــــ "میں نے تمہیں پیار کیا تھا۔ انجنا! اپنی زندگی کے بے کیف لمحوں کو تمہاری یاد سے سجایا تھا میں نے! بہاروں کی مستیوں اور خزاں کی ویرانیوں میں بھی تمہیں یاد کیا تھا لیکن تم نے میرا دل توڑ دیا انجنا! ..... جہاں بھی رہو، خوش رہو انجنا! میری خاموش محبت ہمیشہ تمہاری زندگی کا دامن مسرتوں سے بھرنے کے لئے دعا گو رہے گی ــــ" کیلاش کی آنکھیں بے اختیار بھیگ گئی تھیں۔

کیلاش ماضی کے غم دامن میں سمیٹے ہوئے بے کیف سی زندگی کا بوجھ اٹھائے وقت کے دھارے کے ساتھ بہتا رہا تھا۔ برطانیہ سے لوٹتے وقت اُس کے دل میں امنگیں تھیں، جذبوں کی بھیڑ تھی۔ لیکن اب وہ جیسے [illegible] ہو کر رہ گئے تھے۔

کیلاش نے سوچا تھا کہ وطن ہی میں کوئی مناسب ملازمت مل جائے تاکہ اپنے ملک میں رہ کر ریسرچ کا کام شروع کرے لیکن اُس کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ تین ماہ کی مسلسل جدوجہد کے سبب اُسے اپنی ہر کوشش میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تو مجبور ہو کر اس نے برطانیہ لوٹ جانے کا فیصلہ کر لیا تھا ــــ اور پھر وہ وطن چھوڑ کر برطانیہ منتقل ہو گیا تھا۔ [illegible] کامیابیاں حاصل کرنے کے لئے [illegible] اس نے برطانیہ [illegible] اور پھر امریکہ چلا گیا تھا۔

کچھ برس گزر جانے کے بعد ایک دن ساری دنیا کے لوگوں نے ڈاکٹر کیلاش کی عظیم ترین کامیابی کا ذکر سنا۔ اُس نے برسوں کی محنت کے بعد اپنے ارادوں میں کامیابی حاصل کی تھی۔ اس کی [illegible] کے لئے اُسے دنیا کا سب سے بڑا اعزاز عطا کیا گیا تھا۔

جلی حروف میں شائع شدہ اس خبر کو انجنا نے بار بار پڑھا تھا۔ خبر کے ساتھ ہی چھپی ہوئی کیلاش کی تصویر کو اس نے بار بار دیکھا تھا۔ لیکن وہ سمجھ نہ پا رہی تھی۔ کہ اُسے خوشی حاصل ہوئی ہے۔ یا درد جاگا ہے؟ اس کا منتشر الجھا الجھا ذہن سوچ اور چاہت کے درمیان گھر گیا۔

کیلاش وطن لوٹ آیا تھا۔ اُس کا شمار اب دنیا کی ممتاز ترین ذہین ترین شخصیتوں میں ہوتا تھا۔ سارے دیش نے ایک قومی ہیرو کی طرح اُس کا سواگت کیا تھا، اُس کی عظمتوں کو سراہا تھا اور دیش میں سائنسی ریسرچ کے شعبے کے چیف کی حیثیت سے کام کرنے کی اُس سے درخواست کی گئی تھی۔ انجنا ہر دن اخبار میں ایسی خبریں پڑھتی رہی تھی۔ اور آہستہ آہستہ اُس کے ذہن میں پیدا انتشار کی حالت ختم ہو گئی تھی۔ کیلاش کا ذکر آتے ہی اب وہ بیقرار سی ہو جاتی تھی۔ اس بیقراری کی وجہ شاید اُس کی ذاتی زندگی کی وہ گھٹن تھی جس سے وہ واقف ہو گئی تھی ــــ جس نے اُسے اپنے حالات سے غیر مطمئن سا بنا دیا تھا۔ اپنے ماضی کے اُن لمحات کو یاد کر کے [illegible] سی ہو جاتی تھی۔ اُس کے بچپن کے جذبات نے کیلاش کو [illegible] کو اپنایا تھا۔ وہی جذبے اس کی زندگی میں اب کانٹوں کی چبھن کا احساس دلا رہے تھے۔

سدھیر ایک کامیاب ڈاکٹر تھا ــــ ایک مصروف ترین ڈاکٹر۔ شادی کے بعد انجنا کے جذبوں کا خمار اترا تو اُس نے محسوس کیا تھا کہ سدھیر کو اُس کے بجائے اپنے مریضوں کا زیادہ خیال ہے۔ انہیں دنوں انجنا کو ملیریا بخار ہو گیا تھا۔ سدھیر تین دن تک مزاج پرسی تک نہ کر سکا تھا ــــ اس لئے کہ وہ ایک بہت ہی سیریس کیس میں الجھا ہوا تھا۔ انجنا دل ہی دل میں تڑپ اٹھی تھی لیکن سدھیر سے کبھی اُس نے گلہ نہ کیا تھا، دل ہی دل میں بے دلی کے

جذبوں کو ٹھکرا دیا تھا۔ سدھیر کی معمولی بے پروائی بھی اب اُسکے دل پر نشتر زنی کرتی تھی۔ اور آہستہ آہستہ اُس کے جذبات مشتعل ہوتے چلے گئے تھے اپنے آپ کو وہ اکثر گھٹے گھٹے سے ماحول میں ایک قیدی کی طرح سمجھنے لگی تھی اُس نے اپنی زندگی میں پیدا ہونے والے خلا کا احساس کیا تھا شاید اسی احساس نے اُسے کیلاش کے بے نیازی کا جذبہ دیا تھا

"انجنا آج شام کو دارلامان میں ڈاکٹر کیلاش کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد کی جارہی ہے۔ چار بجے تم وہاں پہنچ جانا میں بھی وقت پر آجاؤں گا" ڈاکٹر سدھیر انجنا سے مخاطب تھا۔ اُس کے چہرے پر خوشی کی جھلک نمایاں تھی۔ انجنا چونک پڑی

"کیا۔۔۔؟" بے اختیار اُس کے منہ سے نکل گیا "کیلاش یہاں کب؟" جبھی اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا لیکن سدھیر نے شاید انجنا کے الفاظ پر زیادہ توجہ نہیں کی تھی۔

"دوپہر تک وہ یہاں پہنچ جائیں گے ۔۔۔ اور ہاں! دو دن وہ ہمارے یہاں قیام کریں گے۔ شاید تمھیں معلوم نہیں کہ کیلاش میرا دوست ہے۔ لکھنؤ یونیورسٹی میں ہم کلاس فیلو تھے" یہ کہتے ہوئے ڈاکٹر سدھیر باہر چلا گیا۔ اور انجنا ایک بار پھر خیالوں کی دنیا میں گم ہو گئی۔ شاید اپنے آپ کو وہ آنے والے لمحات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کر رہی تھی۔

دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں اور بے حد سرد موسم میں بھی اُس کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں آگئی تھیں۔

شام کی پُررونق تقریب میں انجنا موجود تھی۔ سدھیر بھی وہیں تھا۔ اور جب اُس نے کیلاش سے انجنا کو متعارف کرایا تو کیلاش چونک ۔۔۔ چونک گیا اُس پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔

کیلاش ڈاکٹر سدھیر کا مہمان تھا۔ رات بھر وہ سو نہ سکا تھا۔ اُس کے خواب و خیال میں بھی کبھی یہ بات نہ آئی تھی کہ انجنا کا شوہر اُس کا دوست ڈاکٹر سدھیر ہے۔ اُس کا ذہن ماضی کی غمناک یادوں میں الجھا تھا ۔۔۔ یادیں جو انجنا سے وابستہ تھیں ۔۔۔ جو اس کی اپنی زندگی کا ارمانوں اور چاہتوں سے وابستہ تھیں؛ دس برس کے بعد انہی یادوں کے ہجوم کو چیرتی ہوئی آج اچانک پھر اُس کے سامنے انجنا کھڑی ہوئی تھی ۔۔۔ نہیں وہ انجنا کوئی اور تھی ۔۔۔ وہ کیلاش بھی کوئی دوسرا تھا۔ یہ انجنا تو تمہارے دوست کی بیوی ہے ۔۔۔! اُس کے ذہن نے کہا اور طویل ذہنی کشمکش کے بعد سوچ نے جذبات کی کمزوری پر قابو پا لیا تھا۔

سدھیر ہسپتال سے ابھی لوٹا نہیں تھا۔ کیلاش سدھیر کے کمرے میں بیٹھا کتابوں سے دل بہلا رہا تھا۔ انجنا تھوڑی ہی دیر پہلے کمرے میں آئی تھی

"عظیم کامیابی تمہیں مبارک ہو کیلاش!" انجنا پہلی بار اُس سے بیباک انداز میں مخاطب ہوئی تھی۔

"تھینک یو انجنا!" کیلاش نے ہونٹوں پر جبری مسکراہٹ لانے کی کوشش کی تھی اور پھر کمرے میں خاموشی چھا گئی تھی۔ کیلاش کی نگاہیں کسی کتاب کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں۔ لیکن ذہن میں کچھ اور تھا۔ بظاہر انجنا بھی سامنے دیوار پر آویزاں تصویر کی طرف دیکھ رہی تھی لیکن اُس کا ذہن اُن خیالوں کو ترتیب دینے میں محو تھا۔ جذبات پھر وہ اپنے دل و دماغ میں سموتی رہی تھی۔ بیتی زندگی کے پرکیف لمحوں کا تصور، دبے دبے سے محبت کے جذبے اس کی سوچ کے دائرے میں گھرے اُمڈ مچل رہے تھے۔ یہی جذبے کبھی اُس کے احساس تشنگی سے بھی ٹکرا جاتے تھے۔ آخر کیلاش سے اُس نے سب کچھ کہہ دیا جو اُس کے دل میں تھا ۔۔۔ جو اُس کے ذہن میں تھا لیکن کیلاش یہ سب سننے کے لئے قطعی تیار نہ تھے۔ انجنا کے الفاظ کی گہرائی تک اترنے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے کہا تھا

"بھول جاؤ انجنا کہ تم نے کسی سے محبت کی تھی۔ اپنی زندگی کو چاہت کے اُن جذبوں سے سنوارو جو سدھیر کے دل میں پلنا چاہتے ہیں ۔۔۔ تمہاری زندگی سدھیر کی زندگی ہے ۔۔۔ تمہارے جذبے سدھیر کے جذبے ہیں"

"کاش چاہت زندہ رہ جاتی! میری زندگی کے دامن میں اب صرف سسکیاں ہی رہ گئی ہیں" انجنا کی بھیگی بھیگی سی آواز میں درد کی آمیزش تھی ۔۔۔ "سدھیر کے پہلو میں پتھر کا دل ہے"

"تم نے سدھیر کو غلط سمجھا ہے انجنا! وہ میرا دوست ہے۔ وہ کتنا جذباتی ہے، میں جانتا ہوں۔ وہ ایک ڈاکٹر ہے جو مریضوں کی زندگی کا مسیحا ہوا کرتا ہے ۔۔۔ ایک طرح سے وہ انسان کا [illegible] ہے۔ ایک ڈاکٹر ہے جو [illegible]

کہ تم اس عظیم انسان کی اُس دیوتا کی شریکِ حیات ہو۔"

"ہاں کوئی چیز کسی کے لئے باعثِ فخر ہو سکتی ہے تو یقیناً مجھے بھی اپنی زندگی پر فخر ہے۔"

"لیکن یہ مت بھولنا کہ کانٹوں سے بھری ہوئی شاخ کو صرف ایک ہی پھول خوبصورت بنا دیتا ہے۔ تم بھی ایک پھول ہو انجنا! سدھیر کے چمن میں اُسے کھلا رہنے دو۔" کیلاش دل کی گہرائی سے انجنا کی زندگی کو پُرمسرت دیکھنے کا خواہاں تھا۔ وہ کہے جا رہا تھا کہ جذبات کی رَو میں بہہ کر تم صرف اپنے لئے سوچ رہی ہو۔ ذرا اُس انسان کے لئے بھی سوچو جس پر صرف تمہارا ہی نہیں، اوروں کا حق بھی ہے۔ اُسے تمہارے پیار کی ضرورت ہے، تمہارے خلوص اور اعتماد کی ضرورت ہے۔ لیکن انجنا پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ وہ تو اپنے ہی جذبات کے تنگ دائرے میں قید تھی۔ اُسے محسوس ہوا تھا کہ اُسے ٹھکرا کر کیلاش اپنی ناکام محبت کا اُس سے بدلہ لینا چاہتا ہے — اُسے ذلیل کرنا چاہتا ہے جبھی اسکے حساس دل نے اپنے آپ کو بے حد حقیر محسوس کیا تھا۔ اپنے آپ کو وہ منوں بوجھ کے نیچے دبی سی محسوس کرنے لگی تھی۔ اور وہ تڑپ اٹھی تھی۔ دوسرے ہی لمحے جیسے بھاگتی ہوئی سی کمرے سے باہر آ گئی تھی۔ کیلاش پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے جاتے ہوئے دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔

انجنا اپنے کمرے میں پلنگ پر گر کر زار و قطار رو رہی تھی۔ آنسو بہا لینے کے بعد دل کا بوجھ کچھ کم ہوا تو اس کا ذہن ایک نئی سوچ میں الجھ گیا تھا۔ دل نے جیسے اچانک ہی کوئی فیصلہ کر لیا تھا اور ذہن اس فیصلے کے آگے جھک گیا تھا۔ انجنا اٹھ کر سامنے رکھی اُس تصویر کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی جس میں سدھیر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے کھڑا مسکرا رہا ہے۔ یہ وہی تصویر تھی جو دارجلنگ کی حسین ملاقات کی یاد دلاتی تھی۔ انجنا نے فریم اُلٹ دیا اور کمرے سے باہر آ گئی۔ اُس کے مشتعل جذبات نے یہ آخری فیصلہ کیا تھا۔ کہ آج ہی — ابھی سدھیر سے وہ صاف صاف کہہ دے گی کہ اُن دونوں کی راہیں الگ ہیں — گھٹن بھری اس زندگی کی قید سے وہ آزاد ہونا چاہتی ہے — اور ہمیشہ کے لئے وہ یہاں سے چلی جائے گی — کہیں بھی! اس سے زیادہ اس نے کچھ بھی نہ سوچا تھا۔

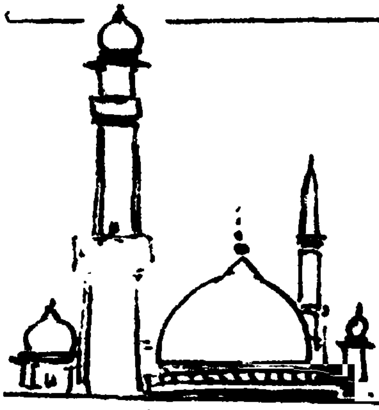
انجنا کے قدم ابھی برآمدے ہی میں تھے کہ اُس کے کانوں نے فون کی گھنٹی کی آواز سنی اور نہ چاہتے ہوئے بھی اُس کے قدم رک گئے۔ دائیں طرف سدھیر کے کمرے میں سے کیلاش کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ وہ فون پر کہہ رہا تھا۔

"کیا کہا — ڈاکٹر سدھیر کو دل کا دورہ پڑا ہے ..... اُن کی حالت کیسی ہے —؟ جی — تشویشناک — !!! اوہ خدا! — جی ہاں! مسز سدھیر یہیں ہیں میں انہیں لے کر ہسپتال پہنچ رہا ہوں — !"

انجنا سر سے پاؤں تک کانپ گئی — لرز گئی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا پھیل گیا اور بے سدھ سی، بے تحاشہ وہ کیلاش کی طرف لپکی۔ اس کے ذہن میں جو تناؤ تھا۔ جو اشتعال تھا، گھٹن کا جو احساس تھا، یک بیک پگھل گیا۔ پتھرائی سی سونی سونی آنکھوں میں آنسو لرزنے لگے۔ اُسے یوں محسوس ہوا جیسے غم کا پہاڑ اُس پر آ گرا ہو۔ جیسے اُس کی دنیا ہی لٹنے کو ہو — پاگلوں کی طرح تڑپ اٹھی تھی۔ وہ! دوسرے ہی لمحے کیلاش کے ساتھ وہ کار کی طرف بڑھ گئی۔

سدھیر بے ہوش پڑا تھا اور بڑے بڑے ڈاکٹروں کی ٹیم اُس کی تشویشناک حالت پر قابو پانے میں کوشاں تھی۔ انجنا نے بہت دیر تک رو لینے کے بعد اپنے ضبط کو باندھنے کی کوشش کی تھی۔ سدھیر کے قریب بیٹھی وہ اُس کے زرد چہرے کو پریشان بے چین سی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ انگلیاں سدھیر کے بالوں میں الجھ گئی تھیں۔ کبھی کبھی اُس کی آوارہ نگاہیں ڈاکٹروں نرسوں اور ایک کونے میں کھڑے کیلاش کی طرف اٹھ جاتیں اور پھر سدھیر تک لوٹ آتیں۔ کیلاش سدھیر کو دیکھ رہا تھا۔ انجنا کو دیکھ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا شاید انجنا نے بھی سدھیر کے دل کی [illegible] اترنے کی کوشش نہیں کی کہ شاید کبھی اپنے محدود جذبوں سے [illegible] اُس نے سدھیر کو سمجھا نہیں، پرکھا نہیں۔ شاید کبھی وہ سمجھ نہیں پائی کہ سدھیر ایک ڈاکٹر ہے۔ ایک ایسا انسان ہے جسے مصروفیت کے لمحوں میں کسی کی میٹھی مسکان کی ضرورت ہے۔ کسی کے پیار کی ضرورت ہے تاکہ اس کے تھکے ماندے ذہن کو، جسم کو سکون حاصل ہو سکے۔ کیلاش کی سنجیدہ نگاہوں نے انجنا کو دیکھا — اور اپنے [illegible]

مگر انجنا نادان لڑکی نہیں تھی بلکہ وہ کیلاش کی موجودہ شہرت اور گزشتہ محبت کے تاثرات کی بنا پر جذبات کی رو میں بہہ گئی تھی — کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ابتدائی محبت کے نقوش محبت کرنے والوں کو جذبات کی رو میں بہا کر لے جاتے ہیں — یہی انجنا کے ساتھ ہوا تھا وہ کیلاش کو دیکھنے کے بعد جذبات کی رو میں بہتی چلی گئی تھی۔ اور اس نے فرشتہ صفت شوہر سدھیر کے حسن سلوک اور خلوص کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ لیکن قدرت نے اسے جھنجوڑ دیا تھا —
آج جب اسے محسوس ہو رہا تھا کہ سدھیر کو اس سے چھینا جا رہا ہے ایک بڑی نعمت جو خدا نے اسے عطا کی تھی اس سے وہ محروم کی جا رہی ہے۔ تو اس کی آنکھیں کھل گئی تھی۔ اور وہ سدھیر کی قدر و قیمت کو جان گئی تھی۔ اور اس کی صحتیابی کے لئے مضطرب اور بے چین تھی۔ اور اب وہ کیلاش کو بالکل بھول چکی تھی حالانکہ کیلاش اس وقت اس کی آنکھوں کے سامنے تھا —
پھر جب لگاتار کئی گھنٹوں کی جدوجہد کے بعد سدھیر نے آنکھیں کھولیں۔ اس کے لب ہلے اور اس نے کہا "انجنا" تو انجنا بیتاب ہو کر اس پر جھک گئی۔ اس نے سینہ پر اپنا سر رکھ دیا اور بے اختیار ہو کر اپنے کپکپاتے ہونٹ سدھیر کی پیشانی پر رکھ دیئے۔ اور بھٹکی ہوئی انجنا پھر راہ راست پر آگئی۔ اور اسے سدھیر کے علاوہ ساری دنیا بے حقیقت معلوم ہونے لگی کیونکہ اس کے اندر کی عورت جاگ چکی تھی۔



دنیائے اسلام پر ایک نظر

عرب ممالک ایٹمی پاور ضرور بنیں گے

ایرانی ملاؤں کے خلاف نیا محاذ۔ سندھستان کی سرحد پر پاکستانی فوج

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

عرب ممالک ایٹمی پاور ضرور بنیں گے

اسرائیل اور امریکی سازش سے عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کی تباہی بلاشبہ نہ صرف دنیائے عرب کا بلکہ پوری دنیائے اسلام کا بہت بڑا نقصان ہے لیکن ساتھ ہی یہ چیز قابل اطمینان ہے کہ اس واقعہ نے سب ہی عرب ممالک کو جھنجوڑ کر رکھ دیا ہے۔ اور سب ہی عرب ممالک نے متحدہ طور پر یہ طے کیا ہے کہ خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو عرب ممالک ایٹمی پاور بن کر رہیں گے۔

سعودی عرب کے بادشاہ شاہ خالد کے اس اعلان کو پوری دنیائے اسلام میں بڑے اطمینان کے ساتھ سنا گیا کہ وہ عراقی ری ایکٹر کی تعمیر نو کا پورا خرچ برداشت کریں گے چنانچہ طائف کی ایک اطلاع ہے کہ وہ شاہ خالد نے اپنی حکومت کو حکم دیا ہے کہ ۷ جون کو اسرائیل کے حملہ سے عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کو جو نقصان پہنچا ہے اسکی تعمیر نو کے لئے وہ تمام اخراجات برداشت کرے۔"

سعودی وزیر [illegible] یمانی نے کہا ہے کہ "شاہ خالد نے پیرس میں ہوئی حالیہ بات چیت کے دوران صدر فرانس کو آگاہ کر دیا کہ عراقی ری ایکٹر کی تعمیر نو کے لئے سعودی عرب تمام اخراجات برداشت کرے گا۔ اور ملاقات کے بعد اس کا اعلان بھی کر دیا تھا۔"

یہ یاد رہے کہ عراق میں ایٹمی ری ایکٹر جو تیار ہو رہا تھا اس کی تیاری کا پورا اہتمام حکومت فرانس کے سپرد تھا۔ اور یہ اندیشہ تھا کہ شاید اب فرانس دوبارہ اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کر دے لیکن فرانس کی وزارت خارجہ کے ذمہ داران نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ "فرانس عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کے دوبارہ تعمیر کرنے کے لئے تیار ہے لیکن حکومت عراق نے باقاعدہ طور پر اسکے لئے درخواست نہیں کی ہے۔"

بہر حال یہ چیز قابل اطمینان ہے کہ عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کی تباہی سے عربوں میں ایک نئی بیداری پیدا ہو گئی ہے۔ جو نہ صرف عربوں کے لئے بلکہ پوری دنیائے اسلام کے لئے نیک فال ثابت ہو گی۔

ایرانی ملاؤں کے خلاف نیا محاذ

ایک طرف تو ایران میں ملاؤں کی حکومت کے خلاف جا بجا بغاوتیں رونما ہو رہی ہیں۔ اور دوسری جانب ایران کے معزول صدر ابو الحسن بنی صدر اور مرحوم شاہ کے بیٹے رضا شاہ پہلوی دوم نے الگ الگ اپنے بیانات میں اعلان کیا ہے کہ وہ ایران کی موجودہ ملاؤں کی حکومت کا خاتمہ کر کے دم لیں گے

استنبول سے شائع ہونے والے "اخبار حریت" کی اطلاع کے مطابق۔ ابو الحسن بنی صدر نے اعلان کیا ہے میں پھر اقتدار میں واپس آؤں گا اور اس وقت تک لڑتا رہوں گا جب تک کہ ایران میں حقیقی اسلامی ری پبلک قائم نہیں ہو جاتی۔ اخبار کا کہنا ہے کہ بنی صدر ایران ہی میں کسی جگہ چھپے ہوئے ہیں۔

اسی طرح ٹیپ ریکارڈ کیا ہوا دوسرا پیغام سابق شاہ کے بیٹے نے بھیجا ہے۔ بیس سالہ شہزادہ پہلوی دوم نے دعویٰ کیا ہے کہ میرے والد کی وفادار فوج اب بھی ایران میں موجود ہے۔

اور وہ مستقبل قریب میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کریں گے۔ شہزادہ پہلوی کا یہ پیغام مصر میں ٹیپ کیا گیا ہے۔ جسے خمینی کے مخالفوں نے ایران میں تقسیم کیا ہے۔

سابق صدر ایران ابوالحسن بنی صدر نے مزید کہا ہے کہ جو لوگ ایران پر حکومت کر رہے ہیں اُن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے نیز انھوں نے کہا ہے کہ میں ایران میں موجود ہوں اور جلد ہی اپنے فرائض سنبھال لونگا۔ ادھر آیت اللہ خمینی کی حکومت چن چن کر بنی صدر کے حامیوں کو قتل کر رہی ہے۔ اب تک دو سو سے زیادہ سابق صدر کے حامی قتل کئے جا چکے ہیں۔

یہ امر واقعہ ہے کہ ایران اس وقت تباہی کے دہانے پر کھڑا ہوا ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ وہاں کب کوئی نیا انقلاب رونما ہو جائے بہت ممکن ہے کہ ایران کی فوج ہی بغاوت کر دے۔

ہندوستان کی سرحد پہ پاکستان کی فوج

کیسی عجیب بات ہے کہ پاکستان کو وجیہہ تو روس کی جانب سے خطرہ ہے لیکن وہ روس کی سرحدوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ہندوستان کی سرحد پر اپنی فوجیں جمع کر رہا ہے۔

فوجی مشاہدین کے بیان کے مطابق پاکستان ہندوستان کی سرحدوں پر زیادہ سے زیادہ فوج جمع کر رہا ہے چنانچہ معلوم ہوا ہے کہ پاکستان نے ہندوستان کی سرحد پر ۱۵ انفنٹری ڈویژن دو بکتر بند ڈویژن۔ تین آرٹیلری بریگیڈ اور پندرہ فضائی رجمنٹ متعین کر دئے ہیں۔

فوجی ماہرین اس بات پر متحیر ہیں کہ پاکستان ایک عرصہ سے یہ شور مچا رہا ہے کہ روسی فوج افغانستان کے ذریعہ اُس کے دروازہ پر پہنچ چکی ہے اور روس کسی وقت بھی پاکستان پر حملہ کر سکتا ہے۔ لیکن شور تو روس کے حملہ کا نام لے کر مچایا جا رہا ہے مگر فوجیں ہندوستان کی سرحد پر جمع کی جا رہی ہیں۔ چنانچہ افغانستان سے ملحق سرحدوں پر پاکستان نے اپنی حفاظت کے پیش نظر صرف چار ڈویژن فوج اور ایک بکتر بند ڈویژن تعینات کی ہے۔ یعنی ایک طرف تو وہ افغانستان کے واسطہ روس کے حملہ کا شور مچا رہا ہے اور دوسری جانب افغانی سرحدوں سے ملحق علاقہ میں اتنے برائے نام فوج لگائی ہے۔ اس کے برخلاف ہندوستانی سرحد پر ۴ ½ لاکھ سے بھی زیادہ فوج متعین ہے جو جدید ہتھیاروں سے لیس ہے۔

اور اس سب کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان امریکہ کے ہاتھوں بک چکا ہے۔ اور اب امریکہ ہندوستان کے خلاف پاکستان کے ذریعہ کسی بدبختی پر آمادہ ہے۔ اور اسی لئے ہندوستانی سرحدوں پر پاکستان کی جانب سے غیر معمولی سرگرمیاں شروع ہو گئی ہیں۔ گویا امریکہ کے اشارہ پر پاکستان نے ہندوستان کے خلاف چوتھی جنگ کی تیاریاں شروع کر دی ہیں۔

افغان مجاہدین کی سرگرمیاں

روس دنیا کی اتنی بڑی طاقت ہے کہ امریکہ بھی اُس کے مقابلہ پر آتا ہوا کتراتا ہے۔ لیکن افغان مجاہدین مستحق مبارکباد ہیں کہ وہ اپنے خالص اسلامی جوش کی بنا پر بڑی حوصلہ مندی کے ساتھ روسی غاصبوں سے ٹکر ہی نہیں لے رہے ہیں بلکہ بعض علاقوں میں انہیں روس کے مقابلہ میں نمایاں کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔

ایک فرانسیسی ڈاکٹر جو حال ہی میں مشرقی افغانستان سے اسلام آباد پہنچا ہے اس کا بیان ہے کہ افغانی مجاہدین بڑی جراُت کے ساتھ روسی فوجوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے دو لڑائیوں میں روسی فوجوں کو شکست دینے کے بعد صوبہ کونار کی وادی پر قبضہ کر لیا ہے۔ نیز اسی ۳۲ سالہ ڈاکٹر ہینری کا کہنا ہے کہ روسی فوجوں کو افغان مجاہدین کے مقابلہ میں کافی جانی نقصان پہنچ چکا ہے۔ اب تک ہزاروں روسی افغانی مجاہدین کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے ہیں۔

یہ بات تو سب ہی پر ظاہر اور روشن ہے کہ جہاں تک نہتے افغان مجاہدین کا تعلق ہے وہ مشکل ہی سے جدید اسلحہ سے لیس روسی فوجوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی افغان مجاہدین نے روسیوں کو یہ بات یاد کرا دی ہے کہ وہ روسی ترکستان کے مسلمانوں کی طرح کمزور نہیں ہیں کہ روسی بے دینوں کے مقابلہ میں گردن جھکا دیں۔

افغان مجاہدین جس اسلامی جوش کے ساتھ دنیا کی سب سے بڑی طاقت یعنی روس کا مقابلہ کر رہے ہیں اُس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جس مقصد کے لئے روس نے افغانستان پر غاصبانہ قبضہ جما رکھا ہے اسے مشکل ہی سے اُس میں کامیابی ہوگی۔ کیونکہ افغان مجاہدین کسی طرح بھی روسی

بے دینوں کے سامنے سر جھکانے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے وہ مٹ سکتے ہیں مگر اپنا ایمان نہیں فروخت کر سکتے۔

عراق کی جنگ بندی کی پیشکش

بغداد کی تازہ ترین اطلاع ہے کہ عراق نے پھر ایک بار ایران سے فوری جنگ بندی اور آپس کے الجھے ہوئے مسائل پر بات چیت کرنے اور آپس میں بیٹھ کر طے کرنے کی اپیل کی ہے یہ پیشکش عراق کے نائب وزیر اعظم طارق عزیز نے کی ہے۔ اور ساتھ ہی نائب وزیر اعظم نے یہ کہا ہے کہ عراق اسکے لئے تیار ہے کہ ایران کے ساتھ فوراً جنگ بند کر دی جائے اور جھگڑے کو ہتھیاروں سے نہیں بلکہ آپس کی بات چیت سے سلجھایا جائے۔

نائب وزیر اعظم طارق عزیز نے کہا ہے کہ ایران کے ساتھ بات چیت اسلامی کانفرنس یا اقوام متحدہ کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ انھوں نے اس بات چیت کیلئے بنیادی اصول بتاتے ہوئے کہا ہے کہ بات چیت کے اصول یہ ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ دونوں ملک اندرونی معاملات میں عدم مداخلت کا رویہ اختیار کریں — دوسری بات یہ کہ دونوں ملک ایک دوسرے کی خود مختاری اور آزادی کا احترام کریں اور تیسری بات یہ ہے کہ عراق کے جائز حق کو تسلیم کیا جائے۔ انھوں نے اعلان کیا ہے کہ اگر ایران ان تین اصولوں پر عمل کرنے کے لئے تیار ہے تو عراق اپنی فوجیں ایرانی علاقوں سے ہٹانے کے لئے تیار رہے۔

ان تینوں شرطوں کی معقولیت سے کون انکار کر سکتا ہے بلاشبہ یہ تینوں شرطیں اس قابل ہیں کہ انہیں بے چون و چرا ایران کو تسلیم کر لینا چاہئے۔ لیکن ایران کی حالت تو یہ ہے کہ وہ کسی طرح بھی جنگ بندی کے لئے تیار نہیں ہے۔ چنانچہ ایران اب تک ہر پیشکش پر یہ اصرار کرتا رہا ہے کہ پہلے عراق اپنی فوجیں ہٹائے تب بات چیت ہوگی۔

اصل بات یہ ہے کہ ایرانی ملا یہ چاہتے ہی نہیں کہ یہ جنگ بند ہو کیونکہ انہیں اندیشہ ہے کہ اگر جنگ بند کی گئی تو وہی ایرانی فوجیں جنھیں جنگ میں الجھا دیا گیا ہے کسی نہ کسی دن ایرانی ملاؤں کی حکومت کا تختہ الٹ دیں گی۔

مکہ معظمہ کے نام پر نائٹ کلب

برطانیہ ایک ایسا ملک بن گیا ہے۔ جہاں آئے دن مسلم آزاری کے نئے نئے پہلو تلاش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ بی بی سی لندن سے ایسے ڈرامے نشر کئے جاتے ہیں جن سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ اور لندن کے پبلشر آئے دن ایسی کتابیں شائع کرتے رہتے ہیں جن میں نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرضی تصاویر ہوتی ہیں۔ بلکہ ان کتابوں میں اسلام کو بدنام کرنے والے واقعات کھلم کھلا درج کئے جاتے ہیں۔

اب معلوم ہوا ہے کہ برطانیہ میں گلاسگو میں ایک کمپنی کی طرف سے ایک نائٹ کلب یعنی عیاشی کا اڈا کھولا گیا ہے۔ جسکا نام "مکہ کلب" رکھا گیا ہے۔ رابطہ عالم اسلامی کے سکریٹری جنرل شیخ محمود علی الحرکان نے "مکہ کلب" کے نام پر شدید احتجاج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "یہ مکہ معظمہ جیسے مقدس مقام کی کھلی ہوئی توہین ہے جس سے مسلمانوں کے جذبات بری طرح مجروح ہوئے ہیں سکریٹری جنرل نے اسلامی حکومتوں اور مسلم رہنماؤں سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر "مکہ کلب" کے نام کو تبدیل کرانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

عیاشی و شراب نوشی کے ایک اڈے کو مکہ معظمہ جیسے مقدس مقام کے نام سے موسوم کیا جانا بلا شبہ مسلمانان عالم کے جذبات سے کھیلنا ہے ضرورت ہے کہ اس ضمن میں مسلمانان عالم کی جانب سے شدید احتجاج کیا جائے۔

قارئین دین دنیا سے گزارش

دین دنیا جس جرأت اور دلیری کے ساتھ ایک طرف تو مسلمانان ہند کی ترجمانی کر رہا ہے اور دوسری طرف مسلمانان ہند کے سامنے بہترین اسلامی لٹریچر پیش کر رہا ہے اس سے قارئین بخوبی واقف ہیں اور اس بات کو بھی سمجھتے ہیں کہ ایک ایسے جریدہ کی معاونت اسلام کی صحیح خدمت ہے۔ اس لئے آپکا فرض ہے کہ دین دنیا کی توسیع اشاعت میں حصہ



دلچسپ معلومات
حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دہن دنیا)

وہ ملک جہاں مرد نا پید ہیں

آپ کو معلوم ہونا چاہئیے کہ دنیا میں ایک ایسا بھی ملک ہے جہاں انتہائی کوشش کے باوجود لڑکیاں محض اسلئے شادی نہیں کر سکتیں کیونکہ وہاں مردوں کی قلت ہے اور اس ملک کا نام ہے "کمپوچیا" جو جنوبی مشرقی ایشیا میں واقع ہے۔

سی۔ پی۔ ایم۔ لیڈر برمود گپتا حال ہی میں وہاں سرکاری دورے پر گئے تھے۔ واپسی پر کلکتہ کے اخباری رپورٹروں سے بات چیت کرتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ کمپوچیا میں عورتوں اور مردوں کی شرح میں تشویشناک فرق ہے۔ عورتیں بہت زیادہ ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں مردوں کی آبادی بہت ہی کم ہے۔ اس فرق سے وہاں نہایت پیچیدہ سماجی مسائل پیدا ہوگئے ہیں۔

سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ قابل شادی لڑکیاں شوہر نہ ملنے کی وجہ سے اپنی جنسی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے بے تحاشا مردوں کی جانب دوڑ رہی ہیں۔ اور بد چلنی انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ اور وہاں کی حکومت اس الجھن کی وجہ سے بے حد پریشان ہے اور اب تو وہاں کی عورتوں نے یہ بھی مطالبہ شروع کر دیا ہے کہ کمپوچیا کے مردوں کو ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کی اجازت دیدی جائے کیونکہ اسکے سوا اور کوئی دوسرا حل نہیں ہے۔

سانپوں کا پالنا فیشن میں داخل

جوہنس برگ کے عورتوں میں ان دنوں سانپوں کے پالنے کا شوق بےحد بڑھ گیا ہے یہاں عموماً عورتیں کثرت سے بے ضرر سانپوں کو پالتی ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ گھروں سے نکلتی ہیں تو ان کے پرسوں میں سانپ ہوتے ہیں۔

یہ عورتیں مارکیٹ سے بے ضرر سانپ خرید لاتی ہیں اور انہیں محافظ کے طور پر ہر وقت اپنے ساتھ رکھتی ہیں۔ یہ سانپ زہریلے نہیں ہوتے مگر ان کی پھنکار دوسرے سانپوں کی طرح خوفناک ہوتی ہے۔ اپنے پرس یا بیگ میں سانپ رکھنے سے انہیں ایک فائدہ بھی پہنچتا ہے کہ جونہی کوئی لٹیرا ان کا پرس چھیننے کی کوشش کرتا ہے تو سانپ اندر سے پھنکارنا شروع کر دیتے ہیں۔ پرس کو زمین پر ٹیک دینے کی صورت میں سانپ باہر نکل کر نہ صرف لٹیرے پر حملہ کر دیتے ہیں بلکہ اسے ڈس بھی لیتے ہیں اور وہ خوفزدہ ہو کر بھاگ جاتا ہے۔

سانپوں کے اس نئے شوق کی بنا پر جوہنس برگ میں سانپوں کے بھاؤ بہت بڑھ گئے ہیں۔

شادی کے لیے برہنگی کا مظاہرہ

امریکہ کے ایک قصبہ میں ایک اشتہار تقسیم کیا گیا جس پر کہ ایک حسین و جمیل لڑکی کی تصویر تھی۔ جس میں کہ یہ کہا گیا تھا کہ یہ حسینہ دو بجے سے چار بجے تک قصبہ کے بڑے گراؤنڈ میں مادر زاد برہنہ ہو کر اپنے حسن کا مظاہرہ کرے گی۔ یہ معلوم ہوتے ہی ہزاروں افراد جمع ہونے شروع ہو گئے۔ اس حسینہ نے اس گراؤنڈ میں پہلے ہی سے چائے اور مشروبات کی دکان اپنے منگیتر سے لگوا دی تھی۔ مجمع چونکہ بہت زیادہ تھا۔ اس لئے خوب بکری ہوئی۔ آخر حسینہ تین بجے کے قریب میدان میں آئی اور حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آپکی عنایت سے میرے منگیتر کو خوب آمدنی ہو گئی ہے۔ اور یہ کہتے ہوئے بالکل برہنہ ہو گئی

Telephone :- [illegible] AUGUST 1981 Regd. No. D (DN) 134
Registered with the Registrar of Newspapers at R. N. No. 782/57

THE DIN DUNIA DELHI



ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مستند احادیث کا بے مثال ذخیرہ
...ری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ
اور احادیث کی تمام مستند کتب کی رُوح

اُردو حدیث

(مفتی شوکت علی فہمی کی جدید ترین مایۂ ناز تالیف)

قرآن پاک کے بعد حدیث ہی وہ مقدس کتاب ہے جس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد قائم ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال نیز ارشادات واحکامات کا وہ قیمتی ذخیرہ ہے جو مسلمانوں کی قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ اب تک کوئی ایسی اُردو مستند حدیث موجود نہیں تھی جو مسلمانوں کو بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کردے خدا کا شکر ہے کہ اردو حدیث کی اشاعت کے بعد یہ کمی پوری ہوگئی۔ اس تالیف نے مسلمانوں کو عربی زبان کی بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کردیا ہے۔ اس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ اور حدیث کی تمام مستند کتب سے وہ تمام احادیث جمع کردی گئی ہیں جن کی روزانہ زندگی میں ہر مسلمان کو ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس پاکیزہ تالیف کی بڑی خوبی یہ ہے اس کے بیس ابواب قائم کرکے تمام احادیث کو علیحدہ علیحدہ عنوانات کے ماتحت اس طرح تقسیم کردیا گیا ہے کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں فوراً نکل آئیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ایک معمولی اردو داں بھی علما کی طرح احادیث سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے گا یہ اُردو زبان کی وہ نایاب حدیث ہے جسے مفتی شوکت علی فہمی نے سالہا سال کی شب و روز کی محنت کے بعد مرتب کیا ہے۔

"اُردو حدیث" مندرجۂ ذیل بیس ابواب پر مشتمل ہے

الف. صاحب حدیث رسول اللہ صلعم کی سوانح مبارک	۵. حکمرانی جہاد اور شرعی سزاؤں سے متعلق احادیث	۱۱. اسلامی تمدن اور معاشرت کے بارے میں احادیث	۱۶. نزع اور حیات بعد الموت کے بارے میں احادیث
ب. علم الحدیث اور اُس کی مکمل تاریخ	۶. اخلاق اور اصلاح کے بارے میں احادیث	۱۲. والدین عزیز اور متعلقین کے بارے میں احادیث	۱۷. قیامت اور علامات قیامت کے بارے میں احادیث
۱. ایمان اور اسلام کے بارے میں احادیث	۷. تحمل نرمی اور فیاضی کے بارے میں احادیث	۱۳. زن و شوہر کے تعلقات اور نکاح و طلاق کے بارے میں احادیث	۱۸. جنت اور دوزخ کے بارے میں احادیث
۲. عبادات الٰہی روزہ نماز حج زکوٰۃ کے بارے میں احادیث	۸. حسد ظلم اور افعال ممنوعہ کے بارے میں احادیث	۱۴. عورت اور پردے کے بارے میں احادیث	۱۹. رسول اللہ صلعم کے معجزات اور پیشینگوئیوں کے بارے میں احادیث
۳. ذکر الٰہی خوف خدا اور دعا سے متعلق احادیث	۹. محبت اور اخوت کے بارے میں احادیث	۱۵. تجارت معاملات اور لین دین کے بارے میں احادیث	۲۰. نہایت مفید اور کارآمد منتخب احادیث
۴. پرہیزگاری اور توکل کے بارے میں احادیث	۱۰. غریبی قناعت اور انکساری کے بارے میں احادیث		

گذشتہ پچاس برس میں حدیث کی ایسی جامع کتاب شائع نہیں ہوئی!

مندرجہ بالا عنوانات کے تحت ڈیڑھ ہزار سے زیادہ احادیث ایسی عمدہ ترتیب کے ساتھ درج کی گئی ہیں کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں ایک منٹ میں آسانی کے ساتھ نکل آئیں۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ گذشتہ پچاس برس میں حدیث کے موضوع پر ایسی مستند کتاب اردو میں شائع نہیں ہوئی۔ ہر حدیث کے بعد حدیث کی مستند کتب کا حوالہ موجود ہے۔ زبان ایسی شستہ اور عام فہم کہ عورتیں اور بچے بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ ضخامت تقریباً پانچسو صفحات۔ کتابت وطباعت اعلیٰ۔ ٹائیٹل کئی رنگ میں چھپا ہوا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی رنگین تصویر موجود ہے۔ ڈسٹ کور نہایت خوشنما اور رنگین۔

پورے بیس ابواب کی مکمل اور مجلد کتاب کا ہدیہ صرف، Rs. 12/50

DIN DUNIA PUBLISHING CO. JAMAMASJID DELIH



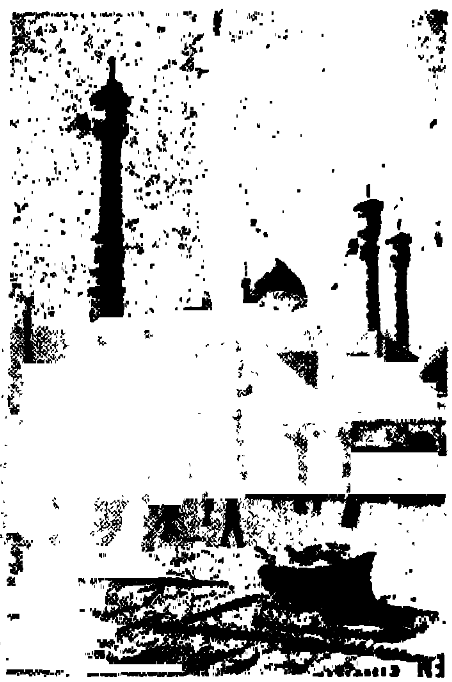
دین دنیا
دہلی
UPEES
.00
فاتح اٹلی شہزادہ ابوالعباس۔
یہ افریقہ کے اغلبی خاندان کا وہ مایۂ ناز فرزند ہے
کہ ۲۸۸ ہجری میں اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں سے نہ صرف
کی گرتی ہوئی اسلامی سلطنت کو بچا لیا تھا بلکہ
یلغار کرکے سارے یورپ میں
شوکت علی فہمی



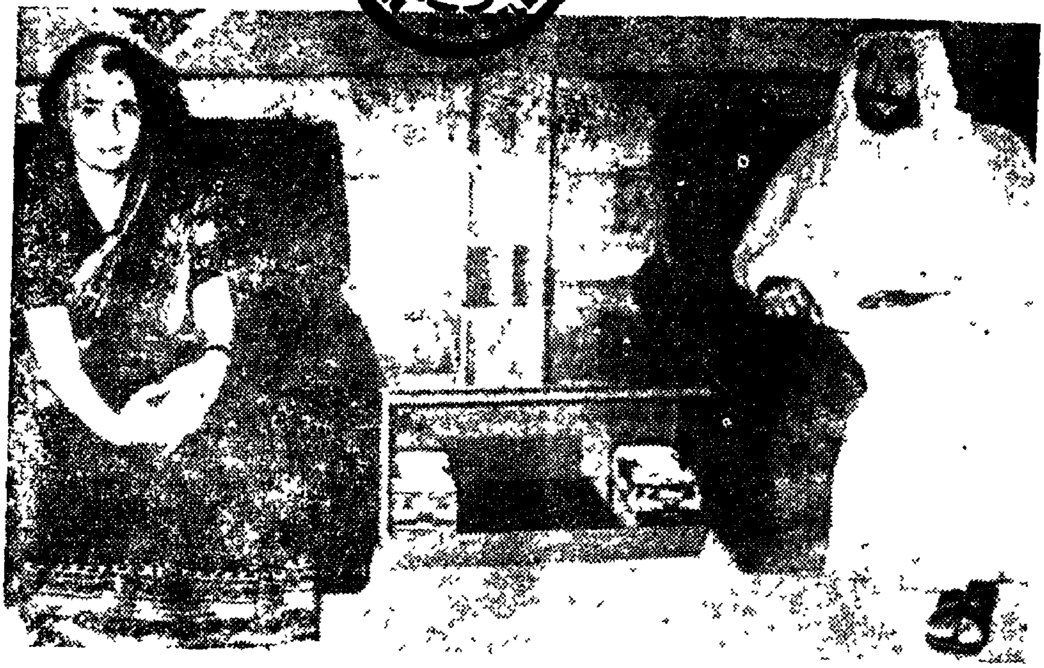
امریکہ اور اسرائیل کے یار وفادار ''انور سادات'' چند فوجی افسروں کے ہمراہ



ہند میں تو مسلموں کی دینی تعلیم
کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے



ایرانی ملاؤں کا گڑھ ''شہر قم''
جہاں روزانہ بم پھٹ رہے ہیں



وزیراعظم اندرا گاندھی متحدہ عرب امارات کے صدر ''شیخ زائد بن سلطان'' کے ہمراہ ابوظہبی میں



شارجہ کے حکمران ''شیخ سلطان بن قاسمی'' شارجہ کی ایک نمائش کا افتتاح کر رہے ہیں



سعودی عرب میں فلسطینی رہنما "یاسر عرفات" کا خیر مقدم
ریاض کے گورنر انہیں خوش آمدید کہ رہے ہیں



ایران کے نئے صدر "محمد علی رجائی"
بنی صدر کی معزولی کے بعد عہدہ سنبھال لیا۔



علامہ خمینی کے ساتھی اور سابق وزیراعظم ایران
"مہدی بازرگان" بھی نظر بند کر دیئے گئے



وزیراعظم ’’اندرا گاندھی چین کے وزیر خارجہ مسٹر ہوانگ اور مسز ہوانگ‘‘ کے ہمراہ
چینی وزیر خارجہ پچھلے دنوں ہندوستان آئے تھے۔



چیف ایئر مارشل ’’ادریس لطیف اور بیگم لطیف‘‘ اپنے بچوں کے ہمراہ
گذشتہ ماہ انہوں نے عہدہ سے سبکدوشی کو دعا کہا ہے



بیت المقدس میں عربوں کی پکڑ دھکڑ شروع ہو گئی ہے۔

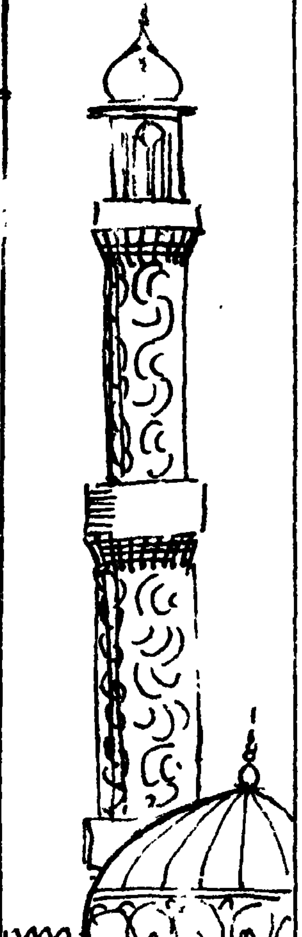
قائم شدہ ۱۹۲۱ء — اشاعت کا اکسٹھواں سال — ٹیلیفون نمبر ۲۶۲۳۵۰

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور دینی جریدہ

ماہنامہ دین دنیا دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۶۱ — ستمبر ۱۹۸۱ء — نمبر ۹



قیمت سالانہ	ترسیل زر کا پتہ	قیمت فی پرچہ
اکیس روپے ششماہی گیارہ روپے	دفتر ماہنامہ دین دنیا دین دنیا ہاؤس ...... متصل جامع مسجد دہلی وی پی منگانے میں تین روپے زائد کا خرچ ہے اسلئے منی آرڈر بھیجئے	دو روپے پاکستان، بنگلہ دیش اور برما سے پچاس روپے غیر ممالک سے سو روپے

مفتی شوکت علی فہمی ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر و پروپرائٹر نے اپنے خواجہ پریس میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا

۴۸۶

رفتار زمانہ

(شوکت علی فہمی)

"اسلام سے شدید خطرہ"
ہندوستان کیلئے اسلامی ملک بن جانے کا اندیشہ

ہندوستان آبادی کے اعتبار سے دنیا کا بہت بڑا ملک ہے۔ اس ملک کی آبادی اس وقت ۶۰ اور ۷۰ کروڑ کے درمیان ہے۔ اور سرکاری اندازہ کے مطابق آئندہ بیس سال میں ہندوستان کی آبادی ایک ارب تک پہنچ جائے گی جس میں کہ یقینی طور پر ہندو آبادی کسی طرح بھی ستر اسّی کروڑ سے کم نہ ہوگی۔ ایسی حالت میں اگر میناکشی پورم یا ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں لاکھ دو لاکھ ہریجن تبدیل مذہب کر لیتے ہیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ پورا ملک کس طرح خطرہ میں پڑ جاتا ہے اور اس کی آزادی اور سالمیت کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ ہریجن خواہ ہندو رہیں یا مسلمان ہو جائیں۔ ہر حالت میں بدستور ہندوستانی ہی رہیں گے۔ ان کی قومیت تو بدل نہیں سکتی

مگر ہمارے ملک میں بدقسمتی سے ایک ایسا طبقہ موجود ہے جو صرف ہندوؤں ہی کو اس ملک کی آزادی کا واحد ٹھیکیدار سمجھتا ہے۔ ان کے نزدیک ہر غیر ہندو وطن کا غدار ہے۔ چنانچہ اسی تنگ نظر طبقہ کی جانب سے یہ غلط تاثر پیدا کیا جا رہا ہے۔ کہ ہریجنوں کے تبدیل مذہب کی وجہ سے سارا ملک خطرہ میں پڑ گیا ہے۔ اور یہ بھی الزام لگایا جا رہا ہے کہ یہ سب کچھ ہندو دھرم اور ہندوستان کی سالمیت کے خلاف ایک گہری سازش ہے۔ اور اس سازش کا سارا الزام ہندوستان کے مسلمانوں اور عرب ممالک کے سر تھوپا جا رہا ہے۔ حالانکہ اس تبدیلی مذہب کے پورے واقعہ سے عرب ممالک اور مسلمانان ہند کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ ہندو سماج اور ہریجنوں کے ساتھ اونچی ذات والوں کے ناروا اور ظالمانہ سلوک کا ردعمل ہے مگر اس کا ذمہ دار مسلمانوں کو اور عرب ممالک کو قرار دیا جا رہا ہے۔

ہندوستان میں اس وقت مسلمانوں کی آبادی دس بارہ کروڑ ہے۔ اور وہ ان دس بارہ کروڑ کی آبادی کو بھی ابھی تک منظم نہیں کر سکے ہیں اور نہ اُن کی تعلیم اور روزگار کی جانب سے مطمئن ہیں۔ ایسی حالت میں اُن کو اس بات سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے کہ اس ملک کا کوئی شخص تبدیل مذہب کے بعد اسلام قبول کرتا ہے۔ یا کوئی دوسرا مذہب اختیار کرتا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اگر غیر مسلم اپنی خوشی سے دین حق قبول کرتے ہیں تو وہ اسلام کی ہدایت کے مطابق ان کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ انہیں سینہ سے لگاتے ہیں۔ انہیں برابری کا درجہ دیتے ہیں۔ اور یہی اسلام کی سب سے بڑی کشش ہے۔ تقسیم ہند کے بعد اس ملک میں اگر ۳½ کروڑ مسلمان رہ گئے تھے تو مسلمان اُس وقت بھی مطمئن تھے اور اگر اب ان کی تعداد دس بارہ کروڑ تک پہنچ گئی ہے تب بھی مطمئن ہیں کیونکہ جہاں مسلمانوں کی تعداد بڑھی ہے وہاں دوسرے فرقوں کی تعداد میں بھی نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ ان میں بعض نو مسلم ہوں لیکن اگر نو مسلم مسلمانوں میں شامل ہوئے ہیں تو یہ مسلمانوں کی کس تبلیغی

کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ دین حق کی کشش ہے۔ کیونکہ پورے ملک میں شائد ایک بھی ایسی تبلیغی انجمن نہیں ہے جو کہ غیر مسلموں کو اسلام کی جانب رجوع ہونے کی ترغیب دے رہی ہو۔

موجودہ دور کا تو ذکر ہی کیا ہے مسلمانان ہند نے تو اُس زمانہ میں بھی کبھی تبلیغ اسلام کی کوشش نہیں کی جبکہ اس ملک پر مسلمانوں کو کامل اقتدار حاصل تھا۔ یہاں سلطان قطب الدین ایبک سے لیکر بہادر شاہ ظفر تک متعدد مسلم خاندان صدیوں تک حکومت کرتے رہے ہیں لیکن کسی ایک مسلم حکمران نے بھی اِس ملک میں تبلیغ اسلام تک کا شعبہ قائم کرنے کی کبھی ضرورت نہیں سمجھی۔ یہاں تک کہ شہنشاہ اورنگزیب جیسے کٹر مسلم حکمران تصور کیا جاتا ہے۔ اُس کی حکومت میں بھی تبلیغ اسلام کا کوئی شعبہ نہیں تھا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اگر شاہان ہند نے تبلیغ اسلام کی جانب ذرا بھی توجہ کی ہوتی تو آج ہندوستان کی تاریخ موجودہ تاریخ سے بالکل مختلف ہوتی لیکن پھر بھی آج شاہان ہند پر طرح طرح کے الزامات لگائے جا رہے ہیں۔ تاریخ ہند کو مسخ کرکے پیش کیا جا رہا ہے اور مسلمانان ہند پر الزام لگایا جا رہا ہے کہ وہ اپنے دور اقتدار میں تو بذریعہ شمشیر اس ملک میں اسلام پھیلاتے رہے ہیں۔ اور اب دباؤ اور لالچ کے ذریعہ ہریجنوں کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ تاکہ اس ملک میں مسلم اکثریت پیدا کرکے اسے دوسرا پاکستان بنا دیں۔ اور یہ سب کچھ محض اسلئے کیا جا رہا ہے تاکہ ہریجنوں کے تبدیلی مذہب کے واقعات سے سیاسی فائدہ اٹھاتے ہوئے ملک کی فضا کو بگاڑا جا سکے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے کہ اُن عرب ممالک کو بھی ہریجنوں کے تبدیل مذہب کے معاملہ میں نہایت بھونڈے پن کے ساتھ موردالزام قرار دیا جا رہا ہے۔ جبکہ اِس معاملہ سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اور جو سب ہی ہندوستان کے دوست ہیں اور جن سے ہندوستان اور ہندوستانیوں کو بے اندازہ مالی فوائد پہنچ رہے ہیں۔

حیرت ہے کہ عرب ممالک پر کھلم کھلا یہ بے بنیاد الزام لگایا جا رہا ہے کہ انھوں نے ہندوستان کے ہریجنوں کو مسلمان بنانے کے لئے۔ ہندوستان کے مسلمانوں سے ساز باز کر رکھی ہے۔ اور اس مقصد کے لئے ایک باقاعدہ آرگنائزیشن بھی قائم کر دی ہے۔ جسکے ذریعہ ہریجنوں میں عرب روپیہ تقسیم کرکے اُنہیں مسلمان بنایا جا رہا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اِس وقت عرب ممالک میں بیس بائیس لاکھ ہندوستانی ہیں۔ جن میں سے غالب اکثریت ہندوؤں کی ہے۔ یہ مختلف شعبوں میں گرانقدر تنخواہوں پر کام کر رہے ہیں۔ اگر عربوں کو ہندوؤں کو مسلمان بنانے سے دلچسپی ہوتی تو وہ سب سے پہلے اپنے ہی ملک میں روزگار حاصل کرنے والے اُن ہندوؤں کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب دیتے جو آج عربوں کے دست نگر ہیں۔ لیکن ہم نے آج تک ایسی کوئی بات نہیں سنی کہ عرب ممالک میں کام کرنے والے کسی ایک ہندو کو بھی اسلام قبول کرنے کی کسی عرب ملک میں کبھی ترغیب دی گئی ہو یا کبھی کسی عرب ملک میں کام کرنے والے کسی ہندو نے اس قسم کی کوئی شکایت کی ہو۔ حالانکہ عربوں کیلئے اپنے ہی ملک میں گرانقدر مالی فوائد حاصل کرنے والے ہندوؤں پر دباؤ ڈالنا بہت زیادہ آسان تھا۔

اس کے علاوہ ان عرب ممالک میں صدیوں سے لاکھوں عیسائی اور غیر مسلم آباد ہیں مگر انھوں نے کبھی کسی ایک عیسائی کیا غیر مسلم پر اسلام قبول کرنے کے لئے دباؤ نہیں ڈالا۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ انہیں ہندوستان یا کسی غیر ملک کے غیر مسلموں سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ لیکن پھر بھی ہمارے ملک میں سب سے زیادہ عرب حکمرانوں ہی کو موردالزام قرار دیا جا رہا ہے۔ کہ اُن کے روپیہ سے اور اُن کے ایما سے اس ملک کے ہریجنوں پر تبدیل مذہب کا دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ جھوٹا الزام عرب ممالک زیادہ مدت تک برداشت نہیں کر سکیں گے اور ہمیں اندیشہ ہے کہ ایک دن ایسا نہ آ جائے کہ ہندوستان اور عرب ممالک کے تعلقات خراب ہو جائیں۔ اور اُن لاکھوں غیر مسلموں کو عرب ممالک سے نکالنا پڑے جو عرب ممالک سے مختلف صورتوں میں گرانقدر فوائد حاصل کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اس مذموم پروپگنڈے سے ہند اور عرب ممالک کے تجارتی اور کاروباری تعلقات پر بھی اثر پڑ سکتا ہے۔ جن کے ذریعہ عرب ممالک سے ہندوستان کو کروڑوں نہیں اربوں روپیہ کے فوائد پہنچ رہے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ ہمارے ملک کی حکومت نے عرب ممالک کے خلاف اس زہر افشانی کے لئے اغراض پسندوں کو کیوں آزاد چھوڑ رکھا ہے۔

آج مناکشی پورم یا ہندوستان کے دوسرے حصوں میں اگر ہریجن اپنا مذہب تبدیل کر رہے ہیں تو اس کا باعث یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہندوستان کے مسلمان یا عرب ممالک انہیں اپنا مذہب تبدیل کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں

یا اس مقصد کے لئے اُن میں پیمپڑو ڈالر تقسیم کئے جا رہے ہیں۔ بلکہ اس کا بڑا سبب ہندو معاشرہ کی وہ خرابیاں ہیں جنہوں نے کہ ہریجنوں کو اعلیٰ ذات والوں سے بدظن کر دیا ہے۔ یہ خرابیاں اگرچہ صدیوں سے چلی آ رہی ہیں۔ لیکن اب جبکہ تعلیم کی وجہ سے ہریجنوں میں بیداری پیدا ہو گئی ہے۔ وہ اس کے لئے کسی طرح بھی تیار نہیں ہیں کہ اُنہیں دوسرے درجہ کا شہری سمجھا جائے۔ اور ذات پات کے نام پر اُن پر زیادتیاں کی جائیں۔ چنانچہ وہ ان برائیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی باقاعدہ تنظیمیں قائم کر لی ہیں۔ اور انھوں نے نام نہاد اعلیٰ ذات والوں کو کھلم کھلا چیلنج دینا شروع کر دیا ہے۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہندو زعما اور مفکرین و رہنما تمام حالات پر ٹھنڈے دل سے غور کرتے اور ہندو معاشرہ کی اُن کمزوریوں کو دور کرتے جنہوں نے کہ اس ملک کے ہریجنوں کو اونچی ذات والوں کے خلاف برہم کر رکھا ہے۔ مگر ہو یہ رہا ہے کہ اصل برائی دور کرنے کی بجائے سارا الزام مسلمانوں اور عرب ممالک کے سر تھوپا جا رہا ہے۔ یہ بات ہم نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ خود صاف دل اور حق پسند ہندو زعما کی بھی یہی رائے ہے۔ کہ آجکل ہریجنوں میں تبدیلی مذہب کی جو لہر آئی ہوئی ہے اُس کے ذمہ دار نہ مسلمان ہیں اور نہ عرب ممالک بلکہ خود ہندو معاشرہ اس کا ذمہ دار ہے چنانچہ دہلی سے شائع ہونے والے روزنامہ اخبار سویرا کے ایڈیٹر شری جنارڈاس اختر نے ہریجنوں کے تبدیلی مذہب پر جو مقالہ لکھا ہے وہ کسی مزید تشریح کا محتاج نہیں۔ اس مقالہ سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ اگر آج ہریجن اسلام یا کوئی دوسرا مذہب قبول کر رہے ہیں تو اس میں نہ مسلمانوں کی کوئی سازش ہے اور نہ عرب ممالک کا ہاتھ ہے۔ بلکہ یہ سب کچھ ہندو سماج کی کمزوریوں کا لازمی اور قدرتی نتیجہ ہے۔ چنانچہ جنارداس اختر لکھتے ہیں

"جنوب میں میناکشی پورم میں ہریجن مسلمان بن گئے ہیں۔ کچھ ایسے واقعات راجستھان کرناٹک اور آندھرا میں بھی ہوئے ہیں سنت اترپردیش میں بھی ہریجنوں کی ایک تنظیم نے تبدیلی مذہب کی دھمکی دی ہے اس پر اخبار نویس اور سیاستدان بحث میں حصہ لے رہے ہیں اپنی اپنی رائے دے رہے ہیں مگر ہریجنوں کے تبدیلی مذہب کے بارے میں ہندو رہنما ذہنی اعتراضات نہایت مضحکہ انگیز ہیں۔ (۱) غیر ملکی روپیہ یعنی عرب ممالک کا روپیہ تبدیلی مذہب کا ذمہ دار ہے (۲) اقلیت کو اکثریت میں بدل دینے کی یہ سازش ہے (۳) دیدہ و دانستہ ہندوؤں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ افسوس کہ میری رائے بالکل مختلف ہے۔ میں پیدائشی لحاظ سے برہمن ہوں میں نے ہندو دھرم اور بھارت کی قدیم تاریخ اور تمدن پر ریسرچ کی ہے۔ ہندی اور سنسکرت کے گرنتھوں کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے۔ اس لئے کوئی شخص مجھ پر یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ میں اپنے دھرم گرنتھوں سے واقف نہیں ہوں۔ منوسمرتی میں واضح الفاظ میں درج ہے کہ اگر کسی شودر کے کان میں وید منتر کی آواز پڑ جائے تو سیسہ پگھلا کر اُس کے کان میں ڈال دو شودر دن ڈھلے ہی شہر سے باہر جا کر جھونپڑیوں میں رہیں۔ ٹوٹے برتنوں میں جھوٹا کھانا کھائیں۔ ان سے چھو جانا بھی پاپ ہو جاتا ہے۔ سوامی شوانند نے ویدانت کی تفسیر میں صاف لکھا ہے کہ شودر ویدانت نہیں پڑھ سکتا بھگوت گیتا میں لکھا ہے کہ اگر کوئی چھوٹی ذات والا بڑے ذات والے کے خاندان میں شادی کر لے تو اس کی اولاد ورن شنکر یعنی ناجائز ہوگی۔ میں نے محض یہ چند حوالے دئے ہیں جنھیں کوئی چیلنج نہیں کر سکتا والمیکی رامائن کے مطابق ایک شودر کو بھگوان رام نے اس جرم میں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا کہ وہ رواج کے خلاف پرماتما کی تپسیا کر رہا تھا۔ شودروں کو آپنے برسوں اپنے سے دور رکھا۔ اتنا ہی نہیں اُن کے سائے تک کو منحوس سمجھا۔ کبیر اور روہی داس جیسے بھگتوں کے خلاف محض اُن کی چھوٹی ذات کی وجہ سے نفرت کی۔ آج ملک کے کئی حصوں میں ہریجن دولہا گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتا۔ جنوب میں وہ اپنی ارتھیاں اعلیٰ ذات والوں کے محلے کے راستہ سے نہیں نکال سکتا کنوؤں اور نلوں سے اُنہیں پانی بھرنے نہیں دیا جاتا۔ زمانہ بدل رہا ہے ہریجن بچے بھی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ہریجن ہونے کی وجہ سے اُن سے نفرت کی جاتی ہے تو کیا وہ بغاوت نہیں کریں گے۔ کسی ہریجن مرنے والے کی لاش اعلیٰ ذات والوں کے علاقہ سے گزرتی ہے تو ان پر حملہ ہو جاتا ہے۔ مسلمان بنے تو کوئی حملہ کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ اعلیٰ ذات والوں نے ان کے لئے میونسپل نلوں سے پانی بھرنا ممنوع قرار دیدیا تھا۔ مسلمان بنے تو مسلمانوں نے ان کے لئے نل لگوا دئے۔ ہندو رہ کر وہ مندر میں نہیں جا سکتے تھے

مگر مسلمان بنے تو مسجد میں جانے سے انہیں کسی نے روکا نہیں میں کہتا ہوں کہ اگر ذات پات کی نفرت کی دیواروں کو نہیں توڑو گے تو کیا کچھ نہیں ہوگا۔ میں ایک دکھی ہندو کی حیثیت سے یہ وارننگ دے رہا ہوں کہ قصور ہریجنوں یا مسلمانوں کا نہیں ہے۔ بلکہ غلبہ والے ہندو سماج کا ہے۔"

شری جگن ناتھ کی اس واضح تنبیہ کے علاوہ مرکزی وزیر مملکت برائے امور داخلہ مسٹر یوگندر مکوانہ نے سہارنپور میں جب تبدیلی مذہب کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ "میناکشی پورم اور دیگر علاقوں میں ہریجنوں کے وسیع پیمانے پر قبول اسلام کی تمام تر ذمہ داری ہندو سماج پر عائد ہوتی ہے۔ میناکشی پورم کے ہریجنوں کے ساتھ بدسلوکی کی گئی، زد و کوب کیا گیا۔ ان کی املاک کو جلایا گیا اور ہندوؤں نے ان کے ساتھ نہایت ناروا سلوک کیا اس کا یہ ردعمل ہے۔"

اسی طرح جنتا پارٹی کے جنرل سکریٹری مسٹر سبرامنیم سوامی نے ۱۱ر اگست کو نئی دہلی کی ایک پریس کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے، اس الزام کو غلط قرار دیا ہے کہ ہریجنوں کی اجتماعی تبدیلی مذہب کا سبب عرب یا غیر ملکی سرمایہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ "اگر ذات پات کے سسٹم کو ختم کر کے ہندو سماج کی اصلاح نہ کی گئی تو ہریجنوں کے بعد آدی باسی بھی قبول اسلام پر مجبور ہو جائیں گے۔"

ایک طرف تو یہ حقائق ہیں اور دوسری جانب مسلمانوں اور عرب ممالک کے خلاف بہتان تراشی برابر جاری ہے جس کے نتائج ملک کے لئے نہایت ہی خطرناک نکل سکتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ حکومت سنجیدگی کے ساتھ پورے معاملہ پر غور کرے۔ اور کسی طرح بھی ہریجنوں کے تبدیلی مذہب کے معاملہ کو فرقہ وارانہ جذبات کے بھڑکانے کا ذریعہ نہ بننے دے۔ اور ان غیر ذمہ دار لیڈروں کے بیانات اور اخبارات پر گہری نظر رکھے جو ہریجنوں کے تبدیلی مذہب کے معاملہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک طرف ملک کی فضا کو مکدر کر رہے ہیں اور دوسری جانب ہندوستان اور عرب ممالک کے دوستانہ تعلقات کو بگاڑنے پر تلے ہوئے ہیں۔ صحیح تو یہ ہے کہ ہریجنوں کے تبدیل مذہب واقعات ہندو معاشرہ کے لئے ایک تازیانہ ہیں انہیں دوسروں کو مورد الزام قرار دینے کے بجائے اپنی کمزوریاں تلاش کرنی چاہئیں۔

علامہ خمینی کی اسرائیل سے سازباز

علامہ خمینی اور اسرائیلی ملاپ کی یہ ابن الوقتی اب پوری طرح طشت از بام ہو چکی ہے کہ ان "عاشقان اسلام" نے اسلام کے سب سے بڑے دشمن اور فلسطینیوں کے خون کے پیاسے اسرائیل سے در پردہ ساز باز کر رکھی ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ ایک طرف تو اسرائیل کے ساتھ اندر ہی اندر ان کی پینگیں بڑھ رہی ہیں اور دوسری جانب یہ مسلمانان عالم کو دھوکہ اور فریب دینے کے لئے بیت المقدس اور فلسطینیوں کے غم میں آنسو بھی بہا رہے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں علامہ خمینی نے طہران میں بڑے اہتمام کے ساتھ یوم بیت المقدس منایا تھا اور یوم بیت المقدس کے موقع پر انھوں نے جو معرکتہ الآرا تقریر کی تھی وہ دنیا کی سب ہی زبانوں میں علامہ خمینی کی تصویر کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔ چنانچہ یہ تقریر ایرانی سفارت خانہ کی جانب سے دفتر دین دنیا میں بھی اردو، ہندی اور انگریزی زبان میں طبع شدہ موصول ہوئی ہے۔ جس میں کہ آپ نے بیت المقدس کے ساتھ اپنے "والہانہ عشق" کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"یوم بیت المقدس دراصل یوم عالم ہے۔ یہ دن فقط وہ دن نہیں ہے جو صرف بیت المقدس کے لئے مخصوص ہو۔ بلکہ یہ وہ دن ہے جس دن دنیا کی تمام کمزوروں کا مقابلہ صیہونی اور منکبر طاقتوں سے ہے۔ بیان قوموں کے مقابلہ کا دن ہے جو امریکہ اور اس کے پٹھوؤں کے ظلم و ستم سے دوچار ہوئیں۔ آج دنیا کی تمام کمزور اقوام کو چاہئے کہ یوم بیت المقدس کے موقع پر تمام شیطانی طاقتوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ اور ان کی ناکیں زمین میں رگڑ دیں یوم بیت المقدس وہ دن ہے جس دن تمام مظلوموں کو چاہئے کہ وہ بڑی طاقتوں کو بتا دیں کہ وہ جنوبی لبنان اور فلسطین کے مظلوموں کا پورا انتقام لیں گے۔ یوم بیت المقدس ہماری ہمت اور حرکت کا دن ہے۔ لہٰذا ہم کو چاہئے کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے ہم بیت المقدس کو آزاد کرائیں اور اپنے لبنانی اور فلسطینی بھائیوں کو مصیبت عظمیٰ سے نجات دلائیں یوم بیت المقدس وہ دن ہے جس دن ہمیں چاہئے کہ وہ لوگ جو کہ امریکہ اور اس کے حامیوں (یعنی اسرائیل) سے دوستی یا رابطہ رکھتے ہیں اگر اپنی حرکتوں

سے باز نہ آئیں تو انہیں سختی سے کچل دیا جائے“

علامہ خمینی نے اپنی اس تقریر میں جو کچھ کہا ہے وہ بجا درست لیکن اُن سے پوچھا جا سکتا ہے کہ اگر آپ خود ہی اسرائیل سے دوستی اور رابطہ رکھنے کے جرم کے مرتکب ہوں تو پھر آپ ہی بتائیں کہ آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ اور کیا آپ اسکے لئے تیار ہیں کہ فلسطینیوں اور کعبہ اول بیت المقدس سے غداری کرنے کے جرم میں آپ کو پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے۔

ہم اس ایرانی ملا کی جسارت پر حیران ہیں۔ کہ ایک طرف تو یہ درپردہ اسرائیل سے رابطہ قائم کرکے پوری دنیائے اسلام کے ساتھ غداری کر رہا ہے۔ اور دوسری جانب مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے بیت المقدس کے غم میں آنسو بھی بہا رہا ہے۔ چنانچہ اس کی غداری اور اسرائیل سے ساز باز اس وقت ساری دنیا کے سامنے آگئی جبکہ پچھلے دنوں ارجنٹائن کا ایک مال بردار ہوائی جہاز جو اسرائیل سے اسلحہ لیکر ایران کو سپلائی کرنے جا رہا تھا۔ راہ سے بھٹک کر روسی سرحد پر روسی جہازوں سے ٹکرا گیا اور تباہ ہو گیا اور اس مال بردار ہوائی جہاز کی تباہی کے بعد یہ راز کھلا کہ یہ اسرائیل سے اسلحہ لے کر ایران جا رہا تھا۔ یہ بات یاد رہے کہ علامہ خمینی کی اسرائیل سے ساز باز کے بارے میں یہ پہلی اطلاع نہیں ہے بلکہ اس سے قبل کویت کے عربی روزنامہ السیاست کے بیان کے مطابق ایران اور اسرائیل کے خفیہ رابطے زمانہ دراز سے قائم ہیں چنانچہ اسرائیل نہایت خاموشی کے ساتھ ایران کے فینتم ہوائی جہازوں کی برابر مرمت کر تا رہا ہے۔ نیز مالی امداد بھی ایران کو دیتا رہا ہے اور اس کے معاوضہ میں ایران اسرائیل کو تیل سپلائی کرتا رہا ہے۔ اور اب جبکہ ایران کے سابق صدر ابوالحسن بنی صدر نے بھی ایران اور اسرائیل کے ساز باز پر مہر ثبت کر دی ہے۔ تو شبہ کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔ سابق صدر نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ ایران اسرائیل سے عراق کے خلاف برابر اسلحہ حاصل کر رہا ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر یہ ملا اسرائیل سے اسلحہ خرید سکتے ہیں تو پھر عراق سے صلح کیوں نہیں کر سکتے۔ جو ہر حال میں ایک دشمنِ اسلام سے معانقہ کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے“

اور اس افسوس ناک تازہ انکشافات کے بعد یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ علامہ خمینی اور ایرانی ملا جو مسلمانوں کو احمق بنانے کے لئے محافظ اسلام کا نعرہ لگا رہے ہیں دراصل اسلام کے سب سے بڑے غدار ہیں۔ انہیں ذاتی اقتدار کی ہوس کے مقابلہ میں نہ تو اسلام سے کوئی لگاؤ ہے اور نہ مسلم مفاد سے کوئی واسطہ ہے اور ان کی مسلم دشمنی کا یہ عالم ہے کہ انھوں نے خفیہ طور پر اُس اسرائیل سے بھی ساز باز کر رکھی ہے جس نے کہ قبلۂ اول پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ اور اُس کا اگر بس چلے تو نعوذ باللہ خانہ کعبہ کو بھی مسمار کر ڈالے غنیمت ہے کہ اب ان الوقت ملاؤں کی اسلام دشمنی کا پردہ فاش ہو گیا ہے اور یہ حقیقی شکل میں دنیائے اسلام کے سامنے آ گئے ہیں۔

ایمان فروشی کا الزام

صرف ہریجنوں پر ہی موقوف نہیں بلکہ ہمارے ملک کے اگر کسی بھی فرقہ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ چند پیسوں کے لئے اپنا دین اور دھرم بیچ دیتا ہے۔ تو یہ اس فرقہ ہی کی توہین نہیں ہے بلکہ پورے ملک کی توہین ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ملک کے بعض فرقے ایسے بدکردار واقع ہوئے ہیں۔ کہ وہ پیسوں کی خاطر دین اور دھرم کا بھی سودا کر لیتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہمارے ملک میں ہریجنوں کے بارے میں بالکل اسی نوعیت کا بے سروپا اور بے بنیاد پروپیگنڈا مسلسل جاری ہے۔ جس سے ایک طرف تو ہریجن مشتعل ہو رہے ہیں۔ اور دوسری جانب ملک کے ذمہ دار طبقوں میں بھی اس رسوا کن پروپیگنڈے کو توہین آمیز قرار دیا جا رہا ہے۔

مثال کے طور پر حال ہی میں ممتاز ہریجن لیڈر بابو جگجیون رام سے پٹنہ میں جب ہریجنوں کے قبول اسلام کے بارے میں اخبار نویسوں نے سوال کیا اور اُن سے پوچھا کہ کیا ہریجن لالچ میں آکر اسلام قبول کر رہے ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ ”بہت سے غیر ہریجن معاشی لحاظ سے ہریجنوں سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ اسکے علاوہ بہت سے برہمن بھی مالی اعتبار سے ہریجنوں سے زیادہ غریب ہیں۔ ایسی حالت میں اگر صرف روپیہ کی خاطر مذہب تبدیل کیا جاتا۔ تو دوسرے غریب طبقہ کے لوگ بھی لالچ میں آکر مذہب تبدیل کر چکے ہوتے“

اسی طرح ڈیموکریٹک پارٹی کے چیرمین مسٹر چندر جیت یادو

نے اس پروپگنڈے کو بالکل لغو قرار دیا ہے۔ کہ ہریجن لالچ میں آکر مذہب تبدیل کر رہے ہیں۔ شری یادو نے ملک سے بے روزگاری دور کرنے کے لئے برت رکھا ہوا تھا۔ ۱۱ راگست کو دہلی میں برت کھولتے ہوئے اخبار نویسوں نے جب شری چندرجیت یادو سے سوال کیا کہ کیا ہریجنوں کا تبدیلی مذہب بے روزگاری اور لالچ کا باعث ہے تو انہوں نے کہا کہ ہریجنوں کے تبدیلی مذہب کو کسی لالچ پر مبنی قرار دینا ہریجنوں کی بہت بڑی توہین ہے اور اس معاملہ میں غیر ملکی سرمایہ کا الزام لگانا بھی سراسر غلط ہے یہ محض ہماری سماجی زندگی کی کمزوریوں اور خامیوں کا نتیجہ ہے۔"

پریس ٹرسٹ آف انڈیا کا نامہ نگار جس نے کہ حال ہی میں جنوبی ہند کے نومسلموں کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے تھنجور (تامل ناڈو) کا دورہ کیا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ "نومسلموں میں ایک شخص محمد اسمٰعیل بھی ہے اس کا پرانا نام دنکرن ہے۔ وہ گاؤں میں آل انڈیا۔ انا ڈی ایم کا ممتاز کارکن بھی رہ چکا ہے۔ اس نے تبدیل مذہب کے معاملہ میں عرب سرمایہ کے استعمال کے الزام پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ "اس سے بڑھ کر ہماری توہین نہیں ہو سکتی کہ ہمارے بارے میں یہ کہا جائے کہ ہم نے روپیے کر مذہب تبدیل کیا ہے۔ اس قسم کے الزامات سے ہمارے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔" پھر اسلام قبول کرنے کے محرکات پر روشنی ڈالتے ہوئے نامہ نگار لکھتا ہے کہ "جب میں گاؤں میں داخل ہوا تو میرا استقبال نمسکار کی بجائے اسلام علیکم سے کیا گیا نومسلموں نے مجھے بتایا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان میں خود اعتمادی پیدا ہو گئی ہے۔ ذات پات میں امتیاز کرنے والا ظالم سماج ختم ہو گیا ہے۔ اور اب ہمیں اس بات پر فخر حاصل ہے کہ آخر کار ہم مساوات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ہمارے ساتھ اب کوئی تفریق نہیں برتی جاتی۔"

یہ ہیں اسلام قبول کرنے والے نومسلموں کے احساسات اور جذبات

پھر بھی ان پر الزام یہ لگایا جا رہا ہے کہ انھوں نے لالچ میں آکر اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہے۔ یقینی طور پر کسی ہندوستانی باشندے کی اس سے بڑھکر دل آزاری نہیں ہو سکتی کہ اس کے بارے میں کہا جائے کہ وہ "ایمان فروش ہے" اور اس نے مالی نفع کی خاطر اپنے مذہب کا سودا کر لیا ہے۔ ایسا کہنا ان کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے ہم معنی ہے۔ اور ہندوستان کے آئین کی بھی توہین ہے جس نے کہ ملک کے باشندوں کو تبدیل مذہب کی پوری آزادی دے رکھی۔ یہ ضرورت ہے کہ ملک و وطن کو بدنام کرنے والے اس بے بنیاد پروپگنڈے کو ختم کیا جائے۔ اور نومسلم ہریجنوں پر ایمان فروشی کا الزام لگا کر انہیں اور زیادہ مشتعل نہ کیا جائے۔"

آخر مسلم یونیورسٹی کھل گئی

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ "بعد از خرابی بسیار" علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کئی ماہ بند رہنے کے بعد آخر کھل گئی۔ سید حامد جیسے بیوروکریٹ وائس چانسلر کے ہوتے ہوئے ہمیں بہت ہی کم امید تھی کہ مسلم یونیورسٹی کھل سکے گی۔ کیونکہ اسٹوڈنٹ یونین کو مفلوج کرنے اور اسٹوڈنٹ لیڈروں کی گرفتاری کے بعد نیز یونیورسٹی کیمپس کو پولیس کیمپ میں تبدیل کر دینے کی بنا پر ہرگز ایسا ماحول نہیں تھا کہ یونیورسٹی پر امن ماحول میں کھل سکے لیکن خدا کا شکر ہے کہ مسلم یونیورسٹی پھر نئے سرے سے کھل گئی امتحانات باقاعدگی کے ساتھ ہو رہے ہیں۔ اور یہ سوچ کر اطمینان ہوتا ہے کہ اٹھارہ ہزار طلبا میں سے بیشتر محنتی طلبا کا ایک سال بچ جائے گا۔ اور مسلم یونیورسٹی کو سید حامد کے دور میں جو عظیم نقصان پہنچا ہے اسکی کسی نہ کسی حد تک تلافی ہو جائے گی۔

مسلم یونیورسٹی کے دوبارہ کھلنے پر ہم ان تمام اکابرین ملت کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ جو گروپ بندی سے بلند ہو کر یونیورسٹی کے دوبارہ کھلنے کے لئے جدوجہد میں لگے ہوئے تھے۔ اور ساتھ ہی ہم مسلم یونیورسٹی کے ہونہار طلبا کی بھی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے جنھوں نے کہ مسلم یونیورسٹی کی فضا کو سازگار بنانے میں اہم پارٹ ادا کیا ہے۔ اور اس بات کا کھلا ثبوت فراہم کر دیا ہے کہ طلبا کی غالب اکثریت صف آرائی اور ٹکراؤ سے دور رہنا چاہتی ہے اور ان کے سامنے صرف اس مسلم ادارہ کی فلاح و بہبود کا بلند مقصد ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے طلبا نے اپنے اکابر کی اپیل پر لبیک کہتے ہوئے جس سوجھ بوجھ اور تدبر کا ثبوت دیا ہے ملک کے سب ہی حصوں میں اس کا اعتراف کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہماری نئی نسل کو نہ صرف یہ کہ حالات کی نزاکت کا پورا پورا احساس ہے۔ بلکہ وہ انتہائی اشتعال انگیز ماحول میں بھی اپنے احساسات اور جذبات پر قابو رکھنے کی پوری،

صلاحیت رکھتے ہیں۔ عین اس وقت جبکہ یونیورسٹی کھلنے والی تھی مسلم یونیورسٹی کے طلبا کو پانچ پانچ سال کے لئے نکال دینا بعض طلبا کی گرفتاری اور زبردست پولیس فورس کا اہتمام اگرچہ ایک قسم کی اشتعال انگیزی ہی تھی مگر ہمکو خوشی ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے طلبا نے جوش کے مقابلہ میں ہوش کو ترجیح دی۔ اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج مسلم یونیورسٹی کا سارا کام پرامن ماحول میں انجام پا رہا ہے ہماری دعا ہے کہ آئندہ بھی مسلم یونیورسٹی کی یہی پرامن فضا قائم رہے۔ اور یونیورسٹی کو سابقہ چند ماہ کی طرح بار بار بند نہ ہونا پڑے

مگر مسلم یونیورسٹی کے دوبارہ کھل جانے سے ہمیں اس مغالطہ میں مبتلا نہیں ہو جانا چاہئے کہ یونیورسٹی کے وہ مسائل جن کی بنا پر بار بار مسلم یونیورسٹی بند ہوتی رہی ہے۔ اور کشیدگی رہی ہے۔ وہ ختم ہوگئے ہیں حالانکہ وہ مسائل آج بھی جوں کے توں موجود ہیں پروفیسر عرفان حبیب جن کے ایک قابل اعتراض بیان پر یہ سارا ہنگامہ کھڑا ہوا اُن کا مسئلہ آج بھی بدستور موجود ہے۔ یہ درست ہے کہ ایک دوسرے معاملہ میں اُن کو معطل کیا جا چکا ہے۔ لیکن اصل مسئلہ اپنی جگہ قائم ہے۔ پھر یونیورسٹی کیمپس میں پولیس کی موجودگی جس کی بنا پر ایک ہونہار نوجوان کی جان ضائع ہوئی۔ اور جس پر یونیورسٹی کا ایک لاکھ روپیہ یومیہ برباد ہو رہا ہے۔ وہ آج بھی یونیورسٹی پر چھائی ہوئی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سید حامد کی بیوروکریٹک ذہنیت اُن کے اور طلبا کے درمیان خوشگوار رابطہ قائم کرنے میں آج بھی حائل ہے

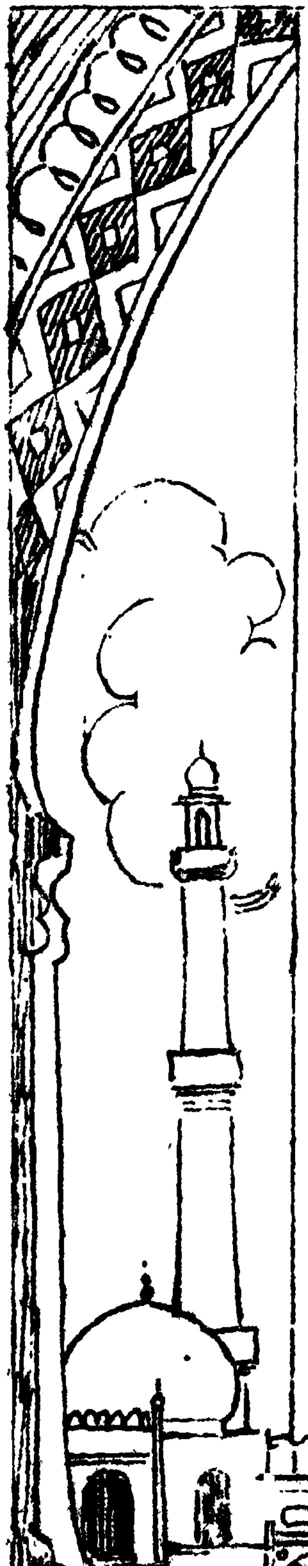
اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مسلم یونیورسٹی کے اندر ایک ایسی مخالف لابی داخل ہو چکی ہے جو یونیورسٹی کی بنیادوں کو ہلا رہی ہے۔ اور یونیورسٹی کے اندر وہی سب کچھ ہو رہا ہے جو اسکے دھوکے جیسے دشمن چاہتے تھے چنانچہ اس مخالف لابی کی بدولت یونیورسٹی کے اندرونی جھگڑے اس طرح کھڑے ہو گئے ہیں۔ کہ اقلیتی کردار اور یونیورسٹی کے دوسرے مسائل خود بخود پس پشت جا پڑے ہیں۔

سید حامد ذاتی طور پر خواہ کتنے ہی نیک کیوں نہ ہوں لیکن ہمیں افسوس ہے کہ اُن کا دور مسلم یونیورسٹی کے لئے بدترین ثابت ہوا ہے اُن کے دور میں یونیورسٹی کے اندر گھس کر یونیورسٹی کو تباہ کرنے والے عناصر ابھرے ہیں اور یونیورسٹی کی سرزمین پر طلبا کا خون یونیورسٹی کی صدسالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ بہا ہے۔ ایسی حالت میں یونیورسٹی کے حق میں یہی بہتر ہے کہ سید حامد وائس چانسلرشپ کے عہدہ سے خود ہی دست بردار ہو جائیں اور کسی موزوں شخص کے لئے یہ جگہ خالی کردیں۔ سید حامد ایک لائق بیوروکریٹ ہو سکتے ہیں۔ لیکن یونیورسٹیاں بیوروکریسی اور ڈنڈے کے زور پر نہیں چلائی جاتی ہیں۔ ان کے لئے یونیورسٹی کے سربراہوں میں انتہائی لوچ کی ضرورت

گرانی کے خلاف عورتوں کا جہاد

آسمان سے باتیں کرنے والی گرانی نے کس حد تک عوام کو سراسیمہ اور پریشان کر دیا ہے۔ اس کا اندازہ اِس سے ہو سکتا ہے کہ اب خانہ نشین عورتیں تک گرتوڑ گرانی سے تنگ آکر میدان میں نکل آئی ہیں۔ اور انھوں نے گرانی کے خلاف گرفتاریاں تک دینی شروع کر دیں ہیں چنانچہ حال ہی میں صرف پندرہ بیس دن کے اندر دہلی میں گرانی کے خلاف عورتیں دو مرتبہ عظیم الشان مظاہرہ کر چکی ہیں۔ یہ مظاہرہ پچھلے دنوں ۵ راگست کو دہلی میں ہوا تھا جس میں کہ ۲۵۲ عورتوں نے گرفتاریاں دی تھیں۔ اور اس کے چند روز بعد ہی ۵٫ راگست کو بوٹ کلب دہلی پر دس ہزار سے بھی زیادہ عورتوں نے حصّہ لیا اور پارلیمنٹ کے سامنے مظاہرہ کیا۔ جس کے ذریعہ ملک میں لاقانونیت اور تباہ کن گرانی پر حکومت کو توجہ دلائی اور ایک میمورنڈم کے ذریعہ شکایت کی گئی کہ سنہ ۱۹۸۰ء میں اندرا کانگریس نے جنرل انتخاب کے موقعہ پر قیمتوں میں کمی لانے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن اِس کے برخلاف اشیائے ضروریہ کی قیمتیں اتنی بڑھ گئی ہیں کہ متوسط درجہ کے گھرانوں کی اکثریت اشیاء ضروریہ کے صرف کو ترک کرنے پر مجبور ہو گئی ہے۔ اور عورتوں کے لئے گھروں کا کام چلانا تک دشوار ہو گیا ہے۔

اگر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو اقتصادی محاذ پر کانگریس آئی جنتا پارٹی سے بھی گئی گزری ثابت ہوئی ہے۔ چنانچہ گذشتہ ایک سال میں اشیائے ضروریہ کی قیمتوں میں غیر معمولی اور ناقابل برداشت اضافہ ہوا ہے۔ اناج کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں۔ شکر کی قیمت جنتا دور کے مقابلہ میں دوگنی سے بھی زیادہ ہے۔ بناسپتی کے نرخوں میں روزانہ اضافہ ہو رہا ہے دیسی گھی اور مکھن مارکٹ سے غائب ہو چکا ہے۔ اور کہا یہ جا رہا ہے کہ قیمتوں میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا ہے۔



مقدر کو بدل دے

(از مولانا ماہر القادری)

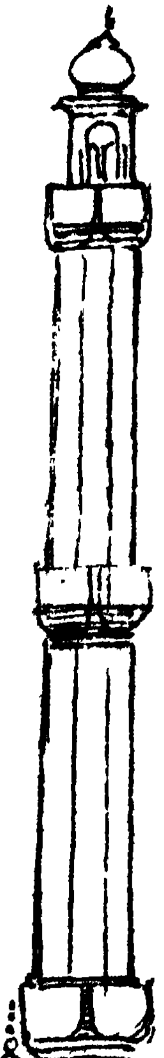
سرمایۂ عظمت ہے تری ذاتِ گرامی　　تو خالق و مخلوق کے مابین پیامی
طوفاں کی علامت ہے تری مست خرامی　　ہے تجھ کو سزاوار محمد کی غلامی
ایمان کی دولت تجھے اللہ نے دی ہے
دنیا ترے قدموں کی طرف دیکھ رہی ہے

چھائی ہیں ترے باغ پہ رحمت کی گھٹائیں　　ہر دم ہیں ترے ساتھ بزرگوں کی دعائیں
موافق ہیں ترے واسطے عالم کی فضائیں　　بیدار ہو فطرت تجھے دیتی ہے صدائیں
زنہار نہ بہنا کسی طوفان کی رو میں
اللہ کی فوجیں ہیں مسلماں کے جلو میں

اخلاق ترے پاس ہے ایمان ترے پاس　　ایقان ترے پاس ہے عرفان ترے پاس
کونین کی رفعت کے ہیں سامان ترے پاس　　فرقان ترے پاس ہے قرآن ترے پاس
تو چاہے تو ڈوبا ہوا خورشید نکل آئے
تدبیر تو کیا چیز ہے تقدیر بدل جائے

تو روحِ بلالی ہے کبھی فخرِ غزالی　　تو شانِ جلالی ہے کبھی نازِ جمالی
جھکتے ہیں ترے سامنے اصنامِ خیالی　　آزاد ہے آزاد تری فطرتِ عالی
مٹھی میں تری گردشِ افلاک زمیں ہے
اغیار کی کثرت کا تجھے خوف نہیں ہے

پھر معرکۂ بدر زمانہ میں ہے درپیش　　پھر تیرے مٹانے کو ہیں تیار جفا کیش
ڈرتے ہے کہ ترا مال ملت جائے کم و بیش　　اسلام کے دشمن ہیں جفاکار و بد اندیش
تو مردِ مسلماں ہے تو پیغامِ عمل دے
اٹھ اور زمانہ کے مقدر کو بدل دے



گیت محبت کے سناؤ

(از خلیل زراقی اجین)

عرفاں کی دولت جسے اللہ نے دی ہے ۔۔۔ جو امن کا شیدائی ہے انسان وہی ہے
بنیاد مذاہب کی محبت پہ رکھی ہے ۔۔۔ ہشیار رہو ہشیار ہو سوتوں کو جگاؤ
انسان ہنو گیت محبت کے سناؤ

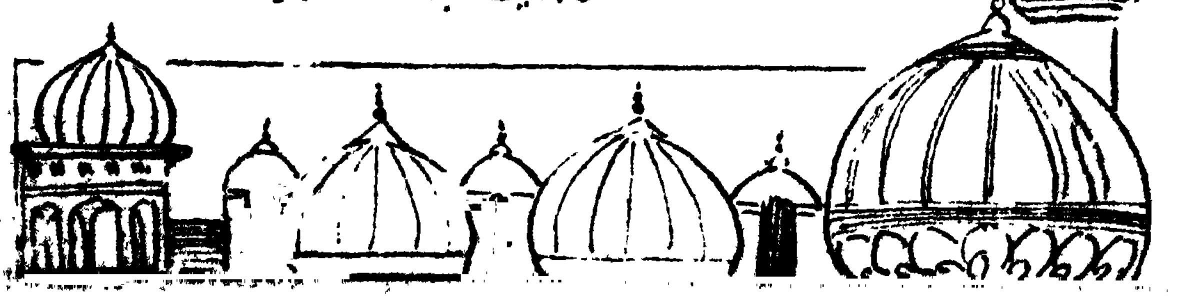
نفرت کے سلگتے ہوئے شعلوں کو بجھادو ۔۔۔ بھارت کی فضا سے تعصب کو مٹا دو
تم ظلم کے ہر ایک ظلم کی بنیاد ہلا دو ۔۔۔ ہمت کرو مظلوموں کو سینہ سے لگالو
انسان ہنو گیت محبت کے سناؤ

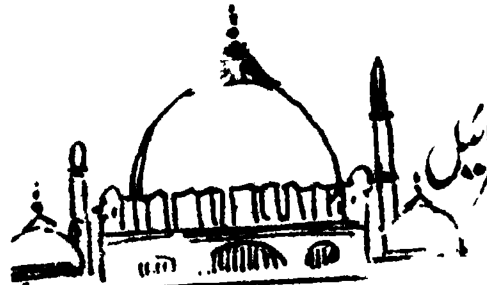
کرتے ہیں سبھی یوں تو بجع خرچ زبانی ۔۔۔ رکتی نہیں جاتی ہے فسادوں کی سعانی
انسان کا خون بن گیا اس دیش میں پانی ۔۔۔ بھارت کی فضا اور مکدر نہ بناؤ
انسان ہنو گیت محبت کے سناؤ

جو قوم کی پیشانی پہ ملتا ہو سیاہی ۔۔۔ غدار ہے جو ملک میں پھیلائے تباہی
اے دوستو! تم بن کے وفادار سپاہی ۔۔۔ غداری کا بڑھ چڑھ کے مزا اسکو چکھاؤ
انسان ہنو گیت محبت کے سناؤ

تعمیر وطن فرقہ پرستی سے نہ ہوگی ۔۔۔ رشوت سے نفع خوری سے ہوگی نہ ترقی
ایسے تو لٹا بیٹھو گے تم دیش کی پونجی ۔۔۔ اس دیش کو ہر ایک مصیبت سے بچاؤ
انسان ہنو گیت محبت کے سناؤ

کام آؤ تم انسان کے انسان سمجھ کر ۔۔۔ جرأت کرو آجاؤ بھی میدان میں بڑھ کر
تاروں کو پکڑ لو ذرا آکاش پہ چڑھ کر ۔۔۔ بگڑی ہوئی انسان کی تقدیر بناؤ
انسان ہنو گیت محبت کے سناؤ





تعلیم القرآن

پندرہواں پارہ ۔ سبحٰن الذی ۔ سورہ بنی اسرائیل

(از ادارہ دین دنیا)

رات دن میں قدرت کی نشانیاں

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ .... تَفْصِيْلًا ۵

ترجمہ :۔ ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا رات کے نشان کو تو ہم نے دھندلا بنایا ۔ اور دن کے نشان کو ہم نے روشن بنایا تاکہ تم اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرو اور اُن کے ذریعہ تم برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو اور ہم نے ہر چیز کے بارے میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ۔

تشریح :۔ اور ہم نے رات اور دن کو اپنی قدرت کی دو نشانیاں بنایا ہے ۔ رات کو تو ہم نے دھندلا اور تاریک بنایا ہے ۔ لیکن دن کو ہم نے روشن بنایا ہے ۔ تاکہ تم دن کی روشنی میں اپنے پروردگار کا فضل یعنی روزی تلاش کر سکو اور ہم نے رات اور دن کی تبدیلیاں اس لئے بھی کی ہیں تاکہ تم ان کے ذریعہ مہینوں اور برسوں کا شمار اور حساب رکھ سکو ۔ رات اور دن کی تبدیلیاں اگر نہ ہوتیں تو اوقات کا حساب رکھنا ناممکن تھا ۔ پھر نہ دن مقرر کئے جا سکتے اور نہ ماہ و سال ہی ہوتے ۔ اس دنیا کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ۔ ہم نے ہر چیز کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے ۔ تاکہ اچھی طرح تمہاری سمجھ میں آ سکے ۔

تمہارے اعمال تمہارے گلے کے ہار ہیں

وَكُلَّ اِنْسَانٍ .... تَفْصِيْلًا رَسُوْلًا ۵ ۔

ترجمہ :۔ ہم نے ہر شخص کے عمل کو اس کے گلے کا ہار بنا دیا ہے قیامت کے دن ہم اُس کا نامہ اعمال نکال کر دکھائیں گے ۔ اور وہ اُسے کھلا ہوا پائے گا (کہا جائے گا) پڑھ اپنا نامہ اعمال ۔ آج تو خود ہی اپنا حساب لینے والا کافی ہے ۔ جو شخص راہ ہدایت اختیار کرتا ہے ۔ اپنے ہی لئے کرتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے وہ اپنے ہی نقصان کے لئے گمراہ ہوتا ہے اور کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ۔ اور ہم سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو (ہدایت کے لئے) نہ بھیج دیں

تشریح :۔ اور ہم نے ہر شخص کے اعمال کو اس کے گلے کا ہار بنا دیا ہے ۔ وہ کسی حالت میں بھی اُسے اپنی گردن سے جدا نہیں کر سکتا ۔ روز قیامت ہم اُس کے نامہ اعمال کو نکال کر اُس کے سامنے رکھ دیں گے ۔ جب نامہ اعمال اُس کے سامنے کھلا ہوا رکھا ہوگا ۔ تو اُس وقت اس سے کہا جائے گا کہ اب اپنے نامہ اعمال کو پڑھ لے اور خود ہی اپنے اچھے برے کاموں کا حساب کرلے ۔ بس خود تیرا ہی فیصلہ کافی ہے ۔

دنیا میں جو شخص راہ ہدایت اختیار کرتا ہے ۔ وہ کسی پر کوئی احسان نہیں کرتا ہے بلکہ اُس میں اسی کا فائدہ ہے ۔ اور اسی طرح جو شخص گمراہی کا راستہ اختیار کرتا ہے وہ خود ہی اس گمراہی سے نقصان اٹھاتا ہے ۔ یاد رکھو کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا بلکہ ہر شخص کو اپنے گناہوں کا بار خود ہی برداشت کرنا ہوگا ۔ اور ہم کسی امت کو اس وقت تک عذاب میں مبتلا نہیں کرتے جب تک کہ اُس امت میں ہدایت کرنے والا کوئی رسول نہیں بھیج دیتے ۔ جب وہ اُس رسول کی ہدایتوں سے انحراف کرتے ہیں تب ان پر عذاب نازل کیا جاتا ہے ۔ یعنی ہم پہلے ہی سے لوگوں کو متنبہ کر دیتے ہیں ۔ اس تنبیہ کے باوجود جب لوگ گناہ اور گمراہی کا راستہ ترک نہیں کرتے تب اُن پر عذاب نازل کیا جاتا ہے ۔

ہم نے بہت سی بستیوں کو اجاڑ دیا ہے

وَاِذَآ اَرَدْنَا .... خَبِیْرًا بَصِیْرًا ٥

ترجمہ :۔ اور ہم جب کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو وہاں کے سربرآوردہ لوگوں کو حکم دیتے ہیں (کہ راہِ حق پر چلو) پھر وہ نافرمانی کرتے ہیں اور تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد ہم انہیں اکھاڑ پھینکتے ہیں۔ اور نوح کے بعد ہم نے بہت سی امتوں کو ہلاک کیا ہے۔ اور تمہارا رب اپنے بندوں کے گناہوں کا جاننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

تشریح :۔ جب ہم کسی گمراہ بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس بستی کے سربرآوردہ اور خوشحال لوگوں کو آگاہ کر دیتے ہیں کہ وہ اور بستی کے دوسرے سب لوگ راہِ حق اختیار کریں یہ ہدایت ہم اپنے رسول کے ذریعہ بھیجتے ہیں۔ پھر جب وہ لوگ اس حکم کو نہیں مانتے اور شرارت پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد ہم اس بستی کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اسی طرح ہم نے نوح کی قوم کو تباہ کیا تھا اور قوم نوح کے بعد قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور بہت سی دیگر قوموں کو تباہ کیا تھا۔ یہ بات نہ بھولو کہ تمہارا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے اچھی طرح خبردار ہے اور بندوں کے سارے گناہ اس کی نظر میں ہیں۔

یہ دنیا اور آخرت کے طالب

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ .... مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ٥

ترجمہ :۔ جو شخص دنیا کا طالب ہے ہم اسے اس دنیا میں جو چاہیں گے اور جتنا چاہیں گے فوراً دیں گے (دنیا کے طالب کے لئے) پھر ہم اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے۔ اور اس میں وہ بدحال اور راندہ ہو کر داخل ہوگا۔ اور جو آخرت کا طالب ہے اور مومن ہو کر آخرت کے لئے جد و جہد اور کوشش کرتا ہے پس اس کی کوشش مقبول ہوگی۔ ان کو اور ان کو جو آخرت کے لئے جد و جہد اور کوشش کرتا ہے تمہارے رب کی بخشش سے اس کی مدد کی جاتی ہے۔ اور تمہارے رب کی بخشش کو روکنے والا کوئی نہیں۔ دیکھو ہم نے بعض کو بعض پر کیسی فضیلت دی ہے اس کے علاوہ آخرت میں تو بڑے درجے اور بہت بڑی فضیلت ہے (تمہیں چاہیے) اللہ کے ساتھ کبھی کوئی معبود تجویز نہ کرو ورنہ بدحال اور بے یار و مددگار ہو کر رہ جاؤ گے۔

تشریح :۔ اے رسول! جو شخص دنیا کا طالب ہوگا ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے اور جتنا مناسب سمجھیں گے ضرور دیں گے لیکن آخرت میں اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے جس میں وہ برے حال اور بدحالی کی حالت میں داخل ہوگا۔ اس آیت میں ان لوگوں کی شدید مذمت کی گئی ہے جو محض دنیا کے طالب ہیں اور جنہوں نے آخرت کو بھلا دیا ہے۔

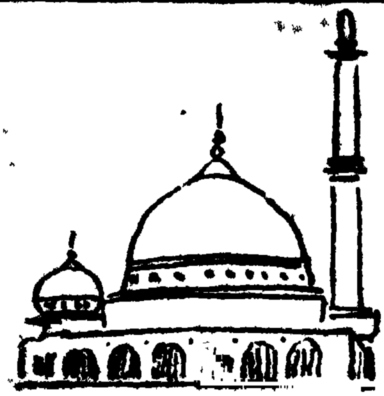
پھر ارشاد باری ہوتا ہے کہ جو شخص دنیا کا نہیں بلکہ آخرت کا طلبگار ہوگا۔ اور آخرت کو سدھارنے کی ایسی کوشش کرے گا جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے۔ اور وہ شخص مومن بھی ہوگا۔ تو ایسے نیک لوگوں کی کوششیں بارگاہِ الٰہی میں ضرور مقبول ہوں گی۔

اے نبی ہماری شانِ ربانی یہ ہے کہ ہم بلالحاظ اس بات کے کہ کون طالب دنیا ہے۔ اور کون طالب آخرت۔ دنیا کے طالبوں کو بھی خوب نوازتے ہیں جب وہ ہم سے دنیاوی حاجتیں طلب کرتے ہیں ان کو ضرور دیتے ہیں مگر اسی قدر جس قدر کہ ہم مناسب سمجھتے ہیں ہماری بخششوں کو روکنے کی کسی میں طاقت نہیں مگر آخرت میں صرف مومنوں کا حصہ ہے۔

پھر یہ بھی دیکھنے کی بات ہے کہ ہم نے دنیا میں بلاقید مذہب و ملت ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت عطا کی ہے۔ حتیٰ کہ اکثر کفار مومنوں سے زیادہ صاحب ثروت ہیں۔ لیکن یہ چیزیں زیادہ قابل وقعت نہیں البتہ آخرت جو مومنوں کے لئے مخصوص ہے اسے بہت بڑی فضیلت حاصل ہے اس کے درجے بے حد بلند ہیں۔ لہٰذا آخرت ہی کو بہتر بنانے کی کوشش کرو۔ اور اس کا بہترین طریقہ کار یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ بناؤ۔

اوپر کی آیتوں میں ان لوگوں کی شدید مذمت کی گئی ہے جو صرف دنیا ہی کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور آخرت کو بالکل ہی فراموش کر دیتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ اسلام نے اگرچہ دین کے ساتھ دنیا کو بھی لازمی قرار دیا ہے مگر اسلام ان لوگوں کا شدید مخالف ہے جو صرف دنیا ہی کے بن کر رہ جاتے ہیں۔ چنانچہ ان کو متنبہ کر دیا گیا ہے کہ اگر تم صرف دنیا ہی کے بن کر رہ گئے تو آخرت میں اس کا بری طرح خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور اپنی بد اعمالیوں کی سزا برداشت کرنی پڑے گی۔

تعلیم الحدیث مسلسل



مومن کا اخلاق اور کردار

اخلاق اور کردار کے بارے میں منتخب احادیث

(از شوکت علی فہمی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اچھا مسلمان وہ ہے جس کا کہ اخلاق اور کردار بلند ہو چنانچہ ذیل میں اخلاق اور کردار سے متعلق چند مستند اور منتخب احادیث درج کی جارہی ہیں تاکہ مسلمان عبرت اور نصیحت حاصل کریں۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں جب ہم اخلاق اور کردار کے بارے میں غور کرتے ہیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان بن ہی نہیں سکتا جب تک کہ اس کا اخلاق اور کردار بلند نہ ہو۔

"حضرت معاذ بن جبل رضؓ سے روایت ہے کہ جب میں یمن کو جانے لگا اور گھوڑے پر سوار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ــــ معاذ! لوگوں کی تعلیم اور تربیت کے لئے اپنے خلق کو اچھا بناؤ کیونکہ نیک ترین شخص وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہے۔"
(موطا امام مالک)

اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضؓ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں "ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ آپ کے نزدیک بہترین لوگ کون ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا جن کے اخلاق اچھے ہیں۔
(مسند امام احمد بن حنبل)

"حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ مومن اپنی خوش خلقی کے ذریعہ رات کو عبادت کرنے والے اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھنے والے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔"
(ابو داؤد) یعنی خوش خلقی بمنزلہ عبادت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے مطابق اس شخص کے لئے بہشت یقینی ہو جاتی ہے۔ جو بد اخلاقیوں سے بچتا ہے اور اپنے اخلاق کو بلند رکھتا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں حدیث ہے "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص جھوٹ کو چھوڑ دے تو اس کے لئے جنت میں محل بنایا جاتا ہے۔ اور جس شخص نے اپنے اخلاق کی اصلاح کی اس کے لئے بھی بہشت کے بلند مقام پر محل بنایا جاتا ہے۔" (ترمذی)

"حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا تم جانتے ہو کہ کونسی چیز آدمی کو داخل کرتی ہے بہشت میں وہ تقویٰ اور حسن خلق ہے۔ اور کیا جانتے ہو تم کہ کونسی چیز اکثر داخل کرتی ہے لوگوں کو آگ میں وہ زبان اور شرمگاہ ہے۔" (ابن ماجہ)
یعنی مقصد یہ ہے کہ جو لوگ متقی اور خوش اخلاق ہیں ان کے لئے بہشت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اس کے برخلاف جو لوگ بد کلام اور بدچلن ہیں ان کے لئے دوزخ کی آگ روشن ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حیا اختیار کرنے پر بے حد زور دیا ہے۔ چنانچہ حدیث ہے "حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ــ حیا ایمان کا ایک جزو ہے۔ اور ایماندار جنت میں جائے گا۔ اور بے حیائی بدی میں سے ہے۔ اور بدکار آدمی دوزخ میں جائے گا۔"
(مسند امام احمدؒ)

پھر مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ بری باتوں سے پرہیز کریں چنانچہ حضرت سہیل بن سعد رضہ سے روایت ہے کہ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کہ عہد کرے اس چیز کی محافظت کے لئے جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے یعنی زبان کو بیکار باتوں سے بچائے اور حرام غذا سے پرہیز کرے اور جو شخص کہ عہد کرے اس چیز کی محافظت کے لئے جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے یعنی ستر کو محفوظ رکھے یعنی بدکاری سے بچے تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں (بخاری)

غصہ چونکہ انسان کے اخلاق اور کردار کے لئے زہر ہے اس لئے حضور اکرم نے غصہ سے پرہیز کرنے کی سختی کے ساتھ ہدایت کی ہے۔ چنانچہ حدیث ہے "ابوہریرہ رضہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلعم سے عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمائیے آپ نے فرمایا غصہ نہ کرو۔ اس نے کئی مرتبہ یہی بات کہی اور ہر مرتبہ آپ نے یہی جواب دیا کہ غصہ سے پرہیز کرو" اور اسی سلسلہ میں ایک دوسری حدیث ہے "ابوہریرہ رضہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ پہلوان اور طاقت ور وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑتا ہے بلکہ قوی اور پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھتا ہے" (بخاری مسلم) -

رسول اللہ صلعم نے غصہ کو شیطانی فعل قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے "غصہ شیطان کا فعل ہے اور شیطان کی سرشت آتشیں ہے۔ اور آتش پانی سے بجھ جاتی ہے۔ پس جب کسی کو غصہ آئے تو وہ وضو کرے" (ابوداؤد)

اسلام نے بدکردار اور بدخلق کو جنت سے محروم قرار دیا ہے۔ "حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے لوگ اہل جنت ہیں۔ یعنی وہ حاکم جو انصاف کرتا ہے اور وہ شخص جو عزیزوں پر مہربان ہو۔ اور نرم دل ہو۔ اور وہ شخص جو حرام چیزوں سے پرہیز کرتا ہو۔ اور وہ لوگ اہل دوزخ ہیں جو حرام کاری پر خوش ہیں۔ اور جو حرام و حلال میں تمیز نہیں کرتے۔ اور وہ لوگ جو خائن اور بد دیانت ہیں اور وہ لوگ جو ہر وقت فریب دینے کی فکر میں رہتے ہیں" (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو سخت ناپسند فرماتے تھے کہ ایک مسلمان بھائی دوسرے مسلمان بھائی سے اپنے تعلقات منقطع کرلے چنانچہ اس بارے میں حدیث ہے "حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے۔ اور اس سے ملاقات نہ کرے۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہا اور اسی عرصہ میں وہ مرگیا تو دوزخ میں جائے گا" (مسند امام احمد بن حنبل رح)

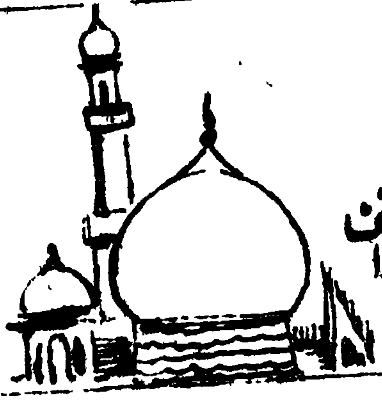
غیبت کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدترین گناہ قرار دیا ہے "حضرت انس بن مالک رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جب مجھے اوپر لے گیا (یعنی شب معراج) میں نے وہاں ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے ناخن تانبے کے ہیں۔ اور ان ناخنوں سے وہ اپنے چہروں کو اور سینوں کو کھرچ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں۔ تو انھوں نے کہا یا رسول اللہ یہ وہ لوگ ہیں جو انسانوں کا گوشت کھاتے ہیں یعنی غیبت کرتے ہیں" (ابوداؤد)

اپنے بھائیوں کے عیب تلاش کرنے کو بھی اسلام نے بے حد معیوب قرار دیا ہے "حضرت عبداللہ بن عمر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے وہ لوگو جو زبان سے تو ایمان لے آئے ہو مگر دل میں ایمان کا اثر نہیں رکھتے۔ تم مسلمانوں کو اذیت نہ دو ان کے عیبوں کو تلاش نہ کرو۔ اس لئے کہ جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو تلاش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکے عیبوں کو ڈھونڈتا ہے اور اسے رسوا کرتا ہے" (ترمذی)

مختصر یہ کہ اسلام نے اخلاق اور کردار بلند کرنے پر بہت زور دیا ہے۔ اور سچا مسلمان اسی کو قرار دیا ہے جس کا کہ اخلاق اور کردار بلند ہے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کو یہ بھی ہدایت کی گئی ہے وہ چھوٹوں پر رحم کریں اور بڑوں کی عزت کریں چنانچہ اس بارے میں حدیث ہے۔

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے" (ترمذی)

اسلامی افکار



اسلام پر خونریزی کا الزام

اسلام کو "جنگ بازوں کا مذہب" کہنے والے اسلام سے ناواقف

(از سر محمد ظفر اللہ خان)

اسلام پر ایک الزام یہ بھی لگایا جاتا ہے کہ "یہ مذہب جنگ بازوں کا مذہب ہے اور یہ تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے"۔ اسلام کے خلاف یہ بے بنیاد پروپیگنڈا صدیوں سے جاری ہے۔ حالانکہ اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے کہ نہ صرف خونریزی کی شدید مذمت کی ہے بلکہ اپنے متبعین کو حکم دیا ہے کہ وہ مذہبی اور نسلی تعصب سے پرہیز کریں اور ہر حالت میں جنگ اور خونریزی سے اجتناب کریں۔ پاکستان کے نامور لیڈر سر ظفر اللہ خان نے ذیل کے فاضلانہ مقالہ میں نہایت مدلل طریقہ پر اس الزام کو لگانے والوں کو دندان شکن جواب دیا ہے
یہ مضمون سر ظفر اللہ خان کے ایک طویل مقالہ کا خلاصہ ہے۔

عہد وسطیٰ میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی سیاسی اور فوجی طاقت کا مقابلہ کرنے کی غرض سے ان کے حریف عیسائیوں نے اسلام کے خلاف جو غلط فہمیاں پھیلائی تھیں وہ صدیوں تک عیسائیوں اور دوسری غیر مسلم قوموں کو اسلام کے مطالعہ سے باز رکھتی رہی ہیں۔ لیکن آج جب حالات بدلتے جا رہے ہیں اور مختلف مذاہب کے حلقوں میں اسلام کے مطالعہ کا احساس بڑھتا جا رہا ہے تو یہ حقیقت واضح ہوتی جا رہی ہے کہ اسلام نہ صرف خونریزی اور جنگ کا مخالف ہے بلکہ وہ ایک ایسا مکمل نظام زندگی ہے جس میں کہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کے لئے ہر قسم کی روشنی اور رہنمائی موجود ہے۔ اور جس کی رہنمائی مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں کے لئے بھی نہایت سودمند ہے۔ چنانچہ آج مغرب کے علمی حلقوں میں اسلام کا جو مطالعہ کیا جا رہا ہے اس نے خود مغربی مفکرین کو اس نتیجہ پر پہنچا دیا ہے کہ اسلام نے بڑی سختی کے ساتھ انسانی خون کے احترام کا حکم دیا ہے۔ اسی لئے اسلام نے جنگ اور امن کے لئے جو قاعدے اور ضابطے متعین کئے ہیں ان کے ذریعہ آج بھی امن کو برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ اور جنگ و خونریزی سے بچا جا سکتا ہے۔

لہٰذا وہ مغربی مفکرین جو اسلام کا مطالعہ کرتے رہے ہیں اس بات پر پوری طرح متفق الرائے ہیں کہ "اسلام اپنے نام ہی کے اعتبار سے امن اور صلح و سلامتی کا مفہوم ہی پیش کرتا بلکہ اس کے نقطۂ نظر سے چونکہ انسان کے لئے روحانی، مادی اور اقتصادی ترقی کے لئے امن کی بقا نہایت ضروری ہے۔ اس لئے وہ مسلمانوں کو امن برقرار رکھنے کا سختی سے حکم دیتا ہے"۔ اور اسی لئے قرآن پاک میں کہا گیا ہے کہ "جس نے بلاوجہ کسی ایک شخص کی بھی جان لی گویا اس نے پوری نوع انسانی کو قتل کر دیا"۔ صرف اس ایک بات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام میں انسانی خون کا کس قدر احترام ہے۔

اسلام کے مطالعہ کی بدولت مغربی مفکرین پر یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی ہے کہ قرآن پاک میں جا بجا امن و سلامتی پر زور دیا گیا ہے۔ اور واضح الفاظ میں بدامنی کی مذمت اور امن کی حمایت کی گئی ہے۔ مثلاً قرآن کریم نے کہا ہے کہ "ہمیشہ امن قائم کرنے کی کوشش کرو اور امن قائم ہو جانے کے بعد بدامنی اور فساد پیدا مت کرو۔ اگرچہ کفار اور مشرکین فساد پیدا کرنا چاہتے ہوں مگر تم اس سے بچو کیونکہ اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا"۔

پھر اسلام نے مسلمانوں کو جنگ اور فساد سے گریز کرنے اور امن کو برقرار رکھنے کی صرف ترغیب ہی نہیں دی ہے بلکہ خود داعیٔ اسلام نے اپنے مصالحانہ طرزِ عمل سے اس معاملہ میں مسلمانوں کی پوری پوری رہنمائی فرمائی ہے۔ چنانچہ جب آنحضرت نے مکہ میں دعوتِ اسلام کا آغاز فرمایا تو اس بات کے باوجود کہ قوم آنحضرت کو امین اور صادق تسلیم کرتی تھی وہ آپ کی مخالف بن گئی۔ اُن کا مذاق اڑایا اور تشدد پر آمادہ ہو گئے۔ اور مسلمانوں کو سخت ترین اذیتوں کا نشانہ بنایا جانے لگا۔ لیکن اس نازک موقعہ پر مسلمانوں نے اپنے مخالفین کے خلاف جنگ اور فساد کی راہ اختیار نہیں کی بلکہ ہر حالت میں امن کو برقرار رکھا یہاں تک کہ آپس کی خونریزی سے بچنے کے لئے آپنے وطن مکہ کو چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر گئے۔ اور صرف اُس وقت عالم مجبوری میں تلوار اٹھائی جب ان کے مدینہ چلے جانے کے باوجود مشرکین مکہ نے ان پر جارحانہ حملے شروع کر دئے۔

اسلام کے امن پسندانہ کردار کے سلسلہ میں یہ بتا دینا بھی ضرور معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے بقائے امن کے اس مقصد کو صرف اسی زمانہ میں مدِنظر نہیں رکھا تھا جبکہ وہ تعداد میں کم اور قوت میں کمزور تھے بلکہ طاقت حاصل کرنے پر بھی اسی مسلک پر قائم رہے تھے چنانچہ ایک زبردست طاقت بننے کے بعد بھی حدیبیہ میں آنحضرت صلعم نے مشرکین مکہ کے ساتھ جو صلح نامہ کیا تھا اور دوسرے سال مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہو کر اپنے بدترین دشمنوں کے ساتھ بڑی رواداری اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا تھا۔ ان دونوں واقعات سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنی طاقت اور قوت کے زمانہ میں بھی بقائے امن کے مقصد کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔

یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ اسلام خدائے تعالیٰ کی وحدانیت کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ اسلام کی بنیاد ہی توحید باری کے عقیدہ پر رکھی ہے۔ لیکن اسلام کا مطالعہ کرنے والے ایک مغربی مفکر نے توحید کے سوال پر اسلام کے اسی سخت عقیدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسلام توحید کے سخت عقیدہ کے معاملہ میں اگرچہ کسی سمجھوتہ کی اجازت نہیں دیتا۔ لیکن پھر بھی اسلام نے اُن دیگر مذاہب کے بانیوں اور بزرگوں کے احترام کی ہدایت کی ہے جو بت پرستی کے مبلغ ہیں یہاں تک کہ بتوں کے متعلق بھی سخت الفاظ استعمال کرنے سے منع کیا ہے جس سے یہ بات واضح ہے کہ اسلام مذہبی تعصب کی بنا پر دیگر مذاہب سے تصادم کا شدید مخالف ہے اور یہ اُس کی امن پسندی کا کھلا ثبوت ہے چنانچہ اسلام نے دیگر مذاہب والوں کے مشرکانہ خیالات کو بھی اُس وقت تک نظر انداز کر دینے کا مشورہ دیا ہے جب تک کہ مشرک مسلمانوں کے عقائد میں دخل انداز نہیں ہوتے۔ اور اس کا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ وہ دیگر مذاہب کے لوگوں کو مشتعل کر کے امن شکنی کے مواقع بہم پہنچانا نہیں چاہتا۔

پھر اسلام نے انسان کے لئے بین الاقوامی تعلقات کا جو ضابطہ بنایا ہے اُس میں خصوصیت کے ساتھ اس بات کو مدِنظر رکھا ہے کہ مذہب اور عقائد کی بنا پر کسی صورت میں بھی غیر مسلموں کے ساتھ تصادم نہ ہونے پائے۔ اور اسی لئے اس نے غیر مذاہب کے بانیوں اور ان کے مذہبی عقائد کے احترام کا حکم دیا ہے۔ اور اس طرح اسلام نے جنگ و پیکار کے ایک بہت بڑے اور قوی سبب کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ہے۔ پھر اسلام نے حکم دیا ہے کہ مختلف مذاہب کے ماننے والے ایک دوسرے کے مذاہب کے عقائد کا بھی پورا احترام کریں رنگ اور نسل کے تمام امتیازات کو ختم کر دیں۔ دوسرے کمزور ملکوں اور دوسری قوموں کو اپنے فائدہ کے لئے استعمال نہ کریں۔ اور مختلف مذاہب کے لوگ مل جل کر مادی ترقی کے میدان میں آگے بڑھیں۔

ان حقائق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام امن اور آشتی کا سب سے بڑا داعی ہے۔ اور اس کے خلاف جنگ اور خونریزی کے جو الزامات لگائے جاتے ہیں وہ سب بے بنیاد اور بے معنی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اسلام سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مذہب بھی امن پسندی کا حامی نہیں چنانچہ اسلام کی امن پسندی پر تبصرہ کرتے ہوئے مشہور یورپین مورخ ڈیون پورٹ اپنی کتاب "اپالوجی فار محمد" میں لکھتا ہے۔

"اسلام پر اس سے بڑھ کر اور کوئی الزام نہیں ہو سکتا کہ وہ بزور شمشیر پھیلا۔ مسلمانوں نے صرف اس وقت تلوار اٹھائی ہے جبکہ انہیں اس کے لئے مجبور کر دیا گیا تھا۔"

تاریخ اسلام کا ایک ورق



ہم نے اٹلی پر بھی حکومت کی ہے

اٹلی اور سسلی میں "شہزادہ ابوالعباس" کی مجاہدانہ سرگرمیاں

(از شوکت علی فہمی)

دنیا کے تمام مذاہب میں یہ فخر صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اسلام کی مجاہدانہ تعلیم نے بے شمار ایسے جانباز اور سرفروش پیدا کر دیئے ہیں۔ جنھوں نے اپنے مجاہدانہ کارناموں سے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ ان ہی سرفروشوں میں سے اغلبی خاندان کا مایہ ناز فرزند "شہزادہ ابوالعباس" بھی تھا۔ جس نے گذشتہ ۲۸۸ ہجری میں اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں سے نہ صرف جزیرہ سسلی کو مشرکوں کے دستبرد سے بچا لیا تھا بلکہ اٹلی پر یلغار کرکے اٹلی کے خود سر حکمرانوں کو بھی اطاعت کے لئے مجبور کر دیا تھا۔ شہزادہ ابوالعباس نے اسلام کی سربلندی کے لئے کیسی جانبازی کا ثبوت دیا تھا اس کا اندازہ ذیل کے مختصر سے مقالہ سے ہو سکتا ہے۔

یہ اس زمانہ کی بات ہے جب سسلی کی اسلامی حکومت کو دشمنوں کی ریشہ دوانیوں سے بچانے کے لئے اغلبی حکومت نے جزیرہ سسلی کی عنان حکومت شہزادہ ابوالعباس کے ہاتھوں میں دیدی تھی اور شہزادہ ابوالعباس حالات کی اصلاح کی کوششوں میں لگا ہوا تھا۔

شہزادہ نے سسلی کی اسلامی حکومت کا جائزہ لینے کے بعد عمال حکومت سے کہا "سسلی کی سرزمین پہ قدم رکھے ہوئے مجھے دو ہفتے ہو چکے ہیں اور ان دو ہفتوں میں میں نے اندازہ لگایا ہے کہ تقریباً تمام عمال حکومت اپنی اسلامی خصوصیات کھو چکے ہیں۔ وہ خدا سے زیادہ مادی طاقتوں پر بھروسہ کرنے لگے ہیں۔ آرام طلبی ان میں بڑھ گئی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج سسلی کی اسلامی حکومت نزع کے عالم میں ہے۔"

ابن سفیان سپہ سالار نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ "آپ درست فرماتے ہیں لیکن ایسی حالت میں جبکہ ملک کے چپہ چپہ پر باغی پھیلے ہوئے ہوں اور ہمارے پاس پورا لشکر بھی نہ ہو تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

"اسلام کثرت اور قلت کا کبھی قائل نہیں ہوا۔" ابوالعباس نے کہا "ہم نے قلت میں ہونے کے باوجود دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنتوں کا تختہ الٹ دیا ہے۔ محض اللہ کے بھروسہ پہ ابن سفیان فوجوں کو تیار کر دیں کل ہی دشمنوں کے سب سے بڑے مرکز طرابنش پہ حملہ کر دوں گا اور دکھا دوں گا کہ قلت کثرت پہ کس طرح غالب آ سکتی ہے۔"

شہزادہ ابوالعباس کے اس حکم کے ساتھ فوراً ہی فوجی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ شہزادہ ابوالعباس افریقہ کے حکمران ابراہیم اغلبی کا فرزند تھا۔ جسے ایسے نازک حالات میں سسلی کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تھا۔ جبکہ سسلی کے کئی گورنر باغیوں کے ہاتھوں قتل کئے جا چکے تھے۔ اور اس بات کا پورا اندیشہ تھا کہ جلد ہی سسلی پر عیسائیوں کا دوبارہ قبضہ ہو جائے گا۔ اور وہی سسلی جسے مجاہدین اسلام نے اپنے خون سے سینچا تھا۔ وہاں ۷۷ سال کے بعد کفر و شرک کا دور دورا شروع ہو جائے گا مگر شہزادہ ابوالعباس یہ طے کرکے آیا تھا کہ یا تو سسلی سے مشرکوں کے فتنہ کو دور کرے گا یا اپنی جان دیدے گا۔

دوسرے ہی دن شیر دل ابوالعباس ایک مختصر سا لشکر لئے ہوئے طرابنش کی جانب بڑھ رہا تھا یہ سسلی کا وہ علاقہ تھا جو نصف صدی تک مسلمانوں کے زیر نگیں رہا تھا لیکن سسلی کی اسلامی حکومت کی کمزوری کی بنا پر اب اس علاقہ پر عیسائی مشرکوں کا قبضہ تھا۔ عیسائیوں نے اس علاقہ کو بہت بڑی فوجی چھاونی میں تبدیل کر دیا تھا اور عیسائی چونکہ پورے سسلی

پر قبضہ جمانے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ اس لئے انھوں نے اس علاقہ میں بے اندازہ رومی فوج لاکر جمع کر دی تھی۔

شہزادہ ابوالعباس اس بات کو سمجھے ہوئے تھا کہ اگر طرابنش جیسے اہم علاقہ پر دوبارہ مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا تو پھر پورے سسلی پر مسلمانوں کا قبضہ دشوار نہیں مگر سپہ سالار ابن سفیان۔ طرابنش پر حملہ کا شدید مخالف تھا۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ اگر اس اہم مورچہ پر سسلی کی رہی سہی اسلامی فوج بھی کٹ گئی تو پھر سسلی میں مسلمانوں کا زندہ اور برقرار رہنا ناممکن بن جائے گا۔ اُدھر شہزادہ ابوالعباس کا یہ حوصلہ تھا کہ وہ اچانک (اپنی مختصر سی فوج) سے عیسائیوں کے سب سے بڑے مرکز پر ٹوٹ پڑا۔ اُس کی تلوار بجلی کی طرح چمک رہی تھی اور اُس کی حوصلہ مندی نے فوج کے ایک ایک سپاہی میں نئی زندگی اور نئی روح پیدا کر دی تھی

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پورا طرابنش رومی فوج سے پٹا پڑا تھا۔ لیکن مسلمانوں کے اچانک حملے نے انہیں ایسا حواس باختہ کیا کہ وہ مسلم فوج کی کمی کا اندازہ نہ لگا سکے۔ اور کسی ایک مورچہ پر بھی جم کر نہ لڑ سکے آخر دو دن کی شدید جنگ کے بعد طرابنش پر دوبارہ مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ اور اس معرکہ میں بے اندازہ سامان جنگ مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

طرابنش کی غیر متوقع فتح نے مسلمانوں کے حوصلے بے حد بڑھا دیئے تھے۔ اب مسلم فاتحین کی حالت یہ تھی کہ وہ اپنے سردار شہزادہ ابوالعباس کی سرکردگی میں طوفان کی طرح سسلی کے مقبوضہ علاقوں میں بڑھنے لگے یہانتک کہ ان جانبازوں نے صرف دو مہینے کے اندر اپنے وہ تمام علاقے عیسائیوں سے چھین لئے جن پر زمانہ دراز سے عیسائی قابض تھے۔

سسلی میں عظیم شاندار فتوحات حاصل کرنے کے بعد شہزادہ ابوالعباس نے اپنے باپ شاہ ابراہیم اغلبی کو لکھا کہ "[illegible] بہت بڑا علاقہ اللہ کی مہربانی سے ہم نے فتح کر لیا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ سسلی کی اسلامی حکومت اُس وقت تک کبھی بھی مستحکم نہیں ہو سکتی جب تک کہ سسلی کے سر پر اٹلی کا خطرہ منڈلا رہا ہے۔ لہٰذا اجازت دیجئے کہ جنوبی اٹلی کی فتح کے بعد اس خطرہ کو ہمیشہ کے لئے دور کر دیا جائے"

شاہ ابراہیم اغلبی خود بھی چونکہ سسلی کی اسلامی حکومت کے لئے اٹلی کو سب سے بڑا خطرہ تصور کرتا تھا۔ اس لئے اُس نے اٹلی پر حملہ کی اجازت دیدی اور ساتھ ہی ایک عظیم الشان بحری اور بری لشکر بھی شہزادہ ابوالعباس کی مدد کے لئے روانہ کر دیا۔ اٹلی کے جنوبی علاقہ کو مسلمان اس سے قبل بھی فتح کر چکے تھے لیکن اب اس علاقہ پر رومی عیسائیوں کا قبضہ تھا۔ لہٰذا ابوالعباس نے سب سے پہلے اٹلی کے اُن ہی علاقوں کی فتح کا پروگرام بنایا جو زمانہ دراز تک مسلمانوں کے زیر حکومت رہے ہیں۔

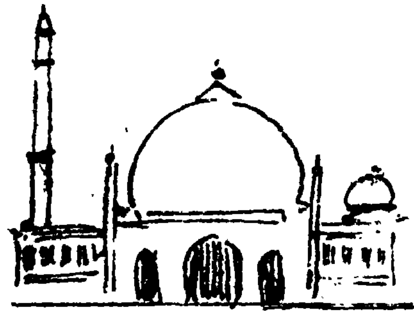
اٹلی پر چونکہ سمندری بیڑے ہی کے ذریعہ حملہ کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے شہزادہ ابوالعباس نے ایک زبردست بحری بیڑا تیار کیا۔ اُدھر ایک دوسرا مضبوط بحری بیڑا شہزادہ کی مدد کے لئے افریقہ سے بھی آگیا تھا اور اس طرح ۲۸۸ھ ہجری میں یہ مرد مجاہد سمندر کا سینہ چاک کرتا ہوا جنوبی اٹلی کے ساحل پر جا اترا۔

اٹلی کی سرزمین پر مسلمانوں کا قدم رکھنا تھا کہ رومی عیسائی بھیڑیوں کی طرح اُن پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن شہزادہ ابوالعباس دشمن کے لشکر جرار کو کاٹتا ہوا برابر آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ اٹلی کے ساحلی شہر مسینا پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ مسینا کے بعد مجاہدین اسلام نے اٹلی کے دوسرے اہم شہر ریجیو کو بھی زیر کر لیا۔ اور ۲۸۸ھ ہجری میں جمعہ کی پہلی نماز اس شہر میں ادا کی گئی۔ ریجیو کی فتح سے مسلمان مالا مال ہو گئے کیونکہ بے اندازہ مال غنیمت اُن کے ہاتھ لگا تھا۔ پھر چند ہی روز کے توقف کے بعد مجاہدین اسلام کا لشکر پیش قدمی کرتا ہوا شہر روما کی شہر پناہ کے دروازہ تک پہنچا رومی عیسائیوں کو اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا۔ لیکن شہزادہ ابوالعباس کی حوصلہ مندی اور مجاہدین اسلام کی سرفروشی نے جلد ہی انہیں بتا دیا کہ جب مجاہدین کی فتوحات کا سیلاب کسی ملک کی جانب بڑھتا ہے تو کوئی مادی طاقت ایسی نہیں ہے جو اس سیلاب کو روک سکے۔ [illegible] کے لئے اسکے علاوہ [illegible] کی شرط پر مسلمانوں سے صلح [illegible]۔ لہٰذا عیسائیوں کے پوپ اعظم یوحنا نے اطاعت و جزیہ کی شرط پر مسلمانوں سے صلح کر لی۔ اور [illegible] کیا کہ پچیس ہزار رطل چاندی کا سالانہ بطور جزیہ سسلی کی اسلامی سلطنت کو برابر ادا کی جاتی رہے گی۔

مسلم فوج بھی چونکہ طویل جنگ کی وجہ سے تھک چکی تھی اس لئے شہزادہ ابوالعباس نے صلح کی شرائط قبول کر لیں اور اس طرح یہ مرد مجاہد کلیسا کے پوپ کو باجگذار بنا کر سسلی واپس آ گیا اور اس کے بعد سسلی کی اسلامی سلطنت کے استحکام میں مصروف ہو گیا۔ سسلی کے تمام بڑے شہروں میں مدارس قائم کئے گئے جہاں عربی اور لاطینی زبان میں تعلیم دی جاتی تھی۔ اور اس مرد مومن نے سسلی میں جا بجا نئی مساجد بھی تعمیر کر دیں۔

(باقی مضمون صـ۳۲ پر)

سیرت و سوانح



حضرت امام غزالیؒ
ایک مایہ ناز عالم دین۔ اور صاحب دل بزرگ

(از جناب نسیم بہاری)

علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت امام غزالی رح کا درجہ مشاہیر اسلام میں اس قدر بلند ہے کہ اُن کی مثال ناپید ہے وہ اسلام کے ایک ایسے قابل فخر عالم تھے کہ جن میں کہ انبیا اور اولیا کی شان پائی جاتی تھی۔ چنانچہ ذیل میں اسلام کے اس مایہ ناز بزرگ کے مختصر حالات پیش کیے جا رہے ہیں۔

شریعت اور طریقت کی دنیا میں حضرت امام غزالی رح کا درجہ نہایت ہی بلند ہے۔ اور آپ اُن مشاہیر اسلام میں سے ہیں جن کی ذات گرامی پر اسلام کو قیامت تک ناز رہے گا۔ آپ نے جو بے مثال علمی ذخیرہ اپنے پیچھے دنیا میں چھوڑا ہے اُس سے آج بھی لاکھوں مسلمان فیض حاصل کر رہے ہیں۔ آپ طوس کے علاقہ میں پیدا ہوئے تھے۔ پورا نام محمد بن احمد اور لقب امام غزالی ہے۔

علم کی پیاس اور علم کی کشش حضرت امام غزالی کو جگہ جگہ لیے پھرتی تھی۔ ان دنوں چونکہ راستے محفوظ نہیں تھے۔ اس لئے عام طور پر لوگ قافلہ کی صورت میں مل جل کر سفر کیا کرتے تھے ایک مرتبہ حضرت امام غزالی ایک قافلہ کے ساتھ وطن واپس آرہے تھے کہ راستہ میں قافلہ پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا۔ اور جس کے پاس جو کچھ بھی تھا وہ لوٹ لیا۔ بے چارے امام غزالی بھی لٹ گئے۔ اُن کے پاس کوئی قیمتی چیز تو تھی نہیں ہاں کاغذات کا ایک پلندہ ضرور تھا۔ جس میں اُنھوں نے اپنے استادوں سے سیکھے ہوئے علم کا خلاصہ لکھ رکھا تھا۔ ڈاکو اُسے بھی چھین کر لے گئے۔ امام صاحب کھڑے ہوئے دیکھتے رہ گئے۔

ڈاکو جب لوٹ مار سے فارغ ہو گئے تو آپ اُن کے سردار کے پاس گئے اور کہا "خدا تمہارا بھلا کرے میرے کاغذات کا وہ پلندہ واپس کر دو جو میرے سوا اور کسی کے کام کی چیز نہیں ہے" ڈاکوؤں کے سردار نے پوچھا "آخر اُن میں ہے کیا جو آپ اُس کے لئے اسقدر مضطرب ہیں"

آپ نے جواب دیا "وہ میرے علم کا خزانہ ہے" ڈاکوؤں کے سردار نے کہا کہ "تمہارا علم بڑا عجیب و غریب ہے۔ بھلا وہ بھی کوئی ایسی چیز ہے کہ اُسے چور یا ڈاکو چھین سکیں۔ لوگوں کا علم تو سینہ میں ہوتا ہے مگر تمہارا علم کاغذات میں ہے" ڈاکوؤں کے سردار کی بات آپ کے دل میں چبھ گئی اس بات نے آپ کے علمی شوق کو اور بھی زیادہ بڑھا دیا۔ کاغذات تو ڈاکوؤں نے واپس کر دئے مگر امام صاحب نے اس محنت اور مشقت کے ساتھ علم سیکھا کہ آپ کا سینہ علوم دینیہ سے معمور ہو گیا اور آپ نے سیکڑوں کتابیں تصنیف کر ڈالیں۔

تحصیل علم کے بعد آپ سب سے پہلے بغداد کی مشہور نظامیہ یونیورسٹی میں پروفیسر مقرر ہوئے جہاں آپ اساتذہ میں سب سے کم عمر تھے۔ کئی سال وہاں درس و تدریس کے بعد آپ کو محسوس ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضری ضروری ہے۔ چنانچہ آپ حج کے ارادہ سے روانہ ہو گئے۔ پہلے فریضۂ حج ادا کیا۔ پھر دربار نبوی میں حاضری دینے کے بعد مدینہ میں قیام کیا اور حدیث کے علم کی جو پیاس تھی اسے رسول پاک کے در پر پہنچ کر بجھایا۔ یہ زمانہ وہ تھا جب آپ کے علم و فضل کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ اور اُس زمانہ کی مسلم حکومتیں آپ کو بڑے سے بڑا اعزاز دینے کے لئے آمادہ تھیں۔ لیکن آپ کی زندگی میں انقلاب آچکا تھا۔ آپ شاہی ملازمت کو غلامی سمجھنے لگے تھے۔ محمد عربی کا غلام بننے کے بعد اب ان کے دل میں کسی کا غلام بننے کی خواہش باقی نہیں رہی تھی اور خدا سے لو

لگاکر وہ دنیا والوں سے بالکل بے نیاز ہو گئے تھے۔ چنانچہ حج کے موقعہ پر آپ نے مقام ابراہیم پر عہد کیا کہ آیندہ میں کبھی بادشاہوں کے دربار میں نہیں جاؤں گا۔ اور نہ کبھی بادشاہ کا کوئی عطیہ قبول کروں گا۔ اور نہ کبھی کسی سے بحث و مباحثہ اور مناظرہ کروں گا۔ غرضکہ اب آپ یا تو تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے تھے یا تنہائی زندگی بسر فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ کی ایک کتاب پر لوگوں نے بڑا طوفان برپا کیا۔ جب بہت زیادہ شور مچا تو بادشاہ نے آپ کو دربار میں طلب کیا۔ آپ نے فرمایا "میں تو عہد کر چکا ہوں کہ کبھی کسی بادشاہ کے دربار میں نہیں جاؤں گا۔ اور پچھلے دس سال سے اپنے اس عہد پر مضبوطی سے قائم ہوں۔ مجھے اگر اس سے معاف رکھا جائے تو بڑا احسان ہوگا" مگر بادشاہ اپنی ضد پر قائم رہا اور نہ مانا۔ آخر مجبوراً آپ کو جانا پڑا۔ وزیر اعظم نے بڑھ کر آپ کا خیر مقدم کیا۔ بادشاہ نے امام محترم سے معانقہ کیا اور بڑی عزت و احترام سے تخت شاہی پر اپنے برابر جگہ دی۔ آپ بڑی دیر تک بادشاہ سے گفتگو کرتے رہے۔ بادشاہ بے حد متاثر ہوا اور اس بات کی خواہش کی کہ وہ کوئی بڑا دینی عہدہ قبول کر لیں۔ آپ نے عہدہ قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے محمد کی غلامی اختیار کر لی ہے وہ کسی دوسرے کی غلامی کیا قبول کر سکتا ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ اتنا ہی کر سکتا ہے کہ اپنے رسول کا پیغام بادشاہ تک پہنچا دے پھر بادشاہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا "نبی محترم نے ان حکمرانوں کو ناپسند فرمایا ہے۔ جو شریعت خدا کی جانب سے غافل ہیں۔ تمہیں چاہیئے کہ رعایا کی نگہداشت کرو اور انہیں خیال نہ ظلم و ستم سے بچاؤ۔ تم یہ بات نہ بھولو کہ ہر رعایا کے متعلق باز پرس کی جائے گی۔ تم اللہ پر رحم کرو خدا تم پر رحم کرے گا لوگوں کی گردنیں افلاس اور مصیبت سے ٹوٹی جا رہی ہیں مگر تمہارے گھوڑوں کی گردنیں سنہری گہنوں کے بوجھ سے لدی ہوئی ہیں۔ آخر تم روز قیامت کیا جواب دو گے" اور اسطرح بادشاہ کو آپ نصیحتیں کر کے واپس آ گئے۔

سلطان سنجر کے وزیر اعظم نے آپ کو مدرسہ نظامیہ کی صدارت کا عہدہ پیش کیا۔ اور سلطان نے بھی اسکی تائید کی مگر امام صاحب نے انکار کر دیا۔ جب سلطان کی طرف سے بلاوا آیا تو آپ نے اس کے جواب میں لکھا کہ "اس وقت سیکڑوں طالب علم مجھ سے درس حاصل کر رہے ہیں [illegible]

یا انہیں بھی بغداد کی جانب رخ کرنا ہوگا۔ جو بے حد دشوار ہے۔ اسکے علاوہ میں یہ بھی عہد کر چکا ہوں کہ کسی بحث و مباحثہ میں حصہ نہ لوں گا۔ اور بغداد جو اس قسم کی باتوں کا مرکز ہے وہاں اس کے بغیر گزارہ نہ ہوگا۔ پھر مجھے دربار میں بھی حاضر ہونا پڑے گا۔ اور میں ان باتوں کو کسی صورت میں بھی گوارہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا مجھے معاف کیا جائے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ میں تنخواہ اور وظیفہ بھی قبول نہیں کر سکتا کیونکہ دنیا میں وہی رزق کھانے کے قابل ہے جس سے انسان کی گردن بلند رہ سکے۔ اور کسی کا احسان نہ اٹھانا پڑے۔ میری ایسی کوئی جائداد نہیں جس سے میں گزارہ کر سکوں۔ ان حالات میں بہتر یہی ہے کہ آپ مجھے بغداد بلانے کی زحمت گوارہ نہ کریں" آپ کے اس صاف جواب سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ اس دنیاوی اعزاز سے کس قدر متنفر تھے۔ اور آپکا کردار کسقدر ارفع اور اعلیٰ تھا۔

محمد بن ملک شاہ سلجوقی نے آپ سے عرض کیا کہ آپ مجھے نصیحت فرمایئے جن لفظوں میں آپ نے اسے نصیحت فرمائی ہے وہ سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔ آپ نے فرمایا "اے بادشاہ اس بات کو نہ بھول کہ جس حکومت پر تو قابض ہے وہ تیری نہیں۔ بلکہ اللہ کی امانت ہے اور اس بات کو بھی اچھی طرح ذہن نشین کرلے کہ حقوق اللہ یعنی نماز روزہ، حج اور زکوٰۃ میں کوتاہی تو معاف ہو سکتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ غفور الرحیم ہے لیکن حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق معاف ہونے کی کوئی صورت نہیں انہیں خدا بھی معاف نہیں کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق باوجودیکہ عدل و انصاف میں کمال احتیاط سے کام لیتے تھے۔ پھر بھی قیامت کے روز کے حساب سے لرزاں اور ترساں رہتے تھے۔ مگر تمہاری کیفیت یہ ہے کہ تمہیں اپنی رعایا کی کوئی پرواہ نہیں۔ ایک حکمران کے لیئے صرف یہی ضروری نہیں کہ خود ظلم و زیادتی سے اجتناب کرے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے عمال بھی زیادتی سے بچیں کیونکہ قیامت کے دن حکمرانوں کو حساب دینا ہوگا" آپ کی ان نصیحتوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ حق گوئی کے مقابلہ میں حکمرانوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے تھے۔

حضرت امام غزالی نہ صرف بہت بڑے عالم دین اور عابد و زاہد ہی نہ گذرے تھے بلکہ اپنے دور کے بہت بڑے مصنف بھی تھے۔ آپ نے سو سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں۔ جن سے آج بھی پوری دنیائے اسلام استفادہ کر رہی ہے (باقی صفحہ پر)

تاریخ ہند



مسلم دورِ حکومت کی خصوصیات

شاہانِ ہند نے اس ملک پر کس طرح حکومت کی

(از سردار کے ایم پانیکار)

سردار کے ایم ۔ پانیکار ہمارے ملک کے بہت بڑے مفکر اور مدبر شمار کئے جاتے ہیں۔ ذیل کا مضمون اُن کی ایک تقریر سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس مضمون کے ذریعہ شاہانِ ہند کے نظام حکومت پر بڑی قابلیت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آج سے ایک ہزار سال قبل مسلمان اس ملک میں باہر سے آئے تھے لیکن اس بات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ اُن سے پہلے آنے والی قوموں کی طرح وہ بھی اس ملک میں رس بس گئے تھے۔ اور اُنھوں نے بھارت کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔ اور اس ملک کے لئے وہ سب کچھ کیا تھا جو کہ سچے محبانِ وطن کر سکتے ہیں۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ہندوستان کے شمال اور شمالی مشرق کے پہاڑی دروں کو عبور کر کے بہت سی قومیں ہندوستان میں آئی تھیں اور ہر آنے والی نئی قوم پہلے آنے والی قوموں کو مغلوب کر کے خود اس ملک کی حکمراں بنتی رہی ہیں۔ مثلاً آرین قوم شاک قوم اور ترکستانی قوم وغیرہ ہندوستان میں آنے والے مسلمان بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔ مسلمانوں میں آنے والے سب سے پہلے افغان یا پٹھان تھے۔ لیکن ترکوں یعنی مغلوں نے ہندوستان میں آ کر پٹھانوں کی حکومت کو خاتمہ کر دیا تھا اور اپنی ایک نہایت مضبوط حکومت قائم کر لی تھی جو کئی صدی تک قائم رہی۔

تاریخ کے اس مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں سے قبل اسی طرح دوسری قومیں بھی ہندوستان آئی تھیں۔ اور پہلے آنے والی قوموں کی طرح مسلمان بھی اس ملک پر آنے کے بعد اس ملک کے ہو کر رہ گئے تھے۔ اس طرح مسلمانوں کو ہندوستان میں آنے والی دوسری قوموں سے علیحدہ قرار دے کر اُنہیں کسی لحاظ سے بھی غیر ملکی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

البتہ مسلمانوں کی کچھ ایسی خصوصیات تھیں جو اُن کو ہندوستان میں آنے والی دوسری قوموں سے مختلف اور ممتاز بناتی تھیں۔ اور وہ خصوصیات اُن کے تمدن اور تہذیب کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ چنانچہ ایک ہزار سال سے اس ملک میں رہنے سہنے کے باوجود مسلمانوں کے مذہبی عقائد پر اس ملک کے مذہبی عقیدوں کا کوئی خاص اثر نہیں پڑا ہے۔ اس لئے بعض حلقے آج بھی مسلمانوں کو ہندوستانی سمجھنے میں تکلف سا محسوس کرتے ہیں۔

مسلمانوں کے متعلق اس طبقہ کی رائے بالکل غلط ہے۔ مسلمان اُسی طرح ہندوستانی ہیں جس طرح کہ اس ملک کے دوسرے باشندے۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں سے پہلے جو قومیں ہندوستان میں آئی ہیں خود اُن کی تہذیب اور تمدن کی کوئی بنیاد نہیں تھی۔ اور وہ مذہبی حیثیت سے بھی اس ملک کے قدیم باشندوں سے بہت قریب تھے۔ یعنی وہ بھی زیادہ تر بت پرست اور مظاہر پرست تھے۔ اس کے برخلاف مسلمان اپنے ساتھ اس ملک میں ایک مستقل مذہب اور ترقی یافتہ تہذیب و تمدن لے کر آئے تھے۔ وہ جس مذہب کو مانتے تھے اُس نے مظاہر پرستی اور توہمات سے انکار کر کے مذہب کا ایک نیا فطری اور قابلِ فہم تصور پیش کیا تھا۔ اور اُن کے تمدن و تہذیب میں عربی، وسطی ایشیا نیز شمالی افریقہ کی تمام قدیم و جدید تہذیبوں کی خوبیاں شامل تھیں۔ اس لئے وہ اس ملک کے مذہبی سماجی اور تہذیبی تصورات کو کسی طرح بھی قبول نہیں کر سکتے تھے۔

ہندوستان میں آنے والے مسلمانوں کے متعلق یہ فیصلہ کرنے کے لئے

کہ وہ ہندوستانی ہیں یا نہیں جن بنیادی باتوں کو فیصلہ کا معیار بنایا جاسکتا ہے وہ یہ ہیں (۱) وہ اپنی سلطنتوں کے زوال کے بعد اپنے آبائی وطن واپس گئے تھے کہ نہیں۔ (۲) اپنے اقتدار کے زمانہ میں انھوں نے ملک کی دولت کو اس ملک کی فلاح کے لئے وقف کردیا تھا یا انگریزوں کی طرح اسے باہر بھیجتے رہے تھے۔ (۳) وہ اس ملک کے باشندوں کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے یا اُن سے الگ تھلگ رہنا پسند کرتے تھے۔ (۴) انھوں نے اپنی تہذیب و تمدن اور اپنے مذہب کو یہاں کے باشندوں پر مسلط کیا تھا یا اپنے اندر لچک پیدا کرکے اس ملک کے باشندوں کی بعض ایسی باتوں کو قبول کرلیا تھا جو ان کے بنیادی عقائد پر اثر انداز نہیں ہوتی تھیں۔

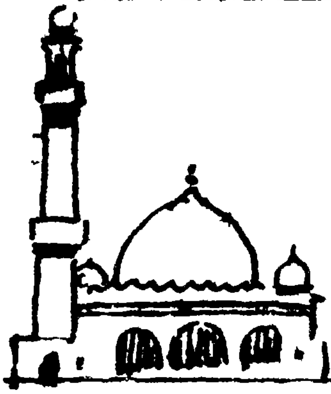
اس معیار پر جب ہم مسلم حکمرانوں کو پرکھتے ہیں تو وہ خالص ہندوستانی نظر آتے ہیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کے علاوہ جو نویں صدی عیسوی میں ہندوستان پر حملہ آور ہوئے تھے۔ ہندوستان کا کوئی مسلمان فاتح یہاں سے واپس نہیں گیا ہے۔ بلکہ سب ہی شاہان ہند اس ملک میں رہے ہیں اور اس ملک کی خاک میں دفن ہوئے ہیں اس سلسلہ میں یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ محمود غزنوی ہندوستان میں سلطنت کے قیام کے غرض سے نہیں آیا تھا۔ اور جہاں تک شہاب الدین غوری کا تعلق ہے اگرچہ وہ خود ہندوستان سے واپس چلا گیا تھا۔ لیکن وہ اپنے جس نائب قطب الدین ایبک کو یہاں کی حکومت سپرد کرگیا تھا وہ اس ملک کا ہوکر رہ گیا تھا۔ اور بعد میں آنے والے تمام مسلم حکمران بھی اسی ملک میں رہے ہیں۔

پھر اس تاریخی حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس ملک کے سب ہی مسلم حکمرانوں نے اس ملک کی ساری دولت اسی ملک کے باشندوں کی فلاح پر صرف کی ہے کبھی ایک پیسہ بھی باہر نہیں بھیجا۔ یہاں تک کہ شہنشاہ اورنگزیب نے شریف مکہ کے مطالبہ کے باوجود اُنھیں یہ کہہ کر امدادی رقم دینے سے انکار کردیا تھا کہ "عرب کے مسلمانوں کے مقابلہ میں ہندوستان کے غریب باشندے اپنے ملک کی دولت سے فائدہ اٹھانے کے زیادہ مستحق ہیں" اس کے علاوہ مسلمانوں کے دورِ حکومت میں اس ملک کی صنعت و حرفت اور تجارت کو جو فروغ حاصل ہوا تھا اس کی وجہ سے ملحقہ اسلامی ممالک سے [illegible] سے عموماً دولت ہندوستان میں کھنچی چلی آرہی تھی جس سے ہندوستانی باشندوں کو بے حد فائدہ پہنچا تھا۔ اور اُس وقت کے غیر ملکی سیاحوں اور مورخوں نے متفقہ طور پر اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ مسلم دورِ حکومت کا ہندوستان خوشحالی اور فارغ البالی کے معاملہ میں انتہائی بلندیوں پر تھا۔

اسلام نے چونکہ اپنے متبعین کو مساوات انسانی کی ہدایت کی ہے اس لئے مسلمان اِس ملک کے حکمراں ہوتے ہوئے دوسرے لوگوں سے الگ تھلگ نہیں رہتے تھے۔ اور اس بات کے باوجود کہ یہاں کے باشندوں نے ان کے ساتھ چھوت چھات کا ذلت آمیز سلوک اختیار کر رکھا تھا مسلمانوں نے کبھی بھی اُن سے علٰحدہ رہنے کے تصور کو جگہ نہیں دی تھی۔ بلکہ اُن کے ساتھ محبت اور برابری کا سلوک کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اُنھوں نے اس ملک کے نظم و نسق کو چلانے میں بھی غیر مسلموں کو اپنا شریک کار بنانے سے گریز نہیں کیا تھا۔ اور ان کے اسی حسن سلوک کا یہ نتیجہ تھا کہ اس ملک کے ہندو باشندے اُن کے نہ صرف معاون بن گئے تھے بلکہ اُن کی حکومت کو اپنی ہی حکومت سمجھتے تھے۔

پھر جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آیا مسلمانوں نے اس ملک کے باشندوں پر اپنے عقائد اور نظریات مسلط کرنے کی کوشش کی تھی یا نہیں تو اس بارے میں تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اس معاملہ میں مسلمان بے حد وسیع نظر تھے اُنھوں نے یہاں کے باشندوں کی مذہبی اور سماجی آزادی پر کبھی کوئی پابندی نہیں لگائی۔ عقائد کے معاملہ میں یہاں ہر شخص آزاد تھا۔ مذہبی آزادی اس حد تک تھی کہ اُنھوں نے اپنی حکومت میں تبلیغ کا شعبہ تک قائم نہیں کیا تھا تاکہ اُس سے غیر مسلموں میں غلط فہمی نہ پیدا ہونے پائے۔ اور مسلمانوں نے اپنے دینی عقائد کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے لباس اور رہن سہن یہاں کے باشندوں کے بہت سے طور طریقے اختیار کرلئے تھے۔ تاکہ وہ یہاں کے باشندوں میں مکمل مل جائیں

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس ملک میں آکر اس ملک کے باشندوں کو نہ صرف کامل مذہبی اور سماجی آزادی عطا کردی تھی بلکہ انھوں نے اپنے وطن کی عظیم خدمات بھی انجام دی تھیں مسلمانوں کی آمد سے پہلے یہ ملک چھوٹے چھوٹے رجواڑوں میں بٹا ہوا تھا۔ جو ہمیشہ خانہ جنگی میں مبتلا رہتے تھے۔ (باقی مضمون ص۳۲ پر)



غیر مسلموں کیلئے اسلام میں کشش

اسلامی رواداری نے غیر مسلموں کو بےحد متاثر کیا ہے

(از ادارہ دین دنیا)

اس بے دینی اور لامذہبی کے دور میں اسلام جس تیزی سے دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل رہا ہے وہ آپ ہی اپنی مثال ہے چنانچہ افریقہ جہاں کسی زمانہ میں مسلمان مشکل سے دس بارہ فیصد تھے اب وہاں مسلم اکثریت ہے اور یہ براعظم اسلامی براعظم بن گیا ہے۔ انگلستان میں عیسائیت کے بعد اسلام کو دوسرا درجہ حاصل ہو چکا ہے۔ یہی مقبولیت دوسرے ممالک میں بھی ہے۔ اور خود ہندوستان میں آجکل ہریجنوں میں اسلام کے قبول کرنے کی جو لہر آئی ہوئی ہے۔ اسکے تحت ہزاروں ہریجن اسلام قبول کر رہے ہیں۔ غیر مسلموں کو اسلام کی جو خوبی سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے وہ اسلام کی رواداری اور غیر مسلموں کے ساتھ برابری کا سلوک ہے۔ اسلام نے کس طرح شروع ہی سے غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور برابری کا سلوک کیا ہے۔ اس کا اندازہ ذیل کے مقالہ سے ہو سکتا ہے۔

یوں تو اسلام میں بے شمار خوبیاں ہیں لیکن غیر مسلموں کو سب سے زیادہ اسلام کی جس خوبی نے متاثر کیا ہے وہ اُن کے ساتھ رواداری اور برابری کا سلوک ہے۔ غیر مسلم خواہ وہ کسی ملک کے بھی کیوں نہ ہوں بڑی حد تک اسلام کے عقائد اور تعلیمات سے ناواقف ہوتے ہیں۔ وہ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ پیروان اسلام کا دوسروں کے ساتھ کیا سلوک ہے اور جب وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اسلام میں مذہبی تعصب بالکل نہیں ہے مسلمان رنگ اور نسل کے بھی قائل نہیں ہیں۔ اسلام میں ذات پات کی بھی تفریق نہیں ہے اور اسلام کے متبعین سب ہی کے ساتھ برابری کا سلوک کرتے ہیں۔ تو وہ اسلام سے بے حد متاثر ہوتے ہیں۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی مساوات اور برابری کے بہت بڑے حامی ہیں۔ غیر مسلموں کے وفود جب مدینہ منورہ میں آتے تھے تو آپ ان کا اسقدر احترام کرتے تھے کہ انہیں مسجد نبوی جیسی مقدس عبادتگاہ میں ٹھہراتے تھے۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام نے ہمیشہ غیر مسلموں کا کھلے دل کے ساتھ احترام کیا ہے۔ یہاں تک کہ سلاطین اسلام نے بھی سنت نبوی کی پیروی اور صحابہ کرام کی تقلید کرتے ہوئے غیر مسلموں کے احساسات اور جذبات کا بے حد احترام کیا ہے۔

مسلمان مذہبی رواداری کے معاملہ میں اس درجہ فراخ دل واقع ہوئے ہیں کہ ایک بار جب عیسائی سرداروں اور پادریوں کا ایک وفد آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے مسجد نبوی میں شرف ملاقات عطا فرمایا اور ان لوگوں کی عبادت کا وقت آیا تو وفد کے ارکین نے مسجد نبوی ہی میں مشرق کی طرف منہ کر کے اپنے طریقہ پر نماز ادا کی۔

مسلمان غیر مسلموں کے حقوق کی جس درجہ پاسداری کرتے تھے۔ اس کا اندازہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک غیر مسلم عورت نے مسلمانوں کی مذمت اور ہجو میں چند اشعار پڑھے جس پر مسلمان حاکم نے اُسے معمولی سی سزا دے دی۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو جب علم ہوا تو آپ نے اُس حاکم کو لکھا "جب اسلام نے اس عورت کے کفر و شرک کو نظر انداز کر دیا ہے تو ہمیں اسکی ہجو گوئی کو بھی نظر انداز کر دینا چاہیئے کیونکہ مسلمانوں کی ہجو میں اس کا اشعار پڑھنا کفر و شرک کے مقابلہ میں کہیں چھوٹا

اس شخص نے جواب دیا کہ وہ جیل خانہ میں بند ہے۔ اس کے کسی پڑوسی نے اس کے شور و غل کرنے کی شکایت کر دی تھی، لہٰذا اسے گرفتار کر کے جیل خانہ بھیج دیا گیا ہے۔

امام اعظم نے یہ سنکر کہا: "ہمسایہ کا حق بہت بڑا ہوتا ہے ہمیں اس کے لئے کچھ کرنا چاہیے" اور یہ کہہ کر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور کپڑے پہن کر کوتوال کے پاس جا پہنچے اور ہمسایہ کی سفارش کر کے اسے چھڑا لائے۔

بدقماش ہمسایہ نے یہ سلوک دیکھا تو امام اعظم کے پیر پکڑ لئے اور بولا: "آپ نے مجھ گنہگار کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اسے میں کبھی نہیں بھول سکتا" اور اس دن کے بعد سے اس شخص نے شراب نوشی ترک کر دی اور گانا بجانا بھی چھوڑ دیا اور اسکی زندگی میں انقلاب آ گیا۔

ایک شخص لمبا سفر کر کے مدینے آیا اور مسجد نبوی میں نماز ادا کر کے سو گیا۔ لیکن جب سو کر اٹھا تو دیکھا کہ اس کی ایک ہزار دینار کی تھیلی غائب ہے۔ پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ تھوڑے ہی فاصلہ پر ایک صاحب مصروف عبادت تھے۔ اس نے گمان کیا کہ میری تھیلی انہوں ہی نے پار کر دی ہے۔ وہ تیزی کے ساتھ ان کے پاس گیا اور سخت سست کہنے کے بعد اپنی تھیلی کا مطالبہ کرنے لگا۔

یہ مسافر جن بزرگ سے تھیلی واپس کرنے کا مطالبہ کر رہا تھا اور اپنی دانست میں جنھیں چور اچکا سمجھ رہا تھا وہ حضرت امام جعفر صادقؒ تھے۔ جو بڑی دیر سے نفل نماز ادا کر رہے تھے۔ مسافر انہیں برا بھلا کہتا رہا اور حضرت امام جعفر صادقؒ اسکی الزام تراشی کو بڑے تحمل سے برداشت کرتے رہے۔ پھر اسے اپنے ہمراہ اپنے مکان پر لے آئے اور ایک ہزار دینار اسکے حوالے کر دئے۔

ایک ہزار دینار لے کر مسافر جب مسجد نبوی میں واپس آیا تو اسے اپنی گمشدہ تھیلی بھی مل گئی۔ اب وہ بہت شرمندہ ہوا کہ اس نے خواہ مخواہ ایک شریف انسان کو چور قرار دے کر نہ صرف اسے برا بھلا کہا بلکہ اس سے ایک ہزار دینار بھی وصول کر لئے۔

وہ فوراً ہی حضرت امام صادقؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ "میں معافی چاہتا ہوں میں آپکے بارے میں بدگمان ہوا۔ میری تھیلی مل گئی ہے اب آپ اپنے دینار واپس لے لیجئے۔ میں اپنے کئے پر شرمندہ ہوں"

حضرت امام جعفر صادقؒ نے فرمایا: "نہیں شرمندگی کی کوئی بات نہیں تم نے جو کچھ کیا وہ ایک فطری بات تھی۔ انسان کی کوئی چیز گم ہوتی ہے تو اسکے دل میں بدگمانی ضرور پیدا ہوتی ہے۔ ہمارے دل میں تمہاری طرف سے کسی قسم کی کدورت نہیں" یہ فرما کر آپ نے وہ دینار بھی اسے بخش دئے اور فرمایا کہ "جو کچھ ہم کسی کو دیدیا کرتے ہیں وہ واپس نہیں لیا کرتے"

محمود غزنوی ایک مہم کے سلسلہ میں جرجان گیا۔ تو اپنے وزیر سے کہا کہ "حضرت ابوالحسن کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ بادشاہ ان سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔ تھوڑا سا وقت نکال کر وہ یہاں قیام گاہ پر تشریف لے آئیں اگر وہ انکار کریں تو انہیں قرآن مجید کی وہ آیت پڑھ کر سنا دینا جس میں کہ اللہ اور اس کے رسول کے بعد اللہ تعالیٰ نے حاکم کی اطاعت کا حکم دیا ہے"

سلطان کے حکم کے مطابق وزیر حضرت ابوالحسن کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان کے شوق ملاقات کے حال سناتے ہوئے خواہش ظاہر کی تاکہ وہ ملاقات کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ حضرت نے فرمایا: "سلطان سے کہو کہ درویش کو بادشاہ سے ملنے کی فرصت نہیں ہے" یہ جواب سنکر وزیر نے قرآن پاک کی وہی آیت پڑھی جس میں کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کے بعد حاکم وقت کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ اور عرض کیا کہ اس آیت کی رو سے آپ پابند ہیں کہ سلطان وقت کی خواہش کو پورا کریں۔

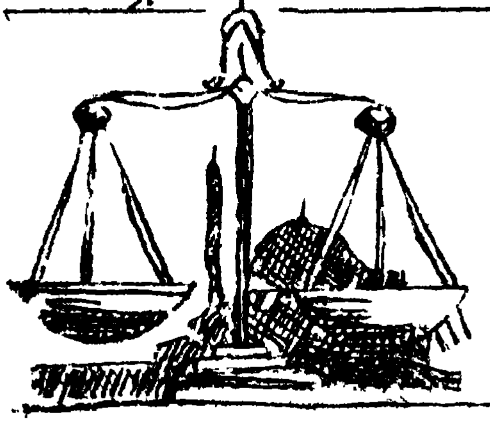
حضرت ابوالحسن نے فرمایا: "سلطان سے کہنا کہ میں ابھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ایسا منہمک ہوں کہ اطاعت رسول بھی پوری طرح نہیں کر سکتا سلطان کی اطاعت کا درجہ تو بعد میں آتا ہے" وزیر نے یہ جواب سلطان کو پہنچایا تو سلطان بے حد متاثر ہوا اور خود چل کر حضرت کی ملاقات کے لئے گیا

حضرت امام غزالیؒ

(باقی مضمون ...)

آپ کی تصنیفات میں "کیمیائے سعادت" بہت مشہور ہے۔ جو دراصل آپ کی اصل عربی کتاب کا فارسی خلاصہ ہے۔ مختصر یہ کہ آپ امام وقت بھی تھے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کا نمونہ بھی تھے اور آپ نے دنیائے اسلام کے لئے اتنا بڑا علمی ذخیرہ چھوڑا ہے جس سے مسلمان قیامت تک فیض حاصل کرتے رہیں گے

تاریخی شذرات



سلطان تغلق کے خلاف دعویٰ

شہنشاہ جہانگیر کا انصاف - شاہجہاں کی نرمی

(از مولوی محمد حفیظ اللہ پھلواروی)

سلطان تغلق کے خلاف دعویٰ

سلطان محمد تغلق شاہان ہند میں عجیب و غریب شخصیت کا مالک تھا۔ اس میں متضاد صفات پائی جاتی تھیں۔ لوگوں نے اس کے متعلق پاگل پن کی بھی بہت سی باتیں مشہور کر دی ہیں لیکن وہ بڑا ہی انصاف پسند واقع ہوا تھا ہفتہ میں وہ دو مرتبہ دیوان خانہ کے سامنے ایک کھلے میدان میں بیٹھتا تھا اور داد خواہی کرتا تھا۔ ہر شخص کے لئے آزادی تھی کہ جسے بھی کوئی شکایت ہو سلطان کے سامنے بے دھڑک پیش کر دے یہاں تک کہ عوام کو خود سلطان کے خلاف بھی دعویٰ دائر کرنے کا حق حاصل تھا

ایک بار ایک ہندو نے قاضی کی عدالت میں سلطان محمد تغلق کے خلاف دعویٰ دائر کیا اور سلطان پر الزام لگایا کہ سلطان نے اس کے بھائی کو بے قصور قتل کرا دیا ہے۔ قاضی نے باقاعدہ سلطان کے نام سمن جاری کر دیا۔ سلطان سمن وصول ہونے کے بعد ایک عام شخص کی طرح حاضر عدالت ہو گیا اور قاضی کو سلام کر کے چپ چاپ مقدمہ کا انتظار کرنے لگا

مستغیث نے بادشاہ کے خلاف گواہ پیش کئے جن کے بیانات سے ظاہر ہوتا تھا کہ واقعی مستغیث کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے مستغیث اور گواہوں کے بیانات سننے کے بعد قاضی نے سلطان کا بیان لیا اور بیان پر غور کرنے کے بعد کہا کہ مناسب ہے کہ آپ مدعی کو رضامند کر لیں ورنہ آپ کے خلاف قصاص کا حکم جاری کر دیا جائے گا سلطان نے قاضی کے مشورے کے مطابق ہندو مدعی کو رضامند کر لیا اور اس نے مقدمہ واپس لے لیا۔

شہنشاہ جہانگیر کا انصاف

شہنشاہ جہانگیر کو خبر ملی کہ بندرگاہ سورت کا منتظم محمد امین عوام پر سختی کر کے ناجائز فوائد حاصل کرتا ہے۔ اور اسکی زیادتی سے رعایا تنگ آگئی ہے۔ بادشاہ نے حالات کی تحقیقات کے بعد حکم دیا کہ محمد امین کی جاگیر اور منصب ضبط کر لیا جائے اور اس کے بارے میں مفصل تحقیقات کی جائے اور اسے گرفتار کر کے دربار شاہی میں حاضر کیا جائے۔

پوری طرح تحقیقات کے بعد جب اس کا قصور ثابت ہو گیا تو جہانگیر نے حکم دیا کہ اس نے چونکہ مخلوق کا خون چوسا ہے اس لئے اسے یہ سزا دی جائے کہ اس کی آستین میں سانپ چھوڑا جائے۔ بادشاہ کا یہ حکم سنکر اراکین دربار تھرا گئے لیکن کسی کو زبان کھولنے کی جرأت نہ ہوئی۔

بندرگاہ سورت چونکہ جہانگیر کی بڑی بیٹی شہزادی بیگم کی جاگیر میں شامل تھا اس لئے محمد امین کے ہوا خواہوں نے شہزادی بیگم سے بادشاہ کے نام ایک سفارشی خط بھجوا دیا جب یہ خط بادشاہ کی خدمت میں پیش ہوا تو جہانگیر کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی اسی وقت محل میں جا کر شہزادی بیگم سے کہا۔

"تم نے بغیر سوچے سمجھے ایک ظالم کی سفارش کر دی شاید تمہیں یہ معلوم نہیں کہ محمد امین محصول کی تشخیص اور وصولیابی میں غریب رعایا پر بڑی زیادتی کرتا تھا۔ چنانچہ بعض لوگوں پر اس نے ایسی سختی کی ہے کہ انہیں اپنے بچوں کو عیسائیوں کے ہاتھ فروخت کر کے سرکاری مالگذاری کی رقم کا انتظام کرنا پڑا ہے۔ سورت بہت بڑا تجارتی مرکز ہے۔ یہاں دوسرے ممالک کے تاجر آتے جاتے رہتے ہیں۔ جب غیر ممالک کے لوگوں

کو اس ظلم کی خبر ہوگی تو ہماری سلطنت کے متعلق کس قدر بری رائے قائم کریں گے۔"

دوسرے دن شہنشاہ جہانگیر دربار میں آیا اور حکم دیا کہ امین کو ہمارے سامنے حاضر کیا جائے۔ اور اس کی آستین میں سانپ چھوڑ جائے یہ حکم سنکر دوسرے درباری تو کچھ کہنے کی جرأت نہ کرسکے۔ مگر نواب سعد اللہ کا نائب داروغہ رگھنا تھ رائے ہمت کرکے بادشاہ کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ اور عرض کیا کہ "اس ظالم کے ذمہ غریب رعایا کا بہت سارا روپیہ باقی ہے۔ جب تک تحقیقات کرکے مظلوموں کا روپیہ اس سے نہ لے لیا جائے اس وقت تک اسے سزا نہ دی جائے۔"

داروغہ رگھنا تھ رائے کی درخواست منظور کرلی گئی۔ اور محمد امین کو اس کے سپرد کردیا گیا۔ تاکہ اس نے غریب رعایا سے جو رقوم زیادتی کے ساتھ وصول کی تھیں وہ اس سے لے کر واپس رعایا کو دی جائیں۔ چنانچہ رگھونا تھ نے تمام ناجائز رقوم محمد امین سے وصول کرکے غریبوں کو واپس کردیں۔

شاہجہاں کی مذہبی رواداری

شہنشاہ شاہجہاں جہاں شاندار عمارتوں کی تعمیر میں مشہور ہے وہاں وہ اپنی انصاف پسندی اور رواداری کے لئے ہندوؤں اور مسلمانوں میں بہت زیادہ مقبول تھا اس نیک دل بادشاہ کے دورِ حکومت میں بالا سنگھ نامی راجپوت آگرہ کا ایک باشندہ تھا۔ اس کا معمول یہ تھا کہ وہ اپنے مکان میں جو ایک مسجد کے قریب تھا بلند آواز میں بھجن گایا کرتا تھا۔ محلے کے مسلمانوں کو راجپوت کی یہ حرکت پسند نہیں تھی۔ لہٰذا انھوں نے راجپوت سے مکان فروخت کرنے کو کہا لیکن وہ اپنا آبائی مکان چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ اور معاملہ اس حد تک بڑھا کہ دربار شاہی تک جا پہنچا۔

مسلمانوں نے بادشاہ سے شکایت کی کہ راجپوت محض مسلمانوں کی دل آزاری کے لئے مسجد کے پاس بھجن گاتا رہتا ہے۔ بادشاہ نے راجپوت اور مسلمانوں کو طلب کر لیا۔ اور مسلمانوں سے پوچھا کہ "پہلے مسجد تعمیر ہوئی تھی یا راجپوت کا مکان" مسلمانوں نے جواب دیا کہ "راجپوت کا مکان مسجد سے قبل کا تعمیر شدہ ہے" بادشاہ نے دوسرا سوال یہ کیا کہ "یہ راجپوت مسجد کی تعمیر کے قبل ہی سے اسی طرح بھجن گاتا تھا یا مسجد بننے کے بعد اس نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے" مسلمانوں نے عرض کیا کہ "بھجن تو مسجد کی تعمیر کے قبل ہی سے گائے جاتے تھے۔ اس راجپوت کا باپ بھی اسی طرح بھجن گایا کرتا تھا"

بادشاہ نے درباری علما سے کہا کہ "اب آپ بتائیں کہ اس معاملہ میں شرع کا کیا حکم ہے" علما نے جواب دیا کہ "یہ راجپوت اگر اپنی مرضی سے اپنا مکان مسجد کو دیدے تو جائز ہے۔ اسلام میں کیونکہ جبر ناجائز ہے۔ اس لئے اسے کسی طرح بھی اس بات کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنا مکان چھوڑ دے یا اپنی عبادت کا طریقہ تبدیل کرے۔"

شاہجہاں نے علما کا فیصلہ سننے کے بعد حکم دیا کہ مسجد بدستور مسجد رہے گی اور راجپوت کا مکان بھی بدستور رہے گا۔ اور اس کے بھجن گانے پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکے گا۔ راجپوت اور ہندو تو بادشاہ کے اس فیصلے سے بہت خوش ہوئے لیکن بعض مسلمان شاہجہاں کے اس منصفانہ فیصلے سے کبیدہ خاطر ہوگئے۔ مگر بادشاہ نے حق اور انصاف کے مقابلہ کسی کی پرواہ نہیں کی۔

مال گزاری واپس کردی

زمینداروں اور کاشتکاروں سے شاہجہاں کی ہمدردی کا یہ عالم تھا کہ وہ چاہتا تھا کہ ان سے کم سے کم مالگذاری وصول کی جائے چنانچہ ایک مرتبہ کسی علاقہ کی مالگذاری خلاف معمول بہت زیادہ وصول ہوئی اس وقت منصب وزارت پر راجہ رگھوناتھ رائے متمکن تھا۔ شاہجہاں نے اس سے دریافت کیا کہ امسال مال گزاری زیادہ کیوں وصول ہوئی ہے۔

رگھوناتھ رائے نے بادشاہ کو بتایا کہ اس علاقہ میں دریائی علاقہ کا بہت بڑا حصہ خلاف معمول خشک ہوگیا ہے۔ اور دریائی علاقہ کے خشک ہونے بعد جو زمین برآمد ہوئی ہے اس پر کاشتکاروں نے کاشت کی ہے اس لئے مالگذاری بڑھ گئی ہے۔ یہ سن کر شاہجہاں نے کہا۔

"جو زمین اس علاقہ میں برآمد ہوئی ہے وہ اس علاقہ کے غریبوں کے لئے خدائی عطیہ ہے (باقی ص ۴۳ پر)

ہم نے اٹلی پر بھی حکومت کی ہے

(باقی مضمون صفحہ ۱۷ سے)

ابھی شہزادہ ابوالعباس سلطنت سسلی کے استحکام ہی میں مصروف تھا کہ اُس کے پاس باپ کا فرمان پہنچا کہ فوراً افریقہ واپس چلے آؤ چنانچہ وہ سسلی کی حکومت اپنے دونوں بیٹوں ابو معز اور ابو معد کے سپرد کر کے ۲۸۹ ہجری میں افریقہ روانہ ہو گیا اور باپ کے حکومت سے دستبردار ہونے کے بعد اغلبی حکومت کی ذمہ داریاں سنبھالیں عام خیال یہ ہے کہ اگر اُسے سسلی میں مزید قیام کا موقعہ مل جاتا تو وہ نہ صرف پورے اٹلی کو فتح کر لیتا بلکہ شاید یوروپ کے دوسرے ملکوں میں بھی پیش قدمی شروع کر دیتا۔ کیونکہ وہ اپنے دور کا بہت بڑا اور حوصلہ مند حکمراں ہوا ہے۔ اور اُس نے اسلام کے لئے بڑے ہی عظیم الشان کارنامے انجام دیے ہیں۔

مسلم دورِ حکومت کی خصوصیات

(باقی مضمون صفحہ ۲۸ سے)

مسلم حکمرانوں نے رجواڑوں کو بھی برقرار رکھا اور ساتھ ہی اس ملک کو ایک متحد اور عظیم سلطنت بھی بنا دیا صنعت و حرفت اور تجارت کو خوب ترقی دی۔ اور اس ملک کو ایسی رنگا رنگی تہذیب سے روشناس کیا جس سے کہ اس ملک کو چار چاند لگ گئے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس ملک پر مسلمانوں کے احسانات کو کسی طرح بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

غیر مسلموں کے لئے اسلام میں کشش

(باقی مضمون صفحہ ۱۲ سے)

اس وجہ سے ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اور اسی نومسلم خاندان کی ایک لڑکی ششی بالا جس نے اب اپنا نام شاداب رکھ لیا ہے کہا کہ "ہمیں یہ بات بہت اچھی معلوم ہوتی ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمان ہم سے اس طرح گھل مل گئے ہیں گویا ہمارے ہی گھر کے افراد ہیں" اور اسی قسم کے خیالات کا اظہار دوسرے نومسلموں نے بھی کیا ہے۔

سلطان تغلق کے خلاف دعویٰ

(باقی مضمون صفحہ ۳۶)

پھر اسکی مال گذاری کیوں وصول کی گئی اُس پر حکومت کا نہیں بلکہ غریبوں کا حق تھا۔ لہذا اس لئے برآمد شدہ علاقہ میں کاشت کاروں سے جو رقوم وصول کی گئی ہیں اُنہیں واپس کر دی جائیں۔"

مندرجہ بالا تاریخی واقعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شاہانِ ہند نے اس ملک پر کیسی دلسوزی اور انصاف کے ساتھ حکومت کی ہے اور ان کے دلوں میں رعایا کے لئے کس قدر درد اور محبت تھی۔

شاہانِ ہند کی رعایا کے ساتھ دردمندی ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ مسلمان اقلیت میں ہونے کے باوجود صدیوں تک اس ملک کی ہندو اکثریت پر حکومت کرتے رہے ہیں اور یہاں کی ہندو اکثریت شاہانِ ہند کی حکومت کو اپنی حکومت سمجھتی رہی۔



ایک نومسلم کی آپ بیتی

وہ کون سے محرکات تھے جنھوں نے اسے اسلام کی جانب راغب کیا

(مسٹر احمد رابرٹس کے انگریزی مقالہ سے ماخوذ)

مسٹر احمد رابرٹس انگلستان کے باشندے اور مغربی علوم کے بہت بڑے فاضل ہیں۔ چند سال ہوئے کہ انھوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اور ایک مقالہ میں انھوں نے ان محرکات پر روشنی ڈالی ہے جو ان کے تبدیلی مذہب کا باعث بنے تھے ذیل میں ہم ان کے انگریزی مقالہ کے بعض اہم حصوں کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔

میرا آبائی مذہب عیسائیت ہے۔ اب میں حلقہ بگوش اسلام ہو چکا ہوں یہ بتا دینا میں ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے کسی قسم کی تحریص یا ترغیب کے زیر اثر یا اپنے آبائی مذہب سے بدل ہو کر یہ قدم نہیں اٹھایا۔ بلکہ دس بارہ سال تک مختلف مذاہب کا بغور مطالعہ اور اُن کے بارے میں پوری تحقیقات کے بعد محض اسلام کی خوبیوں سے متاثر ہو کر یہ مذہب قبول کیا ہے۔ اور اب میں مطمئن ہوں کہ میں نے جو قدم اٹھایا ہے وہ بالکل درست ہے۔

اسلام کے مطالعہ اور اُسے سمجھنے کی کوششوں کے دوران میں نے اِس مذہب سے متعلق بہت سی کتابیں پڑھی ہیں اور قرآن کریم کا خصوصیت سے مطالعہ کیا ہے اور قرآن پاک کے سمجھنے میں اُن علما اور مسلم دوستوں سے بھی مدد لی ہے جو اسلام کے بارے میں قابل اعتماد واقفیت رکھتے ہیں اسلام اور قرآن کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قرآن کریم کی صداقت اور آسمانی کتاب ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود یہ روز اول کی طرح جوں کا توں ہے۔ اور اس میں ایک حرف تو کیا ایک نقطہ کی بھی تبدیلی نہیں ہوئی ہے

قرآن کریم کے مطالعہ کے بعد یہ بات خود ہی واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی یہ کتاب انسان کے لئے ایک مکمل نظام عمل کی حیثیت رکھتی ہے جس کے بعد انسان کو کسی دوسرے نظام زندگی کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور دوسری الہامی کتابوں کے برعکس انسانی زندگی کے ہر پہلو اور ہر گوشہ کے متعلق براہ راست اس میں ہدایت موجود ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تلاش حق کی نیت سے قرآن کریم کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص اِس بات کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ قرآن کریم نے اپنے پہلے کی نازل کی ہوئی کتابوں کو کیوں منسوخ کر دیا ہے۔ اور اسلام نے اپنے مکمل اور آخری مذہب ہونے کا دعویٰ کیوں کیا ہے؟

اپنے آبائی مذہب اور دوسرے مذاہب کے مطالعہ کے دوران اُن کے عقائد اور طریق عبادت کے سمجھنے میں مجھے جس الجھن کا احساس ہوتا تھا میں نے اسلام کے عقائد اور عبادات میں ان کا شائبہ تک نہیں پایا۔ اسلام کے عقائد سیدھے سچے اور عبادات کے طریقے سہل اور پرکشش ہیں۔ اسلامی عقائد انسان کو ترک دنیا کی طرف لے کر نہیں جاتے بلکہ وہ دنیا میں رہتے ہوئے پاکبازانہ زندگی کی تلقین کرتے ہیں اسلام کا دین اور دنیا دو جداگانہ چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ اسلام تو دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیتا ہے۔ چنانچہ اسلامی عقائد انسان کو اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ اگر وہ دنیا اور دنیا والوں کے ساتھ تعلقات کو اسلام کے بتلائے ہوئے ڈھنگ سے کام میں لائے گا تو یہ اس کی نجات اور اللہ کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ یہ بات دنیا کے کسی مذہب میں بھی نہیں ملتی۔ بلکہ دوسرے مذاہب یا تو دنیا سے کامل بے تعلقی کو انسان کی نجات کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ پھر دنیا میں انسان کو بے راہ روی کے لئے آزاد چھوڑ دیتے ہیں۔ یا انسان کو ازلی گنہگار

قرار دے کر اس کی نجات کو کسی پیغمبر کے کفارے اور سفارش پر منحصر کر دیتے ہیں۔

اسلام کے مطالعہ کے بعد میرا یہ خیال اور پختہ ہو گیا ہے کہ یہ صحیح معنوں میں امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔ ایک کیتھولک عیسائی ہونے کے ناطے میرا عقیدہ یہ تھا کہ مجھے اپنے کسی بڑے سے بڑے دشمن اور نقصان پہنچانے والے سے نہ صرف انتقام لینے سے گریز کرنا چاہئے بلکہ اس کی نقصان رسانی کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرنا چاہئے۔ کیونکہ ہمیں یہ تعلیم دی گئی تھی اگر کوئی تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو تمہیں چاہئے کہ اپنا دوسرا گال بھی اس کے سامنے طمانچہ کے لئے پیش کر دو۔

عیسائیت کی اس ہدایت پر بار بار میرے دل میں یہ سوال اٹھتا تھا کہ کیا ایسا کرنا ظالموں اور جابروں کا حوصلہ بڑھانا نہیں ہے۔ اور کیا اس طرز عمل کی بنا پر سماج کا توازن قائم رہ سکتا ہے۔ اس کا جواب ہمیشہ نفی میں مجھے ملا ہے۔ لیکن اسلام کے مطالعہ سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہمیں ظلم و زیادتی کو روکنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ کیونکہ ظلم و زیادتی کو اگر کھلی آزادی دے دی جائے تو اس سے برائیوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ اور معاشرہ کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ اور امن اور سلامتی کی بنیاد منہدم ہو جاتی ہے۔

اس کے مقابلہ میں اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ کسی شخص کو بھی دوسروں کے خلاف جارحانہ اقدام نہیں کرنا چاہئے۔ نیز ایسے تمام اقدامات کو روکنے کے لئے بھی قدم اٹھانا چاہئے جو معاشرے کے لئے نقصان رساں ہیں کیونکہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں ظالم کی ہمت افزائی ہوتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ ہدایت بھی ہے کہ جوابی کارروائی میں اعتدال سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔ اسلام نے دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور قتل کے بدلے قتل کی اجازت تو دی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اگر کسی کو معاف کر دیا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ چنانچہ اسلام کی اس تعلیم کی بدولت [illegible] قائم ہو [illegible] انسانی [illegible]

[illegible]

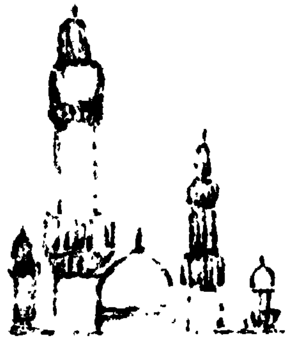
سب سے بہتر افضل اور برتر پایا ہے چنانچہ عیسائی مذہب کے مبلغین افریقہ میں جا کر عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں اور وہ لوگوں کی خدمت کرنے میں بھی گہری دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر بری طرح نسلی تفریق میں مبتلا ہیں۔ یہ مبلغین کالے اور گورے، متمدن اور غیر متمدن کے فرق کو پوری طرح برقرار رکھتے ہیں۔ اور ان کی کوشش یہ بھی ہوتی ہے کہ افریقہ کے باشندے یورپ ہی کی معاشرت اور تہذیب کو قبول کر لیں۔ لیکن جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے۔ وہ نو مسلموں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی ان کے رنگ و نسل اور تہذیبی اختلاف کی بنا پر کوئی فرق جائز نہیں سمجھتے بلکہ کالے، گورے، زرد اور سرخ مسلمان ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر خدا کے حضور میں سربسجود ہوتے ہیں اور ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ کر کھا لیتے ہیں۔

اسلام کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی تعلیم کے اعتبار سے عربی عجمی یورپی اور افریقی مسلمان میں کوئی فرق نہیں ہے سب برابر ہیں۔ اسلام نے سماج اور افراد کے اخلاق اور انسانیت کے وقار کو بلند اور برقرار رکھنے کے لئے کچھ ضابطے بنائے ہیں۔ اسی طرح اسلام کے معاشرتی ضابطے ہیں جن کی رو سے جسم کے بعض حصوں کو پوشیدہ رکھنے کی جو ہدایت کی گئی ہے وہ ہدایت ہر ملک اور قوم کے مسلمانوں کے لئے عام ہے۔ خصوصیت کے ساتھ اس ضمن میں مسلمان عورتوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ عریانی سے بچیں۔

اقتصادی معاملات میں بھی اسلام توازن پیدا کرنا چاہتا ہے اسی لئے اس نے اپنے متبعین کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنی کمائی ہوئی دولت کے فوائد کو صرف اپنی ذات تک محدود نہ رکھیں بلکہ اس دولت میں حاجت مند رشتہ داروں، غریب ہم وطنوں، اپاہجوں، یتیموں بیواؤں اور دوسرے مستحق لوگوں کو بھی شریک رکھیں۔ اور اپنی ضرورت سے زیادہ آمدنی کو قوم کی امانت تصور کریں۔

یہ [illegible] اسلام کی ایک ایسی خوبی ہے جس نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے طمانیت اور روحانی سکون ملا ہے [illegible] اس سے پہلے [illegible] مطمئن ہوں۔ اگرچہ دنیاوی [illegible] میں مصروف رہتا ہوں لیکن اسلام کی تعلیم [illegible] کو بھی دین کا ایک حصہ سمجھتا ہوں۔

وسائل ترقی و کامیابی



مایوسی ایک گناہ ہے
کامیابی کے راستے میں یہ بہت بڑا پتھر ہے

(ہمارے مفکر کے قلم سے)

دین دنیا میں حوصلہ مندانہ مضامین کا جو سلسلہ ناظرین دین دنیا کی فرمائش پر شروع کیا گیا ہے یہ مضمون بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جس میں کہ ترقی کے متلاشی حضرات کے لئے بہت سے قیمتی مشورے دیے گئے ہیں

مایوسی بہت بڑا گناہ ہے۔ جو انسان کہ مایوسی کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا مایوسی کامیابی کے راستہ میں بہت بڑا پتھر ہے۔ مشہور یورپین مفکر جارج برنارڈ شا مایوسی پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "مایوسی وہ ذہنی بیماری ہے جو انسان کو کبھی ترقی نہیں کرنے دیتی یہ انسان کے دل و دماغ کو مفلوج کر دیتی ہے۔ اور اس کی قوت عمل کو ناکارہ بنا دیتی ہے دنیا میں صرف وہی لوگ کامیاب ہوئے ہیں جو ناکامیوں سے نہیں گھبراتے اور مایوسی کو اپنے قریب تک نہیں آنے دیتے"

جان ہیکی امریکہ کا بہت بڑا اگرو ڈرپتی ہوا ہے اسے امریکہ میں چاندی کا بادشاہ شمار کیا جاتا تھا یہ اپنے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے "مجھے وہ وقت اب بھی یاد ہے جبکہ میرے ماں باپ فاقوں سے تنگ ہو کر امریکہ آئے تھے۔ امریکہ آنے کے بعد بھی اگرچہ ہمیں دو وقت کی روٹی مل جاتی تھی لیکن ہمارے مصیبتوں کا خاتمہ نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ میرے باپ دو برس تک افلاس کی مصیبتیں برداشت کرتے ہوئے مر گئے اور میں دنیا میں مصیبتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تن تنہا رہ گیا۔ اب مجھ پر اپنی ماں اور دو بہنوں کا بوجھ بھی پڑ گیا"

آگے چل کر جان ہیکی لکھتا ہے "میں نے اپنی زندگی ایک معمولی مزدور کی حیثیت سے شروع کی تھی۔ میں رات دن محنت اور مزدوری کرتا تھا۔ اس مدت میں میں نے کئی کام شروع کئے مگر مجھے ناکامی ہوئی۔ لیکن ناکامی کے باوجود میں کبھی مایوس نہیں ہوا۔ مجھے یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن میں ضرور کامیاب ہوں گا۔ چنانچہ پورے چھ سال کے بعد میرے حالات سازگار ہونے شروع ہوئے۔ خدا نے مجھے کامیابی عطا کی اور اس قدر کامیابی عطا کی کہ مجھے امریکہ کا بہت بڑا دولت مند شمار کیا جانے لگا"

اپنی کامیابی کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے جان ہیکی لکھتا ہے "اب جبکہ میں کامیابی کی بلند ترین مقام پر ہوں تو میں دنیا کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ترقی اور کامیابی کا راز کیا ہے۔ — میرا عقیدہ ہے کہ قدرت نے کسی انسان کے ساتھ بھی ناانصافی نہیں کی ہے۔ اس نے ہر شخص کو ذاتی صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ جن صلاحیتوں سے جو لوگ کام لیتے ہیں وہ کامیاب ہو جاتے ہیں اور جو قدرت کے دئے ہوئے اس عطیہ کی قدر نہیں کرتے وہ کامیابی سے محروم رہتے ہیں۔ میں نے قدرت کی دی ہوئی ان صلاحیتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ ہمیشہ محنت اور مشقت سے آگے بڑھنے کی کوشش کی ہے۔ اور مشکلات سے کبھی نہیں گھبرایا اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میں نے ناامیدی اور مایوسی کو اپنے قریب نہیں پھٹکنے دیا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں ترقی کے میدان میں برابر آگے بڑھتا چلا گیا"

جان ہیکی نے اپنے حالات زندگی سپرد قلم کرتے ہوئے اور بھی بہت سی کام کی باتیں بتائی ہیں۔ وہ لکھتا ہے "انسان کا صرف

کامیاب ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ کامیاب ہوجانے سے کہیں زیادہ کامیابی کی نعمت کو قائم اور برقرار رکھنا ہے میری نظر میں ایسے سینکڑوں انسان ہیں جو کامیاب ہونے کے بعد تباہ ہوگئے ہیں۔ اور اُن کی تباہی کا سبب یہ ہے کہ دولت اور کامیابی نے انہیں عیش پسند اور آرام طلب بنا دیا ہے۔ اور آگے چل کر ان کی یہی عیش پسندی اور آرام طلبی اُن کی تباہی کا باعث بنی۔ میں دنیا کا اگرچہ نہایت کامیاب انسان ہوں لیکن اب بھی مزدوروں کی طرح کام کرتا ہوں۔ عیش پسندی اور آرام طلبی سے مجھے نفرت ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میں نہایت سادہ زندگی بسر کرتا ہوں۔ اور عیش پسندی کے لوازمات سے ہمیشہ دور رہتا ہوں"

مسٹر جان ہیکی کے حالات زندگی سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ایک کامیابی کے متلاشی انسان کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ وہ مایوسی کو اپنے قریب تک نہ آنے دے اور مشکلات کا مقابلہ کرتا ہوا کارگاہ حیات میں برابر آگے بڑھتا چلا جائے۔ دنیا میں ایک دو نہیں بلکہ ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ بہت سے انسان محض اسلئے ناکام ہوئے ہیں کہ ان کے دل و دماغ پر یہ غلط خیال بیٹھ گیا تھا کہ وہ بد قسمت ہیں۔ اور اس پست ہمتی نے اُن کی قوت عمل کو ناکارہ کر دیا تھا۔ لہٰذا ہر وہ شخص جو کامیابی کا متلاشی ہے اُسے مایوسی اور نا امیدی کے حوصلہ شکن احساسات سے دور رہنا چاہیئے۔

یاد رکھو جو راستہ کامیابی کی منزل کی طرف جاتا ہے وہ ایسی خاردار اور دشوار گزار گھاٹیوں سے گزرتا ہے۔ جہاں قدم قدم پر پریشانیاں اور رکاوٹیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ جو لوگ ان رکاوٹوں سے گھبرا جاتے ہیں وہ راستہ ہی میں تھک کر بیٹھ جاتے ہیں۔ لیکن جن میں حوصلہ اور ہمت ہوتی ہے وہ گر گر کر سنبھلتے ہیں۔ اور بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں۔ اور آخر کار وہ کامیابی کی منزل تک پہنچ جاتے ہیں۔ لہٰذا رکاوٹوں اور پریشانیوں سے بالکل نہ گھبراؤ۔ مایوسی سے پرہیز کرو۔ اپنے حوصلے بلند رکھو انشاء اللہ تم ضرور کامیاب ہوگے۔

سر آدم جی پیر بھائی بمبئی کے رب پتی تاجر تھے۔ انھوں نے محنت، دیانتداری کی بدولت ترقی کی ہے۔ کاٹھیاواڑ میں آن کا

گھر تھا۔ بمبئی کی شہرت سنی تو مع اہل و عیال کے بمبئی کے لئے روانہ ہو گئے۔ یہ اُس زمانہ کی بات ہے جب ہندوستان میں ریل تک نہ تھی۔ اور لوگوں کو گھوڑا گاڑیوں اور بیل گاڑیوں کے ذریعہ سفر کرنا پڑتا تھا۔ آدم جی گھر سے جو رقم لے کر چلے تھے۔ اُس کا آدھے سے زیادہ حصہ راستہ ہی میں خرچ ہو گیا۔ بمبئی پہنچ کر کرایہ کا مکان لیا تو کرایہ پیشگی ادا کرنا پڑا۔ اب اُن کے پاس صرف دس پانچ روپے رہ گئے تھے۔ اُسی سے اُنھوں نے دیاسلائی کے بکس خریدے اور شہر میں پھیری لگانے لگے۔ جو کچھ آمدنی ہوتی تھی اُس میں سے ایک حصہ خدا کے نام پر خیرات کر دیتے تھے۔

رفتہ رفتہ آمدنی بڑھنے لگی اور پھیری کے ذریعہ دوسرا سامان بھی فروخت کرنے لگے مگر ان کو بار بار یہ خیال آتا تھا کہ عورتیں گھر میں بیکار بیٹھی رہتی ہیں۔ اُن کے لئے بھی کوئی کام تلاش کرنا چاہئے۔ خدا نے اس کا بھی سامان کر دیا۔ فوجی ٹھیکیداروں میں وہ اکثر پھیری پر جاتے تھے وہاں فوجی تھیلے سلتے دیکھے تو کچھ رقم ضمانت کی رکھ کر چند تھیلے سینے کے لئے گھر لے آئے۔ اور عورتوں کو دیدیئے اور اسطرح وہ بھی کام پر لگ گئیں اور مشترکہ کوشش سے آمدنی بڑھنے لگی۔ چند روز کے بعد اُنھوں نے زیادہ تھیلے لینے شروع کر دیئے اور محلہ کی عورتوں سے بھی اجرت پر سلوانے لگے۔ پھر رفتہ رفتہ درزیوں کو نوکر رکھا اور چھوٹا سا تھیلے سینے کا کارخانہ قائم کر لیا اس کے بعد فوجی ڈیرے اور خیمے سلوانے لگے اور بڑے بڑے ٹھیکے لینے شروع کر دیئے اور اس کے بعد تو یہ حالت ہو گئی کہ انگریزی فوج کے تمام ڈیرے اور خیمے ان ہی کے کارخانہ میں تیار ہونے لگے۔ یہاں تک کہ چمڑے کا بھی ایک عظیم الشان کارخانہ قائم کر لیا۔ اور لاکھوں روپیہ کی الٹ پلٹ ہونے لگی اور جیسا ہے ہیں تو کروڑوں روپیہ کے مالک تھے۔

سر آدم جی پیر بھائی کی زندگی کامیابی کے متلاشی انسانوں کیلئے ایک سبق ہے۔ اور اُن کے حالات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر انسان میں حوصلہ اور سوجھ بوجھ ہو تو وہ سرمایہ کے بغیر بھی کیا کچھ کر سکتا ہے۔ اگر کسی انسان میں حوصلہ ہو اور وہ اپنے آپ کو مایوسی اور کم ہمتی سے بچا سکے تو یقینی طور پر وہ آدم جی پیر بھائی کی طرح ترقی کے میدان میں آگے بڑھ سکتا ہے۔



تاریخی ڈرامہ

والیٔ اندلس کا قتل

سرزمین اسپین سے متعلق ایک ڈرامہ

(از جناب رئیس احمد جعفری)

اسپین پر اسلامی پرچم لہرا رہا ہے۔ اسپین کو موسیٰ بن نصیر اور اس کے نائب طارق بن زیاد نے فتح کیا تھا۔ لیکن جب موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کو دربار خلافت میں طلب کر لیا گیا تو اسپین کی عنان حکومت موسیٰ بن نصیر کے فرزند عبدالعزیز کے ہاتھوں میں آ گئی۔ عبدالعزیز لائق باپ کا لائق بیٹا ہے۔ لیکن جب اسنے اسپین کے سابق شاہ کی عیسائی ملکہ کے حسن سے مسحور ہو کر اس کے ساتھ شادی کر لی تو ملکہ نے رفتہ رفتہ اس کی اسلامی خصوصیات کو ختم کرنا شروع کر دیا اس وقت عیسائی ملکہ بے چینی کے ساتھ محل میں بیٹھی ہوئی عبدالعزیز کا انتظار کر رہی ہے

کنیز:۔ ملکۂ عالم۔ ملکۂ عالم

ملکہ:۔ ہاں میں نے دیکھ لیا۔ امیر آرہے ہیں اب تو جا۔

(کنیز چلی جاتی ہے امیر داخل ہوتے ہیں)

ملکہ:۔ آئیے تشریف لائیے

عبدالعزیز:۔ کیا بات ہے آج تم افسردہ اور مضمحل سی نظر آرہی ہو

ملکہ:۔ خدا آپ کی مہربانی قائم رکھے۔ مجھے افسردگی سے کیا تعلق؟ آج آپ کو کچھ دیر ہوگئی تشریف لانے میں؟

عبدالعزیز:۔ (ہنس کر) اچھا اب بات سمجھ میں آئی۔ تم میرا انتظار کر رہی تھیں؟۔

ملکہ:۔ جی بہت دیر سے۔ میں آپ کی منتظر ہوں

عبدالعزیز:۔ آج خلاف معمول بہت سے لوگ آگئے۔ اُن کی شکایات اور معاملات سننے میں بہت وقت گزر گیا۔

ملکہ:۔ اہل حاجت کا ہجوم ہر وقت آپ کو گھیرے رہتا ہے۔ یہ آپ کے آرام اور راحت کا خیال مطلق نہیں کرتے اور نہ خود آپ کو اپنی آرام اور راحت کا خیال ہے۔

عبدالعزیز:۔ امیر کی ذمہ داری بہت بڑی ہے۔ امارت پھولوں کی سیج نہیں کانٹوں کا تاج ہے۔ جب میں نے اپنے باپ اور سردار کے حکم سے یہ تاج پہن لیا ہے تو میرا فرض ہے کہ اپنے آرام و آسائش پر ان لوگوں کو مقدم رکھوں۔ جو زمانے کے ستائے ہوئے ہیں جنہیں کسی پہلو قرار نہیں۔ جن پر ظلم ہوا ہے اور جو حالات کی سختیاں جھیل رہے ہیں۔ اگر میں اپنے فرض کو اپنے آرام پر مقدم رکھوں گا تو میں عارضی زندگی کے بعد مستقل اور نہ ختم ہونے والی زندگی کا زمانہ آرام سے نہیں گزار سکوں گا۔ میں اس زندگی پر عاقبت کی زندگی کو ترجیح دیتا ہوں۔

(اسی اثنا میں ایک غلام حاضر ہوتا ہے)

غلام:۔ السلام علیکم یا امیر

عبدالعزیز:۔ وعلیکم السلام۔ کوئی خاص بات

غلام:۔ آج جمعہ ہے، اہل حاجت بہت کافی تعداد میں آچکے ہیں۔

عبدالعزیز:۔ اور میرے منتظر ہیں؟

غلام:۔ یا امیر۔

عبدالعزیز:۔ جاؤ اطلاع کر دو میں ابھی آتا ہوں۔

(غلام کی جسارت ملکہ کو ناگوار گزرتی ہے)

ملکہ:۔ (بلند آواز سے) میں اسے ہرگز برداشت نہیں کر سکتی۔

عبدالعزیز:- کیا نہیں برداشت کر سکتیں ملکہ کیا ہوا؟

ملکہ:- میں آپ کی توہین نہیں برداشت کر سکتی۔ کسی طرح نہیں۔ کسی قیمت پر نہیں۔

عبدالعزیز:- توہین؟ میری توہین؟ یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ یہ میں کیا سن رہا ہوں۔

ملکہ:- ہاں۔ یا امیر یہ آپ کی توہین ہے۔ آپ فوج کے سپہ سالار ہیں آپ فوج کے امیر ہیں۔ آپ حکومت کے سب سے بڑے فرد ہیں۔

عبدالعزیز:- ہاں میں سب کچھ ہوں۔ مگر تم کہنا کیا چاہتی ہو؟

ملکہ:- میں یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ ہر کس و ناکس اکڑتا ہوا سینہ تانے آپ کے سامنے چلا آئے۔ اور ادب شاہی نہ بجا لائے

عبدالعزیز:- تو کیا یہ چاہتی ہو کہ سجدہ کرتا ہوا آئے۔

ملکہ:- ہاں میں یہی چاہتی ہوں۔ آخر ایک حکمراں اور عام انسانوں میں کوئی فرق تو ہونا چاہیئے۔

عبدالعزیز:- (بلند آواز سے) ایسا نہیں ہو سکتا انسان انسان کو سجدہ نہیں کر سکتا۔ صرف خدائے حی و قیوم کی ذات ہی اس قابل ہے کہ اُسے سجدہ کیا جائے۔ انسان انسان سب برابر ہیں۔

ملکہ:- سب برابر ہیں؟ میں نہیں مانتی یہ بات۔ آپ امیر اور سردار ہیں۔ آپ کے سامنے سب کو جھکنا چاہیئے۔

عبدالعزیز:- کیوں، کیا امیر اور سردار انسان نہیں ہوتا۔

ملکہ:- وہ انسان ہو یا نہ ہو لیکن میں آپ کو سب سے سربلند دیکھنا چاہتی ہوں میں چاہتی ہوں کہ آپ کی بڑائی کے آگے سب کے سر جھکیں

عبدالعزیز:- میں بادشاہ نہیں اور بادشاہ بننا بھی نہیں چاہتا تم مجھے بادشاہت کے راستے پر لے جانا چاہتی ہو، یہ ناممکن ہے۔

ملکہ:- (بھرائی ہوئی آواز میں) آپ میری کوئی بات نہیں مانتے، آپ میرا دل توڑ رہے ہیں۔ میں صرف اس لئے زندہ ہوں کہ آپ کا جاہ و جلال دیکھ سکوں، آپ کی شان و شوکت کا نظارہ کر سکوں، اور آپ ...... آپ .... (روتے روتے ہچکی بندھ جاتی ہے) آپ کو [illegible] کہ میری زندگی کی خوشیاں پامال کریں۔ میرے محبت سے بھرے ہوئے دل کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔

عبدالعزیز:- (ہنس کر) ارے ارے تم تو رونے لگیں۔ [illegible]

ملکہ:- میرے لئے یہ بات بہت بڑی ہے میں تم کو دنیا کے سب انسانوں سے زیادہ سربلند دیکھنا چاہتی ہوں۔

عبدالعزیز:- اچھا میں غور کروں گا کہ کس طرح اپنے اصول پر قائم رہ کر تمہاری بات پوری کر سکتا ہوں۔ لیکن ایک شرط ہے۔

ملکہ:- کیا ہے وہ شرط

عبدالعزیز:- آنسو پونچھ لو۔ اور وعدہ کرو کہ اب نہیں روؤگی ہمیشہ مسکراتی رہوگی۔ ملکہ تمہیں یہ وعدہ کرنا ہوگا، ورنہ میں اپنے الفاظ واپس لے لوں گا۔

ملکہ:- اچھا وعدہ کرتی ہوں کبھی نہیں روؤں گی۔ ہمیشہ مسکراتی رہوں گی۔

عبدالعزیز:- تم تو ابھی سے مسکرانے لگیں۔ تم نے اپنے وعدہ کا پاس کیا۔ اطمینان رکھو میں بھی اپنے وعدے کا خیال رکھوں گا۔

ملکہ:- مجھے یقین ہے امیر اپنا وعدہ ضرور پورا کریں گے۔

(۲)

(عیسائی ملکہ رفتہ رفتہ عبدالعزیز کو اپنے ڈھنگ پر لے آئی ہے۔ امیر عربوں کی سادگی اور اسلامی خصوصیات چھوڑ کر شہنشاہیت کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ امیر کی اس بدلی ہوئی روش کا اندلس کے ہر گھر میں چرچا ہے)

ایک شخص:- (سرگوشی کے لہجہ میں) ارے بھائی کچھ سنا۔

دوسرا:- کیا ہوا؟ کیا ہوا؟

تیسرا:- یہ ہمارا امیر اب بادشاہ بنتا چلا جا رہا ہے۔

پہلا:- اس نے اپنی نشست گاہ میں ایک چھوٹا سا دروازہ لگوایا ہے۔ تاکہ ہر شخص جھک کر اس میں داخل ہو۔ یہ دروازہ ملکہ کے مشورہ سے بنوایا گیا ہے۔

دوسرا:- سنا تو میں نے بھی ہے۔ مگر اس کا مطلب کیا ہے

پہلا:- (طنزیہ لہجہ میں) اس لئے کہ وہ بڑا ہے ہم چھوٹے ہیں؟ اس کے حضور میں جب ہم پہنچیں تو ہمیں جھک کر جانا چاہیئے۔ یعنی ایک انسان اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں کو سر بسجود دیکھنا چاہتا ہے امیر اب شہنشاہ بن گیا ہے۔

دوسرا:- تم ٹھیک کہتے ہو۔ مگر ہم اسے سیدھا کر دیں گے۔

پہلا:- جب وہ گفتگو کرتا ہے تو اپنی ذات کو اتنا بڑا سمجھتا ہے

کہ میں کی بجائے ہم کا لفظ استعمال کرنے لگا ہے۔

تیسرا:۔ وہ غلاموں کے جھرمٹ میں نکلتا ہے۔ لوگوں سے پندار اور نخوت کے ساتھ پیش آتا ہے۔ اِس نصرانی ملکہ نے اس میں عجمی ذہنیت پیدا کردی ہے۔

پہلا:۔ اُسے خلفا کی سنت پر چلنا ہوگا۔ ورنہ اُسے تخت و تاج سے دستبردار ہونا ہوگا۔ ہم مسیحی ذہنیت کبھی برداشت نہ کریں گے

(۳)

(ملکہ اور کنیز میں گفتگو ہو رہی ہے)

کنیز:۔ آج تو ہماری ملکہ بہت خوش نظر آ رہی ہیں یا تو اس چاند سے مکھڑے پہ ہر وقت اُداسی کی گھٹائیں چھائی رہتی تھیں یا آپ دیکھتی ہوں پھول کی طرح چہرہ شگفتہ ہے۔

ملکہ:۔ ہاں اب میں بہت خوش ہوں۔ امیر راہ راست پر آتا چلا جا رہا ہے۔ اب اس میں حکمرانی کی شان پیدا ہو گئی ہے۔ اب لوگ اُسے دیکھ کر ادب سے جھکنے لگے ہیں۔ ان کو جھکتے ہوئے دیکھ کر میرا سر افتخار بلند ہو جاتا ہے۔

کنیز:۔ خدا میری ملکہ کو سدا یونہی خوش رکھے۔ دن عید ہو رات شب برات ہو۔

ملکہ:۔ ہاں اس چمن میں پھر سے بہار آ گئی ہے۔ ہمارا گیا ہوا جاہ و دبدبہ پھر سے واپس آ گیا ہے۔ اب یہ محل واقعی شاہی محل ہے اب یہاں جو آتا ہے سر جھکا کر آتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ آنکھ اٹھا کر بھی میری طرف دیکھ سکے کسی کی مجال نہیں کہ ہم سے بات کر سکے کسی میں جرأت نہیں کہ ہماری بات میں دخل دے سکے۔ اب لوگوں کو انعام ملتا ہے۔ لوگوں سے جاگیریں چھنتی ہیں۔ درہم و دینار کے خزانے پر اب پہرہ نہیں۔ ہم جسے جو چاہیں دے دیں جس سے جو چاہیں چھین لیں ہم میں اور بادشاہ میں اب کوئی فرق نہیں رہا۔

کنیز:۔ میری ملکہ خدا آپ کو اس سے زیادہ شان و شوکت دے اب آپ واقعی تاج کی ملکہ ہیں۔

ملکہ:۔ ہاں اور کیا۔ اب میں صحیح معنوں میں ملکہ بنی ہوں

کنیز:۔ میرے بھائی کو جیل سے رہا کرا دیجئے۔ جسے چھوٹی سی خطا کے الزام میں سزا ہوئی تھی۔

ملکہ:۔ ہاں وہ رہا کرا دیا جائے گا۔

کنیز:۔ اور اس حاکم کو بھی یہاں سے بدلوا دیجئے جس نے اسے پکڑا تھا۔

ملکہ:۔ اُس کا تبادلہ بھی کرا دیا جائے گا

کنیز:۔ لیکن ملکہ جب وہ رہا ہو کر آئے گا تو کیا کھائے گا؟

ملکہ:۔ ہم اسے محل میں ملازمت بھی دلا دیں گے

کنیز:۔ میری ملکہ ——— میری ملکہ ...... آپکا اقتدار ہمیشہ باقی رہے۔

(۴)

(مسیحی ملکہ کے اقتدار نے عبدالعزیز سے عرب کی سادگی چھین لی اُس میں شاہانہ پندار پیدا ہو گیا۔ عرب اس ذہنیت کو برداشت نہ کر سکے اُن کے دلوں میں طوفان پلنے لگا۔ وہ مشتعل ہو گئے انہیں اپنے امیر سے نفرت ہو گئی اُس امیر سے جو امارت کی مسند ... جبت لگا کر بادشاہت کے تخت کی طرف بڑھ رہا تھا)

آواز:۔ ہمارا امیر اب واقعی بادشاہ بن گیا ہے۔ وہ پانی کی طرح بیت المال کا روپیہ بہا رہا ہے۔ وہ کسی سے مشورہ نہیں لیتا صرف اپنی رائے اور مرضی سے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

"—— اگر اس نے اپنی روش نہ بدلی تو ——

"—— [illegible] قتل کر دیں گے ——

"—— ہاں ہم اس کی جان لے لیں گے ——

"—— عبدالعزیز اب ایک عرب سردار نہیں، ایک عجمی بادشاہ ہے اُس کے سامنے لوگوں کو سر جھکا کر جانا پڑتا ہے ——

"—— یہ بات کسی طرح گوارا نہیں کی جا سکتی ——

"—— معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے سر پہ ملکہ ... ہے ——

"—— وہ ہماری دینی اور ملی روایات کو ... [illegible] ——

"—— ہم اُس کا سر کچل دیں گے ——

"—— ہم بغاوت کر دیں گے ——

"—— ہم اسے کبھی زندہ نہیں رہنے دیں گے ——

(۵)

(امیر عبدالعزیز اپنی محبوب ملکہ سے ... [illegible])

عبدالعزیز:۔ ملکہ اب تم خوش ہو کہ تمہارا ... [illegible]

ملکہ :۔ ہاں اب میں خوش ہوں اب کوئی شخص آپ کے سامنے سینہ تانے ہوئے بدتمیزی کے ساتھ نہیں آسکتا۔ اب جو آئے گا اُسے جھکنا پڑیگا ـــ ایک امیر اور سردار کا کم از کم اتنا احترام تو ہو۔

(شور و غل کی آوازیں)

عبدالعزیز: یہ شور کیسا بلند ہو رہا ہے؟

ملکہ :۔ آواز قریب آتی جا رہی ہے؟

عبدالعزیز :۔ معلوم ہوتا ہے بہت سے لوگ اس طرف آ رہے ہیں؟

ملکہ :۔ کہیں لوگوں نے بلوہ تو نہیں کر دیا؟

غلام :۔ غضب ہو گیا امیر

عبدالعزیز :۔ کیا ہوا؟

غلام :۔ بلوائیوں کا بہت بڑا مجمع محل کی طرف بڑھا چلا آ رہا ہے وہ اسی طرف دھاوا کر رہا ہے۔

عبدالعزیز :۔ بلوائی؟ ـــ دھاوا؟ ـــ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟

غلام :۔ میں بالکل سچ عرض کر رہا ہوں، جلدی یہاں سے بھاگئے۔

عبدالعزیز :۔ میں بھاگوں؟ ـــ میں؟ اندلس کا فاتح، میدان جنگ کا سورما۔ موسیٰ بن نصیر کا بیٹا؟ ـــ

غلام :۔ دیکھئے، دیکھئے، وہ بلوائی محل میں آگئے۔

عبدالعزیز :۔ آنے دو

ملکہ :۔ وہ ادھر آ رہے ہیں۔

عبدالعزیز :۔ ہاں ہم دیکھ رہے ہیں

غلام :۔ وہ آپ کی طرف لپک رہے ہیں

عبدالعزیز :۔ انہیں نہ روکو۔

(ایک بلوائی تیر چلاتا ہے جو عبدالعزیز کے سینے سے پار ہو جاتا ہے۔ وہ آہ کر کے گر پڑتا ہے)

غلام :۔ آہ ظالم نے تیر مار کر میرے آقا کو ہلاک کر دیا۔

ملکہ :۔ اُف یہ کیا ہوا؟ ـــ میرا سہاگ لٹ گیا، میری زندگی برباد ہو گئی۔ ہائے یہ کیا ہوا؟

ایک باغی :۔ یہ تمہارے کرتوتوں کا پھل ہے؟ تم ہی نے ہمارے امیر کو گمراہ کیا۔

عبدالعزیز :۔ اس عورت نے امیر عبدالعزیز کو اکسایا کہ وہ لوگوں کو اپنے برابر نہ سمجھے۔

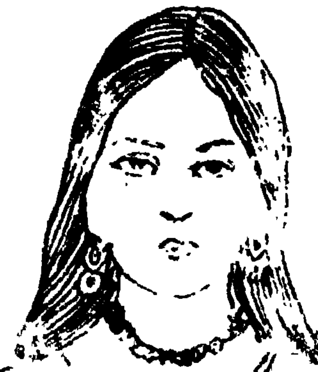
تیسرا باغی :۔ بلکہ انہیں اپنے سے کم تر سمجھے

چوتھا :۔ وہ جب آئیں تو سر جھکا کر آئیں اور گھٹنے ٹیکتے ہوئے حاضر ہوں۔

ملکہ :۔ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ یہ سب کچھ میں نے ہی کرایا ہے۔ اصلی مجرم میں ہوں تم نے میرے سرتاج کو مار ڈالا مگر مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ اپنے ترکش سے ایک تیر اور نکالو اور میرا سینہ بھی چھید ڈالو۔ خاموش کیا دیکھ رہے ہو میان سے تلوار نکالو اور میرا سر بھی تن سے جدا کر دو۔ اب میں زندہ نہیں رہنا چاہتی۔

ایک باغی :۔ واقعی تم ہی سب سے بڑی مجرم ہو مگر ہمیں عورتوں پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں۔ تمہارا فیصلہ ہم نہیں بلکہ خود خلافتِ اسلامیہ کرے گی اور وہی سزا بھی تجویز کرے گی۔ اور یہ کہتے ہوئے باغی ملکہ کو گرفتار کر لیتے ہیں۔

عورتوں کیلئے



حسین و جمیل لڑکیاں
ان کے لئے صرف خوبصورت ہونا کافی نہیں

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

عورتوں اور لڑکیوں کے لئے حسن اور خوبصورتی ایک اچھی اور پرکشش چیز ہے۔ اس لئے ہر لڑکی یہ چاہتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ خوبصورت دکھائی دے اور اسی مقصد کے لئے آجکل کی لڑکیاں میک اپ کو کوئی ذریعہ اٹھا نہیں رکھتیں۔

لباس میں بھی لڑکیاں پورا پورا اہتمام کرتی ہیں نئے نئے قسم کے اور نئے نئے تراش کے لباس زیب تن کئے جاتے ہیں۔ اور اس کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ وہ دیکھنے والوں کو زیادہ خوبصورت دکھائی دیں لیکن ان لڑکیوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر کسی لڑکی میں خوبصورتی کے ساتھ شیریں گفتاری۔ خوش اخلاقی اور دوسری باطنی خوبیاں نہیں ہیں تو یہ ظاہری خوبصورتی کاغذی پھولوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔

حال ہی میں میری ملاقات ایک ایسی خاتون سے ہوئی جو بیحد حسین ہیں۔ ایسی حسین کہ شاید سو دو سو میں ان کا جواب نہ ہو۔ سرخ سفید رنگ۔ بڑی بڑی اور نشیلی آنکھیں پھول کی کلی جیسے ہونٹ مور جیسی گردن، سانچے میں ڈھلا ہوا بدن موزوں قد۔ عمر جوان لیکن اس قدر حسین و جمیل ہونے کے باوجود شوہر سے ان کے تعلقات خراب ہیں۔ ان خاتون کے شوہر کا کہنا ہے کہ

"ہماری بیوی اگرچہ شکل و صورت میں سینکڑوں میں ایک ہے۔ مگر وہ ایک خوبصورت پتھر کی مورت کی طرح ہے جسے سامنے بٹھا کر خاموشی کے ساتھ اس کی پوجا کی جاسکتی ہے۔ جبتک وہ بولتی نہیں بے حد حسین ہے لیکن جس وقت بولتی ہے تو اس کی تلخ کلامی اسکے سارے حسن کو غارت کر دیتی ہے۔"

گویا خدا نے اس خاتون کو حسن و خوبصورتی تو عطا کر دی ہے مگر حسن گفتار سے قطعی محروم ہے اور یہ اتنی بڑی کمزوری ہے جو اس کی ساری خوبیوں پر پانی پھیر دیتی ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ ظاہری حسن کے ساتھ باطنی خوبیاں بھی ضروری ہیں عورتوں کی خوبصورتی کچے دھات کی طرح ہے۔ کہ جب تک اسے گلا کر اخلاقی سانچے میں نہ ڈھالا جائے تب تک اس میں کشش پیدا ہی نہیں ہو سکتی یعنی حسن و خوبصورتی کے ساتھ عورتوں میں حسن گفتار اور حسن اخلاق کا ہونا بھی نہایت ضروری ہے ایک عورت کے لئے باطنی حسن کی کس قدر ضرورت ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جسمانی عیوب پر تو سامان آرائش اور اچھے لباس کے ذریعہ پردہ ڈالا جا سکتا ہے لیکن اگر دل پسند اطوار اور عادات کی کمی ہو تو اس کی تلافی کسی طرح بھی نہیں ہو سکتی

سچ تو یہ ہے کہ حسن گفتار اور پسندیدہ عادات عورتوں کے لئے خوبصورتی سے بھی زیادہ اہم ہیں۔ چنانچہ ہم نے دیکھا ہے کہ بعض عورتیں ایسی ہیں جو ظاہری حسن سے تو محروم ہیں لیکن انھوں نے اپنی حسن گفتار اور پسندیدہ اخلاق سے اپنے آپ کو اسقدر دلنواز بنالیا ہے کہ وہ اپنے شوہروں کے دل موہ لینے میں حسین و جمیل عورتوں سے بھی کہیں زیادہ کامیاب ثابت ہوئی ہیں۔ لیکن اگر اللہ کا دیا ہوا قدرتی حسن بھی ہو اور اس کے ساتھ باطنی خوبیاں بھی ہوں تو پھر کیا کہنا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ خواہ ظاہری حسن ہو یا نہ ہو ایک عورت میں گفتار کی شیرینی اور باطنی خوبیاں ہونا نہایت ضروری ہے حسن گفتار یعنی گفتگو میں دلکشی اور شیرینی پیدا کرنا ایک مخصوص فن ہے۔ جو اچھی تعلیم اور تربیت کے بغیر مشکل ہی سے حاصل ہوتا ہے

حسن گفتار کے معنی یہ ہیں کہ تم تلخ سے تلخ بات بھی ایسے دلکش انداز میں کہو کہ کسی کو بری نہ معلوم ہو۔ اور دوسرا ان گفتگو ایسی میٹھی زبان استعمال کرو جس سے نکلے ہوئے الفاظ دل میں اترتے چلے جائیں۔ جن عورتوں کو زبان کے اس جادو پر قدرت حاصل ہوتی ہے وہ تمام عمر نہ صرف شوہروں کی محبوب بنی رہتی ہیں بلکہ سسرال اور پورے خاندان میں انہیں بڑی عزت اور محبت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

اس کے برخلاف جن عورتوں اور لڑکیوں کے لہجہ میں تلخی ہوتی ہے وہ شوہروں کے دلوں میں بھی گھر نہیں کر سکتیں۔ اور انہیں سسرال میں بھی کوئی عزت حاصل نہیں ہوتی۔ نسوانی فطرت کی ایک ماہر خاتون مسز جان کرگوسن اپنی کتاب "ازدواجی زندگی" میں لکھتی ہیں۔

"ایک عورت کا اس سے بڑھ کر اور کوئی حسن نہیں کہ اُس کی زبان میں شیرینی اور اس کی گفتگو میں دلکشی ہو۔ یہ وہ خوبی ہے جو شوہر کے دل میں گھر کرتی چلی جاتی ہے۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ وہ عورتیں شوہروں کے دلوں کو مٹھی میں لے سکتی ہیں جن میں کہ بات کرنے کا سلیقہ موجود ہوتا ہے"

اکثر عورتوں کا قاعدہ یہ ہے کہ جب وہ اپنے شوہروں سے کوئی شکوہ یا شکایت کرتی ہیں تو اُن کا لہجہ سخت اور الفاظ غیر موزوں ہوتے ہیں۔ یا سسرال والوں سے جب اُن کا اختلاف ہو جاتا ہے تو وہ الٹی سیدھی اور جلی کٹی باتیں کرنی شروع کر دیتی ہیں یہ روش نہ تو شوہر ہی کو پسند آتی ہے اور نہ سسرال والوں ہی کو بلکہ اس روش سے آپس کی تلخیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔

اسی طرح طول کلامی بھی کوئی اچھی عادت نہیں ہے۔ اکثر عورتوں کو یہ مرض ہوتا ہے کہ وہ اپنی بات کہے چلی جاتی ہیں اور مخاطب کی دلچسپی یا عدم دلچسپی کا کوئی خیال نہیں رکھتیں اور سننے والے ان کی طول کلامی سے دل برداشتہ ہو جاتے ہیں۔ اس سے بھی بچنا چاہیئے۔

سچ تو یہ ہے کہ حسن گفتار اور حسن اخلاق ایک جادو ہے جو ظاہری حسن سے کہیں زیادہ دلوں کو موہ لیتا ہے۔

افسانہ



ستاروں سے دُور

جذبات میں ڈوبی ہوئی ایک دلگداز کہانی

(از جناب شیخ محمد حسین)

سردی کا سیزن ختم ہو رہا تھا۔ سردی روز بروز بڑھ رہی تھی — لوگ میدانوں کی طرف لوٹ رہے تھے، دکانیں، ریسٹورنٹ اور ہوٹل رفتہ رفتہ بند ہو رہے تھے۔ مگر اس بار میرا مری چھوڑنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا، شام کے وقت جنرل پوسٹ آفس کی سیڑھیاں اترتے ہوئے ایک نسوانی آواز نے مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا —"

"حامد بھائی!"

میں نے قدم روک لئے۔ اور پیچھے مڑ کر دیکھنے لگا۔ ایک نوجوان اور خوبصورت سی لڑکی، گہرے رنگ کے اوورکوٹ میں ملبوس، کانوں کو اسی رنگ کے اونی اسکارف سے لپیٹے ہوئے ہاتھ ہلا کر مجھے رکنے کا اشارہ کر رہی ہے۔ وہ چار یا پانچ سیڑھیاں اتر کر میرے قریب آئی اور سریلی آواز میں مجھ سے مخاطب ہوئی۔

"آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟"

اور میں نے فوراً اُسے پہچان لیا۔ میرے سامنے گلّو کھڑی تھی۔ میرے بے شمار رازوں کی رازداں، وہ کتنی بدل گئی تھی۔ کتنا فرق تھا اس گلّو میں اور چار برس پہلے کی گلّو میں۔

"گلّو! تم کتنی بڑی ہو گئی ہو —— چار سالوں میں بالکل بدل گئی ہو؟"

"آپ بھی تو بدل گئے ہیں نا!" اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

واقعی میں کتنا بدل گیا تھا۔ کنپٹیوں پر سفید بال، آنکھوں پر نظر کا چشمہ

"ہاں گلّو! ہم دونوں ہی بدل گئے ہیں۔" میں نے جواب دیا

میں نے اسے سیمس (SAM'S) میں کافی پینے کی دعوت دی، جو اس نے خوشی سے قبول کر لی۔ ہم دونوں مال روڈ پر ساتھ ساتھ چلنے لگے کوئی اکا دکا لوگ دکھائی دیتے تھے۔ سڑک پر زرد زرد پتوں کی سرسراہٹ ماحول میں عجیب سا ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔ راستے میں رسمی باتیں ہوتی رہیں، اُس نے بتایا کہ وہ انٹرمیڈیٹ میں پڑھتی ہے اور مری میں اپنے خاندان کے ساتھ تین ماہ سے آئی ہوئی ہے، میرا دل بے اختیار شیریں کے متعلق پوچھنے کے لئے بیقرار ہو گیا تھا۔ مگر اس نے یکے بعد دیگرے سوالوں کی بوچھار کر دی —— "آپ اتنے عرصہ تک کہاں رہے؟ آپ کیا کام کرتے ہیں۔" "آپ کے بیوی بچے کہاں ہیں؟"

میں نے اسے بتایا "میں اتنی مدت غم روزگار میں مبتلا رہا آجکل ایک بڑا افسر ہوں اور لمبی چھٹی پر ہوں۔ اور میں نے ابھی تک شادی نہیں کی ہے"

میرے آخری جواب پر وہ چونک پڑی "آپ نے ابھی تک شادی نہیں کی —؟ وہ حیرانی سے پوچھنے لگی۔ اور میں اُس کی حیرانی پر زیر لب مسکرانے لگا۔

"ہاں گلّو — اب کبھی کوئی لڑکی متاثر نہیں کر سکی —"

میرے اس جواب پر وہ کچھ مغموم سی ہو گئی۔ ریسٹورنٹ آچکا تھا ہم سیڑھیاں طے کر کے اندر داخل ہوئے۔ ہم ایک کونے میں جا کر بیٹھ گئے۔ گلّو نے اپنا اوورکوٹ اتار کر ساتھ والی کرسی پر ڈال دیا۔ اور مجھ سے معذرت کر کے اپنے گھر والوں کو ٹیلی فون کرنے چلی گئی۔ میں نے کافی کا آرڈر دیا۔ اور گلّو کے واپس آنے تک بیرے نے کافی میز پر سجا دی۔ گلّو واپس آئی اور کافی بنانے لگی۔ میں اُس کی حرکات بغور دیکھتا رہا۔ اُس نے ایک کپ میرے سامنے کو دیا۔

"آپ نے باجی کے متعلق نہیں پوچھا —؟" اُس نے خاموشی کو توڑتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں گلّو! میں تم سے یہی پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ کیسی ہے اور

اور وہ کہاں ہیں؟" اُس نے کافی کا ایک گھونٹ پیتے ہوئے پوچھا۔

" باجی آپ کو ابھی تک یاد ہیں ـــــ ؟" وہ اُداس اور دھیمے لہجے میں بولی اور میں جذبات کی رو میں بہہ گیا۔

"ہاں گگو! میں شیریں کو نہیں بھول سکا، وہ آج تک مجھے یاد ہے میں اپنی ناکام اور شکست خوردہ محبت پر آنسو بہاتا رہا۔ تاریک گوشوں میں سر چھپا چھپا کر روتا رہا۔ اپنے ذہن کی آتش فشاں بھٹی میں جلتا اور سلگتا رہا۔ مگر اپنے ماضی کو کہیں دفن نہ کر سکا۔ آج میرے پاس دولت، عزت، شہرت سب کچھ موجود ہے۔ مگر مسرتیں اور سکون میرے لئے نایاب ہیں۔ میں نے ہر جگہ انہیں تلاش کیا، آبادیوں میں، ویرانوں میں مگر ناکام رہا۔ اور گگو! کل شیریں کی سالگرہ بھی ہے دیکھو مجھے کتنی اچھی طرح یاد ہے، میں ہر سال اُس کی سالگرہ مناتا ہوں چپکے چپکے، اکیلے اور تنہا اُس کی سلامتی کی دعائیں مانگتا ہوں کیا خبر وہ بھی مجھے یاد کرتی ہوگی یا نہیں؟ شاید نئے ماحول میں جا کر وہ سب کچھ بھول گئی ہوگی ـــــ"

"بس کیجئے بھائی جان! بس کیجئے ـــــ خدارا باجی کو یوں الزام نہ دیجئے ـــــ" گگو نے کانپتی ہوئی آواز میں مجھے ٹوک دیا۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے "آپ باجی کو کبھی نہ سمجھ سکے۔ آپ بزدل تھے۔ بھائی جان! آپ باجی کے لئے کچھ بھی نہ کر سکے ـــ آپ نے باجی سے ملے بغیر یکطرفہ فیصلہ کر لیا۔ اور اُن کی محبت ٹھکرا کر آپ نے ایک ہی ٹھوکر سے امنگوں کے تمام محل مسمار کر دیئے، آپ نے باجی کی زندگی میں زہر گھول دیا۔ اُن کے مستقبل کا خون کر دیا۔ باجی پر ظلم ہوئے اور انہیں دولت کے جہنم میں دھکیل دیا گیا۔ اُن کی خوشیوں، اُن کی تمناؤں کا کھلے بندوں نیلام کر دیا گیا۔ اور باجی خون کے آنسو روتی ہوئی رخصت ہو گئیں۔ آپ بزدل تھے بھائی جان! آپ باجی کی خوشیوں اور امنگوں کے قاتل ہیں۔ بھائی جان آپ کا ایک اور صرف ایک جرأت مندانہ قدم باجی کی جھولی خوشیوں اور مسکراہٹوں کے پھولوں سے بھر دیتا۔ اُن کا مستقبل سنوار دیتا اور ان ہزار ہا خاندانوں کی بند آنکھوں کو کھول دیتا جو اپنی بیٹیوں کی پسند اور ناپسند کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور اُن کی قسمتوں کے فیصلے مالی حیثیت اور سماجی وقار دیکھ کر کرتے ہیں ـــــ آپ ڈرپوک تھے بھائی جان! آپ اس بوڑھے اور مکار سماج سے ڈرتے تھے اور میری پیاری باجی آپ کی بزدلی اور جھوٹے سماج کا نشانہ بن گئی نیا ماحول انہیں راس نہیں آیا۔ بنگلے موٹر کاریں، دولت یہ سب کچھ انہیں کبھی خوشی نہ دے سکے۔ باجی آپ کو یاد کرتی رہیں، چھپ چھپ کر روتی رہیں۔ ٹھنڈی آہیں بھرتی رہیں اور پھر ایک روز آپ کی محبت کے تمام راز اُن کی سسرال پر افشاں ہو گئے۔ باجی پر ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، اُن سے لونڈیوں کا سا سلوک کیا گیا اور پھر اُن کی جوانی کو گھن لگ گیا۔ پھول سا چہرہ زرد پڑ گیا۔ گلابی گال پچک گئے۔ جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا۔ اور باجی جیتے جی مردہ دکھائی دینے لگیں، اُن کے شوہر نے باجی کو طلاق دے کر دوسری شادی رچالی ـــــ"

"گگو! خدا کے لئے چپ ہو جاؤ ـــ چپ ہو جاؤ ـــــ میں پاگل ہو جاؤں گا۔ میں دیوانہ ہو جاؤں گا۔ مجھ میں یہ سب کچھ سننے کی ہمت نہیں"

"نہیں بھائی جان! آپ یہ سب کچھ سنئے اور اپنی محبت کا ماتم کیجئے۔ میری باجی کا ماتم کیجئے۔ جو آج ساحلی سینی ٹوریم میں پڑی زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ انہیں ٹی بی ہو گئی ہے"

گگو سسکیاں بھرنے لگی۔ اُس کی آواز آر کسٹرا کے گوشوں میں گم ہو گئی۔ میرا دل ڈوبنے لگا ـــ "شیریں کو ٹی بی ہو گئی ـــــ شیریں کو ٹی بی ہو گئی" ـــ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور دل و دماغ میں چنگاریاں سلگ اُٹھیں۔

اُس رات بادل مسلسل چنگھاڑتے رہے۔ بجلیاں گرجتی رہیں لگاتار بارش ہوتی رہی۔ میں کروٹیں بدلتا رہا طبیعت میں بے چینی اور بے قراری سی تھی۔ میں شیریں سے جلد ملنا چاہتا تھا۔ اپنی کھوئی ہوئی ناکام محبت سے جس نے اپنی زندگی میں دکھ اور زخم لئے تھے اور اپنی جوانی محبت کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دی تھی۔ اُس رات میری تمام قوتیں مفلوج ہو گئیں۔ میں بار بار بستر سے اُٹھتا اور گر پڑتا۔

صبح نو بجے میری آنکھ کھلی تو نوکر نے میرے لئے کافی لا کر میز پر رکھ دی اور میرے سامنے کا دریچہ کھول دیا سورج حسب معمول بادلوں میں روشن تھا۔ فضا نمناک سی تھی۔ جیسے رات بھر کسی کا ماتم کرتی رہی ہو زرد پتے درختوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔ میں نے

کانی کا ایک گھونٹ پیا اور سوچ میں ڈوب گیا۔ "آج شیریں کی سالگرہ ہے، وہ مجھ سے مل کر کتنی خوش ہوگی۔ گلو نے اسے میرے متعلق سب کچھ بتادیا ہوگا۔ میں جاتے ہی اسے بازوؤں میں سمیٹ لوں گا۔ اور اس کی آنکھوں سے خوشی کے موتی برسنے لگیں گے۔ اُس کی مسرتیں اور سکون لوٹ آئے گا۔ اس کے چہرے پر وہی پہلی سی تازگی اور شگفتگی واپس آجائے گی اور بہت جلد صحتیاب ہوجائے گی۔ اِس سالگرہ پر میں اُس کے لئے زندگی کا پیغام بن کر جاؤں گا اُس کی جان کی ضمانت بن کر جاؤں گا۔" میرا چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا۔

میں نے سامان درست کیا۔ اور ساحلی سینیٹی ٹوریم کے لئے روانہ ہوگیا۔ اپنی شیریں سے ملنے کے لئے!

مری روڈ رات بارش کی وجہ سے خراب ہوچکی تھی۔ ڈرائیور بڑی احتیاط سے گاڑی چلا رہا تھا۔ میں پچھلی سیٹ پر بیٹھا شیریں کے خیالات میں گم تھا۔ "وہ مجھے دیکھتے ہی لپٹ جائے گی۔ اُس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسوؤں کا سمندر موجزن ہوجائے گا۔ اُس کی خزاں رسیدہ زندگی میں بہار لوٹ آئے گی۔ پھر وہ مجھ سے اتنی مدت تک غائب رہنے کی وجہ دریافت کرے گی میں اُسے کیا جواب دوں گا ——— مگر میں اُسے منالوں گا۔ اپنی قسم دے کر، اپنی محبت کی قسم کھا کر، وہ آج کتنی خوش ہوگی اُس کے چہرے پر نہ ختم ہونے والی مسکراہٹیں پھیل جائیں گی۔ آج اُس کی سالگرہ بالکل انوکھی ہوگی میں ڈاکٹر سے اجازت لے کر اُسے اپنے گھر لے آؤں گا ——— اب اسے سینیٹی ٹوریم میں رہنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ وہ اب خود بخود تندرست ہوجائے گی خوشیاں اور اُس کی مسرتیں بیماری کو دور بھگا دیں گی۔ آج اُسکی خوشی کی انتہا نہ ہوگی میں اسکے تمام دکھ درد دور کردوں گا۔ اور اس کی زندگی میں قہقہوں اور پھولوں کے ڈھیر لگا دوں گا ———" میرے گالوں پر دو موٹے موٹے آنسو ڈھلک آئے جن کو میں نے رومال سے پونچھ ڈالا جوں جوں سینیٹی ٹوریم قریب آرہا تھا میرے دل کی دھڑکن تیز تر ہوتی جارہی تھی۔ دو گھنٹے کی مسافت کے بعد سینیٹی ٹوریم کی عمارت نظر آنے لگی جیسے گیٹ سے اندر داخل ہوتے

ہوئے میری گاڑی ایک باہر آتی ہوئی ایمبولینس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔ ڈرائیور نے کار ایک طرف پارک کر دی۔ میں گاڑی سے اترا بیس قدم کے فاصلے پر ایک اسٹاف نرس کھڑی تھی۔ میں قریب جاکر اس سے مخاطب ہوا۔

"معاف کیجئے ۔ میں شیریں نام کی ایک لڑکی سے ملنا چاہتا ہوں جو یہاں سینی ٹوریم میں داخل ہے۔"

وہ مجھے غور سے دیکھنے لگی جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو اور پھر گویا ہوئی۔

"حامد صاحب آپ ہی ہیں؟"

"جی ہاں میرا ہی نام حامد ہے —— شیریں کون سے کمرے میں ہیں —— ؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔ وہ چند لمحے خاموش رہی اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر میرا دل دھک سے رہ گیا۔

"شیریں کس کمرے میں ہیں، آپ بتاتی کیوں نہیں؟"

"معاف کیجئے حامد صاحب! آپ دیر سے پہنچے ——" وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

"جی —— !!"

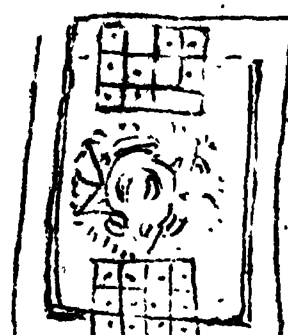
"جی ہاں شیریں تمام رات آپ کا انتظار کرتی رہی اور صبح سات بجے اس نے ہمیشہ کے لئے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے ورثاء اس کی لاش ابھی ایمبولینس میں لے کر گئے ہیں۔"

"شیریں —— !!" میں زور سے چلایا —— اور پھر آسمان پھٹ پڑا۔ زمین پھٹ پڑی اور سینی ٹوریم کے در و دیوار میری نظروں کے سامنے گھومنے لگے —— میں لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے بھاگتا ہوا مین گیٹ پر آیا —— دور چلتی اور بل کھاتی ہوئی سڑک پر سینی ٹوریم کی ایمبولینس میری شیریں کو لئے جا رہی تھی۔ میں دیکھتا رہا۔ بہت دور۔ بہت دور تک اور میری آنکھوں سے ایک سیل رواں بہتا چلا گیا۔

موسم بے حد سرد ہو چکا ہے۔ مگر میں بدستور مری میں ہوں۔ میں صحت کے حصول کے لئے مری آیا تھا۔ مگر ڈاکٹروں نے کہہ دیا ہے کہ میرا دوسرا پھیپھڑا بھی متاثر ہو چکا ہے۔ میں ہر روز شیریں سے قریب تر ہوتا چلا جا رہا ہوں اور خوش ہوں کہ جلد ہی شیریں کے پاس پہنچ جاؤں گا


آزادی کے
34 سال
کامیابیاں اور مستقبل
□ ہم نے ایک خود انحصار معیشت کی بنیادیں بنالی ہیں
□ خوراک میں خود کفیل ہو گئے ہیں، اپنے صنعتی
ڈھانچے کو متنوع بنالیا ہے اور سائنس اور ٹکنالوجی میں اہم ترقی کی ہے۔
1985ء تک
ہم نے اپنے عوام کے مزید چھٹے حصے کو غریبی کی سطح سے اوپر
اٹھانے اور ان تمام دیہات کو پینے کا صاف پانی، جہاں یہ دستیاب نہیں، فراہم کرنے کا
اور 2000ء تک
کوڑھ کو ملیامیٹ کرنے اور شرح پیدائش کو 36 سے کم کرکے 21 فی ہزار کرنے کا عزم کر رکھا ہے
دن چڑھے گا، یقین واثق رکھیں
(رابندر ناتھ ٹیگور)

مفلسی، مصیبت، بیماری اور پریشانی کا مجرب علاج



اعمال و وظائف کی بے پناہ طاقت

اولیائے کرام کے وہ پانچسو مجرب اعمال و نقوش درج ہیں جنھوں نے ہزاروں مایوسوں کی قسمت کو بدل دیا ہے

یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدا نے اعمال و وظائف یعنی اللہ کے کلام میں وہ بے پناہ طاقت پوشیدہ رکھی ہے کہ اعمال کو اگر صحیح طریقہ پر پڑھا جائے یا نقوش کو صحیح اوقات میں لکھا جائے تو اس سے لوگوں کی قسمتیں بدل جاتی ہیں، بیماری اور مفلسی سے عبرت انگیز طریقہ پر نجات مل جاتی ہے۔ بگڑے ہوئے کام آن کی آن میں درست ہو جاتے ہیں اور اعمال کے پڑھنے والے نہ صرف مالا مال ہو جاتے ہیں بلکہ محبوب خلائق بھی بن جاتے ہیں۔ لیکن اعمال و وظائف کی پوشیدہ طاقت صرف اسی حالت میں اپنا کرشمہ دکھاتی ہے جبکہ اعمال و وظائف کو اولیائے کرام کے بتائے ہوئے صحیح طریقہ پر پڑھا جائے اور نقوش کو صحیح اوقات میں بزرگان دین کے مقرر کردہ طریقوں پر لکھا جائے للٰہذا جو حضرات اعمال و وظائف کا زندہ معجزہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ آج ہی اس فن پر سب سے مستند کتاب عملیات منگا لیں جس کو ایک زبردست عالم دین نے برسہا سال کی جستجو کے بعد مرتب کیا ہے۔

عملیات

مرتبہ مولانا سید ظہور احمد شاہجہانپوری

فی الحقیقت اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر سب سے مستند کتاب ہے جس میں اعمال و وظائف کے بارے میں مکمل معلومات ہے برجوں اور سیاروں کی پوری تفصیل ہے۔ ہر شخص کا طالع جاننے کے طریقے درج ہیں۔ سیاروں کو مسخر کرنے کے اعمال درج ہیں۔ اور اعمال حسنہ پر مکمل بحث ہے بے شمار محبت کے اعمال درج ہیں۔ لاتعداد عداوت کے اعمال درج ہیں۔ کشائش رزق تسخیر محبوب چور کی شناخت کامیابی مقدمات اور مختلف امراض کے لئے اولیائے کرام کے بتائے ہوئے سینکڑوں اعمال و نقوش درج ہیں۔

کتاب عملیات کے خاص خاص ابواب یہ ہیں

باب اول :- ابتدائی معلومات :- اس میں حروف تہجی کے اعداد و شمار برجوں کے رنگ وزائچے، سیاروں کی رفتار اور مقامات کی تفصیل درج ہے

باب دوم :- اعمال حسنہ :- اس میں اسمائے حسنہ کے موکلوں کے اعداد و اقسام اور اسمائے جلالی و جمالی نیز اُن کے نقوش و اعمال درج ہیں۔

باب سوم :- اعمال محبت :- اس میں محبوب کو قابو میں کرنے کے لئے اسم یا درود کا عمل عمل اسم الٰہی، سورہ محبت، مقصود محبوب کا عمل، قرآنی اعمال اور بے شمار محبت کے نقوش درج ہیں

باب چہارم :- عملیات عداوت :- اس میں دشمن کے شر و فساد سے بچنے کے لئے اور اس پر جوابی حملہ کرنے کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب پنجم :- کشائش رزق :- اس میں مفلسی اور بیکاری کو دور کرنے کیلئے اور خوشحال بننے کے لئے لاتعداد بہترین اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ششم :- تسخیر خلائق :- اس میں مخلوق خدا میں ہر دلعزیز بننے کے لئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہفتم :- تسخیر حکام :- اس میں حکام کی تسخیر کے لئے اور کامیابی مقدمات کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہشتم :- چور کی شناخت :- اس میں چور کی شناخت اور اعمال مسروقہ کی بازیافت کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب نہم :- گمشدہ کی واپسی :- اس میں گمشدہ کی واپسی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں۔ جن سے گمشدہ یقینی طور پر واپس آجاتا ہے۔

باب دہم :- مختلف امراض کے لئے :- اس میں ایسے مایوس العلاج مریضوں کی صحتیابی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جنہیں حکیم و ڈاکٹر جواب دے چکے ہوں

باب یازدہم :- اولاد کے لئے :- اس میں بزرگان دین کے وہ مجرب اعمال و نقوش درج ہیں جن کے طفیل میں بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں۔

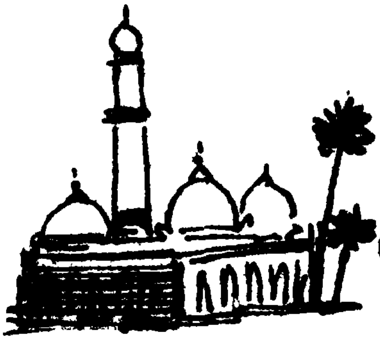
باب دوازدہم :- جن سے لوگ پریشانی اور مشکلات سے نجات حاصل کرنے کے لئے نہایت مجرب اور آزمودہ اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب سیزدہم :- فالنامہ حضرت الاعظم :- اس فالنامہ کے ذریعہ بھی فال نکالی جا سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر یہ اردو کی پہلی کتاب ہے جس کو بڑی تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے سینکڑوں نہایت مجرب اعمال و نقوش درج ہیں۔ قیمت مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف ... روپے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی۔

دنیائے اسلام پر ایک نظر



اسرائیل کا یوم حساب قریب ہے

افغانستان کی جلاوطن حکومت ۔ ایران و عراق جنگ کا ذمہ دار کون

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

اسرائیل کا یوم حساب قریب ہے

کویت کے اخبار "السیاست" نے اسرائیل کی غیر قانونی اور جارحانہ سرگرمیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسرائیل عرب ممالک کے لئے نہیں بلکہ سب ہی امن پسند ممالک کے لئے مصیبت ثابت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس کا منشا اور مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ اپنی جارحانہ حرکتوں سے ناجائز فوائد حاصل کرے لیکن اس کی غیر آئینی حرکتیں ایک نہ ایک دن ختم ہو نگی اور اُسکا یوم حساب قریب ہے۔"

ادھر اقوام متحدہ کی اطلاع ہے کہ عراق اور ۱۹ عرب اور ناوابستہ ممالک نے کہا ہے کہ "اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے آیندہ ماہ ہونے والے اجلاس میں عراقی ایٹمی ری ایکٹر پر اسرائیلی حملہ کا مسئلہ اٹھایا جائے گا۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اقوام متحدہ کے جنرل اسمبلی کے پاس ایسی کونسی طاقت ہے جو اس سیاسی غنڈے کو غنڈہ گری سے روک سکے۔ اب تو اسرائیل نے بغیر اعلان جنگ کے اپنے مخالف ممالک پر بھی حملے شروع کر دئے ہیں۔ جیسا کہ حال ہی میں لبنان میں ہو چکا ہے۔ اور اگر آج یہ اعلان جنگ کے بغیر لبنان پر پوری طاقت سے دہرانہ حملہ کر سکتا ہے تو کل بھی سب کچھ دوسرے ممالک کے خلاف کرنے سے اُسے کون روک سکتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اسرائیل کی تمام جارحانہ سرگرمیاں امریکہ کے اشارہ پر ہو رہی ہے۔ امریکہ نے ایک جرائم پیشہ اور غنڈے ملک کو اپنا آلہ کار بنا رکھا ہے۔ اور اقوام متحدہ اس کے خلاف بجز ریزولیشن پاس کرنے کے کچھ نہیں کر سکتی۔ اسرائیل کا واحد علاج یہ ہے کہ دنیا کے سب ہی امن پسند ممالک اُس سے قطع تعلق کرنے کے بعد اس سے سیاسی اور اقتصادی رعابط توڑلیں۔ اور اس بات کی پوری کوشش کریں کہ اُسے اقوام متحدہ سے نکال دیا جائے۔ اس کے بغیر نہ اسرائیل کا دماغ درست ہو سکتا اور نہ اُس کا پشت پناہ امریکہ ہی راہ راست پر آسکتا ہے۔ بہرحال امید رکھنی چاہیئے کہ اس سیاسی غنڈہ کے خلاف عنقریب متحدہ محاذ قائم ہو کر رہیگا۔

افغان مجاہدین کی جلاوطن حکومت

روس جیسی صف اول کی حکومت سے افغان مجاہدین جس دلیری اور بے جگری کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں اُس نے پھر ایک بار قرون اولیٰ کے مسلم مجاہدین کی یاد تازہ کر دی ہے۔ چنانچہ افغان مجاہدین کی حوصلہ مندی کا تازہ ترین نمونہ یہ ہے کہ اُنھوں نے کابل حکومت کے خلاف افغانستان کی جلاوطن آزاد حکومت کے قیام کا فیصلہ کر لیا ہے۔ چنانچہ افغان رہنما صبغت اللہ مجددی نے قاہرہ میں بیان دیتے ہوئے کہا ہے۔

"روسی پٹھوؤں کی کارمل حکومت سے نجات کی ہمارے سامنے اور کوئی دوسری صورت نہیں ہے کہ افغانستان ہی کے کسی علاقہ میں آزاد افغان حکومت قائم کر دی جائے۔ افغانستان کی اس آزاد جلاوطن حکومت کی باقاعدہ پارلیمنٹ ہوگی پارلیمنٹ کو مجلس شوریٰ یا مشاورتی کونسل کا درجہ حاصل ہوگا۔ آزاد

افغان حکومت کے قیام کے فوراً بعد مجاہدین کے مختلف گروپ افغانستان میں موجود غیر ملکی فوج کے خلاف متحد ہو کر جنگی محاذ قائم کریں گے۔ ہم کو خوشی ہے کہ مجاہدین کو ٹینک اور طیارہ شکن ہتھیار مل گئے ہیں اور اب ہم پہلے کے مقابلہ میں بہتر پوزیشن میں ہیں۔ ہم افغانستان میں جو آزاد جلا وطن حکومت قائم کر رہے ہیں وہ افغانستان کے ۲۸ صوبوں کی نمائندگی کرے گی اور اس پارلیمنٹ میں تقریباً تین سو ممبر ہوں گے۔ افغانستان میں اس حکومت کے قیام کا واحد منشا یہ ہے کہ تمام افغانی باشندے متحد طور پر روس کی بے دینی حکومت کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھ سکیں۔"

افغان مجاہدین کے ایک لیڈر کے اس بیان سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ سخت جانی اور مالی نقصان اٹھانے کے باوجود افغان مجاہدین کے حوصلے کس قدر بڑھے ہوئے ہیں۔ کہ وہ اپنی آزاد افغان حکومت تک قائم کرنے پر آمادہ ہیں۔ اور مجاہدین کی اس حوصلہ مندی کو دیکھتے ہوئے ہمیں یقین ہے کہ جلد یا بدیر افغانستان سے بے دینوں کا اقتدار ختم ہو جائے گا۔ اور مجاہدین افغانستان کو اپنے نیک مقصد میں ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔

ایران و عراق جنگ کا ذمہ دار کون

عراق و ایران جنگ سے دنیائے اسلام کو جو نقصان پہنچا ہے وہ ناقابل تلافی ہے۔ اس جنگ میں دونوں طرف سے ہزاروں مسلمان کام آچکے ہیں۔ دونوں ہی ملکوں کے نہایت ہی اہم مسلم علاقے تباہ و برباد ہو گئے ہیں۔ اور دونوں ہی ملکوں کا وہ اسلحہ جو اسرائیل جیسے دشمن اسلام ملکوں کے خلاف صرف ہونا چاہئے تھا مسلمانوں کے قتل و خونریزی پر ضائع ہو رہا ہے۔ اور اس تباہی کی ذمہ داری عراق سے کہیں زیادہ ایران کے سر ہے۔

خود ایرانی لیڈروں کی یہ رائے ہے۔ کہ اس تباہی کے سب سے زیادہ ذمہ دار علامہ خمینی اور ان کے حواری ہیں چنانچہ ایرانیوں کی آزاد خیال جماعت "مجاہدین خلق" کے ایک رہنما نے حال ہی میں پیرس میں بیان دیتے ہوئے کہا ہے کہ "عراق و ایران جنگ کے ذمہ دار ایران کے موجودہ حکمران ہیں۔ جو ایران کی فوجوں کو ذاتی سیاسی اغراض کے لئے جنگ میں الجھائے رکھنا چاہتے ہیں۔"

اسی طرح ایران کے معزول صدر ابوالحسن بنی صدر نے اپنے ایک تازہ بیان میں کہا ہے کہ "ایران کے حالیہ انقلاب کے بعد عراق نے ایران کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔ مگر علامہ خمینی نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا محض اسلئے کہ یہ ملا ایرانی فوجوں کو جنگ میں مصروف رکھنا چاہتے ہیں تاکہ ایران میں فوجی انقلاب کا امکان ہی پیدا نہ ہو سکے مگر ایران میں فوجی انقلاب ہو یا نہ ہو علامہ خمینی کی قاتل حکومت ختم ہو کر رہے گی۔"

ایرانی ملاؤں کی خود غرضی کی انتہا ہے کہ وہ محض فوجی انقلاب سے بچنے کے لئے ایرانی فوجوں کو محاذ جنگ پر مصروف رکھنا چاہتے ہیں۔ خواہ ان کے اس غلط طریقہ کار سے مسلمان تباہ ہی کیوں نہ ہو جائیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ایرانی ملا کب تک ایرانی فوجوں کے لیڈروں کو احمق بناتے رہیں گے۔ اور کب تک ایرانی عوام کو تاریکی میں رکھ سکیں گے ہمارے خیال میں اب جلد ہی ایران میں کوئی نیا انقلاب رونما ہونے والا ہے خواہ وہ فوجی ہو یا غیر فوجی۔

سعودی حکومت امریکہ سے ناراض

امریکہ کی عرب دشمنی اگرچہ بالکل واضح ہو چکی ہے لیکن اس کے باوجود امریکہ اور سعودی عرب کے تعلقات ابھی تک خوشگوار چلے آ رہے ہیں۔ اور سعودی رہنماؤں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ وہ امریکہ کو عرب دشمنی سے باز رکھ سکیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب حکومت سعودی عرب اور امریکہ کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو جائے گی کیوں کہ سعودی عرب نے امریکہ کو متنبہ کیا ہے کہ اگر اس نے مشرق وسطیٰ کے سلسلہ میں اپنی اسرائیل نوازی کی پالیسی پر نظر ثانی نہیں کی تو سعودی عرب امریکی تعلقات پر نظر ثانی کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔

چنانچہ جدہ کی تازہ ترین اطلاع ہے کہ اگر امریکہ نے مشرق وسطیٰ میں اپنی پالیسی تبدیل نہیں کی تو سعودی عرب کے ولیعہد شہزادہ فہد اپنا وہ دورہ منسوخ کر دیں گے جو اکتوبر میں امریکہ میں کرنے والے

تھے۔ لندن کے عربی روزنامہ "الشرق الاوسط" نے سعودی سفارتی ذرائع کے حوالے سے بیان میں کہا ہے کہ "سعودی عرب امریکہ سے اس بات کی وضاحت طلب کر رہا ہے کہ وہ مشرق وسطیٰ میں اپنی پالیسی کو کہاں تک تبدیل کرنے کے لئے تیار ہے۔ سعودی عرب امریکہ سے یہ مطالبہ بھی کر رہا ہے کہ امریکہ پی۔ ایل۔ او کو فلسطینیوں کا نمائندہ تسلیم کرے اور ۱۹۶۷ء کے تمام مقبوضہ عرب علاقوں سے اسرائیلی فوجوں کو واپس بلا یا جائے۔

حکومت سعودیہ کا یہ اقدام بلاشبہ قابل تعریف ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ امریکہ کا اسرائیل نوازی سے دست بردار ہونا تقریباً ناممکن ہے کیونکہ اسرائیل کی سرگرمیوں میں زیادہ تر خود امریکہ کا ہاتھ ہے۔ امریکہ کو صرف اسی صورت میں جھکایا جا سکتا ہے جبکہ صرف سعودی عرب ہی نہیں بلکہ سب ہی عرب ممالک امریکہ پر دباؤ ڈالیں۔ اور اگر وہ دباؤ قبول نہ کرے تو امریکہ کا تیل بند کر دیا جائے۔ بہرحال ہمیں بہت کم امید ہے کہ امریکہ پر سعودی عرب کے مطالبات کا کوئی خاص اثر پڑیگا۔

معمر قذافی کے قتل کی سازش

دنیا معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی ملکوں میں عام طور پر اور عرب ملکوں میں خاص طور پر امریکہ کی خفیہ جاسوسی سروس (سی۔ آئی۔ اے) کی سازشیں اور سرگرمیاں تیز ہو گئی ہیں۔ جن سے اسلامی ملکوں کی آزادی اور سلامتی کے لئے خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

ہندوستانی مصنف پروفیسر ستیش کمار نے اپنی کتاب "سی۔ آئی۔ اے اور تیسری دنیا" میں بتایا ہے کہ تیسری دنیا کے ملکوں کے لیڈروں کے قتل کے یا انھیں قتل کرانے کی کوششوں کے جو واقعات ہوئے ہیں اُن میں اکثر واقعات میں امریکہ کی سی۔ آئی۔ اے کا ہاتھ ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ یہ جرم سی۔ آئی۔ اے۔ نے کئے اور امریکہ کے صدر نے اُن کی منظوری دی اس طرح دہشت انگیزی امریکہ کی قومی پالیسی بن گئی ہے۔"

امریکی میگزین "نیوز ویک" نے یہ سنسنی خیز انکشاف کیا ہے کہ: "انقلاب لیبیا کے رہنما معمر قذافی کی حکومت کا تختہ الٹ دینے اور انہیں قتل کر دینے کے خفیہ پلان کو سی۔ آئی۔ اے۔ کے ڈائرکٹر ولیم کیسی نے بذات خود منظوری دی تھی۔" یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ سعودی عرب کے شاہ فیصل کے قتل کے وقت بھی مغربی ملکوں کے اخبارات نے اس شبہ کا اظہار کیا تھا کہ اس پر اسرار قتل میں سی۔ آئی۔ اے کا ہاتھ ہے۔ ان واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو پھر پرانے زمانے کے ڈاکوؤں اور قزاقوں میں اور زمانہ حاضرہ کے ترقی یافتہ ملکوں کے سربراہوں میں کیا فرق باقی رہ جاتا ہے۔

صدر سادات مسئلہ فلسطین پر

صدر انور سادات نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ "میں فلسطینیوں کی آزادی اور مسئلہ فلسطین کے لئے مضطرب ہوں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ مشرق وسطیٰ کی سلامتی اور امن کا دار و مدار بڑی حد تک اس بات پر ہے کہ فلسطینیوں کو اُن کا جائز حق دیا جائے۔"

معلوم ہوا ہے کہ صدر سادات نے اس مسئلہ پر امریکہ سے گفتگو بھی کی تھی اور اس بات پر بھی زور دیا تھا کہ امریکہ پی۔ ایل۔ او۔ کو تسلیم کر لے۔ لیکن امریکہ کے صدر مسٹر ریگن نے اس مطالبہ کو رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ اس تجویز کو کسی طرح بھی پسند نہیں کرتے۔ کہ امریکہ پی۔ ایل۔ او کو تسلیم کرنے کے بعد اس سے گفتگو کرے۔ امریکہ پی۔ ایل۔ او سے اُس وقت تک گفتگو نہیں کرے گا جب تک پی۔ ایل۔ او اسرائیل کے زندہ رہنے کے حق کو تسلیم نہ کرے گا۔

صدر سادات فلسطین کے سلسلہ میں جو کچھ کہہ رہے ہیں یا کر رہے ہیں اس کی حیثیت محض نمائشی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو عربوں اور خصوصیت کے ساتھ فلسطینیوں کے مسئلہ کو جس شخص نے سب سے زیادہ الجھایا ہے وہ صدر سادات ہیں۔ انھوں نے عربوں سے کٹ کر اور امریکہ و اسرائیل کے کیمپ میں شامل ہو کر اسرائیل کے بازو مضبوط کر دئے ہیں۔ اور عرب کاز کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔

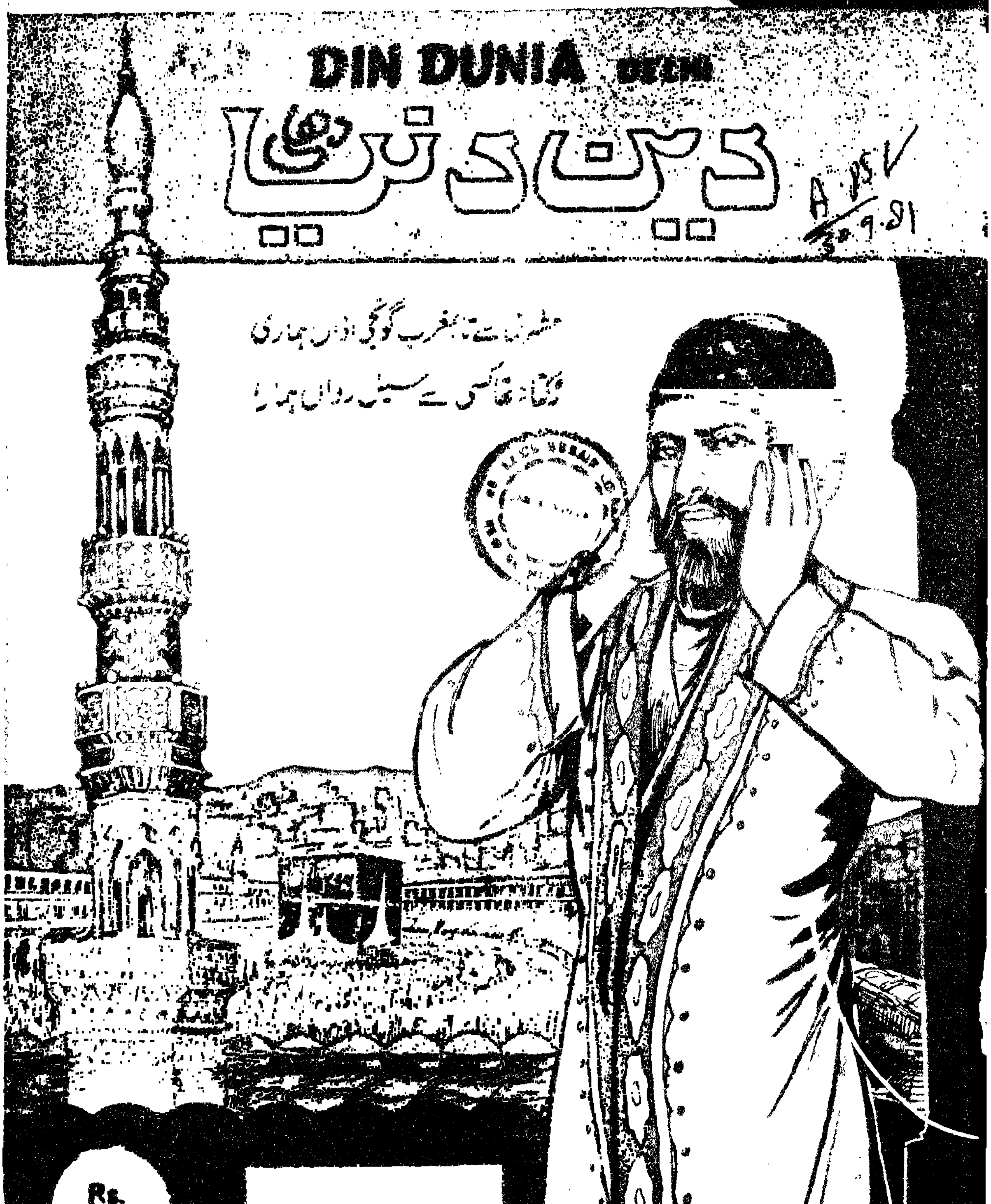
Telephone :- 263450 SEPTEMBER 1981 Regd. No D (DN) 134

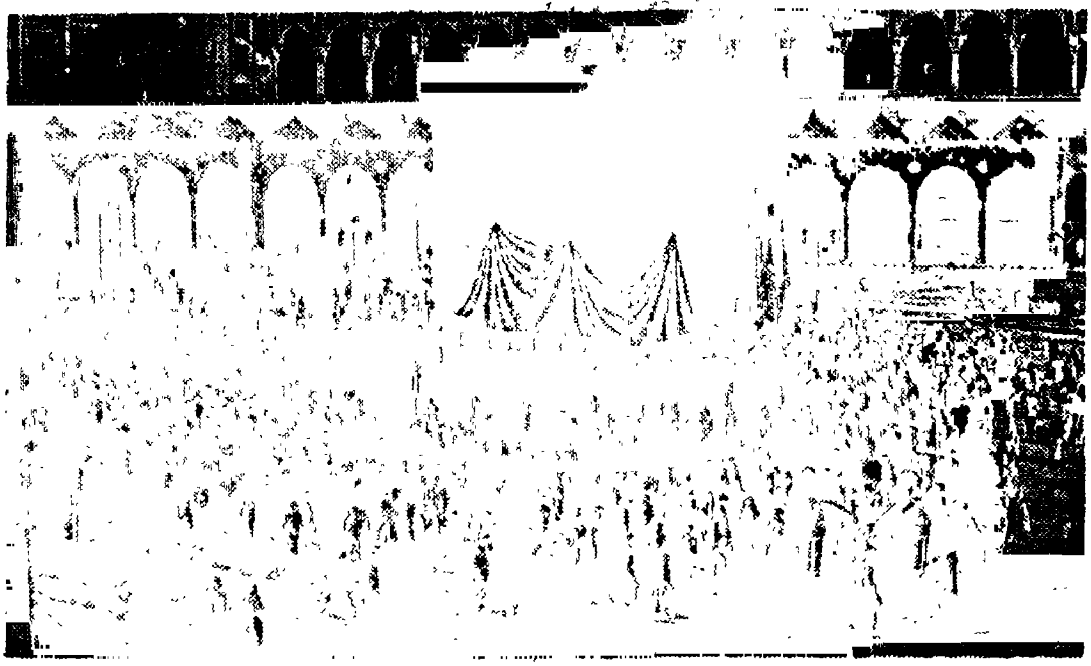
Registered with the Registrar of Newspapers at R. N No 782/57

The DIN DUNIA DELHI

DIN DUNIA [illegible]

Title and P[illegible]


DIN DUNIA DELHI
دین دنیا دہلی
مشرق سے تا بمغرب گونجی اذاں ہماری
رکتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا
Rs.



خانہ کعبہ کے گرد زائرین حرم کا ہجوم



زائرین حرم احرام باندھے ہوئے "بیت اللہ" میں نماز ادا کر رہے ہیں



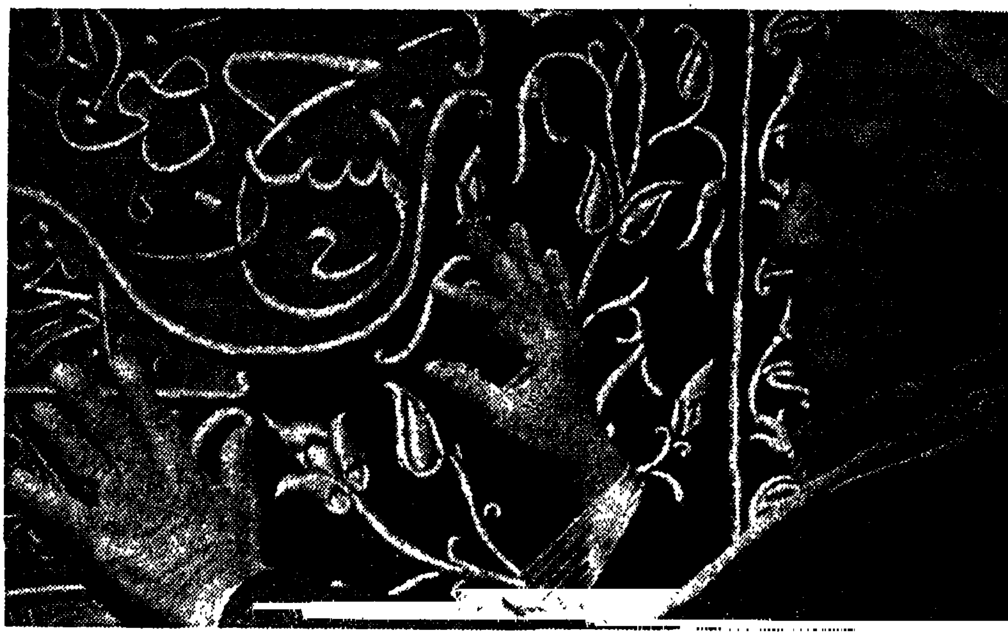
یہ ہے مقدس سنگ اسود ''شاہ خالد'' بوسہ دینے کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں



سعودی عرب کے ولیعہد ''شہزادہ فہد''



شہزادہ فہد کی دعوت‌الالہ میں حاضری



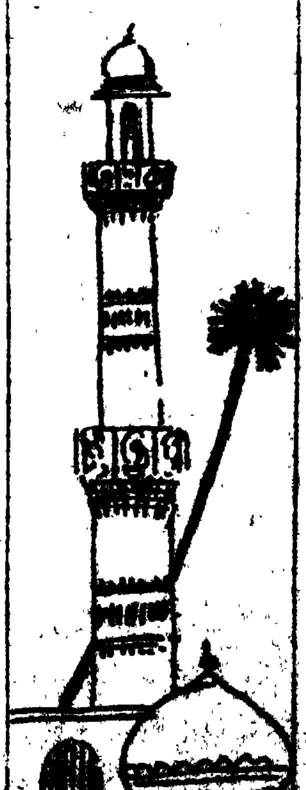
خانہ کعبہ کا غلاف- جو زردوزی کا بے مثال نمونہ ہے

ہندوستان کا ... قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اصلاحی ماہنامہ

ماہنامہ دین دنیا دہلی

(ایڈیٹر۔ شوکت علی فہمی)

جلد ۶۱ — اکتوبر ۱۹۸۱ء — نمبر ۱۰



قیمت فی پرچہ	ترسیل زر کا پتہ	قیمت سالانہ
دو روپے	دفتر ماہنامہ دین دنیا	اکیس روپے
پاکستان ...	دین دنیا ... ... دہلی	...

کچھ دن بعد ۵۸ نابالغ بچوں کی سنت کی گئی ان میں مٹھائی بانٹی گئی اور تحفے دیے گئے۔ جب کوئی ہریجن مسلمان بن جاتا ہے تو اُسے یقین دلایا جاتا ہے کہ وسط ایشیا کے کسی دیش میں اُسے بھجوا دیا جائے گا جہاں سے وہ کافی دولت کما کر اپنے رشتہ داروں کو بھیج سکے گا۔"

(پرتاپ ۱۲ر اگست)

اوپر کی منافرت انگیز تحریروں کو بغور پڑھئے اور اندازہ لگائیے کہ کس طرح ایک طرف تو اُن عرب ممالک کو بدنام کیا جا رہا ہے جن سے کہ ہمارے ملک کے گہرے تعلقات ہی نہیں ہیں بلکہ بے شمار مفادات بھی وابستہ ہیں اور دوسری جانب ہریجن عورتوں کو زبردستی مسلمان بنانے کی فرضی کہانی گھڑ کر مسلمانوں کے خلاف ملک کے اکثریتی طبقہ میں اشتعال پیدا کیا جا رہا ہے۔ اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ پٹنہ جانے والے تین عرب شیخوں کی کہانی بھی ۲۳ر اگست کے شمارہ میں شائع کی گئی ہے۔ جس میں کہ یہ کہا گیا ہے کہ۔ انھوں نے ۲۲ لاکھ روپیہ بظاہر تو پٹنہ کی مسجدوں کے لئے دیا ہے مگر اصل منشا یہی ہے کہ اس روپیہ کو ہریجنوں کے مسلمان بنانے کے کام میں لایا جائے۔ پھر اسی پرتاپ کی ۳ ستمبر کی اشاعت میں "گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے" کے عنوان کے تحت اور ایک ناقابل اعتبار شخص "آنند سمو" کے ہندو دھرم قبول کرنے پر بغلیں بجاتے ہوئے اسلام کے خلاف بھی بری طرح زہر افشانی کی گئی ہے۔

ہم حیران ہیں کہ کھلم کھلا یہ اشتعال انگیزیاں ہو رہی ہیں اور ہماری حکومت آنکھیں بند کئے بیٹھی ہے۔ اشتعال انگیزی کی صرف یہ چند مثالیں ہم نے پیش کی ہیں ورنہ ایک پرتاپ ہی پر کیا موقوف ہے یہاں کی فرقہ پرست جماعتیں اشتعال پھیلانے میں اور بھی آگے ہیں مثلاً "سرودیشک آریہ پرتی ندھی سبھا" کے لیڈر مسٹر راؤ چندر راؤ نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ مینا کشی پورم کے ہریجنوں کو اسلام کی ترغیب دینے کے لئے امام حرم خود مینا کشی پور گئے تھے۔ چنانچہ حیدر آباد کی ایک پریس کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے اور بیرونی سرمایہ کے استعمال کو دہراتے ہوئے انھوں نے کہا ہے۔

"امام حرم جو جماعت اسلامی کے کل ہند اجتماع میں شرکت کیلئے حیدر آباد آنے والے تھے وہ خاموشی کے ساتھ مینا کشی پورم پہنچ گئے تھے۔"

حالانکہ یہ خبر بے بنیاد ہی نہیں ہے بلکہ امام کعبہ کو بدنام کرنے کے لئے گھڑی گئی ہے۔ دروغ بیانی اور فتنہ پردازی کی انتہا ہے۔

پھر اندر اس کی فرقہ پرست جماعت "وشو ہندو پریشد" ہریجنوں کے نام پر ملک میں جو زہر پھیلا رہی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں اس نے تو ایک گمراہ کن رپورٹ بھی شائع کر دی ہے۔ جو سراسر غلط بیانیوں اور اشتعال انگیزی کا مجموعہ ہے۔ جس میں کہ کھلے طور پر ہندوستان کے دوست عرب ممالک اور مسلمانوں پر حملے کئے گئے ہیں اور اس رپورٹ کے ذریعہ ہندوستان کی فرقہ وارانہ فضا کو مکدر کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔

کس قدر عجیب بات ہے کہ اس ملک کے ہریجن لیڈر تو ہریجنوں کے تبدیل مذہب کو کوئی اہمیت نہیں دے رہے ہیں بلکہ وہ ان کے تبدیلی مذہب کا خیر مقدم کر رہے ہیں۔ لیکن غیر ہریجن لیڈر، غیر ہریجن جماعتیں اور غیر ہریجن اخبارات اس واقعہ کو سیاسی رنگ دیکر ہندوستان کی فضا کو مکدر کر رہے ہیں۔ اور ہماری حکومت ہے کہ وہ خاموشی سے بیٹھی ہوئی اس زہر افشانی اور اشتعال انگیزی کو گوارہ کر رہی ہے۔ ہمارا حکومت ہند سے مطالبہ ہے کہ نہ صرف اس اشتعال انگیزی کو بند کیا جائے بلکہ ان کے خلاف قانونی قدم اٹھایا جائے جو ہریجنوں کے معاملہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ملک کی فضا کو مکدر کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

"جنرل ضیا کا نظام اسلام"

آجکل پاکستان میں جنرل ضیا کا بنایا ہوا "نظام اسلام" رائج ہے۔ جنرل ضیا کا دعویٰ ہے کہ اس نئے نظام کے تحت سارے کام اسلامی قوانین کے تحت انجام دیے جا رہے ہیں۔ ملزموں کو سرعام کوڑوں کی سزا دی جا رہی ہے۔ زانیوں کو سنگسار کیا جا رہا ہے لیکن جنرل ضیا کے نظام اسلام کے ہوتے ہوئے بھی وہاں شراب نوشی میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ چنانچہ پاکستان سے شائع ہونے والے روزنامہ اخبار مشرق کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں روزانہ اسی لاکھ روپیہ کی شراب پی جاتی ہے۔ یہ اخبار لکھتا ہے

"ایک محتاط اندازہ کے مطابق پاکستان میں شراب نوشی پر پابندی کے ... اسی لاکھ روپیہ کی شراب روزانہ پی جاتی ہے۔ دیہاتوں میں دیسی شراب کا استعمال عام

" لتبہ کراچی۔ اسلام آباد، لاہور، پشاور، حیدرآباد، ملتان اور لائل پور جیسے شہروں میں مے خوار مقامی اور ولایتی شراب پیتے ہیں۔ پنجاب کے بیشتر سرحدی دیہاتوں اور دور افتادہ علاقوں میں شراب کشید کرنے کی متعدد بھٹیاں قائم ہیں۔ جہاں مقامی شراب ولایتی بوتلوں میں بھر کر پھیلائی کی جاتی ہے "

یعنی جنرل ضیا کے دور میں اگرچہ پاکستان میں نظام اسلام رائج ہے لیکن اس کے باوجود وہاں شراب کی اسقدر ریل پیل ہے کہ جو اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ پھر سرکاری دعوتوں میں بھی جو غیر ملکیوں کو دی جاتی ہیں شراب کا استعمال عام ہے۔ چنانچہ ہر سرکاری دعوت پر ہزاروں روپیہ کی شراب صرف ہو جاتی ہے مگر پھر بھی دعویٰ یہ ہے کہ پاکستان میں نظام اسلام رائج ہے۔ مختصر یہ کہ جنرل ضیا جس " نظام اسلام " کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں کہ انہیں شراب نوشی پر کوئی خاص پابندی نہیں اسی لئے پاکستان میں اسی لاکھ روپیہ یومیہ کی شراب پی جا رہی ہے۔

رات پی زم زم پہ مے اور صبح دم
دھوئے دھبّے جامہ احرام کے

اصل بات یہ ہے کہ پاکستان میں جنرل ضیا کا تیار کردہ جو نظام اسلام رائج ہے اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ پاکستان کے مسلمانوں کو ممنوعات اور حرام اشیا کے استعمال سے روکا جائے بلکہ اس کا بڑا منشا یہ ہے کہ مذہب کے نام پر پاکستانی عوام کو زیادہ سے زیادہ احمق بنایا جائے۔

جنرل ضیا جو نظام اسلام کے سب سے بڑے حامی ہیں ان سے پوچھا جا سکتا ہے کہ جبکہ اسلام ڈکٹیٹر شپ کا سب سے بڑا مخالف ہے اور جمہوریت کا داعی ہے تو آپ ڈکٹیٹری کی کرسی سے اترنے کا نام کیوں نہیں لیتے اور ملک کو اس جمہوریت سے ہمکنار کرنے کا موقعہ کیوں نہیں دیتے جو خلفائے راشدین کا مسلک رہا ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان میں جنرل ضیا کا جاری کردہ نظام اسلام صرف دوسروں کے لئے ہے۔ جنرل ضیا اس سے بے نیاز ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ جنرل ضیا کا تیار کردہ نظام اسلام سرتاپا ایک فراڈ ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو پاکستان میں راگ و رنگ کی محفلیں کبھی کی بند ہو چکی ہوتیں۔ فلم سازی کا دھندہ کبھی کا ختم ہو چکا ہوتا اور پاکستان میں شراب کی ریل پیل ہرگز دکھائی نہ دیتی۔

جمشید پور کے قتل عام کی گونج

سنہ ۱۹۷۹ء کے جمشید پور کے بھیانک فرقہ وارانہ فسادات کے بارے میں جب جتیندر کمیشن کی رپورٹ ہمارے سامنے آئی تو ہمیں اسے دیکھ کر ہندوستان کے مشہور ڈرامہ نگار آغا حشر کشمیری کا یہ شعر یاد آگیا ؎

قریب ہے یارو! روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

چنانچہ اس تحقیقاتی رپورٹ کا ایک ایک لفظ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ جمشید پور میں راشٹریہ سنگھیوں اور جن سنگھیوں کی سازش سے انتہائی بے دردی کے ساتھ مسلمانوں کا خون بہایا گیا ان کے گھروں اور کاروبار کو لوٹا گیا ہے اور جلایا گیا ہے اور وہ سب کچھ کیا گیا ہے جسے درندگی اور بربریت کا بدترین نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ ویسے تو اس درندگی میں حصہ لینے والے نہ جانے کتنے لوگ شامل ہیں لیکن ان میں سرفہرست راشٹریہ سنگھ کے سربراہ بالا صاحب دیورس اور ان کے دست راست شری دینا ناتھ پانڈے کے نام ہیں۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ جمشید پور کے خونیں فساد کا بیج بالا صاحب دیورس نے بویا۔ اور فساد کی آگ ان کے دست راست دینا ناتھ پانڈے نے بھڑکائی کمیشن نے بتایا ہے کہ ۳۱ مارچ کو اور یکم اپریل کو آر۔ ایس۔ ایس کا کیمپ لگایا گیا تھا جس میں کہ یکم اپریل کی شام کو چار بجے بالا صاحب دیورس کی تقریر ہوئی اور اس تقریر کے بعد ہی رام نومی کے تہوار کے موقعہ پر جمشید پور میں خونریزی شروع ہوگی۔

بالا صاحب دیورس کی وہ زہر میں ڈوبی ہوئی تقریر جو اس فساد کے بھڑکانے کا باعث بنی اس میں انہوں نے کہا تھا " ہندوؤں کے لئے یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ وہ اپنے ہی ملک میں آزادی کے ساتھ اپنے جلوس بھی نہیں نکال سکتے۔ جبکہ دن بدن یہاں مسجدوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ ادھر عرب ممالک میں ہندوؤں کو مندر بنانے کی بھی اجازت نہیں دی جاتی " رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ۔

بالا صاحب دیورس نے اپنی تقریر میں اُس روڈ نمبر ۱۴ کا بھی ذکر کیا ہے جو مسلم اکثریت کا علاقہ تھا اور جہاں سے فساد شروع ہوا اس علاقہ پر ہندو فرقہ پرستوں نے دھاوا بولا۔ لوٹ مار کی اور آگ لگائی پھر قتل عام ہوا اور فائرنگ کی گئی۔ کمیشن کی رائے کے مطابق بالا صاحب دیورس کی تقریر نے جلتی پر تیل کا کام کیا ہے اور کٹر فرقہ پرستوں کو جو کہ روڈ نمبر ۱۴ پر جلوس نکالنے پر بضد تھے اپنے موقف کو مستحکم کرنے کا موقع ملا ہے کمیشن کی رائے میں روڈ نمبر ۱۴ سے جلوس نکالنے کے مسئلہ پر ہی فساد شروع ہوا۔ اور بالا صاحب کی تقریر سے ہندو فرقہ پرستوں کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ نیز اس رپورٹ میں اُس بہار ملٹری پولیس کو بھی مورد الزام قرار دیا گیا ہے۔ جو اول سے لیکر آخیر تک شرپسندوں کی معاون بنی رہی تھی۔

یہ رپورٹ شائد دوسروں کے لئے تو چونکا دینے والی ہو۔ لیکن ہمارے نزدیک اس رپورٹ میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ کیونکہ دین دنیا بابت ماہ مئی ۱۹۷۹ء میں ہم نے اب سے دو سال پہلے جمشید پور کے قتل عام پر تبصرہ کرتے ہوئے جن ملزموں کی نشان دہی کی تھی اُن ہی کو کمیشن نے ملزم قرار دیا ہے۔ اور جس بہار ملٹری پولیس کے بارے میں ہم نے لکھا تھا کہ وہ شرپسندوں کے ساتھ مل کر لوٹ مار میں حصہ لے رہی ہے۔ اس کی مجرمانہ حرکتوں کی اس رپورٹ میں بھی تصدیق کردی گئی ہے۔ ہم نے اب سے دو سال قبل مئی ۱۹۷۹ء کے دین دنیا کے شمارے میں لکھا تھا۔

"جمشید پور کا یہ قتل عام دراصل علی گڑھ کے سانحہ کی ایک کڑی ہے جس کے سب سے بڑے محرک راشٹریہ سنگھ کے سربراہ دیورس اور دینا ناتھ پانڈے ہیں اِن ہی کی شہ پر سینکڑوں اقلیتی افراد بے دردی کے ساتھ قتل کئے گئے ہیں۔ ڈیڑھ ہزار کے قریب اقلیتوں کے مکانوں اور دکانوں کو یا تو لوٹ لیا گیا ہے یا جلا کر خاک کر دیا گیا ہے۔ پچاس ہزار سے لیکر اسی ہزار تک اقلیتی افراد بے گھر ہو گئے ہیں۔ جن میں سے چالیس ہزار کیمپوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ ظلم و جبر کی انتہا ہے کہ ایک ایسی بس میں کہ بدنصیب پناہ گزین عورتیں اور بچے سوار تھے اسے روک کر اور پیٹرول چھڑک کر آگ لگا دی گئی۔ پھر بہار ملٹری پولیس جو اقلیتی افراد کی حفاظت کے لئے بلائی گئی تھی وہ فسادیوں سے بھی بڑھ کر اقلیتوں کے لئے مصیبت بن گئی ہے اُس نے گھروں میں گھس گھس کر لوٹ مار قتل اور غارتگری کی ہے" (دین دنیا مئی ۱۹۷۹ء)

یہ یاد رہے کہ جمشید پور کا یہ بھیانک فساد جو دراصل فساد نہیں تھا بلکہ اقلیتی طبقہ کا منصوبہ بند قتل عام تھا۔ جنتا حکومت کے دور میں ہوا تھا۔ اور اس قتل عام میں جن لوگوں نے بھی حصہ لیا تھا انہیں جنتا حکومت کی سرپرستی حاصل تھی۔ ایسی حالت میں جنتا حکومت کے اُن زعما سے بھی باز پرس ضروری ہے جن کے دامن پر بے گناہ مسلمانوں کے خون کے داغ لگے ہوئے خصوصیت کے ساتھ اُس زمانہ کے بہار کے وزیر اعلیٰ کرپوری ٹھاکر ہمارے نزدیک اُسی طرح گنا ہگار ہیں جس طرح کہ کمیشن نے شری دیورس اور دینش پانڈے کو گنہگار قرار دیا ہے

جتیندر کمیشن کی اس رپورٹ کے بعد حکومت بہار کے لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ کسی تاخیر کے بغیر اُن تمام ملزموں کو گرفتار کرے جو جمشید پور کے سینکڑوں بے گناہوں کے قتل کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور اُن کو وہی سزا دی جائے جو قاتلوں اور خونیوں کو دی جاتی ہے اور ساتھ ہی اُس بہار ملٹری پولیس کے خلاف بھی قدم اٹھایا جائے جو فسادیوں سے بھی زیادہ جمشید پور میں لوٹ مار اور غارتگری میں حصہ لیتی رہی ہے۔ اور اگر یہ سب کچھ نہیں ہوتا ہے تو جمشید پور کے بارے میں یہ پوری رپورٹ ردی کا پشتارہ بن کر رہ جاتی ہے

خمینی کا تازہ "اسلامی کارنامہ"

ایران کے اسلامی انقلاب کے بانی علامہ خمینی کے ہاتھوں ایران میں اسلام کی جو مٹی پلید ہو رہی ہے اس سے تو اب سب ہی واقف ہو چکے ہیں۔ لیکن ان کا ایک تازہ اسلامی کارنامہ سن کر تو شائد مسلمان حیران رہ جائیں گے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس تازہ کارنامہ کو بیان کرنے سے پہلے بخاری شریف کی ایک حدیث درج کر دیں تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں اس نام نہاد ملا کے کردار کا خود ہی مسلمان جائزہ لے سکیں بخاری شریف کی صحیح حدیث ہے

"حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور ہم لوگ بھی کھڑے ہو گئے۔ ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو ایک یہودی کا جنازہ تھا۔ آپ نے فرمایا جب جنازہ دیکھو کھڑے ہو جایا کرو خواہ وہ مسلمان کا ہو یا غیر مسلم کا"

یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے۔ اور نام نہاد علامہ خمینی کا عمل یہ ہے کہ اُنھوں نے پچھلے دنوں اپنے چند پٹھو قاہرہ بھیجے تاکہ وہ مرحوم شاہ ایران کی قبر کھود کر اُن کی لاش کو ایران لے آئیں۔ اور شاہ کی لاش کی ایران لا کر بری طرح بے حرمتی کی جائے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ حضور اکرم کا حکم تو یہ ہے کہ غیر مسلم کے جنازہ کا بھی احترام کرو۔ اور ان نام نہاد ملاؤں کا کردار یہ ہے کہ یہ قبروں سے بھی مسلمانوں کی لاشیں نکلوا کر اُن کی بے حرمتی کرنا کوئی گناہ نہیں خیال کرتے

علامہ خمینی کی اِس مذموم حرکت کا انکشاف حال ہی میں قاہرہ نیوز ایجنسی نے کیا ہے۔ نیوز ایجنسی کی اطلاع کے مطابق بتاریخ ۳ جولائی جمعہ کی رات میں چند مسلح نقاب پوش قاہرہ کی الرفاعی مسجد کے اُس حصہ میں داخل ہوئے جہاں مرحوم شاہ ایران دفن ہیں اور قبر کھودنی شروع کر دی لیکن مسلح محافظ کی آنکھ کھل گئی اور اُس نے اپنے دوسرے محافظ ساتھیوں کو آواز دی تو قبر کھودنے والے نقاب پوشوں نے مسجد کے محافظوں پر گولی چلا دی۔ لیکن جب محافظوں نے بھی جوابی فائرنگ کی تو نقاب پوش فرار ہو گئے۔ محافظوں نے قریب جا کر دیکھا تو شاہ کی قبر کا کافی حصہ کھودا جا چکا تھا۔ دوسرے دن شاہ کی قبر کی مرمت کرا دی گئی اور حفاظت کیلئے ۲۴ گھنٹے کا پہرا لگا دیا گیا۔

سب ہی کو معلوم ہے کہ جب مرحوم شاہ ایران نیویارک کے ایک اسپتال میں بستر مرگ پر پڑے ہوئے تھے تو اِن ہی علامہ خمینی کے دست راست آیت اللہ خلق علی نے امریکہ میں آباد ایرانیوں کو پیغام بھیجا تھا کہ وہ اسپتال میں گھس جائیں اور شاہ کو بستر مرگ سے گھسیٹ کر اُس کا گلا گھونٹ دیں۔ اور اب جبکہ شاہ ایران غریب الوطنی میں بیکسی کی موت مر چکے ہیں تو ایران کے یہ نام نہاد ملا اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ اُن کی لاش تک کو قبر سے نکلوا لیں اور اُسکی لاش کی بے حرمتی کر کے اپنی انتقام کی آگ کو بجھائیں

اس تازہ سانحہ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ علامہ خمینی اور اُن کے ساتھی ملاؤں کا کردار قاتل حسین شمر سے بھی زیادہ پست ہے اور اِن کے ہاتھوں نہ صرف سیکڑوں ایرانی قائدین کا خون روزانہ بہہ رہا ہے بلکہ ان کی وجہ سے ساری دنیا میں اسلام بری طرح رسوا ہو رہا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ خدا ایران کو جلد اسلام کو بدنام کرنے والے ان ملاؤں سے نجات دلائے۔

"آزاد خالصتان" کے کرنسی نوٹ

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سکھوں کا ایک انتہا پسند طبقہ یہ تصور قائم کئے ہوئے ہے کہ سکھوں کی آزاد خالصتان کی حکومت قائم ہو چکی ہے۔ اِسی لئے یہ بار بار اعلان کر رہے ہیں کہ "سکھ ایک جداگانہ قوم ہے جس کا کہ اِس ملک کے دوسرے باشندوں سے کوئی تعلق نہیں" چنانچہ آزاد خالصتان کا پاسپورٹ تیار ہو چکا ہے۔ جس کی تصاویر ہندوستان کے تقریبًا سب ہی اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں۔ اور خالصتان کے حامیوں کا تازہ اقدام یہ ہے کہ اب اُنھوں نے "ریپبلک آف خالصتان" کے کرنسی نوٹ بھی جاری کر دئے ہیں۔ یہ نوٹ پانچ ڈالر کی مالیت کے ہیں اِن کے ایک طرف تو دربار صاحب کی اور دوسری طرف مہاراجہ رنجیت سنگھ کی تصویر ہے۔ ان پانچ ڈالر کے جاری کردہ کرنسی نوٹوں پر "ریزرو بینک آف خالصتان" کے خانہ ساز گورنر شری سرجان سنگھ کے دستخط ہیں اور ان نوٹوں پر رومن اور گورمکھی حروف میں پانچ ڈالر اور ریپبلک آف خالصتان درج ہے۔

اِن حقائق سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خالصتان کا فتنہ کس حد تک بڑھ چکا ہے۔ اور جس سرعت سے یہ پھیلتا چلا جا رہا ہے اُسے دیکھتے ہوئے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ آگے چل کر ہمارے ملک کے لئے کس قدر خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ چیز بڑی ہی تشویشناک ہے کہ ہمارے ملک میں ایسے عناصر تیزی کے ساتھ اُبھر رہے ہیں جو ہمارے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہتے ہیں۔ یہ بات یاد رہے کہ سکھوں کی علیحدگی پسندی کی یہ تحریک کوئی نئی نہیں ہے بلکہ پاکستان بننے کے وقت بھی اُنھوں نے اپنی علیحدگی کا سودا مسٹر محمد علی جناح سے کرنا چاہا تھا۔ جو نہ ہو سکا تھا

اِس کے علاوہ خالصتان کے خود ساختہ صدر ڈاکٹر جگجیت سنگھ اور بعض دوسرے سرپھرے اکالیوں نے آج سے دس بارہ سال قبل۔ لندن، واشنگٹن اور پاکستان سے آزاد خالصتان کی تحریک ہمارے بعض دشمن ممالک کے اشارہ پر جاری کی تھی۔ جسے پاکستان کی پوری پوری حمایت حاصل تھی۔ چنانچہ ۱۹۷۱ء کی ہند اور پاکستان کی جنگ کے دوران بی بی سی لندن اور ریڈیو پاکستان سے ان ہی

ڈاکٹر جگجیت سنگھ نے ہندوستان کے خلاف اور پاکستان کے حق میں درجنوں غدارانہ تقریریں کی تھیں۔

ہماری بدقسمتی سے پنجابی زبان کے نام پر پنجاب کی تقسیم ہونے سے خالصتان کی اس تحریک کو بڑی مدد ملی ہے۔ پنجاب کی تقسیم کے بعد چونکہ پنجاب میں سکھوں کا غلبہ بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ اس لئے اس تقسیم سے نام نہاد خالصتان کے تصور کو کافی تقویت پہنچی ہے اور اس تحریک کو چلانے والے پنجاب اور اسکے ملحقہ علاقوں کو خالصتان بنانے کا خواب دیکھنے لگے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے علیحدہ قوم ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ پاسپورٹ تیار کر لیا ہے اور خالصتان کے کرنسی نوٹ بھی چھاپ کر جاری کر دئے ہیں۔

اُدھر ہماری حکومت کی حالت یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہوتا رہا اور وہ خاموشی کے ساتھ بیٹھی سب کچھ دیکھتی رہی۔ اور اب جبکہ پانی سر سے اوپر گزر چکا ہے تو ہماری حکومت کو ہوش آیا ہے۔ چنانچہ معلوم ہوا ہے کہ وزارت داخلہ کی طرف سے پنجاب گورنمنٹ کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ انتہا پسند اکالیوں کی قابل اعتراض سرگرمیوں کا سنجیدگی سے مقابلہ کرے اور خالصتان کا نعرہ لگانے والے اکالیوں کے خلاف مناسب کاروائی کی جائے۔

اُدھر غیر ممالک میں خالصتان کے حامیوں کی سرگرمیاں پورے زور شور کے ساتھ جاری ہیں۔ چنانچہ معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر جگجیت سنگھ کی قیادت میں خالصتان کے حامی برطانیہ امریکہ کناڈا اور مغربی جرمنی میں خالصتان کے قیام کے لئے زیادہ سے زیادہ فنڈ جمع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ ایک امریکی شہری گنگا سنگھ ڈھلوں اس تحریک میں پیش پیش ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے امریکہ کی وزارت خارجہ اور پاکستان کے ڈکٹیٹر جنرل ضیا سے گہرا رابطہ قائم کر رکھا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ پاکستان گورنمنٹ نے ننکانہ صاحب میں ایک شاندار بنگلہ مستقل طور پر گنگا سنگھ کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ تاکہ وہ یہاں بیٹھ کر خالصتان کے فتنہ کو آگے بڑھا سکے۔

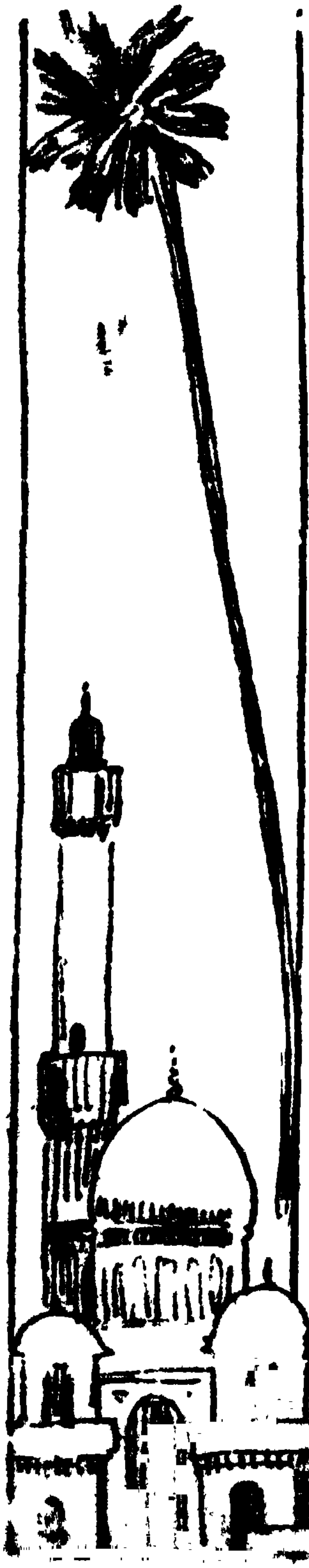
خالصتان قائم ہو یا نہ ہو لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سکھوں کے انتہا پسند طبقہ نے ہمارے ملک کے لئے ایک نئی الجھن کھڑی کر دی ہے۔ اور وہ یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ کہا کہ انھوں نے اپنے ہی وطن کے خلاف غیر ملکیوں سے مل کر سازشیں شروع کر دی ہیں۔ اب دیکھنا ہے کہ ہماری حکومت اس فتنہ کو کس طرح دباتی ہے۔

عربوں اور مسلمانوں کے خلاف ایک پوسٹر

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہریجنوں کے تبدیلی مذہب کے معاملہ کی بنا پر یہاں کے ایک کٹر فرقہ پرست طبقہ کا دماغی توازن بالکل ہی بگڑ چکا ہے۔ چنانچہ جن سنگھ کے پرانے لیڈر بلراج مدھوک ہریجنوں کے تبدیلی مذہب کی لہر کو روکنے کا واحد ذریعہ یہ بتا رہے ہیں کہ۔ "بھارت کو ہندو راشٹر قرار دے دیا جائے" اسکے علاوہ ہریجنوں کے تبدیلی مذہب کے سلسلہ میں شرارت آمیز پوسٹروں کے ذریعہ ایک طرف عربوں کو ملعون کیا جا رہا ہے اور دوسری جانب مسلمانان ہند کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ فوراً ہندوستان سے نکل جائیں چنانچہ معاصر روزنامہ الجمعیۃ نے ان خرافات انگیز پوسٹروں کی جو عبارت شائع کی ہے وہ یہ ہے۔

"عرب کے دلالو! واپس جاؤ۔ دھرم پریورتن بھی
راشٹر پریورتن ہے۔ مسلمانو! بھارت چھوڑ دو
اس دیش میں رہنا ہوگا تو بندے ماترم بھی کہنا ہوگا"

یہ شر انگیز پوسٹر اردو، ہندی اور انگریزی زبانوں میں دہلی کی دیواروں پر چسپاں دیکھا گیا ہے۔ جہاں تک اس ملک کے مسلمانوں کا تعلق ہے وہ تو اس قسم کی دھمکیوں اور شر انگیزیوں کے عادی ہو چکے ہیں۔ اس لئے وہ اس قسم کی خرافات کو ذرہ برابر بھی اہمیت نہیں دیتے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے آخر اس معاملہ میں خواہ مخواہ عربوں کو جو گھسیٹا جا رہا ہے وہ کہاں تک درست ہے۔ ان شر پسندوں سے ہم پوچھتے ہیں کہ انھوں نے عرب ممالک کے خلاف جو یورش برپا کر رکھی ہے۔ اس سے برافروختہ ہو کر اگر ان لاکھوں ہندوستانیوں کو عرب ممالک سے نکال دیا گیا جو وہاں گرانقدر تنخواہیں حاصل کر رہے ہیں تو ان کا کیا حشر ہوگا۔ یہ یاد رہے کہ اس وقت ۲۵ لاکھ ہندوستانی عرب ممالک میں برسر روزگار ہیں جن میں سے ۲۰ لاکھ کے قریب ہندو ہیں جو لاکھوں روپیہ سالانہ کما رہے ہیں۔



نغمۂ حق سنا دو

(از ڈاکٹر نظام الدین نظام)

نئے ساز پر نغمۂ حق سنا دو　　بڑھو جبر و نخوت کی دیوار ڈھا دو
زمانہ کی مغرور گردن جھکا دو　　صداقت سے ظلمت کا پردہ اٹھا دو

اٹھو وقت نے تم کو آواز دی ہے
سنبھل جاؤ فطرت نے انگڑائی لی ہے

کرو اپنے بازو میں پیدا وہ طاقت　　مٹا دے جہاں سے جو شر اور بدعت
سکھاؤ جہاں کو وہ آئینِ حکمت　　کرے خاک جو خود پرستی کی لعنت

اٹھو ذرّہ ذرّہ کو سورج بنا دو
بڑھو فتنہ و شر کی ظلمت مٹا دو

کرو بڑھ کے یوں علم آفاق حاصل　　قدم چومنے کو بڑھے آپ منزل
بنے موج طوفاں بھی دامان ساحل　　بس آئینِ فطرت کے بن جاؤ عامل

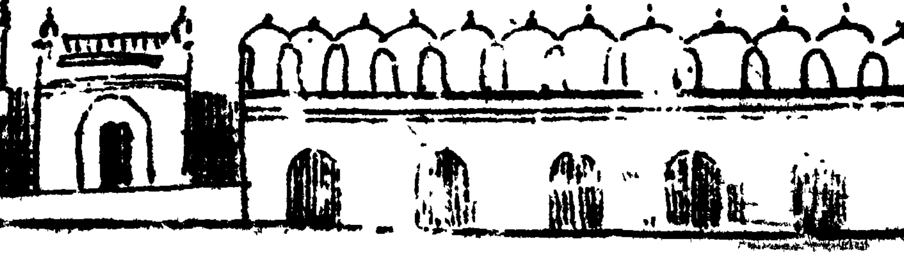
قدم یوں بڑھاتے چلو فاتحانہ
کہ قدموں سے تھرا اُٹھے کل زمانہ

جو جینا ہے تمکو تو مرنا بھی سیکھو　　رہِ پرخطر سے گزرنا بھی سیکھو
زمانہ میں کچھ کام کرنا بھی سیکھو　　مہ و مہر بن کر ابھرنا بھی سیکھو

زمانہ کے سانچے میں ڈھلنا بھی ہوگا
نہیں آج تو کل بدلنا ہی ہوگا

رواجوں کے فرسودہ بندھن کو توڑو　　توہم کے بے روح مسکن کو چھوڑو
کرو شرم! باطل سے رشتہ نہ جوڑو　　حقائق سے ہرگز نہ منہ اپنا موڑو

نہ مردہ عقائد کا ڈھونڈو سہارا
گریبانِ باطل کرو پارہ پارہ



گل و خار

(از جناب واحد پریمی)

زخم، زیبِ جگر بھی ہوتے ہیں — خار گلہائے تر بھی ہوتے ہیں
کیوں حقارت سے دیکھتے ہو ہمیں — سنگ ریزے، گہر بھی ہوتے ہیں
چوٹ کھا کر ہی ہوش آتا ہے — راہزن، راہبر بھی ہوتے ہیں
اپنا دامن تو بھر رہے ہو مگر — پھول مثلِ شرر بھی ہوتے ہیں
جنبشِ پلکوں سے سجدہ ہوتا ہے — ایسے کچھ سنگِ در بھی ہوتے ہیں

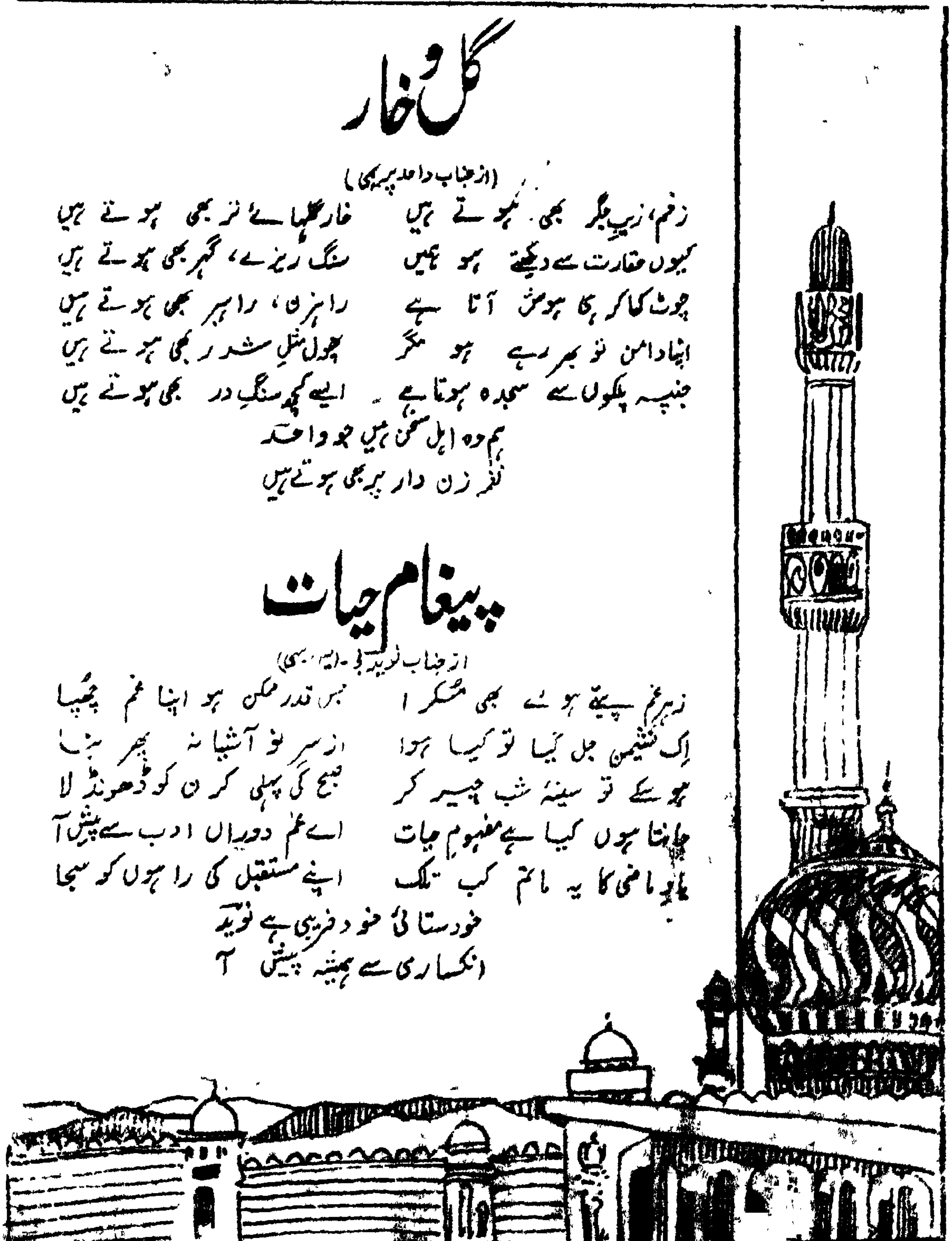
ہم وہ اہلِ سخن ہیں جو واحد
نغمہ زن دار پر بھی ہوتے ہیں

پیغامِ حیات

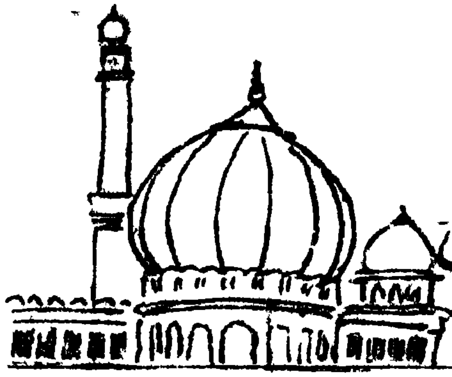
(از جناب نوید بی۔ایس۔سی)

زہرِ غم پیتے ہوئے بھی مسکرا — جس قدر ممکن ہو اپنا غم چھپا
اک نشیمن جل گیا تو کیا ہوا — از سرِ نو آشیانہ پھر بنا
ہو سکے تو سینۂ شب چیر کر — صبح کی پہلی کرن کو ڈھونڈ لا
جانتا ہوں کیا ہے مفہومِ حیات — اے غمِ دوراں ادب سے پیش آ
یادِ ماضی کا یہ ماتم کب تلک — اپنے مستقبل کی راہوں کو سجا

خودستائی خود فریبی ہے نوید
انکساری سے ہمیشہ پیش آ



گذشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

پندرہواں پارہ ۔ سبحان الذی سورۂ بنی اسرائیل

(از ادارہ دین دنیا)

دین دنیا کی زیر نظر اشاعت میں ہم قرآن پاک کے پندرہویں پارے کی تعلیمات کی تیسری قسط پیش کر رہے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک طرف تو اپنے بندوں کو والدین کی خدمت اور اطاعت کی ہدایت فرمائی ہے ۔ اور دوسری جانب مفلسی اور تنگدستی کے خوف سے اولاد کے قتل سے بندوں کو اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے ۔

والدین کی خدمت اور ادب کرو

وقضیٰ ربک .... کما ربیٰنی صغیرا ۵

ترجمہ ۔ اور تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو ۔ اور تم اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ ۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بوڑھے ہو جائیں تو انہیں کبھی اُف تک نہ کرنا اور نہ جھڑکنا ۔ اور اُن کے روبرو ادب سے بات کرنا اور اُن کے سامنے انکساری اور مہربانی سے جھکے رہنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے رب اِن دونوں پر رحم فرما جیسا کہ ان دونوں نے جب میں چھوٹا تھا مجھے پالا تھا اور پرورش کیا تھا ۔ (اور مجھ پر رحم کیا تھا)

تشریح :۔ تمہارے پروردگار کی جانب سے تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ خدا کے سوا کبھی کسی کی عبادت اور پرستش نہ کرنا ۔ اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ ہمیشہ حسنِ سلوک سے پیش آنا اور اُن کی خدمت کرنا ۔ اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو اُن کی پوری پوری دلداری کرنا ۔ کبھی بھول کر بھی اُن سے اُف نہ کرنا اور انہیں کسی بات پر نہ جھڑکنا ۔ ہمیشہ اُن کے روبرو ادب سے بات کرنا ۔ اور تمہیں چاہیے کہ اُن کے سامنے ہمیشہ انکساری اور مہربانی کے ساتھ دست بستہ رہو ۔ اور اُن کے لئے یوں دعا کرو کہ اے پروردگار اِن دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انھوں نے رحم فرما کر مجھے بچپن میں پالا اور پرورش کیا ہے ۔

اس آیت کی تشریح فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اللہ کی خوشنودی کا دارومدار ماں باپ کی خوشنودی پر ہے اور اللہ کی ناراضی ماں باپ کی ناراضی میں ہے" اس کے بعد حضور نے فرمایا "اُس شخص کی پیشانی خاک آلود ہو جس نے اپنے ماں باپ کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر اُن کی [illegible] کر کے جنت میں داخل نہ ہو سکا ۔

مستحقین کی مدد کرو فضول خرچی سے بچو

ربکم اعلم .... خبیرا بصیرا ۵

ترجمہ :۔ تمہارے دلوں میں جو کچھ بھی ہے اُسے تمہارا رب خوب جانتا ہے ۔ اگر تم نیک ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کو بخش دیتا ہے ۔ (تمہیں چاہیے کہ) رشتہ داروں کو اُن کا حق دو ۔ محتاج اور مسافر کو بھی (مدد دو) مگر فضول خرچ نہ بنو ۔ فضول خرچ بلاشبہ شیطان کے بھائی ہیں ۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے ۔ اور اپنے رب کی طرف سے جس رزق کے آنے کی تمہیں امید ہے اگر اُس کے انتظار میں تمہیں اُن کی (امداد کی) جانب سے پہلو تہی کرنی پڑے تو انہیں نرمی سے جواب دے دو (جھڑکنا نہیں) اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھنا ۔ اور نہ بالکل اُسے کھول ہی دینا ۔ کہ (اسکے بعد

بیٹھے ہو بیٹھا رہا کرو۔ اور لوگوں کی ملامت کا نشانہ بنو۔ تمہارا رب جسکو چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے۔ اور جس کے لئے چاہے تنگی پیدا کر دیتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا اور پہچانتا ہے۔

تشریح:۔ اے لوگو! تمہارا رب تمہارے دلوں کے حال سے خوب واقف ہے۔ یعنی اُسے اچھی طرح معلوم ہے کہ تم میں سے کون نیک کام کرتا ہے۔ اور کون نیکی سے انحراف کرتا ہے۔ اگر تم نیک بخت اور سعادت مند ہو تو۔ جو کوتاہیاں تم سے ہوئی ہیں اُن پر نادم بھی ہو اور اللہ کے سامنے ان کوتاہیوں پر توبہ بھی کر لو تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ توبہ کرنے والوں کی خطائیں معاف کر دیتا ہے۔

تمہیں چاہیئے کہ رشتہ داروں اور قرابت داروں کا اپنے مال میں سے حق ادا کرو۔ اس کے علاوہ محتاجوں اور مسافروں کی بھی حتی المقدور ضرور امداد کرو لیکن ہمیشہ فضول خرچی سے پرہیز کرو۔ کیونکہ فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

اگر ایسا ہو کہ تمہیں اپنے رب کی جانب سے فضل و کرم اور آمدنی کی امید ہو مگر تمہارے ہاتھ میں پیسہ نہ ہو اور تمہیں مستحقین کی مالی امداد سے مجبوراً پہلو تہی کرنی پڑے تو ایسی حالت میں اُنہیں نرمی کے ساتھ بات سمجھا دو یعنی اُنہیں سختی کے ساتھ جواب نہ دو لیکن پھر بھی تمہیں چاہیئے کہ نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی میں باندھ لو اور نہ بالکل ہی کھول دو۔ یعنی نہ تو بالکل بخیل ہی بن جاؤ اور نہ اتنی سخاوت دکھاؤ کہ جس کے نتائج خطرناک ثابت ہوں۔ اور جن پر تمہاری جگ ہنسائی ہو۔

اور سنے بھی! بیشک تمہارا پروردگار جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے۔ اور جس کے لئے وہ چاہتا ہے تنگی پیدا کر دیتا ہے کیونکہ وہ بلاشبہ اپنے بندوں کے حالات اور اُن کی مصلحتوں سے خوب واقف ہے وہ سب کچھ جانتا ہے اور دیکھتا ہے۔

ان چند آیات کا سبب نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک [illegible] اپنی [illegible] آنحضرتؐ [illegible] سوال کیا حضور [illegible] اُس وقت [illegible] جسم پر کوئی دوسرا کرتہ نہیں تو [illegible]

انکار نہیں کیا گھر میں داخل ہوئے اور اپنے بدن پر سے قمیص اتار کر لڑکی کو دیدی۔ تھوڑی دیر بعد حضرت بلال رضؓ نے آذان دی اور نماز کے لئے آپ کا انتظار کیا۔ جب آپ تشریف نہیں لائے تو چند صحابہ آپ کی خدمت میں حال معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضور ننگے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی ہے جس میں کہ ہدایت کی گئی ہے کہ سخاوت میں بھی میانہ روی اختیار کرنی چاہئے۔

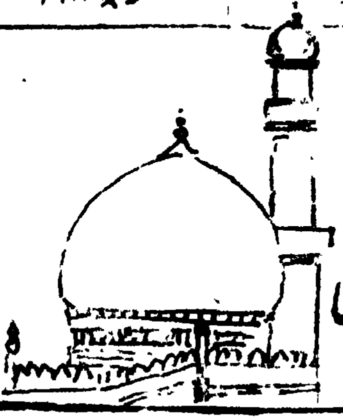
اولاد کو قتل نہ کرو زنا سے بچو

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ .... خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۵

ترجمہ:۔ افلاس کے اندیشہ کی بنا پر اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ہم انہیں اور تمہیں دونوں کو رزق دیتے ہیں۔ اُن کا قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ بڑی بے حیائی اور بدی کی راہ ہے۔ اور جس جان کا لینا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اُس کی جان نہ لو مگر ماں حق کے لئے (ایسا کر سکتے ہو) اور جو شخص ظلم سے قتل کیا گیا ہے تو ہم نے اُس کے وارث کو (قصاص کا) اختیار دیا ہے۔ مگر اسے بھی چاہیئے کہ وہ قتل کے معاملہ میں زیادتی نہ کرے مگر وہ شخص طرفداری کے قابل ہے۔ اور یتیم کے مال کے نزدیک بھی نہ جاؤ مگر اس طریقہ سے جو مستحق ہو۔ یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ جائے۔ اور عہد کو پورا کیا کرو کیونکہ عہد کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ اور جب ناپو تو پورا پیمانہ بھرو اور صحیح ترازو سے تولو۔ یہی طریقہ بہتر ہے۔ اور اس کا انجام بھی بہت اچھا ہے۔

تشریح:۔ کفار عرب اپنی لڑکیوں کو اس خیال سے زندہ دفن کر دیتے تھے کہ اُن کے کھانے کیلئے اور شادی کے لئے کہاں سے آئے گا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مفلسی اور محتاجی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ہم جس طرح تمہیں رزق دیتے ہیں۔ اُسی طرح تمہاری اولاد کو بھی رزق عطا کیا جاتا ہے۔ اس قسم کا قتل بہت بڑا گناہ ہے۔ اور یہی حکم افلاس کے خوف سے حمل کے گرانے کے معاملہ میں بھی ہے۔ کیونکہ یہ بھی بمنزلہ قتل کے ہے۔

پھر ارشاد باری ہوتا ہے کہ اے لوگو (باقی صفحہ ۲۹ پر)



تعلیم الحدیث مسلسل

پاکبازانہ زندگی مسلمان کیلئے ضروری نیک کاموں سے دنیا بھی سدھرتی ہے اور عاقبت بھی

(از شوکت علی فہمی)

ذیل میں مستند احادیث کی کتب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات درج کیے جارہے ہیں جن کے ذریعہ مسلمانوں کو صاف ستھری اور پاکبازانہ زندگی گزارنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

اسلام کے ظہور کا ایک منشا یہ بھی ہے کہ وہ نیک اور پاکباز بندوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کرنا چاہتا ہے جن کا کردار دنیا کے دوسرے لوگوں کے لئے ایک نمونہ اور مثال ثابت ہو اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ حتی المقدور پاکبازانہ زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔

"حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی سیاہ رنگ یا سرخ و سفید رنگ کی وجہ سے ممتاز نہیں ہے بلکہ ان میں سے ہر ایک میں تقویٰ ہونا بھی ضروری ہے۔" (مشکوۃ)

یعنی وہ انسان قابل قدر نہیں ہے جس کا کہ رنگ و روپ بہت عمدہ ہو بلکہ وہ قابلِ قدر ہے جس کا مسلک تقویٰ اور پرہیزگاری ہے پھر حضور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ نیک کاموں سے عمر میں بھی ترقی ہوتی ہے چنانچہ اس سلسلہ میں حدیث ہے۔

"حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ" تقدیر الٰہی کو کوئی چیز نہیں بدل سکتی مگر دعا۔ اور عمر کو کوئی چیز نہیں بڑھا سکتی مگر نیکی سے عمر بڑھتی ہے۔" (مشکوۃ)

یعنی پاکبازی میں اتنی قدرت اور طاقت ہے کہ وہ تقدیر کو بھی بدل دیتی ہے۔ اور نیکی ہی دنیا میں ایک ایسی چیز ہے جو اللہ کو پسند ہے اور اس سے لوگوں کی عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ہمیشہ حرام چیزوں سے پرہیز کریں اور اس بارے میں حدیث ہے۔

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے نصیحت کی کہ اُن چیزوں سے اپنے آپ کو بچا جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ اگر تو اُن سے بچے گا تو تیرا شمار بہترین عبادت گزار لوگوں میں ہوگا۔ اور جو چیز اللہ نے تیری قسمت میں لکھ دی ہے اُس پر راضی رہ۔ اگر تو ایسا کریگا تو دنیا کے غنی ترین لوگوں میں تیرا شمار ہوگا۔ اور اپنے ہمسایہ سے اچھا سلوک کر اگر تو ایسا کرے گا تو مومن کامل شمار ہوگا۔ اور جو چیز کہ اپنے لئے پسند کرتا ہے وہ تو دوسروں کے لئے بھی پسند کر تاکہ مومن کامل شمار کیا جائے۔" (ترمذی)

نیک کاموں کی ہدایت مسلمانوں کو اسلئے بھی کی گئی ہے تاکہ وہ عاقبت کی باز پرس کے بعد نادم اور شرمندہ نہ ہوں۔ چنانچہ "حضرت عبداللہ بن عمر رضہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن بندہ سے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کے متعلق جو پہلا سوال کیا جائے گا وہ یہ ہوگا کہ کیا ہم نے تجھے صحت نہیں عطا کی تھی (مشکوۃ) مطلب یہ ہے کہ اس صحت سے تو نے کون کون سے نیک کام کئے ہیں۔ یا اسے بے مقصد باتوں میں ہی ضائع کردیا اسی سلسلہ میں ایک دوسری حدیث بھی ہے۔

"حضرت عبداللہ ابن مسعود رضہ سے روایت ہے کہ فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن آدمی کے قدم اُس وقت تک جنبش میں نہیں آسکیں گے جب تک کہ اُس سے یہ دریافت نہ کیا جائے گا کہ اپنی عمر کو اس نے کس کام میں صرف کیا اپنی جوانی کو کس طریقہ پہ بسر کیا۔ مال کس طرح کمایا۔ اور خرچ کس طرح کیا۔ اور جو علم حاصل کیا تھا اُس پر عمل کیا یا نہیں۔" (ترمذی) یعنی روز قیامت ہر انسان سے اُسکی پوری زندگی کے بارے میں بازپرس کی جائے گی۔ اگر وہ دنیا کا ہو کر رہ گیا ہے تو اُسے بڑی ندامت ہوگی۔ کیونکہ حضور اکرم کے نزدیک یہ دنیا اور اُس کا عیش و آرام بے حقیقت ہے چنانچہ دنیا اور دنیا کے سامان عیش کے بارے میں ایک حدیث ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص دریا میں انگلی ڈالے اور پھر دیکھے کہ انگلی کیا چیز لے کر واپس آئی ہے۔" (مسلم)

حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے ایک مردہ بچے کے قریب سے گزرے حضور نے اُسے دیکھ کر صحابہ سے فرمایا۔ کہ کیا تم میں سے کوئی شخص اس مردہ بچہ کو ایک درہم میں خریدنا پسند کرے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اسے کوڑی کے بدلے لینا نہیں چاہتے۔ حضور نے فرمایا قسم ہے اللہ رب ... کی یہ دنیا حق تعالیٰ کے نزدیک اس مردہ بچہ سے بھی زیادہ حقیر ہے۔" (مسلم)

حضرت انس بن مالک رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ "تو کرو دنیا چیز عام پونجی ہے ... نیک اور بد دونوں ہی کھاتے ہیں اور آخرت ایک سچا وعدہ ہے۔ جس میں سے عادل حکمران اور نیک لوگوں کا حصہ ہے۔" (مشکوٰۃ)

گناہ اور بے راہ روی سے اسلئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باز رہنے کی ہدایت فرمائی ہے کیونکہ گناہ کی زیادتی قوموں اور افراد کی تباہی کا باعث بن جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "لوگ اُس وقت تک ہلاک نہیں ہوں گے جب تک کہ اُن میں گناہ کی زیادتی نہ ہو جائے گی۔" (ابوداؤد)

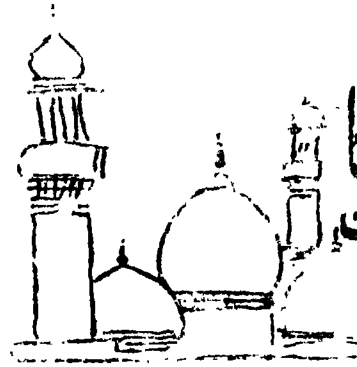
اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کسی قوم کو اُس کے بعض آدمیوں کے گناہوں کے باعث عذاب میں مبتلا نہیں کرتا جب تک کہ قوم کے بیشتر آدمی اس امر کو نہ دیکھ لیں کہ اُن کے درمیان خلاف شرع امور کا ارتکاب ہو رہا ہے اور باوجودیکہ وہ اُس کے روکنے پر قادر ہوں پھر بھی نہ روکیں اور جب یہ خاموشی اور غفلت کثرت سے لوگوں میں بڑھ جاتی ہے تو حق سبحانہٗ تعالیٰ خاص و عام سب ہی کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔" (مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے، کہ وہ نیکی اور پاکبازی کی زندگی اختیار کریں اور اللہ کے سوا کسی پہ بھروسہ نہ کریں چنانچہ ایک حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اونٹنی پر سوار تھا کہ حضور نے فرمایا ــــ اللہ کے احکام اور امر و نہی کا خیال رکھ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی حفاظت میں رکھے گا۔ اور جب تو سوال کا ارادہ کرے تو صرف اللہ سے سوال کر۔ اور جب تو مدد چاہے تو اللہ سے مدد چاہ۔ اور یہ بات یاد رکھ کہ اگر ساری مخلوق جمع ہو کر تجھے کچھ نفع پہنچانا چاہے تو ہرگز تجھے نفع نہ پہنچا سکے گی۔ مگر صرف اتنا جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے۔" (ترمذی)

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "اگر تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو تو ایسا بھروسہ جیسا کہ بھروسہ کرنے کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح رزق دے گا۔ جس طرح کہ پرندوں کو رزق دیتا ہے۔ وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر اپنے گھونسلوں میں جاتے ہیں۔" (ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ پرہیزگارانہ زندگی اختیار کرے۔ صرف اللہ پر بھروسہ کرے۔ اور اُس کی زندگی دنیا کے لئے ایک نمونہ اور اچھی مثال ثابت ہو

اسلامی افکار



اسلام پوری دنیا کا مذہب بن جائیگا

موجودہ بے دینی کے دور میں اسلام کی حیرت انگیز مقبولیت

(از علامہ مصطفیٰ الحسنی۔ لبنان)

صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے ہر گوشہ میں اسلام کو جو حیرت انگیز مقبولیت حاصل ہو رہی ہے اُس پر تبصرہ کرتے ہوئے لبنان کے نامور مفکر علامہ مصطفیٰ الحسنی نے کہا ہے کہ موجودہ بے دینی کے دور میں وہ کون سے خاص محرکات ہیں جن کی بنا پر اسلام پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ اور اسلام میں آخر کون سی خاص کشش ہے جو اس کے فروغ کا باعث بنی ہوئی ہے۔ ذیل کے مقالہ میں علامہ موصوف نے اسی پہلو پر بحث کی ہے اُن کے طویل عربی مقالہ کا خلاصہ ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

دنیا کے عظیم مذاہب میں اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو سب کے بعد آکر شامل ہوا ہے۔ اس طرح یہ اپنی عمر کے اعتبار سے سب سے چھوٹا ہے۔ لیکن اپنے اثر اور اپنی مقبولیت کے لحاظ سے یہ اُن عظیم مذاہب سے بھی بڑا ہے جو اس کے ظہور سے صدیوں پہلے دنیا میں پھیل چکے تھے۔ پھر موجودہ زمانہ میں جبکہ انسان عمومیت کے ساتھ مذہب سے بے پرواہ ہوتا جا رہا ہے۔ اسلام کی روز افزوں مقبولیت اور وسعت اس بات کی نشان دہی کر رہی ہے کہ مستقبل میں یہ بنی نوع انسان کا مقبول ترین مذہب بن جائے گا۔ اور دو سرے تمام مذاہب اس کے مقابلہ میں ماند پڑ جائیں گے۔

الحاد اور بے دینی کے موجودہ دور میں اسلام کی یہ بڑھتی مقبولیت ایک عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے اور یہ تعجب اس لئے اور بھی بڑھ جاتا ہے کہ اول تو ایک ہزار سال سے زیادہ مدت تک اسلام کے خلاف اتنا پروپیگنڈہ ہو تا رہا ہے جو آج تک کسی مذہب کے خلاف نہیں ہوا۔ اور دوسرے یہ کہ اسلام کی چودہ سو سالہ زندگی میں کہیں کسی ایک بھی ایسی مسلم تنظیم کے وجود کا سراغ نہیں ملتا جس نے کہ منظم طریقہ پر اور عالمگیر پیمانہ پر اسلام کے خلاف کئے جانے والے پروپیگنڈے کی تردید کی ضرورت سمجھی ہو۔ یا پھر اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے کسی قسم کی کوشش کی ہو۔ حیرت ہے کہ اِن تمام کوتاہیوں کے باوجود اسلام دنیا بھر میں پھیلتا چلا جا رہا ہے اور آج بھی دنیا کا کوئی مذہب اسکے پھیلاؤ کے معاملہ میں اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خود اسلام میں غیر معمولی جاذبیت اور کشش ہے کہ وہ کسی کوشش کے بغیر تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔

اسلام کی توسیع اور ترقی کے اسباب متعین کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن ان سب میں قوی ترین سبب یہ ہے کہ اسلام عین انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ یعنی انسان فطری طور پر جس چیز کا خواہش مند ہے وہ اسلام میں اُسے میسر آجاتی ہے۔ یعنی انسان ایک طرف تو یہ چاہتا ہے کہ اُسے پر سکون دنیاوی زندگی حاصل ہو۔ اور دوسری جانب وہ آخرت کی فلاح کا بھی خواہش مند ہے اور یہ دونوں ہی باتیں اسلام میں موجود ہیں چنانچہ اسلام جہاں دینی اعتبار سے ایک مکمل مذہب ہے وہاں انسانی زندگی کا ایک ایسا نظام عمل بھی ہے جو پیدائش سے لیکر موت تک زندگی کے ہر مرحلہ اور منزل میں انسان کی نہایت کامیاب رہنمائی کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی موت کے بعد شروع ہونے والی زندگی کے سلسلہ میں روحانی سکون عطا کرتا ہے۔ اور چونکہ یہ باتیں انسانی فطرت کے

عین مطابق ہیں اسلئے اسلام شدید مخالفت اور مزاحمت کے بدترین ماحول میں بجائے نہ صرف اپنی جگہ برقرار رہا ہے بلکہ مسلسل ترقی کرتا رہا ہے انسان کی فطرت کچھ اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ وہ خود کو کسی بالاتر قوت کے ساتھ وابستہ رکھنے اور اُس کی پناہ اور اعانت حاصل کرنے کا روز اول ہی سے خواہش مند رہا ہے۔ اور اسی لئے اُس نے اپنے لئے طرح طرح کے معبود گھڑ لئے ہیں لیکن اسلام نے انسان کو جس معبود حقیقی کا پتہ بتایا ہے۔ چونکہ وہ خانہ ساز معبودوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اس لئے قدرتی طور پر لوگ اسلام کے بتائے ہوئے حقیقی معبود کی جانب رجوع ہو گئے۔ اور اس طرح اسلام کی مقبولیت بڑھتی چلی گئی۔

پھر اسلام کے علاوہ دنیا کے دوسرے مذاہب یا تو انسان کو دنیا سے بے تعلق اور گوشہ نشین ہونے کی دعوت دیتے رہے ہیں یا انھوں نے دنیاوی اعمال پر پابندی لگائے بغیر انسان کو ہر گناہ کے لئے آزاد چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ دونوں ہی باتیں باشعور انسان کو مطمئن نہ کر سکیں اور انسان مذہب سے دور ہوتا چلا گیا۔ لیکن اسلام نے نہ تو ترک دنیا کی تعلیم دی ہے اور نہ انسان کو ہر اچھے برے کام کرنے کے لئے آزاد چھوڑا ہے۔ بلکہ ایک درمیانی ایسا راستہ اختیار کیا ہے جو سب ہی کے لئے پسندیدہ ہے۔ اس لئے یہ مذہب عوام میں مقبول ہوتا چلا گیا۔

اسلام نے نوع انسانی کے لئے ایک قاعدہ اور ضابطہ مقرر کیا ہے۔ اسلام نے انسان کے سامنے زندگی کا جو ضابطہ پیش کیا ہے اس میں اُسے اپنے انسانی حقوق کی حفاظت۔ دنیاوی زندگی کو بہتر بنانے کی ترغیب اور آخرت کی زندگی میں اُسے سکون کی گنجائش ملتی ہے۔ اور اسی لئے یہ مذہب جو سب کی سمجھ میں آیا ہے برابر دیگر مذاہب کے مقابلہ میں آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

اسلام کی یہ خصوصیت اُس کی تعلیم کے ہر گوشہ میں نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ لیکن اگر ہم صرف اسی بات کا جائزہ لیں کہ اُس نے انفرادی اور اجتماعی طور پر انسان کو کیا حقوق دئے ہیں تو پھر اس بات کا اندازہ کر لینا کوئی مشکل کام نہ رہے گا۔ کہ اسلام کی ترقی اور مقبولیت کا راز کیا ہے۔ لیکن حقوق انسانی کے تحفظ کے سلسلہ میں اسلام کے کردار کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے ہمیں اس بات کو بھی سمجھ لینا چاہئے کہ انسان کن باتوں کو اپنے بنیادی حقوق سمجھتا ہے۔ اور اس کے لئے ہمیں انسانی حقوق کے اُس منشور کو پیش نظر رکھنا چاہئے جو اقوام متحدہ نے مرتب اور منظور کیا ہے اور جس کا خلاصہ یہ ہے "ہر انسان اپنی محنت کے نتائج سے فائدہ اٹھانے جائداد کا مالک بننے اور اپنی شخصیت کو ترقی دینے کا حقدار ہے۔ سماجی پوزیشن اور مذہبی اختلافات کسی شخص کو بھی اُس کے شہری حقوق سے محروم نہیں کر سکتے۔ اور ان حقوق کی ذمہ داری حکومت اور ریاست پر عائد ہوتی ہے"

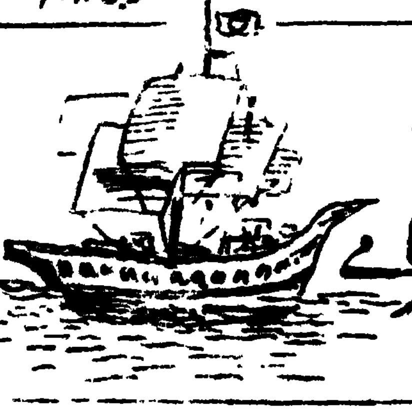
یہ ہے اقوام متحدہ کے متعین کردہ انسانی حقوق کے منشور کا خلاصہ لیکن اسلام نے یہ حقوق انسان کو اُس وقت دے دئے تھے جب انسان خود ان حقوق سے بالکل ناواقف تھا۔ اور اس طرح شاید یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ اسلام نے چودہ سو برس قبل انسان کے لئے جو حقوق متعین کئے تھے وہ اُسے صدیوں کے بعد جا کر حاصل ہوئے ہیں۔

مثال کے طور پر اسلام نے ہر شخص کو محنت کرنے اور محنت کا پھل کھانے کی آزادی دی ہے اسلئے شخصی اور اجتماعی ملکیت کو تسلیم کیا ہے۔ اس کے علاوہ اسلام نے ترقی کے راستہ سے سماجی تفریق۔ مذہبی اختلافات نیز رنگ اور نسل کے امتیازات کو بالکل مٹا دیا ہے۔ اور ریاست و حکومت کو اس بات کا ذمہ دار قرار دیا ہے کہ وہ عوام کے اِن حقوق کا کامل تحفظ کرے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی اسلام نے قوم کو افراد سے بالاتر قرار دیا ہے اور افراد کو ایسی ہدایات دی ہیں جو اُنہیں ذاتی ملکیت اور ذاتی دولت سے قوم کی تعمیر کی ترغیب دیتی ہیں۔

اسلام نے محض انسانیت کی سطح پر ہر شخص کو اُس کے قومی وسائل سے فائدہ اٹھانے کے حق کو تسلیم کیا ہے اور اسی لئے دنیا کے جو خطے مسلمانوں کے زیر حکومت رہے ہیں وہاں یہودی۔ عیسائی اور دوسرے مذاہب کے پیرو بھی مساوی طور پر اقتصادی معاشی اور تہذیبی ترقیاں کرتے رہے ہیں۔ اور مسلم حکومتوں میں بلا امتیاز مذہب و ملت سب ہی کے ساتھ مساوی سلوک ہوتا رہا ہے۔ مختصر یہ کہ اسلامی مساوات نے اس مذہب کی توسیع اور اشاعت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ جیسی مساوات اسلام میں موجود ہے وہ دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ہے۔ بلکہ دیگر مذاہب میں تو اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ امتیازی اور جانبدارانہ سلوک ہوتا ہے۔ اسی لئے دیگر مذاہب کے لوگ اسلامی مساوات کی بدولت اسلام کی جانب کھنچے چلے آتے ہیں

تاریخ اسلام کا ایک ورق



ہم نے سمندر پر بھی حکومت کی ہے

مجاہدینِ اسلام کے ناقابل فراموش بحری کارنامے

(از شوکت علی فہمی)

اسلام کی مجاہدانہ تعلیم نے مسلمانوں میں جو غیر معمولی جوش اور حوصلہ پیدا کر دیا تھا اس نے انہیں صرف خشکی ہی کا نہیں بلکہ سمندر کا بھی شہنشاہ بنا دیا تھا۔ چنانچہ ذیل کے مضمون میں مسلمانوں کے چند بحری کارناموں پر ہلکی سی روشنی ڈالی جاتی ہے۔

دوسروں کا تو ذکر ہی کیا ہے شاید خود مسلمان بھی اس بات سے بڑی حد تک ناواقف ہیں کہ طلوع اسلام کے صرف پچاس سال بعد مسلمان خشکی کی طرح سمندر کے بھی بادشاہ بن گئے تھے اور اُن کے جنگی جہاز دنیا کے بڑے بڑے سمندروں میں سینہ تانے کھڑے رہتے تھے اور دنیا کی کسی بڑے سے بڑی سلطنت کی مجال نہیں تھی کہ وہ سمندر کے کسی حصہ میں بھی مسلمانوں سے آنکھ ملا سکے۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ملک عرب کے باشندے طلوع اسلام سے قبل ہی جہاز رانی کے بے حد شائق تھے۔ اُن کی تجارتی کشتیاں سمندر میں اِدھر سے اُدھر دوڑی دوڑی پھرتی تھیں۔ وہ ہندوستان جاوا، سماٹرا، ملایا اور چین کے ساتھ نہایت وسیع پیمانہ پر سمندر کے راستہ تجارت کیا کرتے تھے۔

طلوعِ اسلام کے بعد جب یہی عرب باشندے حلقہ بگوشِ اسلام بنے تو ان کے توسط سے اسلام کی تعلیم دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلنے لگی اور دنیا کے دور دراز خطوں تک اسلام ان کے ذریعہ جا پہنچا اور اس طرح مسلمانوں کی طاقت دن بدن بڑھتی چلی گئی۔

پھر فتح مکہ کے بعد جب اسلامی فتوحات کا ایک نیا دور شروع ہوا تو مسلمان ملک عرب کے شہنشاہ بن جانے کے بعد عراق، شام، ایران، فلسطین، مصر اور دنیا کے دوسرے مختلف ممالک کے بھی حکمراں بن گئے۔ اور اُن کی سطوت اور طاقت کا ڈنکا ساری دنیا میں بجنے لگا۔ اور مملکت اسلامیہ کے سربراہ یہ محسوس کرنے لگے کہ اب اُنھیں اپنی بحری طاقت کو بھی بڑھانا چاہیئے۔ کیونکہ بحری طاقت کو بڑھائے بغیر مسلمانوں کے لئے یہ ناممکن تھا کہ وہ شام ایران اور مصر کے ساحلی علاقوں کو اُن رومیوں اور ایرانیوں سے محفوظ رکھ سکیں۔ جن سے کہ انھوں نے اِن علاقوں کو چھینا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب رومیوں کی بحری طاقت دنیا بھر میں سب سے زیادہ تھی۔ اور اُن کی غیر معمولی بحری طاقت سے ہر وقت مسلمانوں کو اندیشہ رہتا تھا۔

حضرت عمر فاروق کے عہدِ خلافت تک تو مسلمان بحری طاقت کی جانب کوئی توجہ نہ کر سکے۔ اُس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر فاروق کے عہد میں پے در پے جو متعدد ممالک فتح ہوئے تھے سب سے پہلے اُن کا اندرونی استحکام ضروری تھا۔ لیکن حضرت عمر فاروق کے بعد جب حضرت عثمان غنی خلیفہ ہوئے اور مسلمانوں کو مفتوحہ ممالک کے انتظام سے ذرا فرصت ملی تو وہ اپنی بحری طاقت کے قیام کی جانب متوجہ ہوئے۔

شام کے لائق گورنر حضرت امیر معاویہ پہلے مسلمان مدبر تھے جنھوں نے بڑی بڑی کشتیاں اور جنگی جہاز تیار کرکے اسلام کے بحری بیڑے کی بنیاد رکھی اور پھر اسکے بعد تو دن بدن مسلمانوں کی بحری طاقت بڑھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ خشکی کی طرح سمندر پر بھی مسلمانوں کا اقتدار

قائم ہو گیا۔ اور دوسری صدی ہجری کے شروع میں تو مسلمانوں کی بحری طاقت اسقدر بڑھ گئی تھی کہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی بحری جنگ میں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

رومی عیسائیوں کی بحری طاقت ہزاروں سال سے مسلم تھی۔ دنیا کی کوئی بھی سلطنت بحری طاقت کے معاملہ میں رومیوں سے آنکھ نہیں ملا سکتی تھی لیکن جب مسلمانوں نے سمندر میں قدم رکھا تو اُن کے مقابلہ میں رومیوں کی بحری طاقت ماند پڑ گئی۔ اس موقعہ پر یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جنگی جہازوں اور جنگی کشتیوں کی تیاری کا فن مسلمانوں نے رومیوں ہی سے حاصل کیا تھا۔ اور وہ اس طرح کہ جب رومیوں پر فتح حاصل کرنے کے بعد مسلمان رومی علاقوں پر قابض ہوئے اور ہزاروں رومیوں کو اُنھوں نے قید کر لیا تو اُن ہی کی مدد سے مسلمانوں نے جنگی جہازوں اور کشتیوں کی تیاری کا کام شروع کیا۔ اور پھر اس فن کو اسقدر ترقی ہوئی کہ مختصر سے عرصہ میں مسلمانوں نے جہاز سازی کے فن میں نہ صرف رومیوں کو پیچھے چھوڑ دیا بلکہ رومیوں کو اپنی بحری طاقت کے ذریعہ بحر روم تک سے نکال دیا۔ اور خود تن تنہا دنیا کے سمندروں کے شہنشاہ بن گئے

مسلمانوں کو ابتدا میں چونکہ بحری لڑائیوں کا تجربہ نہیں تھا۔ اس لئے اُنہیں شروع میں سمندری لڑائیوں میں شکستیں اور بڑے بڑے نقصانات اٹھانے پڑے۔ لیکن رفتہ رفتہ وہ بحری جنگ کے بھی ماہر بن گئے۔ یہاں تک کہ مجاہدین اسلام نے بحر روم کے تمام اہم ساحلی مقامات کو فتح کر لیا۔ یعنی سیورقہ انھوں نے فتح کر لیا۔ یابسہ پر اسلامی پرچم لہرا دیا۔ جزیرہ سارڈینا کو زیر کر لیا۔ سسلی کے حکمراں بن گئے۔ مالٹا، کریٹ اور سائپرس جیسے اہم جزیروں پر انہیں کامل اقتدار حاصل ہو گیا۔

ابوالقاسم اسلامی بحری بیڑے کا وہ مشہور سپہ سالار ہوا ہے جس کے نام سے پورا یورپ کانپتا تھا۔ ہندرہ کی بندرگاہ سے جب وہ اپنے بحری بیڑے کو لے کر نکلتا تھا تو سینکڑوں جنگی جہاز اُس کے ہمراہ ہوتے تھے۔ اور یورپ کے جس ملک پر بھی وہ حملہ کرتا تھا اسے زیر کر لیتا تھا۔ کسی میں بھی طاقت نہ تھی کہ اُس کے مقابلہ پر آ سکے اُس نے یورپ کے اکثر و بیشتر ساحلی علاقوں کو تاراج کر کے رکھ دیا تھا۔

امیر البحر عامری بھی سمندری جنگ کا بہت بڑا ماہر تھا۔ یہ سمندر میں جدھر بھی بڑھتا تھا طوفان کی طرح بڑھتا چلا جاتا تھا۔ اس نے رومیوں کے ڈھائی سو جنگی جہاز سمندر میں غرق کر کے اُن کی بحری طاقت کو پاش پاش کر کے رکھ دیا تھا۔ جزیرہ سارڈینا اسی مرد مجاہد نے فتح کیا تھا۔

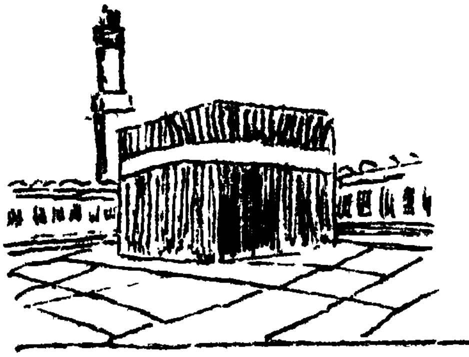
افریقہ کے خاندان بنی اغلب نے بھی مسلمانوں کی بحری طاقت کو خوب بڑھایا تھا۔ افریقہ کے ساحلی مقامات پر انھوں نے جہاز سازی کے بہت سے شاندار کارخانے قائم کئے تھے۔ ان کارخانوں میں دیو پیکر جنگی جہاز تیار کئے جاتے تھے۔ یہ جنگی جہاز ہر قسم کے سامان حرب سے مسلح ہوتے تھے۔ چنانچہ اغلبیوں نے ان ہی جہازوں کے ذریعہ سسلی میں مسلمانوں کی ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر لی تھی۔ جہاں مسلمان کئی صدی تک حکومت کرتے رہے۔

مگر عبیدیوں کے زمانہ میں مسلمانوں کی بحری طاقت کمزور پڑ گئی تھی اور عیسائیوں نے مسلمانوں کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شام اور مصر کے ساحلی علاقوں پر نہ صرف حملے شروع کر دیئے تھے بلکہ بعض علاقوں پر قابض بھی ہو گئے تھے۔ لیکن عبیدیوں کے بعد جب سلطان صلاح الدین ایوبی کو عروج حاصل ہوا تو اس مرد مجاہد نے سب سے مسلمانوں کی بحری طاقت کو خوب بڑھایا اور قدم قدم پر عیسائیوں کو شکستیں دیں۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے عکہ میں جہاز سازی کا ایک ایسا عظیم الشان کارخانہ قائم کیا تھا۔ جس میں ہزاروں کاریگر کام کرتے تھے۔ عکہ کے علاوہ اسکندریہ میں بھی جہاز سازی کا کام بڑے وسیع پیمانہ پر ہوتا تھا۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین اپنے ہی کارخانوں کے تیار شدہ جہازوں کے ذریعہ کئی سال تک یورپ کی متعدد حکومتوں سے ٹکراتا رہا تھا۔ اور اُس کی بحری طاقت اتنی بڑھ گئی تھی کہ پورا یورپ بھی متحد ہونے کے بعد صلاح الدین کے مقابلہ پر نہیں ٹھہر سکا تھا۔

اسی طرح مراکش میں خاندان مرابطین نے فن جہاز سازی کو عروج پر پہنچا دیا تھا۔ چنانچہ اس خاندان کے نامور فرمانروا یوسف بن تاشفین کے پاس ایک مضبوط جنگی بیڑا تھا جو پورے یورپ پر حاوی تھا۔ اندلس میں جنگی بیڑے سے کام لیکر تاشفین نے اسپین (باقی صفحہ ۲۹ پر)

سیرت وسوانح



خانہ کعبہ کے معمار

حضرت ابراہیم علیہ السلام رحمۃ اللہ علیہ

(از شوکت علی فہمی)

یوں تو خانہ کعبہ اور بیت اللہ شریف کی بنا دا اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت آدم علیہ السلام نے رکھی تھی۔ لیکن اس کے حقیقی معمار حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے لائق فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام صرف بیت اللہ ہی کے معمار نہیں ہیں بلکہ اطاعت الٰہی کا وہ عظیم پیکر ہیں۔ جنہوں نے کہ رضا الٰہی کی خاطر جان کی بازی لگا دی تھی۔ اور اپنی اولاد تک کو راہ خدا میں قربان کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے تھے۔ اور انھوں نے دنیا کے سامنے ایثار اور قربانی کی ایک ایسی مثال پیش کی ہے جو تاریخ عالم میں نایاب ہے ذیل میں ان ہی قابل احترام پیغمبر کے حالات پیش کئے جا رہے ہیں۔

دنیا کی پیدائش کو ہزاروں سال گزر چکے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام توحید باری کا جو پیغام لے کر آئے تھے۔ اُسے دنیا والے بالکل بھول چکے تھے۔ سورج، چاند، ستارے۔ دریاؤں، درختوں اور خانہ ساز بتوں کی پرستش عام تھی۔ لوگوں نے خدائے واحد کو بھلا کر دنیا کی حقیر چیزوں کو اپنا معبود بنا لیا تھا۔

اُدھر اُس زمانہ کے بادشاہ نمرود نے بھی اپنی خدائی کا اعلان کر دیا تھا۔ اور لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ بتوں میں طاقت الٰہی ہے۔ اور ان بتوں کا نگراں شہنشاہ نمرود ہے جسے ان بتوں نے اپنا نمائندہ بنا کر دنیا میں بھیجا ہے اور یہ بھی ایک قابل پرستش ہستی ہے۔

اس زمانے کے ... بڑے ... رہتے تھے۔ اُن کو آذر نامی ... بت تراشی آذر کو بہت بڑا ... حاصل ... کچھ کب ہی بڑے بتوں کو بنانے والے آذر ہی تھے ... شہنشاہ نمرود کے بعد سب سے زیادہ عظمت ملک میں بت تراش آذر ہی کو حاصل تھی اللہ جل شانہ کا معجزہ نمایاں بھی بڑی عجیب ہیں اُسنے خدائی کے دعویدار فرعون نے محل میں حضرت موسیٰ کی پرورش کرائی تھی۔ اور اُسی طرح بت تراش آذر ہی کے گھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنم دیا تھا۔ حضرت ابراہیم نامور بت تراش آذر کے فرزند دلبند تھے جو عراق کے ایک شہر اُر میں پیدا ہوئے تھے۔ اور اُس زمانہ میں یہ علاقہ بابل و نینوا کے نام سے مشہور تھا۔

مورخ اسدی کے بیان کے مطابق بابل اور نینوا کے باشندے دنیا کے دوسرے باشندوں کے مقابلہ میں نہایت خوشحال اور طاقتور تھے۔ بڑی بڑی عظیم الشان عمارتوں اور باغات کے مالک تھے۔ اور اُن کی عظمت اور طاقت کا سکہ دور دور تک رواں تھا حضرت ابراہیم کے والد آذر بہت بڑے دولت مند تھے۔ بادشاہ نمرود جیسی ... کرتے تھے۔ اور ایسی خوشحال بت تراش اور بت پرست ... رہنے کے ... حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پرورش ہوئی تھی۔ اس لئے ... ہو جاتے تو کوئی تعجب نہ تھی۔

مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام تو انوار الٰہی سے منور قلب دنیا میں لے کر آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ... کا فر گھرانے میں ... پیدا کیا تھا۔ لیکن ... سے منور تھا ... کی

کے اس کارخانہ میں ہوش سنبھالتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس ساری آلودگی کو محسوس کیا جو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور انھوں نے سب سے پہلے اپنے گھر والوں اور باپ کو گمراہی سے روکنے کی کوشش کی اور اس کے بعد توحید باری کی تعلیم عام کردی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیم اور بت پرستی کے خلاف نعرۂ حق سے بابل و نینوا میں کہرام مچ گیا۔ خود حضرت ابراہیم کے باپ آزر اُن کے شدید مخالف بن گئے کیونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ بت پرستی اگر ختم ہوگئی اور بت تراشی کا فن مردہ ہوگیا تو اُن کے معاش کا وسیلہ بھی ختم ہو جائے گا۔ ادھر شہنشاہ نمرود حیران و پریشان تھا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحید کی تحریک اُس کی خدائی پر کاری ضرب تھی۔ لہٰذا متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ حضرت ابراہیم کو سزائے موت دی جائے اور وہ بھی اس طرح کہ مجمع عام میں حضرت ابراہیم کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے تاکہ اُن کے انجام سے لوگ عبرت حاصل کرسکیں۔

اس ناپاک مقصد کے لئے ایک عظیم الشان آتش کدہ تیار کیا گیا۔ حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالنے کی تاریخ مقرر کردی گئی۔ اور تین دن پہلے ہی سے اس آتش کدہ میں آگ روشن کردی گئی اور تین دن پہلے ہی سے حضرت ابراہیم کے جلائے جانے کے منظر کو دیکھنے کے لئے ہر چہار طرف سے لوگ آکر جمع ہونے شروع ہو گئے۔ اور مقررہ دن آتش کدہ کے قریب شہنشاہ نمرود کا تخت شاہی بچھایا گیا۔ سب ہی امرائے دربار وہاں موجود تھے۔ نمرود بڑی تمکنت کے ساتھ آکر تخت شاہی پر بیٹھ گیا اور حکم دیا کہ "ابراہیم کو آگ میں پھینک دیا جائے"۔

آتش کدہ کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ پورا علاقہ جہنم کا نمونہ پیش کر رہا تھا۔ نمرود کے حکم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے جکڑ دیے گئے تھے۔ اور انہیں انتہائی بے دردی کے ساتھ نمرود کے تیار کردہ اس جہنم میں پھینک دیا گیا۔ اور جیسے ہی اُنہیں آگ میں پھینکا گیا۔ حق تعالیٰ کی جانب سے حکم ہوا "اے آگ ابراہیم کے لئے سرد ہو جا"۔ آگ سرد ہی نہیں بن گئی بلکہ ہرے بھرے گلزار میں تبدیل ہوگئی۔ شہنشاہ نمرود اس کے حواری اور تمام بت پرست اس معجزہ پر حیران رہ گئے۔ اُن کی زبانیں بند ہوگئیں۔ اور چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اُدھر حضرت ابراہیم علیہ السلام، اللہ کا نام لیتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے نکل آئے اور اسی واقعہ سے متاثر ہو کر ڈاکٹر اقبال نے لکھا ہے۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے انداز گلستاں پیدا

اس سانحہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل اور نینوا کی سرزمین سے ہجرت فرما گئے۔ اور آپ دین الٰہی کی تبلیغ کے لئے فلسطین، مصر اور دیگر ممالک میں سیاحت فرماتے رہے۔ اور شدید مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے دین حق کی تبلیغ میں مصروف رہے۔ اور بعد میں فلسطین میں سکونت اختیار کرلی۔ آپ کی پہلی بیوی حضرت سارہ کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس لئے آپ نے حضرت ہاجرہ سے شادی کرلی جن کے بطن سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت اسمٰعیل حضرت ابراہیم کی بڑھاپے کی واحد اولاد تھے ان کے قلب کا سکون اور دل کی ٹھنڈک تھے۔

مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک نئی آزمائش سے گزرنا تھا اللہ کی جانب سے حکم ہوا کہ اپنے معصوم بچے اسمٰعیل کو اور محبوب بیوی ہاجرہ کو مکہ کی غیر آباد اور خشک وادی میں چھوڑ آؤ۔ یہ حکم الٰہی تھا چون و چرا کی گنجائش نہ تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ساتھ تھوڑا سا ستو اور پانی لیا اور بیوی بچے کو لیکر چل پڑے اور مکہ کی اُس غیر آباد اور خشک وادی میں چھوڑ آئے۔ جہاں ماں اور بچے کے سوا نام کو بھی کوئی انسان نہ تھا۔ جب شوہر اس کس مپرسی کے عالم میں حضرت ہاجرہ کو چھوڑ کر جانے لگے تو اُنھوں نے پوچھا کہ۔ "آپ اپنی کسی ذاتی مصلحت سے مجھے بے سہارا چھوڑ کر جا رہے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایسا کر رہے ہیں" فرمایا "میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں اللہ کے حکم پر کر رہا ہوں"۔ یہ سنکر یہ صابرہ بولیں "اگر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو رہا ہے تو پھر مجھے کوئی غم اور فکر نہیں اس سے بڑھ کر ہمارا نگراں کون ہو سکتا ہے"۔

اللہ کے توکل پر بھروسہ کرنے کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے کہ ایک نوجوان ناتواں اور اس کے دودھ پیتے بچہ کو لق و دق صحرا میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور وہ محض اللہ کے بھروسہ پر قانع ہو جاتی ہیں۔ یہ سب کچھ ایک پیغمبر کی بیوی کر سکتی ہے۔ اور اس توکل کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس لق و دق صحرا میں "زمزم" کا چشمہ جاری ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قدم قدم پر حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کی معاونت فرماتا ہے۔ اور ان [illegible]

(باقی ص ۲۹ پر)

تاریخ ہند



شاہان ہند پر الزامات
ہندوستان کے مسلم دورِ حکومت تاریخ کی روشنی میں

(ہمارے مورخ کے قلم سے)

یوں تو شاہان ہند پر زمانہ دراز سے تاریخ کو مسخ کرکے الزامات لگائے جا رہے ہیں۔ لیکن ان دنوں ہمارے ملک کے اخبارات میں ان الزامات میں صرف سے زیادہ شدت پیدا ہوگئی ہے۔ اور یہ غالباً ہریجنوں کے اسلام قبول کرنے کے رجحانات کا ردِعمل ہے لیکن تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ شاہان ہند کا پورا دورِ حکومت تعصب اور تنگ نظری سے پاک رہا ہے۔ جسکا اندازہ ذیل کے مقالہ سے بخوبی ہوسکتا ہے۔ جو تاریخ کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے۔

مسلمان صدیوں تک اِس ملک کے مختلف حصوں پر اور بعد میں پورے ہندوستان پر حکمراں رہے ہیں۔ اور تاریخ بتاتی ہے کہ اس طویل مدت میں اقتدار حاصل کرنے کے لئے یا حکومت کو وسعت دینے کے لئے مسلم حکمرانوں نے اور ہندو راجاؤں نے خود اس ملک کے مسلم بادشاہوں میں آپس میں بھی خونریز لڑائیاں ہوتی رہی ہیں۔ لیکن ان سب کے باوجود پر قانونی حکومت کے قیام سے پہلے ہمارا ملک ہمیشہ ہی مذہبی تعصب اور تنگ نظری سے پاک رہا ہے۔ اور اس ملک کے مسلم حکمرانوں کے خلاف یہ الزام قطعی بے بنیاد ہے کہ وہ متعصب تھے۔ انہوں نے بزور شمشیر اس ملک میں اسلام پھیلایا ہے۔ یا لالچ دیکر غیر مسلموں کو اسلام کی ترغیب دی ہے۔

محمد بن قاسم ہندوستان کا سب سے پہلا مسلم حکمراں تھا ہندوستان کے نامور مورخ مسٹر ایم۔ این راے محمد بن قاسم کے دور حکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "محمد بن قاسم اگرچہ بالکل ہی نوجوان تھا۔ لیکن [illegible] پایا جاتا تھا۔ تعصب اور تنگ نظری سے اس [illegible] اس کے دور حکومت میں ہندوؤں کو پوری [illegible] آزادی حاصل تھی۔ مندروں کی تعمیر اور [illegible] نہیں تھا اس نے اپنی حکومت کا بیشتر نظم و نسق ہندوؤں ہی کے ہاتھوں میں دیدیا تھا" یہ ہے ہندوستان کے سب سے پہلے مسلم حکمراں کے بارے میں۔ خود ہندوستان ہی کے ایک نامور مفکر کی رائے۔

مغل ہندوستان کے آخری مسلم حکمراں تھے۔ اور چونکہ انھوں نے تقریباً پورے ملک کو ایک ہی پرچم کے نیچے منظم اور متحد کر دیا تھا۔ اس لئے تاریخ میں اس طرز حکومت کا تذکرہ بڑی تفصیل کے ساتھ پایا جاتا ہے اور تاریخی تفصیلات کی بنیاد پر مغلوں کے دور حکومت کو ہر اعتبار سے اس ملک میں مسلمانوں کا بہترین دور تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر انتظامی معاملات سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف مغلوں کی اسٹیٹ پالیسی پر غور کیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ یہ اس ملک کی پہلی سکولر حکومت تھی۔ جس میں کہ ہندو اور مسلم میں کوئی امتیاز نہیں تھا چنانچہ نامور مورخ ڈاکٹر ایشوری پرشاد نے مغل دور پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "مغلوں کی رواداری اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ خود ہندو مغلوں کی حکومت کو اپنی حکومت سمجھتے تھے"

مغلوں سے قبل ہندوستان پر چند پٹھان خاندان حکمراں رہے ہیں۔ ان ہی میں سے پٹھانوں کا لودھی خاندان تیرھویں صدی عیسوی کے اواخر میں برسر حکومت تھا۔ اس خاندان کے ممتاز ترین حکمراں

علاؤالدین خلجی کے متعلق مشہور انگریز مورخ الفنسٹن نے لکھا ہے۔
"علاؤالدین کا مقولہ یہ تھا کہ کسی ملک کی حکومت کے ساتھ مذہب کا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے۔ مذہب تو بس انسان کے قلبی سکون کا ایک ذریعہ ہے" چنانچہ خلجی خاندان کے سب ہی حکمراں مذہبی تعصب سے بالکل پاک تھے۔

نامور ہندو مورخ قانون گو نے "شیر شاہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں کہ وہ شیر شاہ کے بارے میں لکھتا ہے "شیر شاہ سلطنت کے معاملات میں مذہب کو بالکل دخل نہیں دینے دیتا تھا۔ اُس کی رائے تھی کہ حکومت کے ساتھ مذہب کا کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہئے مذہب کو لوگوں کی سیاسی زندگی سے علیحدہ رکھا جانا چاہیئے" اور شیر شاہ کی اس صفت اس لئے اور بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ وہ خود اپنے زمانہ کا بہت بڑا عالم تھا۔ چنانچہ اس کے متعلق بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ اگر حالات اُسے حکمراں بننے پر مجبور نہ کر دیتے تو اُس کا شمار اُس عہد کے صف اول کے علماء میں ہوتا۔

اسی شیر شاہ سوری کے دور حکومت کے متعلق ڈاکٹر ارنلڈ لکھتے ہیں "اس پٹھان بادشاہ کی فوج کے بہت سے اعلیٰ عہدہ دار ہندو تھے چنانچہ ہمایوں کی شکست کے بعد اُس کا تعاقب بھی شیر شاہ کے ایک ہندو سپہ سالار برہم جیت نے کیا تھا۔ اور اُس کی حکومت کے استحکام کا بنیادی سبب یہ تھا کہ اُس نے عملی طور پر مذہب کو حکومت سے علیحدہ کر دیا تھا۔"

اوپر کی سطور میں علاؤالدین خلجی، اور شیر شاہ سوری کی حکمت عملی کے جو حوالے دیئے گئے ہیں اُن سے صرف یہ بات ثابت کرنی مقصود تھی کہ ہندوستان کے تقریباً سب ہی حکمراں خاندانوں کے بادشاہوں نے یہاں حکومت کا جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ تعصب اور تنگ نظری سے بالکل پاک تھا۔ لیکن مذہب اور حکومت کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دینے کے متعلق غیر مسلموں نے جو کچھ لکھا ہے وہ اسلامی تعلیمات سے اُن کی عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے خود حکومت کے معاملات میں مذہبی تعصب اور تنگ نظری کی شدید مخالفت کی ہے۔ اور مسلمان حکمراں ہر دور میں اسلام کی اسی تعلیم پر کاربند رہے ہیں۔ اور ان کی غیر مسلموں کا ساتھ رواداری اسلامی تعلیم ہی کا نتیجہ ہے اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس ملک میں تنگ نظری اور مذہبی تعصب کا دور دورہ انگریزی حکومت کی بدولت پیدا ہوا۔

لیکن بہت سے ایماندار انگریز ایسے بھی ہیں جنہوں نے کشادہ دلی کے ساتھ مسلم دور حکومت کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے مثلاً الفنسٹن اپنی تاریخ ہند میں لکھتا ہے "مسلمانوں کے دور حکومت میں مذہبی اختلاف کی بنا پر کبھی ہندوؤں سے ناانصافی نہیں کی گئی بڑے بڑے عہدے انہیں دیئے گئے چنانچہ بہت سے ہندو اعلیٰ فوجی اور سیول عہدوں پر مامور تھے۔ اور مالی محکمے تو کلیتہً ہندوؤں ہی کے ہاتھوں میں تھے" مغلیہ حکومت کے بانی شہنشاہ بابر نے بستر مرگ سے اپنے فرزند ہمایوں اور اُس کے توسل سے پورے مغل حکمراں خاندان کو جو وصیت کی تھی وہ ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہاں اس کی تفصیل کی تو ضرورت نہیں لیکن اس میں خصوصی ہدایت یہ موجود تھی کہ "تعصب سے دور رہنا اور رعایا کے مذہبی جذبات اور احساسات کا ہر وقت خیال رکھنا"

تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ مغل خاندان کے سب ہی حکمراں بابر کی اس ہدایت پر عمل کرتے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ اورنگزیب بھی جسے سب سے زیادہ بدنام کیا گیا ہے۔ سختی سے اپنے مورث اعلیٰ کی اس وصیت پر عمل کرتا رہا ہے۔ چنانچہ الفنسٹن لکھتا ہے کہ "اورنگزیب کے پورے عہد حکومت میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ اُس نے کسی ہندو کو صرف اختلاف مذہب کی بنا پر موت۔ قید یا جرمانہ کی سزا دی ہو یا کسی شخص کو بھی اُس کے مذہبی فرائض کی ادائیگی سے روکا ہو"

اسی طرح اورنگزیب کے بارے میں نامور مورخ ڈاکٹر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں "پرماتما کی شان ہے کہ اورنگزیب جتنا اپنی رعایا کا خیر خواہ تھا اتنا ہی اسے بدنام کیا گیا ہے۔ کوئی اُسے ظالم کہتا ہے کوئی اسے قاتل کہتا ہے لیکن حقیقت میں وہ عالمگیر کے لقب کا مستحق ہے"

مختصر یہ کہ ہندوستان کے مسلم حکمرانوں نے محمد بن قاسم سے لے کر بہادر شاہ ظفر کے عہد حکومت تک جیسی رواداری۔ اور وسیع النظری کے ساتھ حکومت کی ہے اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ اور اسی لئے وہ صدیوں تک اقلیت میں ہونے کے باوجود ہندوستان پر حکومت کرتے رہے۔ لیکن افسوس کہ آج سیاسی اغراض کے لئے ان محب وطن شاہان ہند کو بری طرح بدنام کیا جا رہا ہے۔ اور اُن پر طرح طرح کے الزامات عائد کئے جا رہے ہیں اور بچوں کے ذہنوں میں بھی ان کے خلاف زہر اگلا جاتا ہے جس کی وجہ سے شدت پسندی زیادہ پیدا ہو گئی ہے۔

ہم نے سمندر پر بھی حکومت کی ہے

(باقی مضمون صفحہ ۲۴ سے)

کو عیسائیوں کے پنجہ سے نکال کر وہاں دوبارہ مسلمانوں کی حکومت قائم کر دی تھی۔ مرابطین کے بعد جب خاندان موحدین کا دور شروع ہوا تو انہوں نے بھی مسلمانوں کی بحری طاقت کو خوب بڑھایا۔ اسی طرح سلطنت عثمانیہ ترکیہ نے سمندری لڑائیوں میں ناقابل فراموش کارنامے انجام دیے ہیں۔ ان کی بحری طاقت بھی مسلمانوں کے لیے قابل فخر رہی ہے مختصر یہ کہ مسلمان تقریباً گیارہ سو سال تک سمندر کے واحد شہنشاہ بنے رہے ہیں۔ ان کی مرضی کے خلاف کسی حکومت کا بھی کوئی جہاز سمندر پر سے نہیں گزر سکتا تھا۔ اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے صدیوں تک بڑی شان اور دبدبہ کے ساتھ دنیا کے وسیع ممالک پر حکومت کی ہے۔

خانہ کعبہ کے معمار

(باقی مضمون صفحہ ۲۶ سے)

ماں بیٹے کی بدولت یہ بنجر صحرا آباد ہو جاتا ہے۔ ابتدا میں خیموں کا اور بعد کو پختہ عمارتوں کا ایک عظیم الشان شہر نمودار ہو جاتا ہے ایسا شہر جس کی عظمت آج تک ساری دنیا میں مسلمہ ہے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جب لڑکپن کی منزل میں داخل ہو جاتے ہیں اور اُن کے والد محترم حضرت ابراہیم اُن سے ملنے اس وادی میں فلسطین سے آتے ہیں تو انہیں ایک نئی سخت ترین آزمائش سے دوچار ہونا پڑتا ہے ایک ایسی آزمائش میں جس میں کہ پورا اترنا بڑا ہی مشکل کام ہے یعنی بار بار خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم ملتا ہے کہ ہماری راہ میں اپنے اکلوتے اور چہیتے بیٹے اسمٰعیل کو ذبح کر دو۔ ان باپ بیٹوں کی اطاعت الٰہی کا یہ عالم ہے کہ وہ اس سخت ترین قربانی تک کے لئے بخوشی تیار ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر بیٹے کی خواہش پر محترم باپ بیٹے کی گردن پر چھری تک چلا دیتا ہے لیکن قدرت الٰہی سے بیٹے کی جگہ دنبہ آجاتا ہے۔ اور ذبح ہو جاتا ہے۔ اور اسی بے مثال قربانی کی یاد میں مسلمانان عالم آج بھی عید الاضحیٰ مناتے ہیں۔ اور قیامت تک مناتے رہیں گے۔

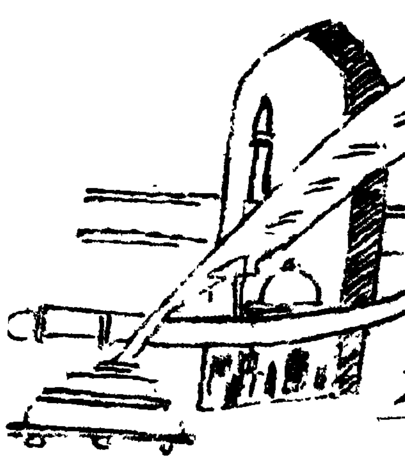
اور پھر ان ہی دونوں مقدس باپ بیٹوں کا یہ کارنامہ قیامت تک یادگار رہے گا کہ انہوں نے اللہ کے حکم سے بیت اللہ کی تعمیر شروع کر دی تھی حضرت اسمٰعیل بھاری اور وزنی پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ اور حضرت ابراہیم گارے اور مٹی سے ان پتھروں کی چنائی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ صرف ان دو باپ بیٹوں نے بیت اللہ شریف کی ایک ایسی عظیم الشان عمارت تیار کر دی جو آج پوری دنیائے اسلام کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ جہاں دنیا کے دور دراز گوشوں سے لاکھوں مسلمان آکر فریضۂ حج ادا کرتے ہیں اور جو آپ ہی اپنی مثال ہے۔ مبارک ہے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیلؑ کی قابل قدر ہستیاں جنھوں نے کہ بے مثال قربانیاں دیں اور ایک ایسے عظیم الشان مرکز اسلام کی تعمیر فرمائی جس نے کہ دنیا کے ایک ایک مسلمان کو متحد کر کے اسلام کے لئے ایک فولادی قلعہ تیار کر دیا ہے۔

تعلیم القرآن

(باقی مضمون صفحہ ۱۸ سے)

زنا کے قریب بھی نہ جانا کیونکہ زنا بلاشبہ نہایت بے شرمی اور بے حیائی کی بات ہے پھر آگے چل کر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہدایت فرماتا ہے جس جان کا لینا تمہارے رب نے حرام قرار دیا ہے اُس کی جان ہرگز نہ لو لیکن حق اور عدل و انصاف کی خاطر قتل و خون کے ملزموں اور مجرموں کی جان لی جا سکتی ہے۔ پھر ارشاد باری ہوتا ہے کہ جو شخص ظلم و زیادتی سے قتل کیا جائے تو اُس کے وارثوں کو ہم نے قاتل پر اختیار دیا ہے کہ چاہے وہ اُسے قصاص میں قتل کر دیں اور چاہے خون بہا کی رقم لے کر قاتل کی جان بخشی کر دیں مگر انہیں بھی چاہئے کہ حد سے تجاوز نہ کریں

اور تمہیں چاہئے کہ یتیم کے مال کو ہاتھ تک نہ لگاؤ لیکن ہاں ایسے مستحسن طریقہ پر تم یتیم کے مال کو ہاتھ لگا سکتے ہو جس میں کہ خود یتیم کا فائدہ ہو۔ یعنی اس کے مال و جائیداد کی حفاظت اور بڑھانے کی غرض سے تم اس میں سے اپنا جائز حق لے سکتے ہو۔ لیکن جب یتیم سن بلوغ کو پہنچ جائے، تو تمہیں چاہئے کہ اس کا مال و جائیداد اس کے حوالے کر دو پھر تمہارے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جب کسی سے کوئی وعدہ یا عہد کرو تو اسے ضرور پورا کرو اسی طرح جب ناپ تول کرو تو پورا ناپو اور ٹھیک ترازو اور باٹوں سے تولو۔ یہ خوش معاملگی بھی ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین
اور سینکڑوں شاہان اسلام کی فتوحات اور زندگیوں کے دلولہ انگیز حالات

مکمل تاریخ اسلام

عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ

(از شوکت علی فہمی)

یہ تاریخ نہیں ہے بلکہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے ایک ہزار صفحات کی یہ عظیم الشان تاریخ عربی فارسی انگریزی اور فرانسیسی زبانوں سے مستند تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ ہے اس عظیم الشان تاریخ کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کس طرح ساری دنیا پر چھا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین اور شاہان اسلام نے مختصر سے عرصہ میں کافروں اور مشرکوں کی بڑی سے بڑی سلطنتوں کو فتح کر کے دنیا کے بیشتر حصہ پر کس طرح اسلامی حکومت قائم کر دی تھی۔

یہ عظیم الشان تاریخ چودہ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کا ہر باب اپنی جگہ پر ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لیکر دور آخر تک کہ تمام اسلامی حکومتوں کی یہ مکمل تاریخ چودہ ابواب میں یکجا طور پر پیش کر دی گئی ہے۔ چنانچہ اس میں حکومت اسلامیہ کے بانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات اور جنگی کارنامے موجود ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رض حضرت عمر فاروق رض حضرت عثمان غنی رض حضرت علی کرم اللہ وجہٗ اور حضرت امام حسن رض یعنی خلفائے راشدین کے دور خلافت کے مکمل حالات درج ہیں اور خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنو عباس کی پوری تاریخ موجود ہے۔ اس کے علاوہ عرب، ایران، عراق، شام، فلسطین، افریقہ، روم، ترکستان، اسپین اور دنیائے اسلام کے سینکڑوں حکومتوں کا تذکرہ موجود ہے یہاں تک کہ ہندوستان کے مسلم فرماں رواؤں کے بھی حالات درج ہیں۔

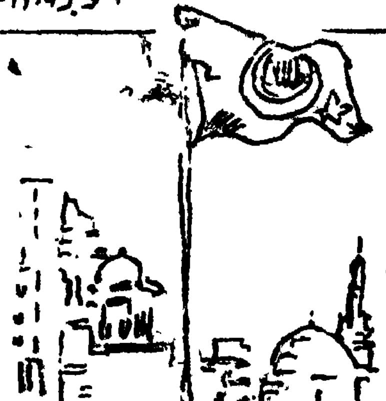
یہ تاریخ مندرجہ ذیل چودہ ابواب پر مشتمل ہے

پہلا باب :- حکومت اسلامیہ کے بانی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانحیات
دوسرا باب :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی سرگرمیاں اور فتوحات
تیسرا باب :- حضرت ابوبکر صدیق رض کا عہد حکومت اور فتوحات
چوتھا باب :- حضرت عمر فاروق رض کا دور حکومت اور فتوحات
پانچواں باب :- حضرت عثمان غنی رض کا عہد حکومت اور فتوحات
چھٹا باب :- حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کا دور حکومت اور فتوحات
ساتواں باب :- امیر معاویہ اور خلفائے بنی امیہ کا عہد حکومت اور فتوحات
آٹھواں باب :- خلفائے بنو عباس کا طویل دور حکومت۔
نواں باب :- اسپین اور یورپ کی اسلامی حکومتیں۔
دسواں باب :- مراکش، تیونس، الجزائر اور افریقہ کی اسلامی حکومتیں
گیارہواں باب :- مصر و شام کی اسلامی حکومتیں، غازی صلاح الدین ایوبی کی صلیبی جنگیں
بارہواں باب :- ایران افغانستان اور ماوراء النہر کی اسلامی حکومتیں
تیرھواں باب :- شاہان سلجوق اور سلاطین ترکیہ کا دور حکومت۔
چودھواں باب :- ہندوستان کی خود مختار اسلامی حکومتوں کی تاریخ

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک ایسی مکمل اور جامع تاریخ ہے جو اب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی تھی انداز تحریر ناول کی طرح عام فہم اور دلکش صفحات تقریباً ایک ہزار کاغذ سفید نہایت اعلیٰ رنگین ٹائیٹل اگر ناپسند ہو تو قیمت واپس منگالیں۔ جدید ایڈیشن حال ہی میں طبع ہوا ہے

چودہ ابواب کی مکمل تاریخ مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف بیس روپے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی —— جامع مسجد دہلی ۶



اسلامی تلوار ظلم کیلئے کبھی نہیں اٹھی

اسلام خونریزی اور جنگ و پیکار کا شدید مخالف ہے

(از ایم ۔ نکلسن صدیقی)

اسلام پر ایک الزام یہ بھی لگایا جاتا ہے کہ یہ جنگ بازوں کا مذہب ہے ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ عالم مجبوری میں تلوار اٹھائی ہے ۔ مسٹر ایم ۔ نکلسن صدیقی ایک نومسلم انگریز ہیں ۔ انھوں نے حال ہی میں اسلام کی امن پسندی پر ایک نہایت ہی اہم مقالہ سپرد قلم کیا ہے ۔ جس کا ترجمہ ہم ناظرین دین دنیا کی دلچسپی کیلئے ذیل میں پیش کر رہے ہیں ۔

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں ایسی بہت سی قومیں پیدا ہوئی ہیں ۔ جنھوں نے اپنے زمانہ میں اپنی قوت اور طاقت کی دھاگ بٹھادی تھی اور دنیا کے بیشتر حصہ پر ان کا پرچم لہراتا رہا تھا یہ قومیں اپنے مذہبی اور بعض حالات میں روایتی عقیدوں کے رشتوں میں بندھی ہوئی تھیں اور ان کے تمام تر دنیاوی ترقیوں میں ان کے ہی عقائد روح رواں کی حیثیت رکھتے تھے ۔ لیکن اگر ان کی فتوحات کے نتائج پر غور کیا جائے تو یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ یا تو ان سے بنی نوع انسان کو مطلق فائدہ نہیں پہنچا یا پھر اتنا کم فائدہ پہنچا ہے کہ اسے کوئی اہمیت نہیں دی جا سکتی ۔ لیکن آج سے چودہ سو سال پہلے ۔ اسلام نے جس قوم کی تخلیق کی تھی اس کی ملکی فتوحات نے دنیا کے نقشے اور فتوحات کے مفہوم کو یکسر تبدیل کر دیا تھا اور مسلمانوں کا عروج ہر اعتبار سے بنی نوع انسان کے لئے رحمت ثابت ہوا تھا ۔

اسلام کے ظہور سے پہلے قوموں کی قوت و طاقت کا مفہوم صرف یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ کمزور قوموں کو مغلوب اور مفتوح کر کے ان کے افراد کو اپنا غلام بنا لیں ۔ لیکن اسلام نے اپنے اصول اور نظریات کی بنیاد پر جس قوم کی تنظیم کی تھی اس نے اپنی قوت و طاقت کو اس تخریبی مقصد کیلئے مخصوص نہیں کیا تھا ۔ بلکہ اسلام کے آغاز کے دور میں اس کے اکابر رہنما اس بات کے خواہشمند رہتے تھے کہ انہیں کسی کے خلاف کبھی تلوار نہ اٹھانی پڑے ۔ چنانچہ مسلمانوں کے دوسرے امیر حضرت عمرؓ بار بار اس خواہش کا اظہار فرماتے تھے کہ "کاش ہمارے اور ایرانیوں کے درمیان آگ کا ایک پہاڑ حائل ہوتا تاکہ دونوں کو ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے کا موقع نہ ملتا"

مسلمانوں کی اس امن پسندی کی خواہش کے باوجود جب انہیں دفاعی لڑائیاں لڑنی پڑیں اور وہ ایران اور روم جیسی عظیم سلطنتوں کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے تو انھوں نے ان فتوحات کے اس جارحانہ مفہوم کو برقرار نہیں رکھا ۔ جو ان سے پہلے کے تمام فاتحین سمجھتے رہے تھے ۔ چنانچہ مسلمانوں کے تمام تر مفتوحہ ممالک کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے کسی قوم کے افراد کو غلام نہیں بنا لیا بلکہ وہ غلامی کی رسم کو غیر مقبول بنانے اور خود غلاموں کو آزاد کرانے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے ۔ مسلمان مفتوح ممالک کی دولت کو اپنے عیش و آرام پر صرف نہیں کرتے تھے بلکہ وہ محافظ کی حیثیت سے جزیہ کے نام پر غیر مسلموں سے صرف اپنا حق خدمت لیتے تھے پھر اگر مسلمان یہ خدمت انجام نہیں دے سکتے تھے تو وصول کی ہوئی رقوم بھی واپس کر دیتے تھے ۔ چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوا ہے ۔

مسلمانوں نے اپنی ملکی فتوحات کے بعد مفتوحہ قوموں کے ساتھ جو مجموعی سرتاسر انسانیت پر مبنی سلوک روا رکھا تھا ۔ اس کی ایک مثال یہ

بھی ہے کہ مسلمانوں کی انتہائی رواداری کے باوجود جو لوگ اُن کی مملکت میں رہنا نہیں چاہتے تھے وہ اُنہیں نہ صرف ملک سے چلے جانے ہی کی اجازت دیدیتے تھے بلکہ اسلحہ کے علاوہ اُنہیں اُن کی کوئی منقولہ چیز بھی ساتھ لیجانے سے منع نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ غیر منقولہ جائداد کا معاوضہ بھی ادا کردیتے تھے۔ اور اُنہیں اپنے علاقہ سے بحفاظت تمام گزار دینے کو اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔

اِس حقیقت کو مسلمانوں کے بدترین مخالف یعنی عیسائی اہلِ قلم نے بھی تسلیم کیا ہے کہ مسلمان فاتحین نے کسی مفتوحہ ملک کے لوگوں کے مذہبی عقائد اور رسم و رواج میں کبھی کوئی مداخلت نہیں کی چنانچہ اسلامی مملکت میں ہر شخص اپنے عقائد اور اُن کے مطابق عمل کرنے میں نہ صرف آزاد ہی تھا بلکہ اُن کے حقوق کی حفاظت بھی کی جاتی تھی اور تاریخ میں ایسے واقعات بھی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے مذہبی گروہوں کو داخلی خود مختاری بھی دے رکھی تھی اور وہ اپنے معاملات کو خود ہی انجام دیتے تھے۔ بس مسلمانوں کی حکومت صرف اُس وقت اُن کے کسی معاملہ میں دخل دیتی تھی جب یا تو وہ خود اسے طے نہیں کرسکتے تھے یا اُس کا اثر اُن کے محدود دائرہ سے نکل کر دوسروں پر بھی پڑنے لگتا تھا۔

مسلمان فاتحین نے فتوحات کے اخلاقی مقصد میں یہ انقلاب عظیم برپا کرنے کے علاوہ ملکی فتوحات کے دوسرے گوشوں میں بھی زبردست اور تعمیری تبدیلیاں کی تھیں۔ اور یہ تبدیلیاں مفتوحہ ملکوں کی تعمیر و ترقی کی بنیاد ثابت ہوئی تھیں۔ مثلاً مسلمانوں نے اپنی ملکی فتوحات کو ملکوں کے بہتر نظم و نسق کا وسیلہ بنایا تھا۔ ان فتوحات نے مختلف اور دور دراز فاصلوں پر واقع ملکوں کو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ کردیا تھا۔ اور اس طرح نہ صرف مفتوح قوموں کی صنعت و حرفت اور تجارت ہی میں جان پڑ گئی تھی بلکہ مختلف قوموں کے میل جول کی بدولت انسانی تہذیب اور تمدن میں بھی ترقی ہوئی تھی منصوبہ بند شہروں نیز آبپاشی اور پینے کا پانی بہم پہنچانے کے لئے نہروں کی تعمیر مسلمانوں ہی کا کارنامہ ہے مسلمانوں ہی نے اپنے مفتوحہ ملکوں میں سڑکوں کا جال پھیلایا تھا اور قافلوں کے تحفظ کے علاوہ مسافروں کی سہولت اور آسائش کے وسائل بہم پہنچائے تھے۔

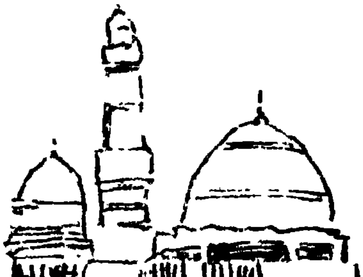
(۱) اِن مادّی فائدوں کے علاوہ مسلمانوں کی ملکی فتوحات کی بدولت مشرق سے مغرب تک مختلف قوموں اور مختلف مذہبی اور سماجی عقائد رکھنے والے لوگوں کو ایک دوسرے سے ملنے اور معاملات کرنے کا جو موقع حاصل ہوا تھا اُس نے قوموں کے مزاج میں اعتدال پیدا کردیا تھا۔ مذہبی منافرت کم ہوگئی تھی۔ رنگ اور نسل کے امتیازات میں زبردست فرق پیدا ہوگیا تھا۔ اور اِس طرح اس عالمگیر برادری کے قیام کا راستہ ہموار ہوا تھا۔ جس کی تکمیل کے لئے آج دنیا کے مُدبّر اور رہنما ہر ممکن کوشش کررہے ہیں

اِن فوائد کے علاوہ مسلمانوں کی ملکی فتوحات نے اُن قدیم علوم کو بھی نئی زندگی بخشی تھی. جو عیسائی علما کی مخالفت کے باعث مردہ ہوتے جارہے تھے۔ اِن قدیم علوم نے جدید علوم کی تدوین اور ترتیب میں جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں ان کی طرف سے آنکھیں بند نہیں کی جاسکتیں۔ اور اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اگر مسلمانوں کو ملکی فتوحات حاصل نہ ہوتیں تو اِن قدیم علوم کے احیا کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔

اسلام کے ظہور کے دور میں ملکی فتوحات قوموں کی سرگرمیوں کا ایک لازمی حصہ تھا۔ اس لئے اگر ایک قوم کی حیثیت سے بھی مسلمان فتوحات کے راستہ پر قدم اٹھاتے تو اُنہیں مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا تھا۔ لیکن اُنھوں نے جارحانہ لڑائیوں سے ہمیشہ پرہیز کیا تھا۔ اور دفاعی جنگوں کی بدولت اُنہیں جو ملکی فتوحات حاصل ہوئی تھیں اور اُن کے بعد اُنھوں نے مفتوح قوموں اور ملکوں کی جو گرانقدر خدمات انجام دی تھیں اُن کے پیشِ نظر مسلمانوں کی ملکی فتوحات کو بنی نوع انسان کے لئے رحمت قرار نہ دینا احسان فراموشی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

دین دنیا کے پرچے محفوظ رکھئے

بڑے بڑے اہم واقعات کو دین دنیا میں مختصر کرکے پیش کیا جاتا ہے۔ دین دنیا تفریحی پرچہ نہیں ہے بلکہ ایک ایسا جریدہ ہے جس میں کہ نہایت مفید کارآمد اور معلومات سے لبریز مضامین بڑی تلاش و محنت سے سپردِ قلم کئے جاتے ہیں اسلئے دین دنیا کے تمام پرچوں کو محفوظ رکھئے۔



خلیفۂ اسلام ملزموں کے کٹہرے میں
حضرت فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت کا ایک واقعہ

(از جناب حاجی بہادلپوری)

اللہ اللہ خلفائے راشدین کا دورِ خلافت کیسا مبارک دور تھا کہ اُس کی مثال تاریخِ عالم میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل سکتی شاہ و گدا میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہا تھا۔ انصاف کے معاملہ میں چھوٹے اور بڑے میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا تھا اور اُس زمانہ کی عدالتوں میں حکومتِ الٰہیہ کی شان دکھائی دیتی تھی۔ ذیل کا واقعہ اُسی دور کی ناقابلِ فراموش داستان ہے

موسلادھار بارش ہو رہی تھی۔ مسجدِ نبوی میں اترنے والا پرنالہ پورے زور شور کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ چھینٹیں اُڑ اُڑ کر مسلمانوں کے کپڑوں پر آ رہی تھیں۔ کچھ مسلمان قیام میں تھے کچھ رکوع میں اور کچھ سجود میں۔ اللہ کے نیک بندے بارگاہِ الٰہی میں محو تھے۔ اُنہیں بارش کے پانی کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ البتہ جو نماز پڑھ چکے تھے وہ اپنے آپ کو پرنالہ کے گندے پانی کی چھینٹوں سے بچانے کی کوشش ضرور کر رہے تھے۔

"بھائیو! کیا بات ہے کیوں حیران و پریشان ہو؟" دفعتاً ایک آواز سنائی دی۔ مسلمانوں نے مڑ کر دیکھا تو خلیفۃ المسلمین حضرت فاروق اعظم تشریف لا رہے تھے۔ دائیں طرف حضرت عثمان غنیؓ اور بائیں جانب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تھے۔ لوگوں نے امیر المومنین کو دیکھ کر عرض کیا۔

"یا امیر المومنین پرنالے کے بہنے کی وجہ سے سخت تکلیف ہو رہی ہے پرنالہ اس طرح گر رہا ہے کہ مسجد کے اندر چھینٹیں آ رہی ہیں۔ اور کپڑے خراب ہو رہے ہیں؟"

"کیا مالک مکان حضرت عباسؓ تشریف نہیں لائے؟" حضرت عمرؓ نے سوال کیا۔

"ہاں حضور آج وہ نماز میں شریک نہیں ہوئے۔" ایک دوسرے مسلمان نے جواب دیا

"اچھا! کیونکہ پرنالہ کے بہنے کی وجہ سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اسلئے اسے اکھاڑ دو اور اسے بند کر دو۔"

حکم کی دیر تھی تین چار مسلمانوں نے زور لگا کر پرنالہ اکھاڑ دیا حضرت عباسؓ کہیں باہر تشریف لے گئے تھے جب واپس آئے تو یہ خبر دیکھ کر سخت برافروختہ ہوئے اور فوراً قاضی شہر حضرت ابی بن کعبؓ کی عدالت میں خلیفۂ وقت کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا۔ دنیا کے سب سے بڑے حکمران اور خلیفۂ اعظم جس کے کوڑے سے بڑے بڑے سرکش کانپتے تھے۔ جس کے دبدبے اور طنطنے سے قیصر و کسریٰ بھی لرز جاتے تھے۔ اُن کے نام فرمان جاری کر دیا کہ "آپ کے خلاف عباس بن مطلب نے مقدمہ دائر کیا ہے اور انصاف چاہا ہے اس لئے مقدمہ کی پیروی کریں۔ اور اپنی صفائی پیش کریں۔"

کوئی دوسرا صدر، بادشاہ یا حکمران ہوتا تو اسے اپنی بےعزتی اور توہین کا مرتکب خیال کرتا۔ اور اسی وقت قاضی صاحب کو پکڑ کر یا تو تہہ تیغ کر دیا جاتا۔ یا کسی قیدخانہ میں ساری عمر کے لئے ڈال دیا جاتا۔ مگر عرب و عجم کے شہنشاہ فاروق اعظم کی تیوری پر بل تک نہیں آیا اور نہایت سادگی کے ساتھ تاریخ مقررہ پر قاضی شہر کی عدالت میں حاضر ہو گئے۔ عدالت میں اندر آنے کی اجازت بھی کافی دیر میں ملی کیونکہ قاضی مصروف تھے اور جب تک حضرت ابی بن کعب زیرِ سماعت مقدمہ کی کارروائی سے فارغ نہیں ہوئے فاروق اعظم باہر کھڑے انتظار کرتے رہے۔

مقدمہ پیش ہوا۔ خلیفۂ وقت اور مدعی حضرت عباسؓ اکٹھے عدالت کے کٹہرے میں کھڑے تھے۔ مقدمہ کی کارروائی شروع ہونے سے

قبل خلیفۂ وقت نے کچھ کہنا چاہا مگر قاضی نے روک دیا اور کہا "ابھی آپ خاموش رہیں کیونکہ پہلے مدعی کا بیان ضروری ہے" امیر المومنین خاموش ہوگئے۔ اور مقدمہ کی کاروائی شروع ہوگئی۔

حضرت عباس رض نے اپنے دعوے کے حق میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ "جناب میرے مکان کا پرنالہ شروع ہی سے مسجد نبوی کی طرف تھا۔ آنحضرت کے عہد مبارک میں اور خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رض کے عہد خلافت میں بھی اسی جگہ رہا۔ مگر امیر المومنین حضرت عمر رض نے اسے اکھاڑ کر پھنکوا دیا ہے۔ جس سے میرا نقصان ہوا ہے۔ اور مجھے بے حد اذیت اور تکلیف پہنچی ہے۔ میرا مطالبہ ہے کہ میرے ساتھ انصاف کیا جائے۔"

قاضی شہر ابی بن کعب رض بولے "بیشک آپ کے ساتھ انصاف کیا جائے گا فرمائیے امیر المومنین آپ اپنی صفائی میں کیا کہنا چاہتے ہیں"

حضرت عمر فاروق رض نے فرمایا "بیشک پرنالہ میں نے اکھڑوا دیا ہے اور اس کا ذمہ دار میں ہوں۔"

حضرت ابی بن کعب بولے "آپ کو اجازت کے بغیر کسی دوسرے کے مکان میں بیجا مداخلت نہیں کرنی چاہئے تھی۔ آپ وجہ بتائیں کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔"

"محترم پرنالہ کے بہنے کی وجہ سے نمازیوں کے کپڑے خراب ہوتے تھے۔ گندے پانی کی چھینٹیں اُن کے کپڑوں پر پڑتی تھیں اس لئے مسلمانوں کی تکلیف کے پیش نظر میں نے یہ پرنالہ اکھڑوا دیا ہے۔ اس معاملہ میں جہانتک میں سمجھتا ہوں میں نے کوئی ناواجب بات نہیں کی۔" یہ تھا فاروق اعظم کا جواب۔

حضرت ابی بن کعب حضرت عباس سے مخاطب ہوئے اور پوچھا "کیا آپ اس کے جواب میں کچھ کہنا چاہتے ہیں"

حضرت عباس رض نے اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے کہا "جناب واقعہ یہ ہے کہ جس وقت میں نے مکان بنوایا تھا۔ تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عصائے مبارک سے نشانات قائم کئے تھے اور اُن ہی نشانات پر میں نے مکان بنوایا تھا۔ اور جب مکان مکمل ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ تم میرے کندھوں پر چڑھ کر اس جگہ پرنالہ کو نصب کر دو۔ میں نے ادباً انکار کیا۔ مگر حضور برابر اصرار فرماتے رہے اور آخر کار حضور کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اُن کے مبارک کندھوں پر چڑھ کر میں نے یہ پرنالہ لگایا تھا۔ مگر افسوس امیر المومنین نے اس یادگار پرنالہ کو اکھیڑ دیا۔"

حضرت ابی بن کعب نے پوچھا "ابوالفضل کیا آپ اس بیان کی تصدیق کے لئے کوئی گواہ پیش کر سکتے ہیں"

"ایک دو نہیں بلکہ متعدد گواہ اس بارے میں پیش کئے جا سکتے ہیں"

"اچھا تو گواہ لائیے تاکہ مقدمہ کا فیصلہ ابھی کر دیا جائے۔"

حضرت عباس تشریف لے گئے اور تھوڑی ہی دیر میں دو تین انصاری صحابیوں کو اپنے ساتھ لے کر آ گئے جنھوں نے شہادت دی کہ ہمارے سامنے حضرت عباس رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر چڑھ کر یہ پرنالہ نصب کیا تھا۔

گواہی ختم ہوگئی دنیا کا سب سے بڑا شہنشاہ جواب اپنی نظریں جھکائے کھڑا تھا۔ حضرت عباس رض سے کہنے لگا "اے ابوالفضل۔ رب کعبہ کی قسم مجھ سے زبردست غلطی سرزد ہوگئی ہے۔ میرا قصور معاف کر دیجئے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ پرنالہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں لگوایا تھا تو میری کیا مجال تھی کہ آنحضور کے لگوائے ہوئے پرنالہ کو اکھڑوا دیتا جو کچھ ہوا وہ لاعلمی میں ہوا آپ میرے کندھوں پر چڑھ کر دوبارہ پرنالہ نصب کر دیں۔"

قاضی شہر ابی بن کعب بولے "امیر المومنین انصاف کا تقاضہ یہی ہے اور آپ کو ایسا ہی کرنا چاہئے۔"

اور پھر تھوڑی دیر بعد لوگوں نے جو کچھ دیکھا اُس پر انگشت بدنداں رہ گئے۔ قیصر و کسریٰ جیسے شہنشاہوں کو شکست دینے والا عظیم حکمران نہایت مسکینی کے ساتھ جھکا ہوا دیوار کے نیچے کھڑا تھا۔ اور حضرت عباس رض ان کے کندھوں پر چڑھ کر پرنالہ نصب کر رہے تھے۔ جب پرنالہ نصب ہوگیا تو حضرت عباس رض نیچے کود پڑے اور حضرت فاروق اعظم سے لپٹ گئے اور کہنے لگے۔

"امیر المومنین واقعی آپ نے بڑے تحمل اور عدل پسندی کا ثبوت دیا ہے۔ خیر جو کچھ ہوا وہ حق اور صداقت کے ساتھ ہوا مگر پھر بھی میں اس بے ادبی کی معافی چاہتا ہوں اور ساتھ ہی نہایت خوشی سے اپنے اس مکان کو مسجد نبوی کے لئے خدا کی راہ میں وقف کرتا ہوں آپ اسے گرا کر مسجد نبوی میں شامل فرمالیں تاکہ نمازیوں کو جو تکلیف ہوتی رہی ہے یا آئندہ اسکے ہونے کا امکان ہے اس کا ازالہ ہو سکے [illegible]



میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟
ایک جرمن نومسلم۔ اے زولر کی آپ بیتی

(مسٹر اے۔ زولر کے ایک مقالہ کا ترجمہ)

پچھلے دنوں ایک جرمن صاحب علم مسٹر اے۔ زولر نے اپنا آبائی مذہب ترک کر کے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور اپنا اسلامی نام "عبدالرحمٰن زولر" رکھ لیا ہے۔ ذیل کے مقالہ میں اس جرمن نومسلم نے یہ بتایا ہے کہ وہ کون سے محرکات تھے جنھوں نے کہ اُسے اسلام کی جانب توجہ دلائی۔ چنانچہ ذیل میں اس نومسلم کے احساسات درج کئے جا رہے ہیں۔

میں نے اپنے آبائی مذہب، عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا ہے لیکن میں یہ بات بھی چھپانا نہیں چاہتا کہ میں ایک دنیادار انسان ہوں اور ہوش سنبھالنے کے بعد سے اپنے آبائی مذہب اور دوسرے مذہبوں کو اس نظر سے دیکھتا رہا ہوں کہ دنیاوی زندگی میں کس حد تک ہماری رہنمائی کر سکتے ہیں۔ اور میرے اس مطالعہ نے مجھے مسیحیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی ہے۔

میرا پختہ عقیدہ یہ ہے کہ انسان کی زندگی کی ضرورتوں میں سے مذہب بھی ایک بہت بڑی ضرورت کی حیثیت رکھتا ہے۔ مذہب زندگی کی ہر منزل میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ وہ انسان کو اشرف المخلوقات بننے میں مدد دیتا ہے۔ اُسے انسانیت کے صحیح تقاضوں سے آشنا کرتا ہے۔ انسانوں کے باہمی تعلقات کو خوشگوار اور بہتر بناتا ہے اور انسان کو خدا تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے کے طریقے بتاتا ہے۔ لیکن جو مذہب ان ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتا کیا کوئی سمجھدار انسان صرف اس لئے اُسے مذہب کی حیثیت مانتا رہ سکتا ہے کہ وہ اُس کے آبا و اجداد کا مذہب ہے؟

میں نے عیسائیت کو صرف اس لئے ترک کیا ہے کہ میرے مطالعہ کی روشنی میں یہ مذہب زندگی کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتا۔ اس کے عقائد الجھے ہوئے ہیں۔ اور ناقابل فہم ہیں۔ اور اس کا عملی نظام ایسا ہے جس میں روحانیت کی کوئی جھلک بھی نظر نہیں آتی۔ اس میں شک نہیں کہ آج عیسائی دنیا تہذیبی لحاظ سے سب سے زیادہ ترقی یافتہ سمجھی جاتی ہے لیکن اُس کی اس ترقی میں مذہب کو کوئی دخل حاصل نہیں۔ بلکہ عیسائیت انسان کے ذہن کی صلاحیتوں اور عمل کے میدان کو محدود کر دیتی ہے، اور ہمیں اگر دنیاوی اور مادی ترقیاں کرنے کیلئے اپنے آبائی مذہب عیسائیت کو نظر انداز کرنا پڑا ہے۔ تو پھر ہمیں یہ جستجو بھی کرنی چاہئے کہ کیا دنیا کا کوئی مذہب انسان کی مادی ترقیوں میں اس کی رہنمائی اور ہمت افزائی بھی کرتا ہے۔ یا نہیں؟ میں نے اسی احساس کے تحت مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچنے کے بعد کہ اسلام ایک دین ہونے کے ساتھ مکمل نظام زندگی بھی ہے۔ میں نے اسے قبول کر لیا ہے۔

میں نے کہا ہے کہ عیسائیت کے عقائد الجھے ہوئے اور ناقابل فہم ہیں مثلاً ہر مذہب کی بنیاد خدا تعالیٰ کے ایک صاف اور واضح تصور پر قائم ہوتی ہے لیکن عیسائیت میں خدا تعالیٰ کا ایسا واضح تصور نہیں ملتا۔ اس نے تثلیث کی شکل میں خدا تعالیٰ کا جو تصور پیش کیا ہے اُس نے خدا تعالیٰ کو تقسیم کر دیا ہے اور چونکہ اس کی ذات کی اس تقسیم کی بدولت اس کی قوتیں بھی تقسیم ہو گئی ہیں۔ اس لئے تثلیث کے ماننے والوں کے ذہن میں خدائے تعالیٰ اور اس کی قوتوں کا تصور

وہ اعتماد پیدا نہیں ہو سکتا جو اسلام کے عقیدۂ توحید کے ماننے والوں کے ذہن میں پایا جاتا ہے۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ کی ذات پر یہ کامل اعتماد ہی انسان کے تمام تر اعمال کی بنیاد ہے۔ اس لئے تثلیث کے ماننے والے اپنی نجات کے بارے میں بھی دوسرے انسانوں کے محتاج نظر آتے ہیں اور یہ اعترافِ گناہ کا عجیب طریقہ خدا تعالیٰ کی ذات پر اسی کامل اعتماد کی عدم موجودگی کا نتیجہ ہے۔

رسالت بھی مذہب کا ایک بنیادی جزو ہے اور جب تک کسی مذہب میں رسالت کا کوئی واضح تصور موجود نہ ہو وہ مذہب کسی ہوشمند انسان کے لئے قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔ مسیحیت میں حضرت عیسیٰؑ کو خدا تعالیٰ کا بیٹا ماننے کا جو طریقہ موجود ہے وہ بجائے خود اپنی جگہ ناقابلِ فہم ہے اور اس کے مقابلہ میں اسلام کا یہ عقیدہ سمجھ میں آتا ہے کہ محمدؐ اللہ کے بندے ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے رسول اور پیغمبر بھی ہیں۔ یہ عقیدہ انسان کو پیغمبرِ اسلام کے زیادہ قریب لے آتا ہے انسان محسوس کرتا ہے کہ وہ بھی جیسے ایک انسان کی رہنمائی میں نہ صرف زندگی کے مختلف مرحلوں ہی کو ایک انسان کی حیثیت سے ہم کامیابی کے ساتھ طے کر سکتے ہیں۔ بلکہ خدا کی قربت بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

اسلام کے ایک مکمل نظامِ زندگی ہونے کا بنیادی سبب یہ ہے کہ یہ ایک انسان پر نازل ہوا تھا۔ اور اس میں انسان کی تمام ضرورتوں اس کی کمزوریوں اور فطرت کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ اور کسی معاملہ میں اسے کوئی ایسا قدم اٹھانے کے لئے نہیں کہا گیا ہے۔ جو ایک انسان کے لئے اٹھانا ناممکن ہو یا جس کی حکمت انسان کی سمجھ میں نہ آسکے۔

اسلام کی عبادات اور عقائد کے آسان طریقے نیز مقاصد کے واضح ہونے کے علاوہ مجھے اس کی اس خصوصیت نے بھی بہت زیادہ متاثر کیا ہے کہ وہ انسان کو ہر ماحول میں شائستہ، پاکیزہ اور امن کی زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام میں اتنی وسعت اور لچک موجود ہے جس کی وجہ سے مسلمان دنیا کی ہر اچھی بات کو اختیار کر سکتے ہیں اسی لئے اسلام کی تہذیب اور اس کے تمدن میں دنیا کی تمام تہذیبوں اور تمدنوں کی اعلیٰ قدریں شامل ہیں اور مسلمانوں میں وہ تنگ دلی موجود نہیں جو دوسری قوموں کے علوم و فنون اور تہذیبوں کے متعلق عہد وسطیٰ اور اس کے بعد کی قوموں میں پائی جاتی تھیں وہ مسلمانوں کو سب کے ساتھ امن اور سلامتی کے ساتھ رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اس کی صلح پسندی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس نے مذہبی تعصب اور تنگ دلی کو بالکل ختم کر دیا ہے۔ وہ مسلمانوں کو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ انہیں دوسرے مذاہب کے بزرگوں کا پورا پورا احترام کرنا چاہیئے۔ اور کسی مذہب اور اس کے بزرگوں کے متعلق دل آزار باتیں نہیں کہنی چاہئیں۔

مجھے اسلام کی وہ تعلیم بھی خصوصیت کے ساتھ پسند آئی ہے جو وہ دنیا میں سماجی مساوات قائم کرنے کے متعلق دیتا ہے۔ اسلام سماج میں امیر و غریب، سفید و سیاہ اور نسل و وطن کے فرق کو برقرار رکھنے کی اجازت نہیں دیتا وہ انسان کی بلندی اور پستی کو اس کے اعمال کے پیمانہ سے ناپتا ہے اور مسلمانوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ انسانی مساوات کے متعلق اسلام نے جو دعویٰ کیا ہے وہ ایک خوبصورت نظریہ ہی نہیں ہے بلکہ ایک ایسی حقیقت ہے جو کسی اور جگہ نظر نہیں آتی۔

دنیا اور آخرت کے متعلق اسلام کی حقیقت پسندانہ اور انسانی فطرت کے مطابق تعلیمات سے فارغ ہونے کے بعد حق کا کوئی متلاشی بھی اس مذہب کو قبول کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ خود میں نے بھی ان ہی خوبیوں کے پیشِ نظر اس مذہب کو قبول کیا ہے۔

خلیفۂ اسلام ملزموں کے کٹہرے میں

(باقی مضمون صفحہ ۳۲ سے)

دنیا بھر کی تاریخوں کو چھان مارئیے لیکن آپ کو کوئی ایک بھی ایسا محیر العقول اور عدل و انصاف نیز مساوات پر مبنی واقعہ نہیں مل سکتا۔ مسلمانو! قرآن اور حدیث کے بعد جس چیز کا مطالعہ تمہارے لئے ضروری ہے وہ تمہاری عظیم الشان تاریخ ہے۔ جس میں اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول کے روح کو گرما دینے والے واقعات بھی ہیں۔ اور مسلمان قوم کی حوصلہ مندی کی داستانیں بھی ہیں۔

یہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی کا صدقہ تھا کہ قیصر و کسریٰ کی عظیم سلطنتیں ان کے سامنے سرنگوں ہو گئیں۔ مسلمان جدھر بھی بڑھے فتح اور کامرانی نے ان کے قدم چومے۔ اور انھوں نے دیکھتے ہی دیکھتے عراق۔ شام۔ ایران، مصر، فلسطین، اسپین، ہندوستان اور آدھی سے بھی زیادہ دنیا کو فتح کر لیا۔



مفلسی، مصیبت، بیماری اور پریشانی کا مجرب علاج

اعمال و وظائف کی بے پناہ طاقت

اولیائے کرام کے بتائے ہوئے مجرب اعمال و نقوش جنہوں نے ہزاروں مایوس لوگوں کی قسمتوں کو بدل دیا

یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدا نے اعمال و وظائف یعنی اللہ کے کلام میں زبردست بے پناہ طاقت رکھی ہے کہ اعمال کو اگر صحیح طریقہ پر پڑھا جائے یا نقوش کو صحیح اوقات میں لکھا جائے تو ان سے لوگوں کی قسمتیں بدل جاتی ہیں بیماری اور مفلسی سے حیرت انگیز طریقہ پر نجات مل جاتی ہے۔ بگڑے ہوئے کام آن کی آن میں درست ہو جاتے ہیں اور اعمال کے پڑھنے والے صرف مالا مال ہو جاتے ہیں بلکہ محبوب خلائق بھی بن جاتے ہیں۔ لیکن اعمال و وظائف کی پوشیدہ طاقت صرف اسی حالت میں اپنا کرشمہ دکھاتی ہے جبکہ اعمال و وظائف کو اولیائے کرام کے بتائے ہوئے طریقہ پر پڑھا جائے اور نقوش کو صحیح اوقات میں بزرگان دین کے مقرر کردہ طریقوں پر لکھا جائے لہٰذا جو حضرات اعمال و وظائف کا زندہ کرشمہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ آج ہی اس فن پر سب سے مستند کتاب "عملیات" منگا لیں جس کو ایک زبردست عالم دین نے پچاس سال کی جستجو کے بعد مرتب کیا ہے۔

عملیات
(مرتبہ مولانا سید ظہور احمد شاہ صاحب رامپوری)

فی الحقیقت اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر سب سے مستند کتاب ہے جس میں اعمال و وظائف کے بارے میں مکمل معلومات ہے برجوں اور سیاروں کی پوری تفصیل ہے ہر شخص کا طالع جاننے کے طریقے درج ہیں۔ سیاروں کو مسخر کرنے کے اعمال درج ہیں اور اعمال حسنہ پر مکمل بحث ہے بے شمار محبت کے اعمال درج ہیں لا تعداد عداوت کے اعمال درج ہیں۔ کشائش رزق، تسخیر محبوب، چور کی شناخت، کامیابی مقدمات اور مختلف امراض کے لئے اولیائے کرام کے بتائے ہوئے سینکڑوں اعمال و نقوش درج ہیں۔

کتاب عملیات کے خاص خاص ابواب یہ ہیں

باب اول :- ابتدائی معلومات :- اس میں حروف تہجی کے اعداد و شمار برجوں کے رنگ و زائچے، سیاروں کی رفتار اور مقامات کی تفصیل درج ہے

باب دوم :- اعمال حسنہ :- اس میں اسمائے حسنہ کے موکلوں کے اعداد و اقسام اور اسمائے جلالی و جمالی نیز ان کے نقوش و اعمال درج ہیں۔

باب سوم :- اعمال محبت :- اس میں محبوب کو قابو میں کرنے کے لئے اسم یا ودود کا عمل، اسم الٰہی کا عمل، سرمہ محبت، تصور محبوب کا عمل، قرآنی اعمال اور بے شمار محبت کے نقوش درج ہیں

باب چہارم :- عملیات عداوت :- اس میں دشمن کے شر اور فساد سے بچنے کیلئے اور اس پر حاوی ہونے کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب پنجم :- کشائش رزق :- اس میں مفلسی اور بیکاری دور کرنے کیلئے اور خوشحالی ہونے کے لئے لا تعداد تیر بہدف اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ششم :- تسخیر خلائق :- اس میں مخلوق خدا میں ہر دلعزیز بننے کے لئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہفتم :- تسخیر حکام :- اس میں حکام کی تسخیر کے لئے اور کامیابی مقدمات کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہشتم :- چور کی شناخت :- اس میں چور کی شناخت اور مال مسروقہ کی بازیافت کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب نہم :- گمشدہ کی واپسی :- اس میں گمشدہ کی واپسی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جن سے گمشدہ یقینی طور پر واپس آجاتا ہے۔

باب دہم :- مختلف امراض کے لئے :- اس میں ایسے مایوس العلاج مریضوں کی صحتیابی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جنہیں حکیم و ڈاکٹر جواب دے چکے ہوں۔

باب یازدہم :- اولاد کے لئے :- اس میں بزرگان دین کے وہ مجرب اعمال و نقوش درج ہیں جن کی تفصیل سے بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں۔

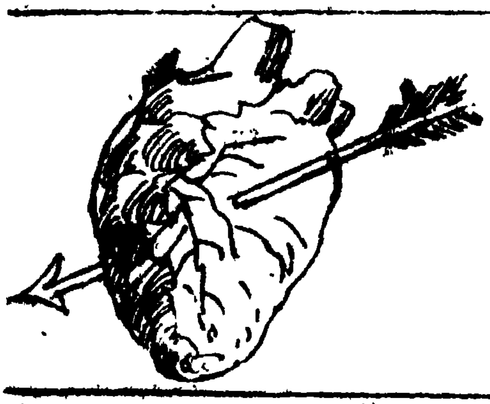
باب دوازدہم :- حل مشکلات :- اس میں پریشانی اور مشکلات سے بچنے کے لئے نہایت مجرب اور آزمودہ اعمال و نقوش درج ہیں۔

سیزدہم :- فالنامہ غوث الاعظم :- اس فالنامے کے ذریعہ بھی فال نکالی جا سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر یہ اردو کی پہلی کتاب ہے جس کو بڑی تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے اور جس میں اولیائے کرام اور بزرگان دین کے سینکڑوں نہایت مجرب اعمال و نقوش درج ہیں۔ قیمت مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف [illegible] روپے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی ——— جامع مسجد دہلی ۶

اخلاقی شذرات



ضمیر کی پکار

جسم حقیقت کے لئے باطنی اشارے

(از شوکت علی فہمی)

انسان کی آنکھیں اگر کھلی ہوں اور اُس کا ضمیر بھی بیدار ہو تو اُسے دنیا کی ہر چیز میں ایک عبرت اور نصیحت دکھائی دیتی ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں چند اخلاقی شذرات پیش کر رہے ہیں۔ ان کے ہر ٹکڑے میں صاحبِ قلب کے لئے ضمیر کو بیدار کر دینے والی ایک داستان پوشیدہ ہے۔

سردی تھی اور انتہائی سردی کا۔ غریب سپاہی اس سردی میں شاہی خیمہ پر پہرا دے رہا تھا۔ اور اس خیمہ میں ایران کا نامور بادشاہ نادر شاہ آرام کر رہا تھا۔ غریب سپاہی نے خیمہ پر ایک حسرت کی نظر ڈالتے ہوئے کہا کہ "خداوند تیری حکمت بھی عجیب ہے۔ کہ کسی کو فقیر بنا دیا ہے اور کسی کو بادشاہ ایک میں بدنصیب ہوں کہ کھلے میدان میں سردی سے اکڑا جا رہا ہوں اور ایک نادر شاہ ہے کہ جو پُر تکلف شاہی خیمہ میں آرام کر رہا ہے۔ ایک میں بدنصیب ہوں کہ نیند کے غلبہ کے باوجود آنکھ جھپکانے کی بھی اجازت نہیں اور ایک بادشاہ ہے کہ آرام کی نیند سو رہا ہے"۔ یہ سپاہی ایک ٹھنڈا سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ مگر اُسے کچھ خبر نہ تھی کہ نادر شاہ اس خیمہ میں اُس سے بھی کہیں زیادہ اضطراب اور بے چینی میں مبتلا تھا۔

شاہ ایران خیمہ میں کروٹیں بدل رہا تھا۔ وہ دشمنوں کی سازشوں سے بے حد فکرمند تھا۔ ابھی حال ہی میں اُس پر قاتلانہ حملہ ہو چکا تھا۔ فکر و پریشانی کی وجہ سے اُسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ وہ اضطراب کے عالم میں خیمہ کے اندر ٹہل رہا تھا۔ اُس نے حسرت بھری نظروں سے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا "خداوندا تیری حکمت بھی عجیب ہے کہ کسی کو تو فقیری میں بھی چین میسر ہے اور کسی کو بادشاہت عطا کر کے بھی بے چین بنا رکھا ہے ایک میں ہوں کہ سخت پہرے کے باوجود بھی میری زندگی خطرہ میں ہے۔ اور ایک میرے ادنیٰ سپاہی ہیں کہ کھلے میدان میں بے خوف کھڑے ہیں ایک میں بدبخت ہوں کہ مجھے شاہی خیمہ میں بھی نیند میسر نہیں اور ایک ادنیٰ فقیر ہے کہ وہ سڑک کے کنارے بے فکری سے سو جاتا ہے"۔ نادر شاہ نے یہ الفاظ کہے اور ٹھنڈا سانس بھر کر خاموش ہو گیا۔

دنیا کے حالات کس قدر عبرت انگیز ہیں کہ اس دنیا میں نہ بادشاہ کو چین میسر ہے اور نہ غریب کو اور دونوں ہی ایک دوسرے کی زندگی پر رشک کر رہے ہیں لیکن اصل حقیقت سے دونوں ہی ناآشنا ہیں۔

پورے یورپ میں ایک قیامت برپا تھی۔ نپولین کی فتوحات نے یورپ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ نپولین فتح کے غرور میں پھٹا جا رہا تھا۔ اور اُس کا نفس اس سے کہہ رہا تھا کہ "تو دنیا کا سب سے بڑا فاتح ہے دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت تیرے مقابلہ پر نہیں ٹھہر سکتی"۔ قدرت نے نپولین کے اس غرور کو دیکھا تو وہ مسکرائی اور مسکرا کر کہا "اپنی فتوحات پر مغرور ہونے والے فاتح تجھے کیا معلوم کہ تجھ جیسے نہ جانے کتنے نپولین دنیا میں آئے اور پیوند خاک بن گئے۔ اور اُن کا سارا غرور خاک میں مل گیا"۔

نپولین برابر ملک فتح کرتا رہا اور آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ اُس نے روس کی وسیع سلطنت کو پامال کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ نپولین کو غرور تھا کہ دنیا کی کوئی حکومت اُسے زیر نہیں کر سکتی۔ لیکن کچھ مدت کے بعد دنیا نے دیکھا کہ یورپ کا سب سے بڑا فاتح نپولین ایک جہاز

بھر قیدی کی زندگی گزار رہا ہے۔ قدرت اس کی بے بسی پر مسکرا رہی تھی۔ اور ان دعووں کو یاد دلا رہی تھی جو وہ کسی زمانہ میں کیا کرتا تھا۔ پھر دنیا نے یہ بھی دیکھا کہ وہی فاتح اعظم قید ہی کے عالم میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ یہ ہے انسان کے اس عروج کا حشر جو اسے خدا اور عاقبت سے غافل کر دیتا ہے۔

اس کی لاش جب سپرد خاک کی گئی تو زمین نے اسے سینہ سے چمٹا لیا وہ ایک امیر کبیر کی لاش تھی۔ زمین نے اسے سینہ سے لگاتے ہوئے کہا "میرے بچے دنیا کی دلفریبی نے تجھے مجھ سے ساٹھ برس تک الگ رکھا اور تو دنیا میں رہنے کے بعد اپنی ماں اور اپنی اصلیت کو بالکل ہی بھول گیا۔ مگر میں تجھے کبھی نہ بھولی۔ میں اپنے سینہ سے میٹھے پانی کے چشمے نکال کر تجھے پلاتی رہی اور میں زمین سے اناج اور پھل پیدا کرکے تجھے کھلاتی رہی۔ میں نے تیری تن پوشی کے لئے کپاس کا ڈھیر لگا دیا۔ میں تجھے ایک دن بھی نہ بھولی مگر تو نے مجھے دنیا میں رہتے ہوئے بالکل ہی فراموش کر دیا۔ میرے بچے تیری شکل و صورت تک بدل گئی ہے تجھے دیکھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ تو میرا بیٹا ہے۔ مگر اب میں تجھے اپنے رنگ میں رنگ لونگی" چنانچہ چند روز بعد ہی اس امیر کبیر کی لاش خاک بن گئی ہے۔ اور وہ امیر کبیر جو کل اپنے آپ کو خاکی نہیں بلکہ نوری سمجھنے لگا تھا۔ ایک مشت خاک بن کر رہ گیا۔

پھر ایک اور لاش سپرد خاک کی گئی۔ یہ ایک گداگر کی لاش تھی۔ زمین نے اسے بھی اپنے سینہ سے چمٹا لیا۔ اور محبت بھرے انداز میں کہنا شروع کیا "میرے غریب اور مفلس بچے مجھے رنج ہے کہ تو نے دنیا میں بڑی تکلیفیں اٹھائیں اور مجھے افسوس ہے کہ جو دولت تیرے حصہ کی تھی اس سے تیرے خودغرض بھائیوں نے تجھے محروم کر دیا میں دوسروں کی طرح تیرے لئے بھی اناج کے ڈھیر لگاتی رہی اور کپاس کا انبار بھی میں نے تیرے لئے لگا دیا تھا۔ مگر میرے بچے تیرے ان بھائیوں نے جو سرمایہ دار کہلاتے ہیں تجھے بھوکا اور ننگا رکھا۔ اور خود عیش کرتے رہے۔ مگر اب تیری مصیبت کا دور ختم ہو گیا۔ میں تجھے بھی اپنے ہی رنگ میں رنگ لوں گی۔ تو دنیا میں تو مساوات سے محروم رہا۔ لیکن اب تجھ میں اور کسی دولت مند میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا۔ میرے ہاں امیر و غریب سب ایک ہیں۔ چنانچہ چند روز میں فقیر کی لاش بھی ایک مشت خاک بن گئی۔ اب دولتمند اور گداگر میں کوئی فرق باقی نہیں رہا تھا۔ یہ ہے انسان کا عبرت انگیز انجام۔

عباسی دور کے نامور بزرگ "ابن سماک" ایک فقیر کو ساتھ لئے ہوئے خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں پہنچے اور خلیفہ سے کہا کہ "میرا جی چاہتا ہے کہ آپ صرف چند دن کے لئے اسے اپنے ملک کے کسی حصہ کی امارت دے دیں۔ تاکہ یہ غریب بھی بادشاہی کا لطف حاصل کر سکے" خلیفہ ہارون الرشید نے ان بزرگ کی اس خواہش کو منظور کر لیا۔

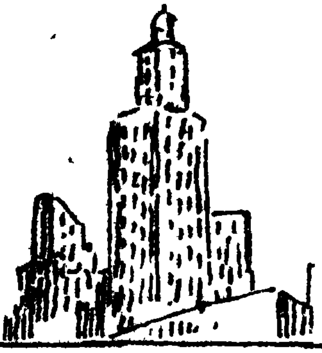
اب ابن سماک بھوکے فقیر کی جانب متوجہ ہوئے اور کہا۔ "اس سے بڑھ کر تیری خوش قسمتی کیا ہو سکتی ہے۔ کہ تجھے امارت مل رہی ہے۔ لیکن اس شرط پر کہ تجھے بھوکا اور پیاسا رہ کر حکومت کرنی ہوگی اور اگر تو اب بھی روٹی کا خواہش مند ہے تو امارت سے ہاتھ دھونا ہوگا۔ تیرے سامنے دو چیزیں ہیں ایک امارت اور دوسرے روٹی ان دونوں میں سے جسے چاہے پسند کر لے"

بھوکے فقیر نے گڑگڑا کر عرض کیا "اے خدا ترس بزرگ میں ایسی امارت لے کر کیا کروں گا جس سے میرا پیٹ تک نہ بھر سکے گا۔ مجھے تو صرف دو روٹیاں چاہییں میرے لئے یہی سب سے بڑی بادشاہت ہے"

ابن سماک نے فقیر کے یہ الفاظ سنے تو خلیفہ کی جانب متوجہ ہو کر کہا کہ "خلیفۃ المسلمین جس حکومت کی فکر میں آپ ہر وقت مبتلا رہتے ہیں۔ یہ ہے اس کی قیمت کہ ایک فقیر نے صرف دو روٹیوں کی خاطر اسے ٹھکرا دیا ہے۔ ذرا سوچئے کہ کیا وہ اس قابل ہے کہ آپ نے اس کی خاطر عاقبت تک کو بھلا دیا ہے" ابن سماک کی یہ نصیحت سن کر خلیفہ ہارون الرشید کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

اب نہ دنیا میں ہارون الرشید جیسے نیک دل حکمران ہیں اور نہ ابن سماک رح جیسے حق گو بزرگ جو حکومت اور سلطنت کو ایک لعنت سمجھتے تھے۔ آج تو حالات یہ ہے کہ اقتدار کی خاطر جا بجا بڑی بے دردی کے ساتھ انسانوں کا خون بہایا جا رہا ہے۔ کاش انسان دنیا کے حالات سے عبرت حاصل کر سکے۔

وسائل ترقی و کامیابی



کم ہمتوں کیلئے کوئی جگہ نہیں

اپنے آپکو قوم کیلئے اور اپنی ذات کے لئے مفید بناؤ

(ہمارے مفکر کے قلم سے)

دین دنیا میں حوصلہ مندانہ مضامین کا جو نیا سلسلہ شروع ہوا ہے یہ مضمون بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں کہ بہت کارآمد باتیں بتائی گئی ہیں۔ دفتر دین دنیا میں جو خطوط موصول ہوئے ہیں اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اِن ترقی پسندانہ مضامین کو قارئین دین دنیا کے حلقہ میں بے حد پسند کیا جا رہا ہے۔

دنیا میں کم ہمت، کاہل اور سست آدمیوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے بس اِس دنیا میں اُسی شخص کو جینے کا حق حاصل ہے جس کا وجود اپنے لئے اور قوم کے لئے مفید ہو۔ اس بات کو ذہن نشین کر لیجئے کہ جو شخص اپنے لئے اور اپنے متعلقین کے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہے وہی قوم کے لئے بھی مفید ثابت ہوتا ہے۔ کم ہمت اور ناکارہ انسان قوم کے لئے ایک بار ہیں۔ اور قومی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ اس لئے ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ ناکامی اور نامرادی کی پرواہ کئے بغیر جدوجہد کئے جائے تاکہ اُس کا وجود اپنے لئے اور پوری قوم کے لئے مفید ثابت ہو سکے۔

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں وہی قومیں بام ترقی پر پہنچی ہیں جن کے افراد میں محنت کشی، استقلال، حوصلہ مندی اور تنظیم کا جوہر موجود تھا۔ خود مسلم قوم ہی کو لے لیجئے یہ ابتدا میں مٹھی بھر سامان تھے۔ مکہ میں بھی چین سے نہیں بیٹھنے دیا گیا — اور وہ مدینہ شریف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور مدینہ میں بھی پے درپے اُن پر حملے ہوتے رہے مگر ان میں ہمت تھی۔ استقلال تھا اور حوصلہ تھا۔ یہی مٹھی بھر مسلمان آگے چل کر آدھی سے زیادہ دنیا کے شہنشاہ بن گئے۔ مسلمانوں کے لئے تو ہمت، استقلال اور حوصلہ مندی سنت رسول اللہ ہے انہیں تو کم ہمتی مذہبی عقیدت سے بھی نہیں ہونی چاہئے۔

ہمت، استقلال اور حوصلہ مندی کے علاوہ یہ چیز بھی نہایت ضروری ہے کہ ہم ہر کام کو پلان بنا کر نظم اور ترتیب کے ساتھ کریں۔ لیکن یہ خوبی ہم میں بہت ہی کم ہے۔ چنانچہ اور کاموں کا تو ذکر ہی کیا ہے ہمارے یہاں کی شادیاں، غمی، بیماری، تندرستی سفر و حضر تک کسی خاص ضابطے کے پابند نہیں۔ مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ جن افراد کی زندگی میں جس قدر باقاعدگی اور نظم ہوتا ہے وہ سب کام بڑی باقاعدگی اور نظم کے ساتھ کرتے ہیں اور وہ اپنے لئے جو کام بھی تجویز کرتے ہیں باقاعدگی اور فرض شناسی کی بنا پر اُس میں کامیاب بھی ہوتے ہیں۔

کامیابی کے متلاشی انسان کے لئے ہمت اور استقلال کے علاوہ ذمہ داری کا احساس بھی ضروری ہے۔ یہ بہت بڑی چیز ہے ہمیں اگر دنیا میں ترقی کرنی ہے تو سب سے پہلے اپنے اندر ذمہ داری کا احساس پیدا کرنا چاہئے۔ دنیا میں جن قوموں نے ترقی کی ہے۔ وہ وہی قومیں تھیں جن کے افراد میں احساسِ فرض موجود تھا۔ ایک بہت بڑی کمزوری کا ہم میں یہ ہے کہ احساسِ فرض اور احساس ذمہ داری ہم میں بہت کم ہے۔ آپ کسی شخص پر کسی کام کو چھوڑ دیجئے پھر دیکھئے کہ وہ اسے کس طرح پورا کرتا ہے نہ ماں کو بچہ کی تربیت اور صحت کا احساس ہے نہ باپ کو اولاد کی تعلیم کا نہ استاد کو شاگرد کی ترقی کا۔ نہ تاجر کو خبر ہے کہ اُسے گاہکوں کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کرنا چاہئے۔

عدم ذمہ داری کا مرض ہمارے پورے ملک میں وبا کی طرح پھیلا ہوا ہے۔ چنانچہ سرکاری محکموں کے اہلکار۔ شفاخانوں کے ڈاکٹر اور

کارکن تعلیم گاہوں، ریلوں اور اسی قسم کے عوامی محکموں کے کارندے میونسپل کمیٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے ممبر۔ یہاں تک کہ ہمارے ملک کے بیشتر وزرا بھی احساسِ فرض اور احساسِ ذمہ داری سے عاری ہیں۔ حالانکہ یہ اتنا بڑا جوہر ہے جسے نظر انداز کرنے کے بعد نہ افراد ہی ترقی کر سکتے ہیں اور نہ کوئی قوم ہی ابھر سکتی ہے۔

احساسِ فرض انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتا ہے۔ اس کا اندازہ مسٹر جے پہ مانٹ مارگن کے تجربات سے ہو سکتا ہے۔ مارگن امریکہ کے ایک کروڑپتی ہوئے ہیں انھوں نے ایک معمولی مزدور کی حیثیت سے ترقی کی ہے۔ اُن کے تمول کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اُن کی تجارتی کونسل میں جو لوگ مشیر تھے انہیں اتنی تنخواہ دی جاتی تھی کہ خود امریکی حکومت اپنے وزیروں کو نہیں دیتی تھی۔ یہ اپنے حالاتِ زندگی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"میں دنیاوی ترقی کے لئے انتھک محنت اور استقلال لازمی چیزیں ہیں لیکن مجھے سب سے زیادہ فائدہ جس چیز سے پہنچا وہ ذمہ داری کا احساس ہے۔ میرے سپرد جو کام بھی کیا جاتا تھا میں اُسے بڑی ذمہ داری کے ساتھ کرتا تھا۔ مجھ سے کام لینے والے ہمیشہ خوش رہتے تھے۔ ایک کے بعد دوسری اہم ذمہ داریاں میرے سپرد کی جاتی رہیں عام مزدور سے مزدوروں کا نگران بنا اور پھر لیبرانچارج۔ اور اس کے بعد متعدد فرموں کا منیجر اور ڈائرکٹر بنا یہاں تک کہ میں نے خود اپنا کارخانہ قائم کر لیا۔ اور جب میں کارخانہ دار بن گیا تو میں اُن ذمہ داریوں کو پوری طرح محسوس کرتا تھا۔ جو مجھ پر اپنے کارکنوں کے سلسلہ میں عائد ہوتی تھیں۔ چنانچہ وہ ہزاروں انسان جو میری ماتحتی میں کام کرتے تھے سب مجھ سے بے حد خوش تھے۔" حقیقت یہ ہے کہ احساسِ ذمہ داری بہت بڑی چیز ہے۔ اسی سے قومیں بنتی ہیں۔

کامیابی اور ترقی کے خواہش مند انسان کے لئے یہ بات بھی بہت زیادہ ضروری ہے کہ اُس میں "خود اعتمادی" کا جوہر موجود ہو یعنی وہ جب کوئی کام کرے تو دوسروں کا منہ نہ تکے بلکہ خود اپنی ذات پر پورا بھروسہ کرے۔ یاد رکھئے کہ جس انسان کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ وہ اپنے کام میں ضرور کامیاب ہوگا تو قدرت بھی اُس کی مدد کرتی ہے عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جن لوگوں میں خود اعتمادی کا جوہر ہوتا ہے تو یہ خود اعتمادی قدرتی طور پر اُن کے اندر حوصلہ بھی پیدا کر دیتی ہے۔ چنانچہ وہ کارگاہِ حیات میں پورے اعتماد کے ساتھ برابر آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

گاندھی جی کی مثال ہمارے سامنے ہے وہ ایک ناکام بیرسٹر تھے خدا نے خود اعتمادی کی دولت سے خوب نوازا تھا۔ اسی خود اعتمادی نے انہیں صرف ہندوستان ہی کا نہیں بلکہ پورے ایشیا کا بہت بڑا لیڈر بنا دیا تھا۔ وہ سیاسی میدان میں پورے حوصلے اور اعتماد کے ساتھ آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ انھوں نے اپنی اس خود اعتمادی سے برطانیہ جیسی عظیم سلطنت کو بھی شکست دیدی۔

برطانیہ کے مشہور وزیر اعظم ونسٹن چرچل ابتدا میں ایک معمولی نامہ نگار تھے۔ مگر ان میں خود اعتمادی بھی تھی اور حوصلہ بھی انھوں نے کئی جنگوں کے دوران عین جنگ اور بم باری کے مقامات پر اپنے آپکو خطرے میں ڈال کر اخباری نامہ نگار کے فرائض انجام دئے ہیں۔ اور اسی خود اعتمادی کی بدولت برابر آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ پارلیمنٹ کے ممبر بھی بن گئے اور اس کے بعد برطانیہ کے وزارتِ عظمیٰ کے عہدے تک پہنچ گئے۔

دین دنیا کا مطالعہ کیوں ضروری ہے

"دین دنیا" تفریحی جریدہ نہیں ہے بلکہ ایک ایسا جریدہ ہے جس کا مسلسل مطالعہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اس کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ مخالفین اسلام کے تمام اعتراضات کا دندان شکن جواب دے سکیں گے اس کے مطالعہ سے ضیاء اسلامیہ پیدا ہوتی ہے اسمیں ایسے تاریخی واقعات شائع کئے جاتے ہیں جن سے مسلمانوں کا حوصلہ بڑھتا ہے۔ اور جن کے مطالعہ سے مسلمانوں کو مسلم قوم کے بھولے ہوئے عظیم تاریخی واقعات یاد دلائے جاتے ہیں دین دنیا کے مطالعہ سے مسلمانوں کو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ ان کے بزرگوں نے کیسے عظیم کارنامے دنیا میں انجام دئے ہیں۔ شاہیر اسلام کے ایمان کو تازہ کر دینے والے واقعات ہر شمارے میں درج کئے جاتے ہیں۔ پوری دنیائے اسلام کے حالات پر تبصرہ ہوتا ہے۔ خود پابندی کے ساتھ پڑھئے اور احباب کو بھی اسکے مطالعہ کی ترغیب دیجئے

افسانہ



پٹھان

ایک نہایت دلچسپ معاشرتی کہانی

(دیو دنیا کے فسانہ نگار کے قلم سے)

"مجھے ہمیشہ فرنگیوں سے نفرت رہی ہے لیکن نہیں معلوم کیا بات ہے یہ فرنگی لڑکی میرے دل و دماغ پر چھاتی چلی جا رہی ہے" بہادر خاں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔ بہادر خاں بڑی مشکل سے للی کو حاصل کر سکا تھا۔ اور یہ خوبصورت فرنگی لڑکی اِن دنوں اُس کے ذہن پر چھائی ہوئی تھی۔

للی بہادر خاں سے خوفزدہ تھی وہ سرحدی پٹھانوں کو درندہ اور وحشی سمجھتی تھی۔ وہ ایک نہایت حسین و جمیل انگریز لڑکی تھی جو کسی طرح قبائلی بردہ فروشوں کے ہاتھ پڑ گئی تھی۔ اور بہادر خاں نے ایک بڑی رقم دے کر اُسے خرید لیا تھا۔

یوں تو بہادر خاں بھی اسمگلنگ کے ساتھ بردہ فروشی کا دھندہ زمانہ دراز سے کر رہا تھا۔ اُس نے نہ جانے کتنی خوبصورت لڑکے اور لڑکیاں قبائلی سرداروں کے ہاتھ فروخت کی تھیں۔ للی کو بھی اُس نے اسی غرض سے خریدا تھا کہ وہ اِس گوری چٹی خوبصورت لڑکی کی فروخت سے ایک بھاری رقم حاصل کر سکے گا۔ مگر نہ جانے کیوں اُس نے للی کی فروخت کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ اُس کا دل چاہتا تھا کہ للی اُسی کے پاس رہے مگر للی کو سرحدی پٹھانوں سے خوف بھی تھا۔ اور نفرت بھی اس لئے وہ بہادر خاں کی زر خرید لونڈی ہونے کے باوجود اُس سے کھنچی کھنچی رہتی تھی۔ اور اس فکر میں تھی کہ جیسے ہی موقعہ ملے وہ فرار ہو جائے اور اسی لئے وہ بہادر خاں سے دُور دُور رہتی تھی۔ للی عام لڑکیوں سے بالکل مختلف تھی۔ بہادر خاں نے یہ بات محسوس کر لی تھی کہ اُس میں مردانہ ہمت اور جرأت بہت زیادہ ہے۔ اور پٹھانوں کی یہ فطرت ہے کہ وہ بہادروں کی قدر کرتے ہیں۔

سورج ڈوب رہا تھا۔ للی آزاد علاقے کے ایک کوہستانی گوشہ میں بیٹھی فضا سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ کہ اچانک اُس کی نظریں اٹھیں۔ بہادر خاں کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ سنبھل گئی للی واقعی ایک بہادر لڑکی تھی اُس نے ہر خطرہ کے مقابلے کا مصمم ارادہ کر رکھا تھا۔ پتھروں کو پھلانگتا ہوا بہادر خاں اُس کے قریب آیا اور بولا۔

"مجھے تجھ سے تیری بھلائی کی باتیں کرنی ہیں"

"میری بھلائی کی باتیں؟"

"ہاں تیری بھلائی کی باتیں" کل ہمیں آگے بڑھنا ہے ایک قافلہ یہاں سے جا رہا ہے ہم بھی اُسی قافلہ کے ساتھ اپنا اگلا سفر طے کریں گے۔ میں اِس وقت اکیلا ہوں تیرے اور میرے چند آدمیوں کے سوا میرے ساتھ اور کوئی نہیں ہے۔ اور تو الگ الگ رہنے کی کوشش کر رہی ہے۔ شائد اِس لئے کہ تو فرار ہو جانا چاہتی ہے اِس بات کو سمجھ لے کہ آگے کا علاقہ بڑا ہی خطرناک ہے۔ یہ لٹیروں اور ڈاکوؤں کا علاقہ ہے اگر تو قافلہ سے بچھڑ گئی تو نہ جانے تیرا کیا حشر ہو گا تو میرے ساتھ ہی رہا کر۔ الگ الگ رہنے کی روش چھوڑ دے یہ تیرے ہی فائدہ کی بات ہے نہ جانے کیوں مجھے تجھ سے ہمدردی پیدا ہو گئی ہے؟"

بہادر خاں جو کچھ کہہ رہا تھا لڑکی بڑے غور سے سن رہی تھی وہ سوچنے لگی کہ پشاور چھوڑے ہوئے اُسے آج چھٹا دن ہے۔ بہادر خاں اگر چاہتا تو اُس کی عزت سے کھیل سکتا تھا۔ وہ بھلا اُس کا کیا مقابلہ کر سکتی تھی۔ بہادر خاں کی شرافت تھی کہ وہ محبت سے پیش آ رہا ہے۔ اور اس کا سلوک بھی اجڈ پٹھانوں جیسا نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایک روز بہادر خاں نے غصے میں دو طمانچے مار دئیے تھے وہ بھی اس لئے کہ اُس نے بہادر خاں کو۔ بدتمیز۔ ظالم۔ اجڈ اور لالچی کہا تھا۔ وہ سوچنے لگی کہ بہادر خاں کا سلوک اُس کے ساتھ برا نہیں۔ بجائے اسکے

کہ وہ دوسرے گندے ہاتھوں میں پڑ جائے۔ بہادر خاں جیسے شریف پٹھان کی حفاظت ہی میں کیوں نہ رہے۔ اچانک للی نے بہادر خاں سے پوچھا کہ "تمہیں میرا اتنا خیال کیوں ہے خان؟"

بہادر خاں نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ "جب میں نے تجھے پشاور میں خریدا تھا تو میرا خیال تھا کہ میں تجھے خان چاولی کے ہاتھ فروخت کرکے اس سے ایک بھاری رقم وصول کرلوں گا۔ یہ خان جہالت ہی لڑکوں اور لڑکیوں کی کرتا ہے۔ لیکن بعد میں میرا خیال بدل گیا اور میں نے سوچا کہ تجھے داشتہ بنا کر اپنے ہی پاس رکھ لوں ــــ اور

"اور ــــ کیا" لڑکی نے سوالیہ نظروں سے بہادر خاں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اور جب میں نے کئی معاملوں میں یہ دیکھا کہ تو ایک بہادر لڑکی ہے۔ نہ چاقو سے ڈرتی ہے اور نہ موت سے جبکہ لوگ میرا نام سنکر ہی گھبرا جاتے ہیں۔ تو تیری حوصلہ مندی دیکھ کر میں نے یہ طے کیا کہ تجھے نہ تو بیچوں گا نہ داشتہ بنا کر رکھوں گا بلکہ تجھ سے نکاح کر لوں گا تاکہ تیرے پیٹ سے مجھے شیر دل لڑکے مل جائیں جو میرا نام روشن کریں۔ ویسے تو میرے ایک لڑکا موجود ہے۔ لیکن اکیلا لڑکا کیا کر سکتا ہے مجھے تجھ سے مختلف درجن سے زیادہ شیر جیسے لڑکے چاہئیں۔"

"بس کرو۔ بس کرو بہادر خاں" لڑکی گھبرا کر چیخی "کیا اتنے بچے پیدا کرکے میں زندہ رہ سکوں گی؟"

"یہ ہمارا فیصلہ اٹل ہوتا ہے۔ ہم پٹھان جو ارادہ کر لیتے ہیں اُسے ضرور پورا کرتے ہیں۔ تجھے میرے لئے لڑکے پیدا ہی کرنے ہوں گے" خان نے گرجدار آواز میں کہا۔

"تو خان تمہیں اس لئے مجھ سے ہمدردی ہے" لڑکی نے کہا۔

"تو میری بیوی بننے والی ہے۔ اس لئے تیری حفاظت بہادر خاں کی ذمہ داری ہے۔ بہتر یہ ہے کہ آج سے تو مردانہ لباس میں رہا کر تاکہ کوئی یہ سمجھ نہ سکے کہ تو لڑکی ہے۔ جب ہم اس کی جگہ پہنچ جائیں گے تو نکاح کرلیں گے۔ بتا بنا کیا تو تیار ہے" بہادر خاں نے لڑکی سے پوچھا۔

"خان تم جو کچھ کہو گے اس کے لئے میں تیار ہوں" لڑکی نے بظاہر تو خان کی تجویز کا خیر مقدم کیا۔ لیکن دل کی بات کچھ اور ہی تھی۔ اُسے سرحدی پٹھان قطعی ناپسند تھے۔ سو وہ سوچنے لگی کہ ایک اجڈ غصہ ور اور درشت مزاج پٹھان کے ساتھ بھلا اُس کا کہاں گزارہ ہو سکتا ہے۔ اُسے تو کسی نہ کسی طرح اپنی جان بچانی ہے اور اس فیصلے کے ساتھ للی کی روش بالکل ہی بدل گئی۔ وہ اس طرح بہادر خاں کے ساتھ گھل مل گئی جیسے بہادر خاں ہی اُس کا سب کچھ ہو۔

قافلہ کئی دن کی مسافت کے بعد چاولی کی سرائے میں فروکش ہو گیا یہ سرائے بردہ فروشوں کا پرانا اڈا تھا۔ ان ہی دنوں چاولی کے خان کا ملازم خاص دلاور بھی سرائے میں ٹھہرا ہوا تھا اس فکر میں کہ اگر کوئی خوبصورت لڑکا یا لڑکی ہاتھ آجائے تو وہ اُسے چاولی کے خان کی خدمت میں پیش کرکے اپنا بھاری کمیشن وصول کرسکے۔ دلاور کا کام ہی یہ تھا کہ وہ خان کے لئے لڑکے اور لڑکیاں سپلائی کرتا تھا۔

دلاور کی بہادر خاں سے پرانی واقفیت تھی۔ بہادر خاں اب تک کئی لڑکے اور لڑکیاں دلاور کے ہاتھ فروخت کر چکا تھا۔ اُس نے خان کے ہمراہ جب ایک حسین لڑکا دیکھا تو وہ اُسے دیکھ کر لٹو ہو گیا۔ للی لڑکے کے لباس میں اور بھی حسین دکھائی دے رہی تھی۔ رات کے کھانے کے بعد دلاور نے بہادر خاں سے پوچھا "خان اس لڑکے کی کیا قیمت ہے؟"

بہادر خاں اگرچہ پرانا بردہ فروش تھا وہ کھل کر لڑکے اور لڑکیوں کے سودے کیا کرتا تھا مگر اُسے دلاور کی یہ بات بہت ہی بری لگی کہ وہ اُس سے ایک ایسی لڑکی کا سودا کر رہا ہے جسے وہ دل میں جگہ دے چکا ہے۔ وہ پٹھان تھا اس کا خون تیزی سے گردش کرنے لگا اس نے دلاور کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

دلاور نے اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا "خان کیا بات ہے تم نے اس لڑکے کی قیمت نہیں بتائی؟"

"دلاور شاید تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے تو ایسی بات اس کے لئے منہ سے نکال رہا ہے جو میرے ایک قریبی عزیز کا لڑکا ہے؟"

"خان میں خوب سمجھ رہا ہوں تم کسی سے سودا کر چکے ہو مگر میں اب بھی کہتا ہوں کہ میں چاولی کے خان سے اس لڑکے کی بڑی سے بڑی قیمت تمہیں دلوا سکتا ہوں موقعہ سے فائدہ اٹھاؤ۔"

بہادر خاں نے چھرے کی طرح نیم گز لمبے چاقو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "دلاور اگر تو نے پھر کبھی زبان سے اس لڑکے کے بارے میں

ایک لفظ بھی نکالا تو میں تیری آنتیں باہر نکال دوں گا۔ اِس زعم میں نہ رہنا کہ تو چاولی کے خان کا دلال ہے وقت آنے پر ہم تیرے آقا کا بھی دماغ درست کر دیں گے۔"

"یہ غرہ؟" دلاور بولا "یہ نہ بھولو کہ اس وقت تم خان چاولی کے علاقہ میں ہو جو زبردستی اس لڑکے کو بھی چھپوا لے گا اور قیمت کی جگہ درّے کھائیں گے۔" یہ کہتے ہوئے دلاور چلا گیا اور بہادر خان نے کہا "کتے کا بچہ۔"

"للی اب ہمیں جلد سے جلد اس سرائے کو چھوڑ دینا چاہئیے۔ تیری وجہ سے میں نے دلاور کو اپنا دشمن بنا لیا ہے دلاور چاولی کے خان کا منہ چڑھا ملازم ہے۔ اور جس سرائے میں ہم ٹھہرے ہوئے ہیں وہ خان کے علاقے میں ہے۔ کوئی تعجب نہیں کہ آج رات ہی سرائے پر حملہ ہو جائے۔"

"حملہ ہو جائے گا تو ہم مقابلہ کریں گے خان تمہارے پاس پستول بھی تو ہے۔ یہ پستول مجھے دیدو۔ مجھے پستول چلانا آتا ہے۔ اور تم اپنی رائفل سے حملہ آوروں کو بھون ڈالنا۔ ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

مگر بہادر خان کسی گہری فکر میں غرق تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ خان چاولی کے درجنوں سپاہیوں سے کیونکر مقابلہ کر سکے گا اور اُس وقت اس لڑکی کا کیا حشر ہو گا۔ یہ سوچ کر وہ اٹھا۔ للی جو بستر پر سونے کے لئے لیٹ چکی تھی اس کے پاس پہنچا اور آہستہ سے کہا "تیرے لئے خطرہ ہے۔ لہٰذا اب اور اسی وقت سرائے سے نکل جانا چاہئیے۔" خان نے کہا۔

"مگر یہ کیسے ممکن ہے رات زیادہ گزر چکی ہے۔ سرائے کی چہار دیواری بہت اونچی ہے۔ اور سرائے کے پہرے دار موجود ہیں۔" للی نے اُس سے پوچھا۔

"تو اس کی فکر نہ کر۔" بہادر خان نے کہا "بہادر خان جہاں بھی جاتا ہے اپنے لئے راستہ نکال لیتا ہے۔" یہ کہکر اُس نے اپنے آدمیوں کو جگایا انہیں سارا واقعہ بتاتے ہوئے کہا "سامان باندھ لو اور خاموشی سے فرار ہو لو۔"

"لیکن ایک پہرہ دار سرائے کے پھاٹک پر بھی ہے" لڑکی نے کہا۔

"اُس کا علاج میرے ہاتھ میں ہے۔" بہادر خان کے آدمی جلدی جلدی بستر لپیٹنے لگے۔ اور لڑکی نے بہادر خان کو پھاٹک کی طرف جاتے دیکھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ واپس آیا تو چاقو پونچھتا ہوا۔ لڑکی سمجھ گئی کہ بہادر خان نے پہریدار کو قتل کر دیا ہے۔ اور وہ حیران تھی کہ اس علاقہ میں آدمی کی جان کی کیا قیمت ہے۔ اور اسکے بعد بہادر خان لڑکی کو ساتھ لے کر تیزی سے سرائے سے باہر نکل گیا۔ اور للی کو اپنے گھوڑے پر بٹھا کر تیزی کے ساتھ آگے بڑھتا چلا گیا۔

بہادر خان گھوڑے کو قریب ہی پیڑ سے باندھ کر سو گیا تھا۔ ابھی رات کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ وہ جھاڑیوں کی آڑ میں بے خبر سو رہا تھا۔ مگر للی کسی نامعلوم اندیشہ کی بنا پر جاگ رہی تھی کہ اچانک للی نے محسوس کیا کہ برابر کی جھاڑیوں میں کھڑکھڑاہٹ ہو رہی ہے بہادر خان کو جگائے بغیر للی نے اُس کی پیٹی سے پستول نکال لیا۔ اسے شبہ ہوا کہ کوئی درندہ برابر کی جھاڑیوں میں چھپا ہوا ہے۔ لیکن جلد ہی اُسے محسوس ہو گیا کہ کوئی شخص آہستہ آہستہ اُن کی جانب جھاڑیوں کو ہٹاتا ہوا بڑھ رہا ہے۔ اور اس کے ہاتھ میں رائفل ہے۔

وہ خان کو آگاہ کرنا چاہتی تھی۔ لیکن دشمن بالکل قریب ہی پہنچ چکا تھا۔ للی نے ایک سیکنڈ کا توقف کئے بغیر پستول کی لبلبی دبا دی آگے بڑھتا ہوا سایہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اُس کے گرتے ہی بندوق گر گئی۔ جس سے خان کی بھی آنکھ کھل گئی۔ مگر للی نے دوسرے بڑھتے ہوئے سائے کو بھی پستول کی دوسری گولی سے ڈھیر کر دیا۔ خان گرجا مگر اب وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ دو لاشیں جھاڑیوں میں پڑی دم توڑ رہی تھیں جن میں سے ایک دلاور کی لاش تھی اور دوسرا اسکا ساتھی تھا۔

خان بندوق لئے آگے بڑھا اور جنگل کا چپہ چپہ چھان مارا اس اندیشہ کے پیش نظر کہ کہیں دلاور کے دوسرے ساتھی تو چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ مگر اب وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ صرف للی خان کی منتظر تھی۔ خان نے تشکر آمیز نظروں سے للی کو دیکھا جس کی ہمت جرأت نے خان کو موت کے منہ سے نکال لیا تھا۔

اب خان اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اُس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر للی کو سینہ سے چمٹا لیا۔ اور للی بھی پوری گرمجوشی کے ساتھ خان سے ہم آغوش ہو گئی ——— پھر خان نے محبت بھری نظروں سے

کی ماہر خاتون ڈاکٹر میری اسٹوپس کے تجربات پیش کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔ یہ خاتون اپنی کتاب "میرڈ لَو" میں لکھتی ہیں "وہ شادیاں ہمیشہ ناکام ثابت ہوتی ہیں جن کی بنیاد نفسانیت یا لالچ پر رکھی ہوتی ہے۔ میرا مشاہدہ یہ ہے کہ جو شادیاں نام نہاد عشق و عاشقی کی بنا پر کی جاتی ہیں ان میں سے بیشتر ناکام ثابت ہوتی ہیں کیونکہ ان کی بنیاد نفسانیت پر رکھی ہوئی ہوتی ہے اور اسی طرح وہ شادیاں بھی ناکام ثابت ہوتی ہیں جو مالی فائدہ کے لئے یا کسی لالچ کی بنا پر کی جاتی ہیں۔ صرف وہ شادیاں کامیاب ثابت ہوتی ہیں جو زندگی کے حقائق کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہیں اور جن میں خلوص، ہمدردی اور ایثار کا جذبہ پایا جاتا ہے۔"

ڈاکٹر میری اسٹوپس کے تجربات کی روشنی میں جب ہم اس لڑکی کی دونوں شادیوں پر غور کرتے ہیں تو انہیں ناکام ہی ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ پہلی شادی میں نفسانیت کا جذبہ کارفرما تھا اور دوسری شادی میں لالچ کی جھلک پائی جاتی ہے۔ پھر یہ شادیاں بھلا کیونکر کامیاب ہو سکتی تھیں۔

میں اس سے پہلے بھی بار بار لکھ چکی ہوں اور اب پھر اپنے ملک کے نوجوانوں اور لڑکیوں پر یہ بات واضح کر دینا چاہتی ہوں کہ ازدواجی زندگی کا عشق و عاشقی یا دوسرے بازی سے دور کا تعلق نہیں ہے۔ یہ وہ پاک اور مقدس رشتہ ہے جس کی بنیاد اخلاص اور ایثار پر رکھی ہوئی ہے۔ دونوں میں جس قدر زیادہ ایثار و قربانی کا جذبہ ہوتا ہے اتنی ہی ان کی ازدواجی زندگی کامیاب اور پرمسرت ثابت ہوتی ہے۔ لیکن جو شادیاں جذبات کی رو میں بہہ کر کی جاتی ہیں ان کا انجام ہمیشہ ہی خراب ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر اگر خط لکھنے والی لڑکی جذبات کی رو میں نہ بہہ گئی ہوتی اور اس نے اپنے والدین اور دوسرے بزرگوں کے مشورہ پر عمل کیا ہوتا تو آج اس طرح کی الجھنوں میں مبتلا نہ ہونا پڑتا۔ میرے سامنے ایک دو نہیں بلکہ متعدد مثالیں موجود ہیں کہ جن لڑکوں یا لڑکیوں نے جذبات کی رو میں بہہ کر ازدواجی زندگی کے نشیب و فراز سے بے پرواہ ہو کر اپنی مرضی سے شادیاں کر لی ہیں۔ انہیں ہمیشہ پچھتانا ہی پڑا ہے۔

ہمارے ملک کی یہ انتہائی بدقسمتی ہے کہ اب اس ملک کے لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہی مغربی سیلاب میں بہتے چلے جا رہے ہیں۔ اور ان کی ازدواجی زندگیوں میں بھی وہی تمام الجھنیں پیدا ہوتی چلی جا رہی ہیں جو اب مغربی ممالک میں عام ہیں۔ لیکن پھر بھی ہندوستان میں جہاں جہاں مغربی تہذیب نہیں پہنچی ہے وہاں اب بھی ازدواجی زندگیاں نہایت خوشگوار پائی جاتی ہیں۔ دیہاتوں میں چلے جایئے وہاں آپ کو شہری زندگیوں کے مقابلے میں ازدواجی زندگیاں نہایت ہی پرمسرت دکھائی دیں گی۔

جس لڑکی نے مجھے خط لکھا ہے وہ ایک تعلیم یافتہ لڑکی ہے اور برسر روزگار بھی ہے۔ لیکن مغربی تہذیب کی یہ کرشمہ سازی ہے کہ اس لائق لڑکی نے جذبات کی رو میں بہہ کر اپنی زندگی کو بری طرح الجھنوں میں گرفتار کر لیا ہے۔ اور یہ ایسی الجھنیں ہیں جنہیں یہ لڑکی تدبر اور ہوشمندی سے کام لے کر ہی سلجھا سکتی ہے۔ ہمارے ملک کی لڑکیوں کو اس لڑکی کے حالات سے سبق لینا چاہئے۔

افسانہ



راجپوت شہزادی
مغل حرم سرا کی ایک دلگداز داستان

(از جناب شباب نظر کوثلوی)

یہ اس زمانہ کی ایک دردناک داستان ہے جب شہنشاہ اکبر کی سطوت کے سامنے بڑی بڑی حکومتیں سرنگوں تھیں۔ اکبر سارے ملک پر فرمانروائی کر رہا تھا۔ مگر اکبر کے دل پر ایک راجپوت شہزادی کی محبت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔

شہنشاہ اکبر کو راجپوت شہزادی سے والہانہ محبت تھی۔ اس لئے نہیں کہ وہ اکبر کی بیگمات میں سب سے زیادہ کم عمر اور سب سے زیادہ حسین تھی۔ بلکہ اس لئے کہ اس میں اکبر کے لئے کچھ ایسی کشش تھی جو اس سے قبل اکبر نے کسی عورت میں محسوس نہیں کی۔ اکبر جب اپنی محبوب راجپوت شہزادی کے پاس ہوتا تو دنیا بھر کے تفکرات سے آزاد ہو جاتا تھا اور وہ شہزادی کے بے پایاں حسن اور معصومانہ حرکتوں میں ایسا کھو جاتا تھا جیسے وہ اسی کی پرستش کے لئے پیدا ہوا ہو۔

راجپوت شہزادی کی کنیزوں میں ایک نوجوان ستار بجانے والی بھی تھی جو شہزادی کا دل ستار بجا کر اور اپنے دلکش نغموں سے بہلایا کرتی تھی۔ اس مغنیہ کے مدھ بھرے گیت راجپوتی گیت شہزادی کو اپنے وطن کی جو آگرہ سے بہت دور تھا۔ یاد تازہ کرتے رہتے تھے۔

اکبر جب اپنی محبوب راجپوت بیگم کے حرم میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ مغنیہ عالم بے خودی میں ستار بجا رہی ہے اور راجپوت شہزادی اس کی دھنوں کے نشے میں مدہوش ہے کہ اسے بادشاہ کی آمد کی بھی خبر نہ ہوئی۔ یکایک وہ بادشاہ کی آہٹ سے چونکی۔

اکبر نے مشکوک نگاہوں سے مغنیہ کو دیکھتے ہوئے کہا "میری محبوب بیگم میں تمہاری اس کنیز کو بالکل پسند نہیں کرتا۔"

"جہاں پناہ۔ کیوں؟" اس نے حیرت سے پوچھا "اس سے کیا کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے؟"

"بظاہر اس سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔" اکبر نے کہا "مگر اس سے بڑھ کر اور کیا غلطی ہو سکتی ہے۔ کہ جب یہ ستار بجاتی اور گاتی ہے تو تم مجھے بھول جاتی ہو۔"

"جہاں پناہ مجھے موسیقی سے عشق ہے" شہزادی نے عرض کیا "اور جب حضور میرے پاس نہیں ہوتے تو میں اسی کی موسیقی کے ذریعہ اپنا وقت کاٹتی ہوں۔"

بادشاہ خاموش ہو گیا۔ مگر وہ اس جواب سے مطمئن نہیں تھا وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ اس کی محبوب بیگم کسی اور سے محبت کرے خواہ وہ اس کی درباری مغنیہ ہی کیوں نہ ہو۔ اس مغنیہ کا وجود دن بدن شہنشاہ اکبر کے لئے ایک خلش بنتا چلا گیا۔

شہنشاہ اکبر ایک دن اچانک راجپوت شہزادی کے کمرے میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ شہزادی آنکھیں بند کئے بیٹھی ہوئی ہے۔ اور ستار بجانے والی لڑکی کے گلے سے قیامت بن کر نکل رہے تھے۔ اکبر بہت دیر تک تو بیگم کو کھڑا دیکھتا رہا اور پھر اس نے اپنی لڑکی کو سہارا دے کر... [illegible] اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہہ رہی تھیں... [illegible]

"لڑکی کی ایسی پر اثر آواز، حیرت ہے؟" اکبر نے دل میں خیال کیا پھر وہ کمرے میں داخل ہو کر شہزادی کے پاس گیا۔ اور اُس نے کنیز کو باہر چلے جانے کا حکم دیا۔

"میں اس لڑکی کو قطعاً پسند نہیں کرتا اور میں نہیں چاہتا کہ پھر کبھی یہ تمہارے کمرے میں داخل ہو۔"

شہزادی محبت سے مسکرائی اور شہنشاہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر بولی۔

"جہاں پناہ! آخر یہ حسد کیوں؟ کیا محبت نے دشمنوں کی نگاہ پر پردہ ڈال دیا ہے۔ آپ یہ نہیں دیکھتے کہ فقط آپ اور آپ ہی میری زندگی کا محور ہیں میں تو اس لڑکی کو صرف اس لئے نغمہ و سرود کی وجہ سے چاہتی ہوں — میرے پران پتی! جب آپ میرے پاس نہیں ہوتے تو میں اس سے دل بہلاتی ہوں کیا آپ مجھے میری اس تنہا مسرت سے بھی محروم کر دیں گے۔"

اب اکبر کا لہجہ سخت ہو چکا تھا۔ وہ بولا "مجھے اس لڑکی کی روش ہرگز پسند نہیں۔ آئندہ کبھی اس کو کمرے میں داخل نہ ہونے دینا۔"

شہزادی نے پھر کہا۔

"میرے سرتاج! آپ ناراض نہ ہوں جب آپ یہاں نہیں ہوتے تو میں بالکل تنہا ہوتی ہوں۔ میری خطا معاف کیجئے اور مجھے اس نغمہ و سرود کی مسرت سے محروم نہ کیجئے۔ بس یہی تنہا میرا ذریعہ راحت ہے میرے محبوب! میں آپ کی ہوں اور میں آپ کو چاہتی ہوں؟"

اُس کی شیریں آواز اور دلکش لہجے سے اکبر کا غصہ کسی قدر کم ہو گیا۔ اس کے بعد اُس نے نغمہ نواز لڑکی کے متعلق کچھ نہ کہا۔

چند روز بعد پھر وہ یونہی اچانک شہزادی کے کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے پھر اُسی نغمہ نواز کنیز کو موجود پایا اس طرح کہ شہزادی پلنگ پہ نیم دراز تھی۔ اور کنیز اس کے قدموں پہ جھکی ہوئی ستار بجا رہی تھی اور گا رہی تھی — وہ گویا شہزادی کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی۔ شہزادی کا انہماک کچھ ایسا تھا کہ اسے اکبر کے آنے کی آہٹ بھی محسوس نہ ہوئی۔

وہ جہاں تھا وہیں کھڑا دیر تک ان کو اسی حال میں دیکھتا رہا۔ پھر وہ شہزادی کی مسہری کی طرف یہ کہتا ہوا بڑھا۔

"میں اس گانے والی کو پھر کیوں اس کمرے میں دیکھ رہا ہوں"

شہزادی اپنے خاوند کی آواز سن کر چھپر کھٹ سے اُچھل پڑی۔ اور یہ کہتے ہوئے اُس کے پاس دوڑی "جہاں پناہ! معافی چاہتی ہوں۔ میں نے آپ کو تشریف لاتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

"اس کی کیا پروا کہ تم نے دیکھا یا نہیں دیکھا" شہنشاہ نے ناراضگی کے لہجہ میں کہا "تم نے کیوں اس گانے والی کو یہاں آنے دیا جب میں نے تم سے کہا تھا کہ میں اسے پھر تمہارے کمرے میں دیکھنا نہیں چاہتا۔ کیوں تم نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟"

"میرے آقا! میرے پران پتی! میری عرض سن لیجئے۔ میں منت کرتی ہوں" شہزادی نے اپنے خاوند کے غصہ اور نہ معاف کرنے والے لہجہ کو سن کر خوفزدہ ہو کر کہا۔

لیکن اکبر اس قدر غصے میں تھا کہ اُس نے اُس کی کوئی بات نہ سنی اور کہا کہ میں ہرگز تمہارے عذرات سننا نہیں چاہتا۔ تمہاری نافرمانی اب حد کو پہنچ چکی ہے۔ جس طرح تم اور وہ گانے والی ایک دوسرے میں محو تھے۔ اُس سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ عورت نہیں ہے بلکہ تمہارا عاشق ہے۔ اُس نے بھیس بدلا ہوا ہے اور تم مجھے دھوکہ دے رہی ہو"

شہزادی اس الزام سے حیران رہ گئی۔ اُس نے اکبر کا ہاتھ پکڑا اور چیخ کر کہا۔

"جہاں پناہ! میرے مالک! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

شہنشاہ نے اس کا ہاتھ ایک طرف جھٹک دیا بس رہنے دو جو کچھ میں نے کہا اُس کا مجھے یقین ہے وہ ضرور تمہارا عاشق ہے۔ اور اُس کا غصہ سخت الفاظ کا طوفان بن کر اُس کی زبان سے بہہ رہا تھا۔ شہزادی دم بخود تھی — اس کا چہرہ زرد تھا۔ اور وہ غصہ میں بھرے ہوئے خاوند کے خوفناک الزام کو سن رہی تھی کہ ستار نواز کنیز آگے بڑھی اور بولی "اعلیٰ حضرت بجا فرماتے ہیں۔ میں ایک مرد ہی ہوں۔"

یہ سن کر شہزادی اپنے خاوند کے قدموں پہ گر پڑی "جہاں پناہ مجھے ہرگز معلوم نہ تھا کہ میرا ستار نواز عورت نہیں بلکہ کوئی مرد ہے" اکبر شک و شبہ کی ہنسی ہنسا اور یہ کہتے ہوئے اس سے دور ہٹ گیا "میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں۔"

"حضور مجھے معلوم ہے کہ میں سزائے موت کا مستحق ہوں مگر میری التجا ہے کہ مرنے سے پہلے میری التماس سن لیجئے۔" گویئے نے مودبانہ عرض کیا اکبر نے ترشی سے کہا۔ "یہ تو بہت قابلیت سے ترتیب دی ہوئی کوئی سازش ہے۔ اچھا کہو، کیا کہنا چاہتے ہو" اس نے گویئے کو حکم دیا۔

"جہاں پناہ" اس نے باادب کہنا شروع کیا "جب شہزادی صاحبہ بہت کم عمر لڑکی تھیں تو میں ہر روز دوپہر کو شاہی محل میں جاکر راج کنوروں اور راج کنواریوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ میں ان کی دیوی کی طرح دل ہی دل میں پوجا کرنے لگا تھا یہی حال اب تک ہے جب ہم سیانے ہوگئے تو مجھ کو زنانے محلات میں جانے کی اجازت نہ تھی۔ مگر اس سے میری محبت میں کمی نہ آئی۔ جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ شہزادی صاحبہ حضور کی بیگم بننے والی ہیں اور مہاراجہ کو ان کے لئے ایک ستار نواز مغنیہ کی ضرورت ہے۔ تو میں نے دل میں ٹھان لیا کہ مطلوبہ مغنیہ کا فرض میں ادا کروں گا خواہ مجھے اس کام میں اپنی جان سے بھی دستبردار کیوں نہ ہونا پڑے مجھے اپنی تجویز میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کام میں کسی اور کا ہاتھ نہیں۔ نہ کسی نے میری مدد کی ہے اور نہ میرے سوا اس راز سے کوئی واقف ہے۔ کیونکہ میں نے کسی سے اس کا ذکر ہی نہیں کیا۔ پس اگر ملزم ہوں تو فقط میں ہوں شہزادی صاحبہ قطعاً بےخبر اور بےگناہ ہیں۔ ان کے دل میں رہنے والا آپ کے سوا اور کوئی نہیں میرے لئے تو اتنا ہی کافی تھا کہ میں اُن کے نزدیک رہ لوں۔ بادشاہ سلامت میری بات کو یاد فرمایئے کہ جو لفظ بھی میری زبان سے نکلا ہے بالکل سچ ہے"

اس طرح بات کرتے کرتے ذرا خاموش ہوا تو اکبر نے غصہ میں چلا کر کہا "تم دونوں نے اپنا اپنا پارٹ خوب ادا کیا۔ اور اب جبکہ تمہارا راز فاش ہو گیا تو کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں تمہاری من گھڑت کہانی کو سچ مان لونگا"

"خواہ اعلیٰحضرت میری بات کو مانیں یا نہ مانیں لیکن جو کچھ میں نے عرض کیا ہے وہ سچ ہے۔ شہزادی کو میرے بھیس بدلنے کا بالکل علم نہیں ہے وہ ہر گناہ اور خطا سے پاک اور صاف ہیں۔ وہ آپ اور صرف آپ سے ہی محبت کرتی ہیں۔ اس لئے حضور میں آپ اور بیگم صاحبہ دونوں سے معافی چاہتا ہوں کہ میری وجہ سے آپ کی زندگی میں یہ تاریکی کا سایہ حائل ہو گیا"

اس شخص نے معذرت خواہانہ نگاہ سے گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی شہزادی کو دیکھا اور اپنا ستار ہاتھ میں لے کر باہر نکل گیا۔ اکبر اس کہانی کو جو اس نے سنی باور نہ کر سکا۔ وہ اپنی روتی ہوئی بیگم کی طرف متوجہ ہوا اور تلخی سے بولا۔

"میرا خیال تھا کہ تم کو مجھ سے محبت ہے اور تم میری وفادار بیوی ہو افسوس کہ تم اس تمام مدت میں مجھے دھوکہ دیتی رہیں۔ اور میں تم سے محبت کرتا رہا"

"میرے سرتاج! میری بات کو سچ مانئے" شہزادی نے روتے ہوئے کہا۔ "ستار نواز نے جو کچھ کہا وہ سچ ہے۔ میں ہرگز نہ جانتی تھی۔ کہ میری مغنیہ عورت نہ تھی بلکہ بھیس بدلے ہوئے کوئی مرد تھا۔ مجھے آپ سے اور صرف آپ ہی سے عشق ہے"

شہنشاہ اکبر اس سے پرے ہٹ کر اور سختی سے بولا "میرے قریب مت آؤ۔ مجھے ہاتھ مت لگاؤ مجھے تمہاری مکاریوں کی ضرورت نہیں۔ میں نے تمہاری ذات پر اعتماد کیا۔ اور تم نے میرے اعتماد کو ظالمانہ طریق سے دھوکہ دیا"

"نہیں نہیں" اس نے روتے ہوئے کہا "میں آپ کی وفادار بیوی ہوں۔ میری محبت میں آپ کے سوا کسی کا حصہ نہیں جب میں اپنے تمام عزیزوں کو چھوڑ کر جن سے مجھے محبت تھی۔ آپ کے پاس چلی آئی تو سب کو بھول گئی اور جب مجھے پتہ لگا کہ آپ کو بھی مجھ سے محبت ہے تو میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی اس دن سے لیکر آج تک میں اپنے دل میں آپ اور صرف آپ ہی کی پوجا کرتی ہوں۔ میرے سرتاج! سچ مانئے آپ ہی میری زندگی کی روح ہیں"

"تو پھر تم نے میرے حکم کی نافرمانی کیوں کی؟ جب میں نے منع کیا تھا تو تم نے پھر اپنے کمرے میں گویئے کو کیوں داخل کیا یا داخل ہونے دیا"

"جہاں پناہ! مجھے موسیقی سے عشق ہے اس سے میری تنہائی کے اوقات جب آپ میرے پاس نہ ہوتے تھے کٹ جاتے تھے۔ آپ کو یاد ہوگا جب آپ نے مجھے اس گویئے کو اندر بلانے سے منع فرمایا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں عرض و معروض کی تھی تو آپ نے مجھے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ میں نے آپ کی خاموشی کو آپ کی رضامندی پر محمول کر لیا۔ بس یہی میری بھول ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ جب آپ کا

وفادار بیوی ہوں اور ان تمام باتوں میں بے گناہ ہوں جو آپ کہتے ہیں۔

"نہیں نہیں" اکبر نے کہا "مجھے ہرگز تمہاری بلند پرا عتماد نہیں۔ نہ میں اسے باور کر سکتا ہوں میں کبھی تمہارے کمرے میں قدم نہ رکھوں گا اور نہ تمہاری صورت ہی دیکھوں گا۔"

"ہائے خدا کے لئے ایسا نہ کیجئے۔" وہ چلا کر بولی "میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میری بات کو سچ جانئے۔ مجھ پر بھروسہ کیجئے۔ اور مجھ سے پہلے کی طرح محبت کیجئے۔"

"نہیں نہیں اب تمہارا جادو مجھ پر چل چکا" اکبر نے کہا۔ وہ اس کی طرف دیکھے بغیر وہاں سے پلٹا اور بڑے بڑے قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

جب شہنشاہ شہزادی کے کمرے سے باہر جا چکا تو وہ گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ اس کا حسین چہرہ پیلا پڑ گیا تھا گویا کہ موت کی زردیاں اس پر مل دی گئی تھیں۔ اس کی بڑی بڑی کالی آنکھیں اس کی روح کے کرب کا بازانشان کر رہی تھیں۔

اس کے راز کھلنے کی اور شہنشاہ کے غصہ کی خبریں شاہی محلات میں آن کی آن میں پھیل گئیں۔ جونہی کہ اکبر نے وہاں سے باہر قدم نکالا چند خادمائیں اور چند بیگمات کمرے میں داخل ہوئیں مگر شہزادی کے چہرے کی پژمردگی اور آشفتگی نے اُن کو خاموش رہنے پر مجبور کر دیا۔

"میرے لئے قلم اور کاغذ لاؤ" اس نے ایک خادمہ سے کہا۔ خادمہ نے فوراً حکم کی تعمیل کی پھر ایسے طریق سے بولتے ہوئے کہ گویا وہ اُن خواتین سے گفتگو کر رہی تھی۔ جو وہاں موجود تھیں اور ایسی آواز میں جو بار غم سے دبی جا رہی تھی کہا "لو اچھا۔ میں اپنے خاوند کو اپنی محبت کا ثبوت دے دیتی ہوں"

آن کی آن میں اس نے اپنے بازو کو ننگا کیا اور اپنی کمر سے ایک کٹار نکالی اور اپنا بازو آپ کاٹ کر گہرا زخم بنایا۔ خون کا فوارا چھوٹ نکلا اور اس نے اپنے قلم کو اپنے خون سے تر کیا۔ اس نے لکھا "میرے آقا! میرے سرتاج میں اپنی پاکدامنی

ثابت کرنے کے لئے مر رہی ہوں ۔

یہ اُس کی اپنے خاوند سے اُنسیت کا ایک کرشمہ تھا جس کی وہ عاشق اور وفادار عاشق بیوی تھی ۔ وہ جانتی تھی کہ اُس کی ہستی کا ہر ذرہ اور اُس کے خون کا ایک ایک قطرہ اُس کا اور صرف اُسکا تھا ۔۔۔ وہ راجپوت تھی اور راجپوتوں کے لئے عزت و آبرو بڑی ہی عزیز اور قیمتی چیز ہے ۔ اس طرح وہ موت کی آغوش میں پہنچ گئی اور وہ تمام جو اُس کے قتل کے شاہد تھے ۔ اس بات کو خوب سمجھ گئے کہ ایک بیوی کے لئے بے عزت ہو کر جینا ایک مہمل چیز ہے ۔

رقعہ جو اُس کے خون سے لکھا گیا تھا ۔ اُس نے اپنی خادمہ کو یہ کہتے ہوئے دیدیا " جاؤ اور یہ رقعہ خود بادشاہ کے ہاتھ میں دینا ۔۔۔ " یہ کہا اور وہ اپنے پلنگ پر لیٹ گئی ۔

خادمہ رقعہ لئے ہوئے کمرے سے باہر دوڑتی ہوئی نکل گئی ۔ جب بادشاہ کے حضور میں پہنچی تو اُس کے چہرے کی پریشانی نے کسی غیر معمولی واقعہ کا راز خود بخود اُفشا کر دیا ۔ اکبر نے غصہ سے پیغام لے لیا ۔ پڑھا پھر خوفناک سچائی اُس کے دل کو چیر کر پار ہو گئی ۔ وہ خود آدھا رہ چکا تھا ۔ اب اُسے شہزادی کی صداقت کا یقین ہو گیا ۔ غم و اندوہ کا مارا بادشاہ راجپوت شہزادی کے کمرے میں جھپٹا ہوا آیا ۔

دروازہ پر اکٹھی ہونے والی بیگمات اور خادماؤں نے بادشاہ کو اندر جانے کا راستہ دیدیا وہ اُس کے پلنگ کے پاس جھک گیا اور اُس نے اپنی وفا شعار بیوی کے زرد اور کملائے ہوئے جسم کو اپنے بازوں میں اُٹھا لیا ۔ اور بار بار اپنی بدظنی کی معافی مانگنے لگا ۔ اُس کے بازوؤں کو چھونے اور اُس کی آواز سے دم توڑتی ہوئی شہزادی کی آنکھ کھلی اور اُس کی نگاہ بادشاہ کی نگاہ سے ملی ۔ شہزادی کے باہم جڑے ہوئے ہونٹوں میں ہلکی سی جنبش ہوئی اور ہلکے سے تبسم کا سایہ اُس کے چہرے پر نمودار ہوا ۔ اس کے بعد ایک آہ تھی ۔ پھر ہچکی تھی اور اس کے بعد پاک اور باوفا روح آسمان کی طرف پرواز کر گئی ۔

خوفزدہ خواتین اور بیگمات اور خادمائیں خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گئیں اور شہنشاہ لاش کے پاس تنہا رہ گیا ۔

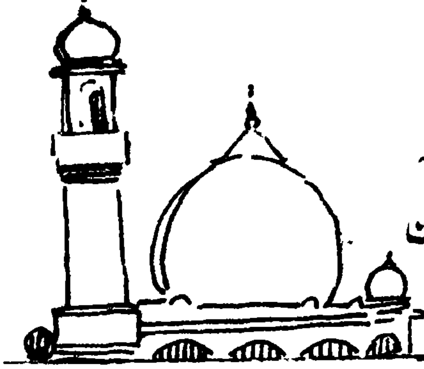
مدتوں تک اکبر کے حسین چہرے پر غم کا گہرا اور نمایاں اثر ظاہر رہا۔ اُس نے ایک خوبصورت مقبرہ بنوایا۔ اُس خوبصورت راجپوت شہزادی کی لاش پر جو یوں شک و بدظنی کا شکار ہو گئی تھی۔ اکثر آدھی رات کو وہ اِس مقبرہ کے قریب ستار اور اپنی نوجوان بیگم کے مرغوب راجپوت گانے سُنا کرتا تھا۔ اور یہ نغمے برسوں تک بادشاہ کے کانوں میں گونجتے رہے۔

پٹھان

(باقی مضمون ص۴۵ پر)

للی کو دیکھتے ہوئے کہا: "جیسی حوصلہ مند عورت کی میں مدت سے تلاش میں تھا وہ مجھے مل گئی للی مجھے امید ہے کہ تو میرے لئے درجنوں بہادر بیٹے مرور پیدا کرے گی" للی نے محبت سے ہاتھ بڑھاتے ہوئے خان کا منہ بند کرتے ہوئے کہا: "نہیں خان ایسی بات نہ کہو میں زندہ نہ رہ سکوں گی" اور یہ کہتے ہوئے پھر اس نے خان کی گردن میں محبت سے بانہیں ڈال دیں۔ اور خان مدہوش سا ہو گیا۔

دنیائے اسلام پر ایک نظر



مدینہ منورہ پر اسرائیل کی نظر بد

علامہ خمینی کی پر اسرار روپوشی - روسی فوجیوں کی افغانستان میں بغاوت

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

"مدینہ" پر اسرائیل کی نظر بد

اس سے پہلے بھی بعض خلیجی اخبارات نے مسلمانوں کے مقامات مقدسہ کو غصب کرنے کے اسرائیلی عزائم شائع کئے ہیں لیکن اب کویت کے اخبار "السیاست" میں "صیہونی عزائم" کے عنوان سے ایک طویل مقالہ شائع ہوا ہے جس میں کہ بتایا گیا ہے کہ یہودیوں کی للچائی ہوئی نظریں مدینہ منورہ پر پڑ رہی ہیں۔

اس اخبار نے انکشاف کیا ہے کہ اسرائیل پارلیمنٹ کے صدر دروازہ پر "عظیم تر اسرائیل" کا ایک نقشہ آویزاں ہے۔ جس سے کہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسرائیل کے عزائم کسقدر ناپاک ہیں۔ اس نقشہ کے رو سے یہ صیہونی سامراجی اپنی نام نہاد اسرائیلی مملکت کی حدیں دریائے فرات اور جزیرہ نما عرب میں اس طرح پھیلانا چاہتے ہیں کہ مدینہ منورہ، بغداد، دمشق اور قاہرہ بھی اس میں شامل ہیں۔ اور بعض دوسرے خلیجی اخبارات کے بیان کے مطابق مکہ معظمہ پر بھی ان کی للچائی ہوئی نظریں پڑ رہی ہیں

یہ تو سب ہی کو معلوم ہے کہ اسرائیل جس سرزمین پر قائم ہے وہ فلسطین کی وہ مقدس سرزمین ہے جسے برطانیہ کے وزیر خارجہ بالفور نے ترکوں کی شکست کے بعد ۱۹۱۴ء میں یہودیوں کے حوالے کر دیا تھا۔ ان دنوں اس علاقہ پر برطانیہ کا تسلط تھا۔ اور اس کے بعد یہودی برابر مختصر سے اسرائیل کے حدود کو بڑھاتے رہے یہانتک کہ ۱۹۶۷ء کی جنگ میں انھوں نے بیت المقدس اور بہت سے عرب علاقوں پر بھی غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے لیکن اب بھی وہ اس پر مطمئن نہیں ہیں بلکہ ایک نہایت ہی وسیع عرب علاقہ پر ان کی نظر ہے اور امریکہ جیسی سامراجی طاقتیں اُس کی پشت پناہ بنی ہوئی ہیں۔

مصریوں کی یہ انتہائی بد قسمتی ہے کہ امریکہ اور اسرائیل صدر سادات کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ورنہ شائد اسرائیل کا تیاپانچہ امریکی پشت پناہی کے باوجود کبھی کا ہو چکا ہوتا۔ بہر حال ہمکو توقع ہے کہ اسرائیل کے ناپاک منصوبے کبھی پورے نہیں ہوں گے۔ اور جلد ہی اسرائیل کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے گا

علامہ خمینی کی پُر اسرار روپوشی

جمہوریہ اسلامیہ ایران کے سربراہ علامہ خمینی کا ایک اعلان حال ہی میں اخبارات میں شائع ہوا ہے جس میں کہ انھوں نے کہا ہے کہ وہ چند خاص وجوہات کی بنا پر چند روز تک اپنے آپ کو روپوش رکھیں گے۔ اور نہ کسی سے ملیں گے، نہ کوئی تقریر کریں گے۔ اور نہ ریڈیو یا ٹی وی پر کوئی بیان دیں گے۔ تہران کی ایک خبر کے مطابق انھوں نے یہ اعلان اپنے مکان میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا ہے۔

علامہ خمینی کی اس پر اسرار روپوشی پر طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں ایک طبقہ کی رائے ہے کہ ایران میں پے در پے بم کے دھماکوں میں چونکہ متعدد سربراہان حکومت ہلاک ہو چکے ہیں جن میں کہ ایران کے نئے صدر محمد علی رجائی نئے وزیر اعظم باہنر ایران کے اٹارنی جنرل علی قدسی اور دوسرے [illegible] شامل ہیں اسلئے علامہ خمینی روپوش ہو گئے ہیں۔

لیکن ایک طبقہ کی یہ رائے ہے کہ علامہ خمینی کا خاتمہ بالخیر ہو چکا ہے اور انکی موت کو سیاسی مصلحت کی بنا پر پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ چنانچہ سفیر عراق مسٹر فاضل مرادی نے نئی دہلی کی ایک پریس کانفرنس میں بیان دیتے ہوئے کہا ہے کہ "علامہ خمینی یا تو مر چکے ہیں یا وہ آجکل لب دم ہیں۔ وہ کینسر کے پرانے مریض ہیں۔ اور یہ

مرض اب آخری مرحلہ میں ہے جس سے کہ کسی کے جانبر ہونے کی امید ہی نہیں کی جا سکتی۔ اس کے علاوہ ٹی وی پر بھی ایک عرصہ سے وہ نہیں دکھائی دئے جس سے بجا طور پر یہ شبہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کی موت واقع ہو چکی ہے۔"

علامہ خمینی خواہ زندہ ہوں یا مر چکے ہوں لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انھوں نے نہ صرف ایران جیسی عظیم سلطنت کو تباہ کرکے رکھ دیا ہے۔ بلکہ ان کی وجہ سے پوری دنیا میں اسلام کی انتہائی رسوائی ہوئی ہے اور یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ اسلام درندوں اور خونیوں کا مذہب ہے کیونکہ ایران ان ملاؤں کی گرفت سے جب تک رہا اس کا دور سابق شاہ ایران کے دور سے بھی زیادہ بدتر ثابت ہوگا ہے۔ اور اسلام کے دامن پر تو ان ملاؤں کا دور ایک نہایت ہی بدنما داغ ہے۔

روسی فوجوں کی افغانستان میں بغاوت

شاید بہت کم لوگوں کو اس کا علم ہوگا کہ روس کے افغانستان پر تسلط کے ابتدائی دور میں جو روسی فوجیں افغانستان بھیجی گئیں۔ ان میں روسی مسلمانوں کے بھی دستے شامل تھے جنھوں نے کہ اپنے افغانستان میں آباد مسلم بھائیوں پر گولی چلانے سے انکار کر دیا تھا۔ اور اس چیز کا انکشاف حال ہی میں مشہور مغربی اخبار نویس گوائن ڈائر کے ایک مقالہ سے ہو سکتا ہے جس کا خلاصہ جناب اطہر ہاشمی کے قلم سے اردو اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ ڈائر نے لکھا ہے

"ابتدا میں روسی حملہ آور فوج میں وسط ایشیا کے مسلم جوانوں کے دستے زیادہ تھے۔ اُن کو یہ مغالطہ دے کر افغانستان بھیجا گیا تھا کہ افغانستان کی مسلم حکومت کے خلاف کچھ کرایہ کے امریکی پٹھوؤں نے بغاوت کر دی ہے۔ اس بغاوت کو دبانا ہے۔ لیکن افغانستان میں ان مسلم جوانوں کو کچھ دوسرے ہی حالات نظر آئے۔ اور انھوں نے محسوس کیا کہ خود ان کے ہی مسلمان بھائیوں پر گولی چلانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ چنانچہ مسلم دستے منحرف ہو گئے۔ اور فوج میں بے چینی کے آثار نظر آنے لگے۔ انجام کار مسلم فوجیوں کو واپس روس بھیجنا پڑا اور اُن کی جگہ وفادار روسی سپاہیوں کو افغانستان کے محاذ پر بھیجا گیا۔

یہ بات یاد رہے کہ اس وقت بھی روس میں پانچ اور چھ کروڑ کے قریب مسلمان آباد ہیں چنانچہ وسط ایشیا کی مسلم جمہوریتوں کا ذکر کرتے ہوئے ڈائر نے لکھا ہے "روسی سلطنت کی اہم ترین غیر روسی ریاستیں کوہ قاف اور وسط ایشیا کی مسلم جمہوریتیں ہیں جو آذربائیجان، قزاقستان، ازبکستان، ترکمانستان، کرغستان اور تاجکستان پر مشتمل ہیں اس وسیع علاقہ میں پانچ کروڑ مسلمان آباد ہیں جن کے باعث سوویٹ روس کو پانچواں سب سے بڑی مسلم آبادی کا ملک شمار کیا جاتا ہے۔

کوئی تعجب نہیں کہ ایسا وقت بھی آجائے کہ افغانستان میں روسیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتل عام کی بنا پر روس کے پانچ چھ کروڑ مسلمان مشتعل ہو کر بغاوت پر آمادہ ہو جائیں اور روسیوں کے لئے افغانستان کا سودا بہت مہنگا پڑے۔

ساٹھ ہزار مسلمانوں کا قتل

عراق کی سرکاری خبر رساں ایجنسی نے عراق و ایران جنگ سے متعلق ایک نشریہ میں دعویٰ کیا ہے کہ اس وقت تک عراقی فوجیں تقریباً بیالیس ہزار ایرانی سپاہیوں کو ہلاک کر چکی ہیں۔ اگر اس جنگ میں بیالیس ہزار ایرانی ہلاک ہو چکے ہیں تو بیس پچیس ہزار عراقی بھی ضرور ہلاک ہوئے ہونگے گویا علامہ خمینی نے جو بے نتیجہ جنگ جاری کر رکھی ہے اس میں دونوں طرف کے ساٹھ ہزار سے زیادہ مسلمان کام آچکے ہیں اور اسکا سارا فائدہ اسرائیل کو پہنچا ہے۔ اور اسی لئے اسرائیل روز اول سے ہی خفیہ طور پر ایران کو اسلحہ سپلائی کرتا رہا ہے تاکہ یہ جنگ زیادہ سے زیادہ بڑھے اور زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کا جانی نقصان ہو۔

پھر اس جنگ پر دونوں ملکوں کی جانب سے کروڑوں روپیہ کا جو اسلحہ برباد ہو رہا ہے۔ اس کا نقصان جانی نقصان سے بالکل الگ ہے گویا ان دونوں ملکوں کا وہ اسلحہ جو اسرائیل جیسے دشمن اسلام ملک کے خلاف صرف ہونا چاہئے تھا۔ مسلمانوں ہی کے قتل اور خونریزی پر برباد کیا جا رہا ہے اور اس تباہی اور بربادی کی

ذمہ داری عراق سے زیادہ ایران کے سر ہے۔ کیونکہ عراق روز اول ہی سے جنگ کو بند کرنے کی تجاویز پیش کرتا رہا ہے جسے علامہ خمینی برابر ٹھکراتے رہے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ ایرانی ملا یہ چاہتے ہی نہیں کہ یہ جنگ بند ہو۔ کیونکہ انہیں اندیشہ ہے کہ اگر جنگ بند ہو گئی تو وہی ایرانی فوجیں جنھیں جنگ میں الجھا دیا گیا ہے کسی نہ کسی دن ایرانی ملاؤں کی حکومت کے خلاف ضرور بغاوت برپا کر دیں گی۔ اور ایسی حالت میں جبکہ اسرائیل بھی ایران کی جانب سے عراق اور ایران جنگ میں ملوث ہو چکا ہے تو یہ جنگ کیونکر ختم ہو سکتی ہے۔

مسجد اقصیٰ کے نیچے سرنگ

پوری دنیائے اسلام میں اس خبر سے سنسنی پیدا ہو گئی ہے کہ اسرائیل مسلمانوں کے قبلۂ اول یعنی مسجد اقصیٰ کو بالکل منہدم کرنے پر تلا ہوا ہے۔ چنانچہ یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کے نیچے ایک بہت بڑی سرنگ کی کھدائی شروع کر دی ہے تاکہ وہ جب چاہیں اس سرنگ میں بارود بھا کر آن کی آن میں مسجد اقصیٰ کو مسمار کر دیں۔

مسجد اقصیٰ کے امام نے اپنے حالیہ انٹرویو میں اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ ان دنوں اسرائیلی حکومت مسجد عمر فاروق اور مسجد اقصیٰ کو ڈھانے کی کارروائیوں میں مصروف ہے جو کھلی ہوئی اشتعال انگیزی اور جارحیت ہے۔ مسجد اقصیٰ کے امام نے پوری دنیائے اسلام سے اپیل کی ہے کہ انہیں اس صورت حال پر خاموش نہیں رہنا چاہئے۔ مسلمانوں کی دل آزاری اور مسلمانوں کے مقامات مقدسہ کی بربادی کے سلسلہ میں اسرائیل کا کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مسجد کو یہ اس سے قبل نقصان پہنچا چکا ہے۔ اور مسجد اقصیٰ میں آگ لگانے کی پچھلے دنوں اسرائیل نے جو جسارت کی تھی وہ ساری دنیا پر روشن ہے۔ اسرائیل کی روز اول ہی سے یہ کوشش رہی ہے کہ وہ مسلم تہذیب اور ثقافت کے سب ہی نشانات کو مٹا ڈالے۔

اقوام متحدہ اگرچہ بار بار اسرائیل کو یہ تنبیہ کرتی رہی ہے کہ وہ مقبوضہ عرب علاقوں کے آثار کو مٹانے کی کوشش نہ کرے مگر چونکہ اسرائیل کو امریکہ کی پشت پناہی حاصل ہے وہ شروع ہی سے اقوام متحدہ کے مشوروں اور فیصلوں کو ٹھکراتا رہا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ دنیا کے سب ہی مسلمان متحد ہو کر اسرائیل کی درندگی اور بربریت کا مظاہرہ کریں۔

معمر قذافی کے قتل کی سازش

ہندوستانی مصنف پروفیسر شیشن کمار نے اپنی کتاب "سی آئی اے اور تیسری دنیا" میں بتایا ہے کہ تیسری دنیا کے ملکوں کے لیڈروں کے قتل کے یا انہیں قتل کرانے کی کوششوں کے جو واقعات ہوئے ہیں ان میں اکثر واقعات میں امریکہ کی سی۔ آئی۔ اے کا ہاتھ ہے انھوں نے لکھا ہے کہ یہ جرم اکثر سی۔ آئی۔ اے نے کئے ہیں۔ اور امریکہ کے صدر نے ان کی منظوری دی ہے۔ اور اس طرح دہشت انگیزی امریکہ کی قومی پالیسی بن گئی ہے۔"

امریکی میگزین "نیوز ویک" نے سنسنی خیز انکشاف کیا ہے کہ "انقلاب لیبیا کے رہنما معمر قذافی کی حکومت کا تختہ الٹ دینے اور انہیں قتل کر دینے کے خفیہ پلان کی سی۔ آئی۔ اے کے ڈائریکٹر ولیم کیسی نے بذات خود منظوری دی تھی۔" یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ سعودی عرب کے شاہ فیصل کے قتل کے وقت بھی مغربی ملکوں کے اخبارات نے اس شبہ کا اظہار کیا تھا کہ اس قتل میں سی آئی اے کا ہاتھ ہے۔ اور ان واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو پھر پرانے زمانہ کے ڈاکوؤں اور قزاقوں میں اور زمانہ حاضرہ کے ترقی یافتہ ملکوں کے سربراہوں میں کیا فرق باقی رہ جاتا ہے۔

مندرجہ بالا واقعات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ان دنوں اسلامی ملکوں میں عام طور پر امریکہ کی خفیہ جاسوسی سروس یعنی سی۔ آئی۔ اے کی سازشیں کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی ہیں اور شاید اسی لئے بار بار کرنل قذافی عرب ممالک کو امریکہ کے خلاف متحد ہونے کے لئے آواز بلند کر رہے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ خدا ابن الوقتوں سے عرب ممالک کو محفوظ رکھے۔



دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

مصنوعی سورج بنانے کی کوشش

مصنوعی چاند کی طرح اب یورپ میں سائنس دانوں نے مصنوعی سورج بنانے کی کوشش بھی شروع کردی ہے چنانچہ ایک طویل مقالہ سے پتہ چلتا ہے کہ "ڈاکٹر برمیٹر" نے ایسے اجزا معلوم کرلئے ہیں جن سے کہ نہایت تابناک اور گرمی پہنچانے والا سورج بنایا جاسکتا ہے

اس ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ جب ہم ہائیڈروجن بم اور ایٹم بم جیسے دنیا کو جلا دینے والے بم تیار کرسکتے ہیں تو ہمارے لئے یہ بات بالکل دشوار نہیں کہ ہم۔ گرمی پیدا کرنے والا اور روشنی دینے والا سورج نہ بنا سکیں۔ اسی مقالہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مصنوعی سورج کے لئے "ڈاکٹر برمیٹر" کئی سال سے کام کر رہے ہیں اور ان کو اپنے کام میں خاصی پیش رفت ہوئی ہے۔

مصنوعی سورج بنانے کا منشا یہ ہے کہ دنیا میں ایسے بہت سے خطے ہیں جو سورج سے دور ہونے کی وجہ سے سورج کی گرمی سے محروم ہیں۔ ان علاقوں کو مصنوعی سورج کے ذریعہ نہ صرف تمازت پہنچائی جاسکتی ہے۔ بلکہ مصنوعی سورج کے ذریعہ وہاں ایسی فصلیں پیدا کی جاسکتی ہیں جو صرف معتدل اور گرم ممالک ہی میں پیدا ہوسکتی ہیں

کتوں کا قبرستان

یوں تو پورے یورپ ہی میں کتوں کی بے حد قدر و قیمت ہے لیکن شاید میڈرڈ (اسپین) میں لوگ کچھ زیادہ ہی کتوں سے محبت کرتے ہیں کیونکہ وہاں ایک نہایت ہی خوبصورت کتوں کا قبرستان ہے۔ جہاں سینکڑوں کتے دفن ہیں۔ اور ان کی نہایت خوشنما قبریں بنی ہوئی ہیں۔

کتوں کی یہ قبریں انسانی قبروں سے بالکل مختلف ہیں۔ یہ عموماً چوکور ہوتی ہیں۔ اور ہر قبر پر کتے اور اس کے مالک کے نام اور اسکے مرنے کی تاریخ درج ہوتی ہے۔ اور بعض قبروں پر تو دھات کے بنے ہوئے کتوں کے مجسمے بھی بنے ہوئے ہیں۔ اور ان قبروں کے گرد نہایت ہی خوشنما چمن لگا ہوا ہے۔

بیویوں کی ادلا بدلی

امریکہ میں جنسی بے راہ روی کس حد تک بڑھ گئی ہے۔ اور اخلاقی پستی کہاں تک پہنچ چکی ہے۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس ملک کے اکثر شہروں میں ایسے عیاشی کے اڈے کھل گئے ہیں جہاں عارضی طور پر محض تفریح کی غرض سے بیویوں کی ادلا بدلی کا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔

اس کھیل میں حصہ لینے والے ہر شخص کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے ساتھ اس کی بیوی یا داشتہ ضرور ہو۔ ایک معقول فیس ادا کرنے کے بعد ہر جوڑا اس کھیل میں شامل ہوسکتا ہے۔ چنانچہ چالیس پچاس جوڑے جمع ہو جاتے ہیں۔

پہلے خوب شراب پی جاتی ہے پھر اس کے بعد سب ہی شامل عورتوں کے نام کی پرچیاں ایک ڈبے میں ڈال دی جاتی ہیں۔ اور مرد باری باری ان پرچیوں کو نکالتے ہیں اور جس عورت کے نام کی پرچی جس مرد کے ہاتھ آتی ہے وہ اسے اپنی بیوی کی زینت بنا لیتا

Telephone :- 263450 OCTOBER 1981

Registered with the Registrar of Newspapers at R. N. No. 782/57

THE DIN DUNIA DELHI



ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مستند احادیث کا بے مثال ذخیرہ

صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ

اور احادیث کی تمام مستند کتب کی روح

اردو حدیث

(مفتی شوکت علی فہمی کی جدید ترین مایۂ ناز تالیف)

قرآن پاک کے بعد حدیث ہی وہ مقدس کتاب ہے جس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد قائم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال نیز ارشادات و احکامات کا وہ قیمتی ذخیرہ ہے جو مسلمانوں کی قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ اب تک کوئی ایسی اردو مستند حدیث موجود نہیں تھی جو مسلمانوں کو بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دے خدا کا شکر ہے کہ اردو حدیث کی اشاعت کے بعد یہ کمی پوری ہوگئی۔ اس تالیف نے مسلمانوں کو عربی زبان کی بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ اور حدیث کی تمام مستند کتب سے وہ تمام احادیث جمع کر دی گئی ہیں جن کی روزانہ زندگی میں ہر مسلمان کو ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس پاکیزہ تالیف کی بڑی خوبی یہ ہے اس کے بیس ابواب قائم کر کے تمام احادیث کو علیحدہ علیحدہ عنوانات کے ماتحت اس طرح تقسیم کر دیا گیا ہے کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں فوراً نکل آئیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ایک معمولی اردو داں بھی علما کی طرح احادیث سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے گا یہ اردو زبان کی وہ نایاب حدیث ہے جسے مفتی شوکت علی فہمی نے سالہا سال کی شب و روز کی محنت کے بعد مرتب کیا ہے۔

"اردو حدیث" مندرجہ ذیل بیس ابواب پر مشتمل ہے

ا. صاحب حدیث رسول اللہ صلعم کی سوانح مبارک	۵. حکمرانی جہاد اور شرعی سزاؤں سے متعلق احادیث	۱۱. اسلامی تمدن و معاشرت کے بارے میں احادیث	۱۶. موت اور حیات بعد الموت کے بارے میں احادیث
ب. علم الحدیث اور اس کی مکمل تاریخ	۶. اخلاق اور اصلاح کے بارے میں احادیث	۱۲. والدین عزا اور متعلقین کے بارے میں احادیث	۱۷. قیامت اور علامات قیامت کے بارے میں احادیث
۱. ایمان اور اسلام کے بارے میں احادیث	۷. تحمل نرمی اور فیاضی کے بارے میں احادیث	۱۳. زن و شوہر کے تعلقات اور نکاح و طلاق کے بارے میں احادیث	۱۸. جنت اور دوزخ کے بارے میں احادیث
۲. عبادات الٰہی روزہ نماز حج زکوٰۃ کے بارے میں احادیث	۸. حسد ظلم اور افعال ممنوعہ کے بارے میں احادیث		۱۹. رسول اللہ صلعم کے معجزات اور پیشینگوئیوں کے بارے میں احادیث
۳. ذکر الٰہی خوف خدا اور دعا سے متعلق احادیث	۹. محبت اور اخوت کے بارے میں احادیث	۱۴. عورت اور پردے کے بارے میں احادیث	
۴. پرہیزگاری اور توکل کے بارے میں احادیث	۱۰. غریبی قناعت اور انکساری کے بارے میں احادیث	۱۵. تجارت معاملات اور لین دین کے بارے میں احادیث	۲۰. حیات سعید و کار آمد منتخب احادیث

گذشتہ پچاس برس میں حدیث کی ایسی جامع کتاب شائع نہیں ہوئی!

مندرجہ بالا عنوانات کے تحت ڈیڑھ ہزار سے زیادہ احادیث ایسی عمدہ ترتیب کے ساتھ درج کی گئی ہیں کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں ایک منٹ میں آسانی کے ساتھ نکل آئیں۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ گذشتہ پچاس برس میں حدیث کے موضوع پر ایسی مستند کتاب اردو میں شائع نہیں ہوئی۔ ہر حدیث کے بعد حدیث کی مستند کتب کا حوالہ موجود ہے۔ زبان ایسی شستہ اور عام فہم کہ عورتیں اور بچے بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں ضخامت تقریباً پانچسو صفحات۔ کتابت و طباعت اعلیٰ ٹائیٹل کئی رنگ میں چھپا ہوا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی رنگین تصویر موجود ہے۔ ڈسٹ کور نہایت خوشنما اور رنگین۔

پورے بیس ابواب کی مکمل اور مجلد کتاب کا ہدیہ صرف Rs. 12/50

DIN DUNIA PUBLISHING CO. JAMAMASJID DELIH

Title and Pictures Printed at the Pilot Press, Churiwalan, Delhi-110006


دین دُنیا
دہلی
DinDunia
فاتح اعظم قتیبہ بن مسلم
RUPEES
2.00



اسمعیلی فرقہ کے پیشوا "سرکریم آغا خاں" لندن میں
شہزادی الکزنڈرا آف کینٹ کے ہمراہ



یاسرعرفات نے کہا ہے۔ صدر سادات کے انجام سے
عرب دشمنوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔



لیبیا کے سربراہ "معمر قذافی" نے
صدر امریکہ کو قتل کی دھمکی دی ہے۔



۶ اکتوبر کو فوجی پریڈ کے دوران صدر انور سادات کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا
مسز اندرا گاندھی کے ساتھ صدر سادات کی ایک یادگار تصویر



صدر انور سادات کی نماز پڑھتے ہوئے ایک تصویر

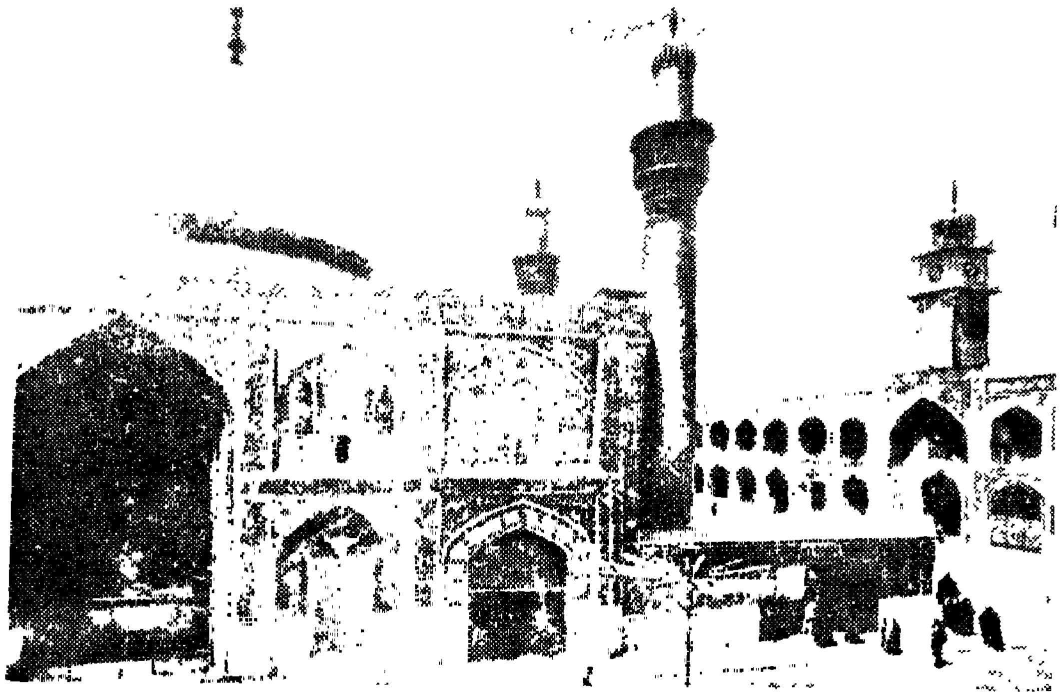




سعودی عرب کے ولیعہد "شہزادہ فہد بن عبدالعزیز"
ریاض کی ایک کانفرنس میں چند دوسرے عرب سربراہوں کے ساتھ



خارجہ کے مسئول "سلطان محمد القاسمی" خارجہ کے مرکز تعلیم کا افتتاح کر رہے ہیں



نجف اشرف (عراق) میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا روضہ مبارک



''کربلائے معلی'' درمیان میں حضرت امام حسین کا مزار مبارک نظر آرہا ہے



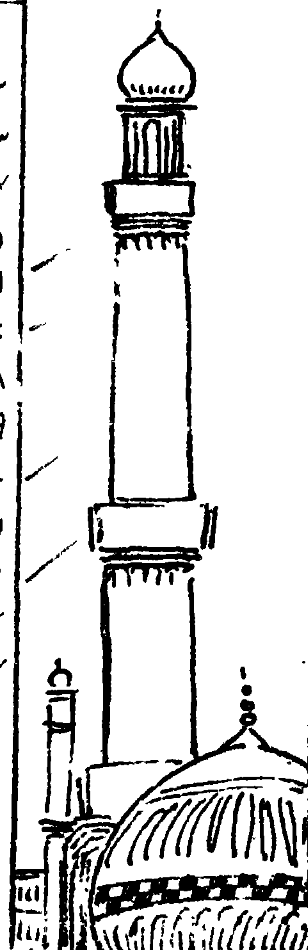
"حضرت امام علی رضا" کا روضہ مبارک، مشہد میں

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور دینی جریدہ

ماہنامہ دین دنیا دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۶۱	نومبر ——— ۱۹۸۱ء	نمبر ۱۱



قیمت سالانہ
اکیس روپے
ششماہی گیارہ روپے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا ہاؤس ...... جامع مسجد دہلی

قیمت فی پرچہ
دو روپے
پاکستان، بنگلہ دیش اور برما ...
غیر ممالک سے ...

مفتی شوکت علی فہمی: ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر و پروپرائٹر نے اپنے حواب پریس میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا۔

۷۸۶

رفتارِ زمانہ

(شوکت علی فہمی)

قاتلوں کی یہ جماعت

راشٹریہ سنگھ کے گناہوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش

راشٹریہ سیوک سنگھ گذشتہ چونتیس پینتیس ۳۵ سال سے مسلسل مسلم اقلیت کا خون بہا رہی ہے۔ ہندوستان میں اس وقت تک جو ہزاروں فرقہ وارانہ فسادات ہو چکے ہیں تقریباً اُن سب ہی میں راشٹریہ سنگھ ملوث ہے لیکن اب جبکہ پہلی بار جمشید پور کے انکوائری کمیشن نے اپنی سرکاری رپورٹ کے ذریعہ اسے بالکل ہی عریاں کر کے رکھ دیا ہے تو راشٹریہ سنگھ کے سربراہ بالا صاحب دیورس اور اُن کے حواری ایک طرف تو جمشید پور کے فسادات کا ذمہ دار الٹا مسلمانوں کو قرار دے رہے ہیں اور دوسری جانب راشٹریہ سنگھ کو ایک کلچرل اور بے ضرر جماعت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں لیکن ہم نہیں سمجھ سکتے کہ وہ جتیندر کمشن کی اُس رپورٹ کو کیونکر جھٹلا سکیں گے جس کے ذریعہ اس کمیشن نے راشٹریہ سنگھ کو قانونی طور پر مسلمانوں کے قتل عام کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ اور ساتھ ہی وہ اپنی اُس زہریلی تقریر سے کیونکر انکار کر سکیں گے۔ جو اُنھوں نے جمشید پور کے فسادات سے عین قبل کی تھی۔ اس تقریر میں انھوں نے مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کرتے ہوئے کہا تھا۔

"ہندوؤں کے لئے یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ وہ اپنے ہی ملک میں آزادی کے ساتھ اپنے جلوس بھی نہیں نکال سکتے جبکہ یہاں دن بدن مسجدوں کی تعداد بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اُدھر عرب ممالک میں ہندوؤں کو مندر بنانے کی بھی اجازت نہیں۔"

جناب دیورس سے پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا کسی کلچرل جماعت کے رہنما کی تقریریں اسی قسم کی ہوتی ہیں۔ اور کیا اُن کا اسطرح مسجد اور مندر کے نام پر اس ملک کی اکثریت کے جذبات کو بھڑکانے کو کلچرل پروگرام کہا جا سکتا ہے۔ اور اب جبکہ بالا صاحب دیورس اور اُن کے حواریوں نے جتیندر کمیشن کی گرفت سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے راشٹریہ سنگھ کو معصوموں کی جماعت ثابت کرنے کی نئے سرے سے جدوجہد شروع کر دی ہے تو ہم چاہتے ہیں کہ ایک مرتبہ پھر راشٹریہ سیوک سنگھ کے اُن بنیادی نظریات سے روشناس کر دیں جن پر یہ جماعت تقریباً نصف صدی سے عامل ہے۔ اس جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ بھارت صرف ہندوؤں کا ملک ہے کسی غیر ہندو کو اس ملک میں رہنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ راشٹریہ سنگھ کے بڑے گرو جی شری گولواکر جن کے نقش قدم پر اس جماعت کے موجودہ سربراہ بالا صاحب دیورس چل رہے ہیں یہ چاہتے تھے کہ اس ملک سے تمام غیر ہندوؤں کو نکال دیا جائے چنانچہ وہ اپنی کتاب "آور نیشن ہڈ ڈیفائینڈ" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"جرمن قوم کا افتخار ساری دنیا میں مشہور ہے۔ جرمنوں نے غیر جرمنوں اور یہودیوں کو اپنی سرزمین سے نکال باہر کیا تھا تاکہ اپنی نسلی اور ثقافتی پاکیزگی کو باقی رکھا جا سکے۔ جرمن قوم نے اس طرح یہ دکھا دیا تھا کہ بنیادی طور پر مختلف نسلوں کا ایک ساتھ رہنا بہت مشکل ہے۔ اس مثال سے بھارت بھی سبق سیکھ سکتا ہے۔"

یعنی راشٹریہ سنگھ کے گرو جی نے اس طرح اس ملک کے ہندوؤں کو یہ سبق پڑھانے کی کوشش کی ہے کہ وہ تمام غیر ہندوؤں کو جرمن قوم کی تقلید کرتے ہوئے اس ملک سے نکال دیں۔ پھر اسی کتاب میں آگے چل کر راشٹریہ سنگھ کے یہ بڑے گرو جی لکھتے ہیں۔

"قبل از تاریخ کے زمانہ سے اس ملک میں پراچین ہندو نسل آباد ہے۔ اس کی ایک ساجھی ماتری بھاشا ہے۔ ساجھے رسم و رواج ہیں۔ یہ ہندو قوم ہندو دھرم کو مانتی ہے اس لئے ہندوستان ہندوؤں کا دیش ہے۔ یہاں صرف ہندو قوم کو ہی رہنا چاہئے۔ جو لوگ کہ اس قومی نسل (یعنی ہندو نسل) میں شامل نہیں ہیں۔ انہیں اس ملک کے قومی جیون میں حصہ لینے کا تب تک کوئی حق نہیں جب تک کہ وہ مکمل طور پر اپنے آپ کو اس قومی نسل میں مدغم نہ کر دیں (یعنی ہندو نہ بن جائیں) وہ جب تک علیحدہ مذہب کو علیحدہ سنسکرتی کو اپنائے بیٹھے ہیں تب تک وہ بدیشی ہیں۔ وہ یا تو بدیشی نہ رہیں۔ یا ہندو قوم کے ماتحت بن کر رہیں۔ مگر پھر بھی انہیں کوئی حق نہ ہوگا۔ کوئی اختیار نہیں ملے گا۔ شہری حق بھی نہیں ملے گا۔"

یہ ہیں راشٹریہ سیوک سنگھ کے وہ بنیادی اصول جن پر کہ سنگھ کے موجودہ سربراہ دیورس چل رہے ہیں۔ اور شائد ان ہی بنیادی اصول کے پیش نظر انھوں نے جمشید پور میں غیر ہندوؤں کا بری طرح قتل عام کیا تھا۔ لیکن آج جبکہ جتیندر کمیشن نے راشٹریہ سنگھ کی اصل حقیقت کو بے نقاب کر دیا ہے تو وہ خونیوں کی اس جماعت کے گناہوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ بات یاد رہے کہ اس جماعت کی اقلیت دشمنی صرف اسی حد تک ختم نہیں ہو جاتی بلکہ ان کے نزدیک تو اس ملک کا ہر غیر ہندو چور اور ڈاکو کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ راشٹریہ سنگھ کے بڑے گرو جی اپنی ایک دوسری کتاب "ہندو راشٹر کیوں" میں لکھتے ہیں۔

"یہ عجیب بات ہے کہ اس ملک کے آئین بنانے والوں نے اس ملک کے حملہ آوروں (یعنی مسلمانوں) اور دھرتی کے بیٹوں کو یکساں حقوق دے دئے ہیں۔ جیسے کوئی شخص اپنی اولاد اور گھر میں گھس آنے والے چوروں اور ڈاکوؤں کو مساوی حقوق دے کر ساری جائیداد ان سب میں برابر تقسیم کر دے۔"

گویا راشٹریہ سنگھیوں کے نزدیک اس ملک کے تمام غیر ہندوؤں کی حیثیت ڈاکو اور چوروں جیسی ہے۔ اور غالباً ان ہی ڈاکوؤں اور چوروں سے ملک کو نجات دلانے کے لئے راشٹریہ سنگھی جمشید پور اور ملک کے دوسرے حصوں میں مسلم اقلیت پر حملے کرتے رہے ہیں۔ لیکن آج جب جتیندر کمیشن نے انہیں ملزموں کے کٹہرے میں لاکر کھڑا کر دیا ہے تو بالاصاحب دیورس اور ان کے حواری راشٹریہ سنگھ کو معصوموں کی جماعت ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن جس راشٹریہ سنگھ کے دامن پر ہزاروں بے گناہوں کے خون کے دھبے لگے ہوئے ہوں اور جس کا گاندھی جی کے قتل میں بھی بہت بڑا ہاتھ ہو اس کی اصل حقیقت آج ساری دنیا پر آشکارا ہو چکی ہے۔

یہ چیز ہمارے لئے باعث اطمینان ہے کہ حکومت بہار اس سلسلہ میں کوئی مناسب قدم اٹھانا چاہتی ہے۔ چنانچہ معلوم ہوا ہے کہ بہار کے وزیر اعلیٰ جگناتھ مشرا کی سرکردگی میں ریاستی کابینہ کے آٹھ وزیروں پر مشتمل ایک سب کمیٹی قائم کر دی گئی ہے۔ جو ۱۹۷۹ء کے جمشید پور کے فسادات سے متعلق جتیندر نرائن کمیشن کی رپورٹ کا جائزہ لے گی اور ان تمام عناصر کی نشاندہی کرے گی جن پر ان فسادات کے سلسلہ میں مقدمات قائم ہو سکتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ تین خصوصی عدالتوں کے قیام کا بھی اعلان کر دیا گیا ہے جو ایک طرف تو جمشید پور کے ان مقدمات کا جلد فیصلہ کریں گی۔ جو ابھی تک التوا میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور دوسری جانب ان مقدمات کی سماعت کریں گی۔ جو جتیندر کمیشن کی رپورٹ کے سلسلہ میں نئے قائم کئے جائیں گے

ہمیں جتیندر کمیشن کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اس نے ہندوستان کی آزادی کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ان قاتلوں اور خونیوں کی نشاندہی کی ہے جو زمانہ دراز سے مسلم اقلیت کا خون بہا رہے تھے۔ اور ہم کو توقع رکھنی چاہئے کہ انہیں وہی سزا دی جائے گی جس کے یہ بجا طور پر مستحق ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ہمارا مطالبہ ہے کہ جمشید پور کے فسادات میں غارتگری کرنے والے قاتلوں کو جلد سے جلد عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے اور انہیں عبرت انگیز سزائیں دی جائیں اور اس کے ساتھ ہی اس راشٹریہ سنگھ کو خلاف قانون قرار دیا جائے جس کا وجود ہندوستان کے سیکولرزم اور جمہوریت کے دامن پر ایک نہایت بھدا داغ ہے اور جس کی بدولت ساری دنیا میں ہندوستان کی رسوائی ہو رہی ہے۔

مصر کے نئے صدر سادات سے بھی آگے

صدر انور سادات کی موت پر کویت کے اخبار "السیاست" نے یہ انکشاف کیا ہے کہ "امریکہ اور اسرائیل کی جانب صدر انور سادات کے غیر معمولی جھکاؤ کی پالیسی میں زیادہ تر حسنی مبارک کا ہاتھ تھا" اور اب جبکہ حسنی مبارک سادات کے قتل کے بعد خود صدر بن گئے ہیں تو ان کے رویہ سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ وہ امریکہ اور اسرائیل نوازی میں مرحوم صدر انور سادات سے بھی کہیں آگے ہیں۔

اقتدار سنبھالنے کے بعد ہی حسنی مبارک نے پہلا کام یہ کیا ہے کہ انھوں نے مصری فوج کے ۱۳۴ ایسے فوجی افسروں کو فوج سے نکال دیا ہے جن کے متعلق انہیں یہ شبہ تھا کہ یہ مذہب پسند ہیں چنانچہ ان فوجی افسروں کو برطرف کرنے کے سلسلہ میں وزیر دفاع ابو غزالہ نے اعلان کیا ہے کہ مصری مسلح افواج سے ۱۳۴ فوجی افسروں کو مذہبی انتہا پسندی کی بنا پر نکال دیا گیا ہے۔ اور انہیں غیر فوجی عہدے دیدیئے گئے ہیں۔ اس اعلان کے ذریعہ یہ بات بھی وزیر دفاع نے واضح کر دی ہے کہ جن فوجی افسروں کو فوج سے نکالا گیا ہے ان کا اس سازش سے کوئی تعلق نہیں ہے جس میں کہ ۶ اکتوبر کو صدر انور سادات ہلاک ہوئے مگر چونکہ مصری فوج سے چن چن کر ایسے لوگوں کو نکالا جا رہا ہے جن کا مذہب کی جانب جھکاؤ زیادہ ہے۔

ایک طرف تو فوج سے مذہب پسندوں کو نکالا جا رہا ہے اور دوسری جانب نہایت وسیع پیمانہ پر مصری علما اور ان مصری عوام کی گرفتاریاں جاری ہیں جو کہ صدر کے خیال کے مطابق ضرورت سے زیادہ مذہب پسند ہیں۔ چنانچہ وزیر داخلہ مصر نے اعلان کیا ہے کہ "گزشتہ دو ہفتوں کے اندر ۱۵۳۲ "مذہبی دہشت پسند" گرفتار کئے جا چکے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک ہزاروں مذہب پسندوں کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ مصر کے وزیر داخلہ نے جن لوگوں کو "مذہبی دہشت پسند" بتایا ہے اس کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔ حالانکہ جہاں تک مذہب کا تعلق ہے اس کا دہشت پسندی سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہو سکتا۔ غالباً مصر کے وزیر داخلہ کی نظر میں مصر کا ہر وہ شخص "مذہبی دہشت پسند" ہے جو اسرائیل کا مخالف ہے۔ اور اس اعتبار سے تو کوئی تعجب نہیں کہ آگے چل کر مصر کی بیشتر آبادی کو مذہبی دہشت پسند قرار دیدیا جائے۔ کیونکہ مصری عوام کی اکثریت اسرائیل کو جو کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن ہے سخت ناپسند کرتی ہے۔

یوں تو آخر وقت میں مرحوم انور سادات کی بھی مذہب پسندوں یعنی اسرائیل کے مخالفوں کے خلاف پالیسی میں کافی سختی پیدا ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ مساجد کے دروازے بھی مسلمانوں کے لئے بند کر دیئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ انور سادات نے عیسائیوں اور مسلمانوں میں فرقہ وارانہ فسادات کرا کے اور ان فسادات کو بہانہ بنا کے اسرائیل مخالف مصری باشندوں کی بہت بڑی تعداد کو جیلوں میں ٹھونس دیا تھا۔ جس سے کہ مصری عوام میں ناگواری بڑھی اور آخر یہی ناگواری انور سادات کی موت کا باعث بنی۔ لیکن مصر کے نئے صدر حسنی مبارک اُن سے بھی دو قدم آگے ہیں۔ انھوں نے اقتدار سنبھالتے ہی اندھا دھند گرفتاریاں شروع کر دی ہیں اور وہ امریکہ اور اسرائیل کو خوش کرنے کے لئے ایک ایسے راستہ پر چل پڑے ہیں جو آگے چل کر مصر میں خانہ جنگی کا باعث بن سکتا ہے۔

انور سادات کی موت کے بعد اگرچہ قدرت نے حسنی مبارک کو بہترین موقع دیا تھا کہ وہ اُن غلطیوں کی تلافی کرتے جو صدر انور سادات سے ہوتی رہی ہیں۔ صدر انور سادات کی سب سے بڑی غلطی کیمپ ڈیوڈ کا وہ معاہدہ ہے جسکے بعد وہ پوری دنیائے عرب سے کٹ کر اُس امریکہ کی گود میں جا بیٹھے تھے۔ جو دنیائے عرب ہی کا نہیں بلکہ دنیائے اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اور پھر انھوں نے اسرائیل سے اسطرح محبت کی پینگیں بڑھانی شروع کر دیں گویا کہ وہ اُن کا پرانا اور جگری دوست ہے اور اس کے معاوضہ میں انہیں سینائی کا وہ چھوٹا سا علاقہ ملا جو ابھی تک بدستور اسرائیل کے قبضہ میں ہے۔ گویا سب کچھ کھونے کے بعد بھی مصر ٹوٹے میں رہا۔ کاش حسنی مبارک اس پہاڑ جیسی غلطی کی اصلاح کر سکتے لیکن ایسی حالت میں جبکہ حسنی مبارک اسرائیل نوازی اور امریکہ کی ناز برداری میں شروع ہی سے مرحوم انور سادات سے بھی آگے رہے ہیں تو ایسا کیونکر ممکن تھا۔

صدر انور سادات کے قتل کا یہ پہلو بھی بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ وہ فوجیوں کے ہاتھوں قتل کئے گئے ہیں جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مصری عوام کی طرح فوج میں بھی سادات کی اسرائیل نواز پالیسی کے خلاف ناگواری پھیلی ہوئی ہے۔ اور ایسی حالت میں کہ معزول لفٹنٹ جنرل شاذلی جو ان دنوں لیبیا میں ہیں اور مصری فوج میں آج بھی بے حد ہر دلعزیز ہیں لیبیا کے ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعہ مصری افواج اور عوام کو بغاوت کے لئے ابھار رہے ہیں تو کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ مصر کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ کاش مصر کے نئے صدر حسنی مبارک نے انور سادات کے انجام سے کوئی سبق لیا ہوتا۔

عرب ممالک کے خلاف زہر افشانی کب تک

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آجکل ہندوستان میں اسرائیلی لابی کچھ زیادہ ہی سرگرم عمل ہے۔ چنانچہ وہ ہریجنوں کے مسائل سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اِس ملک کی ہندو اکثریت میں عرب ممالک کے خلاف نفرت وحقارت پھیلانے میں بڑی سرگرمی سے حصہ لے رہی ہے۔ اور اس ناپاک مقصد کے لئے خصوصیت کے ساتھ ہندوستان کے اُن اسرائیل نواز اخبارات کو آلہ کار بنائے ہوئے ہے جو شروع ہی سے اسرائیل کے حق میں اور عربوں کے خلاف پروپیگنڈا کرنے میں پیش پیش رہے ہیں۔ ایسے اخبارات میں اخبار پرتاپ انگریزی اخبار آرگنائزر اور پنچ جنیہ سرفہرست ہیں چنانچہ اخبار پرتاپ کا ایک مقالہ نگار رام نرائن اِس اخبار کی ۳ر اکتوبر کی اشاعت میں لکھتا ہے:

"ہریجنوں کو مسلمان بناکر اور ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ کرکے ایسے ہی پاکستان کی طرح ایک مسلم دیش بنا لینے کی سازش اب طشت از بام ہو چکی ہے۔ سعودی عرب کے روپیہ سے یہ سازش ایک منظم طریقہ پر چل رہی ہے۔ لیکن ہماری سرکار نے اِس راشٹر گھاتک چال کی بذریعہ قانون روک تھام کرنے سے معذوری ظاہر کردی ہے۔ اسلئے اب ہندوؤں کو کو خواب خرگوش سے جاگنا چاہیئے"

اور اسی اخبار پرتاپ کی ۷ر اکتوبر کی اشاعت میں "ہریوں پر نئے خطرہ" کے عنوان سے ایک اور مقالہ شائع کیا گیا ہے۔ جس میں عرب ممالک کے خلاف زہر افشانی کرتے ہوئے ایڈیٹر پرتاپ لکھتا ہے "عرب ممالک سے حاصل کئے ہوئے روپیہ سے آج ہریجنوں کو مسلمان بنایا جارہا ہے اور عرب دیش اعلانیہ کہہ رہے ہیں کہ ہندوستان کو اسلامی ملک بنا لیا جائیگا ایسی حالت میں کیوں نہ ہر ہندو یہ سمجھے کہ یہ سب کچھ ایک سازش کے تحت ہو رہا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ دنیا سے ہندوستان کو۔ ہندو جاتی کو۔ ہندو دھرم کو اور ہندو سنسکرتی کو ملیامیٹ و نابود کردیا جائے۔ آج اگر ان غیر مسلموں کا دھرم بدلا جاتا ہے تو کیا اس سے ہندوستان کے لوگوں کے لئے پھر وہی خطرہ نہ پیدا ہو جائے گا جو ۱۹۴۷ء میں (تقسیم ہند کے بعد پیدا) ہوا تھا۔ اور اگر اس طرح ہندوستان میں اکثریت مسلمانوں کی ہو جاتی ہے تو پھر ہندوستان اور ہندو توکا نام و نشان تک دنیا سے مٹ جائیگا"

ملاحظہ فرمائیے کہ کس طرح ایک ہی تیر سے دو شکار کئے جارہے ہیں ایک طرف تو یہ غلط تاثر اس ملک کی ہندو اکثریت کے دلوں میں پیدا کیا جارہا ہے کہ اِس ملک کو دوسرا پاکستان بنانے کی سازش ہو رہی ہے اور دوسری جانب اِس سازش میں عرب ممالک کو شریک ظاہر کرکے اُن کے خلاف نفرت وحقارت کے جذبات بھڑکائے جارہے ہیں۔

کیسی عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو سرکاری ذرائع سے بار بار اِس بات کی تردید کی جارہی ہے کہ ہریجنوں کے تبدیل مذہب سے عرب ممالک کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور دوسری جانب بابو جگ جیون رام اور جنتا لیڈر مسٹر سبرامنیم سوامی، ایڈیٹر سویرا جنا داس اختر وغیرہ بار بار عرب سرمایہ افسانہ کو بے بنیاد قرار دے چکے ہیں۔ لیکن پرتاپ جیسے اسرائیل نواز اخبار بدستور عربوں کے خلاف نفرت وحقارت کی مہم جاری کئے ہوئے ہیں۔ اور انہیں ہریجنوں کے تبدیل مذہب کے معاملہ میں محض بدنام کرنے کی غرض سے گھسیٹ رہے ہیں۔

سب ہی عرب ممالک سے ہمارے گہرے دوستانہ تعلقات ہیں۔ اور عرب ممالک سے ہندوستان کی معیشت کو بھی گرانقدر فوائد پہنچ رہے ہیں ہندوستان کا کروڑوں روپیہ کا نہیں بلکہ اربوں روپیہ کا عرب ممالک کے ساتھ کاروبار ہے۔ اسکے علاوہ لاکھوں ہندوستانی جن میں کہ اکثریت ہندوؤں کی ہے۔ عرب ممالک میں برسر روزگار ہیں جن سے سو کروڑ روپیہ یومیہ کا زرمبادلہ ہندوستان کو وصول ہو رہا ہے۔ لیکن پھر بھی ان ہی عرب ممالک کو بدنام کیا جارہا ہے۔ حکومت ہند سے پوچھا جاسکتا ہے کہ آخر وہ دوست ممالک کے خلاف یہ زہر افشانی کب تک برداشت کرتی رہے گی۔ اور غیر ذمہ دار اخبارات کو ہند اور عرب ممالک کے تعلقات کو بگاڑنے کی آخر کب تک چھوٹ دیتی جائے گی۔

ایرانی ملاؤں کی اسرائیل سے دوستی

اب یہ چیز پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ایران کے ملاؤں نے در پردہ اُس اسرائیل سے ساز باز کر رکھی ہے جو اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ سب ہی کو معلوم ہے کہ اسرائیل وہ دشمنِ اسلام ملک ہے جس نے کہ مسلمانوں کے کعبہ اول یعنی بیت المقدس پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مسجد کو اس نے تباہ کرکے رکھ دیا ہے۔ اور مسجد اقصیٰ کے نیچے اِس نے ایک سرنگ کھود رکھی ہے تاکہ جب بھی موقعہ ملے بارود سے مسجد اقصیٰ کو اڑا دیا جائے۔ اور صرف یہی پر اِس نے اکتفا نہیں کیا ہے

بلکہ بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی یعنی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر بھی یہ غاصبانہ قبضہ کا پروگرام بنائے ہوئے ہے۔ چنانچہ اسرائیلی پارلیمنٹ کے دروازہ پر جو نقشہ آویزاں ہے اس میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو بھی مجوزہ عظیم اسرائیلی سلطنت کا ایک مقبوضہ دکھایا گیا ہے۔ نیز اسرائیل امریکہ کی مدد سے سب ہی تیل پیدا کرنے والے عرب اور غیر عرب ممالک پر غاصبانہ قبضہ جمانے کا پروگرام بنائے ہوئے ہے جنکی نشاندہی اس نقشہ میں کی گئی ہے جو اسرائیل پارلیمنٹ کے صدر دروازہ پر آویزاں ہے۔

ان ہی ممالک میں وہ ایران بھی شامل ہے جس کے سربراہ علامہ خمینی آجکل اسرائیل کے ساتھ ساز باز کئے ہوئے ہیں۔ ایرانی ملاؤں کی اس اسلام دشمنی اور مذموم روش پر ان دنوں عرب ممالک میں بری طرح لے دے ہو رہی ہے۔ چنانچہ کویت سے شائع ہونے والا عربی زبان کا ہفت روزہ اخبار "البلاغ" ایرانی ملاؤں کی اس ابن الوقتی پر تبصرہ کرتے ہوئے ۶ ستمبر کی اشاعت میں لکھتا ہے۔

"شروع شروع میں جب ایران اور اسرائیل کے درمیان فوجی اور اقتصادی تعاون کی خبریں آئیں تو ہم نے انہیں صحیح نہیں سمجھا۔ اور خیال کیا کہ یہ سیاسی اور جنگی پروپیگنڈا ہے لیکن جب ارجنٹائن کا اسلحہ بردار جہاز (اسرائیل سے ایران اسلحہ لیجاتے ہوئے) گرا تو اس سے شکوک وشبہات کچھ زیادہ بڑھے۔ مگر اس وقت بھی ہم یہ سوچنے لگے کہ ایران کی وہ حکومت جس نے اسلام کو اپنی سیاست کا ستون بنایا ہے بھلا وہ ایسا کیسے کر سکتی ہے حالانکہ واقعات اور دلائل وشواہد اور ثبوت اتنے ہیں جو ہمارے اس حسن ظن کے خلاف ہیں۔ افسوس کہ ایرانی حکومت بعض ایسی مسلم دشمن حکومتوں کے ساتھ مکمل تعاون کر رہی ہے جن کی اسلام دشمنی میں ذرا بھی شک نہیں۔ اسرائیل کے علاوہ خود امریکہ سے بھی خفیہ طور پر ایرانی حکومت کا لین دین ہے اور اب تو خود ہی ایران کے سابق صدر نے ساری قلعی کھول دی ہے اور انھوں نے کہا ہے کہ عراق کے مقابلہ میں شکست کھانا اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ یہودیوں سے ہتھیاروں کی بھیک مانگی جائے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اسلام کا نام لینے اور فلسطینی قوم کی مدد کا دعویٰ کرنے کے بعد کیسے گنجائش ہے کہ اسرائیل جیسے دشمن اسلام سے تعاون کیا جائے"

(البلاغ کویت ۶ ستمبر ۱۹۸۱ء)

ایران میں آج جو کچھ ہو رہا ہے اس پر دوسروں کو تو حیرت ہو سکتی ہے لیکن ہمیں کوئی حیرت نہیں۔ کیونکہ ہم تاریخ کے ایک اسکالر ہیں علامہ خمینی ایران کا پہلا عیار رہنما نہیں ہے بلکہ اس سے قبل بھی ایران حسن بن صباح جیسے عیار اور مکار مذہبی رہنما پیدا کر چکا ہے۔ حسن بن صباح نے دنیا میں جنت بنائی تھی۔ اور اس نے مذہب کے پردہ میں لاکھوں کو احمق بنا رکھا تھا یہی علامہ خمینی کر رہے ہیں۔ حسن بن صباح نے بھی اپنے زمانہ کے نہ جانے کتنے مشاہیر کو قتل کیا تھا۔ اور یہی سب کچھ خمینی کے دور میں ہو رہا ہے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اب خمینی کا دور ختم ہو رہا ہے۔ اور جلد ہی ایران میں کوئی نہ کوئی نیا انقلاب رونما ہونے والا ہے۔

اقلیتی کمیشن کے چیرمین کا نیا شغل

تیس سال کے مسلسل مطالبہ کے بعد جنتا دور حکومت میں اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کیلئے ایک اقلیتی کمیشن قائم ہوا تھا جسے جنتا حکومت نے قائم کرنے کے بعد خود ہی بے جان بنا کر رکھ دیا ہے۔ پھر اس کے بعد جب کانگریس آئی کا اقتدار شروع ہوا تو اس نے اٹھا کر اس پورے اقلیتی کمیشن کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا ہے۔ اور اقلیتی کمیشن کے مقابلہ میں "ہائی پاور اقلیتی پینل" بنا کر اقلیتی کمیشن کو بالکل بے اثر کر دیا۔ اور اقلیتی پینل کے سربراہ کو ایک وزیر کا درجہ دیدیا۔ اور اب یہ نام نہاد اقلیتی کمیشن بے کسی کے عالم میں پڑا ہوا دم توڑ رہا ہے۔

اسی مردہ اقلیتی کمیشن کے چیرمین آجکل سابق چیف جسٹس حمید اللہ بیگ ہیں۔ یہ وہی بزرگ ہیں جنھوں نے کہا اقلیتی کمیشن کی چیرمینی سنبھالتے ہی ہندوستان ٹائمز کے نمائندہ کو جو انٹرویو دیا تھا۔ اس کے ذریعہ مسلم پرسنل لا کی بجائے مشترکہ سیول کوڈ کی وکالت کی تھی۔ اور ان ہی جسٹس حمید اللہ بیگ نے پچھلے دنوں اعلان فرمایا تھا کہ وہ اقلیتی کمیشن کے دائرہ کو وسیع کرنا چاہتے ہیں اور اب اقلیتی کمیشن قومی یکجہتی کو فروغ دینے میں بھی نمایاں حصہ لے گا۔ اور اسکے لئے آپ کی تجویز یہ ہے کہ ایک "قومی یکجہتی کمیشن" قائم کیا جائے۔ اور کمیشن نے اپنی یہ تجویز حکومت ہند کے پاس منظوری کے لئے بھی بھیج دی ہے۔

اقلیتی کمیشن کے چیرمین جسٹس حمید اللہ بیگ شاید اس بات کو بھول گئے ہیں کہ ہمارے ملک میں "یکجہتی کونسل" کے نام سے ایک اسی قسم کا ادارہ پہلے سے موجود ہے۔ جس کی چیرمین شریمتی اندرا گاندھی ہیں۔ پھر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یکجہتی کے لئے ایک ہی قسم کے کئی اداروں کی کیا ضرورت ہے

اور یہ بات یاد رہے کہ یکجہتی کونسل بھی محض نام کی یکجہتی کونسل ہے آج تک اس نے بھی اقلیتی کمیشن کی طرح کوئی کام نہیں کیا ہے اور اس کی کارکردگی بھی صفر کے برابر ہے۔

پھر یکجہتی کونسل کا کام اقلیتی کمیشن سے بالکل مختلف ہے کمیشن کا منشا یہ ہے کہ ہندوستان کی اقلیتوں کی جو شکایات ہیں اُن کی چھان بین کی جائے۔ اور اُن کی شکایات کو دور کیا جائے اور اقلیتوں کے ساتھ گزشتہ ۳۴ سال سے جو ناانصافیاں ہوتی رہی ہیں اُن کی تلافی کی جائے مگر یہاں تو روزانہ مسلم اقلیت کے خلاف منظم فسادات ہو رہے ہیں اور جسٹس حمید اللہ بیگ ہیں کہ وہ خاموشی کے ساتھ بیٹھے ہوئے مسلم اقلیت کے ساتھ اس نہ ختم ہونے والی ناانصافی اور زیادتی کو دیکھ رہے ہیں اور اس فکر میں لگے ہوئے ہیں کہ اقلیتوں کے تحفظ کی ذمہ داری چھوڑ کر یکجہتی اور اتحاد کے نئے مشغلہ میں مصروف ہو جائیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جسٹس حمید اللہ بیگ اقلیتوں کے سلسلہ میں کچھ کرنا ہی نہیں چاہتے — بلکہ اقلیتی کمیشن کا رخ اور طریقہ کار ہی بدل دینا چاہتے ہیں — لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اقلیتی کمیشن ایک مردہ ادارہ بن کر رہ گیا ہے تو اس پر عوام کا روپیہ آخر کیوں ضائع کیا جا رہا ہے۔

سکھوں کا "دھرم یدھ" ملتوی

سکھوں کا دھرم اِن دنوں خطرہ میں پڑا ہوا ہے۔ اور غالباً اُس وقت تک خطرہ میں ہی رہے گا جب تک کہ اُن کا "آزاد خالصتان" کا مطالبہ پورا نہیں ہو جاتا کیونکہ آزاد خالصتان ہی میں سکھوں کا دھرم محفوظ رہ سکتا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں حکومت ہند کو طرح طرح کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں شرومنی اکالی دل کی طرف سے کچھ دن پہلے مرکزی حکومت کو یہ دھمکی دی گئی تھی کہ اگر سرکار نے اکالیوں کی ۴۵ مانگیں نہ مانیں تو وہ ۱۷ اکتوبر سے ستیہ گرہ شروع کر دیں گے اور اُنھوں نے اپنے ستیہ گرہ کا نام "دھرم یدھ" رکھا ہے اور انکی طرف سے یہ بھی اعلان ہوا تھا کہ اگر سنت جرنیل سنگھ بھنڈراں والا کو فوراً رہا نہ کیا گیا اور جہاں جہاں پچھلے دنوں پنجاب میں گولیاں چلی ہیں اُن کی عدالتی تحقیقات کا حکم نہ دیا گیا تو وہ اپنا "دھرم یدھ" شروع کر دیں گے مختصر یہ کہ ۱۶ اکتوبر کو شرومنی اکالی دل کے لیڈروں کی وزیر اعظم سے ملاقات ہوئی اور ۱۷ اکتوبر کو امرتسر میں انکی ورکنگ کمیٹی نے یہ اعلان کر دیا کہ یہ "دھرم یدھ" ۲۰ نومبر تک کیلئے ملتوی کیا جا رہا ہے۔ اکالی دل کی طرف سے اس التوا کی وجہ یہ بتائی جا رہی ہے کہ چونکہ وزیر اعظم نے اُن کے مطالبات پر غور کرنے کیلئے وقت مانگا ہے اس لئے "دھرم یدھ" ملتوی کر دیا گیا ہے۔

شرومنی اکالی دل کے لیڈروں میں اور مسز اندرا گاندھی میں کیا گفتگو ہوئی اُس کا ہمیں علم نہیں۔ لیکن ہم اتنا ضرور سمجھتے ہیں کہ سکھ اتنے دھڑوں میں بٹے ہوئے ہیں کہ کسی ایک دھڑے سے گفتگو کرنے کے بعد مشکل ہی سے کوئی مسئلہ حل ہو سکتا ہے مثال کے طور پر جہاں ایک طرف تو شرومنی اکالی دل (لونگووال گروپ) کی جانب سے دھرم یدھ کے التوا کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ وہاں اکالی دل تلونڈی گروپ کے لیڈر مسٹر دندبیر سنگھ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ سکھوں کے مطالبات کے سلسلہ میں حریف اکالی دل کے لیڈروں اور مسز اندرا گاندھی کے درمیان بات چیت سے ان کے گروپ کا کوئی تعلق نہیں ہم "خود مختاری" سے کم کسی بات کو قبول نہیں کریں گے۔

خالصتان کے غیر معقول مطالبے اور پنجاب کے حالات پر اگر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ مرکزی حکومت اور پنجاب گورنمنٹ دونوں نے ہی خالصتان کے فتنہ کو ابتدا میں کوئی اہمیت نہیں دی۔ اور اب مرکزی حکومت اور پنجاب گورنمنٹ اگر حرکت میں آئی ہے تو بہت دیر سے۔ خالصتان کے فتنہ کو دبانے کے لئے اب جو قدم اٹھائے جا رہے ہیں اگر وہ شروع ہی میں اٹھا لئے جاتے تو بات شاید توڑ پھوڑ ریل کی پٹری کو اکھاڑنے اور ہوائی جہاز کے اغوا تک نہ پہنچتی۔

سب سے زیادہ جو چیز تشویشناک ہے وہ یہ ہے کہ خالصتان کے حامیوں کو پاکستان اور دوسرے ہند دشمن ممالک سے شہ مل رہی ہے اس شہ سے اگرچہ سکھوں کو تو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا لیکن حکومت ہند کے لئے ضرور پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ بہر حال خواہ کچھ بھی ہو ایسے تو کسی حالت میں بھی گوارہ نہیں کیا جا سکتا کہ ہندوستان کے مزید ٹکڑے ہو جائیں۔ اس لئے پنجاب گورنمنٹ کا فرض ہے کہ وہ اس معاملہ میں کسی رو رعایت سے کام نہ لے اور اُن غداروں کے خلاف سخت سے سخت قدم اٹھائے جو پنجاب جیسے سرحدی ریاست میں خالصتان کے نام پر دہشت اور ہیجان کا ماحول پیدا کر کے ملک کو شدید نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اور سب سے زیادہ تشویشناک بات یہ ہے کہ خالصتان کے یہ حامی ہند دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔

ہندو سمیلن میں دھمکیاں

جنوبی ہند میں ہریجنوں کی ایک بڑی تعداد کے مسلمان ہونے کے بعد اب ہمارے ملک میں جا بجا ہندو سمیلنوں کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوگیا ہے ان سمیلنوں کا مقصد تو ہندو سماج کی اصلاح اور چھوت چھات کی لعنت کو دور کرنا بتایا جاتا ہے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ ان سمیلنوں میں زیادہ تر عرب ممالک اور مسلمانوں کے خلاف بھڑاس نکالی جاتی ہے۔

مثال کے طور پر حال ہی میں ۱۸ اکتوبر کو بوٹ کلب دہلی میں ایک "وراٹ ہندو سمیلن" منعقد ہوا تھا جسکی صدارت سابق مرکزی وزیر صحت ڈاکٹر کرن سنگھ ایم پی تھے۔ لیکن پورے سمیلن پر جو لوگ چھائے ہوئے تھے وہ راشٹریہ سنگھی تھے جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اب ڈاکٹر کرن سنگھ نے کانگریس سے نکلنے کے بعد راشٹریہ سنگھ سے سمجھوتہ کرلیا ہے اور وہ آجکل راشٹریہ سنگھیوں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔

ڈاکٹر کرن سنگھ نے اس سمیلن میں عرب ممالک کو تختۂ مشق بناتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ "ہمارے ملک میں مذہبی اور سیاسی مقاصد کے لئے بڑے پیمانہ پر غیر ملکی سرمایہ چلا آرہا ہے اور اس غیر ملکی سرمایہ سے ہندو دھرم کو خطرہ پیدا ہوگیا ہے" اور تبدیل مذہب کے واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر کرن سنگھ نے دھمکی دی ہے کہ "ملک میں اس تبدیلئ مذہب کا ردعمل ہونا ناگزیر ہے۔ اور اس سے ملک کے خوشگوار ماحول میں خلل واقع ہوگا"

دہلی کے سابق راشٹریہ سنگھی میئر شری ہنس راج گپتا نے اس سمیلن میں بولتے ہوئے کہا کہ "اگر اس ملک میں ہندو ازم کمزور ہوگیا تو اس سے سیکولرزم اور جمہوریت کو نقصان پہنچے گا۔ تبدیلئ مذہب کے واقعات ہمارے لئے ایک چیلنج ہے۔ اور اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں ایک مضبوط ہندو تنظیم قائم کرنی چاہئے" یعنی ہندو سماج کی اصلاح کی بجائے تبدیلی مذہب کی لہر کو روکنے کے لئے مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی کا مشورہ دیا جارہا ہے

اسی طرح اس سمیلن میں ایک دوسرے راشٹریہ سنگھی لیڈر نے تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ "میناکشی پورم کے ہریجن اگر بھارت ہی کے کسی دوسرے دھرم یعنی بودھ دھرم یا جین دھرم میں شامل ہوجاتے تو کوئی حرج نہیں تھا۔ لیکن انھوں نے ایک ودیشی دھرم اختیار کرکے غلطی کی ہے" یعنی اسلام جسکے کہ بارہ کروڑ پیرو اس ملک میں آباد ہیں اس پر یہ غیر ملکی دھرم کا لیبل لگا کر اس کے خلاف منافرت اور مغائرت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یعنی اس سمیلن میں جو تقریریں کی گئی ہیں ان میں زیادہ تر راشٹریہ سنگھی ذہنیت جھلک رہی ہے۔

یہ چیز بے حد قابل افسوس ہے کہ ان دنوں ہمارے ملک میں ہریجنوں کے تبدیل مذہب سے متاثر ہوکر جو ہندو سمیلن ہو رہے ہیں ان میں ہندو سماج کی اصلاح اور چھوت چھات کی لعنت کے دور کرنے کی جانب تو بہت کم دی جارہی ہے۔ حالانکہ ہریجنوں کے تبدیلی مذہب کا بڑا سبب یہی ہندو سماج کی کمزوریاں ہیں۔ لیکن ان سمیلنوں کے ذریعہ ہندو اکثریت کے جذبات کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کا غلط طور پر کام کیا جارہا ہے جس سے کہ ہریجنوں کو تو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا مگر ملک کی یکجہتی اور اتحاد کو شدید نقصان پہنچ سکتا ہے۔

جہاں تک ہندوستان کے مسلمانوں کا تعلق ہے ان کو اس بات سے کوئی خاص دلچسپی نہیں کہ ہریجن اپنے پرانے دھرم پر قائم رہتے ہیں یا کوئی دوسرا مذہب اختیار کرلیتے ہیں۔ کیوں کہ مسلمانوں کی تعداد پہلے ہی اس ملک میں اتنی ہے کہ انڈونیشیا کے علاوہ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا مسلم ملک بھی مسلم آبادی کے اعتبار سے ہندوستان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اگر غیر مسلم اپنی خوشی سے دین حق قبول کرتے ہیں تو مسلمان اسلام کی ہدایت کے مطابق ان حق پسندوں کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ انہیں سینہ سے لگاتے ہیں اور اسلام قبول کرتے ہی اس مساوات اور برابری کا درجہ دیدیتے ہیں جس سے کہ اس ملک کے ہریجن ہزاروں برس سے محروم رہے ہیں۔ اور شائد یہی بات بعض تنگ نظروں کے نزدیک مسلمانوں کا سب سے بڑا گناہ ہے اور جرم ہے۔

ہندو نیتاؤں سے ہماری مخلصانہ گزارش ہے کہ وہ اس معاملہ میں بلاوجہ مسلمانوں کو کھینچنے کی کوشش نہ کریں۔ اور فرقہ دارانہ نقطۂ نظر سے اس معاملہ کو دیکھنے کی بجائے حقائق پر غور کریں اور سب سے زیادہ ہندو سماج کی ان برائیوں کے دور کرنے کی جانب متوجہ ہوں جن کی بنا پر اس ملک کے ہریجن ہندو سماج سے بدظن ہوکر دیگر مذاہب کا سہارا ڈھونڈ رہے ہیں

آخر میں ہم حکومت کو بھی توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ ان عناصر پر گہری نظر رکھے جو ہریجنوں کے ایک نجی معاملہ کو فرقہ وارانہ رنگ دے کر ہمارا ملک کی فضا کو مکدر کرنے کی کوشش کررہے ہیں اور ہریجنوں کا سہارا لے کر سیاسی مقاصد پورا کرنا چاہتے ہیں۔

یہ بے خدا فلسفہ

(از جناب احمد سہروردی)

سہمے سہمے ہو کیوں وقت کے ہادیو! ÷ سوئے منزل بڑھو ہچکچاؤ نہیں
آنے والی تباہی سے خائف نہ ہو ÷ ہاں بڑھو، ہاں بڑھو لڑکھڑاؤ نہیں

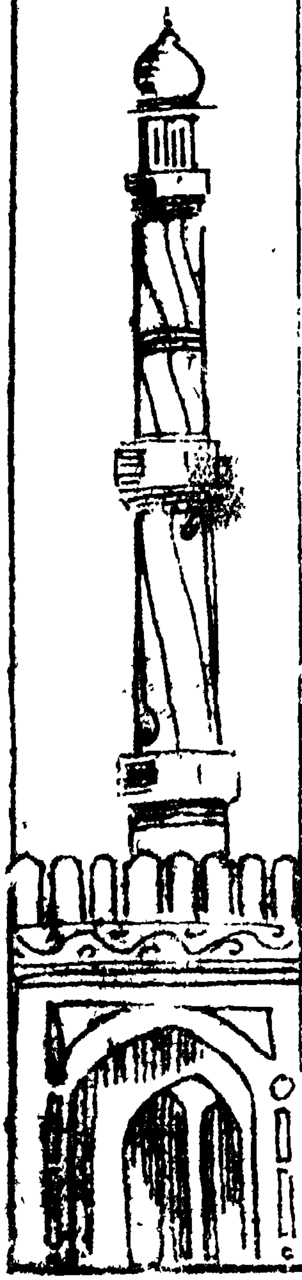
تم الجھا کے افراط و تفریط میں ÷ زندگی سے سلامت روی چھین لی
تم نے وہم و گماں دے کے انسان کو ÷ معرفت چھین لی آگہی چھین لی

تم نے شیطان کو طاقتیں سونپ کر ÷ ابنِ آدم کو بے دست و پا کر دیا
مادیت کے دھارے میں تم بہہ گئے ÷ روح کو تم نے بے آسرا کر دیا

امن کے جتنے نعرے لگاؤ گے تم ÷ جنگ کے اتنے بادل اُمنڈ آئیں گے
جتنی مشاطگی سے سنوارو گے تم ÷ کاکلِ امن اتنے الجھ جائیں گے

زیست کی تم نے بے معنی تعبیر کی ÷ بے خدا فلسفوں پر ہو مغرور تم
تم نے ٹھکرا دیا بندگی کا چلن ÷ اور خودی کے نشہ میں ہو مخمور تم

فضاؤں میں تم آشتی ڈھونڈتے ہو ÷ ہاں فضاؤں کے مالک کو گردان لو
امن خاک پاؤ گے ان خلاؤں میں تم ÷ ان خلاؤں کے خالق کو پہچان لو




سردارِ دوجہاں

(از جناب توصیف علوی عاصی کیرانوی)

سردارِ دوجہاں کہوں آقا کہوں تمہیں
آتا نہیں سمجھ میں کہ کیا کیا کہوں تمہیں

ہر سوزِ زندگی کا مداوا کہوں تمہیں
ہر ایک شکستہ دل کا مسیحا کہوں تمہیں

تم سے ہی دوجہاں کے گلستاں میں ہے بہار
تخلیقِ کائنات کا منشا کہوں تمہیں

ہر ایک جمال و حسن تمہارا ہی عکس ہے
ہر حسنِ یوسفی کا سراپا کہوں تمہیں

داماں تمہارا سب کیلئے ظلِ عاطفت
دونوں جہاں کا ملجا و ماویٰ کہوں تمہیں

آدم کا فخر، شانِ براہیم، ثمرِ حق
کس کس کا عکس نورِ تجلی کہوں تمہیں

ہر قلبِ زندگی کی ہو تم جانِ آرزو
سچ تو یہ ہے کہ روحِ تمنا کہوں تمہیں

تم مقصدِ حیات ہو تم منزلِ حیات
معراجِ زندگی کا وسیلہ کہوں تمہیں

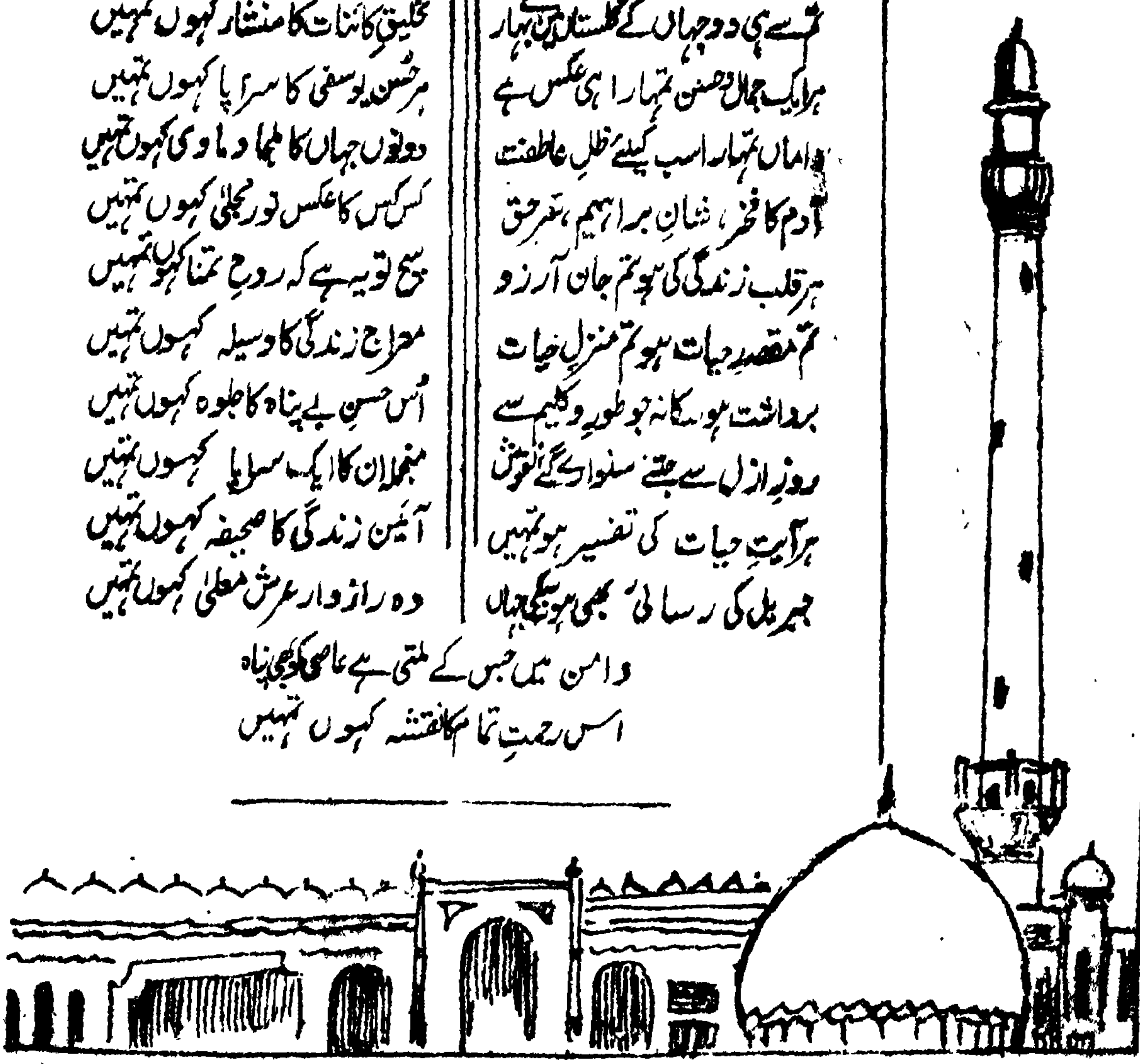
برداشت ہو سکا نہ جو طورِ و کلیم سے
اُس حسنِ بے پناہ کا جلوہ کہوں تمہیں

روزِ ازل سے جتنے سنوارے گئے نقوش
منجملہ ان کا ایک سراپا کہوں تمہیں

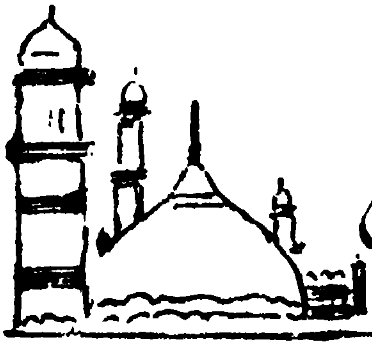
ہر آیتِ حیات کی تفسیر ہو تمہیں
آئینِ زندگی کا صحیفہ کہوں تمہیں

جبریل کی رسائی بھی ہو نہ سکی جہاں
وہ رازدارِ عرشِ معلی کہوں تمہیں

دامن میں جس کے ملتی ہے عاصی کو بھی پناہ
اس رحمتِ تمام کا نقشہ کہوں تمہیں



گذشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

پندرہواں پارہ۔ سبحان الذی۔ سورۂ بنی اسرائیل

(از ادارہ دین دنیا)

دین دنیا کی زیر نظر اشاعت میں ہم قرآن پاک کے پندرہویں پارے کی تعلیمات کی چوتھی قسط پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف تو اپنے بندوں کو تکبر سے منع فرمایا ہے۔ دوسری جانب ان کافروں اور مشرکوں کے حالات بیان فرماتے ہیں۔ جنھوں نے کہ اپنی بے عقلی سے خانہ ساز جھوٹے معبود بنا رکھے ہیں۔

غرور سے بچو اللہ پر الزامات نہ لگاؤ

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ .... قَوْلًا عَظِيمًا ۵

ترجمہ :- اور جس بات کا تمہیں علم نہیں اس پر عمل نہ کرو۔ کان آنکھ اور دل کے بارے میں ہر شخص سے پرسش ہوگی اور زمین پر اتراتے ہوئے نہ چلا کرو نہ تم زمین کو شق کر سکتے ہو اور نہ پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتے ہو۔ یہ تمام برے کام تمہارے رب کو ناپسند ہیں۔ یہ تعلیم اس کتاب حکمت سے ہے۔ جو اسے تم پر تمہارے رب نے وحی کے ذریعہ نازل کی ہے۔ اور اللہ کے ساتھ دوسرے معبود نہ ٹھہراؤ۔ ورنہ تم گنہگار بن کر اور راندہ درگاہ ہو کر جہنم میں ڈالے جاؤ گے۔ کیا تمہارے رب نے تمہیں تو بیٹوں کے لئے مخصوص کیا ہے۔ اور خود اپنے لئے فرشتوں میں سے بیٹیاں بنالی ہیں۔ بلاشبہ تم بری بات زبان سے نکالتے ہو۔

تشریح :- جس بات کا تمہیں علم نہیں ہے اس پر اپنی عقل نہ دوڑاؤ اور خواہ مخواہ رائے زنی نہ کرو یعنی بغیر دیکھے نہ تو کسی پر تہمت لگاؤ اور نہ ذاتی علم کے بغیر کسی بات کو دہراؤ۔ اور بغیر تحقیق کے کسی مسئلہ یا معاملہ کو بیان نہ کرو۔ کیونکہ قیامت کے دن کان آنکھ اور دل کے بارے میں بھی پرسش ہوگی یعنی کان سے کہا جائے گا کہ جو بات سنی نہیں تھی اس کا کیوں یقین کیا۔ اور آنکھ سے پوچھا جائے گا کہ جو بات دیکھی نہیں تھی اس کا غلط طریقہ پر اظہار کیوں کیا اور اسی طرح دل سے بھی بات پرسش ہوگی۔

پھر ارشاد باری ہوتا ہے غرور سے بچو اور زمین پر اکڑتے ہوئے اور اتراتے ہوئے نہ چلو۔ کیونکہ اس قسم کے غرور اور تکبر سے نہ تو تم زمین کو شق کر سکتے ہو اور پہاڑوں کی بلندی ہی کو پہنچ سکتے ہو۔ ایسی حالت میں اترانا اور غرور کرنا قطعی بیکار ہے۔ یاد رکھو اس قسم کے تمام برے کام تمہارے پروردگار کو ناپسند ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اگر منظور ہے تو اس قسم کے برے کاموں سے ہمیشہ پرہیز کرو۔ اور اسے بچاؤ یہ تعلیم اس کتاب حکمت سے تعلق رکھتی ہے جو تمہارے رب نے تم پر بذریعہ وحی نازل کی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ اے میرے بندو! تمہیں چاہئے کہ اللہ کے ساتھ خانہ ساز اور جھوٹے معبودوں کو شامل نہ کرو۔ ورنہ تم ملزم قرار دے دیے جاؤ گے۔ اور راندہ درگاہ ہو کر جہنم میں ڈال دیے جاؤ گے۔

اور اللہ پر جھوٹے الزامات لگانے والے اے نافرمان بندو! کیا تم سمجھتے ہو کہ اللہ نے تمہارے لئے یہ مخصوص کر دیا ہے کہ تمہارے ہاں تو فقر بیٹے ہوں اور خود اللہ کے ہاں بیٹیاں پیدا ہوں جیسا کہ تم فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے ہو۔ تم نہایت احمقانہ اور جاہلانہ باتیں اپنی زبان سے نکالتے رہتے ہو۔

کفار مکہ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ طرح طرح سے اللہ تعالیٰ کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اور اس مذاق میں فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہہ کر پکارتے

تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ یہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اسی لئے اللہ نے انہیں پردہ میں چھپا کر رکھ چھوڑا ہے۔ اوپر کی آیتوں میں کفار مکہ کی ان ہی جاہلانہ باتوں کی جانب اشارہ ہے۔

یہ جھوٹے معبود بنانے والے

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا .... حَلِيمًا غَفُورًا ۵

ترجمہ: اور ہم نے کافروں کو اس قرآن کے ذریعہ طرح طرح سے سمجھایا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں لیکن ان کے دلوں میں نفرت بڑھتی جاتی ہے (اے نبی) تم کہو کہ اگر اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو انھوں نے عرش والے پروردگار تک پہنچنے کا راستہ (کبھی کا) تلاش کر لیا ہوتا۔ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ اس سے پاک اور بہت زیادہ برتر ہے۔ ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں جو کچھ بھی ہے سب اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور کوئی شے ایسی نہیں ہے جو اس کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے وہ بڑا حلیم اور غفور ہے۔

تشریح:- اور ہم نے اس قرآن کے ذریعہ کافروں اور مشرکوں کو طرح طرح سے سمجھایا کہ وہ کفر و شرک کا راستہ چھوڑ دیں اور نصیحت حاصل کریں لیکن بجائے اس کے کہ وہ نصیحت حاصل کرتے دین حق سے ان کی نفرت اور بھی زیادہ بڑھتی چلی گئی۔

اے نبی ان مشرکوں اور کافروں سے کہو کہ اگر اللہ کے علاوہ اور بھی دوسرے معبود ہوتے جیسا کہ ان کا خیال ہے تو وہ یقینی طور پر عرش پر پہنچنے کا راستہ ضرور ڈھونڈتے یعنی معبود حقیقی پر چڑھائی کر دیتے اور اس طرح معبودوں میں جنگ چھڑ جاتی۔ اور یہ تمام نظام عالم درہم برہم ہو جاتا حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں وہ اس سے پاک اور بہت زیادہ برتر ہے۔ اس بات کو نہ بھولو کہ ساتوں آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب ہی اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ اور اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ لیکن تم ان کی تسبیح (نغمہ) کو سمجھ نہیں سکتے بلاشبہ خدا بڑا رحیم اور غفار ہے۔ ایسا حلیم جس نے کہ مشرکوں کی سرکشی کے باوجود انہیں کافی مہلت دے رکھی ہے۔

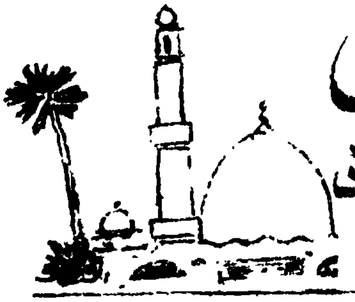
کافروں کے عقل پر پردہ پڑا ہوا ہے

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ .... يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۵

ترجمہ:- (اے رسول) جب تم قرآن پڑھتے ہو تو ہم تمہارے اور ان کے درمیان جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں اور ان کے دلوں پر ایک حجاب ڈال دیتے ہیں۔ تاکہ وہ قرآن کو سمجھ ہی نہ سکیں۔ اور ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دیتے ہیں۔ اسی لئے جب تم قرآن میں اپنے رب کی وحدانیت کے بارے میں ذکر کرتے ہو تو وہ از راہ نفرت پیٹھ پھیر کر الٹے پیروں لوٹ جاتے ہیں۔ اور ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ کس نیت سے قرآن سنتے ہیں۔ اور تمہاری جانب کان لگاتے ہیں (ان کی نیت خراب ہے) چنانچہ جب یہ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں تو یہ ظالم ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ تم ایک طلسم زدہ انسان کے جادو کے اثر میں آ گئے ہو۔ (اے رسول) دیکھو تو کہ یہ لوگ تمہیں کیسے کیسے القاب دے رہے ہیں۔ بس یہ لوگ تو اس قدر گمراہ ہو گئے ہیں کہ راہ راست پر آ ہی نہیں سکتے۔

تشریح:- (اے محمد) جب تم قرآن پڑھتے ہو تو ہم تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت کے منکر ہیں ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے تم انہیں نظر ہی نہیں آتے اور ہم نے ان کی گمراہی کے باعث ان کے دلوں پر بھی ایک حجاب حائل کر دیا ہے تاکہ وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکیں۔ اور ان کے کان بھی ان کی گمراہی کے پاداش میں بند کر دیے ہیں۔ چنانچہ جب تم تلاوت قرآن کرتے ہو تو یہ مشرک اس سے استفادہ کرنے کی بجائے نفرت کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ کس نیت سے قرآن سنتے ہیں۔ اور تمہاری طرف کان لگائے رہتے ہیں۔ ان کی اس بدنیتی کی بنا پر ہم نے ان کے دلوں اور کانوں پر پردے ڈال دئے ہیں۔ ان کی حالت یہ ہے کہ یہ قرآن سننے کے بعد جب آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں تو پھر مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم لوگ ایک ایسے شخص کا اتباع کر رہے ہو جو کہ سحر زدہ ہے۔ اور اس نے تم پر بھی جادو کر دیا ہے۔ اے رسول عربی ذرا دیکھو تو کہ یہ بدبخت تمہارے لئے کیسے کیسے القاب تجویز کر رہے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ اس بری طرح سے گمراہ ہو گئے ہیں کہ اب ان کا راہ راست پر آنا ناممکن ہے۔

تعلیم الحدیث



جس میں محبت و اخوت نہیں ہے وہ مسلمان نہیں

باہمی محبت، اخوت اور حسن سلوک کے بارے میں چند احادیث

(از: شوکت علی فہمی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اُس مسلمان کا ایمان کمزور ہے جو محبت، اخوت اور حسن سلوک سے محروم ہے چنانچہ ذیل میں اس ضمن میں چند مستند احادیث درج کی جا رہی ہیں۔

محبت اور اخوت ایک انسان کی بہت بڑی صفت ہے چنانچہ دنیا میں وہی قومیں ابھری ہیں جن کے افراد میں محبت تھی۔ اور جو اخوت اور بھائی چارہ کی قوت سے آشنا تھیں اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی کے ساتھ مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ آپس ہی میں نہیں بلکہ کل بنی نوع انسان سے محبت کریں اور اس بارے میں احادیث کی کتب میں حضور اکرم کے بے شمار ارشادات ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا کہ کہاں ہیں میرے وہ بندے جو میری خوشنودی حاصل کرنے کیلئے آپس میں محبت کرتے تھے۔ آج میں انہیں اپنے سائے میں جگہ دوں گا اور آج میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہے۔" (مسلم)

جو لوگ کہ کسی غرض کے بغیر لوگوں سے محبت کرتے ہیں اُن کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے۔ آپ کا کہنا ہے کہ میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے بندوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اگرچہ نبی اور شہید نہیں ہیں لیکن قیامت کے دن اُن کے مراتب اور درجات کو دیکھ کر انبیا اور شہدا اُن پر رشک کریں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ حضور نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں۔ اُن کے درمیان نہ تو قرابت داری ہے اور نہ مالی لین دین۔ اُن کے چہرے بلاشبہ قیامت کے دن نورانی ہوں گے۔ نہ ان پر خوف طاری ہوگا اور نہ وہ غمگین ہی ہوں گے۔" (ابو داؤد)

مسلم شریف میں اخوت کے بارے میں حدیث ہے" حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان مسلمان کے لئے مانند مکان کے ہے۔ کہ مکان کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت پہنچاتا ہے۔ اور ایک خطبہ میں حضور نے فرمایا کہ سارے مومن ایک شخص واحد کے مانند ہیں جب انسان کی آنکھ دکھتی ہے تو سارا جسم اس دکھ کو محسوس کرتا ہے۔ اور سر میں درد ہوتا ہے تو سارا بدن اس کی تکلیف محسوس کرتا ہے۔ (مسلم)

اسی طرح نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم مسلمانوں کو آپس میں رحم کرنے اور مہربانی میں ایسا پاؤ گے جیسا کہ بدن ہے کہ جب بدن کا کوئی حصہ دکھ میں مبتلا ہوتا ہے تو سارے اعضا اُس کے دکھ میں شریک ہو جاتے ہیں۔" (مسلم)

مسلمانوں کو یہ بھی ہدایت کی گئی ہے کہ دوسروں کا خیال اسی طرح رکھو جس طرح کہ تم اپنی ذات کا خیال رکھتے ہو چنانچہ اس بارے میں بخاری شریف کی حدیث ہے "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کوئی بندہ اُس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے بھی اُسی چیز کو پسند نہ کرے جس کو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔" (بخاری)

بعض احادیث میں تو ایک دوسرے کے ساتھ خلوص سے محبت کرنے کو نماز اور روزہ سے بھی افضل قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ "مشکوۃ شریف"

کی حدیث ہے "حضرت ابوذر غفاری رضہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا فعل بہت محبوب ہے۔ بعض نے کہا نماز بعض نے کہا زکوۃ بعض نے کہا جہاد۔ مگر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے نزدیک سب سے بہتر عمل اللہ کی خوشنودی کے لئے محبت رکھنا اور اللہ کے واسطے بغض رکھنا ہے۔"

پھر حضور سرورِ عالم کی خاص طور پر یہ ہدایت ہے کہ اپنے پڑوسیوں سے محبت کرو چنانچہ "حضرت انس بن مالک رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے پڑوسی اُس کی برائیوں سے محفوظ نہ ہوں۔" (مسلم)

اور پڑوسی کے سلسلہ میں تو یہاں تک ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے پڑوسی کو دکھ دیتا ہے وہ مومن نہیں ہے۔ چنانچہ "حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک ہمسایہ اُس کی برائیوں سے مامون اور محفوظ نہ ہو۔" (بخاری) اور یہ یاد رہے کہ پڑوسی کے معاملہ میں مسلم اور غیر مسلم کی شرط نہیں ہے بلکہ سب ہی کے لئے یہ ہدایت ہے۔

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی حکم ہے کہ دوسروں کے کام آیا کرو چنانچہ اس بارے میں صحیح حدیث ہے "حضرت عبداللہ بن عباس رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص میری امت میں سے کسی شخص کی دینی یا دنیاوی حاجت کو پورا کرے (اور اُس سے اُس شخص کا منشا اُسے خوش کرنا ہو تو گویا اُس نے مجھے خوش کیا۔ اور جس نے مجھے خوش کیا اُس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اُسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔" (مشکوۃ)

پھر رسول محترم نے غریبوں کے مدد کرنے والے کو مجاہد کی برابر درجہ عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث ہے "حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (غریبوں پر رحم کرنے والا) بیوہ عورتوں اور مساکین کی خبر گیری کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مانند ہے۔ اور ایک خطبہ میں حضور نے یہ فرمایا۔ بیوہ عورتوں اور مساکین کی مدد کرنے والا اُس شب بیدار شخص کے مانند ہے جو طول کے ساتھ روزے رکھتا ہے۔" (مسلم)

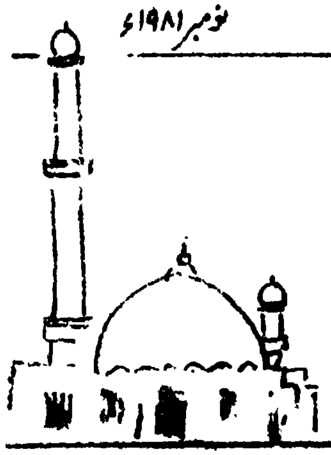
"حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کی مدد فرمائے گا۔ دنیا اور آخرت میں اور اگر کوئی شخص مدد کرنے پر قادر ہوا اور اُس نے اپنے مسلمان بھائی کی مدد نہیں کی تو اللہ تعالیٰ اُس سے باز پرس کرے گا۔" (مشکوۃ)

مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے کام آئیں چنانچہ اس بارے میں بخاری شریف کی حدیث ہے "حضرت عبداللہ بن عمر رضہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ لہٰذا وہ اس پر ظلم نہ کرے اور نہ اُسے رسوا کرے جو شخص بھی اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے تو اللہ اس کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی کوئی مصیبت دور کرتا ہے تو اللہ اُسے قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت دور کرے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کا عیب چھپاتا ہے قیامت کے دن اللہ اُس کا عیب چھپائے گا۔" (بخاری)

پھر مسلمانوں کو یہ بھی ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی عزت کی حفاظت کریں۔ چنانچہ مشکوۃ کی حدیث ہے "حضرت ابوذر غفاری رضہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کی آبرو ریزی کا سے کسی کو روکے گا۔ تو اللہ پر اُس کا حق ہے کہ وہ اُسے دوزخ کی آگ سے بچائے۔" (مشکوۃ)

اوپر جو چند احادیث درج کی گئی ہیں اُن سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلام آپس کی محبت، اخوت اور امداد باہمی کا کتنا بڑا حامی ہے۔

اسلامی افکار



اسلام میں غیر معمولی جاذبیت

یہ نو مسلموں کے دلوں میں اترتا چلا جاتا ہے

(از علامہ سلیم العراقی)

علامہ سلیم العراقی۔ عراق کے ایک بہت بڑے عالم اور مفکر ہیں۔ ان کا یہ فاضلانہ مقالہ اس اعتبار سے بے حد اہم ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ یہ بتایا گیا ہے اسلام میں آخر وہ کونسی کشش ہے کہ اس الحاد کے اور بے دینی کے دور میں بھی یہ پوری دنیا پر چھاتا چلا جا رہا ہے۔ عربی زبان کے اس طویل مقالہ کا خلاصہ دین دنیا کے ناظرین کے لئے ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اسلام کو اس کے ظہور کے ابتدائی دور ہی سے دنیا کے تبلیغی مذہبوں میں ایک امتیازی جگہ حاصل رہی ہے اور دنیا میں عیسائیوں کے بعد مسلمانوں کی سب سے زیادہ تعداد اور دن بدن ان میں اضافہ اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ اس مذہب میں غیر مسلموں کے لئے غیر معمولی کشش موجود ہے۔

دنیا کے بعض مفکرین کی رائے تو یہاں تک ہے کہ "مستقبل میں اسلام ہی پوری دنیا کا مذہب بن جائے گا" ان کی رائے اگرچہ بظاہر عجیب سی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جب ہم اسلام کی مقبولیت کی ہمہ گیر صلاحیتوں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں اس دعوے کی صحت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

اسلام میں کچھ ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو دیگر مذاہب میں ایک جگہ نہیں ملتیں۔ اور اس کی ان ہی خصوصیات نے اسے ایک ایسا مذہب بنا دیا ہے۔ جو مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی خصوصی توجہ کا باعث بن رہا ہے۔

اسلام کی ان خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے ہیری لیونارڈ نے لکھا ہے "دنیا میں دوسرے مذاہب اور خصوصاً عیسائیت کی طرف سے اسلام کی جتنی مخالفت کی گئی ہے شاید دنیا کے کسی دوسرے مذہب کو اتنی مخالفت کا سامنا کبھی نہیں کرنا پڑا لیکن ان تمام مخالفتوں کے باوجود دنیا میں اسلام کی مقبولیت اور ترقی کی جو رفتار رہی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مستقبل میں شاید اسلام ہی دنیا کا سب سے مقبول بنی نوع انسان کا مذہب بن کر رہے گا۔"

اسلام کی مقبولیت کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے ہیری لیونارڈ لکھتے ہیں "اسلام کی ہمہ گیر مقبولیت کا بڑا سبب یہ ہے کہ اسلام انسان کی اخروی نجات کا ضامن ہی نہیں ہے بلکہ وہ دنیاوی ترقی میں بھی انسان کی پوری پوری رہنمائی کرتا ہے۔ اور اس نے انسان کے پیچیدہ معاشی اور اقتصادی سوالات کو بھی حل کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسے اچھا شہری بھی بنایا ہے۔ اور ہر شخص کو اس کے مختلف فرائض اور ذمہ داریوں سے بھی اسلام آگاہ کرتا ہے۔ اور اسے اس کے حقوق بھی بتاتا ہے۔

اس طرح اسلام ایک ایسا سماج قائم کر دینا چاہتا ہے جس کی بنیاد میں محبت، خلوص۔ فرض شناسی اور انسانی مساوات کے جذبات کام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پھر اسلام کی خاندانی امداد اور ہمدردی کا دائرہ صرف مسلمانوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ پوری نوع انسانی تک پھیلا ہوا ہے۔ اور اسی لئے یہ غیر مسلموں کو بے حد متاثر کر رہا ہے۔ چنانچہ جو لوگ اسلام کو ایک مذہب کی حیثیت سے نہیں مانتے وہ بھی زندگی کے ایک مکمل نظام کی حیثیت سے اس کی بہت سی باتوں پر عملدرآمد کرنے پر مجبور رہے ہیں اور یہ سب وہ باتیں ہیں جن کی بنا پر اسلام کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔" مسٹر جبو بلڈ

نے جو کچھ کہا ہے اُس کی حقیقت پسندی سے کیسے انکار ہو سکتا ہے۔

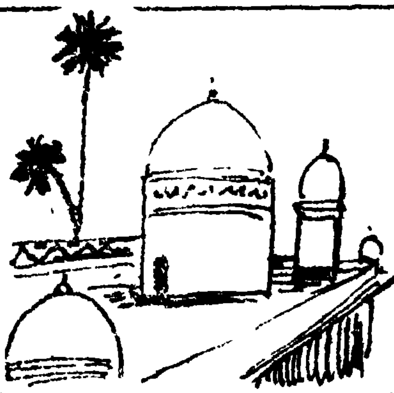
اسلام پر اُس کے مخالفین کا جن باتوں پر اعتراض ہوتا رہا ہے اب ان کی اصلیت بھی ساری دنیا کے سامنے آگئی ہے۔ مثلاً اسلام کے بارے میں سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ یہ مذہب تلوار کے زور سے پھیلا ہے اور اب جبکہ غیر مسلم مفکرین ہی اس اعتراض کا بار بار جواب دے چکے ہیں تو اس اعتراض کا کوئی وزن باقی نہیں رہا چنانچہ جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب "اپالوجی فار محمد" میں لکھتا ہے کہ "اسلام پر یہ اعتراض بالکل بے بنیاد ہے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا ہے اگر مسلمانوں کے ہاتھ میں تلوار تھی تو دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے پاس بھی تلوار تھی۔ اگر کسی مذہب کا تلوار سے پھیلنا ممکن ہے تو آخر انھوں نے تلوار سے مدد کیوں نہ لی۔ واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں کبھی کوئی مذہب نہ تلوار سے پھیلا ہے اور نہ پھیل سکتا ہے۔ تلوار سے بالجبر جب بھی کوئی مذہب تبدیل کرایا گیا ہے وہ عارضی تبدیلی ثابت ہوا ہے اسلام کی طرح اس مذہب میں کبھی استحکام نہیں پیدا ہو سکتا۔ اسلام درحقیقت اپنی خوبیوں کی بدولت پھیلا ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اگر اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں نے رومیوں اور ایرانیوں کے مقابلہ پر تلوار اٹھائی ہے تو مجبور ہو کر کیونکہ رومیوں اور ایرانیوں نے عرب کی نو زائیدہ حکومت کے خلاف حملہ بول دیا تھا اور مسلمانوں کو مجبوراً اپنی مدافعت کے لئے تلوار اٹھانی پڑی تھی جس سے کہ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ عمر فاروق ناخوش تھے اور اور انھوں نے کہا تھا کہ کاش ہمارے اور ایرانیوں کے درمیان آگ کا پہاڑ ہوتا تاکہ ہم جنگ و جدل سے محفوظ رہ سکتے۔" ڈیون پورٹ کے علاوہ کار لائل۔ ڈاکٹر گستاولی بان۔ فلپ حتّی اور بے شمار غیر مسلم مفکرین نے نہ صرف اس الزام کی تردید کی ہے بلکہ صاف الفاظ میں اسلام کے اُن محاسن کا اعتراف کیا ہے جن کی بدولت اسلام پھیلا ہے

پھر اسلام پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اس مذہب نے ایک سے زیادہ شادیوں کی مرد کو اجازت دی ہے حالانکہ ایک سے زیادہ شادیوں کی اسلام نے اتنی شدید پابندیاں عائد کی ہیں کہ کسی مسلمان کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ آسانی کے ساتھ ایک سے زیادہ شادیاں کر سکے پھر یہ بات بھی تسلیم کی جا چکی ہے کہ اکثر و بیشتر حالات میں ہمارے معاشرہ کے لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ایک شخص دوسری شادی کرلے۔ خصوصیت کے ساتھ جب بیوی دائم المرض ہو تو ایک شخص کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہ جاتا کہ وہ سابق بیوی کے تمام حقوق کو کلیتہً محفوظ رکھتے ہوئے گھر کا کام کاج چلانے کے لئے دوسری شادی کرلے

جرمن صاحب قلم وان فیلن برگ نے لکھا ہے کہ "ہم ہمیشہ اس بات پر اعتراض کرتے رہے ہیں کہ اسلام نے ایک مرد کو بیک وقت ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت دے کر عورتوں کے ساتھ ناانصافی کی ہے۔ ہم اسلام کی اس اجازت کو عورت پر ظلم سے تعبیر کرتے رہے ہیں لیکن اس صدی کی دو عظیم لڑائیوں اور خصوصیت سے دوسری عالمگیر جنگ نے ہماری آنکھیں کھول دی ہیں اور اسلام کی اس اجازت کی حکمت ہماری سمجھ میں آگئی ہے چنانچہ جرمنی ہی میں نہیں بلکہ پورے یورپ کے دوسرے ملکوں میں بھی ان جنگوں کی بدولت مردوں کی تعداد گھٹ گئی ہے اور عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہو گئی ہے۔ اور مغربی سماج میں ایک مرد کے لئے ایک سے زیادہ شادیاں خلاف قانون ہونے کی وجہ سے آوارگی اور بدچلنی پریشان کن حد تک بڑھ گئی ہیں۔ اور ہمیں محسوس ہوا کہ اسی حکمت کو پیش نظر رکھکر اسلام نے ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کی اجازت دی ہے۔ اور ایسا کرنا معاشرہ کو گناہوں کی آلودگی سے بچانے کے لئے ضروری تھا"

مندرجہ بالا اقتباسات سے خود ہی اندازہ لگا لیجئے کہ اسلام پر جو اعتراضات کئے جاتے رہے ہیں وہ کسقدر بے بنیاد اور لچر ہیں۔ اور آج مخالفین اسلام بھی اُس کی خوبیوں کے اعتراف پر مجبور ہو گئے ہیں اسلامی تعلیمات پر ایمانداری کے ساتھ اگر غور کیا جائے تو یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ یہ ایک مکمل مذہب ہونے کے علاوہ ایک ایسا نظام حیات بھی ہے جو قدم قدم پر دنیاوی معاملات میں مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ غیر مسلموں کی بھی پوری پوری رہنمائی کرتا ہے اور اسی لئے اس الحاد اور بے دینی کے دور میں بھی اسکی مقبولیت دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اس لئے اگر بعض مفکر اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ مستقبل میں اسلام ہی دنیا کے بیشتر انسانوں کا مذہب بن جائے گا تو ہمیں اس رائے کی تردید کا کوئی جواز نظر نہیں آتا۔ کیونکہ اسلام میں جو خصوصیات پائی جاتی ہیں وہ دنیا کے کسی مذہب میں بھی نہیں ہیں۔

تاریخ اسلام کا خونیں ورق



معرکۂ کربلا
شہنشاہیت کے خلاف حضرت امام حسین کا جہاد

(از شوکت علی فہمی)

کربلا کا معرکہ دنیا کی تاریخ میں پہلا معرکہ ہے جو شہنشاہیت کے خلاف گرم ہوا۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذات مبارک دنیا کی وہ پہلی مقدس اور برگزیدہ ہستی ہے۔ جنہوں نے کہ اسلامی جمہوریت کی بقا کے لئے مساوات اور حریت و آزادی کی تحریک کو زندہ رکھنے کی غرض سے نہ صرف اپنی ذات اقدس کو بلکہ پورے خاندان نبوی کو شہید اور قربان کر دیا۔ ذیل میں مختصر طور پر مسلمانوں کے ایمان کو تازہ کرنے کے لئے یہی تاریخی واقعہ پیش کیا جا رہا ہے۔

یزید بن معاویہ جس نے کہ سنہ ۶۰ ہجری میں اپنے باپ امیر معاویہ کی موت کے بعد جب اس خلافت اسلامیہ کی مسند پر اپنا غاصبانہ قبضہ برقرار رکھا جس پر کہ حضرت ابو بکر صدیق۔ حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کرم اللہ جیسی بزرگ ہستیاں سرفراز رہی تھیں۔ تو اولاد رسول حضرت امام حسین علیہ السلام اسے برداشت نہ کر سکے اور آپ نے فیصلہ کر لیا کہ خواہ نتیجہ کچھ بھی کیوں نہ ہو وہ بدکردار یزید کے خلاف جہاد کریں گے اور ضرور کریں گے۔

یزید ملعون کو جب حضرت امام حسین کے اس ارادہ کا علم ہوا تو وہ بے حد سراسیمہ اور پریشان ہوا۔ اور اس جوڑ توڑ میں لگ گیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو دنیائے اسلام کی اس سب سے بڑی شخصیت کو ہموار کر لیا جائے۔ یزید کے خزانہ میں دولت کے انبار لگے ہوئے تھے۔ اس نے پوری کوشش کی کہ بڑی سے بڑی قیمت ادا کر کے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی حکومت کا حامی بنائے لیکن وہ حسین جن کے نانا شہنشاہ ہونے کے باوجود فاقہ کشی کیا کرتے تھے اور جن کے باپ اپنی خلافت اور بادشاہت کے زمانہ میں بھی ایک پھٹی چادر میں رات بسر کیا کرتے تھے۔ بھلا انہیں دولت اور ثروت کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ لہذا انھوں نے اپنے نانا کی شریعت اور اسلامی جمہوریت کی خاطر یزید کی بڑی سے بڑی پیشکش کو ٹھکرا دیا

جب یزید کو اپنے اس ناپاک مقصد میں ناکامی ہوئی تو اس نے حاکم مدینہ ولید بن عقبہ کو ہدایت بھیجی کہ جس طرح بھی ممکن ہو حسین رضی اللہ عنہ کو قابو میں لاؤ۔ پہلے تو خوشامد سے کام لو اور اگر اس طرح کام نہ چلے تو طاقت کے ذریعہ انہیں جھکاؤ۔ ولید بن عقبہ نے یزید کی ہدایت کے مطابق پہلے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شیشہ میں اتارنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر حسین جیسی بزرگ ہستی جو ہر قسم کے لالچ اور خوف سے بالاتر تھی کسی طرح بھی قبضہ میں نہیں آئی اور آپ نے فیصلہ کر لیا کہ وہ مدینہ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیں گے چنانچہ آپ اپنے نانا کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور عرض کیا "نانا آپ کی امت کے نا اہل افراد مجھے طمع زر اور خوف حکومت سے مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔ میں ان نا اہل فریبیوں سے تنگ آکر آپ کے قدموں سے جدا ہو رہا ہوں دعا فرمائیے کہ میں صبر و استقامت کے ساتھ باطل کا مقابلہ کر سکوں" اور اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کے خلاف جہاد کے ارادہ سے اپنے اہل و عیال کو ساتھ لیکر مکہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

آپ کے مکہ تشریف لانے کے بعد کوفہ والوں کا ایک وفد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ "معلوم ہوا ہے کہ آپ بدکردار یزید کے خلاف جہاد کا ارادہ رکھتے ہیں اس نیک مقصد میں کوفہ اور پورا عراق آپ کے ساتھ ہے آپ کوفہ چلئے اور وہیں سے علم جہاد بلند کیجئے۔ مکمل سامان جنگ اور ہزاروں فداکاران ہم آپ کی خدمت میں حاضر کر دیں گے۔ کیونکہ ہم خود یزید کی حکومت سے بیزار ہیں۔

حضرت امام حسین رضؓ نے کوفیوں کی جانب سے یہ جوش و خروش دیکھا تو حالات کا جائزہ لینے کے لئے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کر دیا چنانچہ جب مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے تو ہزاروں کوفیوں نے حضرت امام حسین کے لئے جان دینے کے لئے اُن کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اور مسلم بن عقیل نے تمام حالات سے حضرت امام حسین رضؓ کو مطلع کر دیا۔

کوفیوں کا بیعت کرنا تھا کہ یزیدی حکومت کی مشینری فوراً حرکت میں آگئی۔ پورے کوفہ میں حضرت امام حسین کے حامیوں کی تلاش شروع ہوگئی اور مسلم بن عقیل کی گرفتاری کے احکامات جاری ہوگئے۔ کوفی ہمیشہ سے ابن الوقت واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ جب ان پر سختیاں کی گئیں تو وہ حضرت امام حسین کی بیعت اور امداد سے دستکش ہوگئے۔ اور وہی کوفی جو حضرت امام حسین رضؓ پر جانیں قربان کرنے کے وعدے کر رہے تھے انھوں نے مسلم بن عقیل کو کوفہ میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ ادھر مسلم بن عقیل کو جب گرفتار کرنے کی کوشش کی گئی تو آپ جان پر کھیل کر میدان میں آ گئے اور تن تنہا یزیدی سپاہیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

حضرت امام حسین اگرچہ کوفہ کے تازہ حالات سے بے خبر تھے لیکن اتنا ضرور سمجھتے تھے کہ کوفہ جہاں یزیدی حکومت قائم ہے وہاں سے انہیں اس جہاد عظیم کے لئے کوئی بڑی امداد ملنی دشوار ہے لیکن حضرت امام حسین کا اولین مقصد تو باطل کے خلاف جہاد کرنا تھا۔ اور حق کے لئے ایک عظیم الشان قربانی دینی تھی اس لئے سیاسی اور وقتی مصلحتیں انہیں کوفہ جانے سے نہ روک سکیں۔

حضرت امام حسین کے سب ہی عزیزوں اور محبت کرنے والوں نے ہر چند کوشش کی کہ وہ اس ارادہ سے باز آ جائیں اور کوفیوں کی ایک ایک کرکے تمام سابقہ غداریاں یاد دلائیں لیکن آپ پر کسی بات کا اثر نہیں ہوا کیونکہ آپ باطل کے خلاف جنگ کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے آپ سے کہا گیا کہ کم از کم اتنا ہی کیجئے کہ معصوم بچوں اور عورتوں کو نہ لے جائیے۔ تو آپ نے انکشاف فرمایا کہ رسول صلعم نے بذریعہ خواب مجھے یہی حکم دیا ہے میں اس حکم پر ضرور عمل کروں گا۔ خواہ جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ غرضکہ آپ اپنے عزیزوں اور ہمدردوں کو روتا چھوڑ کر اس عظیم قربانی کے لئے روانہ ہو گئے۔ جس کی مثال قیامت تک نہیں مل سکے گی۔

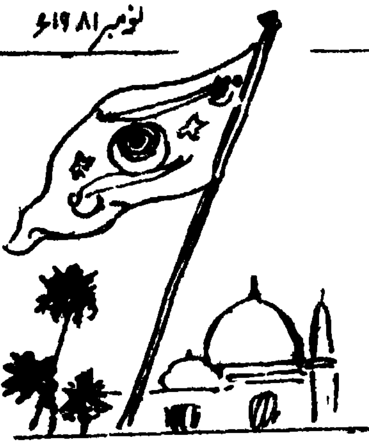
راستہ ہی میں آپ کو اپنے بھائی مسلم بن عقیل کی شہادت اور کوفیوں کی بدعہدی کی اطلاع مل چکی تھی لیکن اسکے باوجود اسلامی سرفروشوں کا یہ قافلہ بدستور آگے بڑھتا رہا۔ یزید کے عمال حکومت کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین رضؓ کوفہ کے قریب پہنچ چکے ہیں تو فوجی دستے انہیں خوفزدہ کرنے کے لئے بھیجے جانے لگے۔ لیکن سرفروشوں اور مجاہدین کا یہ قافلہ راہ حق میں قربانی دینے کے لئے بدستور منزلیں طے کرتا رہا یہاں تک کہ ۲ محرم سنہ ۶۱ ہجری کو کربلا کے تاریخی میدان میں سرفروشوں کا یہ قافلہ جا پہنچا اور اپنے خیمے گاڑ دئے۔

یزیدی لشکر کے ایک سردار عمرو بن سعد نے پھر ایک بار یہ کوشش کی کہ حضرت امام حسین رضؓ جہاد کے ارادے سے دست بردار ہو جائیں لیکن امام محترم یہ جاننے کے باوجود کہ بہتر افراد کا یہ قافلہ جس میں کہ عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔ کسی طرح بھی یزیدی حکومت کے لشکر عظیم پر فتحیاب نہیں ہو سکتا۔ بدستور اپنے ارادہ پر قائم رہے۔ نہ دنیا کا لالچ ہی ان کے پائے استقلال میں لغزش پیدا کرسکا اور نہ جان کا خوف ہی انہیں اس ارادہ سے باز رکھ سکا چنانچہ جب دشمنوں نے دیکھا کہ یہ پیکر استقلال بدستور اپنی جگہ پر مستحکم ہے تو ۷ محرم کو ان پر پانی بند کر دیا گیا اور ایسے مذموم ذرائع اختیار کئے گئے کہ اہل بیت کا یہ چھوٹا سا قافلہ جس میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے بھوک و پیاس سے تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو جائیں۔ مگر اللہ اللہ کیا عزم و حوصلہ تھا کہ پھر بھی پائے استقلال کو ذرہ برابر بھی جنبش نہ ہوئی۔

آخر ۱۰ محرم سنہ ۶۱ھ کو کربلا کے میدان میں حق و باطل کی وہ تاریخی جنگ چھڑ گئی۔ جس پر انسانیت قیامت تک آنسو بہاتی رہے گی۔ جنگ چھڑ جانے سے قبل حضرت امام حسین رضؓ نے اپنے بھائیوں بیٹوں اور سب ہی ساتھیوں سے کہا "میرے ساتھ اپنی جانیں نہ گنواؤ" لیکن مردوں کا تو ذکر ہی کیا ہے عورتوں اور نوعمر لڑکوں نے بھی ساتھ چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ کربلا کے اس معرکہ میں ایک طرف تو حضرت امام حسین رضؓ کے قافلہ کے چھوٹے بڑے بہتر سرفروش تھے جو تین دن سے بھوکے پیاسے تھے۔ اور دوسری جانب یزید کا لشکر جرار تھا جس کے سپاہیوں کے سینہ میں شاید دل کی جگہ پتھر رکھے ہوئے تھے۔

دنیا کی تاریخ کا یہ ناقابل فراموش واقعہ ہے کہ رسول محترم کے خاندان کے صرف مٹھی بھر جانباز ایک بڑی سلطنت کے خلاف مردانہ وار جہاد کر رہے تھے۔ اور یہ سرفروش اسطرح (باقی ص ۲۹ پر)

مشاہیر اسلام



فاتح اعظم قتیبہ بن مسلم

یہ پورے ایشیا پر اسلام کا پرچم لہرا دینا چاہتا تھا

(از شوکت علی فہمی)

قتیبہ بن مسلم اسلام کا وہ مایہ ناز سپہ سالار ہے جو پورے ایشیا کو فتح کرکے ایشیا کے کونے کونے میں نعرۂ توحید بلند کردینا چاہتا تھا روسی ترکستان جس پر آجکل روسی بے دینوں کا قبضہ ہے۔ اسے قتیبہ بن مسلم ہی نے فتح کرکے خلافت اسلامیہ میں شامل کیا تھا۔ ذیل میں اسی مرد مجاہد کے مختصر حالات درج کئے جارہے ہیں۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک خلفائے بنی امیہ میں سے وہ خوش نصیب خلیفہ ہوا ہے جس کے پاس نصف درجن سے بھی زیادہ ایسے مایہ ناز سپہ سالار تھے جنھوں نے کہ پوری دنیا میں اپنی فتوحات سے ہلچل برپا کردی تھی ان ہی میں سے قتیبہ بن مسلم بھی وہ مایہ ناز مجاہد ہے جس نے کہ پورے روسی ترکستان کو فتح کرکے خلافت اسلامیہ کی بنیادوں کو مستحکم کیا تھا۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک نے ۸۶ھ ہجری میں قتیبہ بن مسلم کو خراسان کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اس وقت کسی کو یہ وہم گمان بھی نہ تھا کہ قتیبہ اپنے عظیم الشان جنگی کارناموں سے دنیا کو حیرت میں ڈال دے گا قتیبہ بن مسلم کی جنگی قابلیت کے جوہر پہلی مرتبہ روسی ترکستان میں کھلے۔ روسی ترکستان کے ایک بڑے حصہ پر اگرچہ بہت پہلے مسلمانوں کا اقتدار قائم ہو چکا تھا۔ اور یہاں کے متعدد مشرک حکمران خلافت اسلامیہ کے باجگذار بن چکے تھے۔ لیکن جب بھی اُن کو موقع ملتا تھا وہ علم بغاوت بلند کردیتے تھے۔ چنانچہ جس زمانہ میں کہ قتیبہ بن مسلم خراسان کا گورنر تھا۔ اُسی زمانہ میں بخارا اور سمرقند کے حکمرانوں نے کھلم کھلا بغاوت شروع کردی خلیفہ کے نائب حجاج بن یوسف کو جب یہ پتہ چلا کہ بخارا اور سمرقند کے حکمران باغی ہو گئے ہیں تو اُس نے فوراً قتیبہ بن مسلم کو حکم دیا کہ وہ ترکستان پر فوج کشی کرکے اُن باغیوں کا دماغ درست کردے

قتیبہ بن مسلم بڑا ہی ہوشمند سپہ سالار تھا اُس نے بخارا اور سمرقند پر یلغار کرنے سے پہلے یہ ضروری سمجھا کہ روسی ترکستان کے اُن دوسرے حکمرانوں کو زیر کرلے جو بخارا اور سمرقند کے حکمرانوں کے بہت بڑے معاون تھے۔ تاکہ اُن کے زیر کرنے کے بعد وہ آسانی سے بخارا اور سمرقند پر فتح حاصل کرسکے چنانچہ اُس نے چغانیان کے حکمران پر حملہ کردیا اور اُسے خلافت اسلامیہ کی اطاعت پر مجبور کردیا۔ اس کے بعد یہ حوصلہ مند مجاہد شومان اور کفیان کے باغی حکمرانوں کی جانب متوجہ ہوا۔ یہ دونوں باغی حکمران اگرچہ بہت بڑی طاقت کے مالک تھے لیکن قتیبہ نے اُن کے ملک کے اندر گھس کر انہیں ایسی شکست دی کہ یہ دونوں اطاعت کے لئے مجبور ہو گئے۔

ان ہی فتوحات کے دوران قتیبہ بن مسلم کو پتہ چلا کہ بادغیس کے حکمران نیزک نے محض اس جرم میں بہت سے مسلمانوں کو قید کر رکھا ہے کیونکہ وہ خدا کا نام لیتے ہیں۔ قتیبہ نے فوراً نیزک کو لکھا کہ "ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم نے بہت سے بے گناہ مسلمانوں کو مذہبی تعصب کی بنا پر قید و بند میں ڈال رکھا ہے۔ فوراً مسلمانوں کو رہا کردو ورنہ بادغیس کا پورا علاقہ ویران کردیا جائے گا۔" قتیبہ کی گزشتہ فتوحات نے چونکہ پورے ترکستان میں ہلچل برپا کردی تھی۔ اس لئے نیزک نے ڈر کر فوراً مسلمانوں کو رہا کردیا۔ اور قتیبہ سے صلح کرلی لیکن وہ در پردہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتا رہا۔

۸۷ھ ہجری میں یہ مرد مجاہد بخارا کی جانب بڑھا اور بخارا کے مشہور شہر بیکند پر حملہ کردیا۔ بخاریوں نے شروع میں تو اسلامی فوج کا بڑی

سختی سے مقابلہ کیا۔ لیکن جب انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ مسلمانوں کو میدان جنگ میں شکست دینا ناممکن ہے تو انھوں نے جنگی چال چلتے ہوئے بظاہر تو مسلمانوں سے صلح کرلی لیکن درپردہ مسلمانوں کے خلاف تیاریاں کرتے رہے۔ چنانچہ بیکند کو زیر کرنے کے بعد قتیبہ بن مسلم جب وہاں مسلم عمال مقرر کر کے آگے روانہ ہوا تو بخاریوں نے میدان صاف دیکھ کر مسلم عمال اور اُن کے تمام عملہ کو قتل کر دیا۔ قتیبہ کو جب بخاریوں کی اس عہد شکنی کا علم ہوا تو اُس نے فوراً بیکند پہنچ کر شرارت پسندوں کو بری طرح قتل کیا اور بیکند کو اسلامی فوج کا ہیڈ کوارٹر بنا دیا

۸۸ھ ہجری میں قتیبہ بن مسلم توشکاس اور چند دوسرے علاقوں کو فتح کر کے لوٹ رہا تھا کہ اُسے خاقان چین کے بھتیجے نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ خاقان چین کا یہ بھتیجہ فرغانیوں کے دو لاکھ کا لشکر لے کر آیا تھا تاکہ فرغانیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک سکے قتیبہ بن مسلم کے لئے یہ بڑا ہی نازک وقت تھا۔ کیونکہ اُس کے پاس مشکل سے دس بارہ ہزار فوج تھی۔ لیکن شیر دل قتیبہ ذرا نہ گھبرایا اور اُس نے مختصر سی اسلامی فوج کے ذریعہ چینیوں اور فرغانیوں کے ڈھائی لاکھ کے لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ قتیبہ بن مسلم ایک ایسا حوصلہ مند سپہ سالار تھا جس کی مثال دنیا صدیوں تک پیدا نہیں کرسکی

۹۱ھ ہجری میں قتیبہ نے ایک بڑے خونیں معرکہ کے بعد بخارا بھی فتح کرلیا۔ بادغیس کا حکمران نیزک اگرچہ مسلمانوں کی اطاعت قبول کرچکا تھا۔ لیکن درپردہ ترکستان میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو بڑی تشویش کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ بخارا کی فتح کے بعد وہ کھل کر سامنے آگیا۔ اور اُس نے ترکستان کے تمام بڑے بڑے مشرک حکمرانوں کو اپنے ساتھ ملا کر قتیبہ بن مسلم کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ قتیبہ کو جب اس کا علم ہوا تو وہ فوراً اس بغاوت کو کچلنے کے لئے میدان میں آگیا۔ ایک طرف تو تنہا قتیبہ بن مسلم تھا۔ اور دوسری طرف ترکستان کے آٹھ حکمران اپنے اپنے لشکروں کے ہمراہ مقابلہ پر تھے۔ اگر قتیبہ کے علاوہ کوئی دوسرا سپہ سالار ہوتا تو وہ اتنے بڑے لشکر عظیم کے مقابلہ کی ہرگز جرأت نہ کرسکتا۔ لیکن قتیبہ بن مسلم دشمن کی کثرتِ تعداد کی پرواہ کئے بغیر ببر شیر کی طرح دشمنوں پر ٹوٹ پڑا۔ مسلمانوں کی فوج اگرچہ دشمن کے مقابلہ میں ایک چوتھائی بھی نہ تھی لیکن اس مرد مجاہد کی حوصلہ مندی نے مٹھی بھر مسلمانوں کو دشمن کے لشکرِ عظیم پر نہایت ہی شاندار فتح عنایت کر دی۔ اس جنگ میں ترکستان کی ریاستوں کے چار حکمران گرفتار ہوئے اور دشمن کی فوج کے بے اندازہ سپاہی قتل ہوئے اس تاریخی معرکہ کے بعد قتیبہ بن مسلم نے بلخ، مرو، طالقان فاریاب۔ اور جوزیان کی سلطنتوں کو بھی زیر کرلیا۔ اور اس طرح خلافت اسلامیہ دور دور تک پھیل گئی۔ وسط ایشیا میں مسلمانوں کی اس عظیم الشان فتوحات سے متاثر ہو کر ۹۲ھ ہجری میں خوارزم شاہ نے بھی قتیبہ بن مسلم کی اطاعت قبول کرلی تھی۔

سمرقند ابھی فتح ہونے سے باقی رہ گیا تھا۔ خوارزم شاہ کی اطاعت کے بعد قتیبہ نے سمرقند کی جانب رخ کیا اور سمرقند کے لئے بڑی ہی خوفناک جنگ چھڑ گئی۔ سمرقندیوں نے اپنے لاکھوں سپاہی میدان جنگ میں جھونک دئے۔ سمرقند کا معرکہ [illegible] مہینے تک جاری رہا۔ بالآخر قتیبہ بن مسلم کو سمرقند کے اس معرکہ میں بھی عظیم الشان فتح حاصل ہوئی چالیس ہزار کے قریب سمرقندی [illegible] ہوئے۔ جن کے ساتھ قتیبہ بن مسلم نے اسلامی دستور کے مطابق بڑی فیاضی اور نرمی کا سلوک کیا۔

قتیبہ بن مسلم ایک ایسا سرفروش مجاہد تھا کہ وہ جس طرف بھی بڑھتا تھا فتح و کامرانی اُس کے قدم چومتی تھی۔ چنانچہ سمرقند کی فتح کے بعد اُس نے کسی دشواری کے بغیر شاش اور فرغانہ کی حکومت کو زیر کرلیا۔ کیونکہ ان دونوں حکومتوں کے فرمانرواؤں نے سمرقند کی جنگ میں اور اُس سے پہلے دشمنوں کا ساتھ دیا تھا۔ ترکستان کے وسیع علاقہ کی فتح کے بعد قتیبہ بن مسلم نے اپنی فوجیں چین میں اتار دیں کیونکہ خاقان چین اور اس کا بھتیجہ قدم قدم پر ترکستانیوں کی مدد کرتے رہے تھے۔ خاقان چین نے پہلے تو اپنی کثیر فوج اور بے اندازہ دولت سے مسلمانوں کو مرعوب کرنا چاہا۔ لیکن جب اُس نے دیکھا کہ مسلمان نہ دولت سے مرعوب ہوتے ہیں اور نہ طاقت سے تو خاقان نے اسی میں بہتری سمجھی کہ مسلمانوں سے صلح کرلے۔ چنانچہ اُس نے قیمتی تحائف دے کر اور خراج کے وعدہ پر مسلمانوں سے صلح کرلی۔

قتیبہ بن مسلم جہاں اپنے زمانہ کا بہت بڑا سپہ سالار تھا وہاں اعلیٰ درجہ کا منتظم بھی تھا۔ جن علاقوں کو بھی فتح کرتا تھا وہاں نہایت ہی چست نظام حکومت بھی قائم کردیتا تھا۔ اور قتیبہ کی کوشش ہمیشہ یہی رہتی تھی کہ مفتوحہ علاقے وہیں کے باشندوں کے زیر حکومت رہیں چنانچہ وہ زیادہ تر مفتوحہ علاقوں کے ممتاز باشندوں (باقی صفحہ ۲۹ پر)

تاریخ ہند



کیا شاہانِ ہند متعصب تھے

شاہانِ ہند غیر مسلم مورخوں کی نظر میں

(از مولانا عبدالرؤف رحمانی)

شاہانِ ہند کی تاریخ جو دراصل ہندوستان اور ہندوستانی حکمرانوں ہی کی تاریخ ہے۔ اُسے ہمارے ملک کا ایک متعصب طبقہ جس بری طرح سے مسخ کرکے پیش کر رہا ہے وہ دراصل ہندوستان ہی کی سکولر تاریخ کو مسخ کرنے کے ہم معنی ہے

تاریخ گواہ ہے کہ شاہانِ ہند کے دورِ حکومت میں جہاں ہندوستان کے انتظامی تہذیبی اور تعمیری شعبوں میں ناقابلِ انکار ترقیاں ہوئی ہیں وہاں مسلم حکمرانوں کا سب سے بڑا اور روشن کارنامہ یہ ہے کہ اس ملک کے باشندوں کے مذہبی عقائد اور تصورات سے بنیادی اختلافات رکھنے کے باوجود اُنھوں نے کبھی کسی موقعہ پر بھی غیر مسلموں کے عقائد میں مداخلت نہیں کی بلکہ وہ ہمیشہ اُن کے مذہبی جذبات کا پورا پورا احترام کرتے رہے ہیں۔ لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ اس کے باوجود شاہانِ ہند کے خلاف مذہبی تعصب اور تنگ نظری کا الزام لگایا جاتا رہا ہے۔ اور ہندوستان کے بہت سے متعصب اہلِ قلم ہندوستان کی مسلم تاریخ کو مسخ کرکے آج بھی عوام کو یہ یقین دلانے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے دورِ اقتدار میں غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کو بالکل کچل کر رکھ دیا تھا۔ لیکن یہ دیکھ کر اطمینان ہوتا ہے کہ یہ متعصب اور تنگ نظر اہلِ قلم کے دوش بدوش ہمیں ایسے ہندو اہلِ قلم بھی نظر آتے ہیں جو تاریخی حقائق کو چھپانے کے لیے تیار نہیں ہیں مثلاً

رائے بہادر ربیج ناتھ اپنی کتاب "ہندوستان کا ماضی اور حال" میں لکھتے ہیں کہ "ہندوستان کے مسلم فرمانرواؤں پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اُن کے عہد میں مندروں کی تعمیر کی اجازت نہیں تھی لیکن یہ الزام سراسر غلط ہے دہلی آگرہ اور متھرا جیسے مقامات اگرچہ اسلامی قوت و سطوت کے خاص مرکز تھے۔ لیکن وہاں آج بھی ایسے مندر موجود ہیں جو مسلمانوں ہی کے دور میں تعمیر ہوئے تھے مثلاً لال قلعہ دہلی کے سامنے جینیوں کا مندر، بندرابن کے مشہور مندر، گوبند جی، گوپی ناتھ مدن موہن جی مہابیر اور مندر جگت جی وغیرہ یہ سب مسلمانوں ہی کے زمانہ میں تعمیر ہوئے تھے"

جمہوریہ ہند کے سابق صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد نے اپنی کتاب "انڈیا ڈیوائیڈڈ" میں لکھا ہے کہ "سلطان مراد بخش نے سنہ ۱۱۵۲ء میں مہاکالی کے مندر کو گھی کی صورت میں ایک عطیہ دیا تھا۔ اُس نے اپنے فرمان میں لکھا تھا کہ "اجین کے مال خانہ سے ہر ماہ سوا من گھی دیا جایا کرے تاکہ اس گھی سے وہاں روشنی کی جائے"

مشہور ہندو مورخ ڈاکٹر ایشوری پرشاد نے اپنی مشہور تاریخ "ہسٹری آف مسلم رول آن انڈیا" میں مسلمانوں کی مذہبی رواداری پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "مسلمانوں کی رواداری کے بہت سے دوسرے واقعات کے علاوہ صوبہ بہار میں اس رواداری کی دو مثالیں مجھے ذاتی طور پر بھی معلوم ہیں۔ ان میں سے ایک مثال تو گیا میں بودھ مت کی وہ بہت بڑی زمینداری ہے جسکی سالانہ آمدنی لاکھوں روپیہ تک پہنچتی ہے۔ یہ زمینداری دہلی کے سلطان محمد شاہ نے مندر کے لئے وقف کی تھی۔ اور اسی حکمران نے اپنے ایک فرمان کے ذریعہ سنی پورا اور تارا ڈیہہ نام کے گاؤں بھی مہنت لال کو عطا کئے تھے"

اور یہی ڈاکٹر ایشوری پرشاد اورنگ زیب کے متعلق اپنی اسی تاریخ میں لکھتے ہیں "کیسی عجیب بات ہے کہ شہنشاہ اورنگزیب اپنی رعایا کا جتنا زیادہ خیرخواہ تھا اُسے اتنا ہی زیادہ بدنام کیا گیا ہے کوئی اسے ظالم کہتا ہے اور کوئی خونی کے نام سے یاد کرتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے

کہ وہ عالمگیر کہلانے کا بجا طور پر مستحق تھا۔"

شہنشاہ اورنگزیب ہی کے متعلق سر جادو ناتھ سرکار اپنی کتاب "تاریخ اورنگزیب" میں لکھتے ہیں "اورنگزیب کے عہد حکومت کی تاریخ ہندوستان کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ اورنگزیب نے کبھی کسی ہندو کو جبراً مسلمان نہیں بنایا اُس نے امن کی حالت میں تعصب کی بنا پر کسی ایک ہندو کی جان کبھی نہیں لی اور وہ رواداری میں اپنے پیشرو مغل بادشاہوں سے کسی طرح بھی کم نہ تھا۔"

اورنگزیب کے متعلق یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ اُس نے بنارس کے ایک مندر کو توڑ کر اُسے مسجد میں تبدیل کردیا تھا جسے "گیان باپی مسجد" کہا جاتا ہے۔ سر جادو ناتھ اس الزام کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اورنگزیب کے عہد حکومت میں اُس جگہ کوئی مندر نہ تھا بلکہ شاہجہاں کے دورِ حکومت تک وہاں اکبر کے دینِ الٰہی کا ایک ادارہ تھا جسے شاہجہاں نے مسمار کرا کے اُس کی جگہ مسجد بنوا دی تھی۔ اور اُس کا تاریخی نام ایوان شریعت رکھا گیا تھا۔

یہاں اس بات کو بھی مدِ نظر رکھنا چاہیئے کہ اورنگزیب کم و بیش پچیس سال تک دکن میں اپنے حریفوں سے جنگ کرنے میں مصروف رہا تھا۔ حتیٰ کہ اُس کی وفات بھی وہیں ہوئی تھی۔ لیکن اس طویل مدت میں اُس نے دکن کے کسی ایک مندر کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ بلکہ ایلورا اور اجنتا کے غاروں اور اُن میں موجود بتوں کو جوں کا توں برقرار رکھا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ گزشتہ دنوں ہندوستان میں جو "ہسٹری کانگریس" ہوئی تھی اُس کے ساتھ وابستہ نمائش میں شہنشاہ اورنگزیب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی وہ سندیں اور دستاویزیں بھی رکھی گئی تھیں جن کی رو سے اُس نے گیا کے بودھ مندر کو لاکھوں روپیہ کی جاگیر عطا کی تھی۔

ان تاریخی شہادتوں سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ہندوستان کے مسلم حکمراں یہاں تک کہ شہنشاہ اورنگزیب بھی جس پر ہندو دشمنی ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے ہمیشہ ہی غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کے حامی رہے ہیں۔ اور اُنھوں نے مندروں اور غیر مذاہب کے سب ہی عبادت خانوں کے احترام اور وقار کو ہمیشہ ہی برقرار رکھا ہے۔

ڈاکٹر راجندر پرشاد کے وہ الفاظ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں جو انھوں نے مسلم بادشاہوں کی رواداری کے سلسلہ میں اپنی کتاب میں لکھے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "مسلمان بادشاہوں کو اگرچہ ہندوؤں کے مندروں کو مسمار کرنے کے الزامات میں بہت زیادہ بدنام کیا گیا ہے۔ لیکن اگر کوئی محقق اُن بے شمار اوقاف اور جاگیروں کی فہرست تیار کرے جو مسلمان حکمرانوں کی طرف سے ہندوؤں کی عبادت گاہوں کے لئے وقف کی گئی تھیں۔ تو یہ بہت بڑا کام ہوگا۔ اور اس طرح مسلمان بادشاہوں پر سے یہ دیرینہ الزام بالکل دھل جائے گا۔"

یہ بات یاد رہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ شاہانِ ہند کی رواداری کی یہ پالیسی صرف ہندوستان ہی تک محدود نہیں رہی ہے بلکہ مسلمانوں نے دنیا کے جن حصوں میں بھی حکومت کی ہے وہاں کے باشندوں کے آبائی مذاہب کا پورا پورا احترام کیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کو سختی کے ساتھ یہ حکم دیا ہے کہ وہ غیر مذاہب کے بزرگوں اور عبادت خانوں کا پورا پورا احترام کریں۔ اگر کوئی مسلمان اس کے خلاف کرتا ہے تو یہ اسلام کے حکم سے کھلی ہوئی سرتابی ہے۔

معرکۂ کربلا

(باقی مضمون صلا۲ سے)

دادِ شجاعت دیے رہے تھے۔ جس کی مثال تاریخِ عالم میں مفقود ہے مختصر یہ کہ دینِ حق کی حفاظت کے لئے حضرت امام حسین کے صاحب زادے بھتیجے اور بھانجے اور سب ہی ساتھی ایک ایک کر کے دادِ شجاعت دیتے ہوئے قربان ہو گئے۔ جس کے بعد یزیدی سپاہیوں نے چاروں طرف سے حضرت امام حسین پر یلغار کر دیا۔ اس یلغار کے موقعہ پر آپ کے بھائی عباس عبداللہ، جعفر اور عثمان حضرتِ امام حسین رض کے گرد سپر بن کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ یہ چاروں بھی شہید ہو گئے۔

ادھر حضرت امام حسین رض آخری وقت تک دشمنوں کے حملہ کا بڑی جرأت سے مقابلہ کرتے رہے۔ آپ کی شمشیر زنی نے اگرچہ دشمن کے لشکر میں تہلکہ برپا کر دیا تھا۔ لیکن تن تنہا آپ کہاں تک پوری فوج کا مقابلہ کرتے۔ آخرکار زخموں سے نڈھال منہ کے بل گر پڑے۔ اور گرتے ہی آپ کا سرِ مبارک ایک ملعون نے تن سے جدا کر دیا۔ اِنا لِلّٰہ واِنا اِلیہ راجعون اور اس طرح شہنشاہیت کے خلاف حضرت امام حسین علیہ السلام کی جنگ پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔ اور آپ نے دنیا کو دکھا دیا کہ شریعت اسلامیہ کے تحفظ اور جمہوریت کی خاطر کتنی عظیم قربانی دی جا سکتی ہے۔

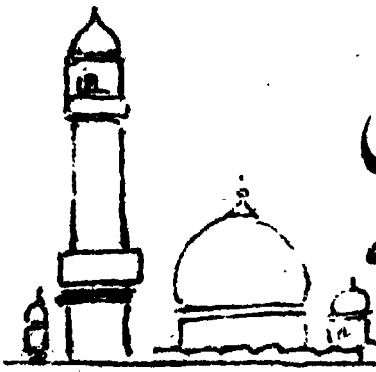
قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

فاتحِ اعظم قتیبہ بن مسلم

(باقی مضمون صہ۲۹ سے)

لوہی بلا امتیاز منصب حملت اپنی جانب سے عامل مقرر کر دیتا تھا قتیبہ بن مسلم کی وسیع النظری کا یہ عالم تھا کہ کیا مجال کہ اُس کی فوج کا کوئی سپاہی، کسی غیر مسلم کی عبادت گاہ کو نقصان پہنچا سکے۔ مفتوحہ علاقہ کے باشندوں کو وہ ہمیشہ کامل مذہبی آزادی دیدیتا تھا۔ اور اُس کی مذہبی رواداری کا نتیجہ یہ نکلا کہ ترکستان اور چین کے لاکھوں باشندوں نے بخوشی اسلام قبول کر لیا۔

قتیبہ بن مسلم کی اعلیٰ جنگی قابلیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے ۸۶ھ ہجری سے لیکر ۹۶ھ ہجری تک یعنی صرف دس سال کے اندر اتنا بڑا علاقہ فتح کر لیا تھا جو آدھے یورپ کی برابر تھا۔ قتیبہ بن مسلم یہ چاہتا تھا کہ وہ ایک ایک کر کے ایشیا کے سب ہی ممتاز ممالک کو فتح کرے اور پورے ایشیا پر اسلام کا جھنڈا لہرا دے۔ لیکن مسلمانوں کی یہ انتہائی بدقسمتی تھی کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کی اچانک موت کے بعد جب اُن کا بھائی سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا تو اُس نے ۹۶ھ ہجری میں محض ذاتی عناد کی بنا پر قتیبہ بن مسلم کو انتہائی بے دردی کے ساتھ قتل کرا دیا۔ مورخوں کی یہ عام رائے ہے کہ اگر قتیبہ بن مسلم کو زندگی میں پانچ سال بھی اور مل جاتے تو شائد ایشیا کا کوئی حصہ ایسا باقی نہ رہتا جس پر کہ اسلامی پرچم لہراتا ہوا دکھائی دیتا۔



سائنس کے ذریعہ اسلام کی تصدیق

اسلام کو سائنس کی ترقی سے فائدہ پہنچا ہے

(از جناب اعظم عماد پوری)

عام طور پر یہ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ اسلام سائنٹفک ترقی کا مخالف ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سائنس جس قدر ترقی کر رہی ہے اسلام کو اس سے فائدہ پہنچ رہا ہے ذیل کے مقالہ میں جناب عماد پوری نے اسی پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔

اسلام کوئی جامد مذہب نہیں ہے۔ بلکہ وہ مکمل دین حق ہے۔ جو ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکتا ہے ایسی حالت میں علم کے کسی شعبہ میں بھی ترقی ہوتی ہے تو اسلام اس کے راستہ میں کیونکر رکاوٹ پیدا کرسکتا ہے۔ اسلام کا اگر گہرا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ خود اسلام نے سائنس کی رہنمائی کی ہے۔ پھر اسلام کے ابتدائی دور میں مسلم سائنس دانوں نے جو دریافتیں اور انکشافات کئے ہیں۔ ان سے بھی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے سائنس کی بنیاد رکھی اور سائنس کی موجودہ ترقیاں بڑی حد تک مسلمانوں کی ممنون منت ہیں۔ ایسی حالت میں یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ اسلام جو دین فطرت ہے وہ سائنس کا مخالف ہو سکتا ہے بلکہ مسلم مفکرین کا ماننا تو یہ ہے کہ دین اسلام کی خوبیاں سائنس کی ترقی سے اور بھی زیادہ واضح ہو گئی ہیں۔

معلوم نہیں کہ یہ غلط خیال کیوں قائم کر لیا گیا ہے کہ سائنس اسلام کی ضد ہے اور اسلام کی راہ میں ایک رکاوٹ اور روڑہ ہے۔ اسلام کا [illegible] کسی مذہب کے لئے بھی عزت کی بات نہیں کہ یہ سمجھا جائے کہ دنیا کی کسی علمی ترقی سے اس کی ترقی رک جائے گی۔ [illegible] اسلام [illegible] مذہب [illegible] علوم و فنون کی ترقی [illegible] اسلام [illegible]

دین فطرت ہے اس لئے قدرت نے اس میں پوری لچک رکھی ہے تاکہ وہ ہر زمانہ اور ہر وقت میں بنی نوع انسان کی ترقیوں کا ساتھ دے سکے اسلام صرف بادیہ نشینان عرب کے لئے اصول بن کر نہیں آیا تھا۔ بلکہ آنے والی تمام نسلوں قوموں اور قیامت تک پیدا ہونے والی نئی نسلوں اور ہر قسم کے لوگوں کے لئے شمع ہدایت بن کر آیا ہے پھر اسلام چونکہ ایک آخری مذہب ہے۔ اسلئے قیامت تک پیدا ہونے والی تمام نسلوں کی ضرورتوں کا اس میں خیال رکھا گیا ہے۔ ان تمام باتوں پر غور کرنے سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اسلام کو جیسا کہ چاہئے تھا سمجھا نہیں گیا۔ سائنس اسلام کے لئے روڑہ نہیں ہے بلکہ اس کی خوبیوں کو اجاگر کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ اس کے اندر ہر قسم کی ترقیوں کی گنجائش موجود ہے اور سائنس قیامت تک جتنی ترقی کرے گی وہ ساری ترقیاں آج بھی اسلام میں موجود ہیں۔ جو سائنس کی ترقیوں کے ذریعہ اجاگر ہوتی چلی جائیں گی۔

ہم لوگوں کو یقین ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج حاصل ہوئی تھی۔ اور آپ معراج میں آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے۔ اور آپ آن کی آن میں واپس بھی تشریف لے آئے تھے ہم لوگوں کو قطعی اس پر کامل یقین ہے۔ لیکن غیر مسلموں کے لئے یہ [illegible] باتیں تھیں اسی لئے وہ معراج کے واقعہ پر اعتراض کرتے رہے ہیں لیکن اب جبکہ مادی ترقیاں سامنے آرہی ہیں اور سائنس کی ترقیوں

کو ہم دیکھتے ہیں تو ایسا پتہ چلتا ہے کہ جیسے یہ کوئی اہم بات ہی نہیں ہے نئے نئے تیز رفتار راکٹ بن رہے ہیں اور وہ منٹوں میں ہزاروں میل کی مسافت طے کر رہے ہیں۔ پھر کتب احادیث میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری براق تھی۔ اب ہم اگر "براق" کے لفظ کا تجزیہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ "براق" کا مادہ برق ہے جس کے معنی بجلی کے ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ "براق" دراصل بجلی جیسی کوئی چیز تھی۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ جب ایک انسانی تخلیق کردہ بجلی کے ذریعہ راکٹ تیار کیا جا سکتا ہے اور اس میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ منٹوں میں ہزاروں اور لاکھوں میل کا سفر طے کرے اور چاند تک پہنچ جائے۔ تو پھر اگر خدائی بجلی میں اتنی طاقت تھی کہ وہ ایک لمحہ میں عرش تک جا پہنچی اور دوسرے لمحہ عرش سے فرش تک واپس آ گئی تو اس میں کونسی تعجب کی بات ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو واقعہ معراج بجائے خود خدائی سائنس کا ایک شاہکار ہے

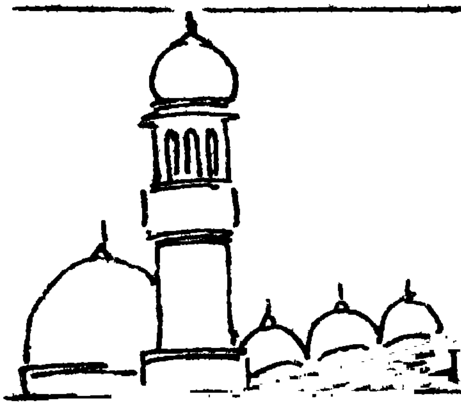
پھر ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ حضور صلعم کو کفار قریش کے اصرار پر انگلی کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کرنا پڑا تھا یہ واقعہ "معجزہ شق القمر" کے نام سے مشہور ہے لیکن غیر اسلامی دنیا آج تک اس واقعہ کے ماننے سے انکار کرتی رہی ہے لیکن میں جیسا کہہ چکا ہوں کہ سائنس جتنی زیادہ ترقی کرے گی اسلام اتنا ہی زیادہ واضح ہوتا جائے گا۔ چنانچہ ابھی چند دنوں پہلے کی بات ہے کہ جب امریکی خلا باز چاند پر اترے تو انھوں نے دیکھا کہ پورے چاند میں اوپر سے نیچے تک ایک نشان پایا جاتا ہے جس پر امریکہ کے ایک اسلامی ادارہ نے کہا تھا کہ آج سائنس کی بدولت معجزہ شق القمر کی تصدیق ہو گئی

امریکہ کے خلا بازوں کا چاند پر اترنا وہاں چلنا پھرنا اور پھر وہاں سے پیغامات بھیجنا غیر مسلموں کے لئے تو حیرت انگیز ہو سکتا ہے لیکن مسلمانوں کو اس پر کوئی حیرت نہیں ہوئی کیونکہ قرآن ہم سے کہتا ہے کہ۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ یعنی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے چاند سورج کو تمہارے لئے تابع کر دیا ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق مسلمانوں کا تو یہ عقیدہ ہے کہ اس کائنات میں جتنی بھی چیزیں ہیں دریا پہاڑ سمندر صحرا، چاند، ستارے اور سورج سب انسان کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ لیکن کچھ لوگوں نے ان تمام مظاہر قدرت کو دیوتا بنا لیا تھا۔ جس کی ہمیشہ اسلام مذمت کرتا رہا ہے لیکن آج سائنس کی معلومات [illegible] چاند پر پہنچنے کے بعد چاند سورج اور ستاروں کا سارا دیوتا پن

ختم ہو گیا ہے اور سائنس نے ترقی کرنے کے بعد اسلام کے اس عقیدہ کی تصدیق کر دی ہے کہ چاند، سورج اور اس کائنات کی ہر شے انسان کے تابع ہے اس لئے انسان کو بجز خدائے واحد کے کائنات کی ان اشیا کو کسی طریقہ پر اپنا معبود نہیں سمجھنا چاہئے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ سائنس کی ترقی نے اسلام کے عقیدہ توحید کو کس قدر فائدہ پہنچایا ہے۔

اسلامی تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق ایک مرتبہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ ایک اسلامی لشکر مدینہ سے ہزاروں میل دور دشمنان اسلام سے جنگ کر رہا تھا۔ دوران خطبہ لوگوں نے سنا کہ آپ نے خطبہ دیتے ہوئے درمیان میں یہ فرمایا "یاساریۃ الجبل یاساریۃ الجبل" یعنی اے ساریہ پہاڑ کی طرف رخ کرو۔ ساریہ اس امیر لشکر کا نام تھا جو دشمنان اسلام سے جنگ کر رہا تھا۔ گویا آپ خطبہ کے دوران ہزاروں میل امیر لشکر کو ہدایت دے رہے تھے۔ مسجد میں تمام حاضرین حیران تھے کہ آپ نے خطبہ کے درمیان یہ غیر متعلق بات کیوں فرمائی۔ لیکن بعد کو امیر لشکر ساریہ سے معلوم ہوا کہ عین اس وقت جبکہ حضرت عمر فاروق خطبہ دے رہے تھے۔ مدینہ سے ہزاروں میل دور امیر لشکر شکست سے دوچار تھے کہ اچانک اُن کے کانوں میں فاروق اعظم کی آواز آئی اور اُن کی ہدایت پر جب امیر لشکر ساریہ نے پہاڑ کی جانب رخ کر کے دشمنان اسلام پر حملہ کیا تو ان کی شکست فتح میں بدل گئی۔

حضرت عمر فاروقؓ کی روحانی بصیرت سے ناواقف لوگوں کے لئے تو یہ بات ضرور باعث حیرت ہو سکتی ہے کہ ہزاروں میل دور کے حالات سے حضرت عمر فاروق کیسے واقف ہو گئے۔ اور آپ کی آواز امیر لشکر تک کس طرح جا پہنچی لیکن سائنس کی جدید ایجادات نے ان اعتراضات کو بے معنی بنا دیا ہے۔ وائرلیس، ٹیلی فون، ٹیلیویژن اور ریڈیو کے ذریعہ ہزاروں میل کی دوری پر ہونے والی خبروں کو ہم دیکھ بھی سکتے ہیں اور سن بھی سکتے ہیں اور اپنا پیغام بھی جہاں چاہے آن کی آن میں پہنچا سکتے ہیں ایسی حالت میں اگر خدا کے ایک نیک بندہ میں اتنی بصیرت اور طاقت پیدا ہو گئی کہ اس نے اپنے روشن قلب کے آئینہ کے ذریعہ مسلمانوں کی سراسیمگی کو دیکھ لیا اور روحانی وائرلیس سے انہیں ہدایت بھی دیدی تو یہ سب کچھ درست اور قابل فہم بات ہے۔ اور اس طرح سائنس کی ترقی [illegible] اسلام [illegible] نا قابل فہم باتوں کو سمجھنے میں مدد دے رہی ہے اس لئے [illegible] یقین ہے کہ سائنس [illegible] کرے گی (باقی [illegible])



جواہرات کا خزانہ

خلفائے راشدین کی دنیاوی دولت سے بے نیازی

(از جناب قاضی سجاد حسین)

حضرت عمر فاروق کے دور کا یہ واقعہ اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ خلفائے راشدین کی مثالی زندگی کس طرح دنیاوی طمع سے پاک تھی ۔ اور کس طرح دنیا کی بڑی سے بڑی دولت کو ٹھکرا دیتے تھے ۔

سپہ سالار اسلام سلمہ ابن قیس کو کردوں پر عظیم الشان فتح حاصل ہوئی تھی ۔ اور اس جنگ میں جو بیش قیمت مال غنیمت حاصل ہوا تھا ۔ اُسے وہ اپنے لشکر میں تقسیم کر رہے تھے ۔

تقسیم جاری تھی کہ ایک کرد جناب سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اپنے اور اپنے خاندان کے لئے امن طلب کرنے کے لئے آیا تھا ۔ اور اُس نے عرض کیا کہ اگر اُسے اور اُس کے خاندان کو امان دے دی جائے تو وہ ایک نہایت ہی قیمتی خزانہ کی نشاندہی کریگا جو وہ خصوصی طور پر جناب سلمہ کی خدمت میں بطور نذر پیش کرنا چاہتا ہے ۔

سلمہ ابن قیس نے ایک بھروسہ کا آدمی اُس کے ساتھ روانہ کر دیا تھوڑی دیر بعد وہ آدمی واپس آیا ۔ اور اُس نے ایک تھیلی جو موتیوں اور جواہرات سے بھری تھی سلمہ کے سامنے لا کر رکھ دی ۔ سلمہ نے وہ تھیلی کھول کر جواہرات کو دیکھا تو اُن کو یقین نہ آتا تھا کہ اس قدر قیمتی موتی اور جواہر کسی ایک شخص کی ملکیت میں ہو سکتے تھے ۔ پھر سلمہ نے جواہرات کے بارے میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا سب نے یہ رائے دی کہ یہ جواہرات آپس میں نہ تقسیم کئے جائیں ۔ بلکہ امیر المومنین حضرت عمر رضؓ کو بھیج دیئے جائیں ۔ سلمہ کے لئے یہ مشورہ خوشی کا باعث ہوا کیونکہ اُن کی اپنی ذاتی رائے بھی سب جواہرات حضرت عمر رضؓ کو بھیج دینے کی تھی ۔

سلمہ نے اپنا ایک معتمد شخص منتخب کیا اور اس کو جواہرات کی تھیلی دے کر کہا کہ وہ بصرہ جائے اور وہاں سے مدینہ جائے اور تھیلی خود کرا دے تو شے کر ... غلام کے حضرت عمر رضؓ کی خدمت میں حاضر ہو ۔ اور تھیلی پیش کر دے ۔

اس طویل سفر پر سلمہ کا قاصد روانہ ہوا تو جواہر کی تھیلی کی اپنی جان کی طرح حفاظت کر رہا تھا ۔ اور وہ بے حد خوش تھا ۔ کہ عجیب و غریب مال غنیمت کے ساتھ فتح کی خوشی لے کر جا رہا ہے ۔ اور سوچ رہا تھا کہ اُس کی بیوی کو اس کی غیر متوقع آمد پر کس قدر خوشی ہو گی ۔

جب وہ مدینہ کے قریب پہنچا تو مسلسل سفر شروع کر دیا ۔ اور منزلوں پر آرام کے لئے بھی نہ ٹھہرتا اب اُس کو جسمانی راحت سے زیادہ اس خوشی اور راحت کی تمنا تھی جو اُس کو پیغام اور امانت پہنچانے اور اہل و عیال کو دیکھنے سے حاصل ہو گی ۔

یہ قاصد مدینہ طیبہ دوپہر کے بعد پہنچا ۔ سخت گرمی کا موسم تھا ۔ صحرا کی ریت اور فضا شعلہ زن تھی فوراً حضرت عمر کے گھر پر حاضر ہوا ۔ دیکھا کہ لوگوں کے ان حلقوں کے درمیان حضرت عمر فاروق لاٹھی پر ٹیک لگائے کھڑے ہیں جو کھانا کھا رہے ہیں اور اس طرح سے اُن لوگوں کی دیکھ بھال کر رہے ہیں جس طرح کوئی چرواہا اپنے گلے کی کرتا ہے ۔ پھر اُس نے دیکھا کہ خود ان حلقوں میں بھی چکر لگا رہے ہیں اور اپنے غلام یرفا کو کہتے جاتے ہیں فلاں کے سامنے شوربا رکھو ، فلاں کے سامنے گوشت اور لاؤ فلاں کے سامنے روٹی رکھو

سلمہ کا قاصد بھی ایک حلقہ میں بیٹھ گیا اور اپنے غلام کو بھی ساتھ بٹھایا اور وہی کھانا کھانے لگا ۔ جو دوسرے کھا رہے تھے ۔ حضرت عمر رضؓ پوری قوم کو کھانا کھلا کر اپنے گھر کی دوسری جانب چل دیئے تو سلمہ کے قاصد نے بھی ساتھ چلنے کی اجازت چاہی ۔

اب امیر المومنین اور ان کے ایک موٹے فرش پر بیٹھ گئے۔ اور جس کے دو تکیے، جنہیں کھجور کے پتے بھرے تھے ان کا سہارا لیے ہوئے تھے۔ سلمہ کے قاصد نے سامنے بیٹھ کر فتح کی خوشخبری دی۔ امیر المومنین کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا اور ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر سلمہ اور ان کے لشکر کا احوال دریافت کیا۔ ان کی خیریت معلوم کر کے خدا کی حمد و ثنا کی۔

پھر بلند آواز سے اپنی بیوی سے فرمایا: ام کلثوم کیا ہمیں کھانا نہیں کھلا رہی ہو۔ سلمہ کے قاصد کو توقع تھی کہ لوگوں کے مجمع نے جو کچھ کھانا کھایا ہے۔ ام کلثوم اس سے زیادہ لذیذ گوشت، اس سے بہتر روٹی۔ اور زیادہ عمدہ ثرید لے کر آئیں گی۔ اور خود بھی سلمہ کے قاصد نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ امیر المومنین کے ساتھ کھانا کھائے گا اس لئے کہ وہ آخیر میں کھانے میں شریک ہوا تھا۔ لیکن امیر المومنین کے دسترخوان پر نہ گوشت تھا نہ ثرید نہ شوربا۔ ام کلثوم نے صرف روٹی زیتون کا تیل اور نمک کے دانے بھیجے تھے۔ یہ دیکھ کر سلمہ کا قاصد خاموش نہ رہ سکا بولا امیر المومنین یہ کیا معاملہ ہے ابھی تو آپ لوگوں کو ثرید اور گوشت روٹی کھلا رہے تھے۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ آپ اس میں سے کچھ بچا لیتے جو آپ کو اور آپ کے گھرانے کو کافی ہوتا۔ حضرت عمرؓ نے مسکرا کر جواب دیا وہ کھانا تو بیت المال کا تھا۔ وہ صرف فقراء کا حق تھا۔ یہ کھانا میرے گھر کا ہے۔

مجبوراً سلمہ کے قاصد نے بھی حضرت عمر کے ساتھ کھانا کھایا۔ اس کے بعد پانی منگا کر پیا اور یہ دعا پڑھی "اس خدا کی تعریف ہے جس نے ہمیں کھانا دیا اور پیٹ بھر دیا، پانی پلایا اور سیراب کر دیا" پھر سلمہ کے قاصد سے فرمایا تمہاری خوراک تو بہت کم ہے۔ سلمہ کے قاصد کو امیر المومنین کے کھانے پر بے حد تعجب ہوا۔ اس لئے کہ اس سے بہتر تو اس کے ساتھ سفر میں بھی تھا۔ تھوڑی دیر بعد ام کلثوم نے حضرت عمرؓ کو اندر بلایا۔ سلمہ کے قاصد کا بیان ہے کہ [illegible] ام کلثوم نے حضرت عمرؓ کو اندر بلا کر کہا "دیکھیے میرا لباس کس قدر خراب ہے۔ اگر آپ میری بھلائی منظور سمجھتے ہیں تو مجھے ویسا ہی لباس لا دیجیے جیسا کہ زبیرؓ اور طلحہؓ نے اپنی بیویوں کو پہنایا ہے۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا: تجھے خاص لباس کی کیا ضرورت ہے۔ کیا تیرا یہ فخر کم ہے کہ تو حضرت علیؓ کی بیٹی ہے۔ عمرؓ کی بیوی ہے۔ یہ فخر تیرا
لباس تو نہیں بن سکتا۔ ام کلثوم نے کہا

ان باتوں کو سن کر میں نے سوچا کہ اب ام کلثوم کے لئے عرض کرنے کا وقت آ پہنچا ہے۔ اس لئے کہ میں امیر المومنین کے پاس ایسے جواہر لایا ہوں کہ ان میں سے ایک بھی اگر ام کلثوم کو دے دیا جائے تو وہ بہتر سے بہتر لباس بنا سکتی ہیں۔

اس کے بعد حضرت عمر باہر آ گئے تو سلمہ کے قاصد نے کہا: "امیر المومنین مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا کہیے۔ میں نے عرض کیا میرے پاس جواہر سے بھری ہوئی ایک تھیلی ہے۔ سلمہ اور ان کے لشکر نے مجھے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے کہا ہے۔ یہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ حضرت عمر نے فرمایا: "لائیے۔"

سلمہ کے قاصد نے وہ تھیلی پیش کر دی۔

حضرت عمرؓ نے اسے کھولا جب سرخ سبز اور زرد جواہرات پر نظر پڑی تو کھڑے ہو گئے اور زور زور سے چیخ کر کہنے لگے: اب تو خدا، عمر کا پیٹ کبھی نہیں بھرے گا۔ اس جملہ کو بار بار چیخ کر دہرایا تو زنان خانہ کی عورتیں گھبرا کر پردے کے قریب آ گئیں اور پردہ اٹھا کے انہوں نے دیکھا تو سنا کہ حضرت عمرؓ مجھ سے کہہ رہے ہیں، جو کچھ تو لایا ہے فوراً اس کو سمیٹ لے۔ تو میں نے جواہر کو تھیلی میں رکھنا شروع کر دیا جب ذرا سستی کرتا تو فرماتے جلدی کر۔ پھر فرمایا جلد روانہ ہو جا۔

میں نے عرض کیا کہاں جاؤں؟

فرمایا: جہاں سے آیا ہے وہاں ہی جلد واپس جا۔

میں نے عرض کیا کہ اس سفر میں میری اونٹنیاں بہت تھک گئی ہیں چند روز کی مہلت دے دیں تو وہ آرام کر لیں اور میرا مقصد اصل یہ تھا کہ چند دن اپنے بال بچوں میں گزار سکوں۔ فرمایا نہیں، فوراً روانہ ہو جاؤ ہم تمہیں بیت المال سے دو اونٹ دیتے ہیں ان پر چڑھ کر چلے جاؤ۔ راستہ میں جب تمہاری اونٹنیاں اس قابل ہو جائیں کہ ان پر سفر کر سکو تو ان اونٹوں کو کسی حاجت مند کو دے دینا۔ میں [illegible] یہ بھی چاہتا تھا کہ کچھ دن اپنے بچوں میں گزار [illegible] کی اجازت ہے اس کے بعد [illegible] سے قبل سلمہ کے ساتھ کے [illegible] جواہر تقسیم کیے گئے تو میں تمہیں اور سلمہ کو [illegible]

([illegible] مطبوعہ مصر)



اسلام کی خوبیوں کا اعتراف

آسٹریلیا کے مفکر "ڈاکٹر نیومین" کے احساسات

(ڈاکٹر نیومین پی۔ ایچ ڈی کے انگریزی مقالہ سے ماخوذ)

ڈاکٹر والٹر نیومین آسٹریلیا کے ایک عیسائی عالم ہیں جو امریکہ کی مشیگن یونیورسٹی میں تحقیق مذاہب کے شعبہ کے صدر رہ چکے ہیں ایک عیسائی ہونے کے باوجود انہوں نے جس خوبی کے ساتھ اسلام کی خوبیوں کی نشاندہی کی ہے وہ بے حد قابل تعریف ہے۔ ذیل میں اسلام کے بارے میں ان کے ایک طویل مقالہ کا خلاصہ ہم دین دنیا کے ناظرین کی معلومات کے لئے پیش کر رہے ہیں۔

مشرق و مغرب کے ممتاز مفکرین نے مذاہب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ "مذاہب ایک ایسی اصلاحی تحریک کا دوسرا نام ہے جو نوع انسانی کی انفرادی، سماجی اور ذہنی اصلاح کے لئے رہنمائی کرتی ہے اور مذہب کے بارے میں مفکرین کی یہ تعریف بالکل درست ہے۔ لیکن مذاہب کی تحقیق کے دوران جب میں نے دنیا کے مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا تو میں پوری دیانت کے ساتھ اس بات کے اظہار کرنے کے لئے مجبور ہو گیا کہ بجز اسلام کے کوئی مذہب بھی اس تعریف پر پورا نہیں اترتا۔

دنیا میں جتنے مذاہب بھی رونما ہوتے رہے ہیں انہیں دو اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے ایک الہامی اور دوسرے غیر الہامی۔ جن مذاہب کو الہامی سمجھا جاتا ہے ان میں یہودیت، عیسائیت، بدھ مت اور اسلام شامل ہیں باقی تمام مذاہب غیر الہامی شمار کئے جاتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کے علاوہ سب ہی الہامی اور غیر الہامی مذاہب کی کارکردگی کا دائرہ جغرافیائی حدود اور نسلی دائروں تک محدود رہا ہے۔ پھر ان میں سے کسی مذہب نے بھی اپنی اصلاحی سرگرمیوں کو دین اور دنیا کے معاملوں میں متوازن نہیں کیا اس لئے وہ مذاہب اُس جامع تعریف میں شامل نہیں ہو سکے جو دنیا کے مفکرین نے مذہب کے بارے میں کی ہے۔

اسلام کے ظہور کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی اصلاحی اور تعمیری تحریک کو کسی خاص طبقہ تک محدود نہیں رکھنا چاہتا۔ اس لئے اس کی تعلیم ایک طرف تو کسی ایک گروہ کے لئے مخصوص نہیں ہے اور دوسری جانب اسلام کی تعلیم سے انسانوں کے اُن گروہوں کو بھی فائدہ پہنچا ہے جو اسلام کو مذہب کی حیثیت سے نہیں مانتے چنانچہ اس مذہب کی اصلاحی سرگرمیوں کی یہی خصوصیت اُسے دوسرے مذاہب یا اصلاحی تحریکوں سے ممتاز بناتی ہے

بنی انسان کی اصلاح کی غرض سے اسلام نے آج سے چودہ سو سال قبل دنیا میں پہلی بار اس بات کا اعلان کیا تھا کہ سماج کی بلندی انسان کے کردار کی بلندی پر منحصر ہے لہٰذا جب تک ہر ایک انسان کا کردار بلند نہیں ہوگا اس وقت تک کسی خاص گروہ کے کردار کی بلندی انسانیت کو سر بلند نہیں کر سکتی اور اس نظریہ کے تحت ہی اسلام نے مکہ میں اپنی اصلاحی دعوت کا آغاز کیا تھا۔ اور ایسے مصلح پیدا کر دیئے تھے جنہوں نے کردار اسلام کے مشن کو آگے بڑھانے میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ اور دنیا کے سامنے بلند کردار کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش کیا تھا۔

انفرادی اصلاح کے سلسلہ میں اسلام کی تعلیم اس فیصلہ پر مبنی ہے کہ ہر شخص کو اپنی ذاتی خاندانی اور سماجی زندگی کو ایسا بے ضرر بنا لینا چاہئے کہ اس سے کسی کو نقصان پہنچنے کے بجائے فائدہ پہنچے اور اس کی سماجی زندگی کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اسلامی سماج کے تصور سے پاک رہ کر کسی کے ساتھ ناانصافی نہ کی جائے اور سماج کی بہبود کی کوشش ہی سماج کی عام ترقی کے لئے وقف ہو اور جب تک یہ مقصد دنیا کے لوگوں کے ذہن نشین نہیں ہو سکتے اس لئے اسلام نے

ذہنی اصلاح کو اپنی تمام اصلاحی کوششوں میں مقدم ترین درجہ دیا ہے۔

اسلام کی تعلیمات کا گہری نظر سے مطالعہ نہ کرنے والے بہت سے ممتاز افراد بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اسلام میں لچک موجود نہیں ہے اور وہ اپنے بنیادی نظریات میں کوئی معمولی سی تبدیلی اور لچک کو منظور نہیں کرتا۔ یہ درست ہے کہ اسلام اپنے بنیادی عقائد میں کسی تبدیلی کے لئے آمادہ نہیں ہے لیکن پھر بھی یہ خیال غلط ہے کہ اسلام میں لچک موجود نہیں ہے بنیادی عقائد کے علاوہ اسلام میں اس قدر لچک ضرور موجود ہے کہ وہ ہر زمانہ کا ساتھ دے سکتا ہے۔ اور اسلام کے بالکل مخالف عقائد رکھنے والوں کے ساتھ بھی اتحادِ عمل کے لئے تیار رہتا ہے

پھر اسلام کے وہ بنیادی عقائد جن میں کہ وہ لچک پیدا کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ ان سے بھی دنیا کو فائدہ پہنچا ہے مثلاً اسلام کا عقیدۂ توحید بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اسلام نے خدا کی وحدانیت کی دعوت دے کر نوعِ انسانی کو بے حد فائدہ پہنچایا ہے۔ اس عقیدہ نے انسان کے ذہن کو ان توہمات سے پاک کیا ہے جو ہزاروں سال سے مختلف اور متضاد صفات کے خانہ ساز خداؤں اور دیوتاؤں کو بیک وقت ماننے رہنے کے باعث انسان کے فکر و خیال کا جزو بن گئے تھے۔ اور جنہیں دور کئے بغیر انسان کے فکر و عمل کی قوتوں کو بیدار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پھر خدا تعالیٰ کی وحدانیت کے اس عقیدہ کو ماننے کی بدولت انسان میں انسانی مساوات اور سماجی انصاف کے قیام کا رجحان پیدا ہوا تھا۔ اور اسی رجحان کے باعث اسلام کے ظہور کے بعد ہی دنیا تعمیر اور ترقی کے اس راستہ پر گامزن ہوئی تھی جس پر وہ اب تک آگے بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

اس کے علاوہ اسلام میں ایسی لچک بھی موجود ہے جو دنیا کی کسی اصلاحی تحریک یا کسی مذہب میں نہیں ملتی مثلاً دنیا کے کسی مذہب کی تاریخ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اس کے ماننے والوں نے مختلف عقائد رکھنے والے افراد یا گروہوں کے ساتھ کوئی رعایت روا رکھی ہو۔ چنانچہ آج بھی ایسے مذاہب موجود ہیں جو عقائد۔ نسل اور رنگ کے اختلاف کی بنا پر دوسرے انسانی گروہوں کو بنیادی اور انسانی حقوق دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ اس کے برخلاف ایک طرف تو اسلامی سماج کے دروازے سب ہی کے لئے کھلے ہوئے ہیں اور دوسری جانب اسلام مذہب کو انسانی حقوق میں مداخلت کی قطعی اجازت نہیں دیتا اور ساتھ ہی رنگ اور نسل کے امتیاز کا شدید مخالف ہے اور یہی ایک بات اس کی رواداری اور لچک کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

اسلام نے انسانی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اسلام کا ایک حصہ تو عبادات سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس حصہ کو اس نے صرف عبد اور معبود تک محدود رکھا ہے۔ لیکن دوسرا حصہ جو معاملات سے متعلق ہے اس کا تعلق پورے سماج سے ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ اس کے ماننے والے ہر شخص کے ساتھ خوش معاملگی کا برتاؤ کریں اس سلسلہ میں اس نے مسلم اور غیر مسلم امیر و غریب نیز سیاہ اور سفید رنگ کے لوگوں میں کبھی کوئی امتیاز جائز نہیں رکھا ہے۔ بلکہ معاملات کے معاملہ میں عبادات سے بھی زیادہ زور دیا ہے۔ اور یہاں تک کہہ دیا ہے کہ عبادات کی کوتاہی کو تو خدا معاف کر سکتا ہے لیکن بدمعاملگی ایک ایسا گناہ ہے جسے خدا بھی معاف نہیں کرے گا۔ اس طرح اسلام نے ایک ایماندار اور حق پسند سماج کی تعمیر میں بہت بڑا حصہ لیا ہے

مذاہبِ عالم کی تحقیق کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو مذہب سے کہیں زیادہ ایک مکمل نظامِ حیات ہے۔ جس میں کہ صرف عاقبت ہی کو سامنے نہیں رکھا گیا ہے بلکہ زندگی گزارنے کے ڈھنگ سکھائے گئے ہیں۔ دنیا چونکہ مختلف الخیال لوگوں کے اتحاد اور یکجہتی کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی اس لئے اسلام نے رنگ و نسل اور مذہب کے اختلاف کو نظر انداز کرتے ہوئے انسانی یکجہتی پر زور دیا ہے۔ اور لوگوں کے ذہن نشین اس بات کو کیا ہے کہ اس پوری انسانی آبادی کا خالق چونکہ خدائے واحد ہے اس لئے "کل" بنی نوعِ انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور انہیں متحد ہو کر دنیا کی جد و جہد میں حصہ لینا چاہئے۔

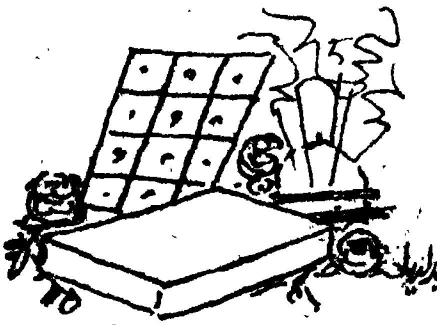
مختصر یہ کہ اسلام ایک ایسا مکمل نظامِ حیات ہے جو بلا امتیازِ مذہب و ملت ہر انسان کی زندگی کے تمام شعبوں میں پوری طرح رہنمائی کرتا ہے اس لئے میں اسلام کا بے حد مداح ہوں۔

سائنس کے ذریعہ اسلام کی تصدیق

(باقی مضمون صفحہ ۳۲ سے)

اس سے اسلام کی صداقت کے سمجھنے میں لوگوں کو بڑی مدد ملے گی چنانچہ واقعہ معراج کی صداقت کا آج ہمیں سائنس ہی نے یقین دلایا ہے۔ چاند تاروں اور سورج کو دیوتا سمجھنے والوں کے عقائد کو انسان کے چاند پر اترنے کے بعد سائنس ہی نے متزلزل کیا ہے۔ اور نہ جانے آگے چل کر سائنس کی ترقی اسلام کے کون کون سے مزید حقائق کی تصدیق کرے گی ایسی حالت میں اسلام علم سائنس کا کیونکر مخالف ہو سکتا ہے۔

مفلسی مصیبت بیماری اور پریشانی کا مجرب علاج



اعمال و وظائف کی بے پناہ طاقت

اولیائے کرام کے وہ پانچسو مجرب اعمال و نقوش جنھوں نے ہزاروں مایوس زندگیوں کو بدل دیا

یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدا نے اعمال و وظائف یعنی اللہ کے کلام میں وہ بے پناہ طاقت پوشیدہ رکھی ہے کہ اعمال کو اگر صحیح طریقہ پر پڑھا جائے یا نقوش کو صحیح اوقات میں لکھا جائے تو اُن سے لوگوں کی قسمتیں بدل جاتی ہیں بیماری اور مفلسی سے حیرت انگیز طریقہ پر نجات مل جاتی ہے۔ بگڑے ہوئے کام آن کی آن میں درست ہو جاتے ہیں۔ اور اعمال کے پڑھنے والے نہ صرف مالا مال ہو جاتے ہیں بلکہ محبوب خلائق بھی بن جاتے ہیں۔ لیکن اعمال و وظائف کی پوشیدہ طاقت اسی حالت میں اپنا کرشمہ دکھاتی ہے جبکہ اعمال و وظائف کو اولیائے کرام کے بتائے ہوئے صحیح طریقہ پر پڑھا جائے۔ اور نقوش کو صحیح اوقات میں بزرگان دین کے مقرر کردہ طریقوں پر لکھا جائے لہٰذا جو حضرات اعمال و وظائف کا زندہ کرشمہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ آج ہی اس فن پر سب سے مستند کتاب "عملیات" منگا لیں جس کو ایک زبردست عالم دین نے پچاس سال کی جستجو کے بعد مرتب کیا ہے۔

عملیات

مرتبہ مولانا سید منصور احمد شاہ صاحب نوری

فی الحقیقت اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر سب سے مستند کتاب ہے جس میں اعمال و وظائف کے بارے میں مکمل معلومات ہے بروجوں اور سیاروں کی پوری تفصیل ہے ہر شخص کا طالع جاننے کے طریقے درج ہیں۔ سیاروں کو مسخر کرنے کے اعمال درج ہیں اعمال حسنہ پر مکمل بحث ہے۔ بے شمار محبت کے اعمال درج ہیں بالعقد ادعداوت کے اعمال درج ہیں۔ کشائش رزق تسخیر محبوب اور چور کی شناخت کامیابی مقدمات اور مختلف امراض کیلئے اولیائے کرام کے بتائے ہوئے سیکڑوں اعمال و نقوش درج ہیں۔

کتاب عملیات کے خاص خاص ابواب یہ ہیں

باب اول :- ابتدائی معلومات :- اس میں حروف تہجی کے اعداد و شمار بروجوں کے رنگ وزایچے، سیاروں کی گردش اور مقامات کی تفصیل درج ہے۔

باب دوم :- اعمال حسنہ :- اسمیں اسمائے حسنٰی کے موکلوں کے اعداد و اقسام اور اسمائے جلالی و جمالی نیز اُن کے نقوش و اعمال درج ہیں۔

باب سوم :- اعمال محبت :- اس میں محبوب کو قابو میں کرنے کیلئے اسم یا ودود کا عمل عمل اسم الٰہی، سرمہ محبت نقش محبوب کا عمل، قرآنی اعمال اور بے شمار محبت کے نقوش درج ہیں۔

باب چہارم :- عملیات عداوت :- اسمیں دشمن کے شر اور فساد سے بچنے کیلئے اور اس پر جوابی حملہ کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں

باب پنجم :- کشائش رزق :- اس میں مفلسی اور بیکاری کو دور کرنے کیلئے اور خوشحال بننے کے لئے بہترین اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ششم :- تسخیر خلائق :- اسمیں مخلوق خدا میں ہر دلعزیز بننے کیلئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہفتم :- تسخیر حکام :- اسمیں حکام کی تسخیر کیلئے اور کامیابی مقدمات کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہشتم :- چور کی شناخت :- اس میں چور کی شناخت اور مال مسروقہ کی بازیابی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب نہم :- گمشدہ کی واپسی :- اس میں گمشدہ کی واپسی کیلئے اعمال و نقوش درج ہیں جن سے گمشدہ یقینی طور پر واپس آ جاتا ہے۔

باب دہم :- مختلف امراض کیلئے :- اس میں ایسے مایوس العلاج مریضوں کی صحتیابی کے لئے اعمال و نقوش درج ہیں جنھیں حکیم و ڈاکٹر جواب دے چکے ہیں۔

باب یازدہم :- اولاد کے لئے :- اس میں بزرگان دین کے وہ مجرب اعمال و نقوش درج ہیں جن کے طفیل میں بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں۔

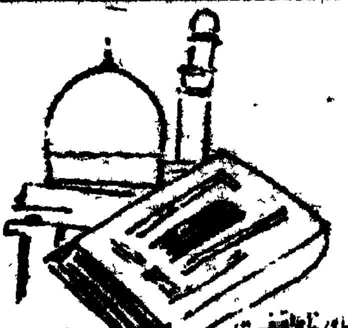
باب دوازدہم :- حل مشکلات :- اس میں پریشانی اور مشکلات سے نجات حاصل کرنے کیلئے نہایت مجرب اور آزمودہ اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب سیزدہم :- فالنامہ غوث الاعظم :- اس فالنامے کے ذریعہ بھی فال نکالی جا سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر یہ اردو کی پہلی کتاب ہے جس کو بڑی تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے اور جس میں اولیائے کرام اور بزرگان دین کے سیکڑوں نہایت مجرب اعمال و نقوش درج ہیں۔

قیمت مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف آٹھ روپے۔

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی



ساٹھ نہایت مستند اسلامی کتابوں کی روح

ایک زبردست اور شاندار

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

علم و تعلیم اور مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مسلمان دن بدن اسلام سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور ناواقفیت کی بنا پر ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں جو کھلا ہوا شرک اور کفر ہوتی ہیں۔ مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی سے بچانے کے لئے ہم نے حال ہی میں تقریباً ساٹھ مستند کتابوں کی مدد سے ایک ایسی جامع کتاب شائع کی ہے۔ جس میں دس ہزار سے زیادہ اہم دینی اور دنیاوی سوالات پر بحث کی گئی ہے جس سے ہر مسلمان کا واقف ہونا ضروری ہے۔ یہ مستند کتاب حال ہی میں

فلاح دین و دنیا

جدید ساتواں ایڈیشن

کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ اس جدید ایڈیشن میں بہت سے نئے عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اسمیں مسلمانوں کے لئے کوئی ایسی دینی اور دنیاوی معلومات نہیں جو موجود نہ ہو۔ اس کتاب میں اسلام کے فضائل اور عقائد کی تفصیل ہے۔ اس میں عبادات اور اعمال و وظائف کا لاجواب ذخیرہ ہے۔ اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت کا درس [illegible] اس کتاب میں ایک مسلمان کے لئے پیدائش سے لیکر موت تک کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے یہاں تک کہ اسلامی نقطۂ نظر سے کھانے پینے اور رہائش، میل جول اور حفظان صحت تک کے اصول درج کر دئے گئے ہیں غرض یہ کتاب ہوگی اس طرح ایک زبردست عالم [illegible] کا مشورہ دینے کیلئے ہر وقت موجود رہتا ہے۔ یہ کتاب نہیں ہے بلکہ ایک زبردست اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے جس کی ہر مسلمان لائبریری کے لئے [illegible] موجود ہے

اسمیں چودہ ابواب ہیں جن میں سے ہر باب اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔

باب اول :۔ فضائل اسلام۔ اسمیں اسلام کے فضائل اسلام کے دین فطرت ہونے کا ناقابل تردید ثبوت اور اسلام کے بارے میں غیر مسلم مشاہیر کے [illegible] ہیں

باب دوم :۔ عقائد اہل سنت والجماعت :۔ اسمیں اسلامی عقائد کے بنیادی اصول اور یہ مضامین درج ہیں۔ ذات و صفات الٰہی، عرش و کرسی، لوح و قلم، فرشتے، حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل، منکر نکیر، کراماً کاتبین، قبر میں سوال، منکر نکیر، علامات قیامت، ظہور امام مہدی، دجال اور حضرت عیسیٰ کا نزول، یاجوج ماجوج، مغرب سے طلوع آفتاب، قیامت صغریٰ، قیامت کبریٰ، صور پھونکے جانے کا ذکر، میدان حشر، حساب و کتاب، پل صراط، دوزخ، جنت، رسول مقبول صلعم کی فضیلت، آپ کی زندگی کے حالات، از واج مطہرات، خلفائے راشدین، اولیاء اللہ، پیران طریقت، موت، حیات وغیرہ۔

باب سوم :۔ اسلامی عبادات :۔ اس میں عبادات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے وضو اور غسل، تیمم، نماز پنجگانہ، نماز مسافر، نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز اشراق، نماز چاشت، چاند گرہن کی نماز، اعتکاف، فضائل ماہ رمضان المبارک، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے مسائل درج ہیں۔

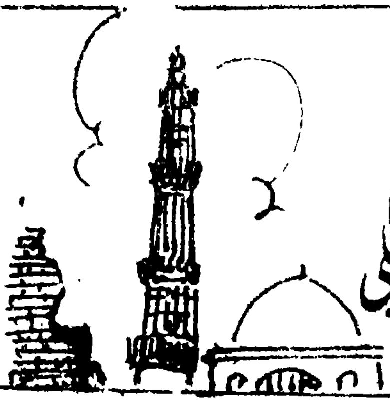
باب چہارم :۔ اعمال و وظائف :۔ اس میں سال کے تین سو ساٹھ دن میں تاریخ وار پڑھنے کے لئے وہ مستند اعمال اور وظائف درج ہیں جو بزرگان دین رحمہم اللہ کے معمول رہے ہیں۔ نیز بزرگان دین کی ولادت اور رحلت کی تاریخیں بھی درج ہیں۔

باب پنجم :۔ حرام و حلال جانور اور ذبح و شکار :۔ اسمیں حلال و حرام جانوروں اور ذبح و شکار کے مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

باب ششم :۔ اللہ اور بندوں کے حقوق :۔ اسمیں حقوق اللہ، حقوق العباد، [illegible] حقوق [illegible] والدین کے حقوق۔ اور بیوی بچوں کے حقوق، اعزہ و اقربا کے حقوق، [illegible]

دیگر ابواب :۔ باقی ابواب میں سے ایک باب میں اسلامی معاشرت پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً خورد و نوش اور لباس کے مسائل [illegible] نکاح، طلاق، تجہیز و تکفین، عدت، ماتم، پہننے وغیرہ کے بارے میں مسائل درج ہیں۔ ایک علیحدہ باب میں [illegible] کا مفصل بیان [illegible] اور آخری باب میں [illegible] حفظان صحت کے [illegible] [illegible]

دین دنیا بکڈپو جامع مسجد دہلی ۶



یورپ پر اسلام کا احسانِ عظیم

علم کی روشنی مسلمانوں کی بدولت یورپ پہنچی

(از مولوی محمد حفیظ اللہ پھلواروی)

مسلمانوں کا صرف یہی وہ کارنامہ نہیں ہے کہ انہوں نے مختصر سی مدت میں دنیا کے معلوم کا بیشتر حصہ فتح کر لیا تھا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مسلمانوں کا عظیم الشان کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے علم کی روشنی سے نہ صرف یورپ کو بلکہ ساری دنیا کو جگمگا دیا تھا۔ چنانچہ ذیل کے مقالے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دورِ اقتدار میں علوم و فنون کے فروغ میں کیسی سرگرمی سے حصہ لیا ہے۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جس زمانہ میں کہ پورا یورپ جہالت کی تاریکی میں پھنسا تھا۔ اسلامی ممالک علوم و فنون کی روشنی سے جگمگا رہے تھے۔ چنانچہ دمشق، بغداد، نیشاپور، قاہرہ، بصرہ، سکندریہ اور قرطبہ میں ایسی عظیم الشان درسگاہیں تھیں جہاں نہایت وسیع پیمانہ پر دنیا کے مختلف علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اور یہ درسگاہیں صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص نہیں تھیں بلکہ ان میں یہودی، عیسائی اور جملہ مذاہب کے افراد علم کی دولت سے مالا مال کئے جاتے تھے۔

مورخوں کا بیان ہے کہ صرف ایک شہر قرطبہ (اسپین) میں دو سو سے زیادہ ایسی عظیم الشان درسگاہیں موجود تھیں جن کی عمارتیں شاہی قلعوں سے بھی زیادہ شاندار تھیں۔ اور ان درسگاہوں میں مسلمانانِ اسپین کے علاوہ فرانس، انگلستان، جرمن، آسٹریا، اور دوسرے یورپین ممالک کے ہزاروں طالب علم تعلیم حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ جب یورپین ممالک کے یہ طلبا قرطبہ سے تعلیم حاصل کر کے اپنے اپنے ملکوں میں گئے تو ان کی بدولت ان یورپین ممالک میں علم کی روشنی پھیلی ورنہ اس سے قبل یورپ میں علم حاصل کرنا ایک گناہ سمجھا جاتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ آج یورپ میں علم و فن کا جو چرچا ہے اس کے بانی مبانی مسلمان ہی ہیں یعنی مسلمانوں ہی نے اہلِ یورپ میں علم کا شوق پیدا کیا۔ مسلمانوں کی تصنیف کردہ کتابوں سے ہی شروع شروع میں اہلِ یورپ نے استفادہ کیا ہے۔

یورپ والے فلسفہ سے بالکل ہی ناآشنا تھے۔ ابن طفیل اسپین کا پہلا فلسفی ہے جس کی بدولت اہلِ یورپ میں فلسفہ کا ذوق پیدا ہوا۔ اس کی کوشش یہ تھی کہ یونانی علوم کو مشرقی علوم کے ساتھ ملا کر ایک جاندار تصور کی داغ بیل ڈالے۔ غالباً یہ پہلا فلسفی تھا جس نے کہ فلسفیانہ علوم کو نہایت ہی لطیف رنگ میں پیش کیا۔

فلپ کے ہٹی کا بیان ہے کہ ابن طفیل کا وہ شاہکار جسے یورپ میں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی اس کا ایک اچھوتا فلسفیانہ افسانہ ہے اس افسانہ کا عنوان ہے "ابن یقظان" اس افسانہ کے مطالعہ کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس دنیا کا دار و مدار ایک قادرِ مطلق ہستی پر ہے یہ قرونِ وسطیٰ کے ادب کا ایک نادر نمونہ شمار کیا جاتا ہے۔ اسے ایڈورڈ پوکاک نے ۱۶۷۱ء میں پہلی مرتبہ لاطینی زبان میں منتقل کیا تھا۔

پھر یورپ کی اکثر زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے۔ چنانچہ ولندیزی زبان میں اس کا ترجمہ ۱۶۷۲ء میں ہوا۔ اسکے بعد روسی زبان میں اسکا ترجمہ ۱۹۲۰ء میں اور اسپینی زبان میں ۱۹۳۴ء میں ہوا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انگریزی زبان کی مشہور تصنیف "رابن کروسو" کا اصل سرچشمہ یہی فلسفہ کی کتاب ہے۔

مشہور جغرافیہ دان ادریسی کو اہلِ یورپ اپنا استاد تسلیم کرتے ہیں۔ ادریسی ۴۹۳ھ میں پیدا ہوا تھا۔ اور اس کی وفات ۵۶۰ ہجری

میں ہوئی ہے۔ یہ سالہا سال تک دنیا کی سیاحت کرتا رہا ہے اور زمانہ دراز تک سیاحت کے بعد اس نے جغرافیہ پر اپنی مشہور کتاب "انزہۃ الآفاق" لکھی تھی جسے فن جغرافیہ میں آج بھی امتیازی درجہ حاصل ہے۔

مسٹر ای۔ ڈی۔ اسکاٹ کے الفاظ میں یہ کتاب مصنف کی روشن دماغی اور اس کے تجربات اور مشاہدات کا نچوڑ ہے۔ اس تصنیف کی بڑی خوبی یہ ہے کہ مصنف نے جو کچھ لکھا ہے وہ ذاتی مشاہدہ کے بعد لکھا ہے۔ اس کتاب کے بھی تراجم لاطینی، فرانسیسی، انگریزی اور دوسری یوروپین زبانوں میں ہوچکے ہیں مسٹر اسکاٹ کی رائے ہے: "قرون وسطیٰ کے جغرافیہ داں خواہ کتنے ہی شہرت یافتہ کیوں نہ ہوں لیکن کسی کا بھی چراغ ادریسی کی شہرت اور قابلیت کے مقابلہ میں نہیں جل سکا۔ کیونکہ تین سو برس تک ساری دنیا کے جغرافیہ داں ادریسی ہی کے بنائے ہوئے نقشوں پر انحصار کرتے رہے ہیں۔

ادریسی ہی وہ پہلا جغرافیہ داں ہے جس نے کہ پہلی مرتبہ دنیا کا کرہ بنایا تھا۔ یہ کرہ چاندی کا تھا جس کا قطر تقریباً چھ فٹ اور وزن ۵ ½ من تھا اس کرہ میں زمین اور سمندر کے تقریباً ہر حصہ کی نشاندہی کی گئی تھی۔ سعیبائی مورخ جرجی زیدان کا بیان ہے کہ "ادریسی کا جغرافیہ اہل یورپ کیلئے صدیوں تک جغرافیائی معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ بنا رہا ہے اہل یورپ نے اسی کے تیار کردہ نقشوں کو اپنی زبانوں میں منتقل کیا ہے۔ ادریسی کا ایک نقشہ جو فرانس کے عجائب خانہ میں محفوظ ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اہل یورپ نے پچھلی صدی میں دریائے نیل کے منبع کا جو سراغ لگایا تھا ادریسی صدیوں پہلے اس سے واقف تھا۔

عمر خیام (متوفی ۵۲۶ ہجری) اپنے زمانہ کا نامور شاعر، فلسفی اور مہندس تھا۔ فن ہیئت میں اسے کمال حاصل تھا۔ اور شاعری میں بھی اس کا درجہ نہایت بلند تھا۔ الجبرا میں وہ اپنا نام "عمر بن ابراہیم الخیامی" ظاہر کرتا تھا۔ اور رباعیات میں صرف "خیام" کے نام سے مشہور ہے پروفیسر نکلسن۔ ایم۔ اے (کیمبرج) خیام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "خیام کی تصانیف اسقدر مشہور ہیں کہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ یورپ میں عمر خیام کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ لندن میں "عمر خیام کلب" اسی کے نام پر قائم کیا گیا ہے۔ اسکے علاوہ عمر خیام کے نام پر کئی دوسرے ادارے بھی قائم ہیں۔ یورپ والے عمر خیام کو مشرق کا والٹر کہتے ہیں۔ اور اس کے فلسفہ اور نظریات کو یورپ میں بےحد مقبولیت حاصل ہے۔"

پروفیسر فلپ کے ہٹی کا بیان ہے کہ "عمر خیام کا شمار اسلام کے ممتاز ہیئت دانوں میں کیا جاتا ہے۔ جس سے کہ اہل یورپ نے بہت کچھ سیکھا ہے اس نے علم ہیئت کو کمال تک پہنچا دیا تھا۔ اس کے علاوہ اس لائق ہیئت داں نے جو رباعیات لکھی ہیں وہ بھی فارسی لٹریچر میں بلند ترین درجہ رکھتی ہیں۔ عمر خیام ایران کا بہت بڑا شاعر اور ہیئت داں ہوا ہے۔ علم ریاضی میں بھی اسے درجہ کمال حاصل تھا۔"

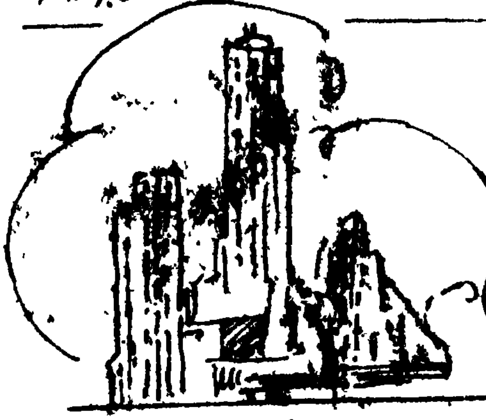
ابن ہیثم کی تصانیف سے بھی اہل یورپ نے بےحد فائدہ اٹھایا ہے یہاں یورپ میں (ALHAIZEN) الہیزن کے نام سے مشہور ہے۔ ابن ہیثم علم ریاضی اور طبیعیات میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اس نے علم ہندسہ ہیئت فلسفہ اور طب پر دو سو کتابیں لکھی ہیں جن میں سے اکثر و بیشتر کتابوں کا ترجمہ لاطینی اور یورپ کی دوسری زبانوں میں ہوچکا ہے۔ یورپ کے مفکرین کی رائے ہے کہ ابن ہیثم اپنے فن کا امام ہے۔

"ہسٹوریینس ہسٹری" میں لکھا ہے کہ "ابن ہیثم کی کتاب المجموع الشفق سے اہل یورپ نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ اس کتاب کے طفیل میں کیپلر جیسے ممتاز یوروپین ہیئت داں کو انعکاس کرۂ ہوائی کا علم ہوا" ڈاکٹر جوزف ہیل کا بیان ہے کہ "لیونارڈ (اطالوی فلسفی) نے ابن ہیثم ہی کی تحقیقات سے فائدہ اٹھایا ہے"

مندرجہ بالا تاریخی حقائق سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے کیسے کیسے مایہ ناز عالم اور مفکرین پیدا کئے ہیں اور ان کے علمی کارناموں سے یورپ نے کسقدر فائدہ اٹھایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے علوم و فنون کے میدان میں جو عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں وہ ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہیں گے۔ اور نہ صرف اہل یورپ بلکہ ساری دنیا کو ان کارناموں سے بہت بڑا فائدہ پہنچا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو زمانہ حاضرہ کی علمی و فنی ترقیوں کی بنیاد مسلمانوں ہی نے رکھی تھی۔

دین دنیا کے پرچے محفوظ رکھئے

دین دنیا تفریحی پرچہ نہیں ہے بلکہ ایک ایسا دینی علمی اور تاریخی جریدہ ہے جسکے مضامین بڑی کاوش سے لکھے جاتے ہیں جو بڑے بڑے تاریخی واقعات اور علمی معلومات کا نچوڑ ہوتے ہیں اس لئے ہمیشہ دین دنیا کے پرچوں کو محفوظ رکھئے۔



وسائل ترقی و کامیابی

ناکامی کا خوف دل سے نکال دو

کامیاب وہی ہوتے ہیں جو کامیابی کا یقین رکھتے ہیں

(ہمارے اقتصادی مفکر کے قلم سے)

دین دنیا میں ترقی اور کامیابی کی راہ دکھانے والے مضامین کا جو سلسلہ شروع کیا گیا ہے یہ مضمون بھی اُسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جس میں کہ کامیابی کے متلاشی حضرت کو بہت سی کام کی باتیں بتائی گئی ہیں۔

ترقی اور کامیابی کی سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ ہم اپنے دل میں ناکامی کا احساس کسی حالت میں بھی پیدا نہ ہونے دیں۔ ہم میں سے اکثر و بیشتر اصحاب میں اس بات کی بڑی کمی ہے کہ باوجود کامیابی کی خواہش کے ہم اُن حالات کے پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتے جن پر کہ ترقی اور کامیابی کا دارومدار ہے اور ہم اُن مشکلات کو اپنے راستہ سے ہٹانے کی جد و جہد نہیں کرتے جو کامیابی کے راستہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ ہم اپنے قوت بازو پر بھروسہ رکھنے کی بجائے اپنی تقدیر پر بھروسہ رکھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔

یاد رکھئے کہ زندگی کی جد و جہد میں کامیاب ہونے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ ہر مشکل رکاوٹ کو کسی نہ کسی طرح ہم اپنی راہ سے دور کر دیں۔ اور جہاں تک ہو ایسے حالات پیدا کرنے کی کوشش کریں کہ ہمارے دل میں کبھی ناکامی کا احساس پیدا نہ ہونے پائے۔ اور اگر ناکامی سامنے آئے بھی تو اُس سے فدا نہ گھبرائیں بلکہ مردانہ وار آگے بڑھتے چلے جائیں دنیا میں جتنے بھی کامیاب انسان ہوئے ہیں وہ نامرادی اور ناکامی کی دلدل سے گزر کر ہی کامیابی کی منزل پر پہنچے ہیں

اس دنیا میں ہزاروں اور لاکھوں آدمی ایسے موجود ہیں جو دنیا میں کوئی اہم کام اور ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ جب آگے بڑھتے ہیں تو راستہ ہی میں تھک کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ان میں حوصلہ مندی کی کمی ہے اور اُن میں اُن رکاوٹوں کو اپنی راہ سے ہٹانے کی ہمت نہیں ہے جو ہمیشہ کامیابی کے راستہ میں بھاری پتھر ثابت ہوتی ہیں۔

لہٰذا کامیابی کے متلاشی ہر انسان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ راستہ کی رکاوٹوں سے مطلق نہ گھبرائے۔

یقین رکھو کہ قدرت کسی کے ساتھ کبھی ناانصافی نہیں کرتی۔ اُس نے تمہارے دل اور دماغ میں بھی غیر معمولی قوتیں پوشیدہ رکھی ہیں۔ لیکن یہ قوتیں اُسی وقت کارآمد ثابت ہوتی ہیں جب تم میں ان قوتوں سے کام لینے کی صلاحیت موجود ہو۔ تم کسی طاقتور اور تیز گھوڑے کو ایک رسی سے باندھ کر دیکھ لو تو بندھے بندھے اُس کی طاقت برباد ہو جاتی ہے اسی طرح دنیا میں بکثرت ایسے لوگ ہیں جن میں غیر معمولی دماغی صلاحیت موجود ہے لیکن اُنھوں نے اس سے کام نہ لیکر اسے ناکارہ بنا دیا ہے۔ اگر حسب ضرورت پیر پھیلانے کیلئے کافی جگہ نہ ہو تو ایک دیو صفت انسان بھی چھوٹی سی کوٹھری میں بند رہ کر کمزور ہو جائے گا۔ اسی طرح جن دماغوں سے کام نہیں لیا جاتا وہ بھی ناکارہ ہو جاتے ہیں۔

کامیابی کے متلاشی انسان کے لئے یہ ضروری ہے کہ نہ صرف وہ خود حوصلہ مند ہو بلکہ اُس کے گرد جو لوگ ہوں اُن میں بھی حوصلہ مندانہ اسپرٹ پائی جائے۔ بہت سے اشخاص ایسے ماحول میں زندگی بسر کرتے ہیں جو حوصلہ شکن ہوتا ہے اور ایسی فضا میں رہتے ہیں جو ترقی کے جذبہ کو دبا دیتی ہے ایسی فضا اور ایسے ماحول سے ہمیشہ دور رہو جو تمہارے حوصلہ کو پست کر دے۔

میں ایسے نوجوانوں سے واقف ہوں جن میں کہ دماغی صلاحیتیں موجود تھیں اور اُن کے حالات بھی سازگار تھے۔ لیکن وہ کم ہمتوں کی صحبت

میں رہنے کی وجہ سے کوئی ترقی یا کامیابی حاصل نہیں کرسکے۔ اور میں نے ایسے لوگوں کے حالات کا بھی مطالعہ کیا ہے جو اگرچہ ذہانی صلاحیت کے اعتبار سے کمزور تھے اور ان کے حالات بھی موافق نہ تھے۔ لیکن وہ ترقی پسندانہ ماحول اور باعمل لوگوں کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے ابھرتے چلے گئے۔ اور یہاں تک کہ انہیں دنیا کا کامیاب ترین انسان شمار کیا جانے لگا۔

امریکہ اور یورپ کے مختلف ملکوں میں ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں ایسے کروڑپتی اور ارب پتی موجود ہیں جو ابتدا میں اگرچہ مزدوروں کی زندگی گزارتے تھے۔ لیکن ان کا بیشتر وقت چونکہ ایسے ماحول میں گزرتا تھا جہاں ہر طرف کامیابی اور خوشحالی کا سمندر لہرا رہا تھا۔ چنانچہ اس ماحول میں رہنے کے بعد یہ بھی حوصلہ مند ہو گئے اور ایک معمولی مزدور سے ترقی کرتے کرتے بڑے بڑے تاجروں اور صناعوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔
لہٰذا کامیابی کے ہر متلاشی انسان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ صرف خود ہی حوصلہ مند نہ ہو بلکہ جس ماحول میں وہ زندگی گزار رہا ہے اس میں بھی حوصلہ مندی کی فضا پائی جائے۔

انگلستان کے ایک بہت بڑے صناع رچرڈ ماریسن کی رائے ہے کہ "ناکامی اور نامرادی ایک بے معنی چیز ہے۔ ہر شخص میں قدرت نے ترقی کی صلاحیت رکھی ہے۔ لیکن جو لوگ کہ ترقی نہیں کرسکتے ہیں یہ خود ان کا قصور ہے" اور اس صناع کی رائے ہے کہ "اگر کسی انسان میں ترقی کا جذبہ موجود ہوتا ہے۔ تو وہ گر گر کر سنبھلتا ہے۔ اور نقصانات اٹھانے کے بعد بھی کامیابی کا راستہ ضرور تلاش کر لیتا ہے"

لہٰذا جو حضرات کہ کامیابی کے متلاشی ہیں انہیں چاہئے کہ وہ سوچ سمجھ کر اپنے لئے کام تجویز کریں اور جب کوئی کام تجویز کریں تو ناکامی اور نامرادی کے احساس کے بغیر آگے بڑھتے چلے جائیں۔ انشاء اللہ ضرور کامیاب ہوں گے۔ کامیابی اور ترقی کسی خاص شخص یا طبقہ کا ورثہ نہیں ہے بلکہ جو شخص بھی اسے حاصل کرنا چاہتا ہے ضرور اسے حاصل کر لیتا ہے بشرطیکہ حوصلہ مندی اور استقلال کا جوہر اس میں موجود ہو۔

افسانہ



دوہرا قتل

جذبات میں ڈوبا ہوا ایک معاشرتی افسانہ

(از ڈاکٹر آمنہ شوکت - ۱۶۲ اکرہ آلہ آباد)

آج سشن کورٹ میں کافی بھیڑ تھی پبلک کے ہجوم سے کچہری کا احاطہ کھچا کھچ بھرا پڑا تھا۔ آج سے شہر کے دوہرے قتل کا مقدمہ شروع ہونے والا تھا۔ اس قتل سے سارے شہر میں سنسنی پھیل گئی تھی۔ جس میں شہر کے ایک بڑے مشہور ڈاکٹر رمیش اور انجینئر ونود کمار کی نئی نویلی حسین بیوی انیتا کا قتل ایک ساتھ ہوا تھا قاتل کوئی دوسرا نہیں بلکہ خود انیتا کا شوہر اور ڈاکٹر رمیش کا جگری دوست ونود کمار تھا۔ ونود کمار اور ڈاکٹر رمیش کی بہت گہری دوستی تھی شہر میں ان دونوں کو لوگ بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے تھے یہی وجہ تھی کہ شہر کے گوشہ گوشہ میں اس قتل کا چرچہ تھا۔ اور ہر ایک کو تعجب اور حیرت تھی کہ اتنی دوستی کے باوجود ونود نے اپنے دوست کو اور اپنی خوبصورت وفادار بیوی کو کیوں قتل کردیا۔ یہی معمہ تھا جس پر شہر میں ہر طرف چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ ونود کمار نے ابتک نہ تو کوئی بیان پولیس کو دیا تھا اور نہ کورٹ کو۔ آج سشن جج کے سامنے ان کا بیان ہونے والا تھا اس لئے آج ہر شخص جو رمیش اور ونود کمار کو جانتا تھا عدالت کے کمرے میں موجود تھا۔ ٹھیک دس بجے ٹی این سنہا ڈسٹرکٹ اینڈ سشن جج کورٹ میں آگئے۔ کٹہرے میں ونود کمار کو ہتھکڑیوں میں جکڑے ہوئے پولیس والوں نے لاکر کھڑا کردیا تھا۔

ونود کمار ایک خوبصورت ہانڈ سم کا تندرست پچیس چھبیس سال کا نوجوان تھا۔ چہرے پر کسی قسم کا ملال تھا نہ سنجیدگی، بلکہ حسب معمول وہ ہنستا ہوا بشاش نظر آرہا تھا۔ اس نے ضمانت پر بھی رہا ہونے سے انکار کردیا تھا۔

عدالت کے کمرے میں ایک گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی کہ جج صاحب کی آواز سنائی دی۔

"ونود صاحب آپ کو اپنی صفائی میں کچھ کہنا ہے؟"

ونود جیسے کسی گہری سوچ سے چونک پڑا اور پھر بولا

"جی مجھے اس کے سوا اور کچھ نہیں کہنا ہے کہ میں نے ڈاکٹر رمیش اور اپنی بیوی انیتا کا خون کیا ہے"

"آپ نے اپنا کوئی وکیل صفائی نہیں کیا ہے"

"وکیل صفائی کی کیا ضرورت ہے حضور والا جبکہ میں خود اپنے جرم کا اقبال کر رہا ہوں"

"لیکن آپ کو اپنا کوئی وکیل ضرور کر لینا چاہئے تھا"

"آپ درست کہتے ہیں جناب - وکیل وہ کرتا ہے جو اپنے جرم سے بچنے کے لئے فضول کی بحث گواہوں کے غلط صحیح بیانات اور قانون کی آڑ لیکر اپنے کو بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن میرے کیس میں ایسا نہیں ہے - میں کسی بھی قانون کے تحت بے گناہ نہیں ہوں - میں نے جرم کیا ہے جسکی سزا مجھے ضرور ملنی چاہئے" اور یہ کہہ کر ونود خاموش ہوگیا

اس کے اس بیان سے عدالت کے کمرے میں کھسر پھسر کی سی بھنبھناہٹ پھیل گئی - اور ہر شخص محو حیرت تھا - کہ ونود اپنی صفائی میں کیوں کچھ نہیں کہنا چاہتا - جج صاحب بھی کچھ دیر کے لئے سوچ میں پڑ گئے، اور تھوڑی دیر بعد ونود سے مخاطب ہو کر بولے

"ونود صاحب کیا آپ عدالت کے کچھ سوالوں کا جواب دینے کی زحمت گوارہ کریں گے؟"

"ضرور پوچھئے حضور والا"

"کیا یہ سچ ہے کہ آپ کی دوستی ڈاکٹر رمیش سے تھی اور آپ لوگ ایک دوسرے کے گہرے دوست تھے"

"جی ہاں جناب وہ میرا بہترین دوست تھا"

"کیا یہ بھی درست ہے کہ آپ اپنی بیوی سے بے انتہا محبت کرتے تھے؟"

... ہم سے کبھی کوئی بات نہیں چھپاتا تھا اور وہ بھی مجھے اپنا دیوتا سمجھتی تھی۔ ہم لوگوں کی زندگی بہت خوشگوار تھی۔"

"تو پھر آپ نے اپنی محبت، خلوص اور دوستی کے باوجود دونوں کا قتل کر دیا۔ وہ کون سا جذبہ تھا جس سے مجبور ہو کر آپ دفعہ ۳۰۲ کے مرتکب ہوئے؟"

ونود کمار نے گردن جھکالی۔ عدالت کے سکوت میں ایک بار پھر چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور ہر شخص ہمہ تن گوش ہو کر ونود کا بیان سننے کے لئے بے قرار نظر آنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ونود نے سر اٹھایا، مجمع پر نظر ڈالی۔ اُنکے چہرے پر پسینے کی بوندیں نمودار تھیں۔ جیسے وہ کسی ذہنی کرب میں مبتلا ہو۔ اور پھر اُس نے جج صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"حضور والا اقبالی مجرم کیلئے کیا یہ ضروری ہے کہ وہ اُن جذبات کا بھی اظہار کرے جس کے تحت اُس نے خون کیا ہو؟"

"لیکن عدالت یہ پوچھنا چاہے گی تاکہ فیصلہ کرتے وقت وہ ہر بات کو مدِنظر رکھ سکے۔ امید ہے کہ تم اپنے مفصل بیان سے آگاہ کرو گے۔"

"حضور میں تو نہیں چاہتا تھا کہ ان جذبات کا اظہار عدالت کے روبرو کروں لیکن آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے واقعات کا اظہار کرنے پر مجبور ہوں۔ انیتا سے میری شادی قریب ایک سال ہوا بڑے پُرخلوص ماحول میں ہوئی تھی۔ انیتا نے اپنے حسن سلوک اور محبت سے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ وہ ایک بہت ہی وفادار بیوی تھی اُس نے کبھی کوئی بات میری مرضی کے خلاف نہیں کی تھی ہم میاں بیوی ایک دوسرے کو پاکر بیحد خوش تھے۔ چھ ماہ بعد میرا تبادلہ اس شہر میں ہوا یہاں آ کر بھی ہم دونوں کی ازدواجی زندگی میں کوئی فرق نہ آیا ہم اپنے چھوٹے سے فلیٹ میں بڑے آرام اور چین سے زندگی گزار رہے تھے۔

"آپ کی ملاقات ڈاکٹر رمیش سے کب ہوئی؟" جج صاحب نے سوال کیا۔

"انیتا کی بیماری کے سلسلے میں اُن کا آنا جانا میرے یہاں شروع ہوا تھا۔ پھر ہم لوگ ایک دوسرے کے بہترین دوست ہو گئے۔ کلبوں میں پارٹیوں میں ہم لوگ اکثر ایک دوسرے سے ملتے رہتے تھے اور وہ اکثر میرے ساتھ شکار میں بھی جایا کرتے تھے۔ وہ ایک اچھا شکاری بھی تھا۔" ونود اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"کیا انیتا بھی ڈاکٹر رمیش کے گھر جایا کرتی تھی؟" جج صاحب نے سوال کیا

"کبھی نہیں جناب والا۔ انیتا سوائے اپنے گھر کے کسی کے یہاں نہیں جاتی تھی۔ پھر جہاں تک مجھے علم ہے ڈاکٹر رمیش بھی میری غیر موجودگی میں میرے گھر کبھی نہیں آیا۔ مجھے اُس پر کافی بھروسہ اور اُس کی دوستی پر فخر تھا۔"

"تو گویا آپ کو اپنی بیوی اور ڈاکٹر رمیش کے چال چلن پر کبھی بھی شک نہ تھا؟" جج صاحب نے سوال کیا

"قطعی نہیں جناب میں نے ایسی کوئی بات اُن لوگوں کے درمیان نہیں دیکھی جسکی بنا پر میں ان پر شک کرتا۔" ونود نے جواب دیا

"تو پھر ۲۶ دسمبر کو صبح پانچ بجے آپ نے ایسی کونسی بات دیکھی جسکی بنا پر آپ نے دونوں کا خون کر دیا۔ جبکہ آپ کو دونوں کے چال چلن پر اسقدر اعتماد تھا؟" یہ کہکر جج صاحب ونود کی طرف دیکھنے لگے۔

ونود نے گردن جھکائی اور تھوڑے وقفے کے بعد بولا۔

"حضور جب یقین، سچائی، عزت، اور آبرو کی دھجیاں بکھر جاتی ہیں تو انسان وہی کرتا ہے جو میں نے کیا۔ ایک دن پہلے کی بات ہے میں نے شکار کا پروگرام بنایا اور حسب معمول دوستوں کے ساتھ ڈاکٹر رمیش کو بھی شرکت کے لئے دعوت دینے کے لئے اُنکے مطب خانہ تک گیا۔ لیکن اُنھوں نے شدید درد کا بہانہ بنا کر ساتھ جانے سے انکار کر دیا میں نے اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دی کیونکہ اسکو اکثر یہ شکایت ہو جایا کرتی تھی۔ میں نے جب انیتا سے کہا کہ میں کل صبح بغیر ڈاکٹر رمیش کے شکار پر جا رہا ہوں دوسرے دوستوں کے ہمراہ تو اُسے کوئی حیرت نہیں ہوئی اُس نے یہ ضرور کہا کہ اگر آپ بھی نہ جائیں تو اچھا ہے کیونکہ آپ کو بغیر رمیش کے شکار کا لطف نہ آئے گا۔ لیکن پروگرام بن چکا تھا۔ اور مجھے جانا تھا۔ ٹھیک چار بجے صبح انیتا نے مجھے جگا دیا۔ وہ میرے ناشتہ وغیرہ کا سامان کر چکی تھی میں نے جلدی جلدی سب کچھ پیک کیا اور چائے پینے کے بعد بندوق اور کارتوس لیکر نکل پڑا سردی بہت تیز تھی میں نے گھڑی دیکھی تو ساڑھے چار بج چکے تھے۔ میری جیپ گاڑی خراب تھی اس لئے پروگرام کے مطابق اپنے ایک دوست کی جیپ جو کہ میرے گھر کے قریب ایک فرلانگ پر رہتا تھا لینی تھی میں چسٹر کا کالر اٹھائے ہوئے تیزی سے جا رہا تھا۔ جب گھر سے کچھ دور ایک گلی کے موڑ پر گھومنے ہی والا تھا کہ میں نے دیکھا ایک شخص میرے گھر کی طرف آہستہ آہستہ سوٹ میں ملبوس چلا جا رہا تھا۔ میں رک گیا۔ جب وہ لیمپ پوسٹ کے نیچے سے گزر رہا تھا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ وہ شخص ڈاکٹر رمیش تھا میں کھڑا سوچتا رہا کہ اس وقت میرے یہاں آنے کی کیا ضرورت

تھی۔ کیا وہ میرے ساتھ شکار پر جانے کے لئے آیا ہے پھر مجھے کیا کرنا چاہئے اور میرے قدم گھر کی طرف لوٹ پڑے۔ تھوڑی دیر بعد میں اپنے فلیٹ پر پہنچ گیا۔ باہر کا دروازہ بند دیکھ کر مجھے تعجب ہوا اور شک بھی میں دبے پاؤں پیچھے کی جانب جاکر باتھ روم میں چھپ گیا جس کا دروازہ باہر ہی سے کھلتا تھا ڈاکٹر رمیش کی آواز انیتا کے کمرے سے آ رہی تھی وہ کہہ رہا تھا۔

"ڈارلنگ ونود کب گیا"

"وہ تو ابھی تھوڑی دیر ہوئی گئے ہیں۔ انیتا کی آواز آئی۔ میں تو ڈر گئی کہیں راستے میں انکی ملاقات نہ ہو گئی ہو۔ آپ نے اچھا نہیں کیا آپ کو بھی اُن کے ساتھ شکار کو جانا چاہئے تھا۔ آپ کو اس وقت میرے پاس ہرگز نہ آنا تھا"

"میں دل سے مجبور تھا انیتا۔ اب مجھ میں برداشت کی طاقت نہیں رہ گئی کالج کے زمانے سے آج تک میں تمہاری محبت اور تمہاری یاد کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے تڑپ رہا ہوں۔ تم سے شادی کرنے کے لئے میں نے کیا کیا جتن کئے۔ کیا تمہیں یاد نہیں مگر تمہارے باپ نے ونود کو مجھ پر ترجیح دی اور تمہیں ونود کے پلو سے باندھ دیا"

"تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ اب تو میں ونود کی امانت ہوں" یہ کہہ کر انیتا خاموش ہو گئی "آپ کو مجھ سے اب اس قسم کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں"

میری حالت ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی میرے کانوں میں یہ الفاظ کھولتے ہوئے شیشے کیطرح گھسے جا رہے تھے۔ میرا سر چکرا رہا تھا مجھے باتھ روم کی ہر چیز گھومتی ہوئی نظر آ رہی تھی جسم میں ایک جوالا مکھی ابل رہا تھا ڈاکٹر رمیش نے پھر اس کا کیا جواب دیا میں کچھ نہ سن سکا اور پھر میرے ہاتھ خود بخود جیب میں پڑے کارتوس پر جا پہنچے میں نے دو ایل جی کارتوس دونلی بندوق میں بھر لئے میری آنکھوں کے چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ انیتا کے بیڈ روم میں اب مکمل خاموشی تھی میں تیزی کے ساتھ دبے پاؤں انیتا کے کمرے میں داخل ہو گیا"

"اُف! وہ شرمناک منظر دیکھ کر میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں ڈاکٹر رمیش کا کالا سوٹ اور انیتا کی ساڑی صوفہ پر پڑی تھی اور وہ دونوں ایک کمبل اوڑھے ہوئے ایک دوسرے کی باہوں میں لپٹے ہوئے تھے۔ اور پھر مجھے فیصلہ کرنے میں ذرا بھی دیر نہ لگی میں نے دونوں گولیاں یکے بعد دیگرے اُن کے سینوں پر داغ دیں یہ سب اتنی جلدی ہوا کہ وہ جسطرح لیٹے تھے لیٹے رہ گئے میری دونوں گولیوں نے اُن کے سینے کے پرخچے اڑا دئے تھے۔ گولیوں کی آواز نے دوسرے فلیٹ کے لوگوں کو بھی پریشان کر دیا وہ لوگ میرے فلیٹ کے چاروں طرف جمع ہو گئے اب مجھے قدرے سکون ہو چلا تھا اور میں نے خود ہی ٹیلیفون سے تھانہ انچارج کو اپنے یہاں بلوایا اور اپنے آپ کو انکے حوالے کر دیا" یہ کہہ کر ونود خاموش ہو گیا۔

عدالت کے کمرے میں کچھ دیر کے لئے سکوت چھا گیا پھر تھوڑی دیر بعد جج صاحب کی آواز سنائی دی اور اسی کے ساتھ انھوں نے میز پر سربمہر کپڑے میں لپٹی ہوئی بندوق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ونود صاحب کیا یہ وہی بندوق ہے جس سے آپ نے خون کیا؟"

"جی ہاں حضور والا! یہ میری لائیسنس شدہ بندوق ہے" اور پھر یکایک ونود کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اُس نے کہا

"یہ وہی بندوق ہے جسکا لائیسنس لیتے وقت میں نے جان مال کی حفاظت کے لئے فارم بھرا تھا یہ وہی بندوق ہے جسکے لئے سرکار نے مجھے قانون کی رو سے پورا اختیار دیا تھا۔ کہ اگر کوئی چور اچکا میرے گھر میں مال و دولت لوٹنے کے لئے اچانک گھس آئے تو میں اُس بندوق سے اُسے مار بھی سکتا ہوں! کیا یہ غلط ہے؟ ونود نے عدالت سے سوال کیا۔

"یہ تو درست ہے لیکن ڈاکٹر رمیش آپکی دولت لوٹنے کی غرض سے نہیں آیا تھا"

ونود کے چہرے پر ایک پھیکی مسکراہٹ پھیل گئی اور اُس نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے پرجوش لہجہ میں کہا

"کاش وہ میری دولت میرا سامان سب کچھ لوٹ لے جاتا تو بہتر تھا میں اُسے معاف بھی کر دیتا اسلئے کہ وہ میرا عزیز اور قابل اعتماد دوست تھا۔ میں اپنی کھوئی ہوئی دولت پھر جمع کر سکتا تھا۔ لیکن جناب میری عزت میری آبرو میرا خاندانی وقار میری ہی آنکھوں کے سامنے لوٹ رہا تھا۔ شرافت اور انسانیت کی دھجیاں بکھیر رہا تھا۔ دوستی اور محبت کی لاش کی بوٹیاں نوچ رہا تھا۔ کیا ایسی حالت میں کوئی بھی خوددار انسان برداشت کر سکتا ہے وہ بھی وہی کرتا جو میں نے کیا میں عدالت سے کسی قسم کی رحم کی درخواست نہیں کروں گا۔ مگر ایک سوال ضرور پوچھوں گا۔ کہ قانون میں کوئی ایسی دفعہ بھی ہے۔ جو

کسی کی لٹی ہوئی عزت آبرو کو دوبارہ واپس دلا سکے۔ یقیناً کوئی ایسا قانون یا کوئی ایسی دفعہ موجود نہیں ہے دنیا کی لٹی ہوئی ہر چیز دوبارہ مل سکتی ہے لیکن انسان کی عزت لٹنے کے بعد دوبارہ نہیں مل سکتی لہٰذا قانون کی رو سے جتنی کڑی سے کڑی سزا ہو مجھے دیجئے۔"

ونود کے اس بیان پر عدالت کے کمرہ میں ایک ہلچل سی مچ گئی اور تھوڑی دیر بعد جج صاحب اٹھکر اپنے چیمبر میں چلے گئے۔ فیصلہ کی تاریخ پڑ چکی تھی۔

ونود بھیڑ کے درمیان ہتھکڑی پہنے ہوئے بڑی شان اور تمکنت کے ساتھ مسکراتا ہوا عدالت کے کمرہ سے باہر آرہا تھا۔

ٹھیک پندرہ دن بعد عدالت کے کمرہ میں پہلے سے کہیں زیادہ بھیڑ تھی آج اس دوہرے قتل کا فیصلہ سنایا جانے والا تھا۔ لوگ ایک دوسرے سے سرگوشیاں کررہے تھے۔ ٹھیک دس بجے جج صاحب عدالت میں آئے اور اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ عدالت کے کمرہ میں مکمل سناٹا تھا۔ اور ہر شخص فیصلہ سننے کے لئے بیقرار تھا۔ جج صاحب نے فائل سے کاغذات نکالے اور بہ آواز بلند پڑھنا شروع کیا۔

"ملزم ونود کمار نے اپنی بیوی انیتا اور اپنے دوست ڈاکٹر رمیش کے قتل کا اقبال کرتے ہوئے جو بیان عدالت کے روبرو دیا ہے اسکو عدالت حالات اور واقعات کی روشنی میں صحیح مانتی ہے۔ کیونکہ اس کیس میں کوئی چشم دید گواہ نہیں اور نہ تو کوئی گواہ صفائی ملزم کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ لہٰذا عدالت ملزم کے بیانات اور اسکے جذبۂ قتل کو دیکھتے ہوئے قانون کی دفعہ ۳۰۲ کے تحت ملزم ونود کمار کو دس سال کی سزا دیتی ہے۔ اور یہ کہہ کر جج صاحب گردن جھکائے خاموشی کے ساتھ اپنے چیمبر میں چلے گئے۔



شادی کے فوراً ہی بعد طلاق

مغربی ممالک میں شادی شدہ جوڑوں کی بے کیف زندگی

(از زبیدہ سلطانہ صاحبہ دہلوی)

زبیدہ بہن کا یہ مضمون اس اعتبار سے بے حد اہم ہے کیونکہ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ تہذیب جدید جس کی وبا ہمارے ملک میں بھی پھیل رہی ہے ازدواجی زندگی کے لئے مغربی ممالک کے لئے کس طرح زہر ثابت ہو رہی ہے۔

جس طرح انگلستان میں ازدواجی تعلقات کی ماہر ڈاکٹر میری اسٹوپس بہت مشہور ہیں اسی طرح امریکہ میں یہ ڈاکٹر جو ائش کو ازدواجی تعلقات کا ماہر تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ امریکہ کی مشہور کالم نویس خاتون ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے امریکن ہاسپٹل ایسوسی ایشن شکاگو کے ایک کنونشن کے موقع پر "ازدواجی تعلقات" کے عنوان پر تقریر کرتے ہوئے جو کچھ کہا ہے اس سے ہمارے ہندوستانی بھائیوں اور بہنوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جو مغربی تہذیب کی جانب کھنچے چلے جا رہے ہیں۔ ان کی رائے ہے کہ "جدید تہذیب نے ہماری معاشرتی زندگی کو بالکل ہی برباد کر کے رکھ دیا ہے"۔ ذیل میں اپنے بھائیوں اور بہنوں کی معلومات کے لئے ہم اس ماہر نفسیات خاتون کی تقریر کے بعض حصے درج کر رہے ہیں جو انہوں نے اپنی تقریر میں کہا ہے۔

"پچاس کے قریب امریکہ کے شادی شدہ جوڑوں کا سروے کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ تقریباً نصف تعداد امریکن جوڑے بڑی کلفت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کے لئے شادی خانہ آبادی جہنم کا ٹکڑا ہے [illegible] شادیوں میں [illegible] کا انجام شادی کے چند [illegible] ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن ان میں سے جو جوڑے اگرچہ [illegible] محبت اور مسرت [illegible] بچوں کی پرورش [illegible] ازدواجی تعلق [illegible] ہیں جو کسی قدر سکون کی زندگی گزار رہے ہوں ورنہ تقریباً سب ہی شادیاں ناکام ہوتی ہیں"

امریکنوں کی ازدواجی زندگی کی ان تلخیوں کا باعث کیا ہے؟ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر جو ائش نے کہا ہے "شادی کا مسئلہ ایک بہت ہی اہم معاشرتی مسئلہ ہے۔ نہ اس کا مادیات سے تعلق ہے اور نہ نفسانیت سے۔ جو شادیاں بھی مالی منفعت کی غرض سے یا نفسانی خواہشات کے تحت کی جاتی ہیں۔ وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتیں اور ہمارے ملک میں عام طور پر شادیوں کی ناکامی اور شادی شدہ جوڑوں میں تعلقات کی کشیدگی کا بڑا باعث یہی ہے کہ ہمارے ہاں شادیاں یا تو مالی منفعت کے لئے کی جاتی ہیں یا نفسانی خواہشات سے مغلوب ہو کر۔ اور بعض شادیاں محض [illegible] کا نتیجہ ہوتی ہیں پھر وہ کیونکر کامیاب ہو سکتی ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ عورتیں ایسے مردوں سے شادیاں کرنا زیادہ پسند کرتی ہیں جو دولت میں کھیل رہے ہوں۔ انہیں اپنی جانب متوجہ کرنے کے لئے یہ کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتیں اور بعض اوقات شادی سے پہلے جنسی تعلق پیدا کرنے میں بھی کوئی عار نہیں سمجھتیں۔ ایسی شادیاں چونکہ پست اغراض کے ماتحت ہوتی ہیں اس لئے ان کا ناکام ہو جانا ایک قدرتی بات ہے"

ازدواجی تعلقات پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے اپنی تقریر میں آگے چل کر ڈاکٹر جو ائش نے کہا ہے "دنیا کا ہر انسان محبت اور خلوص کا بھوکا ہے۔ جہاں اسے خلوص یا محبت ملتی ہے اسی طرف وہ جھک جاتا ہے۔ اور شادی شدہ زندگی میں تو خصوصیت کے ساتھ خلوص اور محبت کی

کہ شہنشاہی اُس کے نصیب میں تھی۔ اب وہ ہندوستان کا بادشاہ تھا۔

"دربارِ خاص گرم تھا۔ اُمرائے دولت اپنے اپنے منصب کے مطابق بیٹھے تھے۔ شراب سے لبریز مرصّع جام بابر کے سامنے رکھے ہوئے تھے۔

دنیا میں اُسے کوئی چیز عزیز تھی تو بہترین شراب۔

"افغان باغیوں کا کیا حشر ہوا؟" اُس نے جام منہ سے لگاتے ہوئے سوال کیا۔

"عالم پناہ کی ہیبت و جلال سے ڈر کر جانیں بچا کر علاقۂ بنگال میں جا چھپے ہیں۔" ایک سردار نے جواب دیا۔

"اُن کی سرکوبی دراصل استحکامِ سلطنت کے لئے ضروری ہے۔" بابر نے جام رکھتے ہوئے کہا۔

مصیبتیں..... آفتیں..... لڑائیاں اُس کے نصیب میں تھیں۔ اُس کی زندگی عیش و آرام سے محروم۔ سکون و اطمینان سے خالی۔ ایک جاں نثار حاضرِ بارگاہ ہو کر آداب بجا لایا۔

"کہو کیا خبر لائے ہو؟" بابر نے دریافت کیا۔

"اقبال سلامت! میواڑ کے راجہ سنگرام سنگھ نے لشکرِ جرار لیکر خاکم بدہن دولتِ اقبال کی بربادی کا عزم کیا ہے۔" سردار نے جواب دیا۔

"کون سنگرام سنگھ۔ اور ہماری دولت کا مخالف، وہ تو دولتِ اقبال کا طرفدار تھا۔ ابھی پورا سال بھی نہیں گزرا۔ کل کی بات ہے کہ اُس نے ہماری دولت کو اپنی دوستی کا یقین دلاتے ہوئے ہندوستان پر لشکر کشی کی دعوت دی تھی۔" بابر نے کہا۔

اُس کی آنکھیں غصہ سے لال ہو گئیں۔ اُس کی رگوں میں تیموری خون کھولنے لگا وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"جہاں پناہ! ان لوگوں کی دوستی ناپائیدار ہے۔ اُن کے اقوال غلط ان کے وعدے ناقابلِ اعتبار۔ یہ بندۂ وقت ہیں۔ خود غرض ہیں مطلب آشنا ہیں۔" سردار نے کہا۔

"پھر تو ہماری دولت کو بھی اُس کی دوستی کی ضرورت نہیں۔ اُس کی مخالفت کی ساعت نہیں ہماری اُس کی مخالفت کا خوف نہیں۔ وہ حریفِ اقبال بن کر بابری شمشیر کے جوہر دیکھنا چاہتا ہے تو ضرور دیکھے۔" بابر نے شمشیر میان سے کھینچتے ہوئے کہا۔

"لشکر تیار کرو۔" یہ حکم دے کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا فوج خانے میں

بھی جنگ چھڑ گئی۔ موت سے کھیلنے والے بہادر تلواروں کی بارشیں دیکھنے لگے۔ خدا پر بھروسہ رکھنے والی بابری ہمت میدانِ جنگ میں ہندوستان کے بہادر راجپوتوں کی طاقت کے مقابل آگئی۔

راجپوتوں کی بہادری کے افسانے، اُن کی تیغ زنی کے قصے، اُن کی جوانمردی کی حکایتیں ہندوستان کی تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھی جا چکی ہیں۔ اُن کا مقابلہ دشوار، اُن سے لڑنا مشکل، اُن پر فتح پانا آسان نہ تھا۔ ایک نو وارد نجومی کی پیشین گوئی کہ "راجپوتوں پر بادشاہ کا فتحیاب ہونا ناممکن ہے" غلط نہ تھی۔

مختصر سی بابری فوج دشمن کی طاقت و کثرت دیکھ کر گھبرا گئی۔ فوج میں انتشار تھا۔ خوف تھا، ہراس تھا۔ حوصلے پست تھے۔ موت آنکھوں کے سامنے پھر رہی تھی۔

بابر بھی مضمحل تھا، آزردہ تھا، حیران تھا، پریشان تھا۔ سخت مشکل میں تھا۔ وہ اپنے خیمہ میں مسند لگائے عالمِ سکوت میں بیٹھا تھا ابراہیم لودی کی بربادی کا نقشہ، حکومت کا انقلاب اُس کی نظروں میں پھر رہا تھا۔ یتیم بچوں کی گریہ و زاری، بیوہ و لاوارث عورتوں کی فریاد، اُس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ یکایک وہ خیمہ سے نکلا حکم دیا "جنس و نقد خدا کی راہ میں خیرات کیا جائے۔"

وہ مضطرب تھا، فتح و شکست کے خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔

"خیرات و صدقہ بلاؤں کو ٹال دیتا ہے، مشکلوں کو حل کرتا ہے۔" دل ہی دل میں کہتے ہوئے اُس نے شراب کا جام اُٹھایا۔

"بابر خدا کی راہ میں عزیز ترین و پسندیدہ شئے قربان کر۔" اُس کے دل سے اک آواز آئی۔ وہ چونک پڑا۔ ہاتھ سے جام اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا، اب وہ سر جھکائے خاموش بیٹھا تھا۔ تخیلات کی گہرائیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ بارگاہِ ایزدی میں کیا قربان کرے۔ یکایک اُس نے آنکھیں کھولیں، سر اُٹھایا۔ اُس کی نظر جام و صراحی پر پڑی۔ اُس نے جام اُٹھایا اور منہ تک لیجا کر رکھ دیا۔ اور آپ ہی آپ کہنے لگا: "انسان کو دنیا میں مال و دولت، جاہ و حشمت، اہل و عیال، شوکت و طاقت بے حد پسند ہے۔ جن کے لئے وہ اپنی جان خطرے میں ڈال دیتا ہے۔ عیش و آرام ختم کر دیتا ہے۔ بیشک ٹھیک ہے لیکن ان سب چیزوں سے بھی زیادہ انسان کو خود عزیز ہے جس پر وہ سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صفات انا و غرور

بارگاہِ بے نیاز میں سجدے کے قابل ہو

وہ اٹھا اس نے وضو کیا اور اپنی پیشانی کو بارگاہِ بے نیاز میں جھکا دیا۔ اور کہنا شروع کیا "اے خدا اے بے نیاز تیرے بابر کو دنیا میں اگر کوئی چیز پسند ہے تو نفیس شراب۔ اس کی مے نوشی کی عادت جزو زندگی بن چکی ہے۔ یہ گناہ اور سب سے بڑا گناہ آج سے دنیا کی ہر نعمت سے عزیز تر ہے۔ آج اسی کا نذرانہ ہدیہ تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں۔ توبہ کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ اب کبھی شراب نہ پیوں گا۔ میری توبہ کو قبول فرما اور اپنے فضل و کرم سے جنگ میں فتح عطا فرما" یہ کہتے ہوئے اس نے سجدے سے سر اٹھایا۔ اس کی آنکھوں سے اشک رواں تھے۔ اب وہ اٹھا اور شراب کے قیمتی ظروف توڑ ڈالے اب وہ مطمئن تھا۔ مسرور تھا۔ اس نے ایک جام مے کے عوض ہندوستان کی شہنشاہیت خرید لی تھی فتح و ظفر نے اس کے قدم چوم لئے تھے۔

شیر دل بابر خیمہ سے نکلا اور فتح سے مایوس و ناامید فوج کو جمع کر کے کہا "بہادرو! تم دلیر ہو، تمہاری رگوں میں بہادروں کا خون ہے تم کافروں سے جہاد کرنے نکلے ہو۔ تم نے خدا کی راہ میں تلوار اٹھائی ہے۔ تمہاری فتح اسلام کی ترقی و شہرت کا سبب بنے گی۔ تم مر کر رتبہ شہادت حاصل کرو گے۔ ایک روز مرنا ضرور ہے۔ عزت و جوانمردی کی موت بزدلی و بدنامی کی زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ خدا کی رحمت سے مایوس ہونا کفر ہے..... ہمتِ مرداں مددِ خدا۔ بڑھو خدا کی مدد تمہارے ساتھ ہے"

بابر نے تلوار میان سے کھینچ لی "اللہ اکبر" کے فلک شگاف نعرہ سے میدان گونج اٹھا۔ اب بابری لشکر کا ہر جوان رستم و سہراب تھا۔ ہر بوڑھا زندہ اور ضعیف حوصلہ جوان تھے۔ مسلمان خدا کا نام لیکر بھوکے شیروں کی طرح راجپوتوں پر ٹوٹ پڑے۔ اُن کی شمشیر زنی و جوانمردی کے جوہر دیکھ کر نصرت و فتح نے ہاتھ چوم لئے۔

ہندوستان کا شہنشاہ خدائے عز و جل کی درگاہ میں ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا۔ وہ کامیابی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ اشکہائے نیاز اس کی آنکھوں سے رواں تھے "اے عزت و ذلت کے دینے والے ان مٹھی بھر مسلمانوں کی لاج تیرے ہاتھ ہے اپنے بابر پر رحم فرما میری توبہ قبول فرما"

اُس کی توبہ خدا کی جناب میں درجۂ قبولیت حاصل کر چکی تھی۔ اُس کی قربانی معمولی قربانی نہ تھی اُس نے ترکِ گناہ خالصاً للہ کیا تھا۔ بابِ رحمت اُس پر باز تھا۔ ناکامی کامیابی سے، شکست فتح سے، مشکل اور مصیبت راحت سے بدل چکی تھی۔

ظلِ اقبال سلامت فتح مبارک ہو" سرداران لشکر میں سے کسی نے قریب آ کر کہا۔ فرطِ مسرت سے بابر کی باچھیں کھل گئیں۔

"الحمد للہ زر و جواہر خدا کی راہ میں نثار کئے جائیں" یہ کہتے ہوئے بابر نے بارگاہِ قدوس میں فرقِ نیاز جھکا دیا اور سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور اس کے بعد ہندوستان میں اُس کی ایک ایسی مستحکم حکومت قائم ہو گئی جو صدیوں تک محبوبِ خلائق بنی رہی۔ اس نے جامِ مے کے عوض ہندوستان کی سلطنت خرید لی تھی۔

دین دنیا اگر آپ کو نہ ملے

تو یہ سمجھ لیجئے کہ ڈاکخانہ کی کوتاہی کا نتیجہ ہے تاریخ اشاعت سے دو دن پہلے دین دنیا ڈاک میں ڈال دیا جاتا ہے

ناظرین دین دنیا کے لئے ایک نفع بخش اسکیم

روپیہ بھی کمائیے

اور اپنے محبوب رسالہ دین دنیا کی بنیادوں کو بھی مستحکم کیجئے

دین دنیا کے قارئین غالباً اس چیز کو محسوس کرتے ہوں گے کہ "دین دنیا" اپنی نوعیت کا ہند اور پاکستان میں واحد ماہنامہ ہے جو گزشتہ نصف صدی سے بڑی بے جگری اور دیدہ دلیری کے ساتھ ملت اسلامیہ کی خدمت انجام دے رہا ہے اس میں وہ سب کچھ ہوتا ہے جس کی کہ اس الحاد اور بے دینی کے زمانہ میں مسلمانوں کو ضرورت ہے۔ اس کے بے لاگ سیاسی شذرات کی پورے ملک میں دھوم ہے۔ ان سیاسی شذرات کے ذریعہ یہ جریدہ نہ صرف مسلمانوں کو حالات حاضرہ سے آگاہ کرتا ہے بلکہ مخالفین اسلام کو دلائل کے ساتھ دندان شکن جواب بھی دیتا ہے۔ پھر یہ جریدہ قرآن پاک اور حدیث نبوی سے بھی مسلمانوں کو وابستہ رکھتا ہے۔ اور مسلمانوں کو اُن کے آبا و اجداد کی اُس تاریخ سے بھی آگاہ کرتا ہے جس کے مطالعہ سے مسلمانوں میں حوصلہ اور ولولہ بڑھتا ہے چنانچہ دین دنیا اسلامی تاریخ کی بڑی بڑی ضخیم کتابوں کی مدد سے ایسے نایاب مضامین شائع کرتا ہے۔ جو آپ کو کسی جریدہ میں بھی نہیں مل سکتے اس کے علاوہ یہ جریدہ اسلام کے بارے میں نہایت ہی سلجھے ہوئے اور عام فہم مضامین شائع کرکے اُن کے کردار کو اسلامی سانچے میں گزشتہ ۵۱ سال سے ڈھال رہا ہے۔ اور اپنے مضامین کے ذریعہ انہیں اس قابل بنا رہا ہے کہ وہ مخالفین اسلام کے سب ہی اعتراضات کا دندان شکن جواب دے سکیں یہ ایک ایسا جریدہ ہے جس سے کوئی گھر خالی نہیں رہنا چاہئے۔ اسی نیک مقصد کے لئے ہم ایک خاص اسکیم شروع کر رہے ہیں جو کہ اس گرانی کے زمانہ میں ہمارے لئے تو بہت مہنگی پڑے گی مگر ہم کو امید ہے کہ اس کے ذریعہ دین دنیا کی توسیع اشاعت میں بڑی مدد ملے گی۔

اور یہ نفع بخش اسکیم یہ ہے

دین دنیا کے قارئین صرف اتنا کریں کہ اپنی جد و جہد اور کوشش سے دو جدید خریداروں کا سالانہ چندہ ہمیں بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں۔ دو خریداروں کا سالانہ چندہ چالیس روپے ہوتا ہے اس چالیس روپے میں سے دس روپیہ اپنے کمیشن کے منہا کرکے ہمیں صرف تیس روپے بھیج دیں۔ اس طرح دین دنیا کے قارئین تھوڑی بہت مالی منفعت بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور ہمیں بھی دین دنیا کی توسیع اشاعت کے ذریعہ بڑی مدد مل سکتی ہے۔ بااثر حضرات اگر کوشش کریں تو وہ دو سے زیادہ بھی خریداروں کا چندہ اپنا کمیشن کاٹ کر ہمیں بھیج سکتے ہیں۔ اور اس طرح گھر بیٹھے اپنی آمدنی میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ مگر دو سے کم خریدار بھیجنے والوں کو کوئی کمیشن نہیں دیا جائے گا۔ منی آرڈر کے ساتھ جن نئے خریداروں کے نام ہمیں بھیجے جائیں گے اُن سب کے نام پورے ایک سال کے لئے دین دنیا شکریہ کے ساتھ جاری کر دیا جائے گا۔ یہ اسکیم محدود مدت کے لئے ہے دو ہزار جدید خریدار فراہم ہونے کے بعد یہ اسکیم بند کر دی جائے گی اس لئے آج ہی اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کیجئے۔ یہ یاد رہے کہ یہ اسکیم صرف جدید خریداروں کی فراہمی کے لئے ہے پرانے خریداروں کو حسب معمول پوری قیمت ادا کرنی ہوگی۔ ہم کو امید ہے کہ دین دنیا کے سب ہی قدردان دین دنیا کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے لئے اس اسکیم میں ہمارے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گے۔

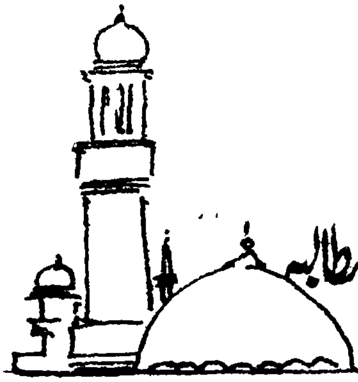
نیاز مند منیجر ماہنامہ دین دنیا۔ دین دنیا ہاؤس دہلی ۶

شرپسندوں سے خبردار



اِن کی سازش کا جواب
آپسی میل محبت

دنیائے اسلام پر ایک نظر



مصر انقلاب کے دہانے پر

خمینی کی حکومت لب دم ۔ غاصب روسی فوجوں کی واپسی کا مطالبہ

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

مصر انقلاب کے دہانے پر

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صدر انور سادات نے اپنے مرنے سے چند دن قبل جو پیشنگوئی کی تھی وہ اب پوری ہونے والی ہے۔ اور اس پیشنگوئی کے مطابق مصر کو ایک نئے انقلاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اپنی موت سے صرف چند روز قبل مرحوم سادات نے مغربی جرمنی کے ایک میگزین کو قاہرہ میں انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا۔

"مصر میں یوں تو اس وقت سیاسی استحکام موجود ہے لیکن اگر میں مر گیا تو انتہا پسند عناصر (مذہب پسند عناصر) اپنے مطالبہ کے حصول میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ جب تک میں زندہ ہوں اخوان المسلمین کچھ بھی نہیں کر سکیں گے لیکن میری موت کے بعد ممکن ہے کہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائیں۔"

اور اب اس پیشنگوئی کے مطابق انور سادات کی موت کے بعد وہ انتہا پسند مذہبی طبقہ جو سادات کی پالیسیوں کا شدید مخالف تھا تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ چنانچہ انور سادات کی تدفین کے صرف چند گھنٹوں بعد ہی۔ بندوق بردار مسلمان انتہا پسندوں نے وزیر داخلہ اسمٰعیل کے مکان پر حملہ کر کے بڑی تعداد میں سکیورٹی گارڈوں کو قتل کر دیا۔ وزیر داخلہ کا گھر دریائے نیل کے اس پار واقع ہے۔ بتایا گیا ہے کہ ایک ہی طرح کی دو گاڑیوں نے قاہرہ کے مختلف تھانوں اور وزیر داخلہ کے گھر پر حملے کئے ہیں۔

اسکے علاوہ اسیوطہ کی اطلاع کے مطابق مصر کے شہر اسیوطہ اور اس کے قریب کے کئی شہروں کا محاصرہ مذہب پسند طبقہ نے تین دن سے کر رکھا ہے یہ شہر قاہرہ سے تقریباً ۴۰۰ کلومیٹر جنوب میں واقع ہے۔ مسلح مذہب پسندوں کا مصری فوج اور پولیس سے برابر تصادم ہو رہا ہے۔ شہر میں سخت کشیدگی پائی جاتی ہے۔ اے۔ ایف۔ پی۔ کی اطلاع کے مطابق مسلمانوں کی ایک کٹر تنظیم نے جس کا نام "تکفیر و ہجرہ" بتایا گیا ہے شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ اور ان حقائق اور واقعات سے بجا طور پر یہ رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ عنقریب ہی مصر میں ایک نیا انقلاب رونما ہونے والا ہے۔

خمینی کی حکومت لب دم

تہران سے جو تازہ اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت ایران میں آیت اللہ خمینی کی حکومت شدید انتشار میں مبتلا ہے۔ آیت اللہ خمینی کے حامی لیڈروں کی ایک بڑی تعداد کی موت اور حادثات میں تباہ ہو چکی ہے۔ اور خمینی مخالف گروپ جسکے سربراہ ایران کے سابق صدر ابوالحسن بنی صدر ہیں وہ زور پکڑتا چلا جا رہا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تہران میں بڑے پیمانہ پر خمینی مخالف فسادات شروع ہو گئے ہیں۔ اور عام خیال یہ ہے کہ اب زیادہ مدت تک ایران میں کٹر مذہبی طبقہ کی حکومت باقی نہیں رہے گی۔

پیرس سے پریس ایشیا کے نامہ نگار احمد ملک نے اطلاع دی ہے کہ مغربی مبصرین کو یقین ہو گیا ہے کہ اب خمینی سرکار صرف چند مہینوں کی مہمان ہے۔ مسٹر بنی صدر کے ایک قریبی ساتھی نے پریس ایشیا کے نامہ نگار سے کہا ہے کہ اس سال کے خاتمہ سے شائد پہلے ہی خمینی کا دور ختم ہو جائے گا۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ خمینی کے مخالفین کے درمیان اتحاد قائم ہوتے ہی ایران کی سرحد پر بڑے پیمانہ پر گڑبڑ پیدا ہو سکتی ہے۔ خمینی حکومت کے مخالف اس وقت تک دو گروپ

میں بٹے ہوئے تھا۔ ایک گروپ میں مجاہدین اور بنی صدر ہیں۔ دوسرے گروپ میں شاہ کے حامی لوگ ہیں جن کی رہنمائی شاہ کے صاحبزادے رضا شاہ دوم اور شاہ کی بہن شہزادی اشرف کر رہی ہیں۔ یہ دونوں گروپ اس وقت تک علیحدہ علیحدہ اپنی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

لیکن توقع ہے کہ جلد ہی ابوالحسن بنی صدر اور شاہ گروپ میں اتحاد ہو جائے گا۔ نیز کرد بلوچی بھی خمینی حکومت کے خلاف بغاوت میں شامل ہو جائیں گے۔ اور اس طرح خمینی کی حکومت کے خلاف جلد ہی ایک ایسا مضبوط محاذ قائم ہو جائے گا جسکا شائد ملاؤں کی حکومت مشکل ہی سے مقابلہ کرسکے۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ دن ایران کے لئے نہایت مبارکبلد ثابت ہوگا۔ جس روز کی ایران پر سے ان ملاؤں کا اقتدار ختم ہوگا جو دراصل قاتل اور خونی دیوانوں کا اقتدار ہے اور جس کی بدولت سارے دنیا میں اسلام بری طرح رسوا ہوا ہے۔ اور جنھوں نے ایک نہایت مستحکم مسلم ملک کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔

غاصب روسی فوجوں کی واپسی کا مطالبہ

حال ہی میں میلبورن آسٹریلیا میں دولت مشترکہ کی جو کانفرنس ہوئی تھی اس نے یہ بھی طے کر دیا ہے کہ روسی غاصبوں کو جلد سے جلد اپنی فوجوں کو افغانستان سے واپس بلا لینا چاہئے۔ اور افغانی عوام کو اس بات کا پورا حق حاصل ہے کہ وہ غیر ملکی غلبہ سے آزاد ہو کر اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کریں۔

چنانچہ ملبورن کی اطلاع ہے کہ "دولت مشترکہ کے لیڈروں نے اپیل کی ہے کہ افغانستان سے غیر ملکی فوجوں کو واپس چلا جانا چاہئے۔ اور افغانستان کا مسئلہ فوجوں کے ذریعہ نہیں بلکہ سیاسی تصفیہ کی صورت میں حل ہونا چاہئے اور افغانی باشندوں کی آزادی اور خود مختاری کا پورا پورا احترام کرنا چاہیے"۔

دولت مشترکہ کے لیڈروں کے علاوہ دنیا کے سبھی ممالک کے رہنما اگرچہ افغانستان پر روسی غلبہ کی مذمت کر رہے ہیں۔ لیکن سوویٹ روس کارمل کی کٹھ پتلی حکومت کے سہارے بدستور افغانستان پر غاصبانہ قبضہ جمائے ہوئے ہے۔ جبکہ مجاہدین افغانستان بڑی بے جگری کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں۔ اور انھوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ کسی طرح بھی روس کے غاصبانہ قبضہ کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ افغان مجاہدین نے بڑی حوصلہ مندی سے کام لیتے ہوئے افغانستان کے اکثر و بیشتر مقامات کو روسی قبضہ سے نکال لیا ہے۔ اور روسیوں کو اپنی بے پناہ فوجی طاقت کے باوجود مجاہدین کے مقابلہ میں سخت جانی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔

دولت مشترکہ کے لیڈروں کے ہم شکرگزار ہیں۔ کہ انھوں نے روسی جارحیت کے خلاف اپنی آواز بلند کی لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ صرف لفظی مذمت کافی نہیں ہے بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ دولت مشترکہ کے لیڈر روسی جارحیت کے خلاف کوئی مضبوط قدم اٹھائیں اور کم از کم اقتصادی اور تجارتی تعلقات اس وقت تک کے لئے روس سے منقطع کرلیں۔ جب تک کہ روس افغانستان کے جارحانہ قبضہ سے دستبردار نہیں ہو جاتا۔

مصر کے نئے صدر بھی اسرائیل کے نیازمند

مصر کے نئے صدر حسنی مبارک جو صدر سادات کے قتل کے بعد اُن کے جانشین چنے گئے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ مشرق وسطیٰ میں امن کے قیام کے لئے مرحوم صدر سادات کی پالیسی جاری رکھیں گے ایک پریس کانفرنس میں بیان دیتے ہوئے انھوں نے کہا ہے کہ مصر اپنی پالیسی کا رخ تبدیل نہیں کرے گا۔ مصر اور اسرائیل کے تعلقات کی وضاحت کرتے ہوئے انھوں نے کہا ہے کہ مصر کی حکومت اسرائیل کے ساتھ تعلقات کو خوشگوار بنانے کی کوشش کرتی رہے گی۔ اور اسرائیل کے ساتھ کیمپ ڈیوڈ کے معاہدہ کی پابندی کرے گی۔ مسٹر حسن مبارک ۱۹۷۵ء سے مصر کے نائب صدر ہیں اور شروع ہی سے صدر انور سادات کی پالیسی کے بنانے میں اُن کا ہاتھ رہا ہے۔

ایک طرف تو مصر کے نئے صدر حسنی نے اعلان کیا ہے کہ وہ بدستور اسرائیل سے دوستانہ روابط قائم رکھیں گے دوسری جانب مصر فضائیہ کے سابق چیف آف اسٹاف جنرل شاذلی نے نئے صدر کو چیلنج کیا ہے کہ اگر وہ سادات کی عرب کش پالیسی پر چلتے رہے تو اسکا انہیں سخت خمیازہ برداشت کرنا ہوگا۔ جنرل شاذلی مصر کے ایک مایہ ناز سپہ سالار ہیں۔ انھوں نے اکتوبر ۱۹۷۳ء کی جنگ رمضان میں نہر سوئز پار کرنے والی اور اسرائیل کی بارلیف لائن توڑنے والی مصری افواج کی قیادت کی تھی لیکن ان کے اس مجاہدانہ

کارنامہ کے کچھ عرصہ بعد کوئی وجہ بتائے بغیر فوجی عہدہ سے انہیں برطرف کردیا گیا تھا اور وہ برطرفی کے بعد لیبیا چلے گئے تھے۔ اور غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ اسرائیل پر فتح کے بعد انہیں مصر میں جو غیر معمولی ہر دلعزیزی حاصل ہوگئی تھی۔ اس سے صدر سادات کو اپنے لئے خطرہ پیدا ہوگیا

اور اب اسی لائق فوجی جنرل سعدالدین شاذلی نے مصر کے نئے صدر حسنی کو الٹی میٹم دیدیا ہے کہ وہ اس غلط راستہ کو چھوڑ دیں جو انھوں نے سادات کے زمانہ میں اختیار کر رکھا تھا۔ ورنہ مصری عوام بغاوت کے لئے مجبور ہو جائیں گے۔ چنانچہ جنرل شاذلی کے اس چیلنج کو مصر میں بہت بڑی اہمیت دی جارہی ہے۔ اور عام خیال یہ ہے کہ اگر نئے صدر حسنی سادات کی عرب دشمن پالیسی پر چلتے رہے تو اسکے نتائج خود مصر اور خود صدر حسنی کے لئے نہایت مضر ثابت ہوسکتے ہیں۔

مصر میں امریکہ کے فوجی اڈے

انور سادات کی موت کے فوراً ہی بعد امریکہ کی جانب سے یہ اعلان بہت ہی معنی خیز ہے کہ امریکہ عنقریب مصر میں فوجی مشقوں کا ایک نیا سلسلہ شروع کرنے والا ہے۔ چنانچہ ایسوسی ایٹڈ پریس نے ۱۳ر اکتوبر کو واشنگٹن سے ایک اطلاع دی ہے کہ آئندہ ماہ امریکہ کی جانب سے مصر میں بڑے پیمانہ پر فوجی مشقیں کی جائیں گی جن میں کہ بی ۵۲ بمبار طیاروں کی شرکت کا امکان ہے۔ اور اس سے شبہ ہوتا ہے کہ مصر اور امریکہ کے مابین کوئی ایسا خفیہ معاہدہ ہوچکا ہے جس کی رو سے مصر کے فوجی اڈوں کو امریکہ استعمال کرسکے گا۔

یہ بات یاد رہے کہ اسرائیل اور مصر کے درمیان کیمپ ڈیوڈ میں جو عرب دشمن معاہدہ ہوا تھا اس کے تحت یہ بات بھی طے پاگئی تھی کہ سینائی کے وہ دو ہوائی اڈے جو اسرائیل نے تعمیر کئے تھے مصر کے حوالے کردے جائیں گے۔ لیکن اسرائیل کی خواہش یہ تھی کہ یہ ہوائی اڈے مصر اسرائیل سے لینے کے بعد امریکہ کے حوالے کردے اور ساتھ ہی اسرائیل نے یہ دھمکی بھی دی تھی کہ اگر مصر نے ایسا نہ کیا تو وہ ان دونوں ہوائی اڈوں کو تباہ کردے گا۔ اور اسی سلسلہ میں امریکی ہوا بازی سے متعلق ایک رسالہ میں پچھلے دنوں یہ اطلاع شائع ہوئی تھی کہ اسرائیل برابر امریکہ پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ وہ جس طرح بھی ممکن ہو یہ ہوائی اڈے مصر سے حاصل کرلے۔ اور انہیں بطور امریکی فوجی اڈوں کے استعمال کرے کیونکہ یہ اڈے جدید ترین آلات سے آراستہ ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب امریکہ کو مصر کے یہ فوجی ہوائی اڈے مل گئے ہیں۔ اور اسی لئے مصر میں مشقوں کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔

مصر کی یہ انتہائی بدقسمتی ہے کہ وہ نہ صرف عرب ممالک سے کٹ گیا ہے بلکہ بالکل ہی امریکہ کا آلہ کار بن چکا ہے۔ اور مصر کی اس غلط پالیسی کا یہ نتیجہ ہے کہ انور سادات کے ساتھ قتل کا حادثہ پیش آیا اور اب جبکہ مصر کے نئے صدر حسنی بھی صدر سادات کی غلط پالیسی پر چل پڑے ہیں تو نہیں کہا جاسکتا کہ اسکا انجام کیا ہوگا۔

بنگلہ دیش میں صدارتی انتخاب

بنگلہ دیش میں صدارتی انتخاب میں تیزی پیدا ہوگئی ہے۔ صدارتی انتخاب ۱۵ر نومبر کو ہونے والا ہے۔ بنگلہ دیش کے قائم مقام صدر مسٹر عبدالستار حکمران پارٹی یعنی بنگلہ دیش نیشنلسٹ پارٹی کے امیدوار ہیں عوامی پارٹی کے امیدوار ڈاکٹر کمال حسین ہیں۔ ان دو امیدواروں کے علاوہ جنتا پارٹی کے امیدوار ریٹائرڈ جنرل عثمانی ہیں۔ پروفیسر مظفر احمد عوامی نیشنل پارٹی کے اور میجر جلیل نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے امیدوار ہیں۔ لیکن اصل مقابلہ عبدالستار اور ڈاکٹر کمال حسین کے درمیان ہے۔ اس مقابلہ میں مسٹر عبدالستار کی کامیابی کے امکانات زیادہ ہیں۔

یہ بات یاد رہے کہ بیرونی طاقتیں بنگلہ دیش کے حالیہ انتخابات سے کافی دلچسپی لے رہی ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ چین نواز عناصر کی سرگرمیاں کچھ دن سے کافی بڑھ گئی ہیں۔ چنانچہ چین کے متعدد وفود ہتھیاروں کی سپلائی کے سلسلہ میں بات چیت کے لئے پچھلے چند ہفتوں میں آچکے ہیں۔ اور بنگلہ دیش کی سرکاری پالیسی بھی چونکہ چین کی جانب جھکی ہوئی ہے۔ اس لئے اندیشہ ہے کہ کہیں بنگلہ دیش آگے چل کر چین کے پنجہ میں گرفتار نہ ہوجائے بہرحال حالیہ انتخاب کے بعد اندازہ ہوسکے گا کہ بنگلہ دیش کس حد تک بیرونی طاقتوں کے اثرات کو قبول کرتا ہے۔ اور اگر موجودہ صدر عبدالستار منتخب ہوگئے تو وہ کیا روش اختیار کرتے ہیں



دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

کوئی بھی جاندار باقی نہیں رہیگا

انسان مویشی، چرند، پرند یہانتک کہ کیڑے مکوڑے تک سب ہی ہلاک ہو جائیں گے یہ اُس "نیوٹرون بم" کا کرشمہ ہوگا۔ جس کی تیاری بڑے زور شور کے ساتھ ان دنوں امریکہ میں ہو رہی ہے۔ امریکہ کے سابق صدر جمی کارٹر نے تو یہ کہدیا کہ "ایسا بم تیار کرنا پوری انسانیت پر ظلم ہے" نیوٹرون بم کی تیاری کے پروگرام کو مسترد کر دیا تھا۔ لیکن امریکہ کے نئے صدر ریگن جو تخریبی ذہن کے مالک ہیں۔ اُنھوں نے بہیر اقتدار آنے کے بعد اس انسانیت سوز بم کی تیاری شروع کر دی ہے جکی مذمت ساری دنیا میں کی جا رہی ہے۔

"نیوٹرون بم" بھی ایک قسم کا ایٹم بم ہی ہے۔ لیکن اسکی خصوصیت یہ ہے کہ اسے جس علاقہ میں پھینکا جائے گا اس علاقے کے تمام جاندار یعنی انسان چرند، پرند تو ہلاک ہو جائیں گے مگر اس علاقہ کی عمارتوں اور عمارتوں میں رکھے ہوئے سامان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اور اس طرح سجے سجائے اور سامان سے آراستہ مکانات اور کاروبار کا منظر بغیر کسی نقصان کے امریکہ کے ہاتھ آسکیں گے۔ گویا امریکہ کا زیر تیاری "نیوٹرون بم" کمزور قوموں پر ڈاکہ ڈالنے کا ایک ذریعہ ہے۔ جس کی مدد سے کمزور قومیں تباہ کر دی جائیں گی اور طاقتور ممالک ان کے مال و جائیداد پر کسی زحمت کے بغیر قابض ہو جائیں گے۔ درندگی اور بربریت کی انتہا ہے۔

ایک ہی وقت میں سات شوہروں کی بیوی

ناڈیا پیرس کے قریب کسی مقام پر پیدا ہوئی تھی۔ اس کا باپ چونکہ پیرس کی ایک آئل کمپنی میں کام کرتا تھا اس لئے اُس کی ابتدائی زندگی پیرس ہی میں گزری تھی۔ جب جوان ہوئی تو۔ اُس کا حسن اسقدر نکھرا کہ بڑے بڑے رئیس زادے اُس کے گرد منڈلانے لگے۔ اور اُس نے بیک وقت سات دولت مند نوجوانوں سے شادی کر لی۔

اس نے نوجوانوں کو فریب دیا کہ چونکہ وہ ایک بہت بڑی فرم میں ملازم ہے اسلئے صرف چھٹی کے روز یعنی ہفتہ میں ایک دن شوہر کے پاس آسکے گی۔ اور اس طرح اس نے سات دن سات شوہروں پر تقسیم کر دئے۔ اور ان سات نوجوانوں میں سے ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ یہ اُس کی واحد بیوی ہے۔ اور ناڈیا ان ساتوں شوہروں کو اچھی طرح لوٹتی رہی۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس قسم کا فریب زیادہ مدت تک نہیں چل سکتا تھا۔ آخر کسی طرح انکشاف ہو گیا۔ ناڈیا گرفتار کر لی گئی اور عدالت نے اُسے سات نوجوانوں کو فریب دینے کے جرم میں سات ماہ کی سزا دیدی۔

کروڑوں کی جائیداد کتوں کیلئے وقف

حال ہی میں سان فرانسسکو کی ایک کروڑپتی خاتون "لیڈی براؤن میکی" کا انتقال ہوا ہے۔ اُس کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ مگر اُسے کتے پالنے کا بے حد شوق تھا۔ درجنوں قسم قسم کے کتے اُس نے پال رکھے تھے۔ مرنے سے قبل اس نے اپنی جائیداد کے انتظام کے لئے ایک ٹرسٹ قائم کر دیا تھا۔ اور وصیت کر دی تھی کہ اس جائیداد کی پوری آمدنی کتوں کی پرورش پر صرف کی جائے۔



صرف شادی شدہ حضرات منگائیں

اس کتاب کے ذریعہ بیوی سے محبوبہ کی طرح لطف اُٹھایا جاسکتا ہے

شادی شدہ حضرات اگر اپنی بیویوں سے زندگی کا سچا لطف حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اُن کو چاہیئے کتاب "دولہا دولہن" کا مطالعہ کریں۔ سالہا سال میں جن تجارب کا حاصل ہونا ممکن ہے وہ تجارب اس کتاب سے ایک ہفتہ میں حاصل ہو جاتے ہیں

دولہا دولہن وہ لاجواب کتاب ہے جو دس لاکھ سے بھی زیادہ فروخت ہو چکی ہے۔ اس میں زن و شوہر کے تعلقات پر صدہا مضامین موجود ہیں۔ یہ کتاب بتائے گی شادی شدہ حضرات کو اپنی بیویوں سے حقیقی لطف حاصل کرنا سکھائے گی۔ اس میں ازدواجی زندگی کے تمام پہلوؤں پر پوری آزادی سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب کا پڑھنے والا اپنی بیوی سے محبوبہ کی طرح لطف حاصل کر سکتا ہے۔

نئے اور پرانے شادی شدہ دونوں کے لئے یکساں مفید ہے

یہ کتاب صرف شادی شدہ حضرات کے لئے نہیں ہے بلکہ نئے اور پرانے شادی شدہ دونوں کیلئے یکساں مفید ہے اس کتاب میں وہ گُر بتائے گئے ہیں جنکے معلوم ہونیکے بعد ہر شخص اپنی بیوی کو اپنا والہ و شیدا بنا سکتا ہے۔ اس کتاب میں ازدواجی تعلق پر مکمل تعلیم ہے بغیر دواؤں کے مردانہ کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے مجرب طریقے درج ہیں۔ یہ بے نظیر کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے پہلے باب میں جوانی پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ جوانی پر کیسے قابو حاصل کیا جاسکتا ہے اور جوانی کو کہاں تک کیونکر برقرار رکھا جاسکتا ہے۔ دوسرے باب میں ازدواجی تعلق کا منشا بتایا گیا ہے اور ایسے رازوں کا انکشاف کیا گیا ہے جن سے بڑے بڑے تجربہ کار بھی واقف نہیں۔ تیسرے اور چوتھے باب میں اولاد کی پرورش اور بچوں کی نگہداشت پر بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ قیمت Rs. 6-00

یہ کتاب بے تکلف احباب کیلئے لکھی گئی تھی

میاں بیوی میں محبت پیدا کرنیوالی کتاب

(x)

ازدواجی زندگی کی بد مزگیوں کو دور کرنے کے لئے اور ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے "میاں بیوی" ایک لاجواب کتاب ہے۔

میاں بیوی ایک ایسی قلمی کتاب ہے جو دراصل بے تکلف احباب کے لئے لکھی گئی تھی چونکہ یہ کتاب بے مدد کار آمد ثابت ہوئی ہے اس لئے عوام کے فائدے کے لئے شائع کر دیا گیا ہے اس کتاب میں زن و شوہر کے تعلقات پر بحث کی گئی ہے یہاں تک کہ اُن خاص تعلقات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جنھیں لوگ بیوقوفی سے خلاف تہذیب خیال کرتے ہیں۔ اس کتاب کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے ہزاروں ایسے میاں بیویوں کو ایک دوسرے کا گرویدہ بنا دیا ہے جو بُری طرح خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ یہ کتاب میاں بیوی دونوں کے لئے نسخہ کا بے خطا عمل ہے۔ قیمت: Rs. 5-00

ایک عجیب و غریب کتاب جو یہ بتائے گی کہ

عورتیں کیسے مردوں کو پسند کرتی ہیں

(x).

عورتوں کی فطرت کی ماہر ایک یورپین خاتون نے عورتوں کے بارے میں اپنی ساری زندگی کے تجارب شائع کر دیئے ہیں اور یہ بتا دیا ہے کہ عورتیں کیسے مردوں کو پسند کرتی ہیں یہ تمام تجارب اور راز کی باتیں "مرد عورت" میں درج کر دی گئی ہیں۔

مرد عورت وہ لاجواب کتاب ہے جسے اُردو لٹریچر میں ایک نایاب اضافہ قرار دیا جا رہا ہے اس کتاب کے ذریعہ ہزاروں ایسے گھرانوں کی حالت درست ہو گئی ہے جہاں میاں بیوی میں روزانہ جھگڑے رہا کرتے تھے اس کتاب میں مرد عورت پر پوری آزادی کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے اس کتاب کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ عورت کو مباشرت کی خواہش کیوں ہوتی ہے زوجین میں ناگواری کے اسباب کیونکر پیدا ہوتے ہیں عورت کے جذبات کی لہروں کو پہچاننے کا طریقہ کیا ہے غرضیکہ محبت کی نظر رکھنے کے لئے یہ ایک لاجواب کتاب ہے۔ قیمت Rs. 5-00

DIN DUNIA PUBLISHING Coy. DELHI

Telephone : ......
Registered with the Registrar of Newspapers at R. N. No. 782/57

THE DIN DUNIA DELHI



ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مستند احادیث کا بے مثال ذخیرہ
صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ
اور احادیث کی تمام مستند کتب کی روح

اُردو حدیث

(مفتی شوکت علی فہمی کی جدید ترین مایۂ ناز تالیف)

قرآن پاک کے بعد حدیث ہی وہ مقدس کتاب ہے جس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد قائم ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال نیز ارشادات و احکامات کا وہ قیمتی ذخیرہ ہے جو مسلمانوں کی قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ اس وقت تک کوئی ایسی اُردو مستند حدیث موجود نہیں تھی جو مسلمانوں کو بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دے خدا کا شکر ہے کہ اردو حدیث کی اشاعت کے بعد یہ کمی پوری ہو گئی۔ اس تالیف نے مسلمانوں کو عربی زبان کی بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ اور حدیث کی تمام مستند کتب سے وہ تمام احادیث جمع کر دی گئی ہیں جن کی روزانہ زندگی میں ہر مسلمان کو ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس پاکیزہ تالیف کی بڑی خوبی یہ ہے اس کے بیس ابواب قائم کر کے تمام احادیث کو علیحدہ علیحدہ عنوانات کے ماتحت اس طرح تقسیم کر دیا گیا ہے کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں فوراً نکل آئیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ایک معمولی اردو داں بھی علما کی طرح احادیث سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے گا یہ اُردو زبان کی وہ نایاب حدیث ہے جسے مفتی شوکت علی فہمی نے سالہا سال کی شب و روز کی محنت کے بعد مرتب کیا ہے۔

"اُردو حدیث" مندرجہ ذیل بیس ابواب پر مشتمل ہے

ا. صاحب حدیث رسول اللہ صلعم کی سوانح مبارک	۵. حکمرانی جہاد اور شرعی سزاؤں سے متعلق احادیث	۱۱. اسلامی تمدن اور معاشرت کے بارے میں احادیث	۱۶. ارتقا اور حیات بعد الموت کے بارے میں احادیث
ب. علم الحدیث اور اُس کی مکمل تاریخ	۶. اخلاق اور اصلاح کے بارے میں احادیث	۱۲. والدین عزا اور متعلقین کے بارے میں احادیث	۱۷. میت، قیامت اور علامات قیامت کے بارے میں احادیث
۱. ایمان اور اسلام کے بارے میں احادیث	۷. تحمل نرمی اور فیاضی کے بارے میں احادیث	۱۳. زن و شوہر کے تعلقات اور نکاح و	۱۸. جنت اور دوزخ کے بارے میں احادیث
۲. عبادات الٰہی روزہ نماز حج زکوٰۃ کے بارے میں احادیث	۸. حسد ظلم اور افعال ممنوعہ کے بارے میں احادیث	طلاق کے بارے میں احادیث	۱۹. رسول اللہ صلعم کے معجزات اور
۳. ذکر الٰہی خوف خدا اور دعا سے متعلق احادیث	۹. محبت اور اخوت کے بارے میں احادیث	۱۴. عورت اور پردے کے بارے میں احادیث	پیشینگوئیوں کے بارے میں احادیث
۴. پرہیزگاری اور توکل کے بارے میں احادیث	۱۰. غریبی قناعت اور انکساری کے بارے میں احادیث	۱۵. تجارت معاملات اور لین دین کے بارے میں احادیث	۲۰. نہایت مفید اور کارآمد منتخب احادیث

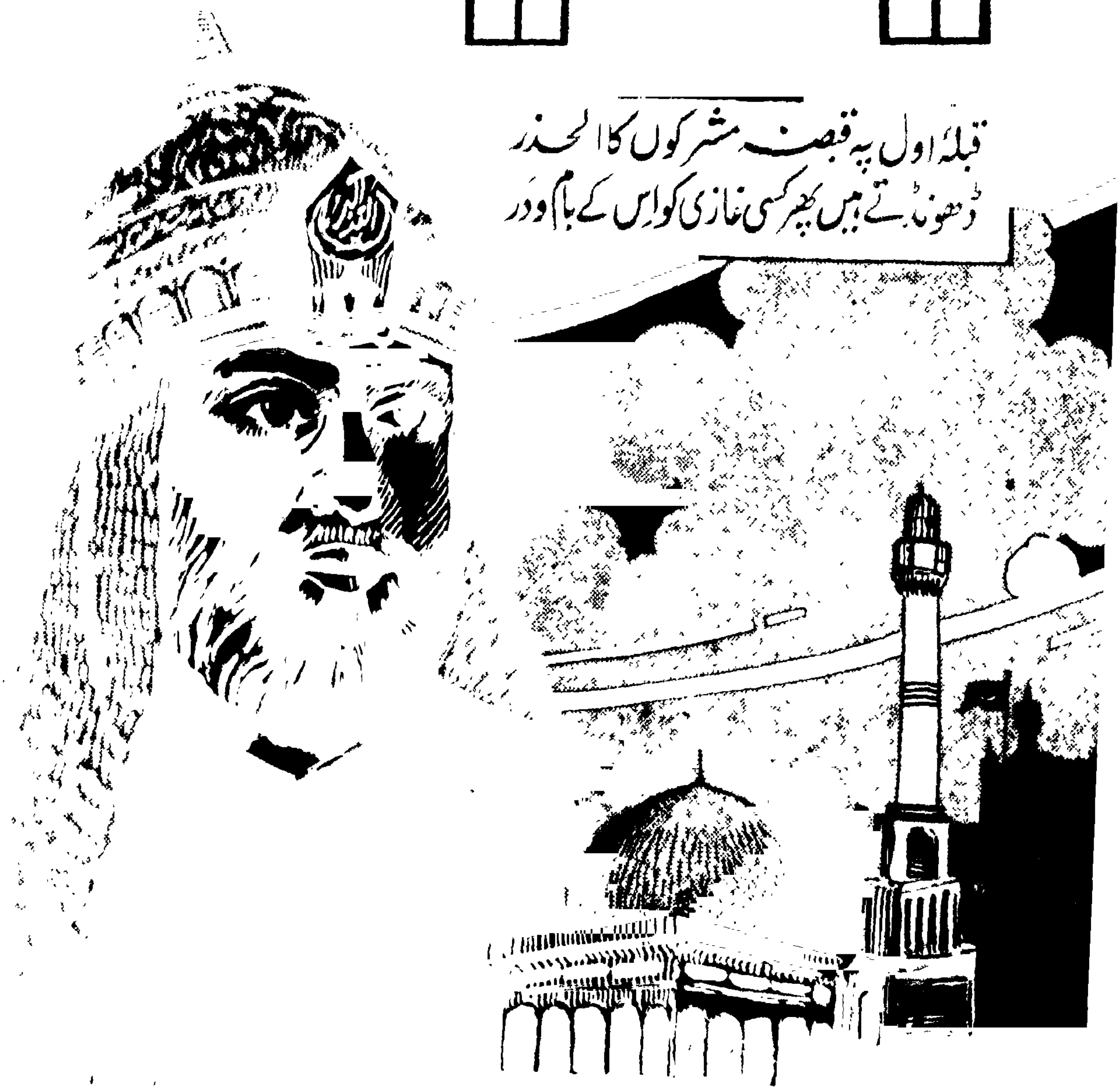
گذشتہ پچاس برس میں حدیث کی ایسی جامع کتاب شائع نہیں ہوئی !

مندرجہ بالا عنوانات کے تحت ڈیڑھ ہزار سے زیادہ احادیث ایسی عمدہ ترتیب کے ساتھ درج کی گئی ہیں کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں ایک منٹ میں آسانی کے ساتھ نکل آئیں۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ گذشتہ پچاس برس میں حدیث کے موضوع پر ایسی مستند کتاب اردو میں شائع نہیں ہوئی۔ ہر حدیث کے بعد حدیث کی مستند کتب کا حوالہ موجود ہے۔ زبان ایسی سلیس اور عام فہم کہ عورتیں اور بچے بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں ضخامت تقریباً پانچ سو صفحات۔ کتابت و طباعت اعلیٰ ٹائیٹل کئی رنگ میں چھپا ہوا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی رنگین تصویر موجود ہے۔ ڈسٹ کور نہایت خوشنما اور رنگین۔

پورے بیس ابواب کی مکمل اور مجلد کتاب کا ہدیہ صرف Rs. 12/50

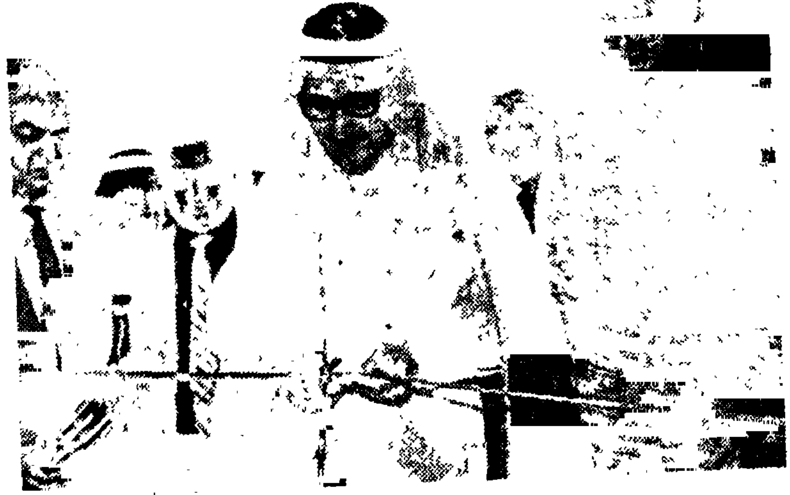
DIN DUNIA PUBLISHING CO. JAMAMASJID DELIH

Title and Pictures Printed at the Pilot Press, Churiwalan, Delhi-110006



قبلۂ اول پہ قبضہ مشرکوں کا الحذر
ڈھونڈتے ہیں پھر کسی غازی کو اس کے بام و در

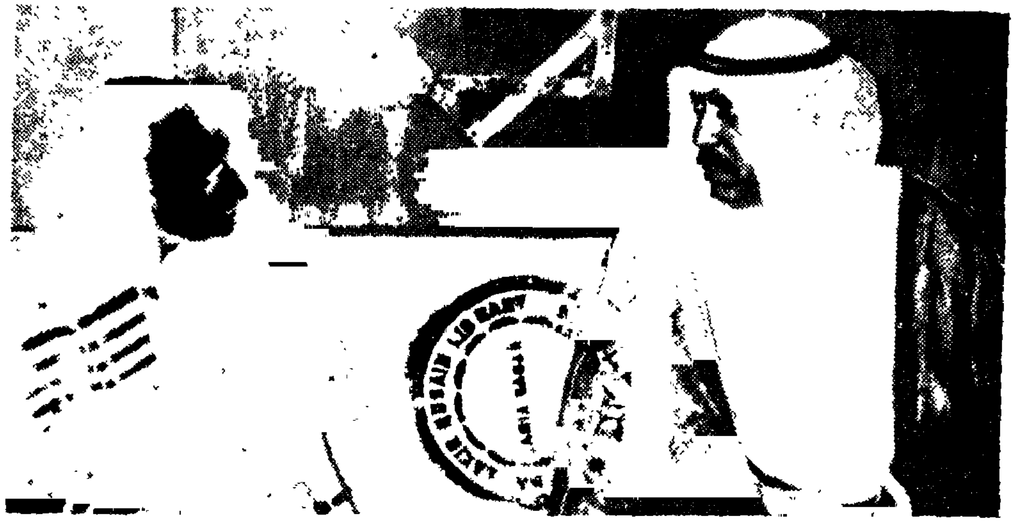
ایڈیٹر: شوکت علی فہمی



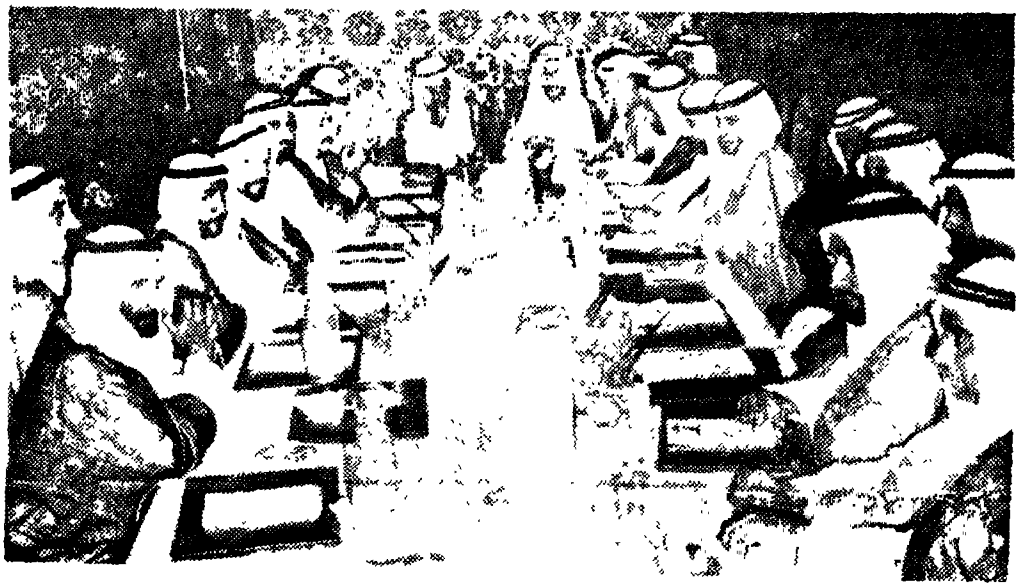
”شہزادہ فواد بن عبدالعزیز“ جدہ میں ہندوستان کی ایک صنعتی نمائش کا افتتاح کر رہے ہیں



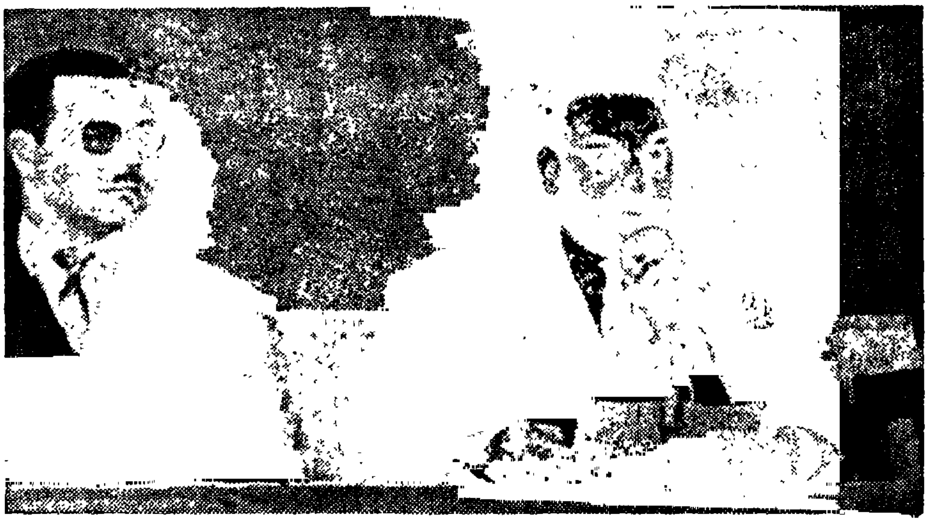




"وزیر اعظم اندرا گاندھی"، کویت کے ولیعہد شیخ سعد عبداللہ الصباح کے ہمراہ حکومت کویت نے اپنو را
تھرمل پروجکٹ اتر پردیش کے لئے ۲۵ کروڑ روپیہ کے قرضہ کی منظوری دی ہے



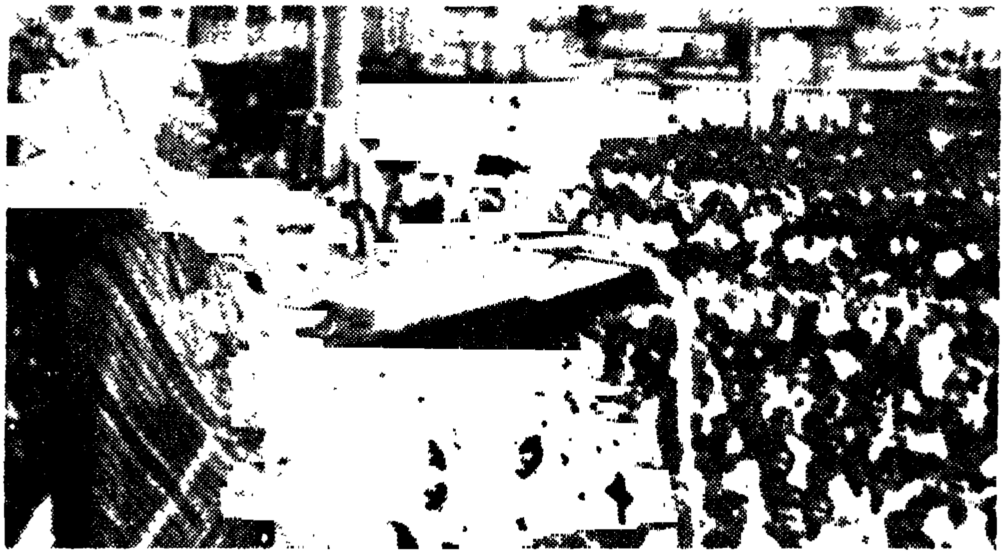
"شیخ زائد بن سلطان"، صدر متحدہ عرب امارات کی صدارت میں عرب سربراہوں کی ایک کانفرنس



الجزائر کے انقلابی لیڈر "فرحت عباس" الجیریا کانفرنس میں تقریر کر رہے ہیں



جمہوریہ مصر کے صدر "حسنی مبارک" جناب ڈاکٹر صوفی ابو طالب اور فواد محی الدین کے ہمراہ



مرحوم شیخ مجیب الرحمٰن کی صاحبزادی ”حسینہ واجد“ ڈھاکہ میں بنگلہ دیش عوامی لیگ“ کے ایک اجتماع کو خطاب کر رہی ہیں



مصر کے نئے صدر ”حسنی مبارک“



بنگلہ دیش کے صدر ” عبدالستار“



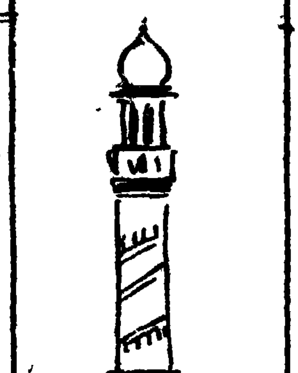
"مسجد اقصیٰ بیت المقدس" جس پر اسرائیل نے غاصبانہ قبضہ جما رکھا ہے

ہندستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور دینی جریدہ

ماہنامہ دین دنیا دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۶۱	دسمبر ——— ۱۹۸۱ء	نمبر ۱۲



قیمت سالانہ
اکیس روپے
ششماہی گیارہ روپے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا ہاؤس .... جامع مسجد دہلی
وی پی منگانے میں ڈیڑھ روپیہ زائد کا خرچ ہے اس لئے منی آرڈر بھیجئے۔

قیمت فی پرچہ
دو روپے
پاکستان بنگلہ دیش اور نیپال سے پچاس روپے
غیر ممالک سے چندہ ... سالانہ

مطبوعہ: شوکت علی فہمی - ایڈیٹر پرنٹر پبلشر پروپرائٹر نے اپنے خواجہ پریس میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا۔

۶۸۶

رفتارِ زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

مسلمانوں پر احسانِ عظیم

کانگریس آئی کے جنرل سیکریٹری کے ارشادات

ہندوستان کو آزاد ہوئے ۳۴ سال ہو چکے ہیں۔ لیکن اِس حقیقت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اِس طویل مدت میں دیگر اقلیتوں کو عموماً اور مسلم اقلیت کو خصوصاً نہ صرف نظر انداز کیا جاتا رہا ہے بلکہ ان کے مسائل پہلے سے بھی زیادہ الجھا دئے گئے ہیں لیکن حیرت ہے کہ اس کے باوجود کانگریس آئی کے لیڈروں کی جانب سے یہ دعوے کئے جاتے ہیں کہ انھوں نے مسلمانوں کو بہت کچھ عطا فرما دیا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں کانگریس آئی کے جنرل سیکریٹری مسٹر کلپ ناتھ رائے نے اپنے ایک تازہ بیان میں ارشاد فرمایا ہے کہ

"کانگریس آئی اور اس کی لیڈر مسز اندرا گاندھی نے مسلمانوں کو سیاسی اختیارات میں سے زیادہ سے زیادہ حصہ دے دیا ہے۔ چنانچہ مسز اندرا گاندھی کے دور میں دو مسلمان صدر جمہوریہ بنے پانچ وزیر اعلیٰ مقرر کئے گئے۔ اور ایک مسلمان کو سپریم کورٹ کا چیف جسٹس بنایا گیا ہے"

کانگریس آئی کے جنرل سیکریٹری کے نزدیک اگر گزشتہ چونتیس سال میں کانگریس نے اپنے دور میں چند مسلمانوں کو جنکی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔ چند بڑے بڑے عہدے اگر دئیے ہیں تو اِس ملک کے دس بارہ کروڑ مسلمانوں کے سارے ہی مسائل حل ہو گئے۔ مگر معلوم نہیں بتایا کہ مسز اندرا گاندھی کے دورِ حکومت میں کتنے مسلمان پولیس اور فوج کی ملازمتوں میں بھرتی کئے گئے نیز اُس کا بھی اظہار نہیں فرمایا کہ کانگریس آئی کو برسرِ اقتدار لانے میں مسلمانوں نے کیسی سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا ہے۔

کانگریس کے جنرل سیکریٹری کو یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ اگر آج اس ملک میں کانگریس آئی برسرِ اقتدار ہے تو اُسے اقتدار میں لانے کے سلسلہ میں اِس ملک کی مسلم اقلیت نے خصوصاً اور دیگر اقلیتوں نے عموماً بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ اور اس کی تلافی اس سے ہرگز نہیں ہو سکتی کہ کانگریس آئی نے اپنے دور میں صرف چند مسلمانوں کو دو چار بڑے عہدے دے دئے اور اس کے بعد یہ سمجھ لیا کہ اسطرح اس ملک کے کروڑوں مسلمانوں کے جملہ مسائل حل ہو گئے۔

یہ بات یاد رہے کہ کانگریس آئی کے جنرل سیکریٹری مسٹر کلپ ناتھ نے یہ بیان بابو جگجیون رام کی اُس تقریر کے جواب میں دیا ہے جو اُنھوں نے ۱۵ نومبر کو ایک بڑے اجتماع کے موقع پر رام لیلا گراؤنڈ دہلی میں کی تھی اس تقریر میں بابو جی نے جہاں کانگریس آئی کی دوسری کوتاہیوں پر روشنی ڈالی تھی۔ وہاں مسلمانوں کے تعلق سے بھی چند الفاظ کہہ دئے تھے۔ جو کانگریس آئی کے جنرل سیکریٹری کو سخت ناگوار گزرے اور اسی کے جواب میں انھوں نے مسلمانوں پر اپنے احسانات جتانے شروع کر دئے۔

ہمارا خیال ہے کہ شاید کانگریس آئی کے جنرل سیکریٹری کی نظر سے گزری

حکومت کی قائم کردہ اُس بے اقلیتی پینل کی نہ رپورٹ نہیں گزری جو اس پینل کے چیرمین ڈاکٹر گوپال سنگھ نے ۱۳ر جنوری کو وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی اور وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ کو پیش کی تھی۔ اگر یہ رپورٹ اُن کی نظر سے گزری ہوتی تو شائد وہ ایسا بے تکا بیان نہ دیتے۔

یہ اعلیٰ اختیاری اقلیتی پینل مرکزی حکومت نے مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کی معاشی اور تعلیمی حالت کا جائزہ لینے کے لئے قائم کیا تھا۔ اور اس کے چیرمین ڈاکٹر گوپال سنگھ ہیں۔ لیکن اُنھوں نے مسلم اقلیت اور دیگر اقلیتوں کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد جو مایوس کن رپورٹ پیش کی ہے وہ خود حکومت ہی کی جانب سے اس بات کا کھلا اعتراف ہے کہ آزادی کے گزشتہ ۳۴ سال میں حکومت مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکی ہے۔

اس رپورٹ کی رو سے مسلم اقلیت کی جو پست حالت ۳۴ سال قبل تھی وہی آج بھی ہے۔ اور اس ملک کی دیگر اقلیتیں عموماً اور مسلمان خصوصاً آزادی کی نعمت سے آج تک کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے ہیں۔ حکومت نے نہ تو اُن کی تعلیمی حالت کو سدھارنے کیلئے کچھ کیا ہے اور نہ سرکاری ملازمتوں ہی میں اُن کو موقع دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ نہ معاشی اور کاروباری حالت کو سنبھالنے کے لئے اُنہیں سرکاری قرضے دئے گئے ہیں۔ یعنی آزادی کی نعمتوں سے اُنہیں اس طرح محروم رکھا گیا ہے گویا وہ اس ملک کے باشندے ہی نہیں ہیں۔ اور رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ اُسی طرح کا سلوک کیا گیا ہے جو راشٹریہ سنگھیوں کے گورو مسٹر گولوالکر چاہتے تھے اُن کی رائے تھی کہ مسلمانوں کو ہر قسم کے حقوق سے محروم کر دیا جائے۔ لیکن کانگریس آئی کے جنرل سیکریٹری مسٹر کملاپتی ترپاٹھی یہ سمجھ رہے ہیں کہ مسلمانوں کو بہت کچھ عطا کر دیا گیا ہے۔

اس رپورٹ میں مسلمانوں کی جانب سے حکومت کی بے نیازی پر اظہار تاسف کرتے ہوئے اقلیتی پینل کے چیرمین ڈاکٹر گوپال سنگھ نے کہا ہے کہ "اقلیتوں کی حالت اندازہ سے بھی بدتر ہے" اور شکایت کی ہے کہ جس طرح درج فہرست اقوام اور پسماندہ قبائل کے متعلق اعداد و شمار رکھے جاتے ہیں اُسی طرح بعض اقلیتوں اور مسلمانوں کے متعلق اعداد و شمار نہ ہونے کی وجہ سے وہ یہ صحیح اندازہ ہی نہیں لگا سکتے کہ معاشی ترقی سے انہیں کس حد تک فائدہ پہنچا ہے گو بالقول ڈاکٹر گوپال سنگھ مسلمانوں کی جانب سے حکومت کی لاپرواہی کا یہ عالم ہے کہ ان کی معاشی حالت کے بارے میں اعداد و شمار تک رکھنے کی زحمت گوارا کی گئی ہے۔ اقلیتی پینل کی یہ رپورٹ ہمارے نزدیک کانگریس آئی کے جنرل سیکریٹری کی آنکھیں کھول دینے کے لئے بالکل کافی ہے کیونکہ یہ حکومت کی جانب سے مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی کا کھلا اعتراف ہے۔

مسلم اقلیت کے لئے سب سے بڑی مصیبت آئے دن کے فسادات ہیں جن میں کہ نہ صرف اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ بلکہ کانگریس آئی کے دور میں ان میں جو غیر معمولی شدت پیدا ہو گئی ہے وہ اس سے قبل کبھی نہیں دیکھی گئی۔ اور اس شدت میں مراد آباد کے گزشتہ فساد سے تو غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے جبکہ اس سانحہ پر نمازیوں پر خاص عید کے دن گولیاں برسائی گئیں تھیں۔ نہ بچوں کو بخشا گیا تھا اور نہ بوڑھوں کو نہ عورتوں پہ رحم کیا گیا تھا۔ پھر اس کے بعد بھی سب کچھ بہار شریف میں ہوا بہار شریف اور مراد آباد کے فساد میں صرف یہ فرق ہے کہ مراد آباد کا فساد تو شہری علاقہ تک محدود رہا لیکن بہار شریف کا فساد شہر کا محدود پارک کے بیس پچیس ملحقہ دیہاتوں میں بھی پھیلا دیا گیا۔ اور صرف پانچ دن کے اندر اندر بہار شریف اور اُس کے تمام ملحقہ دیہاتوں کو اجاڑ کر رکھ دیا گیا تھا اور بہار کے کانگریسی وزیر اعلیٰ ڈاکٹر جگن ناتھ مشرا خاموشی کے ساتھ بیٹھے ہوئے مسلم اقلیت کی اس بربادی کو دیکھتے رہے۔ مراد آباد یا بہار شریف ہی پر کیا موقوف ہے۔ ہر روز ملک کے کسی نہ کسی حصہ سے فساد کی خبریں آتی ہی رہتی ہیں۔ اور حکومت کے پاس بظاہر اس کا کوئی علاج نہیں۔

کانگریس آئی نے انتخاب کے وقت مسلم اقلیت سے بڑے بڑے وعدے کئے تھے۔ مگر انتخابات میں کامیابی کے بعد سب ہی پس پشت ڈال دئے گئے۔ اِن ہی وعدوں میں ایک مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کی بحالی کا وعدہ بھی تھا جو بدستور کھٹائی میں پڑا ہوا ہے۔ اسی طرح سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں مسلمانوں کی ملازمتوں کے کوٹے کا معاملہ ہے۔ سب ہی کو معلوم ہے کہ ملازمتوں کے معاملہ میں مسلمانوں کے حقوق عام شہریوں کے مساوی نہیں ہیں۔ اور فوج و پولیس میں تو اُن کے لئے قریب قریب دروازہ ہی بند ہے۔ اس کے علاوہ مسلم پرسنل لا کے معاملہ میں جو کچھ ہوا وہ سب کے سامنے ہے۔ ملک کے کسی نہ کسی حصہ سے مسلم پرسنل لا کے خلاف آواز بلند ہوتی ہی رہتی ہے۔ مختصر یہ کہ ہندوستان میں مسلم اقلیت

کے ساتھ جس بے نیازی کا سلوک کیا جا رہا ہے وہ بے حد مایوس کن ہے

لیکن مسلم اقلیت کے مسائل سے اس بے اعتنائی کے باوجود کانگریس آئی کے جنرل سیکریٹری یہ کہہ رہے ہیں کہ کانگریس آئی نے اگر بعض اپنے مذہب کے مسلمانوں کو چند عہدے دے دیئے ہیں تو یہ کانگریس آئی کا مسلمانوں پر احسان عظیم ہے اسلئے اب انہیں زبان کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور ان کے ان ارشادات کے بعد ہندوستان کے مسلمان یہ غور کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ انہوں نے جس کانگریس آئی کو اقتدار میں لانے کے لئے بھرپور جدوجہد کی کیا اس کے لیڈر اسقدر بے حد عالی ظرف کے واقع ہوئے ہیں۔ کہ وہ آج اپنے لیئے احسانات جتا رہے ہیں جن کی مسلمانوں کی نظر میں کوئی قدر و قیمت ہی نہیں ہے کانگریس آئی کے جنرل سیکریٹری کے ان ارشادات سے مسلمانوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ انہیں متحد ہو کر اپنے حقوق کے لئے خود ہی جدوجہد کرنی ہے۔

پاکستان قربانی کا بکرا

پاکستان کی نمائندہ سیاسی جماعتیں اور اخبارات برابر اس اندیشے کا اظہار کر رہے ہیں کہ۔ امریکہ پاکستان کو جو بھاری فوجی اور معاشی امداد دے رہا ہے وہ پاکستان کے حق میں نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ پاکستان کو اپنا فوجی اڈا بنا کر مشرقی ایشیا میں روس کے مقابلہ میں اپنے قدم مضبوط کرے اور یہ چیز پاکستانی عوام کے لئے ناقابل برداشت ہے کہ پاکستان کو قربانی کا بکرا بنا کر کوئی بیرونی طاقت اپنا ذاتی مفاد حاصل کرے چنانچہ اسلام آباد سے شائع ہونے والے انگریزی روزنامہ مسلم نے اسی اندیشہ کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

”جنرل ضیاء کی فوجی ڈکٹیٹرشپ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر امریکہ اپنی سیاست پر پاکستان کو ایک مہرہ بنائے ہوئے ہے۔ پاکستان پہلے بھی [illegible] ریشہ دوانیوں کی بنا پر دو جنگوں میں [illegible] ہے اور اب پھر سے فوجی اور معاشی امداد کا لالچ [illegible] جا رہا ہے۔ جبکہ پاکستانی عوام امن اور سکون کی زندگی [illegible] کسی طرح بھی اس بات کے حق میں نہیں ہیں کہ پاکستان کا کوئی ڈکٹیٹر سابق غلطیوں کا ارتکاب کرے“

اور اسی طرح پاکستان کی نمائندہ سیاسی جماعتیں بھی پاکستان کے ساتھ امریکہ کے فوجی گٹھ جوڑ کی شدید مخالف ہیں اور وہ امریکہ کی فوجی اور معاشی امداد کو پاکستان کی سلامتی اور برصغیر کے امن کے لئے سنگین خطرہ قرار دے رہی ہیں چنانچہ ان دنوں پاکستان میں بحالی جمہوریت کے لئے جو تحریک چل رہی ہے اس نے بھی پاکستان اور امریکہ کے فوجی گٹھ جوڑ پر اپنی شدید تشویش کا اظہار کیا ہے۔ اس تحریک میں مقتول ذوالفقار علی بھٹو کی پاکستان پیپلز پارٹی سے لے کر مفتی محمود مرحوم کی جمعیۃ العلماء پاکستان تک آٹھ متحدہ سیاسی جماعتیں شامل ہیں انہوں نے ۱۴ نومبر کے ایک اخباری بیان میں امریکی سامراج کی جانب سے پاکستان کے جابر اور ظالم حکمران جنرل ضیاء کی فوجی حکومت کو دی جانے والی تین ارب ڈالر سے زائد کی فوجی اور معاشی امداد پر شدید رد عمل کا اظہار کرتے ہوئے اپنے مشترکہ بیان میں کہا ہے

”امریکہ کی اس امداد سے جنرل ضیاء کی فوجی ڈکٹیٹرشپ کی مدت میں تو اضافہ ہو سکتا ہے لیکن یہ سراسر پاکستان اور پاکستان کے عوام کے لئے تباہ کن ہے۔ لہذا پاکستانی عوام کسی طرح بھی امریکہ کے اس قرضہ کی ذمہ داری لینے کے لئے تیار نہیں ہیں اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ فوجی ٹولہ کی حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد پاکستان میں جو جمہوری حکومت قائم ہو گی اس پر اس قرضہ کی کوئی ذمہ داری نہیں ہو گی۔ کیونکہ یہ قرضہ پاکستان کے فائدہ کے لئے نہیں بلکہ اسے ایک نئی جنگ میں الجھا کر امریکہ کے سامراجی مقاصد کو پورا کرنے کیلئے دیا جا رہا ہے“

پاکستان کے ذمہ دار اخبارات اور نمائندہ سیاسی جماعتوں کے مندرجہ بالا بیانات سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ جہاں تک پاکستانی عوام کا تعلق ہے وہ امریکہ اور پاکستان کے اس فوجی گٹھ جوڑ سے خوش نہیں ہیں۔ جو در اصل ایک نئی جنگ کا پیش خیمہ ہے اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مغربی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کی بدولت پچھلی دو لڑائیوں میں پاکستانی عوام نے جو شدید نقصانات اٹھائے ہیں انہیں ابھی تک پاکستانی عوام بھول نہیں سکے ہیں۔

پاکستان کی یہ انتہائی بدبختی ہے کہ وہ گزشتہ ۳۴ سال سے فوجی ڈکٹیٹروں کے پنجہ میں گرفتار ہے۔ اور ان فوجی ڈکٹیٹروں کو کبھی بھی پاکستان یا پاکستانی عوام سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ ان کے سامنے صرف

اپنا ذاتی مفاد رہا ہے اور اسی ذاتی مفاد اور اپنی ڈکٹیٹری کو برقرار رکھنے کے لئے پاکستان کے سب ہی ڈکٹیٹر پاکستان کو جنگ کی آگ میں جھونک کر اپنا الو سیدھا کرتے رہے ہیں۔ اور یہی جنرل ضیا بھی کر رہے ہیں چنانچہ انہیں بھی نہ پاکستان سے ہمدردی ہے اور نہ پاکستانی عوام سے۔ بس اُن کا منشا تو یہ ہے کہ پاکستان میں کبھی جمہوریت اور عوام کی حکومت قائم نہ ہوسکے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوا تو جنرل ضیا کو اپنے سیاہ کرتوتوں کی پاداش میں پھانسی کے تختہ پر لٹکنا ہوگا چنانچہ اپنے آپ کو اور اپنی ڈکٹیٹری کو بچانے کے لئے جنرل ضیا نے امریکہ سے سودا کرلیا ہے۔ یہاں تک کہ پاکستان میں امریکہ کے لئے فوجی اڈے بھی قائم کرنے منظور کرلئے ہیں۔ اُن کی بلا سے اگر پاکستان امریکی ڈپلومیسی کی بدولت تباہ ہوتا ہے تو ہوا کرے اُن کی جان تو بچ جائے گی اور وہ موت کے منہ سے تو نکل آئیں گے۔

مگر ہمیں خوشی ہے کہ پاکستانی عوام میں بیداری پیدا ہورہی ہے جنرل ضیا اگرچہ انہیں "خادم اسلام" بن کر فریب دینے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ مگر وہ جنرل ضیا کے ہتھکنڈوں کو سمجھنے لگے ہیں۔ اور اس کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ وہ آج اُس امریکی امداد کی کھل کر مذمت کر رہے ہیں۔ جسے جنرل ضیا اپنا بہت بڑا کارنامہ ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور اب وہ اسکے لئے کسی طرح بھی آمادہ نہیں ہیں کہ اُن کو قربانی کا بکرا بنا کر امریکی مفاد پر قربان کردیا جائے۔

نبی محترم کی شان میں گستاخی

میرٹھ کی کسی شکیلہ بیگم کے گھریلو جھگڑے کی بنا پر اور شوہر سے ناراض ہوکر ہندو دھرم اختیار کرلینے کی ایک غیر مصدقہ خبر پر اخبار پرتاپ دہلی کا ایڈیٹر خوشی سے کچھ ایسا وارفتہ ہوا کہ اُس نے آپے سے باہر ہوکر فوراً ہی اسلام، پیغمبر اسلام اور اللہ جل شانہ سب ہی کو آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے ایک ایسا دلخراش مقالہ گھسیٹ مارا ہے جو اِس ملک کی گندی صحافت کا بدترین نمونہ ہے۔

مسلمان اِس ملک میں کٹ سکتے ہیں مر سکتے ہیں اور فسادات میں لٹ سکتے ہیں لیکن اس چیز کو کسی طرح بھی برداشت نہیں کرسکتے کہ اُن کے دین پر حملے کئے جائیں اور اُن کے رسول محترم کی توہین کی جائے۔ چنانچہ اس بدتمیزی پر پورے ملک کے مسلمانوں میں ایک ہیجان پیدا ہوگیا ہے۔ وزیر اعظم اندرا گاندھی اور وزیر داخلہ کو تار بھیجے جارہے ہیں۔ جابجا احتجاجی جلسے ہورہے ہیں۔ اور حکومت سے مطالبہ کیا جارہا ہے کہ وہ خدا اور رسول کی توہین کرنے والے اس گندہ دہن اور بدلگام ایڈیٹر کو گرفتار کرنے کے بعد عبرت انگیز سزا دے۔

یہ یاد رہے کہ راشٹریہ سنگھی ذہنیت رکھنے والا یہ پرتاپ اسرائیل کا ڈھنڈورچی ہے جو مسلم آزادی میں ہمارے ملک میں سب سے آگے ہے۔ اسلام اور مسلمانوں پر رکیک حملے کرنا اِس کی طے شدہ پالیسی ہے سب ہی عرب ممالک چونکہ اسلام کے پیرو ہیں۔ اِس لئے یہ اُن کا شدید دشمن ہے۔ اس کی روزافزوں مسلم آزادی کے خلاف ہندوستان کے تقریباً سب ہی مسلم اخبارات حکومت کو توجہ دلاتے رہے ہیں۔ لیکن نہ معلوم ہماری حکومت نے اسے کس لئے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کے لئے آزاد چھوڑ رکھا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب اس نے رسول محترم پر بھی ایسے رکیک حملے شروع کردئے جسے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ اِس ملک کے سب ہی سنجیدہ طبقوں میں انتہائی نفرت کی نظر سے دیکھا جائے گا۔ یہ اخبار اپنی ۹ نومبر کی اشاعت میں صفحہ ۲ پر اسلام پیغمبر اسلام اور اللہ تعالیٰ کی شان میں کھلم کھلا گستاخی اور اسلامی نظام پر نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"مسلمانوں کی طرف سے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے محمد (صلعم) نے جو نظام قائم کیا تھا اُس کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا۔ دنیا کے حالات بدل چکے ہیں اور روز بدلتے رہتے ہیں۔ کیونکہ ہر واقعہ کا کچھ نہ کچھ اثر انسان پر ضرور پڑتا ہے لیکن مسلمان لکیر کے فقیر کی طرح اسی بات پر اصرار کرتے ہیں کہ اُن کا نظام نہیں بدل سکتا۔ مگر ایران میں اسلامی نظام میں کیا ہو رہا ہے اس کا ذکر اکثر اخبارات میں آتا رہتا ہے۔ شاید ہی کوئی دن ہو جب بے گناہوں کو موت کے گھاٹ نہ اتارا جاتا ہو۔ یہ تو غیر اسلامی دیش میں ہو رہا ہے۔ ہمارے ہاں بھی ایسے ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی نظام میں کیا ہو رہا ہے۔ اِن دنوں مسلمان مولوی اور ملا ہریجنوں کو یہ جتا رہے ہیں کہ اُن کے ساتھ ہندو سماج میں انصاف نہیں ہوسکتا اس لئے وہ مسلمان بن جائیں۔ یہ مولوی اور ملا یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ دنیا بھر کے عیب دنیا بھر کی برائیاں، دنیا بھر کی خامیاں اور دنیا بھر کی کمزوریاں صرف ہندو دھرم اور ہندو سماج میں ہیں۔ جہاں تک مسلم سماج کا تعلق ہے یہ تو حضرت محمد نے قائم کیا تھا۔ اور حضرت محمد کو خداوند تعالیٰ

نے بھی کبھی ہندو بن کر رہنا (نعوذ باللہ) اس لئے ان کے نظریہ میں کوئی خامی نہیں ہو سکتی۔ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ اسلام میں جو عورت کا رتبہ ہے وہ کسی دھرم میں نہیں ہے۔ لیکن اسلام میں مسلم عورت کی کیا حیثیت ہے اس کی ایک تازہ مثال میرٹھ کی ایک عورت نے پیش کی ہے۔ اس نے اسلام کو ادھورا چھوڑ کر نجات حاصل کرنے کے لئے اپنا دھرم بدل لیا ہے وہ اب ہندو بن گئی ہے اُس کا مسلم نام شکیلہ بیگم تھا لیکن آج وہ آشا دیوی بن گئی ہے۔ اُسے ہندو بننے کی ضرورت کیوں ہوئی یہ بھی ایک کہانی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی خوبیوں کے متعلق اِن ملاؤں اور مولویوں کے جو بڑے بڑے دعوے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے۔" (پرتاپ ۹ نومبر ۱۹۸۱ء)

ملاحظہ فرمایئے کہ ایک عورت کے گھریلو جھگڑے کی آڑ لیکر جسکا کہ مذہب سے دور کا بھی تعلق نہیں کیسی بدتمیزی کے ساتھ دین اسلام، پیغمبر اسلام اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں گستاخانہ اور بازاری روش اختیار کی گئی ہے۔

گھریلو جھگڑے ہمارے ملک میں عام ہیں جو شاید مسلم گھرانوں سے کہیں زیادہ ہندو گھرانوں میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اخبارات میں روزانہ ہی ہندو عورتوں کے جلنے اور جلانے کی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اور یہ معاملہ اس حد تک سنگین بن گیا ہے کہ اس ضمن میں حکومت کو بھی نئے قانون بنانے پر غور کرنا پڑ رہا ہے۔ لیکن جن گھریلو جھگڑوں کی بنا پر ہزاروں ہندو عورتیں خودکشی کر رہی ہیں یا جلائی جا رہی ہیں۔ اُن کا دھرم یا مذہب سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے لیکن اگر کوئی مسلمان عورت گھریلو جھگڑے کی بنا پر شوہر سے قطع تعلق کر کے اپنا مذہب تبدیل کر لیتی ہے خواہ اس عورت ہی میں کوئی خرابی ہو تو ایڈیٹر پرتاپ بلا تکلف اس گھریلو معاملہ کو بھی نہ صرف اسلام سے جوڑ دیتا ہے بلکہ پیغمبر اسلام کی توہین تک پر اتر آتا ہے۔ اسلام دشمنی کی انتہا ہے۔

ہندوستان کے وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ جن سے ہم ذاتی طور پر واقف ہیں۔ اور ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ نہایت ہی صاف دماغ اور غیر متعصب لیڈر ہیں۔ مسلمانان ہند کو ان سے توقع رکھنی چاہیئے کہ وہ اس ضمن میں ضرور کوئی قدم اٹھائیں گے ہم آخر میں وزیر داخلہ سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اخبار پرتاپ اور اس کے ایڈیٹر کی مسلم آزاری مسلمانان ہند کے لئے ناقابل برداشت حد تک پہنچ چکی ہے۔ ایڈیٹر پرتاپ بجا طور پر اسکا مستحق ہے کہ اُسے فوراً گرفتار کیا جائے۔ اور عبرت انگیز سزا دی جائے۔ بلکہ ملک کے اتحاد و یکجہتی کے لئے تو یہ بھی ضروری ہے کہ ملک کے مختلف فرقوں میں منافرت پھیلانے والے پرتاپ جیسے اخبارات کو بند کر دیا جائے۔

تاکہ ملک کی یکجہتی اور اتحاد کو نقصان نہ پہنچ سکے۔

خواجہ حسن ثانی نظامی کو صدمہ

ہندوستان کے علمی، ادبی، اور اہل تصوف کے حلقوں میں یہ خبر بڑے رنج اور افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ شمس العلماء حضرت خواجہ حسن نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند اور خواجہ حسن ثانی نظامی کے برادر بزرگ "سید زید پاشا نظامی" کا حرکت قلب بند ہونے سے ۹ نومبر کی شب کو اچانک انتقال ہو گیا

مرحوم زید پاشا نظامی ایک گوشہ نشین مرد مومن تھے صوفیائے کرام کی جملہ صفات اُن میں موجود تھیں۔ بچپن سے لیکر اِس وقت تک کی اُن کی پوری زندگی ہمارے سامنے آئینہ کی طرح ہے لڑکپن ہی سے صوفیانہ رنگ اُن پر غالب تھا۔ حضرت خواجہ حسن نظامی رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں کچھ ایسی خصوصیات اُن میں پائی جاتی تھیں جنکی بنا پر حضرت خواجہ حسن نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے معتقدین اور مرید اُن سے دعائے خیر کے طالب رہتے تھے جسکا تذکرہ جابجا حضرت خواجہ حسن نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے اخبار منادی میں موجود ہے اُن کی بے وقت موت بلاشبہ اُن کی والدہ محترمہ۔ خواجہ حسن ثانی اُن کے پورے خاندان اور حضرت خواجہ حسن نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے وابستگان کے لئے بہت ہی بڑا سانحہ ہے۔

یہ حادثہ خواجہ حسن ثانی نظامی کیلئے اسلئے اور زیادہ تکلیف دہ ثابت ہوا کیونکہ جس وقت یہ حادثہ پیش آیا تو آپ ایک دینی مشن پر ہندوستان سے باہر شکاگو (امریکہ) میں تھے۔ اسلامی تصوف سے دلچسپی رکھنے والی اسلامی تنظیموں نے آپ کو امریکہ کے بڑے بڑے شہروں میں اسلام۔ اسلامی تصوف اور اولیائے کرام کی سیرت پر لیکچر دینے کے لئے دعوت دی تھی۔ ابھی خواجہ حسن ثانی نظامی مندرجہ بالا اسلامی موضوعات پر صرف دس بارہ ہی لیکچر دے سکے تھے کہ اِس بے وقت حادثہ کی اطلاع پر انہیں یہ مشن ادھورا چھوڑ کر انہیں امریکہ سے ہندوستان بذریعہ ہوائی جہاز واپس آنا پڑا حالانکہ ابھی نیویارک۔ واشنگٹن اور امریکہ کے دوسرے شہروں اور یونیورسٹیوں میں متعدد لیکچر دینے باقی تھے۔

یہ حادثہ اسلئے اور بھی زیادہ عظیم بن گیا ہے کیونکہ ڈیڑھ دو سال قبل خواجہ حسن ثانی نظامی کے ایک دوسرے برادر بزرگ خواجہ علی نظامی کا پاکستان میں انتقال ہو چکا ہے۔ اس حادثہ عظیم میں ہم سید زید پاشا مرحوم

ں والدہ محترمہ خواجہ بانو صاحبہ خواجہ حسین نظامی خواجہ حسن ثانی نظامی خواجہ سید مہدی نظامی اور تمام وابستگان کے ساتھ - دلی ہمدردی اظہار کرتے ہیں - اور مرحوم سید بذید پاشا کے لئے دعائے مغفرت لئے دین دنیا کے ہزاروں قارئین سے طالب ہیں۔

بابوجی کو مسلمانوں سے ہمدردی

اسے مسلمانوں کی خوش بختی کہئے یا زمانہ کا انقلاب کہ وہ بابو جگ جیون رام جنہوں نے کہ ایک اقلیتی لیڈر رہتے ہوئے کبھی مسلم اقلیت کے معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں لی مگر جب سے اقتدار سے محروم ہوئے ہیں انہیں مسلمان ...ت یاد آنے لگے ہیں اور اب وہ جب بھی کسی اجتماع میں تقریر کرتے ہیں تو مسلمانوں کی پریشانیوں اور مشکلات کا ضرور ذکر کرتے ہیں - چنانچہ ۱۵ نومبر کو رام لیلا گراؤنڈ دہلی کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے بابوجی نے جہاں ملک کے دوسرے مسائل پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے وہاں مسلمانوں کی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ اپنی غیر معمولی ہمدردی کا اظہار بھی کیا ہے

اپنی تقریر میں انھوں نے کہا ہے کہ " ملک یقیناً آزاد ہے لیکن ملک کا شہری آزاد نہیں ہے - سیاسی آزادی کے تحفظ کے ساتھ معاشی اور سماجی آزادی حاصل کرنے کے لئے تمام طبقوں کو ایک مرتبہ پھر میدان میں آجانا چاہئے - مسز اندرا گاندھی کی سرکار دراصل برہمنوں اور سرمایہ داروں کی سرکار ہے جس میں دوسرے فرقوں کے لوگ آزاد نہیں ہیں - یہ امر واقعہ ہے کہ موجودہ حکومت نے ملک کی معیشت کو تباہ کر دیا ہے - کیسی عجیب بات ہے کہ ملک کے اندرونی مسائل سے تو چشم پوشی کی جا رہی ہے اور عالمی مسائل کے حل کی کوشش ہو رہی ہے۔"

بابو جگ جیون رام نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کو مشورہ دیا ہے کہ " مسلمانوں کو جرأت سے کام لیکر اپنی شکایتوں کا حل تلاش کرنا چاہئے " نیز اپنی تقریر میں انھوں نے اس بات پر بڑے تاسف کا اظہار کیا ہے کہ دہلی کے دیواروں پر پوسٹر چسپاں دیکھے گئے ہیں جن میں کہ " مسلمان بھارت چھوڑ دیں " کے نعرے تھے - انھوں نے کہا کہ " یہ مسلمانوں کے خلاف بہت بڑی سازش ہے آخر کیا وجہ ہے کہ سیاسی لیڈروں کی ایک ایک بات کی خبر رکھنے والی سی آئی ڈی - ان پوسٹر لگانے والوں کو نہیں پکڑتی " اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے انھوں نے کہا " یہ ملک ہندوؤں کی طرح مسلمانوں کا بھی ہے مگر یہاں کی اکثریت اور حکومت مسلمانوں اور ہریجنوں کو ترقی کرتے دیکھنا نہیں چاہتی - مسلمانوں کا جب بھی کوئی کام ہوتا ہے اُسے تباہ کر دیا جاتا ہے "

اپنی تقریر میں بابو جگ جیون رام نے مسلمانوں کے ساتھ جس ہمدردی کا اظہار کیا ہے اُس کے لئے اس ملک کے مسلمان اُن کے شکر گزار ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ہم بابوجی کو یہ بتا دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کی موجودہ مشکلات نئی نہیں ہیں بلکہ اُس زمانہ سے چلی آرہی ہیں جب بابوجی برسر اقتدار تھے - سب ہی کو معلوم ہے کہ وہ تیس سال تک بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے ہیں ایسی حالت میں مسلمانوں کی تمام مشکلات اُن ہی کے دور اقتدار کی پیداوار ہیں اس لئے وہی ان مشکلات کا حل بہتر طریقہ پر سوچ سکتے ہیں -

بابو جگ جیون رام شائد اس بات کو بھول رہے ہیں کہ گزشتہ ۳۴ سال کے اندر مسلمانوں نے بار بار اس بات پر توجہ دلائی ہے کہ وہ اقتدار سے چپٹے رہنے کے بجائے مسلمانوں اور ہریجنوں کا ایک مشترکہ محاذ قائم کریں - لیکن انھوں نے اس مناسب مشورہ کو کبھی بھی قابل اعتنا نہیں سمجھا حالانکہ اگر بابوجی سنجیدگی کے ساتھ غور کریں تو اُنہیں معلوم ہو جائے گا کہ چونکہ مسلمانوں ہریجنوں اور دوسری اقلیتوں کے اکثر مسائل مشترکہ ہیں اس لئے ان کا بہترین حل صرف یہ ہے کہ اقلیتیں متحد ہو کر اپنے جائز حقوق کے لئے جدوجہد کریں -

ہمارے ملک کے مسلمانوں ہریجنوں اور سب ہی اقلیتوں کی یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ یہ سب ہی منتشر ہیں - اور اِن کے انتشار سے اس ملک کی سیاسی پارٹیاں گزشتہ ۳۴ سال سے ناجائز فائدہ اٹھاتی رہی ہیں - چنانچہ اقلیتوں ہی کے ووٹوں سے لوگ سبھا اور اسمبلیوں میں جاتی ہیں مگر وہاں پہنچنے کے بعد مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کو قطعی طور پر نظر انداز کر دیتی ہیں - حالانکہ یہ ملک کسی اکثریتی طبقہ کا نہیں ہے بلکہ اقلیتوں کا ہے مسلمان ہریجن اور اس ملک کی اقلیتیں اگر متحد ہو جائیں تو وہ جو چاہے کر سکتی ہیں - اور اُن کے اتحاد سے ملک و وطن کو بھی گرانقدر فوائد پہنچ سکتے ہیں -

بابو جگ جیون رام کو اگر واقعی مسلمانوں سے ہمدردی ہے تو وہ اقتدار کے پیچھے دوڑنا چھوڑ دیں - حکومت پر نکتہ چینی پر وقت برباد کرنے کے بجائے اقلیتوں کے اتحاد میں لگ جائیں - اس سے مسلمانوں کو بھی فائدہ پہنچے گا - ہریجنوں کے مسائل کے حل میں بھی مدد ملے گی - اور ملک میں استحکام

بھی پیدا ہوگا کاش بابو جگ جیون رام ہمارے مخلصانہ اور بروقت مشورہ پر عمل کر سکیں۔

سکھوں کا ہندوؤں سے کوئی تعلق نہیں

"آزاد خالصتان" کے قیام کا زہر بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ اور اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ بعض انتہا پسند سکھوں کی جانب سے یہ بھی اعلان ہونے شروع ہو گئے ہیں کہ "سکھ ایک جداگانہ نسل ہے" یعنی ان کا ہندوؤں سے کوئی تعلق نہیں اور کوئی تعجب نہیں کہ آگے چل کر یہ بھی کہنے لگیں کہ "ہندوستان سے ان کا کوئی تعلق نہیں" یعنی وہ ہندوستانی ہونے ہی سے انکار کر دیں۔

پنجاب ہمارے ملک کی ایک ایسی ریاست ہے جس میں کہ سکھوں کو اکثریت حاصل ہے یعنی اس ریاست میں ہندوؤں کی آبادی تو صرف ۴۵ فیصد ہے جبکہ سکھ آبادی ۵۵ فیصد ہے۔ اور پنجاب میں سکھوں کی اکثریت ہونے کی بنا پر انتہا پسند سکھوں کے دماغ میں "آزاد خالصتان" قائم کرنے کا کیڑا کلبلانا شروع ہوا ہے۔

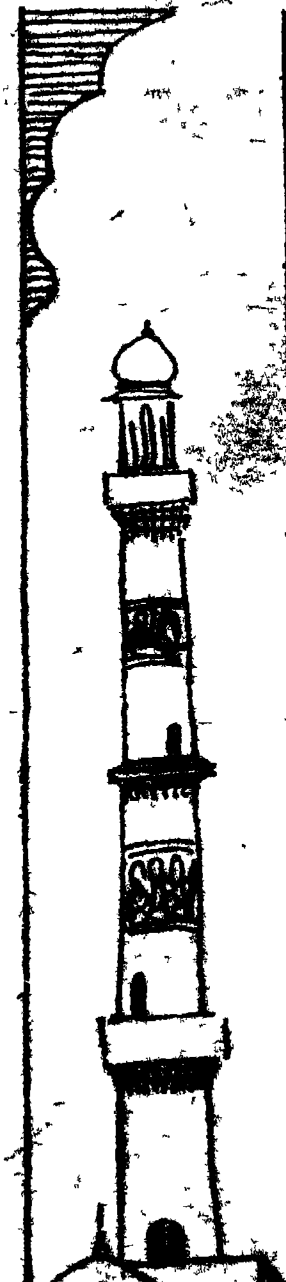
اور جب سے یہ خالصتان کا نعرہ لگنا شروع ہوا ہے پنجاب کے ہندوؤں اور سکھوں میں شدید کشیدگی بڑھ رہی ہے۔ چنانچہ انتہا پسند سکھوں کے ہاتھوں پنجاب میں ہندوؤں پر قاتلانہ حملے شروع ہو گئے ہیں۔ جس کی ابتدا اخبار "ہند سماچار" کے ایڈیٹر لالہ جگت نرائن کے قتل سے ہوئی ہے۔ اور اس کے بعد بھی خالصتانیوں کے ہاتھوں پنجاب میں کئی قتل ہو چکے ہیں۔ غرضیکہ ان انتہا پسند سکھوں نے پوری اسٹیٹ میں ایک طرف تو دہشت انگیزی کا ماحول پیدا کر دیا ہے۔ اور دوسری جانب علیحدگی پسندی کے نعرے لگا کر پوری اسٹیٹ کی فضا کو خراب کر دیا ہے مثال کے طور پر حال ہی میں سکھ انتہا پسندوں کے لیڈر سنت جرنیل سنگھ بھنڈراں والا نے جالندھر میں ایک نہایت ہی زہریلی تقریر کی ہے۔

یونائیٹڈ پریس آف انڈیا کی اطلاع ہے کہ سنت جرنیل سنگھ نے ۲۴ نومبر کو جالندھر میں سکھوں کے ایک دھارمک اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ "سکھ ایک بالکل الگ نسل ہیں" یعنی ان کا ہندوؤں سے کوئی تعلق نہیں ہے اور انھوں نے سکھوں سے اپیل کی ہے کہ "سکھ ۳۴ سالہ ہندو راج کے بندھنوں سے آزاد ہو جائیں کیونکہ سکھوں کے ساتھ ہمیشہ امتیاز برتا گیا ہے۔ اور اب بھی امتیاز کیا جا رہا ہے"

یہ یاد رہے کہ جو سنت جی آج حکومت ہند سے بغاوت کا اعلان کر رہے ہیں یہ وہی بزرگ ہیں جنھیں لالہ جگت نرائن کے قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔ اور جن کی گرفتاری پر پورے پنجاب میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔ اور یہ بات بھی نہیں بھولنی چاہیے کہ ان کے باغیانہ رویہ میں اس وقت سے زیادہ گرمی پیدا ہو گئی ہے جب سے کہ سکھ یاتری شری گورو نانک جی کے جنم دن کی تقریب میں شامل ہو کر ننکانہ صاحب کی یاترا سے واپس آئے ہیں۔ اس یاترا پر تقریباً تین ہزار سکھ پاکستان گئے تھے۔ اور پاکستان میں اس مرتبہ ان کا اس طرح پرجوش خیر مقدم کیا گیا جو اس سے قبل کبھی نہیں ہوا تھا۔ سکھ یاتریوں کی موجودگی میں پاکستان کے اخبارات نے خالصتان کے مسئلہ کو بڑے زور و شور سے ابھارا جس سے کہ صاف طور پر واضح ہے کہ خالصتان کے فتنہ کو پاکستان سے شہ مل رہی ہے۔ اس کے علاوہ پچھلے دنوں یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ خالصتان کے ایک بہت بڑے حامی گنگا سنگھ ڈھلوں جن کا مشن یہ ہے کہ وہ غیر ممالک میں خالصتان کا پروپگنڈہ کریں۔ پاکستان میں ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں۔ اور پاکستان گورنمنٹ نے ننکانہ صاحب میں ایک شاندار بنگلہ مستقل طور پر گنگا سنگھ کے لئے وقف کر رکھا ہے۔

ہماری بدقسمتی سے پنجابی زبان کے نام پر پنجاب کی جو تقسیم ہوئی ہے اس سے خالصتان کی اس تحریک کو بڑی مدد مل رہی ہے۔ پنجاب کی تقسیم کے بعد چونکہ پنجاب میں سکھوں کی اکثریت ہو گئی ہے اس لئے خالصتان کے تصور کو کافی تقویت پہنچی ہے چنانچہ اس تحریک کے چلانے والے پنجاب اور اس کے ملحقہ علاقوں کو خالصتان بنانے کا خواب دیکھنے لگے ہیں یہاں تک کہ انھوں نے خالصتان کا پاسپورٹ بھی تیار کر لیا ہے اور کرنسی نوٹ بھی چھاپ لئے ہیں۔

ادھر ہماری حکومت کی حالت یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہوتا رہا اور وہ خاموشی کے ساتھ بیٹھی ہوئی دیکھتی رہی۔ اور اب جبکہ پانی سر سے اوپر گزر چکا ہے تو حکومت کو کچھ ہوش آیا ہے۔ مگر وہ بھی اس حد تک کہ گورنمنٹ کی طرف سے وقتاً فوقتاً یہ اعلان کر دیا جاتا ہے کہ دل خالصہ اور دوسری انتہا پسند پارٹیوں پر پابندی لگا دی جائے گی مگر عملی طور پر ہوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اور یہ فتنہ جو ملک کی سالمیت کے لئے زہر کا حکم رکھتا ہے بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ سنت جرنیل سنگھ بھنڈراں والا نے اب تو حکومت ہند کے خلاف کھلی بغاوت کا اعلان کر دیا ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ حکومت کونسا قدم اٹھاتی ہے۔



نعرۂ جہاد

(اسرئیلی غاصبوں کے خلاف مسلمانوں کا نعرہ)

اے حق کے رازداں ۔ ملت کے پاسباں
اے شیر دل جواں ۔ ہے وقت امتحاں
اے نورِ عین قوم
وقتِ جہاد ہے

تو پاسبانِ قوم ۔ تجھ سے ہے شانِ قوم
تو ہے زبانِ قوم ۔ تو ترجمانِ قوم
اے نوجوان اٹھ
وقتِ جہاد ہے

اے رہنمائے دیں ۔ توحید کے امیں
کب تک چھپا چنیں ۔ باطل میں کچھ نہیں
باطل کو زیر کر
وقتِ جہاد ہے

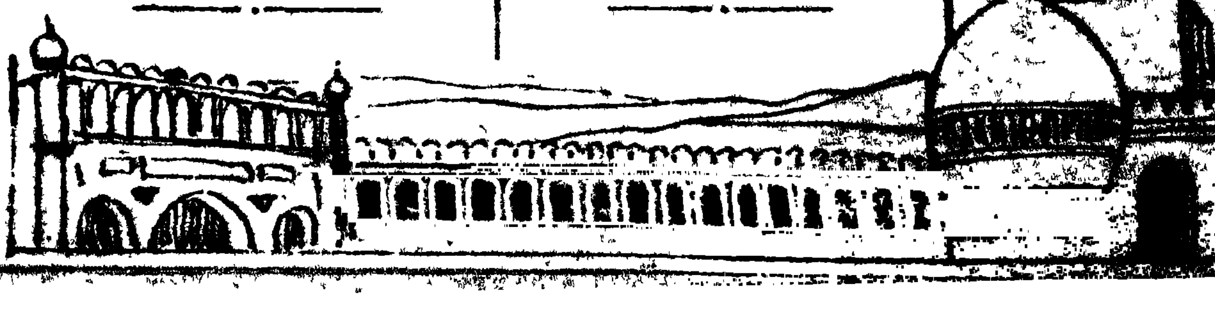
شمشیر بڑھ کے تھام ۔ ہے وقتِ انتقام
تیرا یہی ہے کام ۔ لے اب خدا کا نام
کیا موت کا خطر
وقتِ جہاد ہے

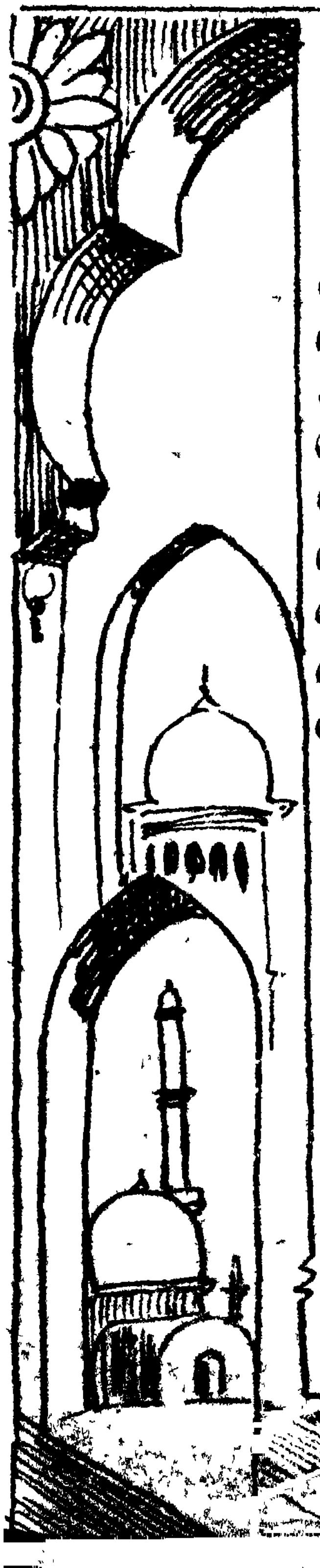
اے جانِ تیغ زن ۔ اے آنِ صف شکن
اے مالکِ چمن ۔ عقبیٰ کی کر لگن
ہاں تیغ اب اٹھا
وقتِ جہاد ہے

اے حق نما بشر ۔ بے باک اور نڈر
باطل سے کیا خطر ۔ اٹھ سینہ تان کر
دشمن کو زیر کر
وقتِ جہاد ہے

موت بلا سے کھیل ۔ راہِ بقا سے کھیل
غم کی گھٹا سے کھیل ۔ اٹھ اور قضا سے کھیل
اے مردِ حق نما
وقتِ جہاد ہے

اسلام کے نقیب ۔ اللہ کے حبیب
یہ ہے ترا نصیب ۔ اب فتح ہے قریب
اے مردِ سرفروش
وقتِ جہاد ہے





سرتاجِ امم

(از جناب سید محمد کامل ذکی ایم پی - ایڈوو)

سرتاجِ امم سرورِ سالار وہی ہیں
سلطانِ رسُل سیدِ ابرار وہی ہیں

افضل وہی معراج کے حقدار وہی ہیں
محبوبِ خدا - احمدِ مختار وہی ہیں

خورشید ہو مہتاب ہو انجم ہو کہ فردوس
کونین میں ہر سمت ضیا بار وہی ہیں

ہیں کون و مکاں انکی ہی تنویر سے روشن
ہر ذرّے میں تابندہ و ضو بار وہی ہیں

وہ بزمِ ازل ہو کہ ہو پیشانیٔ آدم
اے صلِ علی - مرکزِ انوار وہی ہیں

اللہ کے نور سے تخلیق ہے بنکی
اللہ کی تخلیق کے شہکار وہی ہیں

یہ خلد ہے کیا عرشِ عُلیٰ کیا لوح و قلم کیا
عارف ہیں وہی واقفِ اسرار وہی ہیں

اللہ ہے قرآن میں خود جنکا ثنا خواں
واللہ مرے صاحب و سرکار وہی ہیں

جو کچھ بھی مِلا اُن کے وسیلے سے ملا ہے
مونس وہی محسن وہی غمخوار وہی ہیں

اللہ سے بخشش کا یقیں کیوں نہ ہو کامل
جب بعدِ خدا اک دو مختار وہی ہیں

فرزند توحید سے

(از جناب سید رضوان بریلوی)

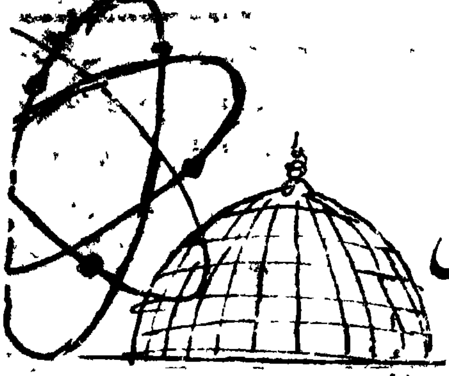
تیرا ہر نقشِ قدم نقشِ سلیمانی ہے
تیری قسمت میں ازل ہی سے جہانبانی ہے

نورِ توحید سے معمور ہے سینہ تیرا
دل ہے آئینہ ترا تو آئینہ ربانی ہے

تیری پرواز ہے جبریلِ امیں سے اونچی
اور پرواز بلا قید پر افشانی ہے

نعرۂ عشق بلب منزلِ ایماں طے کر
کس لئے مصلحتِ وقت کا زندانی ہے

گزشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

پندرہواں پارہ سبحان الذی سورہ بنی اسرائیل

(از ادارہ دین دنیا)

دین دنیا کی زیر نظر اشاعت میں ہم قرآن پاک کے پندرہویں پارہ کی پانچویں قسط پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی گمراہی کا تذکرہ فرماتے ہوئے اپنے بندوں کو نصیحتیں فرمائی ہیں۔

حیات بعد الموت پر شبہ کرنے والے

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا .... اِلَّا قَلِيْلًا ۵

ترجمہ :- یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے تو پھر از سر نو پیدا کئے جائیں گے۔ (اے نبی) تم ان سے کہہ دو کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا کوئی اور مخلوق میں بدل جاؤ جو تمہیں پسند ہو ایسا ضرور ہو گا۔ اس پر وہ کہیں گے ہمیں دوبارہ کون پیدا کرے گا؟ اس پر تم کہنا کہ جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ پھر یہ تمہارے سامنے سر ہلا کر کہیں گے ایسا کب ہو گا۔ تم کہہ دینا کہ شاید وہ وقت قریب ہی ہو۔ جبکہ وہ تمہیں پکارے گا۔ اور تم اس کی حمد کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کرو گے اور تم یہ خیال کرو گے کہ تم بہت کم مدت (دنیا میں) رہے ہو۔

تشریح :- اور یہ کافر حیات بعد الموت کو غلط سمجھتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب ہم مر جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں گی تو پھر بھی ہم از سر نو پیدا اور زندہ کئے جائیں گے۔ (اے نبی) ان سے کہہ دو کہ تم تو ہڈیوں کے ریزہ ریزہ ہونے کی بات کرتے ہو۔ تم اگر مرنے کے بعد پتھر اور لوہا بن جاؤ یا کسی ایسی شئے میں بدل جاؤ جسے تم پسند کرتے ہو تب بھی تم ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے۔ اے نبی تمہارے اس جواب پر وہ تم سے پوچھیں گے کہ ہم کو دوبارہ کون زندہ کرے گا۔ تو تم کہہ دینا کہ وہی جس نے تمہیں پہلی بار ایک بے حقیقت قطرہ سے پیدا کیا تھا۔ اس پر وہ سر ہلا کر کہیں گے کہ ایسا کب ہو گا تو تم کہہ دینا کہ شاید وہ وقت قریب ہی آ گیا ہو۔ چنانچہ جس دن کہ تمہارا پروردگار تمہیں میدان حشر کی جانب بلائے گا تو تم بے چون و چرا اس کی حمد کرتے ہوئے حاضر ہو جاؤ گے۔ اور تم گمان کرو گے کہ دنیا میں بہت ہی تھوڑی مدت تک رہے ہو اور اس وقت تمہیں اپنی غفلت اور کوتاہیوں کا احساس ہو گا۔

بد اخلاقی اور فساد سے بچو

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ .... وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۵

ترجمہ :- (اے نبی) میرے بندوں سے کہہ دو کہ وہ ایسی بات کہا کریں جو بہتر ہو۔ شیطان (بری باتوں سے) ان میں آپس میں فساد ڈلوا دیتا ہے۔ شیطان بلاشبہ انسان کا کھلا دشمن ہے تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے۔ وہ اگر چاہے تو تم پر رحم کرے۔ اور چاہے تو تمہیں عذاب دے اور (اے محمد) ہم نے تمہیں ان کا وکیل بنا کر نہیں بھیجا۔

تشریح :- اے رسول کریم! میرے مومن بندوں کو ہدایت کر دو کہ وہ اگر کافروں سے بحث و مباحثہ کریں تو اس میں اس قسم کی گفتگو کریں جو اخلاق کے اعتبار سے بہتر ہو خواہ کفار کتنی ہی بد اخلاقی سے کیوں نہ پیش آئیں۔ اور اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ شیطان کا کام یہی ہے کہ وہ آپس میں فساد برپا کراتا ہے کیونکہ وہ انسان کا کھلا دشمن ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شیطان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ لوگ ایک

دوسرے سے بداخلاقی سے پیش آئیں اور پھر مشتعل ہو کر آپس میں لڑنے لگیں لہٰذا مومنوں کو چاہئے کہ وہ بداخلاقی کا جواب بھی اخلاق کے ساتھ دیں اور کسی حالت میں بھی مشتعل نہ ہوں۔

پھر ارشاد باری ہوتا ہے کہ اے لوگو! تمہارا پروردگار تم سب کے حال سے بخوبی واقف ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم پر رحم کرے اور چاہے تو تم پر عذاب کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ نبی محترم سے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ اے نبی ہم نے تمہیں ان گمراہوں کا وکیل یا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا ہے۔ بس تمہارا کام تو یہ ہے کہ انہیں سمجھا دو انہیں اختیار ہے کہ ہدایت کے راستہ پر آئیں یا نہ آئیں۔

بعض انبیا کو فضیلت حاصل ہے

وَرَبُّكَ أَعْلَمُ .... رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ۵

ترجمہ:- اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ تمہارا رب اُس سے خوب واقف ہے۔ اور بعض نبیوں کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے اور داؤد کو ہم نے زبور دی ہے۔ (اے نبی) تم ان سے کہو کہ جن کو تم خدا کے سوا (اس کا شریک) قرار دے رہے ہو اگر ان کو پکارو گے تو وہ نہ تمہاری تکلیف دور کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور نہ (اُسے) بدل ڈالنے کی (ان میں طاقت ہے) اور جن لوگوں (نام نہاد معبودوں) کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف (آنے کا) ذریعہ ڈھونڈ رہے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ قربت حاصل کرتا ہے۔ اور وہ بھی اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اُس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بلاشبہ تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

تشریح:- اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تمہارا پروردگار ان سے خوب واقف ہے۔ اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو تمہارے پروردگار سے پوشیدہ ہو۔ اور بعض نبیوں کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے۔ چنانچہ داؤد کو ہم نے زبور دی تھی۔

اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ [illegible] یہ کہتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خاتم الانبیاء ہیں۔ اور توریت آخری آسمانی کتاب ہے گویا وہ اس طرح حضرت محمد صلعم کی رسالت اور قرآن مجید کے کتاب الٰہی ہونے کے منکر تھے۔ اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اب رہا یہ معاملہ کہ حضرت موسیٰ خاتم الانبیاء ہیں اور ان کی کتاب آخری کتاب ہے تو یہ عقیدہ بھی غلط ہے کیونکہ حضرت موسیٰ کے بعد بھی ایک نبی آ چکے ہیں اور یعنی داؤد ہیں اور ان پر آسمانی کتاب زبور نازل ہو چکی ہے۔ ایسی حالت میں حضرت موسیٰ کو کیونکر خاتم الانبیاء کہا جا سکتا ہے اور ان کی کتاب توراۃ کو کیونکر آخری کتاب قرار دیا جا سکتا ہے۔

کفار مکہ کی حالت یہ تھی کہ وہ ویسے تو بتوں کی پرستش کرتے تھے لیکن جب کوئی پریشانی آتی تھی تو رسول اللہ صلعم سے دعا کی درخواست کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ مکہ میں قحط پڑا تو کفار مکہ کا ایک وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ اللہ کے نیک بندے ہیں اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر رحم فرمائے اور ہماری اس تکلیف کو دور کر دے

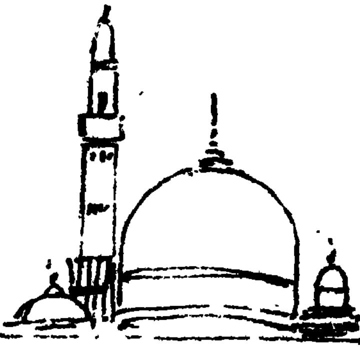
اوپر کی آیت میں اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم سے فرمایا تھا کہ اے نبی وہ کافر جو تمہاری دعا کے طالب ہیں اُن سے کہو کہ جب یہ نام نہاد معبود تمہارے کام نہیں آتے تو تم آخر انہیں کیوں پکارتے ہو حالانکہ ان جھوٹے معبودوں کی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ وہ نہ تو تمہاری کوئی تکلیف دور کر سکتے ہیں اور نہ کسی مصیبت کے وقت تمہارے کام آ سکتے ہیں۔

آگے چل کر ارشاد باری ہوتا ہے کہ یہ نام نہاد معبود جنھیں مشرک پکارتے ہیں خود اپنے پروردگار کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو زیادہ سے زیادہ قرب الٰہی حاصل ہو جائے اور وہ اُس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اور واقعی تمہارے رب کا عذاب ایسی ہی چیز ہے جس سے ڈرنا چاہیئے۔

اس آیت میں اُن مشرکوں کی جانب اشارہ ہے جو فرشتوں کی پرستش کرتے تھے۔ چنانچہ کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ ہم بغیر وسیلہ کے چونکہ اللہ تک نہیں پہنچ سکتے اس لئے فرشتوں کو پوجتے ہیں۔ حالانکہ فرشتے بھی خود اللہ کے محتاج ہیں۔ اور اس بات کے متمنی ہیں کہ انہیں کسی نہ کسی طرح اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو جائے۔ لیکن ان مشرکوں نے اُن فرشتوں کو بھی اپنی بے عقلی سے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لیا تھا۔

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

تعلیم الحدیث



تحمل اور برداشت مسلمانوں کیلئے ضروری

مصائب اور تکالیف کا مردانہ وار مقابلہ کرو

(از شوکت علی فہمی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے کہ مسلمانوں کو ہمیشہ تحمل اور برداشت سے کام لینا چاہئے۔ اور بڑی سے بڑی پریشانی اور مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہئے چنانچہ ذیل میں تحمل اور برداشت اور صبر کے بارے میں چند مستند احادیث درج کی جارہی ہے۔

دنیا کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے اس دنیا میں صرف اُن ہی افراد اور اقوام نے ترقی کی ہے جن میں کہ مصائب اور تکالیف کی برداشت کی صلاحیت موجود تھی۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ کبھی بھی کسی بڑی سے بڑی مصیبت اور آزمائش سے نہ گھبرائیں اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مصیبتیں ہمیشہ اللہ کے نیک بندوں پر نازل ہوتی ہیں تاکہ مصائب کی بھٹی میں پڑنے کے بعد کندن بن جائیں۔

ایک صحابی روایت کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا یارسول اللہ کن شخصوں پر سب سے زیادہ مصیبت آتی ہے تو آپ نے فرمایا نبیوں پر پھر ان سے کم درجہ کے پرہیزگاروں پر پھر ان سے اتر کر کم درجہ کے لوگوں پر ہر شخص کو اپنی دینداری کے موافق مصیبت کا حصہ ملتا ہے۔ اگر وہ دین کے معاملے میں مضبوط ہے تو اُس کو تکلیف بھی سخت اٹھانی ہوگی اور اگر دین کے معاملے میں کمزور ہے تو خدا اُسے معمولی تکلیف سے آزمائے گا۔ دکھ انسان کے ساتھ چمٹا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر اُس وقت چھوڑتا ہے جبکہ اُسے کسی بات کا بوجھ نہ رہے۔ (ترمذی) اور مرزا غالب کا اس ضمن میں ایک شعر بھی ہے

قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس قدر بڑی مصیبت برداشت کی جائے گی اُسی قدر زیادہ اُس کا اجر ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اُسے کسی مصیبت میں مبتلا کردیتا ہے۔ پھر جو اس قوم سے راضی ہوا اس سے خدا بھی راضی اور جو اُس قوم سے ناراض ہوتا ہے تو اس سے خدا بھی ناراض ہو جاتا ہے۔ (ترمذی)

خود مسلمان قوم کی مثال موجود ہے۔ ابتدا میں یہ قوم مٹھی بھر افراد پر مشتمل تھی۔ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی مصیبت ایسی نہیں تھی جو اُن پر نہ توڑی گئی ہو۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو پہلے حبش کی جانب اور دوسری بار مدینہ منورہ ہجرت کرنی پڑی اور پھر مدینہ منورہ میں بھی اُن کے خلاف کفار مکہ برابر یلغار کرتے رہے۔ لیکن مسلمانوں نے بڑی سے بڑی مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کیا جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ مختصر سے عرصہ میں نہ صرف ملک عرب کے بلکہ دنیائے معلومہ کے بیشتر حصے کے مالک و مختار بن گئے

ایک طرف تو مسلمانوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ صبر و استقلال کے ساتھ مصائب کا مقابلہ کریں اور دوسری جانب اُن سے کہا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ تحمل اور نرمی سے کام لیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حدیث ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو حلم اور بردباری میں حصہ دیا گیا ہے۔ اور جسے نرمی عطا کی گئی ہے گویا اُسے دنیا اور آخرت کی بھلائی دیدی گئی ہے اور جس شخص کو نرمی سے

محروم رکھا گیا ہے اُسے دنیا اور آخرت کی بھلائی سے محروم رکھا گیا ہے۔" (مشکوٰۃ)

مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی نرمی سے پیش آئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ چند یہودی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا السام علیکم یعنی تمہیں موت آئے تو میں نے جواب دیا وعلیکم السام واللعنت یعنی تمہیں موت بھی آئے اور تم پر لعنت بھی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ اللہ تعالیٰ نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ سب ہی معاملات میں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے سنا نہیں جو کچھ انھوں نے کہا آپ نے فرمایا پھر بھی تمہیں نرمی سے کام لینا چاہیئے تھا۔" (بخاری)

نرمی اور خوش خلقی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عبادت کا درجہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث ہے کہ "حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مومن کامل اپنی نرمی اور خوش خلقی کی وجہ سے رات کو عبادت کرنے والے اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھنے والے شخص کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔" (ابوداؤد)

پھر ایک دوسری حدیث کی رو سے نرم دل انسان پر دوزخ کی آگ تک حرام ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ترمذی کی حدیث ہے کہ "حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں اس شخص کو بتا دوں جس پر دوزخ کی آگ حرام ہے وہ نرم دل اور نرم مزاج شخص ہے۔" (ترمذی)

نرمی کا اجر و ثواب بھی حضور اکرم کے ارشاد کے مطابق بہت زیادہ ہے "ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ رؤف و رحیم ہے۔ وہ نرمی کو پسند کرتا ہے۔ اور نرمی اور مہربانی پر وہ نعمت عطا کرتا ہے جو بے حد قابل قدر ہے" (مسلم) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے فرمایا کہ عائشہ نرمی کو اپنے اوپر لازم کر لو نرمی باعثِ کامیابی ہے۔" (مسلم)

پھر اسی طرح رسول محترم نے صبر و تحمل کو باعث اجر و ثواب قرار دیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث ہے "حضرت سہیل بن سعد رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تحمل سے کام لے۔ اپنے غصہ کو ضبط کر سکتا ہو ایسی حالت میں جبکہ وہ اپنے غصہ سے اپنے انتقام کی خواہش کو پورا کر سکتا تھا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُسے اپنی مخلوق کے سامنے بلائے گا۔ اور جس حور کو وہ چاہے گا۔ اُسے انتخاب کرنے کا اختیار دے دیا جائے گا۔" (ترمذی) اور حضرت ابوذر غفاری رضہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص نرمی اور تحمل سے کام لیتا ہے اور اپنے غصہ کو ضبط کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے قلب کو ایمان کی روشنی سے لبریز اور معمور کر دیتا ہے" (مشکوٰۃ)

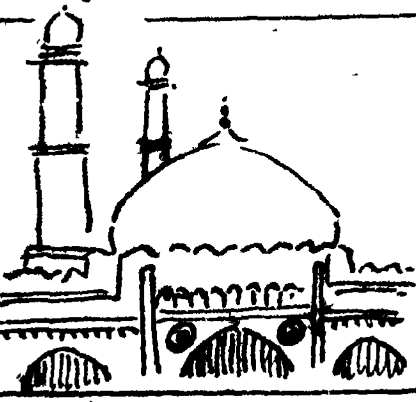
"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلوان اور طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے" (بخاری)

جنتی اور دوزخی کون ہے اس کے بارے میں حدیث ہے — "حضرت حارث بن وہب رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں تم کو اُن لوگوں کے بارے میں نہ بتلا دوں جو جنتی ہیں۔ یہ وہ نرم مزاج لوگ ہیں جو بظاہر ضعیف و کمزور ہیں اور جنہیں لوگ حقیر اور ضعیف سمجھتے ہیں لیکن اگر وہ اللہ رب العزت کی قسم کھالیں تو حق سبحانہٗ تعالیٰ اُن کی قسم کو سچا کر دے۔ اور کہا میں اُن لوگوں کے بارے میں بتلا دوں جو دوزخی ہیں۔ دوزخی ہر وہ شخص ہے جو لغو بات کے جھگڑا کرے سخت مزاج ہو مال جمع کرنے والا بخیل ہو اور تکبر کرنے والا ہو" (بخاری و مسلم)

جہاں مسلمانوں کو نرم مزاجی کی ہدایت کی گئی ہے وہاں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہر حالت میں صبر و تحمل سے کام لیں۔ چنانچہ "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی شان یہ ہے کہ جب کوئی مصیبت پہنچے تو صبر کرے اور یہ صبر بھی اُس کے لئے ایک نیکی ہے" (مسلم)

مومن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ حلیم اور بردبار اور صابر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں حدیث ہے "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے مومن آدمی حلیم بردبار اور صابر ہوتا ہے اور مومن کامل اپنی نرمی اور خوش اخلاقی کے ذریعہ رات بھر عبادت کرنے والے اور تمام دن روزہ رکھنے والے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے" مشکوٰۃ

اسلامی اخلاق



اخلاقی برائیوں کا سیلاب

صرف اسلام ہی اخلاقی برائیوں کو دور کرسکتا ہے

(از علامہ ابومحمد العراقی)

مشہور عراقی مفکر علامہ ڈاکٹر ابومحمدؒ آجکل اسلامی اخلاقیات کے موضوع پر تحقیقات کر رہے ہیں اسی تحقیقات کی روشنی میں انھوں نے ایک طویل عربی مقالہ سپرد قلم کیا تھا۔ جسکا خلاصہ ہم ناظرین دین دنیا کی معلومات کے لئے ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

جس طرح طلوع اسلام کے وقت دنیا بری طرح اخلاقی برائیوں میں مبتلا تھی اُسی طرح آج بھی دنیا بدترین اخلاقی جرائم کا گہوارہ بن گئی ہے۔ اور میری یہ قطعی رائے ہے کہ ان اخلاقی جرائم اور برائیوں کو صرف اسلام ہی دور کرسکتا ہے۔ اور بالکل اُسی طرح دور کرسکتا ہے جس طرح کہ اسلام نے چودہ سو برس قبل دنیا کو اخلاقی برائیوں سے پاک کرنے میں نمایاں حصہ لیا تھا

یہ عجیب بات ہے کہ دنیا کی مختلف حکومتیں اخلاقی برائیوں اور جرائم کے انسداد کے لئے جتنے زیادہ قوانین بنا رہی ہیں اتنی ہی زیادہ دنیا کے باشندوں میں اخلاقی برائیوں کا اور جرائم کا اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اور آج پوری دنیا کے سامنے یہ سوال درپیش ہے کہ انسان کو انفرادی اور اجتماعی برائیوں سے روکنے کے لئے قانون کی راہ اختیار کرنی چاہئے۔ یا اس مقصد کو اصلاح اخلاق کے ذریعہ حاصل کیا جائے۔

اسلام دنیا کا فطری مذہب ہے۔ اس لئے وہ انسان کے فطری رجحانات اور کمزوریوں کو نظر انداز نہیں کرسکتا تھا۔ اور وہ اس بات سے اچھی طرح واقف تھا کہ قانون انسان کے جسم پر تو حکومت کرسکتا ہے لیکن اس کے دل و دماغ پر حکومت نہیں کرسکتا۔ اسی لئے اسلام نے انسانوں کے اخلاق اور کردار کی اصلاح کے ذریعہ ہی ان برائیوں کو معدوم کرنے کی راہ اختیار کی ہے۔ چنانچہ ایک مغربی مفکر کی رائے ہے کہ "اسلام کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے اس مذہب کے ماننے والوں کے اخلاق اور کردار کو اس قدر بلند کر دیا تھا کہ ان کا کردار پوری دنیا کے لئے ایک مثالی کردار بن گیا تھا"

اعلیٰ اخلاق اور کردار کے مفہوم کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ اس سے زندگی کا کوئی شعبہ باہر نہیں رہ سکتا حکمرانی سے لیکر ہماری روزانہ زندگی کے معمولات تک پر حاوی ہے۔ لیکن اس کی مختصر تعریف یہ ہے کہ اس کے حامل انسان ایک طرف خود سکون۔ اطمینان اور پاکیزہ ماحول میں زندگی بسر کریں۔ دوسری جانب دوسرے انسانوں کو ان کی ذات سے کوئی نقصان نہ پہنچے اور اس کے ذریعہ سے انسانی سماج میں نیکوکاری پاکیزگی اور ہم آہنگی پیدا ہو سکے۔

اسلام دنیا کے ایک ایسے خطہ میں ظاہر ہوا تھا جس کے باشندوں میں بے شمار اخلاقی برائیاں موجود تھیں۔ وہ معمولی سے معمولی باتوں پر جنگ اور خونریزی پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ ان میں نسلی غرور موجود تھا اور اپنے ہی جیسے انسانوں کو غلام بنا کر رکھنا ان کے ہاں باعث فخر تھا عورتوں کو ایک تفریح کے وسیلہ سے زیادہ کوئی وقعت نہ تھی۔ دختر کشی کی وبا عام تھی۔ شراب نوشی عیاشی اور قماربازی ان کے ہاں کوئی عیب نہیں تھا لیکن اسلام کے مخالف بھی اس بات کے معترف ہیں کہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات نے معجزانہ طریقہ پر ان کی کایا پلٹ کر دی۔ چنانچہ مختصر سے عرصہ میں عرب اعلیٰ مثالی اخلاق اور کردار کے مالک بن گئے جس نے

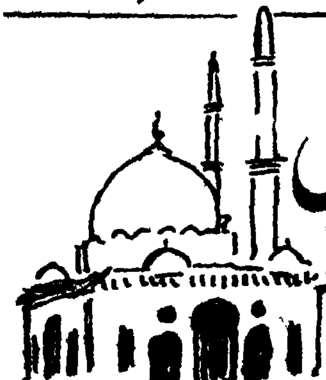
کہ بنی نوع انسان کے اخلاق اور کردار کو بلند کرنے میں نمایاں حصہ لیا۔

اسلام نے اپنی اخلاقی تعلیمات کا آغاز خدا کی وحدانیت اور محمد صلعم کی رسالت کے اقرار سے کیا تھا۔ اور انسانوں کو ان دونوں باتوں پر ایمان لانے کی دعوت کا مقصد صرف یہ تھا کہ صدیوں سے بے شمار معبودان باطل کی پرستش کرتے رہنے سے انسان کے ذہن میں پست خیالی۔ توہم پرستی اور بے یقینی کی جو کیفیت پیدا ہو گئی تھی اسے دور کر کے انسان کو صحیح طور پر اور سنجیدگی کے ساتھ سوچنے اور فیصلہ کرنے کا موقع فراہم کیا جائے اور اُسے اخلاق و کردار کی اعلیٰ تعلیمات کی جانب توجہ دلانے سے قبل انسان کو کسی بڑی مرکزی طاقت کے ساتھ وابستہ کر دیا جائے چنانچہ انیسویں صدی کے ایک غیر مسلم مفکر نے اسلام کے عقیدہ توحید و رسالت پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسلام کی اس تعلیم کا مقصد انسان میں اعلیٰ اخلاق کی تخم ریزی کرنے کے لیے زمین تیار کرنا تھا۔ اور جب وہ اس مقصد میں کامیاب ہو گیا تو اُس نے اُن میں وہ اعلیٰ اخلاق پیدا کر دیئے جنھوں نے کہ اسلامی سوسائٹی کو ایک ایسی سوسائٹی بنا دیا جس کا وجود بنی نوع انسان کے لیے رحمت کا باعث ثابت ہوا" دنیا کے تقریباً سب ہی ماہرین قانون اور مفکرین اس بات کے معترف ہیں کہ اسلام نے نوع انسانی کے اخلاق کو درست کرنے کیلئے جو قوانین مرتب کیے ہیں وہ بے مثال ہیں۔ لیکن دنیا کا کوئی بہتر سے بہتر قانون بھی اس وقت تک موثر نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس پر وہ لوگ عمل نہ کریں جن کے لیے یہ بنایا گیا ہے۔ اور اسلام نے ان قوانین کو تسلیم کرانے کے لیے سب سے پہلے اسلام کے ماننے والوں میں خوف خدا پیدا کیا۔ اور اس کے بعد پیغمبر اسلام کی محبت اسلام کے ماننے والوں میں جاگزیں کر دی اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ متبعین اسلام خدا کو حاضر و ناظر تسلیم کر کے اور پیغمبر اسلام کی ہدایتوں پر چلنے لگے۔ اور خود بخود ان اخلاقی برائیوں سے اجتناب کرنے لگے جن کی نشاندہی پیغمبر اسلام نے کی تھی پھر تصور آخرت نے بھی اخلاقی برائیوں کے دور کرنے میں بہت بڑی مدد کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک انسان کسی بالاتر طاقت کے سامنے سرنگوں نہیں ہوتا اُس وقت تک وہ گناہوں اور اخلاقی برائیوں سے بطور خود اجتناب نہیں کر سکتا۔ خواہ اُسے گناہوں اور جرائم سے روکنے کے لیے کتنے ہی قوانین کیوں نہ بنا دیئے جائیں۔ لہٰذا انسانی اخلاق اور کردار کو بلند کرنے کے لیے انسان کے لیے کسی بالاتر طاقت سے متاثر ہونا نہایت ضروری ہے۔ اور اسلام نے یہ سب کچھ کیا ہے اس لئے اسلامی سوسائٹی کو اخلاق اور کردار کے اعتبار سے دنیا کی بہترین سوسائٹی سمجھا جاتا ہے۔ اور اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ یہ دنیا اُس وقت تک اخلاقی برائیوں اور گناہوں و خطاؤں سے پاک نہیں ہوگی۔ جب تک کہ وہ اسلام کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن نہیں ہوگی۔

اسلام نے مسلمانوں کو بتایا تھا کہ پوری کائنات کا خالق اور مالک صرف ایک ہے جو اپنے بندوں کے نیک و بد اعمال پر پوری نظر رکھتا ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے سب انسان خدائے واحد کے بندے ہیں کسی قوم کو دوسری قوم پر انسانی اعتبار سے کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ اس طرح اسلام کی یہ تعلیم عالمگیر انسانی برادری کے قیام کے لئے سنگ بنیاد ثابت ہوئی تھی۔ چنانچہ مسلمانوں نے اپنے اس عقیدہ کے ماتحت ان تمام سماجی پابندیوں کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ جن کی بدولت اسلام کے ظہور سے پہلے انسان بے شمار گروہوں میں بٹا ہوا تھا۔ اور ہر ایک گروہ دوسرے گروہ کی گردنیں کاٹ رہا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں نے کسی جھجک کے بغیر یہ اعلان کر دیا تھا کہ وطن، رنگ، نسل، عقائد اور سماجی درجوں کی بنیاد پر انسانوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جانا چاہیئے اور جس کے اس اعلان کو سیاسی زبان میں جمہوریت اور مساوات کا بنیادی اصول بھی کہا جا سکتا ہے۔ لیکن جہاں تک اسلام کا تعلق ہے اُس نے یہ اعلان کسی سیاسی مصلحت کی بنا پر نہیں کیا تھا بلکہ اخلاق اور کردار کو بلند بنانے ہی کی غرض سے کیا تھا۔ کیونکہ اسلامی اخلاق کا تقاضہ یہ تھا کہ دنیا کے سب ہی انسانوں کو خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں۔ برابر کا درجہ دیا جائے۔

پھر اسلام نے انسانی اخلاق کو بلند کرنے کے لئے یہ بھی کہا تھا کہ اُن انبیا اور مذہبی پیشواؤں کے علاوہ جن کی تصدیق خود اسلام نے کی ہے مسلمانوں کو دوسرے مذاہب کے تمام پیشواؤں کا بھی پورا پورا احترام کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اسلام کی اس ہدایت کا منشا یہ تھا کہ اسلام دنیا سے مذہبی تعصب اور اس کی بدولت پیدا ہونے والی تمام برائیوں کو ختم کر دینا چاہتا تھا اور مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان ہزاروں سال سے جو نفرت اور دشمنی چلی آ رہی تھی اسے دور کر کے

(باقی صفحہ [illegible] پر)



تاریخ اسلام کا ایک ورق

اسلام نے ایسے بھی فداکار پیدا کیے ہیں

مجاہد اسلام حضرت بریدہ رضؓ کے جذبہ ایمانی کا ایک واقعہ

(از جناب محمد علی پاشا حیدرآباد)

مجاہد اسلام حضرت بریدہ اسلمی رضؓ اسلام کے سچے عاشق اور فداکار تھے۔ راہ حق میں اس مرد مومن نے جو قربانی دی ہے وہ تاریخ اسلام میں بے مثال ہے جناب ذیل میں اسی فداکار اسلام کی زندگی کا آخری اور اہم ترین واقعہ پیش کیا جارہا ہے

جب دربار رسالت میں حضرت بریدہ اسلمی رضؓ حاضر ہوئے تو اُن کے چہرے سے حزن و ملال ٹپک رہا تھا۔ کچھ عرض کرنا چاہتے تھے لیکن پس و پیش کر رہے تھے۔ آقا نے اپنے محبوب غلام کو اِس حال میں دیکھا تو نہایت شفقت سے پوچھا "اسلمی کیوں اسقدر رنجیدہ اور افسردہ ہو۔ کونسی افتاد پڑی ہے انے چاہا تو تمہارا رنج راحت میں بدل جائے گا؟"

اسلمی رضؓ نے اپنے آقا کے محبت بھرے برتاؤ سے مسرور ہوکر عرض کیا۔ یارے آقا آپ پر میرے ماں باپ قربان غلام کی مدت سے یہ آرزو ہے س کی شادی ہو جائے۔ اور اُسے گھریلو زندگی کی راحت میسر آئے۔ ، یہ آرزو صرف ناکام تمنا بن کر رہ گئی ہے۔ عرب کے ہر گھرانے نے مجھے یاد یا ہے۔ جہاں بھی میں نے شادی کا پیغام دیا اُسے نفرت و حقارت ۔ دکردیا گیا۔ اور اُس کا سب سے بڑا باعث میری حد سے زیادہ بڑھی ، بدصورتی ہے واقعی میں ہوں بھی بڑا کریہہ المنظر کون مجھے اپنی بیٹی دے ہے۔ لیکن میں انسان ہوں اُس خواہش کا کیا کروں جو مجھے اندر ہی اندر پاگستر کر رہی ہے۔" اتنا کہنے کے بعد اسلمی کے چہرہ پر حزن و ملال اور یادہ بڑھ گیا۔

رحیم و کریم آقا سے جو ساری دنیا کے لئے سرچشمہ رحمت تھے۔ اپنے غلام و ملال دیکھا نہ گیا۔ فرمایا "اسلمی جاؤ دریافت کرو کہ کونسی لڑکی مدینہ میں ، خوبصورت ہے میں اُس سے تمہارا نکاح کرادوں گا۔"

سلمی رضؓ نے حیرت اور تعجب سے اپنے آقا کے تسلی آمیز الفاظ سنے اور بڑی سے عرض کیا "یا میرے آقا مجھ بدصورت کی کہاں ایسی قسمت اگر کوئی معمولی لڑکی بھی مجھے مل جائے تو میں اُسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔ کیونکہ میں اس بات کو اچھی طرح جانتا ہوں کہ کوئی بھی حسین لڑکی مجھ سے شادی کرنے کے لیے ہرگز راضی نہیں ہوسکتی۔ شادی کے پیام کے جواب میں سوائے نفرت و حقارت کے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ پہلے ہی سے میرے دل و جگر چھلنی ہیں میرے آقا مجھے مزید آزمائش میں نہ ڈالیے؟"

رحمت عالم کا دل اس بدنصیب انسان کو دیکھ کر بے چین ہوگیا فرمایا "اسلمی خدا کی ذات کے اوپر بھروسہ رکھو۔ انشاءاللہ تعالےٰ عرب کی منتخب حسینہ ہی تمہارے قدموں میں ڈال دی جائے گی۔ جاؤ تم دریافت کرو اور مجھے اطلاع دو۔"

اسلمی رضؓ فرمان رسول کے ساتھ ہی لڑکی کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور معلومات حاصل کرنے کے بعد۔ آقائے محترم کو خبر دی کہ فلاں قبیلہ کے سردار کی لڑکی بہت زیادہ خوبصورت ہے۔ اُسی وقت آقائے نامدار نے فرمایا "اسلمی جاؤ اور لڑکی کے باپ سے میرا اسلام کہو اور اُسکے بعد کہنا کہ محمدؐ نے تمہاری لڑکی کے لئے مجھے منتخب کرکے پیام دینے کے لئے بھیجا ہے؟"

اسلمی رضؓ نے جاکر لڑکی کے باپ کو سلام کے بعد رسول اللہ صلعم کا پیغام پہنچادیا۔ اس پر لڑکی کے والد نے برافروختہ ہوکر اسلمی کو بہت برا بھلا کہا اور جھڑک کر اپنے گھر سے نکال دیا۔ اسلمی رضؓ مایوس و رنجیدہ لوٹ گئے انہیں پہلے ہی سے اس بات کا اندیشہ تھا۔

اُدھر لڑکی نے باپ کو یوں برافروختہ ہوتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ

"کیا بات ہے ابا جان - کون آئے تھے - اور آپ کیوں اسقدر خفا ہو رہے تھے؟"

باپ نے بیٹی سے کہا تم بریدہ اسلمی کو جانتی ہو؟

"ہاں ابا جان خوب جانتی ہوں - وہ کریہہ المنظر شخص جس کی بد صورتی ضرب المثل بن گئی ہے" لڑکی نے متنفر آمیز لہجہ میں کہا -

"ہاں تو وہی آیا تھا اور کہہ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو تمہارے لئے منتخب کر کے بھیجا ہے؟"

"تو آپ نے کیا جواب دیا؟"

"جواب کیا دیتا - جھڑک کر نکال دیا - جی تو چاہ رہا تھا کہ اس کی زبان کاٹ لوں - کمبخت پیغام دینے بھی چلا تو میری چاندسی بیٹی کو جس کے لئے سرغنائے عرب کے کئی نوجوان آنکھیں بچھانے کے لئے تیار رہیں بھلا میں یہ کیونکر برداشت کر سکتا ہوں"

"مگر آپ نے یہ اچھا نہیں کیا - میں مانتی ہوں کہ اسلمی کریہہ المنظر ہیں بظاہر اُن میں کوئی خوبی نہیں - لیکن جب آقائے دوجہاں اور ہمارے پیارے رسول نے انہیں منتخب کر کے بھیجا ہے تو ضرور کوئی بات ہے اور ہم انکار کا کبھی تصور بھی نہیں کر سکتے - خدا آپ کو معاف فرمائے - فوراً جائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی مانگ کر اپنی رضا مندی کا اظہار کر کے آئیے - میں دل وجان سے رسول محترم کے بھیجے ہوئے اس رشتہ پر راضی ہوں سرکار کے حکم پر جان تک قربان کرنے کیلئے تیار ہوں"

باپ کے دل پر بیٹی کے الفاظ تیر کا کام کر گئے - خوف رسول سے لرزتے ہوئے فوراً کاشانۂ نبوت پر حاضر ہو کر معافی کے خواستگار ہوئے اور رشتہ پر رضامندی کا اظہار کر کے خوشنودیٔ رسول حاصل کر لی اور اس طرح حضرت بریدہ اسلمی رضؓ کی دیرینہ تمنا پوری ہو گئی - اسلمی جہاں حسن صورت سے محروم تھے خدا نے انہیں زر و مال سے بھی محروم کیا تھا - چنانچہ رسول اللہ صلعم کے فرمانے پر ایک صحابیؓ نے دس ہزار درہم اسلمی کی شادی کے لئے اسی وقت دیدئے -

اسلمی بازار جا کر شادی کے لئے سامان خرید رہے تھے کہ اچانک کانوں میں "جہاد فی سبیل اللہ" کی آواز آئی "جہاد" کا نام سن کر سب کچھ بھول گئے - اور اس مرد مومن نے اپنی دیرینہ خواہش کو قربان کر کے دعوت جہاد پر لبیک کہا اور شادی کا سامان واپس کر کے ایک ہزار درہم کی ایک تلوار اور ایک ہزار درہم کا ایک گھوڑا خریدا اور منہ پر نقاب ڈال کر اسی وقت میدان جہاد کی جانب روانہ ہو گئے -

حضرت بریدہ اسلمی اپنے زمانہ کے بہت بڑے شمشیر زن مشہور تھے یہ جس وقت میدان جنگ میں پہنچے تو اُس وقت مسلمان دشمن کے مقابلہ میں کمزور پڑ رہے تھے - آپ نے قریب جا کر اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ دشت وجبل گونج اٹھے - کفار یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں کی مدد کے لئے تازہ دم لشکر آگیا ہے سراسیمہ ہو گئے - اور پھر حضرت بریدہ نے کفار کے قلب لشکر میں گھس کر شمشیر زنی شروع کی تو کشتوں کے پشتے لگا دئے اور اُن کے دیکھا دیکھی دوسرے مجاہدین میں بھی نئی زندگی پیدا ہو گئی اور جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا سب ہی مسلمانوں میں اُس نقاب پوش مجاہد کے چرچے تھے جو نصرت اور فتح مندی کا فرشتہ بن کر ظاہر ہوا تھا - اور جس نے لشکر اسلام میں شامل ہوتے ہی جنگ کا رخ ہی بدل دیا تھا -

شام کو جب شہداء کی لاشیں جمع کی جا رہی تھیں تو اُن میں نقاب پوش مجاہد کی بھی لاش ملی - نقاب الٹ کر دیکھا تو حضرت بریدہ رضؓ نظر آئے - مجاہدین پر رقت طاری ہو گئی اور جس نے بھی دیکھا آپ کے جذبۂ ایمانی اور سرفروشی کی داد دی - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی آپ فوراً لاش پر تشریف لائے اور جس وقت حضرت اسلمی کے چہرہ پر نظر پڑی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے آپ نے اسلمی کے جذبہ حق پرستی اور عظیم قربانی کی بے حد ستائش کی اور بہت ہی رقت انگیز طریقہ پر دعائے مغفرت فرمائی -

جس وقت حضرت بریدہ اسلمی رضؓ کا جنازہ لے جایا جا رہا تھا تو آنحضرت صلعم پنجوں کے بل چل رہے تھے اور جب دفن کیا جا رہا تھا تو آپ نے تبسم فرمایا حالانکہ حضور بے حد رنجیدہ تھے - صحابہ نے سبب مسکرانے کا سبب دریافت کیا تو حضور نے فرمایا "میں پنجوں کے بل اسلئے چل رہا تھا کہ اسلمی کے جنازہ میں شرکت کے لئے اس کثرت سے فرشتے آئے ہوئے تھے کہ مجھے پیر رکھنے کی جگہ نہیں مل رہی تھی اور تبسم اس لئے فرمایا کہ جس وقت اسلمی رضؓ کو دفنایا جا رہا تھا تو کثرت سے حوریں ان پر ٹوٹی پڑ رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ اے پروردگار اس دولہا کو ہمیں عطا کر دے میں نے حوروں کی یہ بے چینی اور گرویدگی دیکھی تو بے ساختہ مسکرا دیا -

مشاہیر اسلام



غازی صلاح الدین ایوبی

پورے یورپ سے مقابلہ کرنے والا مرد مجاہد

(از شوکت علی فہمی)

مبارک ہے وہ قوم جس نے کہ غازی صلاح الدین ایوبی جیسا مرد مومن پیدا کیا۔ یہ وہ مجاہد اعظم ہے جس کی تلوار اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے آخری وقت تک بے نیام رہی۔ اور یہ اسلام کا وہ جانباز سپاہی ہے جس نے تن تنہا انگلستان، جرمنی، فرانس، اسٹریا، ہنگری اور یورپ کی دوسری سلطنتوں کو شکست دے کر پورے یورپ میں تہلکہ برپا کر دیا تھا۔ اسلام کے اس مایہ ناز فرزند نے بیت المقدس کی فتح اور اس کے بعد میدان کارزار میں کیسے عظیم الشان کارنامے انجام دیے ہیں۔ اُن کا اندازہ ذیل کے مقالہ سے ہو سکتا ہے۔

جب بیت المقدس کی سرزمین اچھی طرح مسلمانوں کا خون پی چکی تو پورے اکیانوے سال کے بعد ۵۸۳ ہجری میں والیٔ شام و مصر غازی صلاح الدین کی کامیابی اور فرزندان اسلام کی سرفروشی کی بدولت بڑی دشواریوں کے بعد مشرکوں کے تصرف سے پیغمبروں کی سرزمین فلسطین آزاد ہوئی۔

اور وہ مشرک جو تقریباً ایک صدی تک اس مقدس سرزمین کو مسلمانوں کے خون سے لالہ زار بناتے رہے تھے۔ اور یہ سوچ رہے تھے کہ نہ جانے اُن کے ساتھ صلاح الدین کیا سلوک کرے گا۔ کیونکہ ان مشرکوں نے اپنے زمانہ اقتدار میں نہ مسلمان عورتوں کو بخشا تھا نہ بچوں کو۔ نہ بوڑھوں کے ساتھ رعایت کی تھی۔ اور نہ بیماروں کے ساتھ۔ ان کے مظالم کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف مسجد اقصیٰ میں انھوں نے ستر ہزار مسلمانوں کا خون بہایا تھا۔ لیکن جب غازی صلاح الدین ایوبی کا بیت المقدس پر دوبارہ قبضہ ہوا تو اس مرد مومن نے ان ہی ظالم عیسائیوں کے ساتھ جو اکیانویں سال تک مسلمانوں کا مسلسل خون بہاتے رہے تھے۔ ایسی نرمی اور فیاضی کا سلوک کیا جس کی مثال مشکل ہی سے انقلابات کی تاریخ میں مل سکتی ہے۔

بیت المقدس کی فتح کے بعد غازی صلاح الدین نے مسجد اقصیٰ کے سامنے کھلے میدان میں دربار منعقد کیا تو اس موقع پر جب یورپ کے گرفتار شدہ بادشاہوں اور یورپین امراء کو اس فاتح اعظم کے روبرو پیش کیا گیا تو اس مرد مومن نے اُن سے کہا "اگرچہ تم سب کا طرز عمل اس قابل ہے کہ تم سب کی گردنیں اڑا دی جائیں اور تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہ کی جائے لیکن اسلام نے چونکہ قیدیوں کے ساتھ نرم سلوک کی ہدایت کی ہے۔ اس لئے میں تم سب کو معافی دینے کے بعد رہا کرتا ہوں۔"

غازی صلاح الدین کے اس فیاضانہ اعلان کے بعد جو عیسائی حکمراں جو مسلمانوں کے خون کے پیاسے بنے رہے تھے۔ تاریخ اسلام کی اس وسیع قلبی اور رواداری کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور اُن کی گردنیں اسلام کے اس مایہ ناز فرزند کے روبرو شرم اور ندامت سے جھک گئیں۔

یورپ کے حکمرانوں میں اگر غیرت ہوتی اور اُن میں احسان شناسی کا ادنیٰ سا بھی جذبہ ہوتا تو غازی صلاح الدین کے اس فیاضانہ سلوک کے بعد وہ کبھی اور کسی حالت میں بھی اپنے اس محسن کے سامنے گردن نہ اٹھاتے۔ لیکن عیسائی حکمرانوں کا یہ پرانا طریقہ کار رہا ہے کہ شکست کھانے کے بعد تو اطاعت کے لئے گردنیں جھکا دیتے ہیں۔ لیکن جوں ہی انہیں موقع ملتا ہے یہ بدستور سرکشی پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور یہی اس کے بعد بھی انھوں نے کیا

یورپ کے بادشاہ اور امراء جوں ہی صلاح الدین ایوبی کی قید

سے رہا ہونے کے بعد یورپ پہنچے تو پورے یورپ میں ایک ہنگامہ سا برپا ہو گیا بیت المقدس کے قبضہ سے نکل جانے کی وجہ سے سارے یورپ میں ایک کہرام سا مچ گیا اور یورپین بادشاہوں اور امرا نے نئے سرے سے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

اُدھر پادریوں اور راہبوں کی جماعت نے سیاہ ماتمی لباس پہن کر عوام کو جوش دلانے کی غرض سے یورپ میں گھومنا شروع کر دیا۔ اور اپنی جوشیلی تقریروں سے اہل یورپ کو مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے صف آرا کر دیا اور پاپائے روم نے فتویٰ دیدیا کہ جو شخص بھی اسلام کے خلاف اس مقدس جنگ میں پہلوتہی کرے گا مسیحی مذہب سے خارج سمجھا جائے گا۔ اور سخت سزا کا مستحق ہوگا۔ اور جو اس جنگ میں حصہ لے گا اس کے تمام سابقہ گناہ دھل جائیں گے۔ اس کے علاوہ سارے یورپ میں اس نئی صلیبی جنگ کے لئے روپیہ اور سامان فراہم کرنے کے لیے ایک مہم شروع ہو گئی — یہانتک کہ انگلستان اور فرانس کی حکومتوں نے تو اپنے ملک کے باشندوں پر "صلاح الدین ٹیکس" کے نام سے ایک نیا ٹیکس لگا دیا تھا تاکہ اس نئے ٹیکس کے ذریعہ صلاح الدین کے خلاف جنگ جاری رکھی جا سکے اور شاہ انگلستان رچرڈ نے تو اس صلیبی جنگ کے لئے اپنی تمام ذاتی جاگیر فروخت کر دی اور کہہ دیا کہ اگر کوئی خریدار ہو تو میں لندن تک فروخت کرنے کے لیے آمادہ ہوں۔ غرضیکہ غازی صلاح الدین کے مقابلہ کے لئے پورے یورپ میں ایسی زبردست منظم طریقہ پر جنگی تیاریاں کی گئیں جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں ناپید ہے۔

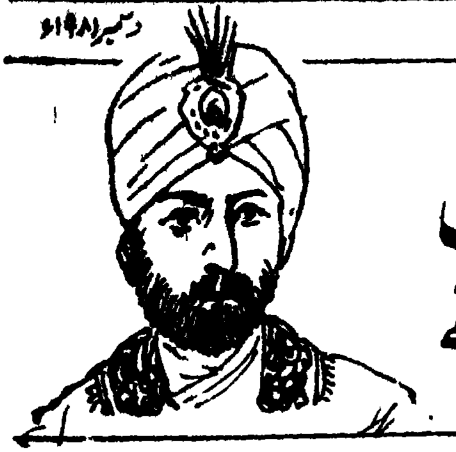
کاؤنٹ کینارڈ شاہ صور کو پچھلی جنگ میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے قید سے رہا کر کے بہت بڑا احسان کیا تھا۔ لیکن یہ یورپین حکمراں سب سے بڑا محسن کش ثابت ہوا سچ تو یہ ہے کہ پورے یورپ کو صلاح الدین کے خلاف ابھارنے میں اس کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ اس نے صور کی بندرگاہ کو دشمنان اسلام کی سب سے بڑی چھاؤنی بنا لیا تھا۔ صور کے گرد نئی شہر پناہ تعمیر کر کے اور اس کے تین طرف خندقیں کھدوا کر اسے سمندر سے ملا دیا تھا۔ اور اس طرح صور کی بندرگاہ جو بیت المقدس سے متصل تھی مسلمانوں کے خلاف ایک بہت ہی مستحکم فوجی اڈے میں تبدیل ہو گئی۔ [illegible] بندرگاہ کے چاروں طرف جنگی جہاز پہرہ دے رہے تھے۔ بیت المقدس کا سابق عیسائی بادشاہ گائی ایک بڑی فوج لیکر صور پہنچ چکا تھا۔

والئی صور کاؤنٹ کینارڈ اور شاہ گائی کو جب یہ پتہ چلا کہ دیگر شاہان یورپ اور لاکھوں مسیحی مجاہدین صلاح الدین سے بیت المقدس واپس لینے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں تو ان دونوں نے پوری طاقت کے ساتھ خشکی کے راستہ سے عکّہ پر حملہ کر دیا۔ اور اسی دوران جب سسلی کا بحری بیڑہ بھی آ گیا تو عیسائیوں نے ایک محاذ عکّہ پر بغیر سمندر کا راستہ سے بھی یورش شروع کر دی اور اس طرح صلاح الدین ایوبی کے خلاف ایک نئی صلیبی جنگ چھڑ گئی۔

غازی صلاح الدین ایوبی اس وقت دوسرے معرکوں میں الجھا ہوا تھا۔ اُس کے پاس فوج بھی زیادہ نہیں تھی۔ لیکن اُسے جوں ہی یہ معلوم ہوا کہ عیسائیوں نے چاروں طرف سے عکّہ کو گھیر لیا ہے تو وہ دوڑا ہوا آیا اور اپنے مٹھی بھر مجاہدین کو لے کر عیسائیوں پر پل پڑا غازی صلاح الدین کے لئے یہ بڑا ہی نازک وقت تھا۔ وہ اتنی بڑی جنگ کے لئے تیار نہ تھا اور اُدھر حالات یہ تھی کہ یورپ سے یکے بعد دیگرے مختلف ممالک کے لشکر اُسکے مقابلہ کے لئے چلے آ رہے تھے غرضیکہ جنگ نے ایسی خوفناک شکل اختیار کر لی تھی جو مسلمانوں کے لئے بڑی ہی تشویشناک تھی مگر آفرین ہے اس مرد مجاہد کو کہ اگرچہ سارا یورپ اُس پر ٹوٹ پڑا تھا مگر اُس کی حوصلہ مندی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔

یہ صلیبی جنگ کس قدر اہم تھی اُس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ یورپ کے تقریباً تمام بڑے ممالک کے بادشاہ اور نواب مع اپنے لشکروں کے اس جنگ میں بذات خود حصہ لے رہے تھے۔ جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ رچرڈ شاہ انگلستان فلپ گسٹس شاہ فرانس۔ فریڈرک ثانی شاہ جرمنی۔ لارڈ آف کنٹربری۔ بالڈیون۔ سالبری غرضیکہ یورپ کے تقریباً تمام ممتاز حکمراں اس معرکہ میں شریک تھے۔ اور ان کے ساتھ اس کثرت کے ساتھ فوج تھی کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ فوج شاید پوری دنیائے اسلام کو پامال کئے بغیر دم نہیں لے گی۔ لیکن یہ پوری دنیائے اسلام کی جانب تو کیا رخ کرتی صرف ایک صلاح الدین ہی تن تنہا ان سب کے مقابلہ کے لئے کافی تھا۔

اُدھر اہل یورپ یہ سوچ رہے تھے کہ اب وہ آسانی سے صلاح الدین کو کچل ڈالیں گے۔ اور اُن کا خیال تھا کہ ایک بیت المقدس کا تو ذکر ہی کیا ہے پوری دنیائے اسلام ہی عنقریب مسیحی پرچم کے زیر سایہ آ جائے گی۔ مگر یورپین حکمرانوں کے یہ سارے منصوبے رکھے رہ گئے۔ کیونکہ مختصر سی مدت میں یورپ کے حکمرانوں کو معلوم ہو گیا کہ شیر (باقی صفحہ ۲۹ پر)



تاریخ ہند

شاہان ہند کا دورِ حکومت

کیا شاہان ہند متعصب اور تنگ نظر تھے

(ہمارے مورخ کے قلم سے)

ایک سوچے سمجھے پروگرام کے مطابق ہندوستان کے سابق مسلم حکمرانوں پر بڑی شدومد کے ساتھ تعصب اور تنگ نظری کا الزام لگایا جا رہا ہے۔ اور یہ کہا جا رہا ہے کہ ہندوستان کے مسلم حکمراں اپنے دورِ اقتدار میں ہمیشہ غیر مسلموں کے حقوق کو ذبح کرتے رہے ہیں۔ ذیل کے مضمون میں اس الزام کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے۔

مسلمانوں نے ہندوستان پر سو پچاس سال نہیں بلکہ ایک ہزار سال سے بھی زیادہ حکومت کی ہے۔ اور کوئی قوم اقلیت میں ہونے کے باوجود اتنے طویل زمانہ تک اسی وقت حکومت کر سکتی ہے۔ جبکہ وہ انتہا درجہ کی وسیع نظر ہو۔ ملک کے باشندوں کے ساتھ رواداری اور محبت کا سلوک کرے ورنہ اس کے بغیر شائد چند سال بھی کسی حکومت کا چلانا ناممکن ہے۔ چنانچہ ہندوستان کی تاریخ کا سرسری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ ہندوستان کے فاتح اول محمد بن قاسم سے لیکر آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر تک بیشتر مسلم حکمراں مذہبی تعصب اور تنگ نظری سے بالکل پاک صاف تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام نے نہ صرف شاہانِ ہند کا بلکہ دنیا کے تمام مسلمان بادشاہوں کا کردار ایک ایسے سانچے میں ڈھال دیا تھا جس سے کہ تعصب اور تنگ نظری کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہو سکتا

مسلمان ظہور اسلام کے بعد ایک صدی کی مدت میں عرب کی سرحدوں سے نکل کر حکمراں کی حیثیت سے دُور دُور تک پھیل گئے تھے۔ اور آئندہ کئی صدیوں تک مسلمانوں کی سلطنتوں کی حدود بڑھتی ہی چلی گئی تھیں لیکن ان کی حکومتوں کی بنیادی حکمت عملی مراکش سے لیکر ہندوستان تک اور ہندوستان سے لیکر چین تک ایک ہی رہی ہے اور اُن کی پالیسی کی یہی یکسانی اُن کے قومی کردار کی کسوٹی کی حیثیت رکھتی ہے اور اُن کا یہ قومی کردار اسلام ہی نے بنایا تھا

مسلمانوں نے اپنی حکومتوں کی بنیاد انسان کی آزادی، قوموں کے درمیان اتحاد اور انسان کی تعمیری اور تخلیقی صلاحیتوں کو بیدار اور منظم کرنے کے تصور پر رکھی تھی۔ اور انھوں نے اپنے عروج کے زمانہ میں نہایت سختی کے ساتھ حکومت کے ان بنیادی مقاصد پر عمل درآمد کیا تھا۔ اور مختلف ملکوں اور قوموں کے مخصوص حالات بھی مسلمانوں کی اس بنیادی حکمت عملی پر اثر انداز نہیں ہو سکے تھے۔ چنانچہ ہندوستان کی مسلم حکومتوں کا طرز عمل ان کے کردار کی اس خصوصیت کا سب سے زبردست ثبوت ہے۔

عرب اور اس کے گردونواح کے ملکوں میں مسلمانوں کو جن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا وہ عموماً یہودی اور عیسائی تھے۔ اور چونکہ ایک طرف تو یہ لوگ اہل کتاب تھے اور اسلام نے ان سے تعلقات اور معاملات کے سلسلہ میں واضح ہدایت دی تھی۔ اور یہ لوگ بہت سی باتوں میں عربوں کے ساتھ ملتے جلتے بھی تھے۔ اسلئے مسلمانوں کو ان سے معاملات اور تعلقات قائم کرنے میں کچھ زیادہ دشواریاں پیش نہیں آئی تھیں۔ لیکن ہندوستان کا حال بالکل مختلف تھا۔

ہندوستان کے باشندے اپنے مذہبی خیالات اور سماجی روایات کے اعتبار سے بیحد قدامت پسند واقع ہوئے تھے۔ اور چونکہ وہ ہندوستان سے باہر قدم رکھنے کو بھی اپنے مذہب کے خلاف سمجھتے تھے اس لئے ان میں وہ وسعت نظر بھی موجود نہیں تھی جو کسی ملک کے باشندوں

میں دوسرے ملکوں کے باشندوں کے ساتھ ملنے جلنے کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے مسلمانوں کے واسطے ہندوستان کا فتح کر لینا تو کوئی مشکل کام نہیں تھا لیکن اس ملک کے باشندوں کے دلوں کو جیت لینا بلاشبہ اُن کا ایک اہم کارنامہ تھا۔

مسلمان ہندوستان میں سب سے پہلے سندھ کے فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تھے اور انہیں سندھ کو فتح کرنے کی ضرورت بھی صرف اس لئے پیش آئی تھی کیونکہ عرب کے مسلمان تاجروں کے ساتھ سندھ کے راجہ نہایت بدسلوکی کیا کرتے تھے۔ اس طرح سندھ کے راجاؤں اور مسلمانوں کے درمیان ابتدا ہی سے دشمنی پیدا ہو گئی تھی اور یہی مخالفت سندھ کی فتح کے لئے مسلمانوں کی رہنمائی بنی۔ لیکن جب مسلمانوں نے سندھ کو فتح کر لیا تو اُن کے دلوں میں سندھ کے حکمرانوں اور باشندوں کے خلاف دشمنی کا کوئی نشان بھی باقی نہ رہا اور انھوں نے اپنی بنیادی حکمت عملی کے ماتحت جو اسلامی تعلیمات پر مبنی تھی سندھ کے باشندوں کے ساتھ جو حسن سلوک روا رکھا مسلمانوں کے شدید ترین دشمن بھی اُس کی تعریف کرنے پر مجبور رہیں۔

سندھ میں مسلمانوں نے اپنی وسعتِ نظر اور عام رواداری کا جو مظاہرہ کیا تھا۔ غیر مسلم مورخوں کے الفاظ میں جن میں ہندو مورخین بھی شامل ہیں اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے ہندوؤں کی مذہبی اور سماجی آزادی کو برقرار رکھا تھا۔ مذہبی رہنماؤں کے اختیارات میں کوئی کمی نہیں کی تھی بلکہ انھوں نے ان سب باتوں کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کی تھی مسلمانوں کے ساتھ ہندو بھی حکومت کے بڑے بڑے عہدوں اور اعلیٰ منصبوں پر فائز تھے۔ بعض علاقوں کی مالگزاری مسلمانوں نے ہندو امیروں ہی کو سونپ دی تھی اور ملکی انتظام کے پرانے ڈھنگ کو ضروری اصلاحات کے بعد مجموعی طور پر برقرار رکھا تھا۔

یہ بات ظاہر ہے کہ اگر مسلمان ملکی فتوحات کو حکومت اور اقتدار کا ذریعہ بنانا چاہتے تو وہ سندھ میں وہ طریق کار اختیار نہیں کر سکتے تھے جس کا خلاصہ غیر مسلم مورخوں کے الفاظ میں پیش کیا گیا ہے لیکن وہ اُن کے کردار میں بنیادی تبدیلیاں کرنا چاہتے تھے اس لئے انہیں مفتوحہ ملکوں کے باشندوں پر مظالم ڈھانے یا انہیں غلام بنانے اور غلام سمجھنے کی ضرورت نہیں تھی اور اگرچہ خود مسلمانوں کی خانہ جنگیوں کی بدولت تھوڑی ہی مدت کے بعد مسلمانوں کو سندھ سے دست کش ہو جانا پڑا تھا لیکن اُن کی حکومت کا یہ مختصر سا زمانہ سندھ کی تاریخ کا ایک روشن باب سمجھا جاتا ہے۔

اس کے بعد جب مسلمان شمال کی جانب سے ہندوستان میں داخل ہوئے اور رفتہ رفتہ انھوں نے پورے ہندوستان میں پھیل کر اپنی حکومتیں قائم کر لیں تب بھی ان کی اس بنیادی حکمت عملی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ بلکہ اِن کی بدولت اس ملک کو جو ترقی ہوئی اور خوشحالی نصیب ہوئی اُس کے روشن نشانات آج بھی منظر عام پر ہیں اور مسلمانوں کی بدولت ہندوستان کو دنیا میں جو شہرت اور ناموری ہوئی تھی وہی مغربی قوموں کو اس ملک میں کھینچ کر لائی تھی۔

پورے ملک پر حکومت کرنے کے باوجود مسلمانوں نے یہاں کے قدیم سماجی ڈھانچہ کو تبدیل کرانے پر کبھی اصرار نہیں کیا۔ انھوں نے اِس ملک کے باشندوں کے مذہب میں مداخلت نہیں کی اور عدل و انصاف کے نقطۂ نظر سے ہمیشہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے ساتھ ایک ہی جیسا برتاؤ کیا۔ لیکن مسلمانوں نے اس ملک کے قدیم ڈھانچہ کو اس لئے برقرار نہیں رکھا تھا کہ وہ خود اسے پسند کرتے تھے یا اُن کے پاس اِس کا کوئی نعم البدل موجود نہیں تھا۔ چنانچہ اسلام نے جو سماجی نظام بنایا تھا بلاشبہ آج بھی کوئی سماجی نظام اُس کی خوبیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور خود مسلمان اپنے اسی سماجی نظام پر کاربند تھے لیکن اگر انھوں نے اس ملک کے سماجی نظام میں کوئی تبدیلی کرنے پر زور نہیں دیا تو اس کی وجہ اُن کی رواداری تھی۔ اس کے باوجود اسلام کا سماجی نظام اس ملک کے سماجی ڈھانچہ پر اثر انداز ہوا۔ اسی کی بدولت اس ملک کے سماجی نظام میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں اور آج چھوت چھات کی مخالفت کا جو جذبہ پایا جاتا ہے وہ اسلامی تعلیمات اور اس کے سماجی نظام کے غیر محسوس اثرات ہی کا نتیجہ ہے۔

مختصر یہ کہ مسلمانوں کی پوری تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک سمجھدار انسان اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ تمام دنیا میں اُن کے اصول اور اُن کی پالیسی ایک ہی رہی ہے۔ اور اگر ان کے اصول اُن کے مذہب پر مبنی نہ ہوتے تو اُن میں یکسانیت کا پایا جانا ناممکن تھا۔ لیکن پھر بھی یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ نہ صرف شاہان ہند کو بلکہ اسلام کو بھی بدنام کیا جا رہا ہے۔ اور نہایت منظم طریقہ پر شاہان ہند ہی نہیں بلکہ براہ راست اسلام پر ایک تنگ نظر طبقہ کی جانب سے حملے ہو رہے ہیں

غازی صلاح الدین ایوبی

(باقی مضمون صفحہ ۲۶ سے)

صلاح الدین کا مقابلہ آسان نہیں ہے۔ چنانچہ اس مرد مجاہد نے تن تنہا پورے تین سال تک یورپ کے درجنوں حکمرانوں کو عکہ کے مورچہ پر الجھائے رکھا اور پورا یورپ بھی متحد ہو کر اس مرد مومن کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا۔ اللہ اللہ قرون اولی کے مسلمانوں کی کیا ہمت اور جرأت تھی کہ ایک تن تنہا مرد مجاہد تین سال تک یورپ کے درجنوں حکمرانوں سے ٹکراتا رہا۔ اور پورا یورپ اپنی بہترین فوجی طاقت لگا دینے کے باوجود بیت المقدس کی فصیلوں تک بھی نہیں پہنچ سکا۔

جوں جوں وقت گزرتا رہا تھا سلطان صلاح الدین کا دباؤ بڑھتا رہا۔ اور یورپ کے بادشاہوں اور فوجوں میں بد دلی پھیل رہی تھی۔ یورپ کے حکمرانوں کو عکہ کے در و دیوار سے سر پھوڑتے ہوئے پورے تین سال گزر چکے تھے مگر نتیجہ صفر تھا۔ جس سے کہ یورپین حکمرانوں میں اختلافات پیدا ہونے شروع ہو گئے تھے۔ چنانچہ کنارڈ والئی صور اور شاہ انگلستان رچرڈ میں فوجوں کی قیادت کے معاملہ میں ناگواری بڑھی تو کنارڈ عکہ کے مورچہ کو چھوڑ کر صور واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد شاہ انگلستان نے تمام عیسائی فوجوں کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی لیکن شاہ انگلستان کو غازی صلاح الدین کے مقابلہ میں بری طرح شکست کا منہ دیکھنا پڑا

رچرڈ شاہ انگلستان کے لیے اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ گڑگڑا کر اور معافی مانگ کر غازی صلاح الدین سے اپنی جان بچا لے۔ چنانچہ شعبان ۵۸۸ھ ہجری میں ساڑھے تین سال کے معرکے کے بعد شاہ انگلستان اور یورپ کے تقریباً تمام حکمرانوں کو ہتھیار ڈال دینے پڑے اور انھوں نے دب کر شیر دل صلاح الدین سے صلح کر لی۔ سلطان صلاح الدین بڑا ہی وسیع نظر حکمراں تھا اسے عیسائیوں سے اگرچہ سخت تکلیفیں پہنچی تھیں۔ لیکن اُسے دشمنوں پر فتح حاصل ہونے کے باوجود ان کے ساتھ نہایت نرمی کا سلوک کیا۔ وہ کسی سے انتقام لینا جانتا ہی نہ تھا۔ وہ تلوار کے ذریعہ نہیں بلکہ خلوص محبت سے قوموں کے دلوں پر قبضہ جمایا کرتا تھا۔ وہ جب تک زندہ رہا اُس کی ذات اسلام اور بنی نوع انسانی کی خدمت کے لئے وقف رہی۔

غازی صلاح الدین ایوبی اگرچہ مصر و شام کا ایک باعظمت بادشاہ تھا لیکن پھر بھی وہ فقیرانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ اور اپنی دولت مخلوق خدا پر صرف کیا کرتا تھا۔ ۵۸۹ھ ہجری میں جب اس نیک دل حکمران کا انتقال ہوا تو اُس کا سارا اثاثہ ایک دینار اور چالیس درہم تھا۔ اسکے علاوہ نقد و جنس میں سے اُس کے پاس کچھ نہ تھا۔ یہ تھا اس مرد مومن کا ایثار اور بلند کردار۔

تعلیم القرآن

(باقی مضمون صفحہ ۱۸ سے)

معجزے موقوف کردیئے گئے

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ . . . . اِلَّا تَخْوِيْفًا ۵

ترجمہ:۔ اور ہم نے معجزے بھیجنے اس لئے بند کردئے ہیں کہ اگلے لوگوں نے ان کی تکذیب کی تھی۔ اور ہم نے قوم ثمود کو ایک اونٹنی دی تھی جو بصیرت کا ایک ذریعہ تھی۔ مگر اس پر قوم ثمود نے ظلم کیا۔ اور معجزے ہم صرف ڈرانے کے لئے بھیجتے ہیں۔

تشریح:۔ اے نبی کفار مکہ جو تم سے معجزوں کی فرمائش کرتے ہیں اُن سے کہدو کہ اب ہم نے معجزے محض اسلئے موقوف کردئے ہیں کیونکہ جن امتوں کے لئے یہ معجزے بھیجے گئے تھے۔ وہ معجزوں کے دیکھنے کے بعد بھی دین حق کے قائل نہیں ہوئے بلکہ بدستور تکذیب کرتے رہے۔ چنانچہ ہم نے قوم ثمود کو ایک اونٹنی دی تھی جو ایک معجزہ کی شکل میں ظاہر ہوئی تھی لیکن انھوں نے اس پر ظلم کیا یعنی منع کرنے کے باوجود اُسے ذبح کر ڈالا اور دین حق پر ایمان نہیں لائے اور ہم جو معجزے بھیجتے ہیں تو صرف ڈرانے کے لئے بھیجتے ہیں۔ تاکہ انہیں دیکھ کر لوگ خدا کی نافرمانی اور عذاب سے ڈریں اور جب ان معجزوں کا کوئی نتیجہ ہی نہیں نکلا تو پھر ان کا بھیجنا بے سود ہے۔

اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ کفار مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ آپ ہمارے لئے کوہ صفا کو سونے کا پہاڑ بنا دیجئے اور دوسرے پہاڑوں کو ہمارے ملک سے دور کردیجئے تب ہم آپ کی نبوت پر ایمان لائیں گے۔ کفار کے اس مطالبہ کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔



اسلام واقعی سچا مذہب ہے

شام کے نامور عیسائی مفکر جارج اسٹیفین کے تاثرات

(جارج اسٹیفین کے مقالہ سے ماخوذ)

جارج اسٹیفنس شام کے ایک نامور مفکر ہیں انھوں نے اسلامی نظام حکومت۔ اور اسلامی نظام معاشرت سے متاثر ہوکر ایک طویل مقالہ سپرد قلم کیا ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ غیر مسلم مفکرین اسلام کی خوبیوں سے کس قدر متاثر ہیں۔ چنانچہ ذیل کا مضمون اسی لائق مفکر کے ایک طویل مقالہ سے ماخوذ ہے۔

اگر کوئی مذہب صرف عاقبت ہی کی باتیں کرتا ہے اور لوگوں کو دنیا سے بے تعلق بناتا ہے تو مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔ کیونکہ میرے نزدیک دنیا کا سچا اور مفید مذہب صرف وہ ہے جو دنیاوی زندگی میں ہماری پوری رہنمائی کرتا ہے۔ اور جو ہمارے سامنے زندگی کے پیچیدہ مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ دنیا کے جملہ مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اس معیار پر پورا اترتا ہے

جہانتک اسلامی عقائد کا تعلق ہے ایک عیسائی ہونے کی حیثیت سے میں اُن کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن جب میں اسلام کے نظام حکومت اور نظام معاشرت پر نظر ڈالتا ہوں تو یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حکمرانی کے سب سے پیچیدہ مسئلہ کو اسلام نے جس خوبی کے ساتھ سلجھایا ہے۔ وہ آپ ہی اپنی مثال ہے۔ اور اس اعتبار سے میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ اسلام واقعی ایک سچا مذہب ہے۔ اور اس نے دنیاوی معاملات میں۔ بنی نوع انسان کی جو رہنمائی کی ہے اُس سے مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی پورا پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اسلام کے بدترین مخالفین بھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ اسلام نے بنی نوع انسان کے لئے ریاست اور حکومت کے جو اصول مقرر کیے تھے خلفائے راشدین نے واقعی انہیں عمل کی صورت دیدی تھی اور ان بزرگوں نے اسلام کی ہدایت کے مطابق جو ریاست قائم کی تھی وہ اپنے طریق کار کے اعتبار سے سرتاپا جمہوری تھی اور مقصد کے لحاظ سے فلاحی تھی۔ یعنی عوام کی فلاح اور بہبود کی ضامن تھی۔ چنانچہ آج جبکہ دنیا بہت کچھ ترقی کر چکی ہے۔ اسلامی نظام حکومت کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ دنیا نے جمہوری طرز حکومت کا تصور اسلامی حکومت ہی سے لیا ہے۔

یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ اسلام کا ظہور تاریخ کے اس دور میں ہوا تھا جب ساری دنیا میں طاقتور افراد کی شخصی حکومتیں قائم تھیں اور خود عرب کے آس پاس ایران اور روم کی جو سلطنتیں موجود تھیں وہ صرف طاقتور ہی نہیں تھیں بلکہ اپنے اپنے ملک کے کمزور باشندوں کو کچلنے اور چھوٹے ملکوں کو غلام بنانے میں پیش پیش تھیں۔ یعنی خلفائے راشدین کے سامنے ریاست اور حکومت کا کوئی ایسا نمونہ موجود نہیں تھا جسے سامنے رکھ کر اور جس میں اصلاح کر کے وہ ریاست کا کوئی بہتر نقشہ تیار کر سکتے۔ تب اسلام ہی نے انھیں ریاست اور حکومت کے چند بنیادی اصول بتائے تھے۔ چنانچہ اسلامی ریاست جسے اسلامی شریعت کی اصطلاح میں خلافت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ان ہی اسلام کے بتائے ہوئے بنیادی اصول پر تعمیر کی گئی تھی۔

اسلامی ریاست کے یہ اصول اگرچہ نہایت سیدھے اور سادہ تھے لیکن ان کی بنیاد بہت گہری باتوں پر رکھی ہوئی تھی۔ چنانچہ ان اصول میں خصوصیت کے ساتھ۔ ان باتوں کو مدنظر رکھا گیا تھا کہ ایک حکمراں کو تمام تر اعلیٰ انسانی صفات کا حامل ہونا چاہیئے۔ حکمراں کا مقصد اپنے

اختیارات کو ذاتی فائدہ کے لئے استعمال کرنا اور خود عیش و آرام کی زندگی بسر کرنا نہ ہو بلکہ اُس کا مسلک عوام کی فائدہ رسانی ہونا چاہئے۔ اور اس کے ساتھ ہی اسلام نے اس بات کا عوام کو اختیار بھی دیا ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کے کاموں پر تنقید بھی کر سکتے ہیں۔ اور اگر ضرورت سمجھیں تو انہیں اُن کے منصب سے علیحدہ بھی کر سکتے ہیں۔

اسلام کے ظہور کے وقت دنیا کے روبرو جمہوری نظام حکومت کا کوئی تصور بھی نہ تھا۔ لیکن اگر اسلامی ریاست کے بنیادی اصول کے ساتھ آج کی جمہوریت کا مقابلہ کیا جائے تو یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ اول تو دنیا میں سب سے پہلے اسلام ہی نے جمہوریت کی بنیاد ڈالی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اسلام کے جمہوری اصول اتنے مکمل تھے کہ اُن کے سامنے آج کے جمہوری اصول بھی ماند نظر آتے ہیں۔ پھر ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اسلام کے قائم کردہ جمہوری اصول کس حد تک قابل عمل تھے۔ اور مسلمانوں نے اِن پر کہاں تک عمل کیا ہے۔

تاریخ سے اس بات کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے کہ اسلام کے داعی نے کسی شخص کو بھی اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا۔ اور خلفائے راشدین کو قوم ہی نے اپنا سربراہ یا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ اور یہ حضرات اسلام کے اصول کے مطابق اعلیٰ ترین انسانی قدروں کے حامل تھے۔ انھوں نے کبھی بھی اپنے اختیارات کو اپنے یا اپنی اولاد کے فائدہ کے لئے استعمال نہیں کیا تھا۔ عوام بھرے مجمع میں اُن پر تنقید کیا کرتے تھے۔ اور وہ اُس کے جواب میں عوام کے روبرو صفائی پیش کیا کرتے تھے۔ اسکے علاوہ ریاست کے بڑے بڑے معاملات میں عوام سے مشورہ کئے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتے تھے۔ اور اس سے یہ بات ثابت ہے کہ اسلام نے جو جمہوری اصول مقرر کئے تھے وہ نہ صرف قابل عمل تھے بلکہ مسلمانوں نے اُن پر عمل بھی کیا ہے۔

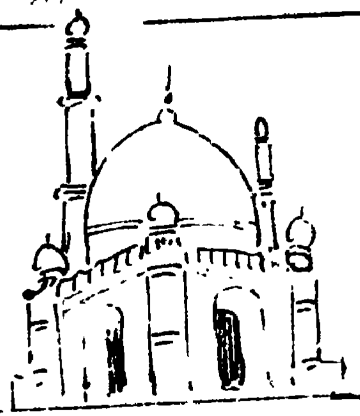
تاریخ اُن اسلامی فرمانرواؤں کے تذکروں سے بھری پڑی ہے۔ جن میں کہ مندرجہ بالا خوبیاں موجود تھیں۔ یہاں صرف چند اشارے ہی کئے جا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب حضرت ابو بکرؓ کو پہلا امیر المومنین منتخب کیا گیا تو وہ یہ ذمہ داری قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ لیکن جب قوم نے اُن کا عذر قبول نہیں کیا تو اُنھوں نے اپنے پہلے ہی خطبہ میں لوگوں کو یہ ہدایت کی تھی کہ "اگر میں سیدھے راستہ پر چلوں تو میرا ساتھ دینا اور اگر میں سیدھے راستہ کو چھوڑ دوں تو مجھے سیدھا کر دینا"۔ اور پھر حضرت ابو بکر کے بعد جو تین خلیفہ ہوئے ہیں وہ بھی ان ہی صفات کے حامل تھے۔

اسلامی ریاست کا سربراہ منتخب ہونے کے بعد خلفائے راشدین کی زندگی کا عام انداز یہ تھا کہ وہ غریبانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ عوام کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے۔ اُنہیں لوگوں کی خدمت کرنے میں کوئی عار نہیں تھا۔ مسلمانوں کے پہلے امیر محلہ والوں کی بکریوں کا دودھ نکال دیتے تھے۔ اور جن خاندانوں میں کوئی مرد نہیں ہوتا تھا اُن کے بازار کے کام بھی بلا تکلف انجام دیدیتے تھے۔

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضؓ خلفائے راشدین میں سب سے زیادہ طاقتور اور مدبر سربراہ حکومت تسلیم کئے جاتے ہیں۔ لیکن اُن کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ نئے آنے والے افراد کے لئے عام مسلمانوں اور خلیفہ وقت کے درمیان کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا۔ چنانچہ دوسرے ملکوں کے سفیر انہیں شناخت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت عمر رضؓ کی عملی جمہوریت پسندی اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ وہ عوام کی صحیح حالت کا اندازہ کرنے اور اُن کی تکالیف دور کرنے کی غرض سے اور اپنے متعلق لوگوں کی بے لاگ رائے معلوم کرنے کے لئے راتوں کو بھیس بدل کر دارالخلافہ کا گشت کرتے تھے۔ اور اگر لوگوں کو تکلیف میں پاتے تھے تو اُن کی تکالیف بھی دور کیا کرتے تھے۔

یہ بات سب ہی کے لئے قابل غور ہے کہ جو مذہب ایک ایسا مکمل نظام حکومت عطا کر سکتا ہے تو اُس کی صداقت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ پھر اسلام نے صرف نظام حکومت کی اصلاح ہی میں نمایاں کارنامہ انجام نہیں دیا ہے بلکہ اس کا نظام معاشرت بھی بے مثال ہے۔ اسکے قوانین نہ صرف معاشرت کو آلودگی سے پاک کرتے ہیں بلکہ انسانوں کو وہ برابری عطا کرتے ہیں جو آج تک کسی مذہب نے نہیں دی۔ دیگر مذاہب جہاں ترک دنیا کی تعلیم دیتے ہیں وہاں اسلام ترک دنیا کا شدید مخالف ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ انسان دنیا میں دوسروں کے ساتھ گھل مل کر رہے اور پاکیزہ زندگی بسر کرے

مختصر یہ کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو دنیاوی زندگی میں قدم قدم پر انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور اس ترقی یافتہ دنیا کے لئے ایسے ہی مذہب کی ضرورت ہے۔ اسلئے میری قطعی رائے ہے کہ اسلام واقعی سچا مذہب ہے جس کی کہ بنی نوع انسان کو سخت ضرورت ہے اور اسکی تعلیمات صرف مسلمانوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ اس سے غیر مسلم بھی پورا پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ معاشرہ سے آلودگی اور رنگ و نسل کے امتیازات کو مٹانے میں اس مذہب سے سب ہی رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں



اسلام کی ایک بہادر بیٹی

"نفیسہ بنت عبادہ" کی حوصلہ مندی کی داستان

(از شوکت علی فہمی)

اسلام کی مجاہدانہ تعلیم نے صرف مردوں ہی میں نہیں بلکہ عورتوں میں بھی سرفروشی اور جانبازی کا ایسا بے پناہ جذبہ پیدا کر دیا تھا اس کا اندازہ "نفیسہ بنت عبادہ" کے حوصلہ مندانہ واقعات سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ اسلام کی یہ مایہ ناز بیٹی عرب کے ایک نامور قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی۔ اور اس نے پہلی صدی ہجری میں نہایت ہی شاندار مجاہدانہ کارنامے انجام دیئے کہ دشمنان اسلام پر مسلمانوں کی عظمت کا سکہ جما دیا تھا۔

سنہ ۲۲ ہجری میں تاریخ کا ایک بہت بڑا جنگی معرکہ آذربائیجان میں ہوا تھا۔ یہ وہ معرکہ تھا جس میں کہ ایرانیوں نے مسلمانوں کے مقابلہ میں گذشتہ شکستوں کا انتقام لینے کے لئے بے اندازہ فوج کو جھونک دیا تھا۔ ایران کے بڑے بڑے اور نامور سپہ سالار اس معرکہ میں مسلمانوں کے خلاف صف آرا تھے۔ مسلمانوں پر چاروں طرف تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ بے دریغ مسلمانوں کے خلاف شمشیر زنی جاری تھی۔ اردبیل جہاں یہ لڑائی جاری تھی اُس کی سرزمین انسانی خون سے تر تھی اور سچ تو یہ ہے ایک ایسا معرکہ تھا جسے دیکھ کر بڑے بڑے بہادروں کے بھی دل [illegible] گئے ہیں۔

ایرانی فوج چونکہ بہت زیادہ تھی اس لئے ان کا دباؤ بڑھتا چلا جاتا تھا۔ اُدھر مسلمانوں میں تھکاوٹ کے آثار پیدا ہونے لگے تھے۔ مسلمانوں نے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ مسلمان جوں جوں ہٹ رہے تھے۔ ایرانیوں کے حوصلے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ اور اندیشہ ہو گیا تھا کہ کہیں مسلمانوں کو اس معرکہ میں شکست نہ ہو جائے۔ اس شکست کے معنی یہ تھے کہ شاید مسلمانوں کو بہت سا ایران کا مفتوحہ علاقہ ہاتھ سے دینا پڑے۔

مسلمان بدستور پیچھے ہٹ رہے تھے۔ کہ یکایک ایک خوش جمال لڑکی نہ جانے کدھر سے آ [illegible] صفوں کو چیرتی ہوئی اندر اپنے گھوڑے کو آگے بڑھاتے ہوئے سب سے آگے نکل آئی اور اس نے مسلمانوں کو للکارتے ہوئے کہا۔

"ہم پیچھے ہٹنے کے لئے نہیں بلکہ آگے بڑھ کر اپنی جانیں راہ خدا میں قربان کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں۔ بہادرو آگے بڑھو اللہ پر بھروسہ رکھو فتح اور کامرانی یقینی ہے۔"

اور یہ کہہ کر یہ لڑکی دشمنوں [illegible] بڑی جلد بڑھی جاتی تھی صفیں کی صفیں الٹ دیتی تھی [illegible] اُنہوں نے جب یہ دیکھا کہ ایک لڑکی اُنھیں [illegible] میں ایک سرفروشی اور جانبازی کا کردار ادا کر رہی ہے [illegible] میں بھی ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا۔

اب اُنھوں نے نئے سرے سے اپنی صفوں کو ترتیب دیا [illegible] اس کے بعد اس زور کے ساتھ ایرانی لشکر پر حملہ کیا کہ ایرانی لشکر [illegible] سا آ گیا۔ اُدھر یہ جانباز لڑکی [illegible] تھی اور واقعہ یہ ہے کہ اسی حوصلہ مند لڑکی نے مسلمانوں میں نئے سرے سے حوصلہ پیدا کر دیا تھا۔ آخر جنگ کا رخ بدلنا شروع ہوا۔ اور اس معرکہ میں ایرانیوں کے بڑے بڑے اتنر مارے گئے [illegible] مجاہدین اسلام میں نیا حوصلہ پیدا کرنے [illegible] اور یہ بہادر لڑکی "نفیسہ بنت عبادہ" تھی

"نفیسہ" عبادہ بن صامت کی بیٹی تھی جو بچپن ہی سے سپہ گری کی بیحد شوقین تھی۔ یہ شمشیر زنی، تیر اندازی اور شہسواری میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی۔ اور ساتھ ہی اس کے دل میں بلا کا اسلامی جوش بھی تھا۔ ابتدا میں تو یہ اپنے باپ عبادہ بن صامت کے ہمراہ چھوٹے چھوٹے معرکوں میں شریک ہوتی رہی لیکن آگے چل کر بہت سی لڑائیوں میں بطور خود حصہ لیا۔ اور یہ ثابت کر دیا کہ وہ فن سپہ گری میں کسی بڑے سے بڑے شمشیر زن سے پیچھے نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ فخر صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے نفیسہ بنت عبادہ جیسی جانباز اور حوصلہ مند بیٹیاں پیدا کی ہیں۔

آذربائیجان کے معرکہ کی طرح نفیسہ بنت عبادہ نے اسکندریہ کی تاریخی جنگ میں بھی ایسی دلیری اور جانبازی کا نمونہ پیش کیا تھا کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے ماہرین جنگ بھی نفیسہ کی حوصلہ مندی اور جانبازی کو دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔ یہ جنگ عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ۲۱ھ ہجری میں لڑی گئی تھی۔ اس جنگ کی خصوصیت یہ تھی کہ عیسائیوں نے اس جنگ کو بھی مذہبی جنگ قرار دیدیا تھا۔ بڑے بڑے پادری میدان کارزار میں صلیبیں اٹھائے عیسائی نوجوانوں کو جنت کی بشارت دے رہے تھے۔ اور اپنی تقریروں سے ان پادریوں نے عیسائیوں میں غیر معمولی جوش پیدا کر دیا تھا۔

یہ جنگ اسکندریہ کے مورچہ پر زور و شور کے ساتھ جاری تھی مسلمانوں کے متعدد چھوٹے چھوٹے دستے مختلف محاذوں پر عیسائیوں سے نبرد آزما تھے۔ ان ہی دستوں میں سے ایک دستہ کی سپہ سالاری کے فرائض "نفیسہ بنت عبادہ" انجام دے رہی تھیں اور آگے بڑھ بڑھ کر دشمن پر حملہ کر رہی تھیں۔ اور دشمن پر چھاتی چلی جا رہی تھیں۔

عیسائیوں نے جب یہ دیکھا کہ نفیسہ کی مختصر سی فوج ان کے لئے ایک مصیبت بنتی چلی جا رہی ہے تو انھوں نے لڑائی کا سارا زور نفیسہ کی چھوٹی سی فوج پر ڈال دیا لیکن نفیسہ بدستور پہاڑ کی طرح جمی رہیں اور ان کے پائے ثبات میں ذرہ برابر بھی جنبش پیدا نہیں ہوئی بلکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ جرات کے ساتھ حملے کرنے لگیں۔ یہاں تک کہ وہ بے دھڑک اپنے فوجی دستہ کو لئے ہوئے دشمن کے قلب لشکر میں گھس گئیں پھر کیا تھا کہ عیسائیوں نے ہر چہار طرف سے نفیسہ اور ان کے دستہ کو گھیر لیا۔ لیکن نفیسہ کے استقلال میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔ اب انھوں نے اپنے فوجی دستہ کو ایک دائرہ کی شکل میں تبدیل کر لیا۔ تاکہ جس طرف سے بھی دشمن کا حملہ ہو اسکا مردانہ وار مقابلہ کیا جا سکے

مجاہدین اسلام کے دوسرے دستوں کو جب معلوم ہوا کہ دشمن نے ہر چہار طرف سے نفیسہ کی مختصر سی فوج کو گھیر لیا ہے تو وہ فوراً ہی نفیسہ کی امداد کو پہنچ گئے۔ اور اس کے بعد معرکہ کارزار میں بلا کی گرمی پیدا ہو گئی ادھر نفیسہ بنت عبادہ کی تلوار بدستور اپنا کام کیے جا رہی تھی۔ نفیسہ کا جسم اگرچہ زخموں سے چور چور ہو گیا تھا۔ مگر اس جانباز خاتون کی حوصلہ مندی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ آخر کار اس تاریخی معرکہ میں بھی نفیسہ اور ان کے ساتھی مسلمان فتح یاب ہوئے۔

"نفیسہ بنت عبادہ" چونکہ اس معرکہ میں بری طرح زخمی ہو گئی تھیں۔ اس لئے وہ تقریباً ایک سال تک کسی جنگ میں شریک نہ ہو سکیں۔ لیکن ایک سال کے بعد وہ حسب عادت عیسائیوں کے خلاف ایک نئے معرکہ میں حصہ لینے کے لئے مصر جا پہنچیں اور اس مرتبہ بھی انھوں نے میدان کارزار میں بڑے ہی عظیم الشان کارنامے انجام دئے تھے۔ مورخوں کا بیان ہے کہ نفیسہ صرف ایک بہادر سپاہی ہی نہیں تھیں بلکہ ان میں وہ تمام صلاحیتیں موجود تھیں جو ایک لائق فوجی سپہ سالار میں ہو سکتی ہیں۔

انہیں فطری طور پر سپہ گری سے غیر معمولی لگاؤ تھا۔ تلواروں کو جھنکار سننے میں انہیں ایک خاص لطف آتا تھا۔ نفیسہ بنت عبادہ کے خانگی حالات اگرچہ ایسے تھے کہ ان کے لئے گھر سے نکلنا اور جنگی سرگرمیوں میں حصہ لینا بے حد دشوار تھا۔ لیکن پھر بھی اسلام کی اس بہادر بیٹی کو جب بھی موقعہ مل جاتا تھا یہ میدان کارزار میں پہنچ جاتی تھیں۔ نفیسہ کی رائے یہ تھی کہ "مسلمان لڑکیوں کے لئے لڑکوں کی طرح سپہ گری کی تربیت دینا نہایت ضروری ہے۔ تاکہ وقت آنے پر وہ ایک طرف تو اسلام اور قوم کی خدمت کر سکیں اور دوسری جانب ان کی گود میں پل کر جو قوم جوان ہو اس کی گھٹی میں سپہ گری اور سرفروشی کا جذبہ ڈالا جا سکے" چنانچہ قرون اولی کے عربوں میں یہ عام رواج تھا کہ لڑکیوں کو تھوڑی بہت سپہ گری کی تعلیم ضرور دی جاتی تھی۔ اور زخمیوں کی مرہم پٹی تو گذشتہ زمانہ میں عورتیں ہی کیا کرتی تھیں۔

اسی لئے نفیسہ بنت عبادہ کی طرح بے شمار ایسی مسلم خواتین پیدا ہو گئیں تھیں جنہوں نے میدان کارزار میں بڑے ہی عظیم الشان کارنامے انجام دئے ہیں جن میں سر فہرست سپہ سالار اسلام ضرار کی بہن عقیلہ اور صفیہ بنت نعمان اور سلمی بنت حارث وغیرہ ہیں۔



شاہان ہند کی اسلام سے لاپرواہی

اسلام صوفیائے کرام کی کوششوں سے پھیلا

(از سید صباح الدین عبدالرحمٰن)

شاہان ہند کے خلاف فرقہ پرستوں کی جانب سے ایک الزام یہ بھی لگایا جاتا رہا ہے کہ انھوں نے بالجبر اور بزور شمشیر ہندوستان میں اسلام پھیلایا ہے۔ لیکن اصلیت یہ ہے کہ شاہان ہند نے اپنے طویل دور حکومت کے کسی زمانہ میں بھی اشاعت اسلام سے کوئی دلچسپی نہیں لی۔ اس ملک میں اسلام کا فروغ یا تو مسلم تاجروں کے ذریعہ سے ہوا ہے یا صوفیائے کرام کی کوششوں کی بدولت اسلام پھیلا ہے۔ ذیل کے مقالہ میں جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے اسی پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ہندوستان کے سلاطین نے اشاعت اسلام سے کبھی کوئی دلچسپی نہیں لی۔ اور اس کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ جہاں جہاں اُن کے دارالسلطنت رہے ہیں وہاں مسلمانوں کی تعداد بڑھنے کے بجائے کم ہی رہی ہے۔

مسلمان مورخوں کا تو ذکر ہی کیا ہے خود انصاف پسند ہندو مورخوں نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ جب فاتحین اسلام کی فتح اور کامرانی کا جوش ختم ہو جاتا تھا تو وہ ملک کی اقتصادی معاملات کی اصلاح میں مصروف ہو جاتے تھے۔ اور بڑے سے بڑے اور متعصب سلاطین بھی معتدل روش اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے چنانچہ انھوں نے کبھی اس کی فکر نہیں کی کہ ہندو زمینداروں اور کاشتکاروں کو مسلمان بنا کر اسلام کے دائرہ کو وسیع کریں۔ دوآبہ میں مسلمانوں کی سلطنت سات سو برس رہی ہے۔ بہار اور دکن میں بھی وہ آٹھ سو برس تک حکمراں رہے ہیں۔ لیکن ان سینکڑوں برس میں اُن کی آبادی کبھی بھی پندرہ فیصد سے زیادہ نہ بڑھ سکی۔

برطانوی دور حکومت میں انگریز مورخین اور ان کے مقلدوں نے ہندو مسلم اختلافات کو بڑھانے کی غرض سے اس پر زیادہ زور دیا ہے کہ محمود غزنوی، فیروز شاہ تغلق، سکندر لودھی، اورنگزیب عالمگیر، حیدر علی اور سلطان ٹیپو نے ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنایا ہے اور اس کے ثبوت میں فرضی شہادتیں بھی پیش کی گئی ہیں اور اگر وہ واقعی ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنانے کی کوشش کرتے تو کم از کم اُن کے پایۂ تخت اور اس کے ارد گرد تو ہندوؤں کی آبادی زیادہ نہ ہوتی۔ لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ شاہان ہند کے عہد حکومت سے لیکر اب تک وہاں ہندو برابر اپنے دیرینہ رسم و رواج کے ساتھ اکثریت میں رہے ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ان حکمرانوں کے عہد حکومت میں کچھ راجپوت اور دوسری ذات کے ہندو مسلمان ضرور ہوئے ہیں۔ لیکن شاہان ہند کے کسی دباؤ کی بنا پر نہیں بلکہ ان میں سے زیادہ تر جاہ و اقتدار اور دنیاوی مفاد کی خاطر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ چنانچہ مغلوں کے زمانہ میں اودھ کے بچگوتی راجپوت۔ بلندشہر کے لال خانی راجپوت مرزاپور کے گھروار راجپوت۔ اعظم گڈھ کے گوتم راجپوت اپنی خوشی سے اس لئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے کہ انھوں نے محسوس کیا تھا کہ اس سے مذہبی برتری کے علاوہ اُن کی سیاسی پوزیشن، نیز معاشرتی اور اقتصادی حالت بھی بلند اور مستحکم ہو جائے گی۔

اشاعت اسلام کے سلسلہ میں علما کی خدمات ضرور ہیں لیکن وہ اس لئے زیادہ نمایاں نہیں ہو سکے کیونکہ اُن کی کوششوں کا ذکر تاریخوں میں محض سرسری طور پر آیا ہے۔ البتہ اس سلسلہ میں عرب تاجروں اور صوفیوں

نے جو کوششیں کی ہیں اُن کی پوری تفصیل ملتی ہے۔ عرب تاجر ظہورِ اسلام کے فوراً ہی بعد جب جنوبی ہند پہنچے تو بڑی خاموشی سے اسلام کا پیغام اس علاقہ میں پہنچایا۔

پھر جنوبی ہند کے اچھوتوں میں بھی اسلام تیزی سے پھیلا۔ چنانچہ ملابار، گجرات، کچھ اور جزائر ہند میں اچھوتوں کو بہت ذلیل سمجھا جاتا تھا۔ اُن کے لئے ضروری تھا کہ وہ برہمنوں سے چوبیس قدم دور رہیں اور اس سے زیادہ قریب آنے کی کوشش نہ کریں۔ اور جب راستہ چلیں تو پکارتے جائیں تاکہ لوگ اُن سے دور ہٹ جائیں۔ پھر بھی اگر کوئی اونچی ذات کا ہندو اُن سے چھو جاتا تھا تو اُسے فوراً غسل کرنا پڑتا تھا۔ غسل کے بغیر اگر وہ کچھ کھا لیتا تھا تو اُسے برادری سے خارج کر دیا جاتا تھا۔ اور اُسے بطور سزا نیچ ذات کے لوگوں کے ہاتھ فروخت کر دیا جاتا تھا۔ اور اُس کی باقی عمر غلامی میں بسر ہوتی تھی۔ یا پھر وہ بھاگ کر دوسری جگہ چلا جاتا تھا۔

اس طرح ان علاقوں کے اچھوت اونچی ذات والوں کے ذلت آمیز برتاؤ سے بے حد پریشان تھے۔ عرب تاجر ان اچھوتوں کو اپنی پناہ میں لے لیتے تھے اور مسلمان بنا لیتے تھے۔ اور جب وہ مسلمان ہو کر دوسرے مسلمانوں کے برابر حقوق حاصل کر لیتے تھے تو ہندو بھی اُن کی عزت کرنے لگتے تھے۔ مسلمانوں میں شامل ہو کر اچھوتوں کی اس عزت افزائی کو دیکھ کر اچھوتوں کے مظلوم فرقہ کو قدرتی طور پر اسلام کی جانب رغبت بڑھ گئی۔ اور اس طرح اسلام اپنی اخوت اور مساوات کی بدولت اپنا راستہ خود بناتا چلا گیا۔ اور نیچ ذات والوں کے دلوں پر قبضہ کرتا ہوا جنوبی ہند کے راجاؤں کے قلوب پر بھی قابض ہو گیا۔

جنوبی ہند کے ہندو راجہ عرب کے مسلم تاجروں کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اس لئے کہ یہ زبان اور معاملات کے سچے ہوتے تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی جنوبی ہند کے باشندوں کے ساتھ کچھ ایسا برتاؤ کرتے تھے کہ وہ ہندو حکومت میں مقبول ہوتے چلے گئے۔ ہندو راجہ عرب تاجروں کی سرپرستی اسلئے بھی کرتے تھے کہ ان کی تجارت سے ایک طرف تو ہندوستان کی تجارت کو فروغ ہو رہا تھا۔ اور دوسری جانب بہت سی نادر چیزیں آسانی سے میسر آ جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ جب عرب تاجر جنوبی ہند میں تبلیغ اسلام کرتے تھے تو ہندو راجہ کسی قسم کی مزاحمت نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ عرب کے مسلم تاجروں کے عقائد و عبادات کو دیکھ کر جنوبی ہند کے عام باشندوں کے علاوہ ملابار کا راجہ چیرامن پیرومل بھی بطیب خاطر مشرف بہ اسلام ہو گیا تھا۔ اور اس سے جنوب ہند میں تبلیغ اسلام میں مسلمانوں کو بڑی مدد ملی تھی۔

کالی کٹ کا راجہ زیمورن بھی عرب تاجروں کی بڑی قدر کرتا تھا اُسکے علاقہ میں چونکہ بہت سے مسلمان آباد ہو گئے تھے۔ اس لئے ان کے مقدمات کے فیصل کرنے کے لیے راجہ زیمورن نے ایک عرب ہی کو قاضی مقرر کر دیا تھا۔ زیمورن مسلمانوں کا بڑا خیال رکھتا تھا اور اسلام کی اشاعت کی حوصلہ افزائی کرتا تھا۔ اس نے حکم دے رکھا تھا کہ اس کی سلطنت کے ملاحوں کے ہر خاندان سے ایک نوجوان مسلمان ہو جائے اور ان نومسلموں کو زیمورن کے بحری بیڑے میں بھرتی کر لیا جاتا تھا۔ ان واقعات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جنوبی ہند کے ہندو راجاؤں سے اشاعت اسلام میں کتنی مدد ملی تھی۔ اسی طرح کوٹنری کے راجہ کا ایک وزیر تاجر تھا جو حلقہ بگوش اسلام ہو گیا تھا اور آگے چل کر یہ کنانور کا راجہ بن گیا تھا۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے مشرقی ساحل پر عرب تاجر دسویں صدی میں پہنچ چکے تھے اور انھوں نے یہاں شادیاں کر لی تھیں جس سے آنکی آبادی بڑھی اور اُن کے ذریعہ مشرقی ساحل پر بھی اسلام پھیلا۔

عرب کے مسلم تاجروں کے علاوہ جنوبی ہند میں اشاعت اسلام میں اولیائے کرام اور صوفیوں کا بھی بہت بڑا حصہ رہا ہے۔ مدورا ترچناپلی میں حضرت نتھڑ ولی (المتوفی ۱۰۳۹ء / ۴۳۱ھ) کی وجہ سے اسلام خوب پھیلا وہ ایک ترکی شہزادے تھے۔ جو ریاست اور امارت چھوڑ کر درویش بن گئے تھے۔ اور عرب، ایران اور شمالی ہند کی سیاحت کر کے ترچناپلی آ کر وہیں آباد ہو گئے تھے۔ انھوں نے اپنے زہد و عبادت اور اخلاق سے وہاں کے لوگوں کو اسقدر متاثر کیا کہ ہزاروں ہندو اُن کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ ان کا مزار ترچناپلی ہی میں ہے۔ اُن کے جانشین سید ابراہیم شہید (المتوفی ۵۶۴ھ / ۱۱۶۸ء) تو بارہ برس تک اس علاقہ میں حکمراں بھی رہے ہیں۔ ان کا مزار اراوادی میں ہے۔ حضرت نتھڑ ولی کے ایک مرید اور خلیفہ بابا فخرالدین (المتوفی ۵۶۴ھ / ۱۱۶۸ء) نے پینوکونڈا کے راجہ کو مسلمان کیا تھا۔ مدورا میں اشاعت اسلام حضرت علی یار شاہ کے ذریعہ ہوئی تھی۔ جو گیارہویں صدی عیسوی میں بغداد سے بھروچ آئے اور وہاں کے راجہ کے لڑکے کو مسلمان کیا ایک دوسرے درویش نورالدین ستگر نے گجرات کے لوگوں میں اشاعت اسلام کی وہاں جتنے بھی اسمٰعیلی عقیدہ کے لوگ تھے ان سب کو انھوں نے مسلمان بنا لیا۔ یعنی

جس زمانہ میں کہ صوفیائے کرام اسلام کی توسیع اور اشاعت میں لگے ہوئے تھے۔ اسی زمانہ میں شاہانِ ہند اسلام سے لاپرواہ ہوکر اپنی حکومت کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کی فکر میں لگے ہوئے تھے

[illegible] میں ایک مبلغ پیر مہابیر کھمدایت کے نام سے مشہور ہوئے ہیں انھوں نے بیجاپور آکر وہاں کے ہزاروں کاشتکاروں کو مسلمان کیا۔ چودہویں صدی عیسوی میں حضرت خواجہ گیسودراز نے پونہ اور بلگام کے ہندوؤں میں اسلام کی تبلیغ کی کوکن میں حضرت عبدالقادر جیلانی رح کی نسل کے ایک بزرگ شیخ بابا عجب نے اسلام پھیلایا۔ اور دہ دیہاتوں میں مدفون ہیں ستارا کے علاقہ میں ایک نومسلم پیر سمپو کوشی نے وہاں کے لوگوں کو مسلمان بنایا۔ بارہویں صدی عیسوی میں ایک بزرگ سید احمد سلطانی سخی المعروف بہ لکھی داتا نے شاہ کوٹ متصل ملتان میں آکر قیام کیا اور تبلیغ اسلام میں نمایاں حصہ لیا۔ ان کے پیرو سلطانی کہلاتے ہیں اور پنجاب میں آباد ہیں۔

راجستھان میں بے شمار ہندوؤں نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح کے ذریعہ اسلام قبول کیا۔ اور صرف دہلی سے اجمیر جاتے ہوئے راستہ میں انھوں نے سینکڑوں ہندوؤں کو مسلمان کیا۔ پنجاب کا مغربی حصہ حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی۔ حضرت فریدالدین گنج شکر کے فیوض سے حلقہ بگوش اسلام ہوا جواہر فریدی میں ہے کہ بابا گنج شکر نے پنجاب کی گیارہ غیر مسلم قوموں کو اپنی تلقین سے مشرف بہ اسلام کیا۔ حضرت بوعلی قلندر پانی پتی نے سینکڑوں راجپوتوں کو مسلمان کیا۔ کشمیر میں شاہ مرزا بلبل شاہ سید علی ہمدانی اور میر شمس الدین عراقی کی وجہ سے اسلام کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ اسی طرح بہار میں فردوسیہ سلسلہ کے بزرگ اسلام کی تبلیغ اور اشاعت میں لگے رہے۔

پندرہویں صدی عیسوی میں جب ایک مسلم درویش کے ہاتھ پر بنگال کے راجہ کنس کے بیٹے جیٹ مل نے اسلام قبول کیا تو اسکی تقلید میں کثرت سے بنگال کے ہندو مسلمان ہوگئے۔ اسی طرح جب شیخ نظام الدین اولیا رح کے خلیفہ شیخ اخی سراج الدین اور ان کے خلیفہ شیخ علاء الحق نے بنگال میں قیام کیا اور اسلامی تعلیم پھیلائی تو اُس کے اثر سے وہاں کے نیچی ذات کے ہندو جو اونچی ذات کے ہندوؤں کے برے سلوک سے نالاں تھے بکثرت دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور سلہٹ میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید خاص حضرت جلال الدین تبریزی رح نے اسلام کی خوب اشاعت کی۔ ان کا مزار سلہٹ میں ہے۔

مختصر یہ کہ ہندوستان میں اشاعت اسلام یا تو عرب کے مسلم تاجروں کے ذریعہ ہوئی ہے۔ یا اولیائے کرام اور صوفیوں نے اس ملک میں اسلام پھیلایا ہے۔ جہاں تک شاہانِ ہند کا تعلق ہے انہیں سلطنت کے کاموں ہی سے فرصت نہیں تھی پھر وہ اشاعت اسلام کیا کرتے۔ یہاں تک کہ اس ملک کے مسلم حکمرانوں نے اپنی حکومتوں میں کبھی "اشاعت اسلام" کا کوئی شعبہ بھی قائم کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ بلکہ وہ تو ہمیشہ ہی اشاعت اسلام کی جانب سے لاپرواہ رہے ہیں۔

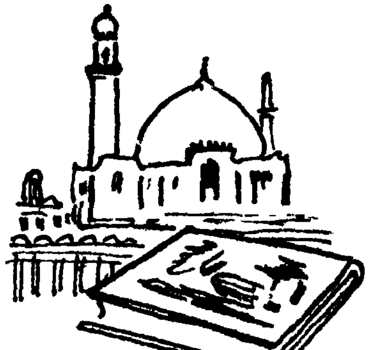
اخلاقی برائیوں کا سیلاب

(باقی مضمون صـ۲۲ سے)

پوری دنیا میں یکجہتی اور اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی تھی

پھر اسلام کی تعلیم یہ بھی ہے کہ تم میں نہ کوئی چھوٹا ہے اور نہ بڑا ہے۔ اور بزرگی و برتری صرف اُسے حاصل ہے جو زیادہ پرہیزگار اور نیکوکار ہے۔ اس طرح اسلام نے پاکباز انسانوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کرنے کی کوشش کی تھی جو ہر قسم کی برائیوں اور خامیوں سے پاک ہو اور یہ جماعت ساری دنیا کے لئے اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار کا ایک نمونہ ثابت ہو۔

مختصر یہ کہ ہم دنیا سے جرائم اور اخلاقی برائیوں کو حکومتوں کے نئے نئے قوانین کے ذریعہ نہیں ختم کر سکتے بلکہ اس کے ختم کرنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات سے استفادہ کیا جائے۔ لوگوں میں خوفِ خدا پیدا کیا جائے اور آخرت کے تصور کو ابھارا جائے۔ آج دنیا میں بین الاقوامی برائیوں کو جتنی بھی کوشش کی جا رہی ہے وہ اس لئے کامیاب نہیں ہوسکی ہیں کیونکہ ان کی پشت پر کوئی اخلاقی طاقت موجود نہیں ہے لہٰذا اس نیک مقصد کے لئے اسلام کی بتائی ہوئی تدابیر اگر اختیار نہیں کی جائیں گی تو انسانی سوسائٹی کو برائیوں، جرائم اور تخریبی عمل سے ہرگز نجات نہیں مل سکے گی۔



ساٹھ نہایت مستند اسلامی کتابوں کی روح
ایک زبردست اور شاندار

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

عربی تعلیم اور مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مسلمان دن بدن اسلام سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں اور ناواقفیت کی بنا پر ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں جو کھلا ہوا شرک اور کفر ہوتا ہے مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی سے بچانے کے لیے ہم نے حال ہی میں فقہ کی ساٹھ مستند کتابوں کی مدد سے ایک ایسی جامع کتاب شائع کی ہے جس میں دس ہزار سے زیادہ ایسے دینی اور دنیاوی معاملات پر بحث کی گئی ہے جس سے ہر مسلمان کا روزانہ واسطہ پڑتا رہتا ہے یہ مستند کتاب جلالین میں

فلاح دین ودنیا
(جدید اضافہ شدہ اڈیشن)

کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ اس جدید اڈیشن میں بہت سے نئے عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اسمیں مسلمانوں کیلئے کوئی ایسی دینی یا دنیاوی معلومات نہیں جو موجود نہ ہو اس کتاب میں اسلام کے فضائل اور عقائد کی تفصیل ہے۔ اسمیں عبادات اور اعمال ووظائف کا لاجواب ذخیرہ ہے۔ اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت کا درس موجود ہے۔ غرضکہ اس کتاب میں ایک مسلمان کیلئے پیدائش سے لیکر موت تک کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے یہاں تک کہ اسلامی نقطہ نظر سے کھانے پینے اور رہائش میل جول اور حفظان صحت تک کے اصول درج کر دیئے گئے ہیں۔ جس گھر میں یہ کتاب ہوگی اس گھر میں ایک زبردست عالم دین اور تجربہ کار دنیاوی مشیر مشورہ دینے کے لئے ہر وقت موجود رہتا ہے۔ یہ کتاب نہیں ہے بلکہ ایک زبردست اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں پوری اسلامی لائبریری کے برابر مواد موجود ہے۔

اسمیں چودہ ابواب ہیں جن میں سے ہر باب اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے

باب اول :۔ فضائل اسلام :۔ اسمیں اسلام کے فضائل اسلام کے دین فطرت ہونے کا ناقابل تردید ثبوت اور اسلام کے بارے میں غیر مسلم مشاہیر کے بلند و بالا خیالات درج ہیں

باب دوم :۔ عقائد اہل سنت والجماعت :۔ اسمیں اسلامی عقائد کے بنیادی اصول اور یہ مضامین درج ہیں ذات و صفات الٰہی عرش و کرسی، لوح و قلم، فرشتے حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل، نکیرین، سجین، علیین، قبر میں سوال نکیرین علامات، قیامت ظہور امام مہدی، دجال اور حضرت عیسیٰ کا نزول، یاجوج ماجوج مغرب سے طلوع آفتاب قیامت صغریٰ، قیامت کبریٰ صور پھونکے کا ذکر، میدان حشر حساب وکتاب، پلصراط، دوزخ جنت، رسول مقبول صلعم کی فضیلت آپ کی زندگی کے حالات ازواج مطہرات خلفائے راشدین، اولیاء اللہ پیران طریقت موت وحیات وغیرہ۔

باب سوم :۔ اسلامی عبادات :۔ اس میں عبادات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً وضو، غسل تیمم نماز پنجگانہ، نماز مسافر، نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز اشراق نماز چاشت، جنازے کی نماز، اعتکاف، فضائل ماہ رمضان المبارک، روزہ، زکوٰۃ حج وغیرہ کے مسائل درج ہیں۔

باب چہارم :۔ اعمال ووظائف :۔ اس میں سال کے تین سو ساٹھ دن ہیں تاریخوار پڑھنے کے لئے وہ مستند اعمال و وظائف درج ہیں جو بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے معمول رہے ہیں۔ ان بزرگان دین کی ولادت اور رحلت کی تاریخیں بھی درج ہیں۔

باب پنجم :۔ حلال وحرام جانور اور ذبح وشکار :۔ اسمیں حلال وحرام جانور اور ذبح وشکار کے مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

باب ششم :۔ اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق :۔ اسمیں حقوق اللہ حقوق آنحضرت صلعم، حقوق صحابہ حقوق اہلبیت حقوق پیران طریقت والدین کے حقوق اور بیوی بچوں کے حقوق اعزہ واقربا کے حقوق، حقوق لازم غرضکہ ایک مسلمان پر جتنے حقوق عائد ہوتے ہیں وہ سب درج ہیں۔

دیگر ابواب :۔ باقی ابواب میں سے ایک باب میں اسلامی معاشرت پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً خور دونوش اور لباس کے مسائل پیدائش عقیقہ اور شادی بیاہ نکاح وطلاق، تجہیز وتکفین، عدت، ماتم برسی وغیرہ کے بارے میں جملہ مسائل درج ہیں۔ ایک علیحدہ باب میں میلاد شریف کا جواز اور حضور کی ولادت کا مفصل بیان ہے جو مکمل میلاد خوانی کا کام دیتا ہے اس کے علاوہ ایک علیحدہ باب میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح اور دیگر اولیائے کرام کی سوانح درج ہیں اور آخری باب میں ضروری رفاہ عامہ حفظان صحت کے جملہ اصول اور اہم بیماریوں کے علاج درج ہیں۔ غرضکہ اس کتاب میں وہ سب کچھ ہے جو مسلم لائبریری میں ہو سکتا ہے۔ ضخامت تقریباً نو سو صفحات کاغذ سفید نہایت اعلیٰ لکھائی چھپائی عمدہ ٹائیٹل رنگین، منگانے کے بعد اگر کتاب ناپسند ہو تو واپس کر دیجئے قیمت مجلد سولہ روپے پچاس پیسے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی 6



شاہان ہند کو مخلوق کی راحت کا خیال

رفاہ عامہ کے کاموں سے شاہان ہند کو دلچسپی

(از محمد حفیظ اللہ پھلواروی)

دنیا کی تقریباً تمام اسلامی حکومتوں کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ انھوں نے ایک طرف تو عوام پر غیر معمولی ٹیکس لگانے سے پرہیز کیا ہے اور دوسری جانب مسلم حکمرانوں نے ہر دور اور ہر زمانہ میں عوام کو راحت پہنچانے کو اپنا مذہبی فریضہ تصور کیا ہے۔ اس لئے انھوں نے رفاہ عامہ کے کاموں سے ہمیشہ غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔

اسلامی حکومتوں کی ان ہی روایات پر چلتے ہوئے شاہان ہند نے بھی رفاہ عامہ کے کاموں میں بڑی فراخ حوصلگی کے ساتھ حصہ لیا ہے چنانچہ علامہ تقی الدین نے "کتاب الحفظ" میں لکھا ہے کہ "سلطان محمد تغلق کو رفاہ عام کے کاموں سے بڑی دلچسپی تھی۔ اس نے دو ہزار ایسے مسافر خانے بنوائے تھے جس میں بلا معاوضہ مسافر ٹھہرتے تھے ملک میں جا بجا کارواں سرائیں تھیں اور صرف دلی میں ستر سے زیادہ ایسے شفا خانے تھے جن میں مفت علاج کیا جاتا تھا۔

فیروز شاہ کے عہد میں بارہ سو نئے شہر تعمیر کئے گئے کثیر تعداد میں خانقاہیں اور سرائیں درویشوں اور مسافروں کے قیام کے لئے بنوائی گئیں۔ عفیف لکھتا ہے کہ "فیروز شاہ نے بندگان خدا کے آرام کیلئے دلی میں ایک سو بیس خانقاہیں اور متعدد سرائیں تعمیر کرائیں تاکہ ہر چہار جانب سے مسافر آئیں اور ان سراؤں میں قیام کریں ہر سرائے میں مسافر تین روز تک شاہی مہمان رہتے تھے۔ اور ایک سو بیس خانقاہوں میں تین سو ساٹھ روز یعنی تمام سال درویش قیام کرتے تھے۔

شیر شاہ سوری نے بڑی بڑی سڑکیں بنوائیں۔ ہر دو کوس کے فاصلہ پر مسلمانوں اور ہندوؤں کے لئے علیحدہ علیحدہ سرائیں تعمیر کرائیں جن میں کہ ہر قسم کی آسائش کا سامان مفت مہیا کیا جاتا تھا۔ پروفیسر کالکارنجن کا بیان ہے کہ ہر سرائے میں مسلمانوں کے لئے مسلم نگراں اور ہندوؤں کے لئے برہمن ہوتے تھے تاکہ وہ ہندو مسافروں کے لئے کھانے پینے اور آسائش کا انتظام کریں۔ مسافروں کے لئے ہر وقت ٹھنڈا اور گرم پانی موجود رہتا تھا۔ ان کے سونے کے لئے بستر بھی دیا جاتا تھا۔ اور ان کے گھوڑوں کے لئے دانہ بھی فراہم کیا جاتا تھا۔ یہ تمام اخراجات شیر شاہ کی حکومت برداشت کرتی تھی۔

سلیم شاہ ولد شیر شاہ سوری نے اپنے زمانہ میں ہر دو سراؤں کے درمیان ایک ایک اور سرائے بنوائی تاکہ مسافروں کو سہولت ہو جہاں حسب دستور مسلمان اور ہندوؤں دونوں کی آسائش کا پورا سامان مفت فراہم کیا جاتا تھا۔

اورنگزیب عالمگیر نے غربا اور مساکین کی راحت رسانی کی غرض سے دارالحکومت و نیز دیگر شہروں میں خیرات خانے قائم کئے جہاں۔ روزانہ دو وقت مفت کھانا دیا جاتا تھا اور ملک میں جہاں بھی سرائے اور رباط نہیں تھی وہاں مسافروں کے لئے مکانات تعمیر کرائے گئے۔
(مآثر عالمگیری)

محمد عادل شاہ والی بیجاپور کے زمانہ میں تمام بڑے بڑے شہروں میں لنگر خانوں کا نہایت وسیع انتظام تھا۔ جہاں سے غریب ہندو اور مسلمانوں کے لئے مفت کھانے کا انتظام تھا۔ ہندوؤں کو کھلانے پلانے کے لئے برہمنوں کا انتظام تھا۔ ان ہی کی نگرانی میں ہندوؤں کے لئے کھانا تیار ہوتا تھا۔

کشمیر کے سلطان زین العابدین نے امرناتھ اور شاردا دیوی کے یاتریوں کے آرام کے لئے بہت سے مکانات بنوائے تھے۔ ان مکانات میں ٹھہرنے والے یاتریوں کے قیام و طعام کے اخراجات خزانہ شاہی سے ادا کئے جاتے تھے۔

نجیب آباد کے پٹھانوں کی ۱۸۵۷ء میں ہردوار پر حکومت تھی اس زمانہ کے پٹھان نواب نے ہندو یاتریوں کی آسائش کی غرض سے بڑے بڑے مکانات بنوا دیے تھے۔ جو آج تک موجود ہیں اور ہندوؤں کے قبضہ میں ہیں۔ (ہندوستان کا مستقبل)

شاہان بنگال اور امرائے بنگال نے تعلیمی اخراجات کے لئے بڑی بڑی جائیدادیں وقف کی تھیں اور جا بجا تعلیمی ادارے قائم کئے تھے۔ جن میں ہندو اور مسلم طلبا تعلیم حاصل کرتے تھے لیکن بنگال سے مسلم حکومت کے خاتمہ کے بعد انگریزوں نے تمام اوقاف ضبط کر لئے۔ اور بقول سر ولیم ہنٹر اگر یہ اوقاف بدستور ہندوستانی عوام کے ہاتھوں میں رہتے اور انہیں ٹھیک طور پر استعمال کیا جاتا تو بنگال میں مسلمانوں کے پاس آج بھی نہایت شاندار اور اعلیٰ تعلیمی ادارے موجود ہوتے جن سے کہ بنگال کے باشندوں کو فائدہ پہنچتا۔

مختصر یہ کہ شاہان ہند اور مسلمان بادشاہ رفاہ عامہ کے کاموں میں حصہ لینا اپنا دینی فرض سمجھتے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کے مختلف حصوں میں شاہان اسلام کے رفاہ عامہ کے کاموں کی یادگاریں زبان حال سے مسلمانوں کی فیاضی کے افسانے بیان کر رہی ہیں سچ تو یہ ہے کہ شاہان ہند نے رفاہ عام کے کاموں میں جیسی فراخ دلی کے ساتھ حصہ لیا ہے اس کی مثال زمانہ حاضرہ کی ترقی یافتہ حکومتوں میں بھی نہیں نظر نہیں آتی۔

افسانہ



مقتولہ کا انتقام

ایک سچا واقعہ اور سنسنی خیز کہانی

(از جناب صلاح الدین)

یہ واقعہ ملک کی تقسیم سے قبل ۱۹۳۷ء کا ہے جسے شملہ کے انگریز ڈپٹی کمشنر نے شملہ گزٹ میں بڑی تفصیل سے درج کیا ہے اور آخر میں ڈپٹی کمشنر مسٹر کنگ نے لکھا ہے کہ "یہ میری زندگی کا عجیب ترین واقعہ ہے۔ اگر یہ مقدمہ میری موجودگی میں نہ چلا ہوتا تو مرتے دم تک اس واقعہ پر یقین نہ کرتا خواہ میرے ضعیف العمر والد ہی کیوں نہ بیان کرتے" اس عجیب وغریب واقعہ کو افسانہ کے شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔

شملہ کی نہایت ہی سرد صبح تھی ایک مدراسی گزیٹڈ افسر سوٹ پہنے ہوئے کچھ گھبرایا سا اپنے انگریز انڈر سیکریٹری کے کمرہ کی جانب بڑھا اور دروازہ کھولا تو سیکریٹری نے کہا

"آسکتے ہو۔ تم کچھ پریشان سے ہو کیا بات ہے"

"جی میں سخت پریشان ہوں جو سرکاری بنگلہ مجھے دیا گیا ہے مجھے اسکی جگہ کوئی دوسرا بنگلہ دیدیا جائے۔ ورنہ میں خود اپنی گرہ سے کوئی کرایہ کا مکان لے لوں گا۔ میں اس بنگلہ میں اپنی جان خطرہ میں محسوس کرتا ہوں"

"کیا ہو گیا کیا اس علاقہ میں زیادہ درندے اتر آئے یہ بنگلہ کہاں ہے"

"سر کیتھولک کے قریب ہے لیکن بات درندوں کی نہیں ہے"

"پھر اور کیا بات ہے"

"سر میں صرف ایک ہفتہ قبل ہی تبدیل ہو کر آیا ہوں اور اسی بنگلہ میں رہائش پذیر ہوں۔ میں نے سوچا ابھی بیوی بچوں کو نہ بلاؤں کیونکہ وہ اس موسم کے عادی نہیں ہیں دو ڈھائی ماہ بعد جب سردی کم ہو جائے گی تو بلا لوں گا"

"میرے تین دن تو آرام سے گزر گئے مگر چوتھے دن رات کو ایک نسوانی آواز نے کہا "اچھا ہوا تم بیوی بچوں کو لے کر نہیں آئے ورنہ وہ بیحد پریشان ہوتے میں تم سے کہتی ہوں کہ بیوی بچوں کو بلانے سے قبل میری مدد کرو ورنہ انہیں اور تمہیں بے حد پریشانی ہوگی"

"شاید تم نے کوئی خواب دیکھا ہے"

"سر یہ خواب کی بات نہیں ہے میں نے بیداری میں یہ سب کچھ دیکھا اور سنا ہے۔ دوسری رات پھر یہی ہوا آواز آئی" کیا سوچا" میری آواز حلق میں اٹک گئی کوئی جواب نہ دے سکا سر۔ وہاں کوئی بھی چیز آباد ہے مجھے دوسرا بنگلہ دیدیجئے"

انگریز افسر نے تنزیہ مسکراہٹ اور حقارت آمیز نظروں سے مدراسی افسر کی جانب دیکھتے ہوئے کہا "تم بڑے توہم پرست اور بزدل ہو جاؤ اپنا کام کرو اور بے کار باتوں میں وقت ضائع نہ کرو

اور بے چارہ مدراسی پریشانی کے عالم میں اپنی سیٹ پر آبیٹھا، اُس نے کسی کے مشورہ پر انگریز اسٹیٹ افیسر سے درخواست کی۔ اُس نے بھی مذاق میں ٹال دیا آخر کار بنگلے کو قفل لگ گیا مدراسی نے شہر میں کرائے کا مکان لے لیا بنگلہ تمام سال بند رہا آئندہ موسم گرما میں مرکزی [illegible] جو کسی وجہ سے سردیوں میں دلی منتقل نہ ہو سکے تھے۔ [illegible] کی آمد پر یہی بنگلہ ایک ہندوستانی افسر کو ملا تیسرے ہی دن [illegible] افسر سے مل کر درخواست کی کہ اُسے شہر کے قریب کوئی مکان دے دیا جائے [illegible] کافی دور ہے اور جب انگریز اسٹیٹ افسر نے ہنس کر پوچھا۔

"کیوں ——— تمہیں بھی کچھ نظر آ گیا"

تو اسکے منہ سے بے ساختہ نکلا "آپ کو کیسے علم ہوا"

"وہ کیا معیبت ہے میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یہ بنگلہ کسی مسلمان افسر کو دے دیا جائے۔"

اور کوئی تین ہفتے بعد یہ نہایت خوبصورت کاٹیج ایک مسلمان کو دے دیا گیا —— وہ اپنے بیوی بچوں سمیت منتقل ہو گیا لیکن تیسرے دن ہی اس نے خاموشی کے ساتھ کاٹیج چھوڑ دیا۔

یہ بات افسروں میں عام ہو گئی روزانہ اس مسئلہ پر بات ہوتی مگر نتیجہ صفر —— انگریز اسٹیٹ افیسر اسے ہندوستانیوں کی بزدلی اور توہم پرستی سے زائد اہمیت دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ ایک دن نہ جانے اسے کیا سوجھی سنیچر اور اتوار کی درمیانی شب تھی اپنے دو اور دوستوں کے ساتھ کیتھو کی اس خوبصورت کاٹیج میں جا پہنچا۔ رات کے سائے پھیلتے گئے شراب چلتی رہی تاش کی بازی پر بازی لگتی رہی ایک ملازم خدمت میں موجود رہا۔

"کیا تم بھی ڈر کر بھاگ جاؤگے؟" آواز آئی ساتھ ہی ایک سائے نے تاش کے پتوں اور شراب کے گلاس کا احاطہ کر لیا۔ "پلیز ڈرنے کی بات کوئی نہیں ہے میں تمہاری دوست ہوں؟"

دوسرے لمحے تینوں کاٹیج سے باہر تھے آوازیں آتی رہیں "سنو تو خدا کی قسم میں تمہاری دشمن نہیں، دوست ہوں، میری بات تو سنو —— مگر انگریزوں نے بات نہ سنی پھر یہ آوازیں بند ہو گئیں۔ اور پھر سکوت ماحول میں دبی دبی سسکیاں ابھرنے لگیں۔ پھر وہ بھی گم ہو گئیں پھر دوسرے ہی دن مقامی پولیس کو تحقیقات کا حکم دے دیا گیا پولیس کا ایک سکھ سب انسپکٹر ایک گارڈ لے کر پہنچ گیا مسلح گارڈ کاٹیج کا محاصرہ کئے ہوئے تھی سکھ سب انسپکٹر کاٹیج کے بیڈ روم کی ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھا اس کا ایک ہاتھ اپنے ریوالور پر تھا۔ پورا دن گزر گیا شام گزر گئی۔ رات گہری ہو گئی —— خنکی کافی تھی —— پولیس گارڈ کے کچھ لوگ کاٹیج کے برآمدے میں آ گئے اور صدر دروازے کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اور سب انسپکٹر بھی اونگھنے لگا تھا یہ اچانک اٹھ کھڑا ہوا ایک مکمل نسوانی سایہ اس کے سامنے تھا۔ سب انسپکٹر اتنا گھبرایا کہ اچانک اس نے ریوالور سے فائر شروع کر دئے اور بھاگ کر باہر آ گیا —— فائر —— اور گولیوں کی آواز سے وادی گونج اٹھی فائر بند ہوئے وہی نسوانی سسکیاں ابھریں اور دب گئیں۔ سکھ سب انسپکٹر پسینے میں شرابور رہا۔

"کون تھا۔ حضور؟"

ہیڈ کانسٹبل نے پوچھا تو وہ صرف اتنا کہہ سکا "عورت"۔

گارڈ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا سب انسپکٹر کے شانوں پر لگے ہوئے پھول اس کا منہ چڑا رہے تھے۔

اب معاملہ اونچی سطح پر پہنچ گیا تھا مختلف پولیس افسر متعین کئے گئے لیکن بے سود آخر کار دلی سے ایک مسلمان پولیس افسر آغا کو بلایا گیا وہ بہت دلیر پولیس افسروں میں شمار ہوتے تھے۔ اور اہم سیاسی خدمات سرانجام دے چکے تھے اسی بنا پر انہیں یاد کیا گیا تھا۔

آغا صاحب نے آتے ہی تمام متعلقہ افراد کے بیانات قلمبند کئے پھر پولیس گارڈ کے ساتھ کاٹیج کا رخ کیا ٹھیک رات کے ساڑھے گیارہ بجے جب یہ انسپکٹر ڈرائنگ روم کے کونے میں موجود ایک رائٹنگ ٹیبل پر ریوالور رکھے "ناخواندہ مہمان" کی آمد کے منتظر تھے کہ وہی سایہ میز پر پڑا اگر دن تک سایہ میز پر تھا باقی زمین پر جو قدموں پر ختم ہو رہا تھا۔ اسی سے اندازہ ہوتا تھا کہ اب کوئی جسم سامنے ہے مگر وہ نظر نہ آتا تھا۔

"آپ کچھ سننے کے لئے آئے ہیں یا؟"

"انسپکٹر نے لپک کر ریوالور اٹھایا"

"میں عرض مند ہوں لیکن حقیقت جاننا چاہتے ہو تو ہمدردی کر بات کرو ویسے بھی یہ چیزیں میرا کیا بگاڑ سکتی ہیں مجھے یقین ہے کہ تم مختلف آدمی ہو جو مجھے اس کرب سے نجات دلا سکتے ہیں وعدہ کرو۔"

انسپکٹر نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا "وعدہ اپنے ہی پروردگار کے نام پر وعدہ مگر چند لمحوں کی مہلت درکار ہے"

"کیوں نہیں چند لمحے اگر زندگی بھر کا کرب مٹا سکتے ہیں تو اور کیا چاہیے"

انسپکٹر نے باہر آ کر گارڈ کو رخصت کر دیا "حضور آپ کی جان خطرے میں پڑ سکتی ہے" اسسٹنٹ سب انسپکٹر پولیس نے کہا لیکن انسپکٹر نے صاف انکار کر دیا، خطرے کی کوئی بات نہیں مجھے تو معاملہ بہت نازک دکھائی دیتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ یہ میری زندگی کا پہلا اور دلچسپ ترین کیس ہے مگر میں حقیقت جان کر رہوں گا" گارڈ رخصت ہو گئی۔

اب کیتھو کے اس کاٹیج کے تمام دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند تھے۔ انسپکٹر نے نہایت اطمینان کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر اپنی بیلٹ ڈھیلی کر دی ریوالور سمیت پیٹی کو بے نیازی سے قریبی صوفے پر پھینک دیا بوٹ کے تسمے کھول دئے اور کرسی پر ٹیک لگا کر

انتظار کرنے لگا۔ چند ثانیوں بعد وہی نسوانی آواز ——— وہی سایہ

”مجھے افسوس ہے کہ آپ بہت تھکے ہوئے ہیں اور میں آپ کو پریشان کر رہی ہوں مجھے یقین ہو چکا ہے کہ آپ میرے اچھے دوست ثابت ہونگے آپ شریف بھی ہیں، کچھ دیر پہلے آپ نے اس کمرے میں عبادت بھی کی تھی نا۔ آپ اگر آرام کرنا چاہیں تو آرام کیجئے ——— کل سہی۔“

”ہمدردی کا شکریہ ——— میرا خیال ہے کہ ——— اگر یہاں مناسب ہو تو میز کے دوسری جانب موجود کرسی پر بیٹھ جاؤ۔“

”شکریہ ——— ! ——— میرا خیال بھی یہی تھا ——— مگر سوچا شاید آپ برا مان جائیں اور آپ کو میں اسلئے بھی ناراض نہیں کر سکتی کہ میں غرض مند ہوں میں نے بہت کچھ کھو دیا ہے ——— تو وہی کرب وہی ویرانیاں ——— وہی تنہائی اور میں“

”آپ کا تعارف ہو جائے تو بہتر ہے“ انسپکٹر نے فائل سے کاغذ نکالے اور قلم سنبھال لیا۔

”میں آچھوری ——— یہ میرا شادی سے پہلے کا نام ہے شادی کے بعد مجھے مسز آئزک کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ میں اپنی ماں کی اکلوتی لڑکی تھی ہم ماں بیٹی دارجلنگ شملہ دلی گھومتے رہتے تھے کبھی کبھار بمبئی بھی چلے جایا کرتے تھے۔“

”ٹھہرو تمہارے باپ کا نام“

”کون جانے ——— میں ایک پہاڑی لڑکی تھی میری ماں نے طوائف کے بطن سے جنم لیا تھا ماں نے مجھے سینئر کیمبرج تک پڑھایا تھا میرا ریکارڈ آپ کو ہوسٹل فار گرلز سے مل سکتا ہے آئزک پارسی تھا ہم مختلف جگہوں پر یوں گھومتے تھے آپ بہتر جانتے ہیں ہمارا پیشہ کیا تھا ——— موسیقی رقص میں قسم کھا کر کہہ سکتی ہوں کہ آئزک سے شادی کے وقت میں کنواری تھی۔“

”آگے چلو ———“

”میں ایک بار ریس کھیلنے کے لئے دلی سے بمبئی گئی وہاں آئزک سے ملاقات ہو گئی ہم دونوں چند ہی دنوں میں ایک دوسرے سے قریب ہو گئے۔ کوئی چار چھ دن بعد میری ماں کا ایک پرانا دوست مل گیا۔ ماں اس کے ساتھ نکل گئی ——— میں آئزک کے ساتھ ——— اس دوران ہم نے ایک دوسرے سے زندگی بھر ساتھ دینے کا وعدہ کر لیا آج آپ جس کاٹیج میں بیٹھے ہیں یہ آئزک کی ملکیت تھا جسے اس نے رائے بہادر رام سرن کے ہاتھ فروخت کیا تھا۔ اور رائے بہادر نے اسے سرکاری کرائے پر چڑھا دیا۔ اس کے بعد سے آج تک یہ ویران ہے صرف میری وجہ سے ——— میں نے ہر آنے والے کی منت کی مگر ہر شخص خوفزدہ ہوتا رہا ———“

”پھر کیا ہوا؟“ انسپکٹر نے دریافت کیا۔

”داستان طویل ہے چاہتی ہوں سب کچھ اگل دوں لیکن یقین کیجئے ہمت نہیں رہی کل رات تک اجازت دیجئے آج کی رات جی بھر کر رو لوں اتنا رو لوں کہ آنے والی رات کے لئے کچھ باقی نہ رہے ——— لیکن خدا کے لئے انسپکٹر ——— کل تم نہ چلے جانا ——— نہیں تو میں بیٹھی رہتی ہوں جب تک تم کہتے ہو ——— چاہتی ہوں تم یہیں سو رہو تاکہ مجھے یقین رہے کہ تم میری نظروں کے سامنے ہو ——— لیکن یہاں کیسے سوؤ گے ——— میری سسکیوں میں تمہیں کیسے نیند آئے گی ———؟“

انسپکٹر نے معاملہ دوسرے دن پر چھوڑ دیا رات کے دو بج چکے تھے انسپکٹر نے کاغذات سمیٹے فائل میں رکھے بستر سے ریوالور کی پیٹی اٹھائی کسے اور باہر نکل آیا جب وہ گھوڑے پر سوار ہونے لگا تو آواز آئی۔

”اندھیرا بہت ہے دھیان سے جائیے گا کل ضرور آئیے ہر قیمت پر“

اور دوسرے دن سر شام انسپکٹر کاٹیج پہنچا تو سایہ صدر دروازے پر ان کے استقبال کے لئے موجود تھا۔ انسپکٹر نے بڑی بے نیازی سے کہا

”دل ہلکا ہو گیا ———؟“

”ہاں ——— رہا سہا آج ہو جائے گا۔ تم کتنے اچھے ہو وعدے کے پابند نیک رحم دل کاش آئزک تم جیسا ہوتا۔“

انسپکٹر مسکرایا۔ گھوڑے کو باندھ کر وہ دروازے میں داخل ہوا کمروں کی بجلیاں روشن تھیں انسپکٹر اور آچھوری کے سائے شانہ بشانہ چل رہے تھے۔ دونوں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ آچھوری کا بیان شروع ہو گیا۔ جب انسپکٹر لکھتے لکھتے تھک جاتا تو آچھوری بڑے پیار سے کہتی۔

”تھوڑا آرام کر لو ——— جو مرضی ہو پوچھتے جاؤ بتاتی جاؤں گی ورنہ پھر کل سہی اب تو مجھے تم پر اعتماد ہے مکمل اعتماد“

”میرا خیال ہے یہ کام آج ختم ہو جائے۔“

”جیسی مرضی ہو ——— ہاں تو آئزک سے شادی کرنے کے لئے میں نے ہر ممکن کوشش کی ——— ایک طرف آئزک کے والد رضامند نہ ہوئے دوسری طرف میری ماں دیوار بن گئی ——— یہ کشمکش جاری تھی

—— میں آئزک کو بغیر ایک لمحہ نہ گزار سکتی تھی آخر ہم دونوں نے نہایت رازداری میں دلی پہنچ کر عدالت کے ذریعے شادی کر لی یہاں سے آئزک میں اور میری والدہ —— تینوں شملہ چلے آئے —— اور اسی کاٹیج میں آ گئے۔ آئزک کا کاروبار بڑے بڑے شہروں میں تھا وہ قالین کا بڑا کاروباری ہے علاوہ ازیں اعلیٰ پیمانے پر قیمتی اشیاء کی سپلائی کرتا تھا۔ اسی لئے اُس کا اثر و رسوخ شملہ دلی لکھنؤ، دہرہ دون بمبئی، مدراس اور کلکتہ ایسے شہروں میں بہت زیادہ تھا دو ماہ گزر گئے —— میں امید سے ہو گئی —— اُس وقت میری ماں پر انکشاف ہوا کہ میں آئزک سے شادی کر چکی ہوں وہ سخت ناراض ہوئی —— مجھے اپنی ماں کے بارے میں یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ بالآخر وہ طوائف تھی وہ مجھے کب گنوانا پسند کرتی ؟"

"وہ تو صرف آئزک کی دولت سمیٹنا چاہتی تھی۔ اُس نے کوشش کی کہ بچہ ضائع ہو جائے مگر میں نے صاف انکار کر دیا —— یہ کشمکش شدت اختیار کر گئی اچانک اس دوران حالات نے عجیب پلٹا کھایا آئزک کو دوسرے دن کاروباری سلسلے میں بمبئی جانا تھا۔ ایک دن پہلے وہ کسی بل کے سلسلے میں محکمہ مالیات کے دفتر گیا ہوا تھا کہ اس کے والد کا تار ملا —— میں نے تار پڑھا تو مضمون تھا۔

"فوراً گھر پہنچو —— بڑا لڑکا سخت بیمار ہے"

تار پڑھ کر مجھ پر بجلی سی گری —— پھر بھی ماں کو صرف اتنا بتایا کہ آئزک کو فوراً بلایا ہے اُس کے والد بیمار ہیں ماں ان پڑھ تھی بات دب گئی آئزک گھر لوٹا میں سخت اداس تھی —— میں نے علیحدگی میں آئزک سے بات کی —— مگر اُس نے اطمینان دلایا کہ وہ مجھ سے کسی صورت الگ نہ ہو گا۔ اور وہ میرے بغیر ایک پل بھی زندہ نہیں رہ سکتا میں رو رو کے بے حال ہو رہی تھی مگر میری ماں خوش تھی گاڑی دوسری صبح ہی جاتی تھی میں اُسے اسٹیشن تک چھوڑنے گئی

آئزک چلا گیا اور میں ماں کے طعنے سننے کے لئے رہ گئی —— ٹھیک ڈیڑھ ماہ بعد آئزک واپس آیا —— اُس نے مجھے چند ہزار روپے پیش کرتے ہوئے کہا —— "آج دوری —— اور چاہو تو مل سکتے ہیں میں مجبور ہوں زیادہ دیر تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا میرے والد کو ہر بات کا علم ہو چکا ہے لڑکے کی بیماری کا صرف بہانہ تھا —— اگر میں نے اُن کی بات نہ مانی تو والد مجھے لاکھوں کی جائداد سے محروم کر دیں گے —— میری بیوی بھی بہت سی جائداد کی مالک ہے اور تین بچے بھی ہیں —— ان حالات میں گزر بہت مشکل ہے —— میں وعدہ کرتا ہوں کہ حتی الوسع تمہاری ضروریات پوری کرتا رہوں گا"

"آخر تمہارے والد کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟"

"صرف تمہاری ماں کی وجہ سے جس نے میری مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خطوط لکھے —— اور مسز آئزک کے نام پر لکھوائے وہ میری بیوی کے ہاتھوں میں پہنچتے رہے بعض خطوط میں رقم کا مطالبہ بھی تھا —— تمہاری ماں کو نقد ۲۵ ہزار روپے بھی دے دیئے گئے ہیں صرف اسلئے کہ ہمارے خاندان کی رسوائی نہ ہو —— یہ رقم میرے والد کے کہنے پر دی گئی ہے اور اب میں صرف اس لئے آیا ہوں کہ تم سے آخری بار مل لوں میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اپنے والد کی نصیحت پر"

اس رات میرا آئزک سے سخت جھگڑا ہوا مجھے رقم کی نہیں آئزک کی ضرورت تھی —— میری ماں اور آئزک رات گئے تک پیتے رہے —— اور میں روتی رہی —— وہ دونوں ایک ہو چکے تھے —— مگر میرے آنسوؤں کا ان دونوں پر کوئی اثر نہ ہوا دوسرے دن کوئی ۱۲ بجے میری ماں کے دائیں طرف اچانک فالج کا شدید حملہ ہوا —— اسے ڈاکٹر پہنچایا گیا

میں ماں کے ساتھ ایک رشتا میں اور آئزک دوسری رکشا میں تھا لیکن جس رقم کے لئے اس نے میری زندگی تباہ کر دی تھی —— جس دولت کے لئے اُس نے اپنے حسن کو ذریعہ معاش بنانا چاہتی تھی —— وہ اسے نصیب نہ ہو سکی —— ہم نے اس کی آخری رسوم ادا کیں۔ اگلے دن آئزک کو لوٹ جانا تھا میں نے اس کے پاؤں پکڑ لئے تمام رقم اُس کے سامنے رکھ دی تمام زیور اس کے سپرد کر دیا اور کہا کہ وہ سب کچھ لے جائے مگر مجھ سے علیحدگی اختیار نہ کرے اُس نے ایک نہ سنی جب میں نے اُس سے کہا کہ میں خود اُس کے والد کے پاس جا کر منت سماجت کر لوں گی تو وہ مشتعل ہو گیا۔ اور یہ کہہ کر چلدیا کہ اگر میں نے ایسی کوئی کوشش کی تو اُس کے سنگین نتائج ہوں گے —— آئزک چلا گیا —— میں اس قابل نہ تھی کہ اُس کے پیچھے جا سکتی —— میں اسے بلاتی رہی اس نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا —— گھریلو ملازم کو اس کے پیچھے بھیجا —— مگر میں اس کا انتظار ہی کرتی رہی —— وہ بھی لوٹ کر نہ آیا —— آخر وہ بھیانک رات آ گئی جو اس لمحے تک مجھے ایک مسلسل کرب میں مبتلا کئے ہوئے ہے۔

میں نیم پاگل ہو چکی تھی ۔۔۔ روتے روتے بے حال ہو گئی ۔۔۔ اسی طرح ہلکی سی غنودگی آ گئی ۔۔۔ دروازے کھلے تھے مجھے کسی بات کا ہوش نہ تھا کوئی گیارہ بجے کسی کے قدموں کی آہٹ ہوئی میں سمجھی ملازم لوٹ آیا ہے اُسے آوازیں دیں، کوئی جواب نہ ملا ۔۔۔ دیکھا کہ آئزک میرے سامنے ہے۔

آئزک ۔۔۔! آخر تم آ ہی گئے میری محبت رنگ لا کر ہی رہی نا ۔۔۔ لیکن میں اپنا جملہ پورا بھی نہیں کر سکی تھی کہ ۔۔۔ اُس نے لپک کر مجھے گرفت میں لے لیا ۔۔۔ اور میرا گلا دبا دیا۔

میری کچھ نہ چلی ۔۔۔ اور میں ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی۔

لیکن یہ صرف میری زندگی کا سوال نہ تھا بلکہ آئزک کے بیٹے کا بھی تھا آئزک نے اپنے بیٹے کو بھی قتل کیا تھا ۔۔۔ وہ جو میرے پیٹ میں تھا اور آئزک کے بعد میری امیدوں کا واحد مرکز تھا۔

"بیٹا ۔۔۔؟" انسپکٹر نے کہا

"ہاں مجھے معلوم ہے وہ لڑکا تھا ۔۔۔ اب مجھے ہر بات کا علم ہے۔"

"تمہارا جسم کہاں گیا ۔۔۔؟"

"غسل خانے کا فرش اکھاڑ دیجئے ۔۔۔ وہاں مل جائے گا کپڑوں سمیت مل جائے گا؟"

پھر کچھ وقفے کے بعد آچھوری نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا "انسپکٹر۔ میں معصوم تھی میں نے آئزک سے بے پناہ محبت کی تھی مگر اس نے مجھے دھوکہ دیا پر لطف کی بات یہ ہے کہ مجھ سے صرف ڈرامہ کھیلا گیا کہ آئزک شادی شدہ ہے ۔۔۔ وہ شادی شدہ تھا نہ ہی اس کا باپ زندہ تھا وہ تو بہت پہلے مر چکا تھا۔"

شادی بلاشبہ میری ماں کی مرضی کے خلاف ہوئی تھی لیکن اس کے بعد آئزک اور وہ مل گئے تھے ۔۔۔ اور ہمیں الگ کرنے کے لئے یہ تمام پاپڑ بیلے گئے تھے ۔۔۔ آئزک عیاش شخص تھا ۔۔۔ اُس نے شادیوں کے ذریعے بہت سی لڑکیوں کو رنگین دھوکے دیئے تھے ہاں اب اس کی شادی ہو گئی ہے وہ اپنی بیوی کو بہت چاہتا ہے اور اب میں اسے پیار کی قیمت کا احساس دلانا چاہتی ہوں میں نے ہر شخص کو اپنی فریاد سنانا چاہی لیکن سب مجھ سے خوف زدہ تھے آج میرا بوجھ ہلکا ہو چکا ہے ۔۔۔ اب تمہارا کام ہے انسپکٹر ۔۔۔ جب بھی میری مدد کی ضرورت محسوس کرو یاد کر لینا"

آچھوری نے واقعات نہایت تفصیل سے بیان کئے تھے۔

سورج پہاڑوں کی اوٹ سے جھانکنے لگا تھا انسپکٹر نے کاغذات سنبھالے اور ایک صوفے پر دراز ہو گیا ۔۔۔ وہ بڑی سکون کی نیند سویا کوئی ۱۲ بجے اہلکاروں کو تشویش ہوئی وہ کاٹیج پہنچے ۔۔۔ انسپکٹر سو رہا تھا اسے بیدار کیا ۔۔۔ سب کی جان میں جان آئی۔

دوسرے دن ایک مجسٹریٹ کی موجودگی میں غسل خانے کا فرش کھدوایا گیا ۔۔۔ بوسیدہ پارچوں کی دھجیاں ۔۔۔ لباس کی شناخت کے لئے کافی تھیں محسوس ہوتا تھا کہ ایک مردانہ رومال ہے جو اس کی گردن کے گرد سختی سے باندھا گیا تھا اور اب اس کی گرہوں کے اردگرد کا کوئی ایک ایک انچ حصہ محفوظ تھا طبی معائنے کے بعد ثابت ہو گیا کہ ڈھانچہ عورت کا ہے ۔۔۔ آئزک کو شامل تفتیش کر لیا گیا ۔۔۔ لیکن اُس نے ہر الزام کی صحت سے انکار کر دیا مختصر یہ کہ ایک روز گرفتار ہو گیا ۔۔۔ وہ اس بات کا کوئی جواب نہ دے سکا کہ دلی کی ایک عدالت سے سول میرج کے بعد اگر اس نے آچھوری کو طلاق دے دی تھی اور کاٹیج رائے بہادر رام سرن کے ہاتھوں فروخت کر دی تھی تو طلاق کے کاغذات کہاں ہیں اور آچھوری کہاں ہے ۔۔۔ جس کا کام ہی ہندوستان کے بڑے بڑے ہوٹلوں میں رقص کرنا تھا اور اب غائب تھی تاہم یہ قتل کا بین ثبوت نہ تھا شبہ قوی تھا ۔۔۔ عدالت کو مکمل ثبوت درکار تھا۔ سماعت کے دوران آئزک کے وکیل آئینگر نے ٹھوس اعتراض یہ کیا ۔۔۔ کہ نعش عورت کی سہی ۔۔۔ مگر جس کی روح اتنا طویل بیان دے سکتی ہے ہر شخص سے فریاد کر سکتی ہے انسپکٹر نے اس کے بیانات پر دستخط کیوں نہ لئے

"کیا وہ صرف بول سکتی ہے؟" اس غلطی کا احساس اس وقت انسپکٹر کو ہوا ۔۔۔ اس نے آئندہ سماعت تک مہلت طلب کی ۔۔۔ صفائی کا وکیل ہنس دیا ۔۔۔ عدالت بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکی انسپکٹر اتنی اہم بات کو نظر انداز کر دینے پر سخت نادم تھا۔ وہ اسی رات پھر کاٹیج پہنچا ۔۔۔ آچھوری اُس کے انتظار میں تھی انسپکٹر کی بات سنے بغیر اس نے کہا۔

"یہ میری غلطی نہیں ۔۔۔ میں تو قانون کو صرف اس حد تک جانتی ہوں کہ خون کا بدلہ خون ہونا ضروری ہے بہرحال کاغذ اور قلم دیجئے۔"

انسپکٹر نے کاغذ اور قلم دے دیا آچھوری نے انگریزی میں دو یا تین سطور لکھ دیں۔

"میں حلفیہ بیان کرتی ہوں کہ پولیس کو جو بیان دیا گیا ہے وہ میرا ہے ۔۔۔ اور جس بیان پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اس پر میرے دستخط موجود نہیں اسے دوبارہ دیکھا جائے ۔۔۔ آچھوری"

آئندہ سماعت پر انسپکٹر نے بیان عدالت میں پیش کیا تو وکیل صفائی نے پھر طنزاً کہا ـــــ ہر صورت آچھوری ہو سکتی ہے تحریر کس کی ہے یہ کون بتائے گا ؟

مگر عدالت کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب عدالت میں موجود انسپکٹر کے تحریر کردہ بیان کا دوبارہ معائنہ کیا گیا تو آخر میں بالکل وہی تحریر موجود تھی۔

وکیل صفائی بہت سٹپٹایا ـــــ حضور! اگر مقتول بیان دے سکتا ہے دستخط کر سکتا ہے تو میری آپ کی موجودگی میں دستخط کیوں نہیں کر سکتا؟

عدالت نے معنی خیز نظروں سے انسپکٹر اور وکیل استغاثہ کی طرف دیکھا سماعت کھانے کے وقفے کے بعد دوبارہ شروع ہونا تھی۔ انسپکٹر ٹیکسی پر سوار ہوا اور سیدھا کالج جا پہنچا یہ فاصلہ کوئی ڈیڑھ میل کا تھا تالا کھولا اندر گیا ـــ اسے یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ میز پر وہ تار موجود تھا جو آئزک نے لڑکے کی علالت کا بہانہ بنا کر آچھوری کو دیا تھا لکھنؤ کے ایک جیولر کی رسید تھی یہ زیور آئزک نے لے کر دیا تھا مگر آچھوری نہیں تھی۔ کوئی سایہ نہیں تھا یہ ثبوت کم تو نہ تھے مگر ان سے قتل کا ثبوت اور دستخط کی شناخت نہ ہو سکتی تھی۔ انسپکٹر یہ لے کر عدالت میں پہنچ گیا کافی بحث کے بعد مقدمہ آئندہ سماعت پر ملتوی ہو گیا انسپکٹر سخت پریشان تھا اسی رات وہ پھر کالج پہنچا آچھوری نہیں آئی لیکن انسپکٹر نے اسے صرف خواب میں پایا۔ انسپکٹر کی مشکل حل کر دی گئی تھی آئندہ سماعت پر عدالت میں ڈاکٹر نے سپتال کا رجسٹر پیش کیا گیا ـــ آچھوری کی بار کے داخلے کے وقت متعلقہ فارم اور رجسٹر پر آچھوری کے دستخط تھے یہ ان پر مسز آچھوری کی آئزک لکھا گیا تھا بعد ازاں ماہر تحریر نے دستخطوں کی تصدیق کر دی شبہات یقین میں تبدیل ہونے جا رہے تھے۔ بالآخر معاملہ سیشن کے سپرد کر دیا گیا اور سب کچھ اتنی آسانی سے حل ہو گیا کہ کوئی مشکل پیش نہ آئی آخر آئزک کو جرم کا اقرار کرتے ہی بن پڑی اسے بسزائے موت کا حکم سنایا گیا۔

اس مقدمے کا دلچسپ ترین پہلو یہ ہے کہ ایک تو اس فیصلے کے بعد اس کالج میں کبھی کوئی سایہ نظر نہ آیا اور دوسرا یہ کہ فیصلے کی رات انسپکٹر نے محمد آمنی کا کالج میں ٹھکانہ کیا۔ اس رات آچھوری انسپکٹر سے آخری بار ملنے آئی مگر خواب کی حالت میں اس نے کہا ـــ

تم نے مجھے ہمیشہ کے لئے سکون دیا ہے میں مطمئن ہوں میرے پاس نہ شکریے کے لئے الفاظ ہیں نہ احسان کے اعتراف کا کوئی طریقہ۔ لیکن مجھے امید ہے کہ اس آخری بار ملاقات کے وقت تم میری ایک آرزو پوری کر دو گے۔

صرف یہ آرزو کہ صبح اٹھو تو ہیڈ روم کے باغیچے والی کھڑکی کے عین نیچے لکڑی کے فرش کی ایک دو تختیاں اکھیڑ دو وہاں ایک آہنی صندوقچی میں کچھ چیزیں ہیں وہ اپنی بیوی کو میری طرف سے تحفے کے طور پر دے دینا میری یہ آرزو بھی اتنی شدید ہے جتنی آئزک سے انتقام لینے کی تھی یہ صندوقچی میری ماں نے وہاں محفوظ رکھی تھی۔

صبح صندوقچی برآمد ہو گئی کوئی چالیس ہزار روپے کے کرنسی نوٹ اور تقریباً اسی قدر مالیت کا زیور اس میں موجود تھا انسپکٹر نے یہ سب حکام بالا کے سپرد کر دیا۔ اور دیانت داری و فرض شناسی کے عوض سرکار نے یہ سب اسے بطور انعام لوٹا دیا گیا۔"



عورتوں کیلئے

اپنی مرضی کی شادیاں

تعلیم یافتہ لڑکیوں میں آزادروی بڑھ رہی ہے

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

ہمارے ملک کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں مغربی ممالک کی طرح عشق و عاشقی کی بیماری تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ اور آئے دن یہ سننے میں آتا رہتا ہے کہ فلاں لڑکے یا لڑکی نے والدین کی مرضی کے بغیر چپ چاپ اپنی پسند کی شادی کرلی ہے چنانچہ حال ہی میں میرے پاس ایک لڑکی کا خط آیا ہے۔ جس نے کہ اپنی ایک سہیلی کی اسی قسم کی شادی کا تذکرہ کیا ہے۔ اور اس قسم کی شادیوں کے بارے میں میری رائے معلوم کی ہے یہ لڑکی لکھتی ہے۔

"میری ایک سہیلی نے اپنے والدین کی مرضی کے بغیر اپنی پسند کے ایک نوجوان سے شادی کرلی ہے جس پر لڑکی کے والدین بے حد برہم ہوئے ہیں جس نوجوان سے میری سہیلی نے شادی کی ہے وہ اُسی کالج کا ایم۔ اے کا ایک طالب علم ہے جس میں کہ میری سہیلی بی۔ اے کے آخری سال میں ہے۔ نوجوان تعلیم یافتہ ہونے کے علاوہ خوبصورت اور تندرست بھی ہے لیکن لڑکی کے والدین کو یہ رشتہ ناپسند ہے یہاں تک کہ انھوں نے اپنی لڑکی سے قطع تعلق بھی کرلیا ہے۔ ایسی حالت میں جبکہ شریعت اسلامیہ نے بالغ لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنی پسند کی شادی کی اجازت دی ہے تو میں نہیں سمجھ سکتی کہ لڑکی کے والدین کا اپنی پسند کی شادی پر برہم ہونا کہاں تک درست ہے میں اس سلسلہ میں آپ کی رائے معلوم کرنا چاہتی ہوں امید ہے کہ آپ میرے خیالات سے اتفاق کریں گی۔ اب زمانہ بدل چکا ہے موجودہ حالات میں یہ ناممکن ہے کہ والدین بھیڑ بکریاں سمجھتے ہوئے اپنی لڑکیوں کو جس کے پلے چاہے باندھ دیں۔"

بیٹی تم صحیح کہتی ہو کہ شریعت اسلامیہ نے بالغ لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنی پسند کی شادی کی اجازت دی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ شریعت اسلامیہ نے یہاں تک حکم دیا ہے کہ لڑکے شادی سے قبل اپنی منسوبہ کو دیکھ لیا کریں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی شریعت اسلامیہ نے اس کی ہرگز اجازت نہیں دی ہے کہ تمہاری سہیلی کی طرح لڑکیاں اور لڑکے آزادانہ اور بے حجابانہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہیں عشق کی پینگیں آپس میں بڑھاتے رہیں۔ اور جذبات کی رو میں بہنے کے بعد غلط راستہ پر جا پڑیں۔

شریعت اسلامیہ نے جہاں بالغ لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنی پسند کی شادی کی اجازت دی ہے۔ وہاں اس سے بھی کہیں زیادہ اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ ہر بالغ لڑکا اور لڑکی والدین کی پوری طرح اطاعت کرے اور اُن کی خوشنودی کو دنیا کی ہر چیز پر مقدم رکھے۔ چنانچہ اکثر صحابہ کرام کے بیٹوں نے اپنی اُن بیویوں کو طلاق دیدی ہے جن کو صحابہ کسی خاص اور معقول وجہ سے ناپسند کرتے تھے۔ اس لئے ہر مسلمان لڑکے اور لڑکی کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ جذبات کی رو میں بہہ کر والدین کے احساسات اور جذبات کا خون نہ کرے۔

والدین کی خوشنودی اور ناگواری کے معاملہ کو اگر نظر انداز بھی کردیا جائے تب بھی عشق و عاشقی کی یہ جذباتی شادیاں خود ان جلد باز نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے کسی طرح بھی مفید نہیں ہیں کیونکہ یہ وہ شادیاں نہیں ہوتیں جو زندگی کی ضروریات کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہیں بلکہ اُن کی تہہ میں عشق بازی اور نفس پرستی کا جذبہ عموماً کارفرما ہوتا ہے ایسی شادیاں شروع میں تو بڑی دلفریب اور دلکش معلوم ہوتی ہیں لیکن عموماً اِن کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

یورپ و امریکہ میں عشق بازی کی شادیوں کا عام رواج ہے۔ وہاں شادی کرنے سے پہلے عشق کی پینگیں خوب بڑھائی جاتی ہیں اور طرح طرح کی بے عنوانیاں بھی ہوتی رہتی ہیں پھر کہیں جاکر شادی ہوتی ہے۔ لیکن ان ہی مغربی ممالک میں طلاق کے سب سے زیادہ واقعات

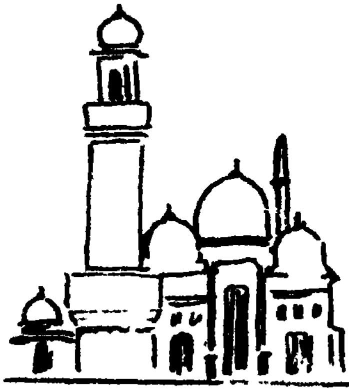
بھی ہو رہے ہیں۔ چنانچہ بعض مغربی ممالک کی حالت تو یہ ہے کہ وہاں شادی کے ایک سال کے اندر ہی آدھے سے زیادہ جوڑے طلاق حاصل کر لیتے ہیں۔ اور جو آدھے باقی رہ جاتے ہیں اُن میں سے بھی بیشتر آگے چل کر علیحدگی اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ ہے عشق بازی کی شادیوں کا افسوسناک انجام

ان حالات کے پیش نظر جہاں تک میرا تعلق ہے عشق بازی کی شادیوں کی میں شدید مخالف ہوں میں اپنے خیالات کا بار بار اعادہ کرتی رہی ہوں ہمارے ملک کے وہ لڑکے اور لڑکیاں جو شادی سے پہلے عشق کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ عشق و عاشقی ایک جذباتی کھیل ہے جو چند روز میں ختم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ازدواجی رشتہ ایک ایسا مستحکم بندھن ہے جو مرتے دم تک قائم رہتا ہے چنانچہ تجربہ یہ بتاتا ہے کہ وہی ازدواجی زندگیاں خوشگوار اور کامیاب ثابت ہوتی ہیں جن کی بنیاد عشق و عاشقی یعنی نفسانیت پر نہیں بلکہ زندگی کے حقائق پر رکھی ہوئی ہوتی ہیں۔

مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ ہمارے ملک میں جو شادیاں والدین کے مشورے سے کی جاتی ہیں اُن میں سے بیشتر نہایت کامیاب ثابت ہوتی ہیں کیونکہ والدین ہمیشہ سوچ سمجھکر اور معاشرتی نشیب و فراز پر غور کرنے کے بعد اپنی اولاد کی شادیاں کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف جو لڑکے اور لڑکیاں محض جذبات کی رو میں بہنے کے بعد خود ہی شادیاں کر بیٹھتے ہیں ان میں سے بیشتر ساری عمر الجھنوں میں مبتلا رہتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ملک میں عشق و عاشقی کی شادیوں کی بیماری وبائی طرح پھیل رہی ہے۔ اور اس وبا کو پھیلانے میں سینما کو بھی بہت بڑا دخل حاصل ہے۔ چنانچہ نوجوان لڑکے اور کم عمر لڑکیاں جن کے دماغ میں ابھی پختگی نہیں پیدا ہوتی ہے آنکھیں بند کر کے جذبات کی رو میں بہہ جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں کون ہوشمند انسان اس نوعیت کی جذباتی شادیوں کی حمایت کر سکتا ہے۔

افسانہ



بصرہ کی حسینہ

ایک واقعہ ایک نصیحت آموز کہانی

(از جناب مرزا انور بیگ انوار)

بصرہ کی اُس سڑک کے کنارے جو شہر کے قلب سے گزرتی تھی ایک نہایت حسین نازک اندام اور گلبدن حسینہ آنے جانے والوں کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ اُس کا حسن آرائش کا مرہون منت نہ تھا۔ اور وہ قدرت کی حسین صناعی کا جیتا جاگتا نمونہ تھی۔ یہ سڑک جس کے کنارے یہ حسینہ اپنی حالت اور حسن سے بے خبر بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے اور پھٹا سا کمبل اوڑھے ہوئے بیٹھی تھی۔ ایک انتہائی معروف شاہراہ تھی جہاں سے سینکڑوں آدمی ہر وقت گزرا کرتے تھے۔ چنانچہ آج اس سڑک سے گزرنے والے ہر فرد کی نگاہیں اُس کی طرف خود بخود اُٹھ تو جاتی تھیں لیکن اس پر ٹھہر نہیں سکتی تھیں۔ اور اس کی شاید وجہ یہ تھی کہ یہ حسینہ کچھ ایسی دلکش جاذبِ نظر اور حسین تھی کہ اس کی طرف نظر بھر کر دیکھنا ممکن ہی نہیں تھا۔

ان ہی نظارہ کرنے والوں میں ادھیڑ عمر کی پالکی میں سوار ایک متمول خاتون بھی تھی۔ حسینہ کو اس کس مپرسی کے عالم میں دیکھ کر اُس کے دل میں نہ جانے کیا سمایا کہ اُس نے فوراً پالکی والوں کو رکنے کا اشارہ کیا اور پالکی سے اتر کر اُس حسینہ کے نزدیک پہنچ کر انتہائی شیریں لہجہ میں کہا۔

"بیٹی تو کون ہے؟ اور اس جگہ اس طرح کیوں بیٹھی ہے کہ جہاں آنے والوں کی حریصانہ نگاہیں تجھے تاک رہی ہیں"

حسینہ نے اپنا نازک سر اُٹھا کر خاتون کی طرف دیکھا اور پھر ترنم ریز آواز میں بولی ـــــ "گو میں ایک نافرمانبردار کنیز ہوں لیکن مجھے اپنے آقا کی خوشی ہر حالت میں عزیز ہے"

"کیا تمہارا آقا تم سے ناخوش ہے؟" خاتون نے پوچھا۔

"نہیں تو" حسینہ نے چونک کر کہا "ـــــ وہ تو مجھ پر انتہائی مہربان ہے۔ اُس نے تو مجھے ہر قسم کی آزادی بخش دی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں خود سرکش ہوں" حسینہ نے جواب دیا۔

"نور چشمی تم یقیناً غلط بیانی سے کام لے رہی ہو۔ اتنی حسین شیریں زبان اور سیدھی لڑکی سرکش نہیں ہو سکتی۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ تمہارا مالک ظالم ہے اُسے تمہارے دکھ سکھ کا قطعی احساس نہیں" خاتون نے اپنی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ اور قدرے توقف کے بعد بولی ـــ "اگر تیرے مالک نے تجھ کو واقعی آزاد کر دیا ہے تو آ۔ اور میرے ساتھ چل کر کچھ دنوں میرے پاس قیام کر تجھے معلوم ہو جائے گا کہ مہربانی اور عنایت کس چیز کا نام ہے"

"اگر آپ دراصل میرے مالک سے زیادہ مہربان ہیں جیسا کہ آپ نے ابھی کہا ہے تو مجھے آپ کے ساتھ رہنے میں خوشی ہوگی" حسینہ نے آہستہ سے جواب دیا۔ اور اپنا کمبل اٹھا کر اُس خاتون کے ساتھ ہو لی خاتون کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔

خاتون کی یہ مسرت کسی انسانی ہمدردی اور خلوص کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ یہ خوشی اُس کی انتہائی خود غرضی پر مبنی تھی۔ کیونکہ اب اُسے اپنا مستقبل پھر ایک بار روشن نظر آ رہا تھا۔ اب اُسے امید قوی تھی کہ وہ اس سونے کی چڑیا کو پھانس کر اپنی باقی ماندہ زندگی عیش و عشرت سے گزار سکے گی۔

کسی زمانہ میں اس عورت کا شمار بصرہ کی اونچی طوائفوں میں تھا اُس کے حسن اور اداؤں کی چہار طرف دھوم مچی ہوئی تھی۔ لیکن زمانہ کے نشیب و فراز اور وقت کے ساتھ ساتھ وہ گمنام ہو کر رہ گئی تھی۔ اب اُسے آئندہ کی فکر تھی۔ جو اس حسینہ کے ہاتھ آنے کے بعد دور ہوتی نظر آ رہی تھی۔

حسینہ کو اس عورت کے گھر آئے ہوئے کئی دن ہو چکے تھے۔ اُسے وہاں ہر قسم کا آرام اور آسائش میسر تھی۔ دن گزرتے گئے اور چند

ہفتوں میں شہر کی وہ لاچار سا دربجبور رلڑکی جو سڑک کے کنارے نس ہپری کی حالت میں پڑی ہوئی تھی - آج شہر کی سب سے زیادہ حسین طوائف شمار کی جارہی تھی۔ اُس کی زندگی میں انقلاب آگیا تھا - لیکن ایک چیز اب بھی جوں کی توں تھی اور وہ تھی اُس حسینہ کی طبیعت وہی سنجیدگی رہی خاموشی - مصــ ـیت اور وہی پاکبازانہ بردباری -

اُس عورت نے حسینہ کو کئی بار ٹوکا بھی اور اُسے بتایا بھی کہ اُس کی یہ حالت اِس پیشہ کے لئے زہر قاتل ہے لیکن اس کے باوجود وہ بالکل نہ بولی - چونکہ اُس کی آمدنی میں روز بروز اضافہ ہی ہو رہا تھا اس لئے اس عورت نے حسینہ کو زیادہ کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا -

قرب و جوار سے ہر روز عیاش اور دل پھینک قسم کے نوجوان بڑی بڑی رقمیں لیکر آتے تھے - اور ایک شب کے لئے گھنٹوں اُس کی خوشامد کرتے تھے - لیکن دولت کی اتنی بہتات کے باوجود چند باتیں ایسی رونما ہو رہی تھیں جن کی وجہ سے وہ عورت انتہائی پریشان تھی اول تو حسینہ کی خاموشی، سنجیدگی اور بردباری اُسے کھائے جا رہی تھی۔ دوسری بات اُس کے لئے فکر کی یہ تھی کہ ہر نوجوان ایک بار آنے کے بعد دوبارہ اِدھر کا رخ نہیں کرتا تھا - اور تیسری بات یہ تھی کہ آنے والے نوجوان اور جانے والے نوجوان کے چہرے کے احساسات میں زمین آسمان کا فرق ہوتا تھا - آنے والے نوجوان کے چہرہ پر خوشی، مسرت اور فاتحانہ شان نظر آتی تھی - جبکہ جاتے وقت اس کے چہرے پر سنجیدگی اور بردباری پیدا ہو جاتی تھی اور وہ خاموشی کے ساتھ مکان سے نکل کر چل دیتا تھا -

اُس نے کئی بار حسینہ سے آنے والے نوجوانوں کی اِس تبدیلی کا سبب دریافت کرنے کی کوشش کی - لیکن اُس نے ہمیشہ یہ کہہ کر ٹال دیا "تمہیں جس چیز کی طلب ہے وہ تو تمہیں مل ہی رہی ہے اب تمہیں اور کیا چاہئے بہتر یہی ہے کہ تم اِن باتوں سے کوئی سروکار نہ رکھو"

حسینہ کے اِس عجیب و غریب جواب سے اُس عورت کی رگِ تجسس اور بھی بھڑک جایا کرتی تھی - چنانچہ ایک دن اُس نے طے کر لیا کہ وہ اِس راز کو معلوم کر کے ہی رہے گی - لہٰذا اُس نے اپنے آپ کو چپکے سے حسینہ کے کمرے میں اُس وقت پوشیدہ کر لیا جب کہ ایک نوجوان حسینہ کی اُس رات کی قیمت چکا کر اُس کے کمرہ میں داخل ہو رہا تھا -

حسینہ نہایت خاموشی کے ساتھ اپنی مسہری کے ایک کونے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ نوجوان کو اندر آتے دیکھ کر وہ اٹھی اور ایک خاص ادا کے ساتھ اُس کا استقبال کیا اور اسے مسہری پر ذرا فاصلہ سے بیٹھنے کی جگہ دے دی۔ نوجوان جو اس وقت اپنی نفسانی خواہشات کا غلام بنا ہوا تھا حسینہ کو قریب بیٹھا ہوا دیکھ کر بیتاب سا ہو گیا۔ اور اُس حسینہ کی جانب بڑھنا چاہا ابھی اُس نے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ حسینہ کی شیریں اور پُر اثر آواز فضا میں گونجی۔ وہ کہہ رہی تھی —— "آخر ابھی سے اتنی بیتابی کیا ہے۔ صبر سے کام لیجئے۔ تمام رات پڑی ہے کیا یہ مناسب نہ ہوگا۔ کہ سب سے پہلے ہم لوگ ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ تو لیں اور پھر ایسی باتیں کریں جس میں نفسانیت سے کہیں زیادہ محبت اور خلوص ہو۔"

حسینہ کے ان الفاظ نے نوجوان پر جادو کا کام کیا۔ بات معقول بھی تھی اور ماننے کے لائق بھی چنانچہ انتہائی جذباتی ہونے کے باوجود وہ حسینہ سے مرعوب ہو گیا۔ اور اُس کی طرف عجیب نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا "یہاں جو بھی ہوگا صرف تمہاری مرضی سے ہوگا۔"

کچھ دیر بعد حسینہ نے سوال کیا "کیا آپ کوئی ایسی صورت بنا سکتے ہیں جس کے ذریعہ ہم اِس رات میں ہونے والے گناہِ عظیم کے بار کو کچھ ہلکا کر سکیں ؟"

حسینہ کے اِس غیر متوقع سوال پر نوجوان چونک گیا۔ اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے بجائے حسینہ کے الفاظ کے کسی نے گرم گرم سیسہ اُس کے کانوں میں انڈیل دیا ہو۔ اُس کے ہونٹوں کو تالا سا لگ گیا بس وہ حیرت زدہ نظروں سے حسینہ کی طرف دیکھتا رہ گیا۔

اُسے اِس حالت میں دیکھ کر حسینہ بولی —— "میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے لیکن جب آپ بھی مانیں تب ——" اور پھر قدرے ٹھہر کر بولی —— "ہم لوگ جس نیت سے اِس جگہ یکجا ہوئے ہیں ظاہر ہے کہ اُس کا انجام ایک گناہ عظیم ہے۔ اور چونکہ آپ اس چیز کی قیمت بھی ادا کر چکے ہیں اس لئے یہ گناہ ناگزیر ہے لیکن ہم لوگ گناہ کے بار کو کچھ ہلکا ضرور کر سکتے ہیں اور اُس کی صورت صرف یہ ہے کہ اُس گناہ میں آلودہ ہونے سے قبل آیئے ہم لوگ بارگاہ خداوندی میں اپنا سر ٹیک دیں اور اُس سے التجا کریں کہ وہ ہمارے اِس گناہ کے بار کو جو ہم سے آج کی رات سرزد ہوگا کچھ ہلکا کر دے۔"

یہ کہتے ہوئے حسینہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اُس نے مسہری کے نیچے سے اپنا کمبل نکالا، اُسے فرش پر بچھا دیا اور پھر ایک خاص انداز سے نوجوان کی طرف دیکھا نہ جانے حسینہ کی باتوں میں اور نظروں میں کیا جادو تھا کہ وہ ایک بے جان مجسمہ کی طرح اپنی جگہ سے اٹھا اور کمبل پر آ کر حسینہ کے ساتھ نماز میں شامل ہو گیا۔

عورت پردہ کی آڑ سے یہ تمام واقعات حیرت زدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اُس نے دیکھا کہ حسینہ اور نوجوان دیر تک نماز میں مشغول رہے نماز کے بعد حسینہ نے دُعا کے لئے اپنے نازک ہاتھ اُٹھا دئے اُس کے منہ سے یہ الفاظ نکل رہے تھے "اے میرے خدا۔ میرے آقا۔ میرے مالک —— انسانی جامہ میں رذائل میں جو کچھ کر سکتی تھی کر گزری تیرے نافرمان اور بہکے ہوئے بندے کو میں نے تیرے حضور میں پیش کر دیا ہے۔ میں نے وقتی طور سے اُس کی ظاہری حالت کو بدل دی۔ لیکن اُس کے ضمیر اور قلب کو بدلنا تیرا کام ہے لہٰذا اب میری لاج تیرے ہاتھ ہے۔ میری یہی خواہش ہے کہ اس کی ظاہری حالت کے ساتھ ساتھ اس کے باطن کو بھی بدل دے۔"

اِدھر حسینہ کے منہ سے یہ الفاظ ادا ہو رہے تھے اور اُدھر اُس کا چھوٹا سا کمرہ بقعہ نور ہوا جا رہا تھا۔ دعا کے بعد نوجوان انتہائی خاموشی سے اٹھا —— عورت نے پردے کے پیچھے سے دیکھا کہ اُس کے چہرے پر بے حیائی اور رذالت کے بجائے اب ایک قسم کا نور اور جلال تھا ایسا جلال جو کسی ولی اللہ کے چہرے پر ہی ہو سکتا ہے۔ اور جس وقت وہ نہایت خاموشی کے ساتھ کمرے سے باہر جا رہا تھا۔ حسینہ آنکھیں بند کئے خدا کے حضور میں خراج عقیدت پیش کر رہی تھی۔

یہ منظر کچھ ایسا پُر اثر اور سبق آموز تھا کہ وہ بدکار عورت کانپ اٹھی اور عالم بے اختیاری میں پردے کے پیچھے سے نکل کر حسینہ کے قدموں میں گر پڑی اور رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ —— "اے خدا کی نیک برگزیدہ اور پاک ہستی مجھے معاف کر دو ورنہ میں خدا کے حضور میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی۔"

حسینہ نے آنکھ کھول کر اُسکی طرف خشم آلود نگاہوں سے اِس طرح دیکھا کہ وہ کانپ گئی۔ پھر بولی —— "میں نے تم کو پہلے ہی سمجھایا تھا کہ اِس معاملہ میں جستجو نہ کرنا۔ تم اپنا کام کرنا اور میں اپنا۔ لیکن تم نہیں مانیں لہٰذا اب میرا یہاں اور ٹھہر نا مناسب نہیں۔" یہ کہتے ہوئے حسینہ نے اپنا کمبل اٹھایا اور جانے کے لئے کھڑی ہو گئی۔

"نہیں نہیں میں آپ کو جانے نہیں دوں گی۔ میں آپ کے قدموں کو

زندگی بھر نہیں چھوڑوں گی" عورت نے حسینہ کے قدموں کو پکڑ کر روتے ہوئے کہا ـــــ لیکن حسینہ نے اُس کی گریہ وزاری پر قطعی توجہ نہیں دی اُس نے اُس کو ایک طرف جھٹک دیا اور خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔ اور وہ عورت حسرت اور یاس بھری نظروں سے اُس کی طرف دیکھتی رہی۔ کیونکہ اب نہ تو اُس میں اتنی سکت تھی کہ وہ حسینہ سے کچھ اور کہہ سکے۔ اور نہ اتنی ہمت تھی کہ اُسے روک سکے۔ کیونکہ وہ اب اچھی طرح جان چکی تھی کہ یہ نازک اور گلبدن حسینہ کوئی معمولی ہستی نہیں ہے۔ بلکہ خدا کی ایک مقبول برگزیدہ اور پیاری بندی حضرت رابعہ بصری رح ہیں اور یہ بھی ان کی ہدایت اور نصیحت کا ایک انوکھا ڈھنگ تھا۔

ناظرین دین دنیا کے لئے ایک نفع بخش اسکیم

روپیہ بھی کمائیے

اور اپنے محبوب رسالہ دین دنیا کی بنیادوں کو بھی مستحکم کیجئے

دین دنیا کے قارئین غالباً اس چیز کو محسوس کرتے ہوں گے کہ "دین دنیا" اپنی نوعیت کا ہند اور پاکستان میں واحد ماہنامہ ہے جو گزشتہ نصف صدی سے بڑی بے جگری اور دیدہ دلیری کے ساتھ ملت اسلامیہ کی خدمت انجام دے رہا ہے اس میں وہ سب کچھ ہوتا ہے جس کی کہ اس الحاد اور بے دینی کے زمانہ میں مسلمانوں کو ضرورت ہے۔ اس کے بے لاگ سیاسی شذرات کی پورے ملک میں دھوم ہے۔ ان سیاسی شذرات کے ذریعہ یہ جریدہ نہ صرف مسلمانوں کو حالات حاضرہ سے آگاہ کرتا ہے بلکہ مخالفین اسلام کو دلائل کے ساتھ دندان شکن جواب بھی دیتا ہے۔ پھر یہ جریدہ قرآن پاک اور احادیث نبوی سے بھی مسلمانوں کو وابستہ رکھتا ہے۔ اور مسلمانوں کو ان کے آباؤ اجداد کی اُس تاریخ سے بھی آگاہ کرتا ہے جس کے مطالعہ سے مسلمانوں میں حوصلہ اور ولولہ بڑھتا ہے چنانچہ دین دنیا اسلامی تاریخ کی بڑی بڑی ضخیم کتابوں کی مدد سے ایسے نایاب مضامین شائع کرتا ہے جو آپ کو کسی جریدے میں نہیں مل سکتے اسکے علاوہ یہ جریدہ اسلام کے بارے میں نہایت ہی سلجھے ہوئے اور عام فہم مضامین شائع کر کے اُن کے کردار کو اسلامی سانچے میں گزشتہ ۶۱ سال سے ڈھال رہا ہے۔ اور اپنے مضامین کے ذریعہ انہیں اس قابل بنا رہا ہے کہ وہ مخالفین اسلام کے سب ہی اعتراضات کا دندان شکن جواب دے سکیں۔ یہ ایک ایسا جریدہ ہے جس سے کوئی گھر خالی نہیں رہنا چاہئے۔ اس نیک مقصد کے لئے ہم ایک خاص اسکیم شروع کر رہے ہیں۔ جو کہ اس گرانی کے زمانہ میں ہمارے لئے تو بہت مہنگی پڑے گی مگر ہم کو امید ہے کہ اس کے ذریعہ دین دنیا کی توسیع اشاعت میں بڑی مدد ملے گی۔

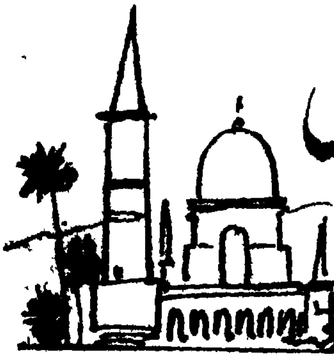
اور یہ نفع بخش اسکیم یہ ہے

دین دنیا کے قارئین صرف اتنا کریں کہ اپنی جدوجہد اور کوشش سے دو جدید خریداروں کا سالانہ چندہ ہمیں بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں۔ دو خریداروں کا سالانہ چندہ بیالیس روپیہ ہوتا ہے اس بیالیس روپیہ میں سے دس روپیہ اپنے کمیشن کے منہا کر کے ہمیں صرف بتیس روپیہ بھیجدیں۔ اس طرح دین دنیا کے قارئین تھوڑی بہت مالی منفعت بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور ہمیں بھی دین دنیا کی توسیع اشاعت میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ با اثر حضرات اگر کوشش کریں تو دو سے زیادہ بھی خریداروں کا چندہ اپنا کمیشن کاٹ کر ہمیں بھیج سکتے ہیں۔ اور اسطرح گھر بیٹھے اپنی آمدنی میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ مگر دو سے کم خریدار اکٹھے والوں کو کمیشن نہیں دیا جائے گا۔ منی آرڈر کے ساتھ جن نئے خریداروں کے نام ہمیں بھیجے جائیں گے اُن سب کے نام پورے ایک سال کے لئے دین دنیا شکریہ کے ساتھ جاری کر دیا جائے گا۔ یہ اسکیم محدود مدت کیلئے ہے دو ہزار جدید خریدار فراہم ہونے کے بعد یہ اسکیم بند کر دی جائے گی۔ اس لئے آج ہی اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کیجئے۔ یہ یاد رہے کہ یہ اسکیم صرف جدید خریداروں کی فراہمی کے لئے ہے پرانے خریداروں کو حسب دستور پوری قیمت ادا کرنی ہوگی۔ ہمکو امید ہے کہ دین دنیا کے سب ہی قدردان دین دنیا کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے لئے اس اسکیم میں ہمارے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گے۔

نیازمند منیجر

ماہنامہ دین دنیا۔ دین دنیا ہاؤس دہلی ۶

دنیائے اسلام پر ایک نظر



سعودی عرب کے خلاف اسرائیل کی جاسوسی

خمینی کا حکومت سے دستبرداری کا اعلان، قذافی کا صفایا کرنے کی کوشش

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

سعودی عرب کے خلاف اسرائیل کی جاسوسی

نہ صرف سعودی عرب میں بلکہ پوری دنیائے اسلام میں اس خبر سے اضطراب اور بے چینی پیدا ہو گئی ہے کہ اب اسرائیل نے کھلم کھلا سعودی عرب کے خلاف اپنے ہوائی جہازوں کے ذریعہ جاسوسی پروازیں شروع کر دی ہیں۔ اور اس خبر سے اس لئے اور بھی اضطراب بڑھ گیا ہے چونکہ پچھلے دنوں کویت کے اخبار السیاست نے "صیہونی عزائم" کے عنوان سے ایک مقالہ شائع کیا تھا جس میں کہ یہ انکشاف کیا گیا تھا کہ یہودیوں کی للچائی ہوئی نظریں مدینہ منورہ پر پڑ رہی ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ اسرائیل صرف مدینہ منورہ ہی پر نگاہ بد نہیں رکھتا بلکہ وہ خانہ کعبہ اور مکہ معظمہ پر بھی نعوذ باللہ قبضہ جمانے کی فکر میں ہے۔ اور اُس نے اپنے اس ناپاک مقصد کی تکمیل کے لئے ایک پروگرام بھی بنا رکھا ہے۔

اور اب جبکہ اسرائیل نے سعودی عرب کے خلاف جاسوسی پروازیں بھی شروع کر دی ہیں۔ تو یہ تشویش اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہے پھر لطف یہ ہے کہ وہ ابھی ان غیر آئینی حرکات پر نادم بھی نہیں ہے بلکہ ڈھٹائی کے ساتھ اُس نے حال ہی میں یہ اعلان بھی کیا ہے کہ وہ سعودی عرب کے خلاف اپنی جاسوسی پروازیں برابر جاری رکھے گا۔ کیونکہ وہ سعودی عرب کو بھی ایک دشمن ملک سمجھتا ہے۔ چنانچہ اسرائیلی ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ "اسرائیل نے امریکہ کو مطلع کر دیا ہے کہ وہ سعودی عرب پر اپنی غیر قانونی جاسوسی پروازیں برابر جاری رکھے گا۔ کیونکہ وہ سعودی عرب جیسے اسرائیل دشمن ملک کے متعلق ہر قسم کی معلومات فراہم کرنا ضروری سمجھتا ہے۔"

یہ بات یاد رہے کہ وسط اکتوبر میں جب اسرائیل نے یہی حرکت کی تھی تو سعودی عرب کے جنگی جہازوں نے اسرائیلی جہازوں کا تعاقب کیا تھا اور اُنہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اسرائیلی جہازوں نے سعودی عرب کے شمال مغرب میں واقع تبوک کے ہوائی اڈے پر جو اسرائیل سے قریب ترین سعودی اڈہ ہے پرواز کی تھی جس سے شبہ ہوتا ہے کہ وہ سعودی عرب کی ہوائی طاقت کا جائزہ لے رہا ہے۔ اور اُس کی نیت صاف نہیں ہے اور اب تو اُس نے کھل کر سعودی عرب کو دشمن ملک قرار دیدیا ہے ان حالات میں نہ صرف سعودی عرب کو بلکہ سب ہی عرب ممالک کو اسرائیل سے چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

خمینی کا حکومت سے دستبرداری کا اعلان

ایران کے خود ساختہ سربراہ اور ڈکٹیٹر علامہ آیت اللہ خمینی نے ایک اخباری نمائندے کو بیان دیتے ہوئے کہا ہے کہ "میری صحت دن بدن گرتی چلی جا رہی ہے۔ اور اب میں اس قابل نہیں ہوں کہ زیادہ مدت تک حکومت کی ذمہ داری کو سنبھال سکوں لہٰذا میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ دو مہینے کے بعد حکومت کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں اور باقی زندگی یادِ خدا میں گزاروں"

پچھلے دنوں معلوم ہوا تھا کہ علامہ خمینی کے سونے کے کمرہ میں پلنگ کے نیچے سے ایک بم کا خالی خول رکھا ہوا ملا تھا۔ جس میں کہ ایک پرچہ موجود تھا جس پر لکھا ہوا تھا کہ "ہم جب چاہیں تمہیں ہلاک کر سکتے ہیں۔ جس طرح کہ بم کا خالی خول تمہارے پلنگ کے نیچے رکھ سکتے ہیں اسی طرح تمہارے پلنگ کے نیچے کارآمد بم کا رکھنا ہمارے لئے دشوار نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم کسی حادثہ میں ہلاک ہونے کی بجائے خود ہی سنبھل جاؤ ورنہ سوچ لو کہ تمہارا انجام کیا ہونے والا ہے"

سب ہی کو معلوم ہے کہ ایران کی انقلاب پسند یعنی خلق پارٹی اس قدر

تک علامہ خمینی کے بے شمار ساتھیوں کو بموں کے ذریعہ ہلاک کرچکی ہے یہاں تک کہ حکومت کے بڑے بڑے سربراہ بھی محفوظ نہیں رہے۔ ایسی حالت میں کوئی تعجب نہیں کہ اپنی موت سے خوفزدہ ہوکر علامہ خمینی نے یہ اعلان کر دیا ہوکہ وہ حکومت سے دست بردار ہو رہے ہیں۔ لیکن ہماری ذاتی رائے یہ ہے کہ موت سے قبل یا کسی نئے انقلاب کے بغیر علامہ خمینی گدی چھوڑ ہی نہیں سکتے اسلئے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ حکومت سے دستبردار ہونے کے بعد جو لوگ بھی برسر اقتدار آئیں گے اُن کے لئے ایک مستقل مصیبت بن جائیں گے

اُس کی وجہ یہ ہے کہ علامہ خمینی نے ایران میں گزشتہ دو سال سے محبان وطن ایرانیوں کا جو قتل عام کر رکھا ہے اور جو اس وقت بھی جاری ہے اُس کی بنا پر ایران میں بے اندازہ علامہ خمینی کے دشمن پیدا ہو گئے ہیں۔ اور اُن ہی دشمنوں کے خوف کی بنا پر وہ اقتدار سے چمٹے ہوئے ہیں۔ بہرحال ایران کے لئے وہ دن نہایت مبارک ہوگا جس روز کہ ایران کو ملا خمینی سے نجات ملیگی خواہ یہ نجات کسی طرح بھی ملے۔

قذافی کا صفایا کرنے کی کوشش

آجکل نہ صرف امریکہ بلکہ اُس کے دونوں ہمنوا مصر اور سوڈان عرب آزادی کی تحریک کے رہنما اور لیبیا کے سربراہ معمر قذافی کا صفایا کرنے کی تدبیر میں مصروف ہیں۔ یوں تو انور سادات کے زمانہ ہی میں امریکہ اور مصر نے ایک پلان تیار کیا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ کسی معاملہ کو بھی بہانہ بنا کر لیبیا پر حملہ کر دیا جائے۔ لیکن صدر انور سادات کے قتل سے اس پلان پر عملدرآمد نہیں ہو سکا۔ مگر تازہ اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ اب پھر امریکہ۔ مصر اور سوڈان میں لیبیا پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع ہو گئی ہیں اور کسی وقت بھی لیبیا پر امریکہ اور اُس کے حواریوں کا حملہ ہو سکتا ہے۔

ایک افواہ پچھلے دنوں یہ بھی پھیلی تھی کہ امریکہ کی جاسوس ایجنسی سی۔ آئی۔ اے جو اکثر و بیشتر ممالک کے سربراہوں کو قتل کراتی رہی ہے اب معمر قذافی کو ٹھکانے لگانے کی فکر میں ہے۔ اس افواہ پر تبصرہ کرتے ہوئے امریکی میگزین نیوز ویک نے لکھا ہے کہ "امریکہ کے صدر ریگن کے ایک مشیر نے اُس کے نامہ نگار سے کہا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ ہم لیبیا کے سربراہ قذافی کو قتل کرا دینا چاہتے ہیں" اسپر نامہ نگار لکھتا ہے کہ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر معمر قذافی کے خلاف امریکہ اور کیا کارروائی کرنا چاہتا ہے۔ نیوز ویک نے لکھا ہے کہ اس کو معلوم ہوا ہے کہ لیبیا کے خلاف جو منصوبے زیر غور ہیں اُن میں مصر کی جانب سے لیبیا پر فوجی حملہ بھی شامل ہے۔ مصر اور امریکہ ایک مشترکہ فوجی کمیشن قائم کرنے والے ہیں۔ تاکہ سوڈان پر لیبیا کے حملہ کا جواب دیا جا سکے۔

لیبیا کے سربراہ معمر قذافی بار بار لیبیا پر امریکہ کے حملہ کے اندیشہ کا اظہار کر چکے ہیں۔ اور نیوز ویک کے اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ امریکہ مصر اور سوڈان کا سہارا لے کر لیبیا پر ضرب لگانے کی فکر میں ہے تاکہ اس علاقہ میں اُس کے ایک بدترین مخالف کی کمر توڑی جا سکے۔ اور ان واقعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امریکہ مشرق وسطیٰ کے لئے کس طرح ایک مستقل خطرہ بنتا چلا جا رہا ہے۔

فلسطینی حکومت ضرور قائم ہوگی

فلسطینی رہنما یاسر عرفات نے ایک روسی اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ "کسی قوم کے جائز حق کو ٹالا تو جا سکتا ہے لیکن اُسے اُس کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا خواہ امریکہ اور اسرائیل آمادہ ہوں یا نہ ہوں لیکن جلد یا بدیر فلسطین کی آزاد حکومت قائم ہو کر رہے گی۔ اور اسکے آثار اب سامنے آنے شروع ہو گئے ہیں"

یاسر عرفات کی رائے ہے کہ "پچھلے چند سال کے اندر آزادیٔ فلسطین تنظیم کا بین الاقوامی وقار بہت زیادہ بڑھا ہے۔ اور اُسے سفارتی محاذ پر بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے" کیونکہ اب بیشتر ممالک اُسکے حامی ہیں"

اس سوال کے جواب میں کہ آخر فلسطینی تنظیم کے پاس ایسی کونسی طاقت ہے کہ وہ اپنے مخالفین کو زیر کر سکے گی۔ یاسر عرفات نے کہا ہے کہ "صرف فوجی اور اسلحہ کی طاقت ہی سب کچھ نہیں ہے بلکہ اصلی طاقت رائے عامہ ہے۔ رائے عامہ اس وقت امریکہ اور اسرائیل کے خلاف ہے اور وقت آئے گا جب فلسطینی تنظیم کے مخالفوں کو بھی مجبوراً حق کے سامنے گردن جھکانی پڑے گی"

اس سے بڑھ کر ظلم اور زیادتی کی مثال کیا ہو سکتی ہے۔ بڑی طاقتوں نے فلسطین کی سرزمین کے حقداروں کو تو وطن عزیز سے محروم کر دیا ہے۔ اور فلسطینی علاقوں پر یہود اندر اکر قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔ اور دنیا کے

سب ہی ممالک بجز چند ملکوں کے اس غاصبانہ قبضہ کی مذمت بھی کر رہے ہیں لیکن عملی طور پر انھوں نے ابھی تک کوئی قدم نہیں اٹھایا ہے

اگر اور کچھ نہیں تو فلسطین کے آزادی کے حامی ممالک اسرائیل اور اسرائیل کے حامیوں کا کم از کم اقتصادی اور تجارتی بائیکاٹ تو کر سکتے ہیں مگر ہمیں افسوس ہے کہ اس ضمن میں ابھی تک کچھ بھی نہیں ہو سکا ہے۔

افغانستان میں روس کے لئے مشکلات

سوویٹ روس کے سربراہ شائد یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جس طرح انھوں نے روسی ترکستان پر غاصبانہ قبضہ جمانے کے بعد وہاں کے مسلمانوں کو ہموار کر لیا تھا اسی طرح وہ آسانی سے افغانستان کے مسلمانوں کو بھی زیر کر لیں گے لیکن افغانستان سے جو اطلاعات موصول ہو رہی ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ بارہ ہزار سے زیادہ روسی نوجوانوں کو افغانستان کے محاذ پر قربان کرنے کے باوجود اس علاقہ میں روسیوں کو کوئی خاص کامیابی اس وقت تک حاصل نہیں ہوئی ہے۔

روسیوں کو سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ افغانستان کی حکومت کو چلانے کے لئے جو روسی مشیر کابل میں بیٹھے ہوئے ہیں اُن پر مجاہدین برابر حملے کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس وقت تک مجاہدین کے ہاتھوں متعدد روسی مشیر ہلاک ہو چکے ہیں اور روسی مشیر ابھی تک یہ طے نہیں کر سکے ہیں کہ وہ آیندہ کس طرح افغانستان کی حکومت کو چلا سکیں گے۔

ادھر روسیوں کے لئے ایک دشواری یہ بھی کھڑی ہو گئی ہے کہ افغانستان میں روسی فوج کے بے شمار مسلمان سپاہیوں نے مجاہدین پر حملہ کرنے سے انکار کر دیا ہے جبکہ مجاہدین دسمبر ۱۹۷۹ء سے اب تک تقریباً بارہ ہزار روسی سپاہیوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔

کویت ٹائمز نے اپنے حالیہ شمارے میں افغانستان میں مقیم فرانسیسی طبی ماہر طب کا ایک مضمون شائع کیا ہے۔ اس مضمون میں انھوں نے لکھا ہے کہ قندھار اور ہرات سمیت متعدد اہم شہروں پر مجاہدین کا مکمل کنٹرول ہے اور صورت حال یہ ہے کہ روس کے ایک لاکھ فوجی جدید ترین ہتھیاروں سے مسلح ہے مجاہدین کے مقابلہ میں بے بس سی دکھائی دے رہی ہے۔"

مختصر یہ کہ مجاہدین افغانستان نے پھر ایک بار قرون وسطیٰ کے اُن مسلمانوں کی یاد تازہ کر دی ہے جنھوں نے کہ ٹوٹے ہوئے ہتھیاروں سے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتوں کا مقابلہ کیا تھا۔

چینی زبان میں قرآن مجید

اسے اسلام کا معجزہ ہی کہا جا سکتا ہے کہ ایک ایسے زمانہ میں جبکہ اسلام کو چین سے خارج کیا جا چکا ہے وہاں سے حال ہی میں چینی زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ شائع ہوا ہے۔ چنانچہ رابطہ عالم اسلامی کے سیکریٹری جنرل شیخ محمد علی الحرکان نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ چینی زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے۔ رابطہ عالم اسلامی کا ایک وفد جو حال ہی میں چین کے دورے پر گیا تھا وہ چینی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر اپنے ساتھ لے کر واپس آ گیا ہے اب اسے چینی زبان میں شائع کیا جائے گا۔ اور رابطہ عالم اسلامی کا ارادہ ہے کہ وہ اب روسی زبان میں بھی قرآن پاک کا ترجمہ کرائے۔

چین جو گزشتہ تیس سال سے الحاد اور بے دینی کا شکار ہے وہاں قرآن مجید کا چینی زبان میں ترجمہ ہونا اگرچہ بالکل خلاف توقع ہے لیکن یہ ترجمہ ہو چکا ہے اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب پھر چین میں اسلام ابھر رہا ہے۔



دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

عزیزوں کی روحوں سے ملاقات

لندن کے ماہر روحانیات "ڈاکٹر واٹسن" نے ایک مقالہ سپرد قلم کیا ہے۔ جس میں انھوں نے لکھا ہے کہ اب یہ چیز بھی ممکن ہو گئی ہے کہ ہم اپنے مردہ عزیزوں کی روحوں سے بات چیت کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر واٹسن روحوں کے بارے میں کئی سال سے ریسرچ کر رہے ہیں۔ وہ لندن کی روحانی مجلس کے بھی ممبر ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ اب وہ وقت دور نہیں ہے کہ ہم مرنے والے عزیزوں اور دوستوں نیز دنیا کے بڑے آدمیوں کی روحوں سے گفتگو کر سکیں گے۔

ڈاکٹر واٹسن کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ متعدد لوگوں کو اُن کے مردہ عزیزوں کی روحوں سے گفتگو کرا چکے ہیں۔ ڈاکٹر واٹسن کے علاوہ اور بھی بہت سے ماہر روحانیات ہیں اور ان کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ وہ روحوں سے زندہ انسانوں کی گفتگو کرا سکتے ہیں۔ چنانچہ لندن کے ایک ماہر روحانیات کا کہنا ہے وہ کئی بار انگلستان کے سابق وزیر اعظم مسٹر چرچل کی روح سے باتیں کر چکے ہیں مختصر یہ کہ آجکل مردہ انسانوں کی روحوں سے گفتگو کا شوق یورپ میں بڑھ رہا ہے۔

کتوں کے قبرستان میں شادی

نیویارک میں ایک کتوں کا قبرستان ہے اس قبرستان میں حال ہی میں ایک شادی رچائی گئی ہے۔ نیویارک میگزین کا کارتوسٹ معہ ایڈم جس کی عمر ۵۵ سال ہے۔ انھوں نے ۴۸ سالہ خاتون میلین سے شادی کی ہے اور اس شادی کا باعث یہ ہے کہ دونوں ہم مذاق ہیں۔ یعنی دونوں ہی کو کتے پالنے کا شوق ہے۔ اور اسی لئے انھوں نے اپنی شادی کے لئے کتوں کے قبرستان کو منتخب کیا تھا۔

اس شادی کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ جہاں اس شادی میں بہت سے دولہا دلہن کے دوست شامل تھے۔ وہاں کافی تعداد میں کتے بھی تھے۔ جن کے کھانے پینے کا خصوصیت کے ساتھ انتظام کیا گیا تھا یہ شادی چونکہ عجیب و غریب تھی اس لئے اس کی اخبارات میں خوب تشہیر ہوئی۔

ستر سالہ ایک نوجوان حسینہ

اب سائنس نے اس حد تک ترقی کر لی ہے کہ سائنس کی مدد سے ساٹھ ستر سال کے بوڑھوں کو بھی نوجوان بنایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں "گلوریا سوانسن" نامی ایک ستر سالہ خاتون کی تصویر اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔ جو دیکھنے میں ایک بائیس سالہ حسین لڑکی معلوم ہوتی ہے اُس کے جسم اور خد و خال پر عمر کا کوئی اثر نظر نہیں آتا اس نے حال ہی میں ریڈیائی علاج کے ذریعہ دوبارہ جوانی حاصل کی ہے۔

آجکل یورپ میں بوڑھوں کو جوان بنانے کے بہت سے ہسپتال کھل گئے ہیں۔ جہاں بوڑھوں کو جوان بنایا جا رہا ہے۔ پلاسٹک سرجری کے علاوہ ان ہسپتالوں میں از سر نو جوان بنانے کے بہت سے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں جن میں سے ریڈیائی علاج بوڑھوں کو جوان بنانے کا سب سے موثر علاج شمار کیا جاتا ہے۔

ریڈیائی علاج کی بڑی خوبی یہ ہے کہ انسانی جسم پر عمر بڑھنے کے اثرات ہوتے ہیں وہ اس علاج سے دور ہو جاتے ہیں۔ یہ علاج بہت مقبول ہو رہا ہے۔



Registered with the Registrar of Newspapers at R. N. No. 782/5[illegible]

THE DIN DUNIA DELHI



ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مستند احادیث کا بے مثال ذخیرہ

صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ

اور احادیث کی تمام مستند کتب کی روح

اُردو حدیث

(مفتی شوکت علی فہمی کی جدید ترین مایۂ ناز تالیف)

قرآن پاک کے بعد حدیث ہی وہ مقدس کتاب ہے جس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد قائم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال ہزار ارشادات و احکامات کا وہ قیمتی ذخیرہ ہے جو مسلمانوں کی قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ اس وقت تک کوئی ایسی اردو مستند حدیث موجود نہیں تھی جو مسلمانوں کو بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دے خدا کا شکر ہے کہ اردو حدیث کی اشاعت کے بعد یہ کمی پوری ہو گئی اس تالیف نے مسلمانوں کو عربی زبان کی بڑی بڑی اور ضخیم احادیث کی کتب سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ اور حدیث کی تمام مستند کتب سے وہ تمام احادیث جمع کر دی گئی ہیں جن کی روزانہ زندگی میں ہر مسلمان کو ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس پاکیزہ تالیف کی بڑی خوبی یہ ہے اس کے بیس ابواب قائم کر کے تمام احادیث کو علیحدہ علیحدہ عنوانات کے ماتحت اس طرح تقسیم کر دیا گیا ہے کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں فوراً نکل آئیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ایک معمولی اردو داں بھی علما کی طرح احادیث سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے گا یہ اردو زبان کی وہ نایاب حدیث ہے جسے مفتی شوکت علی فہمی نے سالہا سال کی شب و روز کی محنت کے بعد مرتب کیا ہے۔

"اردو حدیث" مندرجہ ذیل بیس ابواب پر مشتمل ہے

ا. صاحب حدیث رسول اللہ صلعم کی سوانح مبارک	۵. حکمرانی جہاد اور شرعی سزاؤں سے متعلق احادیث	۱۱. اسلامی تمدن و معاشرت کے بارے میں احادیث	۱۶. تیری اور حیات بعد الموت کے بارے میں احادیث
ب. علم الحدیث اور اس کی مکمل تاریخ	۶. اخلاق اور اصلاح کے بارے میں احادیث	۱۲. والدین، عزا اور متعلقین کے بارے میں احادیث	۱۷. قیامت اور علامات قیامت کے بارے میں احادیث
۱. ایمان اور اسلام کے بارے میں احادیث	۷. تحمل نرمی اور فیاضی کے بارے میں احادیث	۱۳. زن و شوہر کے تعلقات اور نکاح و	۱۸. جنت اور دوزخ کے بارے میں احادیث
۲. عبادات یعنی روزہ نماز حج زکوٰۃ کے بارے میں احادیث	۸. حسد ظلم اور اعمال مسوءہ کے بارے میں احادیث	طلاق کے بارے میں احادیث	۱۹. رسول اللہ صلعم کے معجزات اور
۳. ذکر الٰہی خوف خدا اور دعا سے متعلق احادیث	۹. محبت و اخوت کے بارے میں احادیث	۱۴. عورت اور پردے کے بارے میں احادیث	پیشینگوئیوں کے بارے میں احادیث
۴. پرہیزگاری اور توکل کے بارے میں احادیث	۱۰. غریبی قناعت اور انکساری کے بارے میں احادیث	۱۵. تجارت معاملات اور سیاست کے بارے میں احادیث	۲۰. نہایت مفید و کار آمد متفرق احادیث

گذشتہ پچاس برس میں حدیث کی ایسی جامع کتاب شائع نہیں ہوئی!

مندرجہ بالا عنوانات کے تحت ڈیڑھ ہزار سے زیادہ احادیث ایسی عمدہ ترتیب کے ساتھ درج کی گئی ہیں کہ جس موضوع پر احادیث درکار ہوں ایک منٹ میں آسانی کے ساتھ نکل آئیں یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ گذشتہ پچاس برس میں حدیث کے موضوع پر ایسی مستند کتاب اردو میں شائع نہیں ہوئی۔ ہر حدیث کے بعد حدیث کی مستند کتب کا حوالہ موجود ہے۔ زبان ایسی شستہ اور عام فہم کہ عورتیں اور بچے بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں ضخامت تقریباً پانچسو صفحات کتابت و طباعت اعلیٰ ٹائیٹل کئی رنگ میں چھپا ہوا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی رنگین تصویر موجود ہے۔ ڈسٹ کور نہایت خوشنما اور رنگین۔

پورے بیس ابواب کی مکمل اور مجلد کتاب کا ہدیہ صرف Rs. 12 50

[illegible] DUNIA PUBLISHING CO. JAMAMASJID DELIH